مرآۃ المناجیح

شرح

مشکوٰۃ المصابیح

مصنف

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی

مکتبہ اسلامیہ ۴۰ اردو بازار لاہور

مِرأۃُ المناجیح

شرح

مِشکوٰۃُ المصابیح

مُصنّف

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خاں نعیمی رح

مکتبۂ اسلامیہ ۴۰ اردو بازار لاہور

marfat.com

نام کتاب ---------- مراۃ المناجیح ، شرح مشکوۃ المصابیح

مصنف ---------- حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات ----------

پروف ریڈنگ -------- حافظ قاری محمد فیض الرسول سدیدی

کمپوزنگ ---------- دوست ورڈز کمپوزرز

پرنٹر ---------- پیر بھائی پرنٹرز

ناشر ---------- مکتبہ اسلامیہ -40 اردو بازار لاہور

marfat.com


بسم الله الرحمن الرحيم

marfat.com

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

صلی اللہ علیہ وسلم

موسٹنولیس، اعجاز احمد ساقی، مکتبہ اسلامیہ لاہور

marfat.com

فہرست مضامین مراۃ المناجیح (جلد ششم)

مضمون	صفحہ
عقیقہ کا بیان	
پہلی فصل	20
عقیقہ کی وجہ تسمیہ مع مہاجرین کا مدینہ میں سب سے پہلا بچہ	20
دوسری فصل	22
لڑکے کی طرف سے دو بکرے لڑکی کی طرف سے ایک ہے	22
بچہ اپنے عقیقہ میں گروی ہوتا ہے	22
حضرات حسنین کریمین کے عقیقہ	23
بچہ نومولود کے کان میں اذان پڑھنا اور اس کے فوائد	23
تیسری فصل	25
بچہ کے ساتھ قبل اسلام اور بعد اسلام کا فعل میں فرق	25
کھانوں کا بیان	25
پہلی فصل	26
کھانے کی تعریف	26
کھانے کے آداب	26
بسم اللہ پڑھ کر کھانے سے شیطان ساتھ نہیں کھاتا	26
بائیں ہاتھ سے کھانے پر وعید	26
کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کا حکم	27
اس کے فوائد چھری کانٹے کا نقصان	28
تکیہ ٹیک لگا کر کھانا ممنوع ہے	28
جو کی روٹی	30
کھانے میں عیب نہ نکالیں	31
مسلمان مومن اور کافر کے کھانے کا فرق	32
آنتیں سات ہوتی ہیں	32
کافر مہمان کی بھی خاطر کرو	33
دو کا کھانا تین کو اور تین کا کھانا چار کو کافی ہوتا ہے	33
(پسا) مفرح قلب ہے	34
حضور کا کدو کو پسند فرمانا	34
سرکہ بہت اچھا سالن ہے	36
گھی بڑی نعمت ہے	37
ککڑی نعمت ہے	37
بیٹھ کر کھانے کی حکمتیں	38
کھانے میں بے صبری منع ہے	38
ایک دوسرے کا خیال رکھنا چاہئے	39
سات دانے عجوا کے کھانے سے زہر اثر نہیں کرتا	39
بچا ہوا کھانا پڑوسیوں کو دینا سنت ہے	41
حضور نے لہسن تناول نہ فرمایا ناپسند فرمایا	41
بدبودار چیز کھا کر مسجد میں نہ آئیں	42
کھانے کے بعد دعا مسنون ہے	43
دوسری فصل	44
بوقت کھانا بسم اللہ پڑھنا سنت ہے	44
بغیر بسم اللہ پڑھے کھانے میں شیطان شریک ہو جاتا ہے	44
اگر پہلے بسم اللہ بھول گیا تو جب یاد آئے پڑھے	45
شاکر صابر روزہ دار کی طرح	46
کھانے کے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا سنت ہے	47
کھانے کے بعد پیشاب کرنے سے گردہ مثانہ کی بیماری نہیں ہوتی	47
بڑے برتن میں اپنی طرف سے کھانا چاہئے	48
حضور کھانا کس طرح کھاتے تھے	49
بوٹی دانت سے نوچ کر کھانا سنت ہے	50
کھانے میں چھری کا استعمال ممنوع ہے	50
یہ طریقہ یہود و نصاریٰ کا ہے	50
کھرچنی کھانا سنت ہے	51
اپنا برتن خود صاف کرے برتن اس کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے	52
روغن زیتون کھاؤ اور لگاؤ اس میں برکت ہے	53
زیتون ستر مرضوں کی دوا ہے تربوز	53
کھجور ملا کر کھانے کے فائدے	53
تبوک میں سرکار نے پنیر استعمال فرمایا	56
گھی، پنیر، وحشی گدھا حلال ہے	56
حلت و حرمت کا قاعدہ کلیہ گندم کی روٹی گھی دودھ میں تر کر کے سرکار کی فاتحہ خصوصی	57
اعلیٰ کھانوں کی خواہش کرنا جائز	58
عملی تبلیغ پہلے قولی بعد میں	59
تیسری فصل	60
جب بزرگوں کے ساتھ کھانا کھاؤ تو	

marfat.com

مضامین	صفحہ
پہل نہ کروان کے شروع کرنے کا انتظار کرو	62
محفل میں کھانا کھانے کا طریقہ	62
نمک کھانے کا سردار ہے	63
پھونک سے کھانا ٹھنڈا کرنے میں بے برکتی ہے	54
اپنے برتن کو چاٹنے میں نجات کا سبب ہے	64
دعوت کا بیان	64
پہلی فصل	64
مہمان کا احترام کیا جائے	65
پڑوسی کے حقوق گیارہ ہیں	65
چپ رہنے کے فوائد	65
مہمانی ایک دن رات دعوت تین دن ہے	56
دوسری فصل	69
حضور کی دعوتیں اور صحابہ کی دار تنگیاں	71
نذرانہ و لنگر کا ثبوت	73
مل کر کھانے میں برکت ہے	74
تیسری فصل	74
مہمان کا مانگ کر کھانا بھی جائز ہے	75
کھانے میں ساتھیوں کا خیال رکھئے	76
بھوک ہو تو جھوٹ مت بولو بلکہ کھالو	77
ساتھ مل کر کھانے میں برکت ہے	77
اگر کھانے کو کچھ نہ ملے تو بقدر زیست مردار حرام کھانا جائز ہے	79
پانیوں کا بیان	80
پہلی فصل	80

مضمون	صفحہ
تین سانسوں میں پینا سنت ہے	80
ایک سانس سے پینا طریقہ شیطان ہے	80
ممانعت میں حکمتیں ہوتی ہیں	81
تین پانیوں کے سوا تمام پانی بیٹھ کر پینے چاہئیں	81
بھول سے کھڑے ہو کر جو کھا پی لیا جائے اس کو قے کر دینا چاہئے	82
سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا آگ کھانے کے برابر ہے	23
ریشم سونا چاندی دنیا میں کفار کے لئے آخرت میں مسلمان کے لئے	84
دوسری فصل	85
برتن میں سانس اور پھونکا نہ جائے	86
برتن کا کنارہ برکت حاصل کرنے کے لئے رکھ لیا	87
دودھ کی خوراک اور پانی دونوں کافی ہیں	89
تیسری فصل	89
اچھی چیز باہر سے لا کر رکھنا جائز ہے	89
شربتوں کا بیان	90
پہلی فصل	90
نبیذ کی وجہ تسمیہ استعمال نبیذ	82
خراب سڑی چیز کسی کو نہ کھلائی جائے	91
شراب کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت	92
ہر نشہ آور چیز حرام ہے	92
دوسری فصل	93
نام بدلنے سے حکم نہیں بدلتا	93
تیسری فصل	93

مضمون	صفحہ
برتن ڈھکنے کا بیان	94
بوقت شام بچوں کو گھر میں رکھو	
دروازے بند کر دو	95
مشک باندھ کر برتن ڈھک کر رکھو	96
برتن ڈھک دو مشک باندھ دو اور دروازے بند کر دو بوقت شام	96
چراغ رات کو بجھا کر رکھو چوہا آگ نہ لگا دے	97
سونے کے وقت آگ اور جلتا چراغ نہ چھوڑو	97
دوسری فصل	97
کتوں کے رونے اور گدھوں کے بولتے وقت اللہ سے پناہ مانگو	98
بھرے برتن ڈھک دو اور خالی برتن الٹ دو	98
لباس کا بیان	98
پہلی فصل	98
سرکار کا وصال کمبل اور موٹے تہمند میں ہوا تھا	99
مائی صاحبہ ان کی زیارت کرایا کرتی تھیں	99
آپ کا بستر چمڑے کا کھجور کے چلنے بھرے ہوئے تھے	100
بوقت ہجرت آپ کا لباس	100
گھر میں سامان بقدر ضرورت ہونا چاہئے	101
مرد کا تہمند اور پاجامہ ٹخنوں سے اونچا ہونا چاہئے	101
جو مرد دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت	

marfat.com

مضمون	صفحہ
میں محروم ہوگا	103
سرکار کا ایک جبہ جس پر ریشم کی گوٹ تھی جس کی زیارت کرائی جاتی تھی	105
سرکار کا جبہ دھو کر بیماروں کو پلاتے تھے	105
سرکار نے عبدالرحمان زبیر کے لئے ریشم حلال فرمادیا	105
سرخ لباس مرد کو نہ پہننا چاہئے	106
مرد کو کون سا رنگ استعمال کرنا چاہئے	106
دوسری فصل	106
پہننے میں ابتدا داہنی طرف سے فرماتے	107
بہت زیادہ نیچا کپڑا پہننا ممنوع ہے	107
اصحاب کی ٹوپیوں کی تفصیل	109
کفن کس رنگ کا ہونا چاہئے	111
عمامہ باندھنا سنت ہے	111
عمامہ باندھنے کا طریقہ اور مقدار	111
عمامہ ٹوپی پر باندھنا چاہئے	112
جب سرکار کپڑا پہنتے تو اس کے شر سے پناہ مانگتے اور خیر کے خواہاں ہوتے اور شکر فرماتے	112
مائی عائشہ کو چند ہدایات	114
پیوند لگانا سنت ہے	114
لباس شہرت و ذلت کا باعث ہے	114
اسی قوم کے ساتھ حشر ہوگا جس کی مشابہت کی جائے گی	115
باوجود قدرت کے معمولی لباس کا استعمال افضل ہے	116
قیمتی سادہ لباس برائے تشکر جائز ہے	117
چند کپڑے پہننے سے سرکار کا انکار	118
دس چیزوں کی ممانعت	119
انگوٹھی کے احکام	119
سر کے بال کی لمبائی و رنگ	120
گلابی رنگ کے کپڑے مرد کو ممنوع ہیں	121
بدبو حضور کو بہت ناپسند تھی	123
حضور کے زمانہ میں باریک کپڑا ہوتا تھا	123
عورت مرد کا لباس وضع قطع جدا ہونا چاہئے	124
تیسری فصل	124
تکبر کے طریقہ پر نیچا لباس ممنوع ہے	125
نماز عمامہ سر گئی ہو جاتی ہے	125
عمامہ فرشتوں کا لباس ہے	125
حضور نے باریک کپڑا پہنے دیکھ کر منہ موڑ لیا	125
پرانا کپڑا خیرات کردو	127
بانا سوت اور تانا ریشم کا ہو تو جائز ہے	129
کھاؤ، پیو، خیرات کرو، فضول خرچی نہ کرو	130
انگوٹھی کا بیان	131
پہلی فصل	131
انگوٹھی کس چیز کی ہونی جائز ہے	132
سرکار کی مہر کا واقعہ	133
برائی روکنے کے تین طریقے	133
حضور کی انگوٹھی پر صرف محمد الرسول اللہ کندہ تھا	133
انگوٹھی کا رنگ کیسا اور کس ہاتھ میں پہنتے	134
دوسری فصل	135
ریشم اور سونا مردوں کے لئے حرام ہے	135
مرد و عورت کے زیور کی تفصیل	135
انگوٹھی سوا چار ماشے کی درست ہے	136
دس خصلتوں کو حضور ناپسند فرماتے ہیں	136
باب جوتے کا بیان	137
پہلی فصل	142
جراب پر مسح جائز نہیں	142
دوسری فصل	144
قبل اور شرک کے معنی	144
ممنوع کام نبی کریم کریں تو اسکا حکم	144
جوتا اتار کر کہاں رکھنا چاہئے	145
کالے موزے پہننا جائز ہے	145
کفار کے بنائے کپڑے پہننا جائز ہے	145
باب کنگھی کرنے کا بیان	145
پہلی فصل	146
ختنے کا حکم، کتنے انبیاء ختنے شدہ پیدا ہوئے	146
زیر ناف بال کس طرح صاف کرے	147
اور بحالت جنابت کوئی بال مونڈنا بہتر نہیں	147
حجامت کس دن بنانا چاہئے	147
ناخن کس طرح کاٹے	147
لمبی ڈاڑھی بھی منع ہے	147
کالا خضاب بالکل منع ہے	148
موافقت اور مشابہت میں فرق	149
کفار سے موافقت جائز ہے مشابہت حرام	149

marfat.com

مضمون	صفحہ
انگریزی بال رکھنا جائز نہیں	150
گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے گناہ کبیرہ بن جاتا ہے	152
دوسری فصل	154
سنت زاہدہ کیا چیز ہے	154
ریشمی لباس یا زیور پہن کر نماز مرد	155
لونانی واجب ہے	156
حضور کے لباس کا بیان	157
حضور کی مانگ شریف کا بیان	
کالا خضاب لگانا حرام ہے سب سے پہلے کالا خضاب کس نے لگایا	159
ازواج مطہرات ہاتھوں میں مہندی نہ لگاتی تھیں کہ حضور کو پسند نہ تھی	164
چاندی کی انگوٹھی عورت نہ پہنے کہ اس میں مرد کی مشابہت ہے	166
اثمد سرمہ کی فضیلت اور سرمہ لگانے کا طریقہ	168
فصد کھلوانے کی تاریخیں اور دن	170
تیسری فصل	172
طہارت طیب اور نظافت کا فرق	177
کرم و سخاوت کا فرق	177
تصویروں کا باب، پہلی فصل	178
گڑیاں کھیلنے کا حکم	178
اللہ رسول بھلا کرے کہنا ثواب ہے	180
شوقیہ فوٹو کھچوانا حرام ہے	181
جس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے وہاں انبیاء اولیاء نہیں آتے	181
مزارات اولیاء اللہ شعائر اللہ ہیں	182
جاندار کی تصویر بنانا کیوں حرام ہے	182
	184

مضمون	صفحہ
دوسری فصل	186
بھنگ چرس حرام ہے	186
تیسری فصل	187
کبوتر بازی ممنوع ہے	188
نبی کریم کی طبیعت فرشتوں جیسی ہے	189
دواؤں اور دعاؤں کی کتاب	190،
پہلی فصل	190
گناہ کی دوا کیا ہے	191
بھوک ہڑتال مرن بھرت حرام ہے	191
نبی کریم ہر فن میں ماہر ہیں	193
بیوی کے مہر سے لاعلاج خاوند کا علاج	193
سفہ کے معنی	196
جنات کی نظر انسانوں کو لگ جاتی ہے	197
سر کے درد اور بچے پیدا ہونے کی دعا	198
مرد کو پیروں میں مہندی لگانا جائز ہے	20C
نبی کریم کے بغیر کوئی قانون قابل عمل نہیں	201
مینڈک حرام ہے	202
انسانی حالات پر تاریخوں کا اثر ہوتا ہے	203
ترقیات کس نے ایجاد کیا	205
نظریہ اور دیگر نظروں کے اثرات	207
صحبت کے وقت کیا پڑھے	210
تیسری فصل	210
نبی کریم کے بال سے شفا	212
اپریشن کس ڈاکٹر سے کرانا چاہئے	214
بدھ اور پیر کا فرق	215
فال اور بدفالی لینے کا باب پہلی فصل	215
فال اور طیر میں فرق	215
مرض اڑ کر نہیں لگتا	216
دوسری فصل	218

مضمون	صفحہ
کہانت کا بیان، پہلی فصل	223
رمل سیکھنا گناہ ہے	223
نجومیوں کی بعض باتیں کفر ہیں	226
دوسری فصل	226
لکاہن اور عراف میں فرق	227
تیسری فصل	227
اللہ کی آواز کیسی ہوتی ہے	228
روایت اور رویا میں فرق	232
خواب کا بیان	232
پہلی فصل	232
آنکھ سے دیکھنا رویت بھی ہوتا ہے	232
خواب کو چھیالیسواں حصہ کیوں فرمایا	233
نبی کریم کو چھیالیس طرح کی وحی آئی	233
نبی کریم کو کتنے بزرگوں نے جاگتے ہوئے دیکھا	234
نبی کریم کو دیکھ کر خدا کو دیکھنے کا مطلب	234
حضرت عبداللہ بن عباس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا عجیب واقعہ	235
بعض خواب کی تعبیریں	238
یمامہ علاقے کا نام	239
مدینہ منورہ کو یثرت کہنے والا منافق ہے	
اور یثرب کہنے کا کفارہ	239
مرد سونا خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر	240
صدیق اکبر کی خلافت کی بہترین دلیل	241
فہر اور نحر میں فرق	244
دوسری فصل	245
خواب عالم کے سامنے بیان کرنی چاہئے	246

marfat.com

مضمون	صفحہ
ورقہ بن نوفل کا شجرہ نسب	246
سجدہ تعظیمی حرام ہے	247
تیسری فصل	248
معتمہ کے معنی	249
مصافحہ کے فقہی مسائل	278
چومنے کی قسمیں	279
دوسری فصل	280
تعظیم کیلئے غیر خدا کے سامنے جھکنا بھی حرام ہے	280
ابو جہل کا نام اور کنیت	282
منہ سے قدم چومنا جائز ہے	284
تیسری فصل	286
کھڑے ہونے کا باب، پہلی فصل	288
دوسری فصل	289
تیسری فصل	292
بیٹھنے سونے چلنے کا باب، پہلی فصل	293
قعود اور جلوس کا فرق	293
دوسری فصل	295
نیند اور سونے کی قسمیں	297
ضرورت کے وقت ممنوعات بھی درست ہو جاتے ہیں	297
تیسری فصل	301
چھینک اور جمائی کا باب	302
پہلی فصل	302
انبیاء کو جمائی اور احتلاف کبھی نہیں ہوتا	302
دوسری فصل	305
سنت نہ ہونا اور خلاف سنت میں فرق	305
باب مخنث، پہلی فصل	308

مضمون	صفحہ
مخنث تبسم اور قہقہہ میں فرق اور حکم	308
دوسری فصل	309
تیسری فصل	310
ناموں کا باب، پہلی فصل	311
کیا بچے جنتی ہیں اللہ کے بندے بعد	250
وفات بھی سب سے خبردار ہوتے ہیں	250
جھوٹی خواب گھڑنے والا دوزخی ہے	251
جھوٹے تین قسم کے ہیں	251
چھوٹوں پر شفقت بھی ادب ہے	251
اچھی باتوں کا بیان	251
سلام کا باب	
صوفیاء اور علماء کے نزدیک سلام کے معنی	251
بعض سنتوں کا ثواب فرضوں س زیادہ ہے	251
سلام کرنے کے طریقے	254
نبی کریمؐ کے دشمنوں پر سختی کرنا عبادت ہے	257
	259
دوسری فصل	261
فرض کفایہ اور سنت کفایہ کی تعداد	
کافروں کی قومی اور دینی مشابہت مسلمانوں کے لئے حرام و کفر ہے	262
	262
سلام کی قسمیں	263
کون سے سلام منع ہیں	267
تیسری فصل	272
نبی کریم کے حکم اور مشورے میں فرق	273
اجازت لینے کا بیان	273
پہلی فصل	275
دوسری فصل	276

مضمون	صفحہ
گھر میں جانے کے آداب	277
تیسری فصل	278
مصافحہ کرنے، گلے لگنے کا باب	278
پہلی فصل	
صحابہ کی صفات	311
زندگی شریف میں یا محمد کہنا منع تھا	311
نبی کریم اور دیگر انبیاء کی تقسیم میں فرق	312
فرشتوں کے نام پر نام رکھنا منع ہے	312
زینب کے معنی	314
عاصیہ، جمیلہ اور برہ کے معنی	314
عبد کے معنی	315
عبدالنبی نام رکھنا جائز ہے	316
دیوبندی مولویوں کی جہالت	316
دوسری فصل	317
ابو کے معنی اپنے کو	318
ابوالاعلیٰ کہنا ناجائز ہے	318
قیامت کے دن ماں کے نام سے پکارا جائے گا	319
قرآن مجید میں کتنی جگہ اللہ و رسول کا نام ملایا گیا	322
تیسری فصل	323
نبی کریم کے مشورے اور امر میں فرق	323
وعظ و شعر کا بیان، پہلی فصل	324
شعر کے معنی اور کون سا شعر اچھا ہے اور کونسا برا	324
دوسری فصل	330
بلاوجہ احادیث و قرآن میں تاویلیں کرنا جرم ہیں	331

marfat.com

مضمون	صفحہ
خوش خلقی اور خوش قسمتی میں فرق	331
بترکے معنی	333
پیشہ ور واعظین کی مذمت	332
بے عملی اور بد عملی کا فرق	333
صرف وعمل کے معنی	333
کون سا وعظ سب سے بہتر ہے	334
جہالت اور علم کی پہچان تیسری فصل	334
دوست اور دشمن کی قسمیں	335
حسد کی تعریف اور اونٹ کی خصلت	335

marfat.com

بَابُ الْعَقِيْقَةِ

عقیقہ کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

عقیقہ بنا ہے **عق** سے ۔ بمعنی کاٹنا' الگ کرنا' اس لئے ماں باپ کی نافرمانی کو عقوق کہتے ہیں' اور نافرمان اولاد کو عاق کیونکہ وہ نافرمان بھی اپنے ماں باپ بلکہ خدا تعالیٰ کی رحمت سے کٹ جاتا ہے' الگ ہو جاتا ہے۔ اصطلاح شریعت میں عقیقہ' بچے و مولود کے سر سے اتارے ہوئے بال بھی عقیقہ ہیں' اور اس حجامت کے وقت ذبح کیا ہوا جانور بھی عقیقہ ہے۔ یعنی الگ کئے ہوئے بال اور سر کاٹا ہوا جانور۔ امام احمد کے ہاں عقیقہ واجب ہے۔ باقی اماموں کے ہاں سنت۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ قربانی کے واجب ہونے سے تمام ذبیحہ منسوخ ہو گئے۔ جیسے روزہ رمضان واجب ہونے سے تمام دوسرے روزے منسوخ ہو گئے نسل جنابت واجب ہونے سے اور دوسرے دنوں کے غسل منسوخ ہوئے (اشعۃ اللمعات) امام اعظم کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عقیقہ کے وجوب کا انکار فرماتے ہیں' سنیت کا نہیں۔ کیونکہ غسل جنابت سے جمعہ وعیدین کے غسل کی سنیت باقی ہے وجوب ختم ہوا۔ یوں ہی زکوٰۃ کی فرضیت سے صدقہ فطرہ باقی ہے۔ لہٰذا قول یہ ہے کہ عقیقہ سنت ہے۔

عقیقہ کے احکام قربانی کی طرح ہیں' کہ عقیقہ کی بکری ایک سال سے کم نہ ہو' گائے دو سال سے اور اونٹ پانچ سال سے

marfat.com

نیز بکری صرف ایک کی طرف سے ہو سکتی ہے' گائے اونٹ میں سات عقیقہ ہو سکتے ہیں' اس طرح کہ لڑکے کے دو حصے' لڑکی کے لئے گائے وغیرہ کا ایک حصہ۔ عقیقہ کا گوشت بھی قربانی کی طرح تین حصے کیا جائے' ایک حصہ خیرات' ایک حصہ عزیزوں میں تقسیم اور ایک حصہ اپنے گھر کھایا جائے۔ سری نائی کو' ران دائی کو دی جائے اگر وہ دونوں مسلمان ہوں۔ بقیہ احکام کتب فقہ میں دیکھو'

عَنْ سَلْمٰنَ بْنِ عَامِرِ الضَّبِّيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةٌ فَاَهْرِيْقُوْا عَنْهُ دَمًا وَّاَمِيْطُوْا عَنْهُ الْاَذٰى۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۳۹۶۹) روایت ہے حضرت سلمان ابن عامر ضبی سے ا؎ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بچہ کے ساتھ عقیقہ ہے ۲؎ تو اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے گندگی ۳؎ دور کرو۔ (بخاری)

(۳۹۶۹) ا؎ آپ صحابی ہیں' بصری ہیں' آپ کے سوا کوئی بصری صحابی راوی حدیث نہیں۔ (مرقاۃ) ۲؎ یعنی ہر بچہ کے ساتھ عقیقہ سنت ہے جو اس کی ولادت کے ساتویں روز کیا جائے کہ بچہ کے بال مونڈ دیئے جائیں۔ بکری ذبح کر دی جائے۔ لڑکی کی طرف سے ایک لڑکے کی طرف سے دو۔ اسی دن اس کا نام رکھا جاوے۔ بالوں کی برابر چاندی وزن کر کے خیرات کر دی جائے۔ ۳؎ گندگی سے مراد سر کے بال ہیں' کیونکہ وہ بال ماں کے پیٹ سے ساتھ آتے ہیں' آلائش میں لتھڑے ہوتے ہیں' اگرچہ دائی غسل دیتے وقت انہیں دھو دیتی ہے' مگر ان کا سر سے دور کر دینا اچھا ہے' بعض شارحین نے فرمایا کہ گندگی دور کر دینے سے مراد بچہ کا ختنہ کر دینا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۹۷۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بچے لائے جاتے تھے تو آپ انہیں دعائے برکت دیتے اور ان کی ۔تحنیک کرتے تھے ا؎ (مسلم)

(۳۹۷۰) ا؎ ۔تحنیک یہ ہے کہ کوئی بزرگ چھوہارا یا کوئی میٹھی چیز اپنے منہ میں چبا کر بچے کے تالو سے لگا دے۔ تاکہ سب سے پہلے بچہ کے منہ میں متبول الٰہی کا لعاب اور شیرینی پہنچے پہلی غذا کا بچہ پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ بزرگان دین پہلا پھبا بزرگوں سے دلواتے ہیں۔ اہل مدینہ خوش نصیب تھے کہ ان کے نومولود بچوں کو پہلے حضور انور کی گود' حضور کی دعا' حضور کا لعاب نصیب ہوتا تھا۔ ہم تو مدینہ کی گلیوں کو ترستے ہیں۔

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ قَالَتْ فَوَلَدْتُّ بِقُبَآءٍ ثُمَّ اَتَيْتُ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُهٗ فِيْ حَجْرِهٖ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِيْ فِيْهِ ثُمَّ حَنَّكَهٗ ثُمَّ دَعَا لَهٗ وَبَرَّكَ عَلَيْهِ وَكَانَ اَوَّلَ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ فِي

(۳۹۷۱) روایت ہے حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق سے کہ وہ مکہ معظمہ میں عبداللہ ابن زبیر کی حاملہ ہوئیں۔ فرماتی ہیں کہ قبا میں میرے ہاں ولادت ہوئی ا؎ پھر میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی اور حضور کی گود میں رکھا۔ آپ نے چھوہارا منگایا اسے چبایا' پھر ان کے منہ میں تھوک دیا پھر ان کی ۔تحنیک کی ۲؎ پھر ان کے لئے برکت کی دعا مانگی۔ اور یہ اسلام میں

marfat.com

الْاِسْلَامِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) پہلا بچہ تھا جو پیدا ہوا۔ ۳۔ (مسلم بخاری)

(۳۹۷۱) ۱۔ حضرت اسماء جناب صدیق اکبر کی صاحب زادی اور ام المومنین عائشہ صدیقہ کی بہن' ہیں حضرت زبیر ابن عوام کے نکاح میں تھیں۔ عبداللہ بن زبیر جو مشہور صحابی ہیں انکی والدہ ماجدہ ہی فرماتی ہیں کہ میں عبداللہ بن زبیر کی حاملہ تو ہو چکی تھی قبل ہجرت' مگر انکی ولادت بعد ہجرت مقام قباء میں ہوئی۔ قباء ایک بستی تھی مدینہ منورہ سے متصل اب وہاں مسجد قباء تو ہے مگر وہ محلہ آباد نہیں' عبداللہ ابن زبیر اسلام میں پہلے وہ بچہ ہیں جو مہاجرین کے گھر پیدا ہوئے۔ ۲۔ یعنی اولا" لعاب دہن سے مخلوط چھوہارا انکے منہ میں ڈالا پھر اسے ان کے تالو سے مل دیا۔ لہٰذا عبارات میں تکرار نہیں' ۳۔ یعنی مہاجر گھرانوں میں پہلے آپ پیدا ہوئے' ورنہ ان سے پہلے انصار کے گھر نعمان ابن بشیر پیدا ہوئے۔ مدینہ میں مشہور ہو گیا تھا کہ یہود مدینہ نے مسلمان مہاجروں پر جادو کر دیا ہے' کسی مہاجر کے اولاد نہ ہوگی۔ آپ کی پیدائش سے مسلمانوں کو بہت ہی خوشی ہوئی کہ لوگوں کا یہ خیال باطل ہو گیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ اُمِّ کُرْزٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَقِرُّوا الطَّیْرَ عَلٰی مَکِنَاتِھَا قَالَتْ وَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ وَعَنِ الْجَارِیَۃِ شَاۃٌ وَلَا یَضُرُّکُمْ ذُکْرَانًا کُنَّ اَوْ اِنَاثًا۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ مِنْ قَوْلِہٖ یَقُوْلُ عَنِ الْغُلَامِ اِلٰی اٰخِرِہٖ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ۔

(۳۹۷۲) روایت ہے حضرت ام کرز سے ۱۔ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ پرندوں کو ان کے گھونسلوں میں رکھو ۲۔ فرماتی ہیں میں نے حضور کو فرماتے سنا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہیں۔ اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ۳۔ تمہیں مضر نہیں کہ نر ہوں یا مادہ ۴۔ (ابوداؤد' ترمذی) اور نسائی نے یہاں سے روایت کی عن الغلام الخ۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳۹۷۲) ۱۔ آپ قبیلہ بنی خزاعہ کے خاندان کعب سے ہیں۔ مکہ معظمہ کی رہنے والی ہیں ۲۔ مکنہ چڑیوں کا وہ مکان جو وہ تنکوں وغیرہ سے بنا لیتی ہیں وہاں ہی رہتی بستی ہیں۔ وہاں ہی انڈے دیتی ہیں۔ اہل عرب پرندوں کو فال لینے کے لئے ان کے گھونسلوں سے اڑا دیتے تھے کہ اسے ششکاری دی اگر وہ داہنی طرف اڑ گیا تو سمجھے ہم کامیاب ہوں گے اگر بائیں طرف اڑا تو سمجھے ہم ناکام ہوں گے۔ یہاں اس سے منع فرمایا جا رہا ہے ۳۔ غالب یہ ہے کہ یہ جملہ مستقل دوسری حدیث ہے۔ پہلی حدیث کا تتمہ نہیں ۴۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ لڑکے کے عقیقہ کے لئے نر بکرے چاہئیں اور لڑکی کے عقیقہ کے لئے مادہ بکری ضروری ہے بلکہ لڑکے کے لئے مادہ مونث بکری اور لڑکی کے عقیقہ کے لئے نر بکرے بھی ذبح کئے جا سکتے ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ لڑکے کے لئے ایک نر بکرا اور دوسری مادہ بکری ذبح کر دی جائے۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ شاۃ نر اور مادہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ عبارت **ذکر اناکن اواناثا** بالکل درست ہے۔

وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْغُلَامُ مُرْتَھَنٌ بِعَقِیْقَتِہٖ

(۳۹۷۳) روایت ہے حسن سے وہ حضرت سمرہ سے راوی ۱۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' لڑکا اپنے عقیقہ

marfat.com

تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُسَمّٰى وَيُحْلَقُ رَأْسُهٗ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ لٰكِنْ فِيْ رِوَايَتِهِمَا رَهِيْنَةٌ بَدَلَ مُرْتَهَنٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَحْمَدَ وَاَبِيْ دَاوٗدَ وَيُدَمّٰى مَكَانَ وَيُسَمّٰى وَقَالَ اَبُوْدَاوٗدَ وَيُسَمّٰى اَصَحُّ)

میں گروی ہوتا ہے۔ ۲۔ ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے اور نام رکھا جائے اس کا سر مونڈا جائے ۳۔ احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی۔ لیکن ان دونوں کی روایت میں بجائے مرتہن کے رہینہ ۴۔ ہے۔ اور احمد و داؤد کی روایت میں نام رکھنے کی بجائے ہے کہ خون سے لتھیڑ دیا جائے ۵۔ ابوداؤد نے کہا یسمی زیادہ صحیح ہے۔ ۶۔

(۳۹۷۳) ۱۔ خواجہ حسن بصری تابعی اور حضرت سمرہ ابن جندب صحابی ہیں۔ ان صحابی کا آخری زمانہ میں قیام بصرہ میں رہا۔ آپ سے خواجہ حسن بصری اور ابن سیرین وغیرہ جلیل القدر تابعین نے روایات لیں۔ آپ کے حالات بارہا بیان کئے جا چکے ہیں ۲۔ یعنی بچہ دنیاوی آفات و مصیبتوں کے ہاتھوں میں ایسا گرفتار ہوتا ہے جیسے گروچیز قرض کے قبضہ میں قید ہوتی ہے کہ اس سے مالک نفع حاصل نہیں کر سکتا یہ مطلب یہ ہے کہ بچہ کی شفاعت اپنے باپ وغیرہم کے لئے عقیقہ پر موقوف ہے کہ اگر بغیر عقیقہ فوت ہو گیا تو ممکن ہے کہ ماں باپ کی شفاعت نہ کرے (مرقات) خیال رہے کہ یہاں مرتہن بمعنی رہین یا مرہون ہے ۳۔ یعنی بچہ کی ولادت کے ساتویں دن یہ تین کام کئے جائیں اس کا نام رکھنا۔ سر منڈوانا استرے سے اور جانور ذبح کرنا سنت یہ ہی ہے اور اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو پندرھویں دن یا جب کبھی بھی عقیقہ ہو سکے تو ساتویں دن کا حساب لگایا جائے کہ جب بھی عقیقہ کیا جائے اس کی پیدائش سے ایک دن پہلے کیا جائے۔ مثلاً اگر بچہ جمعہ کے دن پیدا ہوا ہے تو جب بھی عقیقہ کیا جائے جمعرات کو کیا جائے ۴۔ مرتہن اور رہینہ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں صرف لفظ کا فرق ہے۔ ۵۔ یعنی بچہ کے سر پر ذبیحہ کا خون مل دیا جائے ۶۔ لہٰذا سنت یہ ہے کہ بچہ کے سر پر بجائے خون کے زعفران ملا جائے کیونکہ خون نجس ہے اور بدبودار بھی، اور زعفران پاک ہے اور خوشبودار بھی۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَسَنِ بِشَاةٍ وَقَالَ يَا فَاطِمَةُ احْلِقِيْ رَأْسَهٗ وَتَصَدَّقِيْ بِزِنَةِ شَعْرِهٖ فِضَّةً فَوَزَنَّاهُ فَكَانَ وَزْنُهٗ دِرْهَمًا اَوْ بَعْضَ دِرْهَمٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ وَاِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ)

(۳۹۷۴) روایت ہے محمد ابن علی ابن حسین سے ۱۔ وہ حضرت علی ابن ابی طالب سے راوی فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جناب حسن کی طرف سے ایک بکری سے عقیقہ کیا ۲۔ اور فرمایا فاطمہ اس کا سر منڈا دو اور ان کے بالوں کے وزن کی چاندی خیرات کر دو۔ تو ہم نے بال تولے تو ایک درہم یا بعض درہم وزن ہوا ۳۔ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد متصل نہیں کیونکہ محمد ابن علی ابن حسین نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو نہ پایا ۴۔

(۳۹۷۴) ۱۔ آپ کا نام شریف محمد ہے، لقب امام باقر، اور آپ کے والد ماجد کا نام علی ہے، لقب امام زین العابدین۔ ان کے والد ماجد کا نام اقدس حضرت امام حسین لقب شہید کربلا واقعہ کرب و بلا رضی اللہ عنہم اجمعین۔ امام زین العابدین ہر شب ایک ہزار رکعت نفل پڑھتے تھے، امام باقر کی کنیت ابو جعفر ہے، آپ تابعین میں سے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہے، آپ کے بیٹے امام جعفر صادق ہیں۔ امام باقر کی ولادت ۵۶ھ چھپن ہجری میں ہوئی اور موت ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی، اور

marfat.com

جنت البقیع میں دفن ہوئے' تریسٹھ سال عمر شریف ہوئی۔ اس گنہگار نے بارہا قبر انور کی زیارت کی ہے۔ ۲۔ حضرات حسنین کریمین کے عقیقوں کے متعلق تین روایت آئی ہیں' ایک ایک بکری سے عقیقہ فرمایا' دو دو بکریوں سے عقیقہ فرمایا۔ بکری سے عقیقہ فرمایا' یعنی اس میں ایک یا دو کا ذکر نہیں۔ یہ تیسری روایت ہے۔ اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ ایک ایک بکری کی روایت صحیح ہے' اور دو دو کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ لڑکے کا عقیقہ ایک بکری ہے یا بکرا ہے' دو سے بہتر ہے' کیونکہ ایک بکری کی حدیث فعلی ہے اور دو کی حدیث قولی۔ یعنی حکم دیا دو کا' اور جب قول و فعل میں تعارض معلوم ہو تو ترجیح قولی کو ہوتی ہے۔ نیز دو بکریوں کی حدیث بہت صحابہ کرام سے مروی ہے۔ نیز ایک بکری میں جواز کا ذکر دو کی روایت میں استحباب کا ۳۔ یہ شک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے۔ یا کسی نیچے کے راوی کی طرف سے۔ ۴۔ کیونکہ امام محمد باقر کی ولادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے عرصہ بعد ہوئی' لہٰذا درمیان میں کوئی راوی رہ گیا ہے اور حدیث منقطع ہے۔ یا بعض محدثین کی اصطلاح میں مرسل ہے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ كَبْشَيْنِ)

(۳۹۷۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین کی طرف سے ایک ایک بھیڑ عقیقہ کیا۔ (ابوداؤد) نسائی کے نزدیک دو دو بھیڑیں ہیں ا۔

(۳۹۷۵) ا۔ یعنی اس روایت میں تعارض ہے' ہم ابھی پچھلی حدیث میں دو بکریوں کی روایت کی چند وجوہ ترجیح عرض کر چکے ہیں۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَقِيْقَةِ فَقَالَ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْعُقُوْقَ كَاَنَّهٗ كَرِهَ الْاِسْمَ وَقَالَ مَنْ وُلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَاَحَبَّ اَنْ يَّنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَيْنِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۳۹۷۶) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے' وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں پوچھا گیا ا۔ تو فرمایا اللہ عقوق کو پسند نہیں کرتا۔ شاید حضور نے یہ نام ناپسند کیا ۲۔ اور فرمایا جس کے بچہ پیدا ہو پھر وہ چاہے کہ اس کی طرف سے جانور دے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں دے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ۳۔ (ابوداؤد' نسائی)

(۳۹۷۶) ا۔ یا تو یہ پوچھا کہ عقیقہ کرنا واجب ہے یا سنت یا مستحب یا یہ پوچھا کہ اسے عقیقہ کہنا کیسا ہے' یعنی اسم یا مسمی کے متعلق دریافت کیا۔ ۲۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ جن احادیث میں لفظ عقیقہ آیا ہے وہ ممانعت سے پہلے کی ہیں' اور یہ حدیث انکی ناسخ ہے' بعض نے اس کے برعکس کہا ہے کہ یہ حدیث ممانعت منسوخ ہے' اور وہ احادیث ناسخ ہیں۔ فقیر کے نزدیک دوسرا قول زیادہ قوی ہے۔ اور لفظ عقیقہ بولنا بلا کراہت جائز ہے۔ اس جملہ پاک کا مطلب یہ ہے کہ عقیقہ میں شبہ ہوتا ہے کہ یہ لفظ عقوق سے بنا ہو' جس کے معنی ہیں والدین کی نافرمانی اور ناحق شناسی' لہٰذا اس کا نام عقیقہ مت رکھو' ۳۔ یعنی اس عمل کو عقیقہ نہ کہو بلکہ سیکہ کہو کہ اس میں فاسد معنی کا احتمال نہیں۔ یہاں تصریح ہو گئی کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں چاہئیں اور لڑکی کی طرف سے ایک یہ ہی

marfat.com

وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ حِیْنَ وَلَدَتْہُ فَاطِمَۃُ بِالصَّلٰوۃِ۔
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ)

(۳۹۷۷) روایت ہے حضرت ابو رافع سے' فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حسن ابن علی کے کان میں نماز کی اذان کہی جبکہ انہیں جناب فاطمہ نے جنا۔ (ترمذی' ابوداؤد) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۳۹۷۷) ا۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کی ولادت کے وقت انکے کان میں بعینہ وہی اذان کہی جو اذان نماز کے لئے کہی جاتی ہے۔ حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس بچہ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے' تو اسے انشاء اللہ ام الصبیان کی بیماری نہیں ہوتی (مسند ابو یعلی موصلی و مرقاۃ) حضرت عمر بن عبدالعزیز یہ ہی عمل کرتے تھے' یہ سنت ہے (مرقاۃ) اس سے بچہ کے کان میں پہلی آواز اللہ کے نام کی پہنچتی ہے' نیز اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے' (اشعۃ اللمعات) اس سے معلوم ہوا کہ اذان صرف نماز کے لئے نہیں ہے اور موقعہ پر بھی سنت ہے' اس لئے بعد دفن قبر پر اذان دی جاتی ہے' اذان کے مواقع ہم باب الاذان میں بیان کر چکے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ کُنَّا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ اِذَا وُلِدَ لِاَحَدِنَا غُلَامٌ ذَبَحَ شَاۃً وَلَطَخَ رَاْسَہٗ بِدَمِھَا فَلَمَّا جَآءَ الْاِسْلَامُ کُنَّا نَذْبَحُ الشَّاۃَ یَوْمَ السَّابِعِ وَنَحْلِقُ رَاْسَہٗ وَنُلَطِّخُہٗ بِزَعْفَرَانٍ۔
(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَزَادَ رَزِیْنٌ وَنُسَمِّیْہِ)

(۳۹۷۸) روایت ہے حضرت بریدہ سے ا۔ فرماتے ہیں کہ ہم تھے دور جاہلیت میں کہ جب ہم میں سے کسی کے بچہ پیدا ہوتا تو وہ بکری ذبح کرتا اور اس کے سر کو بکری کے خون سے لتھیڑ دیتا۔ پھر جب اسلام آیا تو ہم ساتویں دن بکری ذبح کرتے تھے اور بچہ کا سر منڈاتے اسے زعفران سے لتھیڑتے ۲۔ (ابوداؤد) اور رزین نے زیادہ کیا کہ نام رکھتے۔

(۳۹۷۸) ا۔ آپ بریدہ ابن حصیب اسلمی ہیں' غزوہ بدر سے پہلے ایمان لائے' مشہور صحابی ہیں' آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے' ۲۔ یعنی کہ اسلام میں بچہ کے سر پر بکری کا خون نہیں لیپتے کہ وہ نجس ہے اس کی بجائے زعفران سے بچہ کا سر لیپ دیتے ہیں مگر سر مونڈنے کے بعد۔ یوں ہی بعض صوفیاء مرغ کے خون سے بعض تعویذ لکھتے ہیں' مگر چاہیے کہ ایسے تعویذ مرغ کے دل کو زعفران و گلاب میں پیس کر لکھے جاویں۔ یہاں اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ظہور نبوت اپنا عقیقہ خود کیا' واللہ اعلم۔ عقیقہ کا گوشت اگر کچا کر تقسیم کر دیں تو بھی درست ہے۔ اگر پکا تقسیم کریں یا کھلا دیں تب بھی درست ہے' واللہ و رسولہ اعلم۔

marfat.com

كِتَابُ الْاَطْعِمَةِ

کھانوں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

جو چیز کھائی جائے وہ طعام ہے' اس کی جمع اطعمہ ہے' خواہ غذاء" کھائی جائے یا دواء" یا لذت کے لئے یہاں طعام سے مراد مطلقاً کھانے پینے کی چیزیں ہیں' یعنی اس میں دودھ' پانی شربت وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اس بیان میں کھانوں کی تفصیل اور کھانا کھانے کے آداب انکے احکام سب ہی بیان ہوں گے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا فِیْ حَجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ كَانَتْ يَدِیْ تَطِيْشُ فِی الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۹۷۹) روایت ہے حضرت عمر ابن ابی سلمہ سے ا؎ فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا اور میرا ہاتھ پیالے میں گھومتا تھا ۲؎ تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا نام لو۔ اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ ۳؎۔ (مسلم' بخاری)

(۳۹۷۹) ا؎ آپ عمر ابن عبداللہ ابن عبدالامہ ہیں' قرشی مخذومی ہیں۔ جناب ام سلمہ کے فرزند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتیلے بیٹے ہیں۔ ۲ ہجری میں حبشہ میں پیدا ہوئے' حضور انور کی وفات کے وقت آپ کی عمر نو سال تھی' ۸۳ھ میں عبدالملک ابن مروان کے زمانہ حکومت میں وفات پائی' جنت البقیع شریف میں دفن ہوئے۔ جب حضور انور نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو آپ کو اور آپ کی بہن زینب کو اپنی پرورش میں لے لیا' رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ۲؎ یعنی کبھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالہ میں کھانا کھاتا تھا' تو میں کھانے کے آداب سے واقف نہ تھا اس لئے ہر طرف سے کھانا کھاتا تھا' جدھر سے دل چاہا ادھر سے بوٹی لے لی' ادھر ہی لقمہ شوربے میں بھگو لیا ۳؎۔ یعنی بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو' داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ' ہر طرف سے نہ کھاؤ۔ یہ تینوں حکم جمہور علماء کے نزدیک استحبابی ہیں۔ بعض ائمہ کے ہاں داہنے ہاتھ سے کھانا واجب ہے' خیال رہے کہ ہر چیز' پیتے وقت بھی بسم اللہ پڑھے' اور داہنے ہاتھ سے پیئے یہ ہی سنت ہے۔ یہ تینوں امور سنت علی العین ہیں۔ یعنی اگر جماعت میں سے صرف ایک آدمی کرلے تو کافی نہیں' ہر شخص داہنے ہاتھ سے کھائے' ہر شخص پڑھے' ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے' اگر اکیلا بھی کھائے تب بھی اپنے سامنے سے کھائے' ہاں اگر طباق میں مختلف مٹھائیاں یا مختلف قسم کی کھجوریں ہیں تو جہاں سے چاہے کھالے' جیسا کہ آئندہ آوے گا۔ (مرقاۃ)

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَّا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔

(۳۹۸۰) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان کھانے کو اپنے لئے حلال بنالیتا ہے اس بناء پر کہ اس پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے (مسلم) ا؎

(۳۹۸۰) ا؎ یہاں حلال' معنی کھلی جانا اور استحلال' معنی کھول لینا ہے۔ یعنی کھانے کے اول بسم اللہ پڑھ لینے سے شیطان

marfat.com

کے لئے رکاوٹ ہو جاتی ہے' اور اگر بسم اللہ نہ پڑھی جاوے تو وہ کھانا پینا شیطان کے لئے کھل جاتا ہے۔ شیطان سے مراد قرین ہے جو ہر انسان کے ساتھ رہتا ہے' یعنی بسم اللہ نہ پڑھنے والے کے ساتھ کھانا کھانے پر یہ شیطان قادر ہو جاتا ہے'

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهٗ فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ وَعِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيْتَ لَكُمْ وَلَا عَشَآءَ وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ قَالَ الشَّيْطَانُ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَاِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعَشَآءَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۹۸۱) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں گھسے تو داخلہ کے وقت اور اپنے کھانے کے وقت اللہ کا ذکر کرے تو شیطان کہتا ہے کہ نہ تمہارے لئے شب باشی ہے نہ کھانا۔ اور جب داخل ہو تو اللہ کا ذکر اپنے داخلہ پر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے تم نے شب باشی پالی اور جب اپنے کھانے پر اللہ کا ذکر نہ کرے تو کہتا ہے تم نے شب باشی اور کھانا پالیا ۲۔ (مسلم)

(۳۹۸۱) ا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص گھر میں داخل ہوتے وقت پوری بسم اللہ پڑھ کر داہنا قدم پہلے دروازہ میں داخل کرے' پھر گھر والوں کو سلام کرتا ہوا گھر میں آئے' اگر کوئی نہ ہو تو السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہدے۔ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ اول دن میں جب پہلی بار گھر میں ہوتے ہیں تو بسم اللہ اور قل ہو اللہ پڑھ لیتے ہیں کہ اس سے گھر میں اتفاق بھی رہتا ہے اور رزق میں برکت بھی' ۲۔ شیطان کا یہ خطاب اپنی ذریت سے ہوتا ہے' اور ممکن ہے کہ اس خطاب میں قرین بھی داخل ہو کہ وہ بھی اس بسم اللہ کی برکت سے نہ کھائے' اور ہمارے گھر میں رہنے سہنے سے محروم ہو جائے' اور اس کے شر سے محفوظ ہو جائے' اور اللہ کے ذکر سے غافل اس نعمت سے محروم رہے۔ دوپہر کے پہلے کھانے کو غداء کہتے ہیں' اور بعد دوپہر سے رات تک کے کھانے کو عشاء کہا جاتا ہے' یہاں مراد مطلقاً کھانا ہے' جو شخص صبح کو یہ عمل کرے تو ناشتہ اور دوپہر کے کھانے سے شیطان محروم ہو گا جو بعد دوپہر یہ عمل کرے تو رات کے کھانے سے وہ محروم رہے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَاْكُلْ بِيَمِيْنِهٖ وَاِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِيْنِهٖ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۹۸۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب پئے تو اپنے داہنے ہاتھ سے پئے ا۔ (مسلم)

(۳۹۸۲) ا۔ دودھ یا پانی یا کوئی اور چیز ہمیشہ داہنے ہاتھ سے برتن تھامے' جمہور کے نزدیک یہ حکم استحبابی ہے' اور داہنے ہاتھ سے کھانا پینا مستحب سنت' بعض اماموں کے ہاں امر وجوب کے لئے ہے' انکی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو فرمایا داہنے ہاتھ سے کھا' وہ بولا کہ میں اس ہاتھ سے کھا نہیں سکتا۔ فرمایا اب نہ کھا سکے گا۔ چنانچہ اس کے بعد اس کا داہنا ہاتھ اس کے منہ تک نہ اٹھ سکا۔ رواہ مسلم عن سلمہ ابن اکوع (مرقات) طبرانی نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے **سبیعہ** اسمیہ کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو اسے بددعا فرمائی' وہ طاعون سے مری (مرقاۃ) اگر یہ حکم وجوبی نہ ہوتا تو آپ اتنی سختی کیوں فرماتے' مگر جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ واقعات زجر و تنبیہ کے لئے ہوئے'

marfat.com

کبھی مکروہ عمل پر بھی تنبیہہ کردی جاتی ہے (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَاْكُلَنَّ اَحَدُكُمْ بِشِمَالِهٖ وَلَا يَشْرَبَنَّ بِهَا فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَاْكُلُ بِشِمَالِهٖ وَيَشْرَبُ بِهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۹۸۳) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے نہ اس سے پیئے۔ کیونکہ شیطان اپنے بائیں سے کھاتا پیتا ہے ۱؎ (مسلم)

(۳۹۸۳) ۱؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اپنے دوست انسانوں کو بائیں ہاتھ سے کھانے کی رغبت دیتا ہے مگر حق یہ ہے کہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہی ہے یعنی شیطان خود بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بروں کی مشابہت بھی بری ہے۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ بِثَلٰثَةِ اَصَابِعَ وَيَلْعَقُ يَدَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّمْسَحَهَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۹۸۴) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھاتے تھے اور پونچھنے سے پہلے اپنا ہاتھ چاٹ لیتے تھے ۲؎ (مسلم)

(۳۹۸۴) ۱؎ یعنی روٹی کا لقمہ تین انگلیوں سے کھاتے تھے انگوٹھا کلمہ کی انگلی بیچ کی انگلی۔ سنت یہ ہی ہے کہ روٹی ان تینوں انگلیوں سے ہی کھائے بلا ضرورت زیادہ انگلیاں استعمال نہ کرے چاول تو بغیر پانچ انگلیوں کے کھائے جا سکتے ہی نہیں اس لئے پانچوں انگلیوں سے ان کا لقمہ بنایا جائے عموماً اہل عرب فرنی چاولوں کا سلیقہ چار انگلیوں سے کھاتے ہیں ۲؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے انگلیاں چاٹتے تھے پھر رومال سے پونچھتے تھے پھر دھوتے تھے اب بھی ایسا کرنا سنت ہے سنی ہوئی انگلیاں صرف دھو ڈالنا طریقہ منکرین ہے جن روایات میں پانچ انگلیوں سے کھانا برا ہے وہاں یا پتلی چیز کا کھانا مراد ہے یا وہ عمل کبھی کبھی تھا یہاں جواز کیلئے بسر حال سنت یہ ہے جو یہاں بیان ہوا (مرقات)

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ وَقَالَ اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ اَيَّةِ الْبَرَكَةُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۳۹۸۵) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں اور پیالے کو چاٹنے کا حکم دیا ۱؎ اور فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ کس میں برکت ہے ۲؎ (مسلم)

(۳۹۸۵) ۱؎ منکرین انگلیاں اور رکابی چاٹنے سے نفرت کرتے ہیں تعلیم تواضع کے لئے یہ حکم صادر ہوا عیسائی اور انکی دیکھا دیکھی بعض مغرب زدہ لوگ تو انگلیوں سے کھانا بھی ناپسند کرتے ہیں وہ چھری کانٹے اور چمچہ وغیرہ سے ہی کھاتے ہیں عیسائی تو اس عمل پر مجبور ہیں کیونکہ وہ ناخن کٹواتے نہیں اور ہاتھ دھوتے نہیں۔ پانی سے استنجا کرتے نہیں کاغذ سے ہی پونچھتے ہیں۔ ان وجوہ سے ان کے ناخن زہریلے بھی ہوتے ہیں اور ان میں میل بھی جرا رہتا ہے۔ وہ انگلیوں سے کیسے کھائیں انکے ناخنوں میں تو نجاست گندگی میل سب کچھ بھرا ہے۔ مسلمان یہ عمل کیوں کریں وہ ناخن کٹواتے ہیں ہر وقت وضو وغیرہ میں ہاتھ دھوتے ہیں استنجا ڈھیلے پھر پانی سے کرتے ہیں لمبے ناخن ہوتے ہی نہیں پورے زہریلے نہیں بڑے بڑے ناخنوں کا اندر کا میل نجاست زہریلے ہیں ہمارے اسلاف ہمیشہ انگلیوں سے کھاتے رہے نہ مرے نہ بیمار پڑے ہم سے زیادہ قوی و توانا تھے اور زیادہ عمر پاتے تھے۔ اولاً

marfat.com

آنکھیں کھانا ٹیسٹ کرتی ہیں کہ اس میں کوڑا کجرا تو نہیں ہے' پھر انگلیاں اسکی سردی گرمی کا پتہ لگاتی ہیں۔ پھر ناک اسکی خوشبو بدبو محسوس کرتی ہے' پھر زبان اس کا ذائقہ تازہ' باسی ہونا' اچھا برا گلا سڑا ہونا محسوس کرتی ہے' پھر دانت اس کا صاف یا کرکرا ہونے کا پتہ لگاتے ہیں' اتنی جگہ کھانا ٹیسٹ ہو کر گلے سے اترتا ہے۔ چھری کانٹے چمچے سے کھانے سے دوسری ٹیسٹ ختم ہو جاتا ہے' لہٰذا ضرر کا اندیشہ ہے' اس لئے حتی الامکان انگلیوں سے ہی کھانا چاہیئے۔ ۲۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ اس کھانے میں برکت ہو۔ جو انگلیوں یا پیالے میں لگا رہ گیا ہے' اگر انگلیاں ویسے ہی دھودی گئیں تو ہم برکت سے محروم رہ گئے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَمْسَحْ یَدَہٗ حَتّٰی یَلْعَقَہَا اَوْ یُلْعِقَہَا۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

(۳۹۸۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنا ہاتھ نہ پونچھے حتی کہ اسے چاٹ لے یا چٹادے ا۔ (مسلم' بخاری)

(۳۹۸۶) ا۔ اپنی بیوی کو یا خاوند کو یا چھوٹے بچوں کو یا خاص خادم کو یا شاگرد کو یا مرید کو چٹادے جو اس سے نفرت نہ کرے' بلکہ تبرک سمجھ کر چاٹ لیں' کتوں' بلوں کو نہ چٹائیں' بعض مغربی تہذیب کے دلدادہ مسلمانوں کو دیکھا گیا کہ کتے پالتے ہیں' اور کتے انکے ہاتھ پاؤں' گردن بلکہ پیار میں منہ تک چاٹتے ہیں' اور یہ خوش ہوتے ہیں' نعوذ باللہ۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَحْضُرُ اَحَدَکُمْ عِنْدَ کُلِّ شَیْءٍ مِّنْ شَاْنِہٖ حَتّٰی یَحْضُرَہٗ عِنْدَ طَعَامِہٖ فَاِذَا سَقَطَتْ مِنْ اَحَدِکُمُ اللُّقْمَۃُ فَلْیُمِطْ مَا کَانَ بِہَا مِنْ اَذًی ثُمَّ لْیَاْکُلْہَا وَلَا یَدَعْہَا لِلشَّیْطَانِ فَاِذَا فَرَغَ فَلْیَلْعَقْ اَصَابِعَہٗ فَاِنَّہٗ لَا یَدْرِیْ فِیْ اَیِّ طَعَامِہٖ یَکُوْنُ الْبَرَکَۃُ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ

(۳۹۸۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے پاس اس حالت میں موجود رہتا ہے ا۔ حتی کہ اس کے کھانے کے وقت بھی آموجود ہوتا ہے۔ تو جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو جو اس میں گندگی ہو وہ دور کردے ۲۔ پھر اسے کھالے اور اسے شیطان کے لئے مت چھوڑے ۳۔ پھر جب فارغ ہو جائے تو اپنی انگلیاں چاٹ لے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کس کھانے میں برکت ہوگی ۴۔ (مسلم)

(۳۹۸۷) ا۔ کھاتے پیتے وقت پیشاب' پاخانہ نماز و دعا' حتی کہ اپنی بیوی سے صحبت کرتے وقت بھی قرینی شیطان انسان کے ساتھ رہتا ہے' ساتھ ہی کھاتا پیتا حتی کہ ساتھ ہی صحبت کرتا ہے' جس سے کھانے میں بہت بے برکتی ہوتی ہے' اور اولاد بے ادب سرکش ہوتی ہے' اگر ان اوقات میں بسم اللہ پڑھ لی جائے تو کھانوں میں برکت ہوتی ہے' اولاد نیک و صالح اور باادب پیدا ہوتی ہے۔ اگر پاخانہ جاتے وقت بسم اللہ پڑھ لی جائے تو شیطان اس کا ستر نہیں دیکھ سکتا ۲۔ اگر گرے ہوئے لقمہ میں مٹی وغیرہ پاک چیز لگ گئی ہے' تو اسے صاف کر کے لقمہ کھائے' اور اگر نجاست لگ گئی ہے تو دھو کر کھالے۔ اگر دھل نہ سکے تو کتے بلی کو کھلادے یوں ہی نہ چھوڑ دے کہ اس میں مال ضائع کرنا ہے اور رب تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے۔ ۳۔ کہ اس چھوڑے ہوئے لقمہ کو یا تو شیطان کھا ہی لیگا۔ یا اس کے ضائع ہونے پر خوش ہوگا' شیطان کے یہ دونوں معنی ہو سکتے ہیں ۴۔ لہٰذا کچھ بھی نہ چھوڑے' سب ہی چاٹ لے' اگر فی آدمی ایک ماشہ کھانا بھی برتن میں لگا رہا' جو برتن دھوتے ہوئے نالیوں میں گیا تو حساب لگالو کہ جس شہر میں آٹھ دس لاکھ آدمی

marfat.com

رہتے ہوں تو دو دفعہ کتنا کھانا نالیوں میں جاتا ہے' یہ فضول خرچی بھی ہے' مال ضائع کرنا بھی' کھانے کی بے ادبی بھی' اس لئے کچھ بھی نہ چھوڑو' برتن کو اچھی طرح صاف کرو' کھانے کا احترام وادب یہ ہی ہے' یا اتنا چھوڑو کہ دوسرا آدمی کھا سکے۔

وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا اٰکُلُ مُتَّکِئًا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۹۸۸) روایت ہے حضرت ابو جحیفہ سے ا۔ فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تکیہ لگا کر نہ کھاؤں گا ۲۔ (بخاری)

(۳۹۸۸) ا۔ آپ کا نام وہب بن عبداللہ سوائی ہے' یعنی سواء ابن عامہ سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ نابالغ تھے' مگر حضور سے روایات لی ہیں۔ آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وزیر خزانہ بنایا تھا۔ آپ حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے' آپ کوفہ میں ۷۴ھ میں فوت ہوئے۔ آپ سے آپ کے بیٹے عوز نے اور بہت سے تابعین بلکہ حضرت علی نے بھی روایات لیں' (اشعۃ و مرقات) ۲۔ کھاتے وقت تکیہ لگانے کی چار صورتیں ہیں' ایک یہ کہ ایک پہلو زمین سے قریب کر کے بیٹھے' دوسرے یہ کہ چار زانو بیٹھے' تیسرے یہ کہ ایک ہاتھ زمین پر رکھ کر اس پر ٹیک لگا کر بیٹھے۔ چوتھے یہ کہ دیوار وغیرہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے' یہ چاروں تکیے مناسب نہیں' دو زانو یا اکڑوں بیٹھ کر کھانا اچھا ہے' طبی لحاظ سے بھی مفید ہے' کھڑے ہو کر کھانا اچھا نہیں' (اشعۃ اللمعات)

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا اَکَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی خِوَانٍ وَلَا فِیْ سُکُرُّجَةٍ وَلَا خُبِزَ لَهٗ مُرَقَّقٌ قِیْلَ لِقَتَادَةَ عَلٰی مَا یَاْکُلُوْنَ قَالَ عَلَی السُّفَرِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۹۸۹) روایت ہے حضرت قتادہ سے ا۔ وہ حضرت انس سے راوی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو میز پر کھانا کھایا نہ چھوٹی پیالی میں ۲۔ اور نہ آپ کے لئے چپاتی پکائی گئی۔ ۳۔ قتادہ سے کہا گیا کہ کس چیز پر وہ حضرات کھاتے تھے تو فرمایا دسترخوانوں پر ۴۔ (بخاری)

(۳۹۸۹) ا۔ قتادہ تابعی ہیں' بصری ہیں' نابینا تھے' ان کی ولادت ۶۰ھ میں ہے اور وفات ۱۱۷ ہجری میں حضرت انس اور ابو طفیل سے روایات لیتے ہیں' ۲۔ کیونکہ میز پر کھانا طریقہ متکبرین ہے' تاکہ کھانے کے آگے جھکنا نہ پڑے' اور بہت چھوٹی پیالی میں کھانا طریقہ بخیلوں کا ہے' تاکہ دوسرا آدمی ساتھ نہ کھا سکے' ساری بوٹیاں اور سالن ہم اکیلے ہی کھائیں' سنت یہ ہے کہ کھانے کے آگے قدرے جھک کر بیٹھے' (مرقات و اشعۃ اللمعات) ۳۔ بہت باریک روٹی اب بھی عرب شریف میں نہیں ہوتی' روٹی قدرے موٹی ہوتی ہے' وہ صحت کے لئے بھی مفید ہے' بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور کے لئے چپاتی نہیں پکائی گئی۔ لیکن اگر کوئی شخص چپاتی پیش کرتا تو حضور انور قبول فرماتے اور کھاتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات) ۴۔ دسترخوان کپڑے کا' چمڑے کا اور کھجور کے پتوں کا ہوتا تھا۔ ان تینوں قسم کے دسترخوانوں پر کھانا حضور نے کھایا ہے' دسترخوان بھی نیچے زمین پر بچھتا تھا' اور خود سرکار بھی زمین پر تشریف فرما ہوتے تھے' صحابہ کرام کے ساتھ کھانا ملاحظہ فرماتے تھے' یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ میز پر کھانا بدعت جائزہ ہے' اور دسترخوان پر کھانا سنت ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا اَعْلَمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

(۳۹۹۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ مجھے علم

marfat.com

وَسَلَّمَ رَاٰی رَغِیْفًا مُرَقَّقًا حَتّٰی لَحِقَ بِاللّٰہِ وَلَا رَاٰی شَاۃً سَمِیْطًا بِعَیْنِہٖ قَطُّ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی چپاتی دیکھی حتی کہ اللہ سے مل گئے ۱؎ اور نہ بھنی ہوئی بکری آنکھ سے کبھی دیکھی ۲؎ (بخاری)

(۳۹۹۰) ۱؎ نہ تو اپنے گھر میں دیکھی، نہ کسی دوسرے گھر میں، حضرت انس اپنے علم کی نفی فرمارہے ہیں ممکن ہے کہ کبھی ملاحظہ فرمائی ہو، حضرت انس کو خبر نہ ہوئی ہو ۲؎ سمیط وہ بکری کہلاتی ہے جو کھال میں بھونی جائے کہ اولاً کھال کے بال اتارے جاویں، پھر اسے گرم پانی سے دھو کر اس کے اندر گوشت بھر دیا جائے اور اسی میں بھون لیا جائے۔ امراء و سلاطین ایسا گوشت کھاتے ہیں، سمیط کے یہ معنی خیال میں رہیں، شاۃ مشوی اور چیز ہے سمیط کچھ اور، حضور انور نے ویسے بھنا گوشت ملاحظہ فرمایا ہے۔

وَعَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّقِیَّ مِنْ حِیْنَ ابْتَعَثَہُ اللّٰہُ حَتّٰی قَبَضَہُ اللّٰہُ وَقَالَ مَا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُنْخُلًا مِنْ حِیْنَ ابْتَعَثَہُ اللّٰہُ حَتّٰی قَبَضَہُ اللّٰہُ قِیْلَ کَیْفَ کُنْتُمْ تَاْکُلُوْنَ الشَّعِیْرَ قَالَ کُنَّا نَطْحَنُہٗ وَنَنْفُخُہٗ فَیَطِیْرُ مَا طَارَ وَمَا بَقِیَ ثَرَّیْنَاہُ فَاَکَلْنَاہُ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۳۹۹۱) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدہ نہ دیکھا ۱؎ جب سے اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا ۲؎ حتی کہ اللہ نے آپ کو وفات دی۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھلنی نہ دیکھی جب سے اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا، حتی کہ اللہ نے آپ کو وفات دی ۳؎ کہا گیا کہ آپ حضرات جو کیسے کھاتے تھے فرمایا ہم انہیں پیس لیتے تھے۔ اور اسے پھونکتے تھے جو اڑتا اڑ جاتا جو باقی بچتا ہم گوندھ لیتے۔ پھر کھالیتے ۴؎ (بخاری)

(۳۹۹۱) ۱؎ یعنی میدہ کھانا تو بہت دور کبھی ملاحظہ بھی نہ فرمایا، اللہ کی شان ہے کہ اب مدینہ منورہ میں میدہ کی روٹی عام ہے، آٹے کی روٹی بہت کم ملتی ہے، اور کہتے ہیں میدہ کی روٹی بہت قسم کی ہوتی ہے، مغربی، شامی وغیرہ ۲؎ یعنی ظہور نبوت کے بعد میدہ کی روٹی ملاحظہ نہ فرمائی، اس سے پہلے حضور انور نے شام کا سفر کیا ہے، اور بحیرہ راہب کی دعوت میں میدہ کی روٹی ملاحظہ فرمائی ہے، اس زمانہ میں شام و روم میں میدہ کی روٹی بہت مروج تھی، بعد اعلان نبوت حضور حجاز میں رہے اور مال سے بے رغبتی بھی بہت رہی، (مرقات) ۳؎ سبحان اللہ یہ ہے حضور کی سادہ اور بے تکلف زندگی، ۴؎ بعض روایات میں ہے کہ کسی صاحب نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے تمنا کی کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا کھاؤں، آپ فرمانے لگیں تم نہ کھا سکو گے، یہ تو ان کی ہی شان تھی جو کھا گئے، اور واقعہ ہے کہ ہم گندم کی روٹی بے چھنے آٹے کی نہیں کھا سکتے چہ جائیکہ جو کی روٹی وہ بھی بے چھنے آٹے کی۔ شعر:

☆ کھانا جو دیکھو جو کی روٹی، بے چھنا آٹا روٹی موٹی ☆ وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا صلی اللہ علیہ وسلم ☆
☆ جس کی تمنا وزنہ کھانا اک دن ناغہ اک دن کھانا ☆ جس دن کھانا، شکر کا کرنا صلی اللہ علیہ وسلم ☆
☆ قبضہ میں جسکے ساری خدائی اسکا بچھونا ایک چٹائی ☆ نظروں میں کتنی ہیچ ہے دنیا صلی اللہ علیہ وسلم ☆

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ مَا عَابَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَھَاہُ اَکَلَہٗ وَاِنْ

(۳۹۹۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ حضور نے کبھی کھانے کو عیب نہیں لگایا۔ اگر پسند فرمایا تو اسے کھالیا اگر

marfat.com

كَرِهَهُ تَرَكَهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) ناپسند فرمایا تو چھوڑ دیا۔ (مسلم، بخاری)

(۳۹۹۲) ۱؎ یعنی کھانے پکانے میں کبھی عیب نہ نکالا کہ نمک کم ہے یا زیادہ جیسا بعض لوگوں کا عام طریقہ ہے کہ بغیر عیب نکالے کھانا کھاتے ہی نہیں۔ گوہ کے متعلق یہ فرمانا کہ یہ ہماری زمین میں نہیں ہوتی اس لئے ہم اس سے گھن کرتے ہیں۔ یہ کراہت طبع کا بیان تھا۔ پکانے میں عیب نہ نکالا گیا تھا۔ لہٰذا وہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔

وَعَنْهُ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَأْكُلُ أَكْلًا كَثِيرًا فَأَسْلَمَ وَكَانَ يَأْكُلُ قَلِيلًا فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوٰى مُسْلِمٌ عَنْ أَبِي مُوسٰى وَابْنِ عُمَرَ الْمُسْنَدَ مِنْهُ فَقَطْ وَفِي أُخْرٰى لَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَافَهُ ضَيْفٌ وَهُوَ كَافِرٌ فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا ثُمَّ أُخْرٰى فَشَرِبَهُ حَتّٰى شَرِبَ حِلَابَ سَبْعِ شِيَاهٍ ثُمَّ إِنَّهُ أَصْبَحَ فَأَسْلَمَ فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا ثُمَّ أَمَرَ بِأُخْرٰى فَلَمْ يَسْتَتِمَّهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ يَشْرَبُ فِي مِعًى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَشْرَبُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ۔

(۳۹۹۳) روایت ہے ان ہی سے کہ ایک شخص بہت کھاتا تھا پھر وہ مسلمان ہو گیا تو کھانا کم کھانے لگا۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا تو فرمایا مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے ۲؎ (بخاری) اور مسلم نے حضرت ابو موسیٰ اور ابن عمر سے صرف مسند کی روایت کی ۳؎ اور ان کی دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک کافر مہمان ہوا ۴؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ایک بکری کا حکم دیا۔ تو دوہی گئی۔ اس نے اس کا دودھ پیا۔ پھر دوسری، اس نے وہ بھی پی لیا۔ پھر اور، وہ اسے بھی پی گیا حتی کہ سات بکریوں کا ۵؎ دودھ پی گیا۔ صبح کے وقت مسلمان ہو گیا ۶؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ایک بکری کا حکم دیا وہ دوہی گئی اس نے اس کا دودھ پی لیا پھر دوسری کا حکم دیا تو اسے نہ پی سکا ۷؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے ۸؎

(۳۹۹۳) ۱؎ یعنی بمقابلہ زمانہ کفر کے، اب اسلام کے بعد اسکی خوراک کم ہو گئی یہ کمی قدرتی طور پر ہوئی یا اس کے زہد و تقویٰ کی وجہ سے ۲؎ اس فرمان عالی کا یہ مطلب نہیں کہ کافر کے پیٹ میں سات آنتیں اور مومن کے پیٹ میں ایک آنت ہوتی ہے۔ ہر انسان کے پیٹ میں آنتیں سات ہی ہوتی ہیں۔ مومن ہو یا کافر (اشعہ) یہ فرمان عالی بطور تمثیل ہے کہ کافر کھانے پینے کا حریص ہے۔ مومن قانع ہوتا ہے۔ کافر کی نظر ہر وقت کھانے پینے میں رہتی ہے جانوروں کی طرح۔ مومن کی نگاہ ذکر و فکر میں رہتی ہے۔ ۳؎ کافر کے ساتھ شیطان بھی کھاتا ہے۔ مومن چونکہ بسم اللہ سے کھانا شروع کرتا ہے الحمد للہ پر ختم اس لئے کافر کھانا زیادہ سمیٹتا ہے۔ ۴؎ مومن کے کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ کہ تھوڑا کھانا زیادہ قوت دیتا ہے۔ کافر کے کھانے میں بے برکتی یا یہ مطلب ہے کہ ایک کافر کو ساتھ مومنوں کی سی بھوک اور کھانے کی رغبت ہوتی ہے۔ مومن تہائی، پیٹ کھانے سے پر کرتا ہے، تہائی پانی سے اور تہائی سانس و ذکر کے لئے خالی رکھتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ قانون ایک شخص کے لحاظ سے ہو گا۔ یعنی ایک کافر جب مسلمان ہو جائے۔ تو ان شاء اللہ اس کی خوراک کم ہو جائے گی۔ ورنہ بعض مسلمان کافر سے زیادہ کھاتے ہیں۔ قوی جوان مومن کی خوراک

marfat.com

ضعیف بڈھے کافر سے یقیناً زیادہ ہو گی۔ لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے جس کا تجربہ اب بھی ہوتا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ زیادہ خوراک انسان کے لئے عیب ہے۔ بڑھ ٹپا آدمی نفرت سے دیکھا جاتا ہے اور زیادہ قوت مردمی انسان کا کمال ہے۔ جنتی آدمیوں کی خوراک زیادہ نہ ہو گی۔ البتہ قوت مردمی زیادہ ہو گی۔ حضرات انبیاء کرام کو قوت مردمی بہت زیادہ دی جاتی ہے۔ سلیمان علیہ السلام کی ہزار بیویاں تھیں۔ اور داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں ۳۔ یعنی مسلم نے یہ واقعہ بیان نہ کیا کہ ایک مسلمان ہو کر کم کھانے لگا۔ بلکہ ان کی روایت میں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی ہے ان المؤمن الخ ۴۔ یا تو ایمان لانے کے لئے آیا یا صرف زیارت و ملاقات کے لئے دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔ خیال رہے کہ ماں باپ، پردیسی مہمان اگر کافر بھی ہوں تب بھی ان کا حق مسلمان پر ہے جو ضرور ادا کرے۔ مہمان کی خاطر کرو اگرچہ کافر ہو ۵۔ یہ بکریاں یا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تھیں یا مختلف حضرات کی تھیں یا ان بکریوں کا دودھ خرید فرما کر اسے پلایا گیا تھا۔ عرب کی بکری دودھ بہت دیتی ہے۔ بعض بکریاں تین چار سیر تک دودھ دیتی ہیں۔ یہ شخص بہت دودھ پی گیا۔ ۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ شان بندہ نوازی دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ شعر:۔

☆ از فرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم ☆ کرشمہ دامن دل کشد کہ جا اینجا است ☆

۷۔ اللہ اکبر، پینے والا وہ ہی ہے۔ دودھ وہی ہے مگر حالت وہ نہیں۔ ایمان کے ساتھ خوراک بھی قناعت والی ہو گئی۔ پارس لوہے کو سونا کر دیتا ہے۔ کلمہ، حریص کو قانع کافر کو مومن فاجر کو متقی خدا کے دشمن کو اس کا دوست بنا دیتا ہے۔ ۸۔ اس کی شرح ابھی کچھ پہلے گزر گئی۔ وہاں کھانے کا ذکر تھا یہاں پینے کا ذکر ہے۔ مطلب ایک ہی ہے۔ پینے سے مراد دودھ وغیرہ کا پینا، جس مشروب میں غذائیت ہے صرف پانی مراد نہیں یعنی کافر ہوس میں ساتوں آنتیں غذا سے بھر لیتا ہے۔ مومن ایک آنت بھرتا ہے باقی آنتیں خالی رکھتا ہے۔ مومن قانع ہے، طبعاً۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ المومن میں الف لام عہدی ہے اور اس سے عہد متقی زاہد قانع مومن ہے۔ مگر صحیح یہ ہی ہے کہ لام جنسی ہے بمقابلہ کافر مطلق مومن قانع ہوتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلٰثَةِ وَطَعَامُ الثَّلٰثَةِ كَافِي الْاَرْبَعَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۹۹۴) روایت ہے ان ہی سے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو کا کھانا تین کو کافی ہے اور تین کا کھانا چار کو کافی ہے ۱۔ (مسلم، بخاری)

(۳۹۹۴) ۱۔ یعنی اگر کھانا تھوڑا ہو کھانے والے زیادہ تو انہیں چاہیے کہ دو آدمیوں کے کھانے پر تین آدمی اور تین آدمیوں کے کھانے پر چار آدمی گزارہ کریں۔ اگرچہ پیٹ تو نہ بھرے گا مگر اتنا کھا لینے سے ضعف نہ ہو گا۔ عبادات بخوبی ادا ہو سکیں گی۔ اس فرمان عالی میں قناعت، مروت کی اعلیٰ تعلیم ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ دنیا میں بہت سیر ہو کر کھانے والا آخرت میں زیادہ بھوکا ہو گا۔ جب کھانے میں کمی ہو تو چاہیے کہ امیر لوگ تھوڑا کھائیں تھوڑا بچائیں۔ بچا ہوا ان غرباء مساکین پر خرچ کریں جن کے پاس کھانا نہیں (مرقات)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي

(۳۹۹۵) روایت ہے حضرت جابر سے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایک کا کھانا دو کو کافی

marfat.com

الْاِثْنَيْنِ وَطَعَامُ الْاِثْنَيْنِ يَكْفِي الْاَرْبَعَةَ وَطَعَامُ الْاَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہے اور دو کا کھانا چار کو کافی ہے اور اور چار کا کھانا آٹھ کو کافی ہے ا۔ (مسلم)

(۳۹۹۵) ا۔ یہ زیادہ نازک حالات کے لئے ہے جب کہ کھانے میں بہت ہی کمی ہو جائے ان ہنگامی حالات میں آدھ پیٹ کھانا چاہیے اتنے کھانے سے بھی انسان مرتا نہیں کام چل جاتا ہے' بلکہ ارزانی کے زمانہ میں بھی مسلمان کو چاہیے کہ کبھی روزہ رکھے کبھی کم کھائے۔ تاکہ مصیبت پڑنے پر بھوک برداشت کر سکے۔ ہر ماہ میں تین روزے سنت ہیں۔ اس ایک حکمت یہ بھی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ کھانا الگ نہ کھاؤ مجتمع ہو کر کھاؤ جماعت میں برکت ہے (مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ جماعت کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ جیسا کہ روایات میں ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ التَّلْبِيْنَةُ مُجَمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيْضِ تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

(۳۹۹۶) روایت ہے جناب عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ لپٹا بیمار کے دل کو تسلی بخش ہے۔ا۔ یہ بعض رنج کو دور کرتا ہے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۳۹۹۶) ا۔ تلینہ بنا ہے لبن بمعنی دودھ سے عرب میں آٹا یا بھوسی کو پتلا پتلا پکاتے ہیں۔ اس میں کچھ دودھ کچھ شہد ڈالتے ہیں۔ اسے اردو میں لپٹا اور پنجاب میں سیرہ کہتے ہیں۔ یہ چونکہ دودھ کی طرح سفید اور پتلا ہوتا ہے اس لئے تلینہ کہا جاتا ہے یہ بہت ہلکی غذا ہے۔ زود ہضم ہے۔ اکثر بیماروں کو دیا جاتا ہے۔ یہ پیٹ میں بوجھ نہیں کرتا دل کو قوت بخشتا ہے۔ مرقات وغیرہ نے فرمایا کہ اس سے دل کی گھبراہٹ بھی دور ہو جاتی ہے۔ بہت اعلیٰ چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو حکمت بھی بخشی ہے۔ مجمہ بنا ہے جمام سے بمعنی راحت ۲۔ بعض رنج سے مراد وہ رنج ہے جو بیماری کی کمزوری کی وجہ سے ہو۔ جو رنج بیرونی فکر کی وجہ سے ہو۔ اس کے لئے بھی اسے مفید فرمایا گیا ہے۔ مگر بیماری کے رنج کے لئے بہت مفید ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ خَيَّاطًا دَعَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهٗ فَذَهَبْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَّبَ خُبْزَ شَعِيْرٍ اَوْ مَرَقًا فِيْهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيْدٌ فَرَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ يَوْمِئِذٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۹۹۷) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک درزی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لئے بلایا جسے اس نے تیار کیا تھا تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا ا۔ تو اس نے جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو اور خشک گوشت تھا ۲۔ تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے آس پاس سے کدو تلاش کرتے تھے ۳۔ اس دن کے بعد سے میں کدو سے محبت کرتا رہا ۴۔ (مسلم' بخاری)

(۳۹۹۷) ا۔ یا تو اس درزی نے حضرت انس کی بھی دعوت کی تھی یا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے اور مخدوم کے ساتھ عموماً خاص خدام جایا ہی کرتے ہیں۔ گھر والے' ان کی' آمد سے راضی ہوتے ہیں۔ عرفاً" یہ بات مروج ہے۔ اس لئے آپ بھی حضور انور کے ساتھ گئے۔ جس حدیث میں آتا ہے کہ پانچ صاحبوں کی دعوت پر چھٹا آدمی ساتھ گیا تو حضور انور نے اس کے لئے علیحدہ اجازت مانگی۔ صاحب خانہ نے اجازت دے دی۔ تب اسے کھانے میں شریک کیا۔ وہ چھٹا آدمی خادم خاص نہ

marfat.com

تھا۔ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں ۲۔ قدید بنا ہے قد سے ۔ بمعنی کاٹنا عرب میں گوشت کے بڑے بڑے پارچے نمک لگا کر سکھا لئے جاتے ہیں جو عرصہ تک کھائے جاتے ہیں انہیں قدید کہتے ہیں۔ ہم نے بھی منی شریف میں بدویوں کو قربانی کا گوشت سکھاتے دیکھا ہے۔ ۳۔ حوال جمع ہے حول کی ' ۔ بمعنی گھومنا۔ کناروں کو حوال کہا جاتا ہے کہ اس طرف گھومنا ہوتا ہے۔ قصعہ یا صحفہ وہ بڑا پیالہ جس سے پانچ چھ آدمی کھا سکیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے ہر طرف سے کدو کے ٹکڑے اٹھا کر کھانے لگے۔ معلوم ہوا کہ کدو مرغوب تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب مخدوم و خادم ایک پیالے سے کھائیں تو مخدوم ہر طرف سے کھا سکتا ہے۔ وہ جو ارشاد ہے۔ **کل مما یلیک** اپنے سامنے سے کھاؤ۔ وہاں چھوٹوں یا برابر والوں سے خطاب ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ جب ایک ساتھی کے ہر طرف ہاتھ ڈالنے سے دوسرے ساتھی نفرت کریں تب یہ حکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف سے چیز لگ کر تبرک بن جاتی ہے۔ حضرات صحابہ نے تو حضور کا پیشاب بلکہ خون بھی پیا ہے تبرکاً۔ لہٰذا حضور کا حکم دوسرا ہے (مرقات) بہرحال یہ حدیث بہت واضح ہے بعض روایات میں ہے کہ حضرت انس بھی کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے حضور انور کے سامنے رکھنے لگے ۴۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اپنے خدام و غلاموں کی دعوت قبول کرنا چاہیے۔ اگرچہ وہ اپنے سے درجہ میں کم ہو۔ دوسرے یہ کہ خادم کو اپنے ساتھ ایک پیالے میں کھلانا بہت اچھا ہے۔ تیسرے یہ کہ کدو پسند کرنا سنت ہے۔ چوتھے یہ کہ ہر سنت سے محبت کرنا خواہ سنت زاید ہو یا سنت ابدی طریقہ صحابہ کرام ہے۔ شعر:۔

☆ فقط اتنی حقیقت ہے ہمارے دین و ایمان کی ☆ کہ اس جان جہاں کے حسن پر دیوانہ ہو جانا ☆

پانچویں یہ مخدوم اپنے خادم کے ساتھ کھائے تو پیالے میں سے ہر طرف سے کھا سکتا ہے۔ خادم کو یہ حق نہیں۔ چھٹے کہ خادم پیالہ سے بوٹیاں یا کدو وغیرہ چن کر مخدوم کے سامنے رکھ سکتا ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِيْ يَدِهٖ فَدُعِيَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَلْقَاهَا وَالسِّكِّيْنَ الَّتِيْ يَحْتَزُّ بِهَا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۳۹۹۸) روایت ہے حضرت عمرو ابن امیہ سے ۱۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بکری کی دستی سے کاٹ کر کھاتے تھے جو آپ کے ہاتھ میں تھی ۲۔ پھر آپ کو نماز کی طرف بلایا گیا تو اسے اور چھری کو جس سے کاٹ رہے تھے ڈال دیا۔ پھر کھڑے ہوئے پھر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا ۳۔ (مسلم، بخاری)

(۳۹۹۸) ۱۔ آپ بڑے بہادر پہلوان تھے۔ جنگ بدر و احد میں مشرکین کی طرف سے لڑنے آئے۔ جنگ احد سے واپسی کے موقعہ پر مسلمان ہو گئے۔ پھر موتہ میں مجاہد ہو کر گئے ۶ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حبشہ نجاشی کی طرف پیغام دے کر بھیجا۔ ۶۰ ساٹھ ہجری میں وفات پائی (اشعہ و مرقات) ۲۔ اس طرح کہ پوری دستی بھنی ہوئی تھی۔ حضور انور چھری سے بوٹیاں کاٹتے اور کھاتے تھے یا دانت سے نوچ کر کھاتے تھے احتزاز بنا ہے حز سے ۔ بمعنی قطع ۳۔ یعنی نہ تو شرعی وضو کیا نہ عرفی وضو کیا' یعنی نہ ہاتھ دھوئے نہ کلی کی۔ کیونکہ کھانا کھا کر ہاتھ دھونا کلی کرنا سنت ہے مگر واجب نہیں۔ یہ عمل شریف بیان جواز کے لئے ہے۔ خیال رہے کہ پختہ گوشت کے بڑے بڑے پارچے چھری سے کاٹ کر کھانا جائز ہے۔ مگر ضرورت کی وجہ سے، مگر بلا ضرورت چھری

marfat.com

چھری کانٹے سے کھانا مکروہ و ممنوع ہے کہ کفار عجم کا طریقہ ہے (اشعہ) ہاتھ سے کھانا نوچنا سنت ہے۔ یہاں ضرورۃً یہ عمل کیا گیا

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَآءَ وَالْعَسَلَ۔

(۳۹۹۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی چیز اور شہد پسند فرماتے تھے ا۔ (بخاری)

(۳۹۹۹) ا۔ عموماً بزرگان دین میٹھی چیز سے محبت کرتے رہے۔ اس لئے عموماً فاتحہ و نیاز میٹھی چیز پر ہوتی ہے۔ اس کی اصل یہ ہی حدیث ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ مومن میٹھا ہوتا ہے۔ میٹھائی پسند کرتا ہے۔ حلوے میں ہر میٹھی چیز داخل ہے۔ حتیٰ کہ شہد اور میٹھے پھل اور عام مٹھائیاں' اور عرفی حلوہ (مرقات) مروجہ حلوہ سب سے پہلے حضرت عثمان غنی نے بنایا حضور انور کی خدمت میں پیش کیا جس میں آٹا گھی' اور شہد تھا۔ حضور انور نے بہت پسند کیا اور فرمایا کہ فارسی لوگ اسے دخیص کہتے ہیں (مرقات)

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَ اَهْلَهُ الْاُدُمَ فَقَالُوْا مَا عِنْدَنَا اِلَّا خَلٌّ فَدَعَا بِهٖ فَجَعَلَ يَاْكُلُ بِهٖ وَيَقُوْلُ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۰۰۰) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا۔ انہوں نے عرض کیا ہمارے پاس سرکہ کے سوا کچھ نہیں۔ تو حضور نے وہ ہی منگایا اس کھانے لگے اور فرماتے تھے سرکہ اچھا سالن ہے سرکہ اچھا سالن ہے ا۔ (مسلم)

(۴۰۰۰) ا۔ سرکہ طبی رو سے بہت مفید ہے سادہ' ارزاں غذا ہے۔ حضرات انبیاء کرام نے عموماً سرکہ کھایا ہے۔ اس کے بہت فضائل حدیث شریف میں آئے ہیں عرب میں عموماً کھجور کا سرکہ ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں رس۔ انگور کا سرکہ ہوتا ہے۔ گنے کے رس کا سرکہ بہت مروج ہے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض فقہاء نے فرمایا کہ سرکہ بھی سالن ہے جو کوئی سالن نہ کھانے کی قسم کھا لے وہ سرکہ کھانے سے حانث ہو جائے گا اور اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو گا۔ مگر خیال رہے کہ قسم کا مدار عرف پر بھی ہوتا ہے۔

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَآؤُهَا شِفَآءٌ لِلْعَيْنِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ مِنَ الْمَنِّ

(۴۰۰۱) روایت ہے حضرت سعید ابن زید سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھمبی من سے ہے ا۔ اور اس کا پانی آنکھ کیلئے شفا ہے ۲۔ (مسلم' بخاری) مسلم کی روایت میں ہے کہ اس من سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر اتارا ۳۔

(۴۰۰۱) ا۔ برسات میں گیلی لکڑی کے بھیگنے سے چھتری کی طرح ایک گھاس اگ جاتی ہے۔ اسے عربی میں کمأۃ' ثمحہ' ارض' فارسی میں سماروق' اور کلاہ زمیو۔ اردو میں کھمبی اور چتر۔ رکہتے ہیں۔ بعض لوگ اس کی جڑیں پکا کر کھاتے ہیں۔ برسات میں عموماً مل جاتی ہے۔ من بمعنی منت اور نعمت ہے یا مطلب یہ ہے کہ من کی مثل بغیر قیمت مل جانے والی چیز ہے۔ ۲۔ اس کی تحقیق! انشاء اللہ کتاب الطب والرقی میں ہو گی۔ اس کے پانی کا آنکھ کے لئے شفا ہونا برحق ہے۔ مگر کسی مرض میں کیسے استعمال کیا جائے اس کی تفصیل کتاب الطب میں ہے ۳۔ یعنی یا تو بنی اسرائیل پر جو من اترتا تھا وہ ہی تھا۔ جو کچھ فرق کے ساتھ اب اس شکل میں ہے۔ یا جیسے بنی اسرائیل پر من اعلیٰ درجہ کی چیز اتری مگر بغیر محنت مشقت انہیں دی گئی ایسے ہی یہ بھی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ رَاَيْتُ

(۴۰۰۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن جعفر سے ا۔ فرماتے

marfat.com

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ککڑی کے ساتھ کھجور کھاتے دیکھا ۲۔ (مسلم، بخاری)

(۴۰۰۲) آپ عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالب ہیں۔ یعنی حضرت علی کے بھتیجے۔ آپ کی والدہ، اسماء بنت عمیس ہیں۔ حبشہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ وہاں اسلام میں پہلے آپ ہی پیدا ہوئے۔ مدینہ منورہ میں ۸۰ھ میں وفات ہوئی۔ نوے سال عمر شریف ہوئی۔ آپ بڑے ہی سخی تھے۔ اس سے آپ کا لقب بحرالجود پڑ گیا تھا۔ آپ سے بہت حضرات نے احادیث کی روایت کی۔ (اکمال) ۲۔ کھجور طبعاً گرم و خشک ہے اور ککڑی سرد و تر۔ ان دونوں کے ملنے سے اعتدال ہو کر فائدہ بڑھ جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ککڑی اور کھجور کو کبھی تو معدہ میں جمع فرمایا کہ کھجور منہ شریف میں رکھ لی اور ککڑی بھی کتر لی اور دونوں ملا کر چبائیں۔ کبھی کھجور اور تربوز بھی ملا کر کھائے ہیں۔ کھجور ککڑی ملا کر کھانا صحت کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میری رخصتی حضور انور کے پاس ہونے والی تھی مگر میں بہت کمزور تھی۔ میری ماں نے مجھے کھجور ککڑی ملا کر کھلائیں۔ میں چند روز میں موٹی ہو گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک وقت چند کھانے کھانا جائز ہیں۔ جس روایت میں اس سے ممانعت آئی ہے وہاں اس کی عادت ڈالنا مراد ہے یعنی عادت رکھے ایک کھانے کی مگر کبھی کبھی چند کھانے بھی کھالے تو حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا جمع کرنا ممنوع نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور تو مرغوب تھی ہی ککڑی بھی بہت مرغوب تھی۔ (مرقات واشعہ) بعض بزرگان دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فاتحہ ہیں دوسرے کھانوں کے ساتھ کھجوریں اور ککڑیاں اور تربوز بھی رکھتے ہیں۔ ان کے اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَرِّ الظَّہْرَانِ نَجْنِی الْکِبَاثَ فَقَالَ عَلَیْکُمْ بِالْاَسْوَدِ مِنْہُ فَاِنَّہٗ اَطْیَبُ فَقِیْلَ اَکُنْتَ تَرْعَی الْغَنَمَ قَالَ نَعَمْ وَھَلْ مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا رَعَاھَا (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۰۰۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم مقام مرالظہران میں ا۔ حضور کے ساتھ تھے۔ پیلو کے پھل چن رہے تھے۔ ۲۔ تو فرمایا کہ ان میں سے کالے کالے اٹھاؤ کہ وہ اچھے ہوتے ہیں ۳۔ تو عرض کیا گیا کہ آپ بکریاں چراتے رہے ہیں ۴۔ فرمایا ہاں اور نہیں ہے کوئی نبی مگر انہوں نے بکریاں چرائیں ۵۔ (مسلم، بخاری)

(۴۰۰۳) ا۔ مرالظہران مکہ معظمہ سے ایک منزل فاصلہ پر ہے۔ اب اس کا نام وادہ فاطمہ ہے۔ پہلے مدینہ منورہ کی راہ یہ منزل آتی تھی۔ اب نہیں آتی (اشعہ) ۲۔ عرب کے جنگلوں میں یہ پیلو عام پایا جاتا ہے۔ اس کی مسواکیں عام استعمال ہوتی ہیں۔ اسے عربی میں اراک اردو میں بیلو، پنجابی میں وان کہتے ہیں۔ اس کے پھل کو عربی میں کباث کہتے ہیں۔ ضلع ملتان میں یہ کباث عام طور پر فروخت ہوتے ہیں اور کھائے جاتے ہیں۔ خیال رہے کہ جنگلی درخت، شکار کے جانور کسی کی ملک نہیں، جو چاہے استعمال کرے۔ اس لئے یہ حضرات یہ پھل توڑ رہے تھے ۳۔ یعنی سرخ پھل نہ اٹھاؤ نہ کھاؤ وہ کچا اور بدمزہ ہوتا ہے۔ سیاہ رنگ کے پھل پختہ، مزیدار اور مفید ہوتے ہیں۔ وہ کھاؤ ۴۔ یعنی بیلو کے پھلوں کے یہ راز عموماً بکریاں چرانے والے کو معلوم ہوتے ہیں کہ وہ ہی عام طور پر جنگلوں میں پھرتے گھومتے ہیں۔ کیا حضور بھی یہ عمل فرماتے رہے ہیں۔ خیال رہے کہ حضرات صحابہ کا یہ سوال طریقہ علم

marfat.com

کے متعلق ہے۔ یعنی حضور نے یہ راز وحی الٰہی سے جانا ہے یا تجربہ سے بھی۔ لہٰذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرات صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے قائل نہ تھے ۵۔ یعنی حضرات انبیاء کرام عموماً بادشاہ' امراء نہیں ہوتے' مساکین ہوتے ہیں۔ عام طور پر انہوں نے بکریاں چرائی ہیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے بکریاں چرانے کا واقعہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔ ایوب علیہ السلام نے درزی اور زکریا علیہ السلام نے بڑھئی کے پیشے کئے۔ بکریاں چرانے سے دل میں مسکینی' لوگوں سے علیحدگی۔ غریبوں سے محبت ملکی سیاست خلوت میں لذت نصیب ہوتی ہے۔ بکریوں کے سنبھالنے سے انسانوں کے سنبھالنے کا طریقہ آجاتا ہے۔

حکایت:۔ ایک دن موسیٰ علیہ السلام سے رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ کیا تمہیں خبر ہے کہ تم کو نبوت کیوں دی گئی۔ عرض کیا مولیٰ تو علیم و خبیر ہے۔ فرمایا کہ ایک دن تم بکریاں چرا رہے تھے کہ ایک بکری بھاگ گئی۔ تم اس کے پیچھے بہت دور بھاگے بڑی شفقت سے اسے پکڑا۔ تم نے اس پر غصہ نہ کیا بلکہ اسے کندھے پر اٹھا کر لائے۔ اس شفقت خلق کو دیکھ کر تم کو نبوت عطا کی گئی' (مرقات واشعہ)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُقْعِیًا یَاْکُلُ تَمْرًا وَفِیْ رِوَایَۃٍ یَاْکُلُ مِنْہُ اَکْلًا ذَرِیْعًا۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۰۰۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اکڑوں بیٹھے دیکھا کہ چھوہارے کھاتے تھے اور ایک روایت ہے کہ تیزی سے چھوہارے کھاتے تھے ۲۔ (مسلم)

(۴۰۰۴) ۱۔ اقعاء اس بیٹھک کو کہتے ہیں کہ چوتڑ زمین پر لگے ہوں دونوں پنڈلیاں کھڑی ہوں۔ یعنی اوکڑوں۔ یہ بیٹھک نماز میں مکروہ ہے۔ کھاتے وقت بہتر۔ کیونکہ یہ بیٹھک جلدی کے اظہار کے لئے ہوتی ہے۔ نماز میں سکون کا اظہار چاہیے۔ نہ کہ جلدی اور تیزی کا۔ کھانے میں جلدی اور تیزی تاکہ اس سے جلد فارغ ہو کر عبادت یا اور کسی دینی کام میں مشغول ہو جائیں۔ مطیع فرمانبردار غلام اوکڑوں بیٹھ کر کھاتے ہیں کہ منہ میں نوالہ ہے۔ کان لگے ہیں آقا کی آواز کی طرف کہ کب وہ بلائے اور کب یہ فوراً اٹھ کر جائے۔ نیز اوکڑوں بیٹھ کر کھانے سے زیادہ کھانا نہیں کھایا جاتا۔ غرضیکہ کھانے کی اس نشست میں بہت حکمتیں ہیں ۲۔ کھانے میں یہ تیزی اور جلدی یا تو سخت بھوک کی وجہ سے تھی یا کسی کام کی جلدی تھی یا وہ ہی حکمت تھی کہ جلد کھا کر دوسرے کام میں مشغول ہو جائیں کھانا مقصود للغیر ہے۔ عبادت مقصود بالذات (مرقات واشعہ) غرضیکہ اس جلدی میں بھی حکمتیں تھیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّقْرِنَ الرَّجُلُ بَیْنَ التَّمْرَتَیْنِ حَتّٰی یَسْتَاْذِنَ اَصْحٰبَہٗ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۰۰۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص دو چھوہارے ملا کر کھائے حتیٰ کہ اپنے ساتھیوں سے اجازت لے لے ۱۔ (مسلم' بخاری)

(۴۰۰۵) ۱۔ یہ حکم قحط سالی کے زمانے میں ہے یا جب ہے جبکہ چھوہارے تھوڑے ہوں کھانے والے زیادہ ہوں۔ اگر یہ دو دو چھوارے کھائے تو دوسرے ساتھی بھوکے رہ جائیں گے۔ اگر اکیلا کھا رہا ہے یا کھانے میں وسعت ہے تو چاہے چار چار کھائے یہ بھی خیال رہے کہ یہ ممانعت جب ہے جب کہ کھانا مشترکہ ہو یا کسی کے گھر سب کی دعوت ہو اور اگر کھانا اس کا اپنا ہے جیسے چاہے

marfat.com

کھائے۔ اس حدیث سے ساتھ کھانے سے بہت حکم نکل سکتے ہیں۔ اگر چند شخصوں نے مل کر ہانڈی پکائی ہے اور ساتھ ہی کھا رہے ہیں تو ہر شخص دوسروں کا خیال رکھ کر بوٹیاں کھائے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَجُوْعُ اَھْلُ بَیْتٍ عِنْدَھُمُ التَّمْرُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ یَا عَائِشَۃُ بَیْتٌ لَا تَمْرَ فِیْہِ جِیَاعٌ اَھْلُہٗ قَالَھَا مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلٰثًا۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۰۰۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گھر والے بھوکے نہیں رہے جن کے پاس چھوہارے ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اے عائشہ وہ گھر جس میں چھوہارے نہیں اس کے باشندے بھوکے ہیں۔ دو یا تین بار فرمایا ا۔ (مسلم)

(۴۰۰۶) ا۔ یہ فرمان عالی مدینہ منورہ اور دوسرے ان شہر والوں کے لئے ہے۔ جہاں عموماً چھوہارے کھائے جاتے ہوں۔ اب بھی اہل مدینہ اپنے گھروں میں چھوہارے کھجوریں رکھتے ہیں۔ مہمان و ملاقاتیوں کی خاطر اس سے ہی کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ گھر میں کھانے کا ذخیرہ رکھنا اچھا ہے بلکہ سنت ہے۔ اس سے گھر میں برکت رہتی ہے اور گھر والوں کو بے فکری ممکن ہے کہ ہر جگہ کے لئے یہ فرمان عالی ہو۔

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَۃٍ لَمْ یَضُرَّہٗ ذٰلِکَ الْیَوْمَ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۰۰۷) روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کوئی صبح سویرے ساتھ عجوہ چھوہارے کھائے ا۔ تو اسے اس دن زہر اور جادو نقصان نہ دے گا ۲۔ (مسلم، بخاری)

(۴۰۰۷) ا۔ عجوہ مدینہ منورہ کے اعلیٰ قسم کے چھوہارے ہیں۔ ان کا رنگ سیاہ ہوتا ہے ان پر کچھ دھاریاں قدرتی ہوتی ہیں۔ عوالی مدینہ میں ایک باغ ہے۔ جس میں عجوہ کے دو درخت ایسے ہیں۔ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے لگایا۔ اب کچھ کم پھل دیتے ہیں فقیر نے ان درختوں کو بوسہ دیا ہے، اور ان کے پھل کے ۱۱ دانے اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس کا ایک دانہ ایک رئیس کا ملتا ہے ۲۔ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے۔ واقعی عجوہ کھجور میں یہ تاثیر ہے۔ کسی تاویل کی ضرورت نہیں مگر عجوہ مدینہ منورہ کا ہو۔ (مرقات)

وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِیْ عَجْوَۃِ الْعَالِیَۃِ شِفَآءً وَاِنَّھَا تِرْیَاقٌ اَوَّلَ الْبُکْرَۃِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۰۰۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقام عالیہ کے عجوہ ا۔ میں شفا ہے اور وہ تریاق ہیں شروع صبح کے وقت ۲۔ (مسلم)

(۴۰۰۸) ا۔ عالیہ اطراف مدینہ منورہ کا وہ حصہ ہے جو مسجد قبا شریف کی طرف ہے۔ چونکہ یہ زمین کس قدر اونچی ہے اس لئے اسے عالیہ کہا جاتا ہے۔ اس کی حد کم از کم تین میل تک ہے۔ زیادہ سے زیادہ آٹھ میل تک لمبی کہیں یہ تین میل دور ہے۔ کہیں یہ آٹھ میل۔ اس کے مقابل اطراف کو سافلہ کہتے ہیں (اشعہ، مرقات و لمعات) اس کی جمع عوالی ہے۔ وہاں لفظ عوالی عام بولا جاتا ہے ۲۔ یعنی مقام عالیہ کی عجوہ کھجوریں خصوصی طور پر دافع زہر ہیں۔ اگرچہ اور طرف کی کھجوریں بھی تریاق ہیں۔ مگر چاہیے یہ کہ

marfat.com

سویرے تڑکے میں کھائی جائیں۔ یہ فرمان بالکل برحق ہے۔ جڑی بوٹیوں میں اللہ تعالیٰ نے مختلف اثرات رکھے ہیں ایسے ہی ان کھجوروں میں یہ اثر ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ يَأْتِي عَلَيْنَا الشَّهْرُ مَا نُوقِدُ فِيهِ نَارًا إِنَّمَا هُوَ التَّمْرُ وَالْمَاءُ إِلَّا أَنْ يُؤْتَى بِاللُّحَيْمِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۰۰۹) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ ہم پر بعض مہینہ ایسا آتا کہ ہم اس میں آگ نہ جلاتے وہ غذا کھجوریں اور پانی ہی ہوتی مگر یہ کہ تھوڑا گوشت لایا جاتا اے (مسلم، بخاری)۔

(۴۰۰۹) اے یعنی بعض مہینے ایسے گزرتے تھے کہ ہم پورا پورا مہینہ کچھ نہ پکاتے تھے۔ صرف کھجوروں اور پانی پر گزارہ کرتے تھے۔ ہاں اگر کوئی شخص کچھ تھوڑا گوشت بھیج دیتا تو اس کے پکانے کو آگ جلاتے تھے یہ ہے غذا اس شہنشاہ کونین کی جو کل جہاں کے مالک و مختار ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆ اور کبھی تھوڑے چھوہارے کھا ٹا پانی پی کر پھر رہ جانا ☆ دو دو مہینے یوں ہی گزار صلی اللہ علیہ وسلم ☆

وَعَنْهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ يَوْمَيْنِ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ إِلَّا وَأَحَدُهُمَا تَمْرٌ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۰۱۰) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے دو دن گندم کی روٹی سے سیر نہ ہوتے مگر ان میں سے ایک دن چھوارے ہوتے اے (مسلم بخاری)

(۴۰۱۰) یعنی ہمارے تو گھروں کا یہ حال تھا کہ کسی گھر میں مسلسل دو دو دن تک گیہوں کی روٹی کافی نہیں پکی کہ ہم لوگ شکم سیر ہو کر کھا لیتے۔ ایک دن روٹی، ایک دن چھوہارے، گندم کی قید اس لئے لگائی کہ جو کی روٹی مسلسل پک جاتی تھی۔ خصوصاً فتح خیبر کے بعد کہ اس زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواج پاک کو ایک ایک سال کے جو اور چھوہارے عطا فرما دیتے تھے۔ جیسا کہ احادیث شریفہ میں آتا ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا شَبِعْنَا مِنَ الْأَسْوَدَيْنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۰۱۱) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ حالانکہ ہم دو کالی چیزوں سے سیر نہ ہوئے اے (مسلم، بخاری)

(۴۰۱۱) اے دو کالی چیزوں سے مراد چھوہارے اور پانی ہے کہ چھوہارے تو کالے ہوتے ہیں پانی کو غلیسا" کالا فرمایا گیا۔ جیسے چاند و سورج کو قمرین اور امام حسن و حسین کو حسنین اور حضرت ابو بکر و عمر کو عمرین کہا جاتا ہے۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف تک ہم نے کھجوریں و پانی بھی خوب سیر ہو کر نہ کھائیں۔ فتح خیبر سے پہلے تو اس لئے کہ گھر میں یہ سامان زیادہ نہ ہوتا تھا اور فتح خیبر کے بعد اس لئے کہ حضور انور کو بہت سیر ہو کر کھانا پسند نہ تھا۔ اگرچہ ہر گھر میں سال بھر کے جو اور چھوہارے موجود ہوتے تھے۔ لہٰذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيرٍ قَالَ أَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ

(۴۰۱۲) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ کیا تم جس قدر چاہو کھانے پینے میں مشغول نہیں اے میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ردی خرمے بھی اس

marfat.com

مَا یَمْلَأُ بَطْنَہٗ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) قدر نہ پاتے تھے کہ اپنا پیٹ بھرلیں ۲۔ (مسلم)

(۴۰۱۲) ا۔ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام و تابعین سے ہے جب کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فراخی عطا فرمادی تھی۔ خصوصاً عہد فاروقی، عثمانی میں۔ مقصد یہ ہے کہ اس فراخی رزق پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرو یا اعتراضاً" فرمایا کہ تم لوگوں نے دنیا کی فراوانی پاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد تقویٰ اور ترک دنیا کا طریقہ چھوڑ دیا۔ (مرقات) ۲۔ دقل کا لفظی ترجمہ گڈ ہے۔ یعنی ایسے معمولی خرے جس میں ہر قسم کے خرے موجود ہوں۔ انکا کوئی خاص نام نہ ہو۔ بکھرے پھرتے ہوں یعنی اعلیٰ کھانوں اعلیٰ کھجوروں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ روی معمولی گڈ خرے بھی افراط سے نہ پاتے تھے غالباً" یہ ذکر ہے فتح خیبر سے پہلے کا

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِیَ بِطَعَامٍ اَکَلَ مِنْہُ وَ بَعَثَ بِفَضْلِہٖ اِلَیَّ وَاِنَّہٗ بَعَثَ اِلَیَّ یَوْمًا بِقَصْعَۃٍ لَّمْ یَأْکُلْ مِنْہَا لِاَنَّ فِیْہَا ثُوْمًا فَسَاَلْتُہٗ اَحَرَامٌ ھُوَ قَالَ لَا وَلٰکِنْ اَکْرَھُہٗ مِنْ اَجْلِ رِیْحِہٖ قَالَ فَاِنِّیْ اَکْرَہُ مَا کَرِھْتَ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۰۱۳) روایت ہے حضرت ابو ایوب سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کھانا لایا جاتا تو آپ اس کھانے سے بچا ہوا مجھے بھیج دیتے تھے ا۔ آپ نے ایک دن ایک پیالہ بھیجا جس میں سے کچھ نہ کھایا تھا کیونکہ اس میں لہسن تھا ۲۔ میں نے حضور سے پوچھا کہ کیا وہ حرام ہے ۳۔ فرمایا نہیں لیکن میں اسے ناپسند کرتا ہوں، اس کی بو کی وجہ سے ۴۔ عرض کیا جسے آپ ناپسند کرتے ہیں اسے میں بھی ناپسند کرتا ہوں ۵۔ (مسلم)

(۴۰۱۳) ا۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچے۔ ہر مدینہ والے کی تمنا تھی کہ حضور میرے گھر قیام فرمائیں میرے مہمان بنیں۔ مگر یہ سعادت حضرت ابو ایوب انصاری کے نصیب میں تھی۔ حضور انور آپ کے گھر مہمان رہے پہلے گھر کے اوپر حصے میں قیام فرما رہے۔ پھر نیچے حصہ میں جلوہ افروز رہے۔ اوپر حضرت ابو ایوب کو رکھا۔ اہل مدینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خدام بارگاہ کیلئے کھانا لاتے تھے۔ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ غریب ابو ایوب ہی ہیں۔ یہ حضور کے پہلے میزبان ہیں۔ سورج طلوع ہو کر پہلے اونچے مقامات کو لجھاتا ہے مگر مدینہ منورہ کا سورج پہلے چھوٹوں کو پھر بڑوں کو لجھاتا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم (از مرقات) حضرت ابو ایوب جب اوپر رہتے تھے تو اس جگہ قدم نہ رکھتے تھے جو جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے مقابل تھی ۲۔ کچا لہسن ہوگا جس کی بو نہ ماری گئی ہوگی ۳۔ یعنی حضور انور کا اس میں سے کچھ نہ کھانا اس وجہ سے ہے کہ وہ حرام ہے اگر حرام ہے تو حضور انور نے میرے لئے کیوں بھیجا سبحان اللہ کیا پیارا سوال ہے؟ یا وہ کھانا ہے یا لہسن جو اس کھانے میں تھا۔ ۴۔ یعنی کچا لہسن کھانے سے منہ میں بو آتی رہتی ہے اور ہمارے پاس فرشتے خصوصاً حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوتے رہتے ہیں جن سے ہم کلامی رہتی ہے۔ ان فرشتوں کو منہ کی بو ناپسند ہے۔ اس لئے ہم یہ چیزیں نہیں کھاتے تم کو یہ ملاقات ملائکہ کا شرف حاصل کہاں ہے۔ تم کھاؤ۔ ۵۔ یہ ہے درجہ فنافی الرسول۔ یعنی اگرچہ میرے اندر وہ وجہ نہیں جس وجہ سے آپ لہسن نہیں ملاحظہ فرماتے۔ یعنی فرشتوں سے ہم کلامی۔ مگر میرے لئے تو آپ کا پسند فرمانا وجہ پسندیدگی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے بھی اس سے طبعاً" نفرت ہوگئی۔ اب میری طبیعت لہسن سے نفرت کرنے لگی اس لئے کراہت فرمایا لا اکل نہ کہا۔ ان کی طبیعت حضور کے تابع ہوگئی۔

marfat.com

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَکَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا اَوْ قَالَ فَلْیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا اَوْ لِیَقْعُدْ فِیْ بَیْتِہٖ وَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِقِدْرٍ فِیْہِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُوْلٍ فَوَجَدَ لَھَا رِیْحًا فَقَالَ قَرِّبُوْھَا اِلٰی بَعْضِ اَصْحَابِہٖ وَقَالَ کُلْ فَاِنِّیْ اُنَاجِیْ مَنْ لَا تُنَاجِیْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۰۱۴) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے الگ رہے یا فرمایا کہ وہ ہماری مسجد سے الگ رہے یا اپنے گھر میں بیٹھے ۲؎ اور بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہانڈی لائی گئی ۳؎ جس میں ساگ پات کی سبزیاں تھیں تو حضور نے اس میں بو محسوس کی تو فرمایا کہ اسے بعض صحابہ کی طرف بڑھا دو اور فرمایا تم کھاؤ ۴؎ میں ان سے کلام کرتا ہوں جن سے تم کلام نہیں کرتے ۵؎ (مسلم، بخاری)

(۴۰۱۴) ۱؎ مسجد سے مراد صرف مسجد نبوی شریف نہیں بلکہ تمام مسجدیں ہیں دنیا بھر کی مسجدیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تجلی گاہیں۔ بعض روایات میں **مساجدنا** بھی ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ مسجدوں میں رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں۔ ہمیں اس کی بو ناپسند ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے مجمعوں، درس قرآن کی مجلسوں، علماء دین و اولیاء کاملین کی بارگاہوں میں بدبودار منہ لے کر نہ جاؤ۔ ۲؎ یعنی جب تک منہ میں بدبو رہے گھر میں ہی رہو۔ مسلمانوں کے جلسوں، مجمعوں میں نہ جاؤ۔ حقہ پینے والے، تمباکو والا پان کھا کر کلی نہ کرنے والوں کو اس سے عبرت پکڑنی چاہیے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ جسے گندہ دہنی کی بیماری ہو اسے مسجدوں کی حاضری معاف ہے۔ ۳؎ قدر کا ترجمہ ہے ہانڈی۔ بعض روایتوں میں بدر ہے۔ بدر چودھویں رات کے چاند کو کہتے ہیں۔ پھر گول طباق کو بدر کہا جاتا ہے۔ خیر، خواہ طبق لایا گیا ہو یا ہانڈی اس میں پیاز تھی کچی، جس کی بو ظاہر ہو رہی تھی۔ ۴؎ یہ اخلاق کریمانہ ہے کہ لانے والے کا ہدیہ واپس نہیں فرمایا۔ مسئلہ بھی بتا دیا، ہدیہ قبول بھی فرما لیا۔ اور اس لانے والے کے سامنے ہی حضرات صحابہ کرام کو کھلا بھی دیا۔ تاکہ لانے والے کو رنج نہ ہو۔ خیال رہے کہ جیسے بعض انسان بہت نازک ہوتے ہیں جو ادنی بو بھی برداشت نہیں کرتے اور بعض قوی جو کسی بو کی پرواہ نہیں کرتے۔ یوں ہی ملائکہ رحمت بہت ہی نازک ہیں کہ بو کی برداشت نہیں کرتے۔ عذاب کے فرشتے، یوں ہی انسانوں کے ساتھ رہنے والے فرشتے بہت قوت والے ہیں جو کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔ لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے۔ دیکھو حضرت جبریل اور رحمت والے فرشتے کتے والے گھر میں نہیں جاتے۔ مگر ملک الموت کتے کی پرواہ نہیں کرتے۔ ۵؎ یعنی حضرت جبریل علیہ السلام اور ان کے ساتھی فرشتے جن سے ہم ہمکلام ہوتے رہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اپنے مصاحب کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کِیْلُوْا طَعَامَکُمْ یُبَارَکْ لَکُمْ فِیْہِ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۴۰۱۵) روایت ہے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا اپنا کھانا ناپ لیا کرو اس میں برکت دی جائے گی ۲؎ (بخاری)

(۴۰۱۵) یعنی دانہ بیچتے اور خریدتے قرض لیتے دیتے وقت ناپ تول کر لیا کرو۔ تاکہ کمی بیشی نہ ہو۔ اور تمہارے ذمے دوسرے کا اور دوسرے کے ذمہ تمہارا حق نہ رہے یا جب بال بچوں کے لئے کھانا پکانے لگو تو وزن کر کے پکاؤ تاکہ کم نہ پڑے اور نہ کھانا فالتو

marfat.com

بچے۔ یہ حکم استحبابی ہے ۲۔ یہ عمل بہت مجرب ہے کہ جب بازار سے کچھ آوے تو ناپ تول کر کے رکھی جائے۔ انشاء اللہ بہت ہی برکت ہوگی۔ ہاں خیرات کرتے وقت یا توکل کے موقعہ پر ناپ تول نہ کرے۔ لہٰذا جن احادیث میں ہے کہ بعض صحابہ کرام کو حضور انور نے کچھ جو عطا فرمائے جس سے وہ برسوں کھاتے رہے۔ جب اتفاقاً" تول لئے تو ختم ہو گئے۔ وہ حدیث اس کے خلاف نہیں وہاں توکل کی تعلیم تھی۔ یوں ہی فطرہ تول کر خیرات کرے کہ وہاں ادائے واجب وزن سے متعلق ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا رُفِعَ مَائِدَتُہٗ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۴۰۱۶) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دسترخوان جب اٹھایا جاتا ۱؎ تو آپ فرماتے اللہ کا شکر ہے بہت شکر پاکیزہ ۲؎ جس میں برکت دی جائے۔ نہ کفایت کیا ہوا اور نہ وداع کیا ہوا اور نہ اس سے بے پرواہی کی ہوئی اے ہمارے رب ۳؎ (بخاری)

(۴۰۱۶) ۱؎ حق یہ ہے کہ یہاں مائدہ سے مراد کپڑے کا دسترخوان ہے یا کھجور کے پتوں کا نہ کہ لکڑی کا خوان۔ کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم لکڑی کے خوان اور میز پر کھانا نہ کھاتے تھے ۲؎ یعنی ایسی حمد جو ریا وغیرہ سے پاک ہو۔ اخلاص سے شامل ہو۔ یہ تینوں کلمے یعنی کثیر، طیب اور مبارک حمداً" کی صفات ہیں اور حمداً" مفعول ہے محمدہ فعل پوشیدہ کا ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ غیر پیش سے ہے۔ ھو پوشیدہ کی خبر اور یہ کلام دعائیہ ہے ہو کا مرجع بچا ہوا وہ کھانا ہے جو سامنے سے اٹھایا جا رہا ہے۔ یعنی ابھی یہ کام ہم کو کافی نہ ہو چکا ہو ہم سے وداع نہ ہو گیا ہو، ہم اس سے بے نیاز نہ ہو گئے ہوں۔ ہم کو پھر بھی عطا ہو۔ یہ تینوں لفظ اسم مفعول ہیں مکفی۔ مودع اور مستغنی اور ہو سکتا ہے کہ غیر کو فتح ہو اور یہ حمداً" کی صفت یا حال ہو۔ یعنی ہم رب کی ایسی حمد کرتے ہیں جو نہ تو کفایت کی جا چکی ہے اور بس ہو چکی اور نہ آخری حمد ہے اور نہ ہم آئندہ کے لئے اس حمد سے بے نیاز ہو چکے ہم پھر بھی اپنے رب کی حمد کرتے رہیں۔ اس کی نعمتوں کے گن گاتے رہیں اور ہو سکتا ہے کہ مکفی، مودع اور مستغنی تینوں اسم فاعل ہوں اور یہ عبارت محمدہ کے فاعل سے حال ہو تب معنی ہوں گے کہ ہم اتنی حمد پر کفایت ہی نہ کریں آئندہ بھی حمد کریں نہ حمد کی وداع کریں نہ آئندہ حمد الٰہی سے مستغنی و بے نیاز ہو جائیں۔ مگر پہلی توجیہ ظاہر بھی ہے قوی بھی اور موقعہ کے مناسب بھی کہ کھانا کھا چکنے پر یہ دعا ہے تو کھانے کے متعلق ہونی چاہیے۔ ربنا مرفوع بھی ہو سکتا ہے۔ منصوب بھی، مجرور بھی۔ انت ربنا۔ یا ربنا یا اللہ کا بدل ہے تو مجرور ہے (مرقات وغیرہ)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیَرْضٰی عَنِ الْعَبْدِ اَنْ یَّاْکُلَ الْاُکْلَۃَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْہَا وَیَشْرَبَ الشَّرْبَۃَ فَیَحْمَدُہٗ عَلَیْہَا (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) وَسَنَذْکُرُ حَدِیْثَیْ عَائِشَۃَ وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ وَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْیَا فِیْ بَابِ فَضْلِ الْفُقَرَآءِ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

(۴۰۱۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے خوش ہوتا ہے کہ وہ لقمہ کھائے تو اس پر اللہ کا شکر کرے ۱؎ یا گھونٹ پیئے تو اس پر اللہ کا شکر کرے ۲؎ (مسلم) اور ہم حضرت عائشہ اور ابو ہریرہ کی دونوں حدیثیں ایک، ما شبع الخ دوسری، خرج النبی الخ صلے اللہ علیہ وسلم ان شاء اللہ باب فضل فقراء میں بیان کریں گے ۳؎

marfat.com

(۴۰۱۷) ۱۔ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اگر کسی وقت تھوڑا سا کھانا بھی کھائے۔ ایک آدھ لقمہ، تب بھی خدا کی حمد کرے۔ دوسرے یہ کہ کھاتے وقت ہر لقمہ پر اللہ کی حمد کرے ہم نے بعض بزرگوں کو کھانے کے ہر لقمے اور پانی کے ہر گھونٹ پر حمد کرتے دیکھا ہے۔ ۲۔ اس جملہ کے دو ہی مطلب ہیں جو ابھی ہم نے لقمہ کے متعلق عرض کئے ۳۔ یعنی یہ دونوں حدیثیں مصابیح میں یہاں تھیں ہم نے مناسبت کا لحاظ کر کے انہیں باب فضل فقراء میں بیان کیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُرِّبَ طَعَامٌ لَنَا اَرْطَعَ مَا کَانَ اَعْظَمَ بَرَکَۃً مِّنْہُ اَوَّلَ مَا اَکَلْنَا وَلَا اَقَلَّ بَرَکَۃً فِیْ اٰخِرِہٖ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ ھٰذَا قَالَ اِنَّا ذَکَرْنَا اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ حِیْنَ اَکَلْنَا ثُمَّ قَعَدَ مَنْ اَکَلَ وَلَمْ یُسَمِّ اللّٰہَ فَاَکَلَ مَعَہُ الشَّیْطَانُ۔

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

دوسری فصل

(۴۰۱۸) روایت ہے حضرت ابو ایوب سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ کوئی کھانا پیش کیا گیا۔ تو میں نے ایسا کھانا نہ دیکھا جو ہمارے اول کھاتے وقت بہت برکت والا ہو اور آخر میں کم برکت والا ہو ۲۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ کیسے ہو گیا فرمایا ہم نے کھانے کے وقت اس پر اللہ کے نام کو ذکر کیا تھا ۳۔ پھر وہ بیٹھ گیا جس نے کھایا اور اللہ کا نام نہ لیا تو اسکے ساتھ شیطان نے کھایا ۴۔ (شرح سنہ)

(۴۰۱۸) ۱۔ یہ واقعہ یا تو اس زمانہ کا ہے جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر میں رونق افروز تھے۔ یا اس کے بعد اور کسی وقت کا، حضرت ابو ایوب حضور کے پہلے میزبان ہیں۔ ۲۔ یعنی جب ہم نے کھانا شروع کیا تو اس میں بڑی برکت دیکھی اور جب فارغ ہونے لگے تو اس کھانے میں بہت ہی بے برکتی محسوس کی۔ برکت اور کثرت کا فرق ہم بارہا بیان کر چکے۔ کثرت کمال نہیں برکت کمال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر دینی و دنیاوی کاموں چیزوں میں برکت دے۔ ۳۔ یعنی کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھی تھی۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ صرف بسم اللہ پڑھنا کافی ہے۔ باقی الرحمٰن الرحیم کہہ لینا بھی بہتر ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ پوری بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔ اور ہر کھانے پر ہر شخص پڑھے۔ حتیٰ کہ حیض و نفاس والی عورتیں بھی پڑھیں حرام اور مکروہ کھانے پر نہ پڑھے۔ بھنگ، چرس، حقہ پر بسم اللہ نہ پڑھے۔ شراب نوشی پر بسم اللہ پڑھنا کفر ہے (مرقات وغیرہ) اس کے پورے مسائل کتب فقہ میں مطالعہ کرو ۴۔ یعنی کھانا شروع کرتے وقت ہم میں سے ہر شخص نے بسم اللہ پڑھی تھی دوران کھانے میں ایک شخص کھانے میں ایسا شریک ہو گیا جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اور کھانا شروع کر دیا تو اس کے ساتھ جو شیطان قرین تھا وہ اس کے ہمراہ ہمارے کھانے سے کھانے لگا۔ اس لئے بے برکتی آخر میں ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے ساتھ رہنے والا شیطان ہے جسے قرین کہتے ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کے وقت ہر شخص کا بسم اللہ پڑھ لینا اس کے ساتھی شیطان کے لئے مفید ہو گا۔ دوسرے کے قرین کے لئے مفید نہیں۔ لہٰذا ہر شخص کو بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔ اگر پچاس آدمی کی جماعت کھانے بیٹھے تو ہر شخص علیحدہ بسم اللہ پڑھے۔ لہٰذا بسم اللہ پڑھنا سنت عین ہے۔ سنت کفایہ نہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اگر کوئی جماعت ایک ساتھ کھانے بیٹھے تو بسم اللہ پڑھنا سنت کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص نے پڑھ لی تو سب کے لئے کافی ہو گئی۔ اور جو شخص بعد میں کھانے میں شریک ہوا اسے علیحدہ بسم اللہ پڑھنی پڑے گی۔ وہ

marfat.com

حضرات لفظ ثم سے دلیل پکڑتے ہیں مگر پہلی بات زیادہ قوی ہے جیسا کہ ذکرنا جمع فرمانے سے معلوم ہوا۔ ہر شخص نے بسم اللہ پڑھی تھی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَنَسِيَ اَنْ يَّذْكُرَ اللّٰهَ عَلٰى طَعَامِهٖ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۰۱۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنے کھانے پر اللہ کا ذکر بھول گیا۔ تو کہہ لے' بسم اللہ اس کے اول میں اور اس کے آخر میں ۲۔ (ترمذی' ابوداؤد)

(۴۰۱۹) ا۔ اللہ کے ذکر سے مراد بسم اللہ شریف پڑھنا ہے کہ کھانے کے وقت یہ ہی ذکر اللہ سنت ہے۔ ہر وقت کا ذکر علیحدہ ہے۔ خوشی کی خبر سننے کے وقت کا ذکر ہے الحمد للہ غم کی خبر کا ذکر ہے **انا للہ** بری بات سننے کے وقت کا ذکر ہے لاحول الخ تو کھانے کے وقت کا ذکر ہے۔ بسم اللہ بلکہ وضو کرتے وقت' سوتے وقت' مسجد میں داخل ہوتے وقت بھی بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ اس جگہ بعض علماء نے فرمایا کہ ذکر اللہ سے مراد یہ ذکر ہے حتیٰ کہ اگر کھاتے وقت کلمہ طیبہ بھی پڑھ لے تو بھی یہ فائدہ حاصل ہو جائے گا شاید یہ حضرت کھاتے وقت انا للہ یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنے کو بھی مفید کہتے ہوں۔ بہر حال قوی یہ ہے کہ یہاں ذکر اللہ سے مراد بسم اللہ شریف ہے۔ ۲۔ اصل میں فی **اولہ و آخرہ** تھا فی کو دور کر دیا گیا اور اول آخر کو فتحہ دیا گیا۔ اول آخر سے مراد کھانے کی سارے حالات ہیں اول آخر درمیانی حالت جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے **ولھم رزقھم فیھا بکرۃ وعشیا** یہاں صبح شام سے مراد تمام اوقات ہیں یعنی جو شخص کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو درمیان میں جب یاد آجائے۔ تب یہ کہہ لے بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ کھانا کھا چکنے' ہاتھ دھو لینے' کلی کر لینے کے بعد یاد آوے تب بھی یہ ہی کہہ دے مگر صحیح یہ ہے کہ دوران کھانے میں یاد آتے وقت ہی کہے تاکہ شیطان کھایا ہوا کھانا قے کر دے۔ بعد فراغ یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

وَعَنْ اُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَّاْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهٖ اِلَّا لُقْمَةٌ فَلَمَّا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَاْكُلُ مَعَهٗ فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ اسْتَقَاءَ مَا فِيْ بَطْنِهٖ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۰۲۰) روایت ہے حضرت امیہ ابن مخشی سے ا۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کھاتا تھا تو اس نے بسم اللہ نہ پڑھی حتیٰ کہ نہ باقی رہا اس کے کھانے سے مگر ایک لقمہ پھر جب اسے اپنے منہ کی طرف اٹھایا تو اس کے اول و آخر بسم اللہ ۲۔ کہا حضور ہنس پڑے پھر فرمایا کہ شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا پھر جب اس نے اللہ کا نام لیا تو جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا سب قے کر دیا ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۰۲۰) ا۔ آپ کی کنیت ابو عبید ہے۔ امیہ تصغیر سے ہے اور مخشی میم کے فتح شین کے کسرہ ی کی شد سے ہے آپ صحابی ہیں خزاعی اسدی ہیں بصرہ میں قیام رہا۔ آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے (مرقات و اشعہ) ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھانا شروع کرتے وقت پوری بسم اللہ پڑھے لیکن اگر بیچ میں یاد آوے تو صرف بسم اللہ کہے اور ساتھ ہی اولہ و آخرہ کہہ لے۔ یہ اصل میں فی اولہ و آخرہ تھا فی کو پوشیدہ کر کے اول آخر کو فتح دے دیا گیا۔ ۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں حقیقت میں چھپی مخلوق کو بھی ملاحظہ فرماتی ہیں اور حدیث بالکل اپنے ظاہری معنی پر ہے کہ کسی تاویل کی ضرورت نہیں جیسے ہمارا معدہ مکھی والا کھانا ہضم

marfat.com

نہیں کر سکتا ایسے شیطان کا معدہ بسم اللہ والا کھانا ہضم نہیں کرتا۔ اگرچہ اس کا قے کیا ہوا کھانے ہمارے کام نہیں آتا مگر مردود تو بیمار بھی پڑ جاتا ہے اور بھوکا بھی رہ جاتا ہے اور ہمارے کھانے کی فوت شدہ برکت لوٹ آتی ہے۔ غرضیکہ اس میں ہمارا فائدہ ہے اس کے دو نقصان' اور ممکن ہے کہ وہ مردود آئندہ ہمارے ساتھ بغیر بسم اللہ والا کھانا بھی ڈر کے سبب نہ کھائے کہ شاید یہ بیچ میں بسم اللہ پڑھ لے اور مجھے قے کرنی پڑے غالباً" یہ شخص اکیلا کھا رہا تھا۔ اگر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھاتا ہوتا تو بسم اللہ نہ بھولتا وہاں تو حاضرین بسم اللہ بلند آواز سے کہتے تھے اور ساتھیوں کو بسم اللہ کہنے کا حکم کرتے تھے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِہٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ

(۴۰۲۱) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے کھانے سے فارغ ہوتے تھے ۱؎ تو فرماتے تھے شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہم کو کھلایا ہم کو پلایا مسلمان بنایا ۲؎۔ (ترمذی' ابوداؤد' ابن ماجہ) ۳؎۔

(۴۰۲۱) ۱؎ خواہ اکیلے یا جماعت کے ساتھ پھر خواہ اپنے گھر والوں کے ساتھ خواہ مہمانوں کے ساتھ پھر خواہ اپنے گھر یا کسی اور کے گھر مہمان بن کر ہر کھانے کے بعد یہ دعا پڑھتے ۲؎۔ کھانے پانی سے جسم کی پرورش ہے اسلام و ایمان سے جان و دل کی پرورش۔ ان دونوں نعمتوں پر شکر کرتے تھے۔ کیونکہ شکر سے نعمت بڑھتی ہے۔ قرآن مجید کا وعدہ ہے۔ فقط پانی پی کر یہ دعا نہ پڑھتے تھے۔ وہاں صرف الحمد للہ کہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر نئی نعمت پا کر نیا شکر کرے چونکہ کھانا اصل مقصود ہے اور پانی اس کے تابع اس لئے نعمت ظاہری کا ذکر پہلے فرماتے تھے۔ باطنی کا بعد میں نیز دعا کو اسلام کے ذکر پر ختم فرمانا اس لئے تھا کہ خاتمہ ایمان پر میسر ہو۔ (مرقات) ۳؎۔ یہ حدیث احمد اور نسائی نے بھی روایت کی۔ ابن سنی نے اپنی کتاب **الیوم واللیلہ** میں نقل فرمائی۔ غرضیکہ بہت محدثین نے نقل فرمائی۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعِمُ الشَّاکِرُ کَالصَّائِمِ الصَّابِرِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ عَنْ سِنَانِ بْنِ سَنَّۃَ عَنْ اَبِیْہِ)

(۴۰۲۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شکر گزار کھانے والا ۱؎ صابر روزہ دار کی طرح ہے ۲؎۔ (ترمذی) ابن ماجہ دارمی بروایت سنان ابن سنہ وہ اپنے والد سے ۳؎۔

(۴۰۲۲) ۱؎ شکر کا اقل درجہ یہ ہے کہ بسم اللہ سے شروع کرے الحمد للہ سے ختم کرے عملی شکریہ ہے کہ کھا پی کر رب تعالیٰ کی اطاعت کرے۔ اللہ توفیق دے ۲؎۔ روزہ دار کا کم سے کم صبر یہ ہے کہ اپنے روزہ کو روزہ توڑنے والی چیزوں سے محفوظ رکھے اور درمیانی شکریہ ہے کہ مکروہات سے بچائے۔ اعلیٰ شکریہ ہے کہ ان چیزوں سے روزہ کو محفوظ رکھے۔ جن سے روزہ غیر مقبول ہوتا ہے۔ یعنی سر سے پاؤں تک ہر عضو کا روزہ ہو۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کے دو رکن ہیں شکر اور صبر تو گویا نصف ایمان شکر ہے نصف ایمان صبر' نصف ہونے میں تشبیہ ہے ورنہ روزہ کا خصوصی درجہ وہ ہے جو کسی عبادت کو حاصل نہیں فرماتا ہے۔ **الصوم لی وانا اجزی بہ** روزہ میرا ہے اور اس کا ثواب میں ہی دوں گا یا اس کا ثواب خود میں ہوں۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ صابر روزہ دار تو کھانا پینا چھوڑ کر صبر کرتا ہے اور شاکر کھانے والا اس کھانے سے پیدا شدہ قوتوں کو ناجائز جگہ خرچ کرنے سے روک کر صبر

marfat.com

کرتا ہے تو شاکر بھی بالواسطہ صابر ہی ہے۔ بہرحال شکر کو صبر سے بہت مناسبت ہے ۳۔ سنان سین کے کسرہ اور نون کے فتحہ سے ہے۔ سنہ سین کے فتحہ اور نون کے شد سے۔ بعض محدثین نے فرمایا کہ سنان اور سنہ دونوں باپ بیٹے صحابی ہیں بعض نے فرمایا کہ سنان تابعی ہیں اور سنہ صحابی ہیں۔ سنہ اسلمی ہیں ۳۲ بتیس ہجری میں خلافت عثمانیہ میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کے حالات معلوم نہ ہو سکے (اشعہ)

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ اَوْشَرِبَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَ وَسَقٰی وَسَوَّغَہٗ وَجَعَلَ لَہٗ مَخْرَجًا۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ)

(۴۰۲۳) روایت ہے حضرت ابو ایوب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کھاتے یا پیتے تو کہتے شکر ہے اس اللہ کا جس نے کھلایا پلایا اور اسے بہ آسانی اتارا اور اسکے نکلنے کا راستہ بنایا ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۰۲۳) ا۔ اس طرح کہ کھانا چبانے کو منہ میں دانت دیئے۔ کھانا تر کرنے کو منہ میں لعاب دیا اسے گھمانے کے لئے منہ میں زبان بخشی۔ پھر اسے پیٹ میں پہنچانے کے لئے حلق کی فراخ نالی عطا فرمائی۔ خیال رہے کہ تسویغ کھانے اور پانی کے لئے بولا جاتا ہے ۲۔ کہ ایک منہ سے کھانے پینے کی چیزیں اندر جاتی ہیں مگر دو راستوں سے نکلتی ہیں۔ کھانا اور راستہ سے پانی دوسرے راستہ سے پھر معدہ کھانے کا خزانہ بنایا اور مثانہ پانی کا خزانہ بنایا پھر ان دونوں کے بعض اجزاء پر رونگٹے سے پسینہ بنا کر نکالا۔

وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَرَأْتُ فِی التَّوْرٰیۃِ اِنَّ بَرَکَۃَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَہٗ فَذَکَرْتُ ذَالِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَرَکَۃُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَہٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَہٗ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

(۴۰۲۴) روایت ہے حضرت سلمان سے ا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا کہ ۲۔ کھانے کی برکت وضو کرنا ہے کھانے کے بعد ۳۔ تو میں نے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا ۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانے کی برکت وضو کرنا ہے کھانے سے پہلے اور وضو کرنا ہے کھانے کے بعد ۵۔ (ترمذی ابوداؤد)

(۴۰۲۴) ا۔ آپ سلمان فارسی ہیں۔ آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے ۲۔ یعنی مسلمان ہونے سے پہلے میں نے توریت میں پڑھا تھا ۳۔ یہاں وضو لغوی معنی میں ہے جو بنا ہے **وضنا** سے۔ بمعنی صفائی اور اچھائی۔ لہٰذا اس کے معنی ہیں ہاتھ و منہ کی صفائی کرنا کہ ہاتھ دھونا کلی کر لینا ۳۔ یا تو توریت شریف کے اس فرمان کی تصدیق و تائید کیلئے یا یہ پوچھنے کے لئے کہ اب اسلام میں بھی یہ حکم ہے یا دیگر احکام کی طرف منسوخ ہو گیا ۴۔ یعنی توریت شریف میں دوبار ہاتھ دھونے کلی کرنے کا حکم تھا۔ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد مگر یہود نے صرف بعد رکھا پہلے کا ذکر مٹا دیا۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کلی کرنے کی ترغیب اس لئے ہے۔ کہ عموماً کام کاج کی وجہ سے ہاتھ میلے دانت میلے ہو جاتے ہیں اور کھانے میں ہاتھ و منہ چکنے ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا دونوں وقت یہ صفائی کر لو کھانا کھا کر کلی کر لینے والا شخص انشاء اللہ بیوریا سے محفوظ رہتا ہے۔ وضو میں مسواک کرنے کا عادی دانتوں اور معدے کے امراض سے بچا رہتا ہے۔ کھانے کے فوراً بعد پیشاب کر لینے کی عادت ڈالو۔ اس سے گردہ و مثانہ کے امراض سے حفاظت ہے بہت مجرب ہے۔

marfat.com

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَآءِ فَقُدِّمَ اِلَیْہِ طَعَامٌ فَقَالُوْا اَلَا نَاْتِیْکَ بِوَضُوْءٍ قَالَ اِنَّمَا اُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ اِذَا قُمْتُ اِلَی الصَّلٰوۃِ۔
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ۔)

(۴۰۲۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پاخانہ سے تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ کیا ہم وضو کا پانی حاضر نہ کریں ۱؎ فرمایا کہ وضو کا حکم دیا گیا صرف جبکہ نماز کی طرف کھڑا ہوں ۲؎ (ترمذی' ابوداؤد) نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی۔

(۴۰۲۵) ۱؎ وہ حضرات سمجھے تھے کہ کھانے سے پہلے شرعی وضو کرنا واجب ہے۔ اس لئے وضو کے لئے پانی لانے کی اجازت مانگی ۲؎ یہ حصر غالب حالت کے لحاظ سے ہے ورنہ سجدہ تلاوت' قرآن پاک چھونے' طواف کعبہ کرنے کے لئے بھی وضو کرنے کا حکم ہے۔ سجدہ تلاوت کے لئے وضو شرط ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہمارے اس فرمان میں کہ کھانا وضو کر کے کھاؤ وضو سے مراد عرفی وضو ہے اور حکم استحبابی ہے۔ شرعی وضو کھانے کے لئے نہ فرض ہے نہ سنت۔ اس میں امت پر آسانی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ اُتِیَ بِقَصْعَۃٍ مِّنْ ثَرِیْدٍ فَقَالَ کُلُوْا مِنْ جَوَانِبِھَا وَلَا تَاْکُلُوْا مِنْ وَسَطِھَا فَاِنَّ الْبَرَکَۃَ تَنْزِلُ فِیْ وَسْطِھَا (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ دَاوٗدَ قَالَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ طَعَامًا فَلَا یَاْکُلْ مِنْ اَعْلَی الصَّحْفَۃِ وَلٰکِنْ یَّاْکُلْ مِنْ اَسْفَلِھَا فَاِنَّ الْبَرَکَۃَ تَنْزِلُ مِنْ اَعْلَاھَا۔

(۴۰۲۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ کے پاس ثرید کا پیالہ لایا گیا ۱؎ تو فرمایا کہ اس کے کناروں سے کھاؤ اور اس کے بیچ سے نہ کھاؤ ۲؎ کیونکہ برکت برتن کے بیچ میں اترتی ہے (ترمذی' ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے اور ابوداؤد کی روایت ہے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو پیالے کے اوپر سے نہ کھائے لیکن اس کے نیچے سے کھائے ۳؎ کیونکہ برکت اس کے اوپر سے اترتی ہے ۴؎

(۴۰۲۶) ۱؎ ثرید بنا ہے ثرد سے بمعنی بھگونا اور تر کرنا اصطلاح میں ثرید یہ ہے کہ روٹی کے ٹکڑے شوربے میں بھگوئے جائیں۔ ثرید حضور انور کو پسند تھا۔ طبی لحاظ سے بھی ثرید زود ہضم اور مفید ہے حضور کی یہ ادا حکمت سے پر ہے قصعہ وہ بڑا پیالہ ہے جس سے چند آدمی بیک وقت کھا سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے کھانا نہ کھاتے تھے جماعت کے ساتھ کھاتے تھے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

☆ خوردہ ہماں بہ کہ بہا خوری ☆ حیف براں خوردہ کہ شبہا خوری ☆

۲؎ یعنی ہر شخص اپنے سامنے والے کنارہ سے کھائے بیچ پیالے سے نہ کھائے درمیان پیالہ نزول رحمت کی جگہ ہے۔ درمیان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے ۳؎ یہاں بھی نیچے سے مراد اپنے سامنے والا کنارہ ہے اور اوپر سے مراد پیالہ کا درمیانی حصہ ہے۔ مطلب وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا۔ درمیانی پیالہ حد مشترک ہے اور پیالہ کے کنارے ہر کھانے والے کا حق ہے۔ بیچ سے کھانا حرص کی علامت ہے حریص رحمت الٰہی سے محروم ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے کھانے کے وقت بھی رحمت باری کا نزول ہوتا ہے خاص کر جب کہ سنت کی نیت سے کھایا جائے ۴؎ نیچے سے مراد برتن کے کنارے ہیں جہاں سے کھانے والے

marfat.com

کھائیں گے اور اوپر سے مراد درمیان برتن ہے چونکہ یہ درمیانی جگہ قدر مشترک ہے۔ اس لئے برکت کا وہاں ہی نزول مناسب ہے۔ اس فرمان عالی میں برکت اور رحمت کو اس پانی سے شبیہ دی گئی جو اوپر یعنی اونچی جگہ میں اترے اور وہاں سے چو طرفہ کناروں میں پہنچ جائے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَا رُءِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ مُتَّكِئًا قَطُّ وَلَا يَطَأُ عَقِبَهُ رَجُلَانِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۰۲۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ لگا کر کھاتے کبھی نہ دیکھا گیا ا اور نہ دو شخص آپ کی ایڑیوں کو روندتے ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۰۲۷) ا۔ یعنی نہ تو کسی چیز کی ٹیک لگا کر کھانا کھاتے نہ اپنے ہاتھ پر تکیہ لگا کر کھاتے کہ یہ طریقہ متکبرین کا ہے۔ اکثر لوگوں بیٹھ کر کھاتے کہ یہ طریقہ متواضعین کا ہے ۲۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم راہ میں دو آدمیوں سے بھی آگے نہ چلتے تھے تاکہ آپ اپنی بڑائی ظاہر کریں بلکہ آپ سب کے ہمراہ چلتے تھے۔ یہ تو تھی حضور انور کی اپنی عادت کریمہ مگر قدرتی کرشمہ یہ تھا کہ حضور بہت آہستہ چلتے اور ساتھی تیز چلتے۔ تب بھی آپ کے ہمراہ نہ چل سکتے تھے۔ پیچھے ہی رہ جاتے تھے گویا زمین حضور کے لئے لپیٹی جاتی تھی۔ جیسا کہ انشاء اللہ باب المعجزات میں آوے گا۔ اسی طرح بہت لمبے قد والے حضرات آپ کے ساتھ ہوتے مگر سب سے اونچے آپ ہی معلوم ہوتے تھے۔ یہ معجزہ اب بھی گنبد خضراء شریف سے ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ دنیا میں پیشوا بن کر رہنا بھی کبھی خدا کا عذاب ہوتا ہے۔ مرقات میں ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص کو یہ دعا دی تو فرمایا کہ الٰہی اگر یہ جھوٹا ہے تو اسے لوگوں کا پیشوا بنادے کہ لوگ اس کے پیچھے چلا کریں۔ جو سرداری کا اہل نہ ہو اور کوشش سے سرداری حاصل کرے اس کے لئے سرداری عذاب ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ ابْنِ جَزْءٍ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزٍ وَّلَحْمٍ وَّهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَاَكَلَ وَاَكَلْنَا مَعَهٗ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى وَصَلَّيْنَا مَعَهٗ وَلَمْ نَزِدْ عَلٰى اَنْ مَسَحْنَا اَيْدِيَنَا بِالْحَصْبَاءِ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۴۰۲۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن حارث ابن جز سے ا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روٹی اور گوشت لایا گیا حالانکہ آپ مسجد میں تھے ۲۔ تو حضور نے کھایا اور آپ کے ساتھ ہم نے کھایا پھر آپ اٹھے نماز پڑھی اور ہم نے آپ کے ساتھ پڑھی اور اس پر زیادتی نہ کی ہم نے اپنے ہاتھ بجری سے پوچھ لئے ۳۔ (ابن ماجہ)

(۴۰۲۸) ا۔ آپ صحابی ہیں جنگ بدر میں حاضر ہوئے۔ پھر عہد فاروقی میں جہاد مصر میں شرکت کی۔ وہاں ہی وفات پائی اٹھاسی ہجری میں وفات ہے (اشعہ و مرقات) ۲۔ غالباً حضور انور معتکف تھے یا مہمان مسافر آئے تھے جنہیں مسجد میں ٹھہرایا گیا تھا۔ یا یہ کھانا پینا بیان جواز کے لئے تھا۔ خیال رہے کہ معتکف اور مسافر کو مسجد میں کھانا پینا بلا کراہت جائز ہے۔ ان دونوں کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے چھوارے وغیرہ خشک چیزیں کھانا جس سے مسجد کا فرش خراب نہ ہو جائز ہے۔ روٹی سالن وغیرہ تر چیزیں جس سے مسجد کے تلوث کا اندیشہ ہو نہ کھانا چاہیے اور کھانا اس طرح کہ فرش مسجد خراب ہو ہر شخص کو حرام ہے خواہ معتکف و مسافر ہو یا ان کے غیر۔ احناف کے نزدیک غیر معتکف و مسافر کو مسجد میں کھانا پینا سونا مکروہ ہے۔ دیکھو کتب فقہ۔ ۳۔ زمانہ رسالت شریف میں

marfat.com

حرم نبوی میں بجری بچھی تھی۔ اب بھی وہاں صحن میں بجری ہی ہے۔ بجری سے ہاتھ مل دینے سے بجری خراب نہیں ہوتی اور ہاتھ بھی صاف ہو جاتے ہیں۔ وہاں کھانے وغیرہ میں تکلف کوئی نہ تھا۔ خیال رہے کہ یا تو نماز کی جلدی تھی یا بیان جواز کے لئے یہ عمل فرمایا۔ ورنہ کھانا کھا کر ہاتھ دھونا' کلی کرنا سنت ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں کھانے کے بعد ہاتھ دھونے' کلی کرنے کا حکم ہے کہ وہ بیان سنت کے لئے ہے اور یہ حدیث بیان جواز کے لئے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَیْهِ الذِّرَاعُ وَکَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَسَ مِنْهَا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۰۲۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا تو آپ کی خدمت میں دستی پیش کی گئی آپ اسے پسند کرتے تھے ا۔ تو آپ نے اسے دانت سے نوچ کر کھایا ۲۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۴۰۲۹) ا۔ دستی کا گوشت جلد گل جاتا ہے اس میں چھترے نہیں ہوتے۔ نہایت لذیذ ہوتا ہے اس کی مثل دوسرے گوشت سی نہیں۔ گندگی یعنی پیشاب و گوبر سے بہت دور رہتا ہے۔ جلد ہضم ہوتا ہے۔ دانتوں میں اس کے چھترے نہیں بھنتے۔ کیونکہ چھترے ہوتے ہی نہیں۔ ۲۔ بوٹی دانت سے نوچ کر کھانا بھی سنت ہے۔ اس میں بے تکلفی بھی ہے' لذت بھی تواضع اور انکسار بھی۔ حضور کی ہر ادا پر لاکھوں سلام۔ ان کی ہر ادا رب تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْطَعُوا لَحْمَکُمْ بِالسِّکِّیْنِ فَاِنَّهٗ مِنْ صُنْعِ الْاَعَاجِمِ وَاِخْمُسُوْهُ فَاِنَّهٗ اَهْنَأُ وَاَمْرَأُ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَقَالَا لَیْسَ هُوَ بِالْقَوِیِّ)

(۴۰۳۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گوشت چھری سے نہ کاٹو کیونکہ یہ عجمیوں کے معمولات سے ہے ا۔ اور اسے نوچ کر کھاؤ کہ مزیدار اور جلد اترنیوالا ہے ۲۔ ابوداؤد' بیہقی' شعب الایمان اور ان دونوں نے کہا یہ قوی نہیں ۳۔

(۴۰۳۰) ا۔ یعنی کھانے کو ہاتھ نہ لگانا چھری کانٹے سے کھانا' گوشت کی اگرچہ چھوٹی بوٹیاں ہوں خوب گلی ہوں پھر بھی چھری سے کھانا طریقہ یہودیوں' عیسائیوں کا ہے۔ اس سے بچو۔ تم ہاتھ سے کھاؤ ہاں اگر بڑے بڑے پارچے کھائے گئے ہوں تو کھاتے وقت چھری سے کاٹنے کا ذکر ہے کہ وہاں پارچے بڑے بڑے تھے خیال رہے کہ عیسائیوں کے ناخن بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ جن میں میل بھرا رہتا ہے۔ پھر وہ پانی سے استنجا کرتے نہیں ہاتھ کبھی دھوتے نہیں اس لئے وہ ہاتھ سے کھاتے نہیں۔ ہم مسلمان حضور کے کرم سے سر سے پاؤں تک بالکل پاک و صاف رہتے ہیں۔ ہم ہاتھ سے کیوں نہ کھائیں۔ ۲۔ یعنی دانت سے نوچی ہوئی بوٹیاں مزیدار زود ہضم اور جلد کھائی جانے والی ہوتی ہیں۔ اس لئے اسی طرح کھایا کرو ۳۔ اگرچہ یہ حدیث قوی نہ ہو تو وہ حدیث تو قوی ہے **من تشبہ بقوم فھو منھم** جو کسی قوم سے مشابہت' ان کی نقالی کرے وہ اس قوم سے ہوتا ہے حدیث کی اسناد کیسی ہی ہوں حکم بالکل درست ہے یہ حدیث اس صحیح حدیث سے قوت یافتہ ہے قرآن کریم کی آیت سے بھی قوت پاتی ہے **لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المومنین** کفار سے دلی یا عملی محبت حرام ہے۔ آپ نو مسلم عیسائیوں کی نقالی میں کھڑے کھاتے ہیں ہاں ابھی سے کھاتے ہیں برتن میں منہ نہیں ڈال دیتے۔

marfat.com

وَعَنْ اُمِّ الْمُنْذِرِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ عَلِيٌّ وَلَنَا دَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ وَعَلِيٌّ مَعَهٗ يَأْكُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ مَهْ يَا عَلِيُّ فَإِنَّكَ نَاقِهٌ قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَشَعِيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ مِنْ هٰذَا فَأَصِبْ فَإِنَّهٗ أَوْفَقُ لَكَ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۰۳۱) روایت ہے حضرت ام منذر سے ۱؎ فرماتی ہیں کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کے ساتھ جناب علی تھے اور ہمارے ہاں خوشے لٹکے ہوئے تھے ۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے لگے اور علی بھی آپ کے ساتھ کھانے لگے ۳؎ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب علی سے فرمایا اے علی ٹھہرو! ۴؎ کیونکہ تم کمزور ہو ۵؎ فرماتی ہیں پھر میں نے ان حضرات کے لئے چقندر اور جو تیار کئے ۶؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی اس سے لو کیونکہ یہ تمہارے لئے بہت موافق ہے ۷؎ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

(۴۰۳۱) ۱؎ آپ کا نام لیلیٰ بنت قیس ہے۔ انصاریہ عدویہ ہیں۔ کنیت ام المنذر صحابیہ ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں۔ چنانچہ آپ نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے ۲؎ دوالی جمع ہے دالیہ کی دالیہ کچی کھجوروں کے خوشوں کو کہتے ہیں۔ اس زمانہ میں باغ والے لوگ اپنے باغوں اور گھروں میں کھجوروں کے خوشے لٹکا دیتے تھے تاکہ جو بیلی، ملاقاتی آئے۔ پہلے ان میں سے کھائے گویا یہ بھی خاطر تواضع کا ایک طریقہ تھا ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ دونوں حضرات نے کھڑے کھڑے کھائے۔ مگر یہ کھڑے کھڑے کھانا فیشن کے طور پر نہ تھا۔ بلکہ اس خوشے سے توڑ توڑ کر کھانا کھڑے ہو کر ہی ممکن تھا اور ہو سکتا ہے کہ بیٹھ کر کھاتے ہوں مگر بعض روایات میں ہے کہ اس کے بعد جناب علیؓ بیٹھ گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کھانا کھڑے ہو کر تھا۔ مرقات نے اس کو ترجیح دی۔ ۴؎ یعنی تم نہ کھاؤ کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لو وجہ آگے آرہی ہے۔ ۵؎ ناقہ بنا ہے نقاہت سے۔ نقاہت وہ کمزوری ہے جو بیماری سے اٹھنے کے بعد بیمار میں رہتی ہے غالباً آپ بیمار رہ چکے ہوں گے ۶؎ یعنی میں نے ان حضرات کے لئے چقندر اور جو کا پلٹا (سیرا) تیار کیا۔ لہم، کا مرجع حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ضمیر کا جمع لانا تعظیماً ہے۔ یا اس کا مرجع حضرت علی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عرب والے کبھی دو کو جمع بول دیتے ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ کچھ اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ تھے۔ واللہ اعلم ۷؎ یہاں اوفق بمعنی موافق ہے۔ مقابل ضرر کا، یعنی تمہارے لئے کھجوریں مضر ہیں۔ یہ پلٹا (سیرا) موافق و مفید ہے۔ کیونکہ جو بہت ہی زود ہضم ہے۔ اطباء بیماروں کو آٹش جو بتاتے ہیں۔ چقندر بھی ہلکی غذا ہے اور معتدل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم جسمانی بھی ہیں۔ دوائیں پرہیز، مضر و مفید غذائیں سب کچھ جانتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بیمار بلکہ بیماری سے اٹھنے والے کمزور کو پرہیز لازم ہے۔ اطباء کہتے ہیں کہ دوا سے زیادہ پرہیز ضروری ہے۔ دوا بغیر پرہیز ایسی ہے جیسے نماز بغیر وضو۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الثُّفْلُ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۰۳۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھرچنی پسند تھی ۱؎ (ترمذی، بیہقی، شعب الایمان)

(۴۰۳۲) ۱؎ ثفل کے بہت معانی ہیں۔ تل چھٹ، ستو اور کھجور، کھرچن یہاں تیسرے معنی مراد ہیں۔ ہانڈی کی کھرچن لذیذ بھی

marfat.com

ہوتی ہے۔ زود ہضم بھی۔ تمام ہانڈی کی طاقت ایک طرف اور کھرچن کی طاقت ایک طرف۔ غرضیکہ چاول وغیرہ کی کھرچن میں بہت خوبیاں ہیں اس جملہ کے اور بہت معنی کئے گئے ہیں۔ بعض شارحین نے یہ معنی کئے کہ حضور انور تمام اہل و عیال، مہمانوں، زائرین، مساکین کو شوربا وغیرہ پہلے کھلا دیتے تھے خود آخر میں شوربے کا تلچھٹ ملاحظہ فرماتے تھے۔ مگر میرے نزدیک یہ معنی درست نہیں۔ حضور انور مہمانوں، زائرین، مساکین کے ساتھ ہی کھانا کھاتے تھے۔ پھر آخر میں اکیلے کھانے کے کیا معنی۔

وَعَنْ نُبَيْشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ فِيْ قَصْعَةٍ فَلَحَسَهَا اسْتَغْفَرَتْ لَهُ الْقَصْعَةُ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۴۰۳۳) روایت ہے حضرت نبیشہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جو کسی پیالہ میں کھائے پھر اسے چاٹ لے ا۔ تو اس کے لئے پیالہ دعاء مغفرت کرتا ہے ۲۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

(۴۰۳۳) ا۔ پیالہ کا ذکر اس لئے فرمایا کہ اکیلا آدمی اکثر پیالے میں کھاتا ہے۔ بڑے برتن تھالی میں جماعت کھاتی ہے۔ اکیلا کھانے والا اگر چھوڑے تو اتنا چھوڑے کہ دوسرا کھا سکے۔ ورنہ پیالہ خوب صاف کردے۔ یہ ہی حکم چاول وغیرہ کا ہے۔ ۲۔ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے۔ تاویل، ہیر پھیر کی کوئی ضرورت نہیں۔ واقعی پیالہ ایسے کھانے والے کے لئے دعا کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں برتن کی صفائی ہے۔ کھانے کا ادب ہے۔ کھانے کو بربادی سے بچاتا ہے۔؟ برتن میں چھوڑنے سے اس پر مکھیاں بھنکتی ہیں۔ وہ کھانا نالیوں، گندگیوں میں دھو کر پھینک دیا جاتا ہے۔ جس سے اس کی سخت بے ادبی ہوتی ہے۔ اگر دو تین اشرفی برتن کھانا برباد ہو تو ایک شہر میں کئی من کھانا برباد ہوگا غرضیکہ برتن چاٹنے میں بہت حکمتیں ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاتَ وَفِيْ يَدِهٖ غَمَرٌ لَمْ يَغْسِلْهُ فَاَصَابَهٗ شَيْءٌ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۰۳۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو رات اس حال میں گزارے کہ اس کے ہاتھ میں چکنائی ہے جسے دھویا نہیں ا۔ پھر اسے کچھ مصیبت پہنچے ۲۔ تو اپنے ہی کو ملامت کرے ۳۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۴۰۳۴) ا۔ یعنی جو کوئی کھانا کھا کر ہاتھ نہ دھوئے۔ یوں کھانے کی چکنائی اس کے ہاتھ میں لگی رہے اور دوپہری میں یا رات میں اسی طرح سو جائے۔ ۲۔ یہاں مصیبت سے مراد چوہے یا سانپ کا کاٹ جانا ہے کہ یہ دونوں جانور کھانے کی خوشبو پر دوڑتے ہیں یا اس سے مراد برص کی بیماری ہے کہ کھانے کے سنے ہوئے ہاتھ جسم کے پسینہ سے لگ کر جہاں چھو جائیں وہاں کوڑھ کے سفید داغ پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ (مرقات واشعہ) ۳۔ نہ کسی شخص کو برا کہے نہ اپنی تقدیر پر اعتراض کرے کہ قصور خود اس کا اپنا ہے مقصد یہ ہے کہ کوئی شخص کھانے کے بھرے ہوئے ہاتھ لے کر نہ سویا کرے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اَحَبَّ الطَّعَامِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثَّرِيْدُ مِنَ الْخُبْزِ وَالثَّرِيْدُ مِنَ الْحَيْسِ۔
(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۰۳۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ترین کھانا روٹی کا ثرید تھا ا۔ اور کھجور و مکھن کا ثرید تھا ۲۔ (ابوداؤد)

marfat.com

(۴۰۳۵) ا۔ روٹی کا ثرید یہ ہے کہ شوربے میں روٹی کے ٹکڑے گلالئے جائیں حتیٰ کہ بوٹیاں بھی اس میں حل کرلی جائیں یہ نہایت لذیذ زود ہضم کھانا ہے ۲۔ حیس کے لغوی معنی ہیں مخلوط چیز اصطلاح میں کھجوریں اور مکھن کے مخلوط کھانے کو حیس کہتے ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ پسند تھا یہ بھی نہایت لذیذ ہوتا ہے۔ چھوہارا اور کھجور ویسے بھی مقوی چیز ہے مکھن سے مل کر اس کی خشکی کم ہو جاتی ہے لذت بھی زیادہ ہو جاتی ہے نقصان بھی جاتا رہتا ہے۔ مدینہ منورہ میں فقیر نے کھجور و گھی ملا کر کھائی بہت لذیذ تھی۔

وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ اِلْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُوا الزَّیْتَ وَادَّھِنُوْا بِہٖ فَاِنَّہٗ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۴۰۳۶) روایت ہے حضرت ابو سید انصاری سے ا۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے روغن زیتون کھاؤ بھی لگاؤ بھی ۲۔ کہ یہ برکت والے درخت سے ہے ۳۔ ترمذی ابن ماجہ، دارمی

(۴۰۳۶) ا۔ ابو اسید الف کے پیش سین کے فتحہ سے حضرت مالک ابن ربیعہ کی کنیت ہے جو مشہور صحابی ہیں۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ صحابہ بدر میں سب سے آخر میں آپ ہی کی وفات ہوئی ۶۰ھ میں وفات پائی۔ اٹھہتر سال عمر ہوئی۔ آخر میں نابینا ہو گئے تھے۔ اور ابو اسید الف کے فتحہ سین کے کسرہ سے ان کا نام عبداللہ ابن ثابت ہے۔ مدنی ہیں انصاری ہیں یہاں پہلے ابو اسید مراد ہیں واللہ ورسولہ اعلم۔ (مرقات) ۳۔ کیونکہ درخت زیتون برکت والی زمین فلسطین میں ہوتا ہے۔ جو حضرات انبیاء کرام کا مسکن ہے۔ نیز اسے رب تعالیٰ نے شجرہ مبارکہ فرمایا۔ اس کے فوائد بہت ہیں۔ بہت سے امراض میں زیتون کے پھل اس کا تیل کام میں آتا ہے۔ یہ سالن بھی ہے جسم اور سر کی مالش کا تیل بھی۔ چراغ میں روشنی بھی دیتا ہے۔ بہت مرضوں کا علاج بھی ہے۔ بواسیر میں بہت مفید ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ روغن زیتون میں ستر مرضوں کا علاج ہے۔ جن میں جذام بھی ہے (ابو نعیم و مرقات)

وَعَنْ اُمِّ ھَانِیٍٔ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعِنْدَکِ شَیْءٌ قُلْتُ لَا اِلَّا خُبْزٌ یَابِسٌ وَخَلٌّ فَقَالَ ھَاتِیْ مَا اَقْفَرَ بَیْتٌ مِنْ اُدُمٍ فِیْہِ خَلٌّ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ)

(۴۰۳۷) روایت ہے حضرت ام ہانی سے ا۔ فرماتی ہیں کہ میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ ہے میں نے کہا نہیں سوا خشک روٹی اور سرکہ کے ۲۔ تو فرمایا لاؤ ۳۔ وہ گھر سالن سے خالی نہیں جس میں سرکہ ہو ۴۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی۔

(۴۰۳۷) ا۔ آپ کا نام فاختہ یا ہند ہے۔ ابو طالب کی بیٹی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کا نکاح **ہبیرہ** ابن وہب سے ہوا۔ آپ مسلمان ہو گئیں۔ ہبیرہ نے اسلام قبول نہ کیا۔ اس لئے علیحدگی کردی گئی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نکاح کا پیغام دیا مگر آپ نے یہ معذرت کی کہ میں بہت بچوں والی بی بی ہوں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کماحقہ نہ کرسکوں گی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے بجائے آرام کے تکلیف ہوگی۔ آپ بہت احادیث کی راویہ ہیں۔ ۲۔ یعنی یہ دو حقیری چیزیں میرے پاس ہیں جو آپکی خدمت میں پیش کرنے کے لائق نہیں۔ یا بس سے مراد ہے سوکھی ہوئی روٹی چند

marfat.com

روز کی ہو۔ جس کا چبانا مشکل ہو۔ ۳۔ ہمراہ ہی کھائیں گے۔

☆ بوریا ممنون خواب راحش ☆ تاج کرسی زیر پائے امش ☆

۴۔ قفر کے معنی ہیں خالی ہونا۔ اس لئے چٹیل میدان کو قفار کہتے ہیں جو سبزہ سے خالی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی اعلیٰ درجہ پر پہنچ کر بھی معمولی غذاؤں سے نفرت نہ کرے۔ اپنی عادت سیدھی سادھی رکھے۔ سادہ زندگی گزارنے کا عادی رہے۔

وَعَنْ يُوْسُفَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ كِسْرَةً مِّنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً فَقَالَ هٰذِهٖ اِدَامُ هٰذِهٖ وَاَكَلَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۰۳۸) روایت ہے حضرت یوسف ابن عبداللہ ابن سلام سے ا؎ فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا پھر اس پر چھوہارا رکھا فرمایا یہ اس کا سالن ہے اور کھالیا ۲؎۔ (ابوداؤد)

(۴۰۳۸) ا؎ سیدنا عبداللہ ابن سلام مشہور صحابی ہیں۔ یوسف علیہ السلام کی اولاد میں ہیں ان کے یہ صاحبزادہ بھی صحابی ہیں۔ آپ کا نام حضور انور نے یوسف رکھا۔ کنیت ابو یعقوب ہے ۱۰۰ سو ہجری میں آپ کی وفات ہے آپ سے تین احادیث مروی ہیں ۲؎ کھجور کو سالن فرمانا مجازاً ہے یعنی روٹی اس سے کھائی جاسکتی ہے اور یہ مثل سالن کے ہے۔ خیال رہے کہ جو سرد خشک ہیں اور کھجور گرم تر۔ لہٰذا جو کی روٹی کی اصلاح بھی کھجور سے ہو جاتی ہے۔ اس حدیث میں مبرد قناعت کی بے مثل تعلیم ہے (مرقات)

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا اَتَانِيْ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُنِيْ فَوَضَعَ يَدَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَهَا عَلٰى فُؤَادِيْ وَقَالَ اِنَّكَ رَجُلٌ مَفْئُوْدٌ اْئْتِ الْحَارِثَ بْنَ كَلْدَةَ اَخَا ثَقِيْفٍ فَاِنَّهٗ رَجُلٌ يَتَطَبَّبُ فَلْيَاْخُذْ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِّنْ عَجْوَةِ الْمَدِيْنَةِ فَلْيَجَأْهُنَّ بِنَوَاهُنَّ ثُمَّ لِيَلُدَّكَ بِهِنَّ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۰۳۹) روایت ہے حضرت سعد سے ا؎ فرماتے ہیں بیمار ہوا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے ۲؎ اپنا ہاتھ میرے پستانوں کے بیچ رکھا حتی کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے دل پر پائی ۳؎ اور فرمایا کہ تم دل کے بیمار ہو حارث ابن کلدہ ثقفی کے پاس جاؤ وہ طبابت کرتے ہیں ۴؎ وہ مدینہ کی عجوہ میں سے سات عجوہ کھجوریں لیں انہیں معہ گٹھلیوں کے کوٹ لیں پھر ان سے تم کو پلا دیں ۵؎ (ابوداؤد)

(۴۰۳۹) یہاں سعد سے مراد حضرت ابن ابی وقاص ہیں۔ جو عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ یہ واقعہ فتح مکہ کے سال کا ہے۔ اس وقت آپ مکہ معظمہ میں تھے آپ سخت بیمار ہو گئے تھے (مرقات) ۲؎ حضور انور اپنی جائے قیام سے میری جائے قیام پر صرف میری مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے معلوم ہوا کہ اپنے خدام کی مزاج پرسی، بیمار پرسی کے لئے ان کے گھر جانا سنت ہے ۳؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک قدرتی طور پر قدرے ٹھنڈے تھے جن سے دوسرے کو نہایت خوشگوار ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی چونکہ حضرت سعد کو دل کی بیماری تھی۔ اس لئے حضور انور نے بیماری کی جگہ ہاتھ رکھا۔ معلوم ہوا کہ مرض کی جگہ ہاتھ رکھنا عیادت کے لئے سنت ہے۔ فواد دل کو بھی کہتے ہیں دل کے پردے کو بھی اور سینہ کو بھی جو دل کا مقام ہے۔ یہاں غالباً بمعنی سینہ ہے۔

☆ دل کرو ٹھنڈا مرا، وہ کف پاچاند سا ☆ سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود ☆

marfat.com

مبارک ہے وہ بیماری جس میں ایسے تیماردار امت کے غم خوار چل کر مریض کے پاس آویں۔

☆ سر بالیں انہیں رحمت کی ادا لائی ہے ☆ حال بگڑا ہے تو بیمار کی بن آئی ہے ☆

اب بھی بعض بزرگوں نے اپنی بیماری میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جاگتے ہوئے زیارت کی ہے کہ حضور نے انکی تیمارداری و عیادت فرمائی' سبحان اللہ ۴۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر طبیب سے علاج کرانا جائز ہے کیونکہ حارث ابن کلدہ مکہ معظمہ میں مشہور طبیب تھا۔ مگر کافر تھا۔ اسکا اسلام ثابت نہیں (اشعۃ اللمعات) مگر حیرت یہ ہے کہ مرقات نے فرمایا کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے سال ہوا۔ اور اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ حارث ابن کلدہ شروع اسلام میں فوت ہوا۔ کافر مرا مسلمان نہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ماہر طبیب سے علاج کرانا چاہیے جو فن طبابت میں مہارت رکھتا ہو۔ ورنہ نیم حکیم خطرہ جان۔ اور تجربہ بھی رکھتا ہو یہ کام کرتا بھی ہو۔ **یتطبب** سے بہت مسائل حل ہو گئے ۵۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ احادیث شریفہ کی تجویز فرمائی ہوئی دوائیں کسی طبیب کی رائے سے استعمال کرنا چاہئیں جو ہمارے مزاج موسم' دوا کی تاثیر ہمارے مرض کی کیفیت سے خبردار ہو۔ دوسرے یہ کہ بعض دوائیں طبیب ہی کے ہاتھ سے استعمال کرنی چاہئیں آج ڈاکٹر ہی ٹیکہ تجویز کرتے ہیں وہ ہی لگاتے ہیں۔ دیکھو حضور انور نے دوا تجویز فرمادی مگر استعمال کے لئے طبیب کے پاس بھیجا۔ تیسرے یہ کہ عجوہ کھجور اور اس کی گٹھلی میں بہت فوائد ہیں۔ ان سے دل کی دھڑکن دل کی کمزوی بھی دور ہوتی ہے اور چند فوائد پہلے بیان ہو چکے کہ یہ زہر اور سحر کے لئے مفید ہے لیلدک بنا ہے لدسے جس کے معنی ہیں بیمار کے منہ میں قطرہ ٹپکانا یا اس کے تالو میں کوئی چیز لیپ دینا جس سے وہ بہ آسانی اسے نگل لے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْکُلُ الْبِطِّیخَ بِالرُّطَبِ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ) وَزَادَ اَبُوْدَاوٗدَ وَیَقُوْلُ یَکْسِرُ حَرَّ ھٰذَا بِبَرْدِ ھٰذَا وَبَرْدُ ھٰذَا بِحَرِّ ھٰذَا وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ۔

(۴۰۴۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تربوز کھجور کے ساتھ کھاتے تھے (ترمذی) اور ابوداؤد نے یہ زیادہ فرمایا کہ فرماتے تھے اس کی گرمی اس کی ٹھنڈک سے ٹوٹ جائے گی اور اسکی ٹھنڈک اس کی گرمی سے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۴۰۴۰) ا۔ جس سے تربوز تو کھجور سے میٹھا ہو جاتا اور کھجور تربوز سے ترہو جاتی تھی نیز تربوز ٹھنڈا ہے۔ کھجور گرم' دونوں مل کر معتدل ہو جاتے تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بطیخ اصغر خربوزہ کو کہتے ہیں اور بطیخ اخضر تربوز کو یہاں بطیخ اخضر یعنی تربوز مراد ہے۔ کیونکہ تربوز ہی ٹھنڈا ہوتا ہے خربوزہ تو خود گرم ہے۔ بعض شارحین نے اس کے معنی خربوزہ کئے مگر قوی وہ ہی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ عَتِیْقٍ فَجَعَلَ یُفَتِّشُہٗ وَیُخْرِجُ السُّوْسَ مِنْہُ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۰۴۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پرانے چھوہارے لائے گئے تو آپ انہیں کریدتے تھے اور اس سے کیڑے نکالتے تھے ا۔ (ابوداؤد)

(۴۰۴۱) ا۔ سوکھے اور گھنے ہوئے چھواروں میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ اگر وہ نکالے جائیں تو حلال ہیں اور جب نکال دیئے جائیں تو حرام پھران کا حکم مکھی کا سا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر پھل میں کیڑے پڑ جائیں تو پھل حرام نہیں ہوتا۔ اکثر گوالر میں

marfat.com

کیڑے بھنگے کی شکل کے پڑ جاتے ہیں (اشعہ)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِجُبْنَۃٍ فِیْ تَبُوْکَ فَدَعَا بِاالسِّکِّیْنِ فَسَمّٰی فَقَطَعَ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ)

(۴۰۴۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تبوک میں ۱؎ پنیر لایا گیا تو آپ نے چھری منگائی پھر بسم اللہ پڑھی اور کاٹا ۲؎ (ابوداؤد)

(۴۰۴۲) ۱؎ مدینہ منورہ سے خیبر قریباً ایک سو ساٹھ میل ہے۔ خیبر سے تبوک پانچ سو میل یہ شام کے ملک میں واقع ہے' یہ فقیر تبوک کے اوپر سے ہوائی جہاز سے اڑتا ہوا گزرا ہے۔ خیبر میں حاضری دی ہے۔ اب بھی تبوک آباد ہے۔ غزوہ تبوک مشہور غزوہ ہے۔ اس میں یہ واقعہ پیش آیا۔ تبوک منصرف بھی پڑھا جاتا ہے غیر منصرف بھی (مرقات) ۲؎ پنیر کے ٹکڑے اب بھی چھری سے کاٹ کر کھائے جاتے ہیں۔ یہ وہی کی طرح ڈھیلا نہیں ہوتا۔ یعنی حضور انور نے چھری سے کاٹا اور کھایا۔

وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّمَنِ وَالْجُبْنِ وَالْفِرَاءِ فَقَالَ الْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ مِمَّا عَفَا عَنْہُ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَمَوْقُوْفٌ عَلَی الْاَصَحِّ)

(۴۰۴۳) روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے گھی اور پنیر اور حمار وحشی کے متعلق پوچھا گیا ۱؎ تو فرمایا کہ حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ۲؎ اور جس سے خاموشی فرمائی تو وہ اس میں سے ہے جس سے معافی دی ۳؎ (ابن ماجہ' ترمذی) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور صحیح تر قول پر یہ حدیث موقوف ہے ۴؎

(۴۰۴۳) ۱؎ فراء ف کے کسرہ ر کے مد سے ۔ بمعنی حمار وحشی ان تین کے متعلق پوچھا گیا کہ یہ حلال ہیں یا حرام۔ ان کا کھانا کیسا ہے ہماری اردو میں حمار وحشی کو نیل گائے کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے فرا کے معنی کئے ہیں پوستین کہ اس کا پینا جائز ہے یا نہیں تب یہ فرد سے بنے گا ۲؎ کتابہ سے مراد قرآن مجید ہے اور احل و حرم سے مراد عام ہے۔ خواہ صراحۃً حلال و حرام کیا ہو یا اجمالاً۔ لہٰذا رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت کا حلال ہونا اور سور کے گوشت کا حرام ہونا صراحۃً قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ہزارہا حلال و حرام جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال و حرام کئے جیسے کتا گدھا وغیرہ۔ یہ قرآن مجید میں اجمالاً موجود ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **ما اتکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا** یا فرماتا ہے **ویحرم علیھم الخبائث** ان آیات نے بتا دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو دیں وہ لو جس سے منع فرمادیں ان سے باز رہو۔ یا ہمارے نبی مسلمانوں پر گندی چیزیں حرام فرماتے ہیں۔ لہٰذا حدیث کے تمام حلال و حرام قرآن مجید میں اجمالاً مذکور ہیں (از مرقات مع الزیادۃ) ۳؎ یعنی جن چیزوں کو نہ قرآن کریم نے حلال یا حرام کہا نہ حدیث پاک نے یعنی ان کا ذکر ہی کہیں نہیں وہ حلال ہیں۔ یہاں مرقات اور اشعۃ اللمعات اور لمعات نے فرمایا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس سے قرآن و حدیث میں خاموشی ہو وہ حلال ہے آم' مالٹا یوں ہی پلاؤ' زردہ' فرنی یوں ہی لٹھا' ململ یوں ہی میلاد شریف و فاتحہ کی شیرینی سب حلال ہیں۔ کیوں' اس لئے کہ انہیں قرآن و حدیث نے حرام نہیں کیا۔ یہ اسلام کا کلی قانون ہے۔ ۴؎ اس حدیث کے الفاظ اسناد کے لحاظ سے صحیح ہوں یا ضعیف مگر اس کا

marfat.com

مضمون بالکل صحیح ہے۔ کیونکہ اس کی تائید بہت سی آیات قرآنیہ سے ہو رہی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم** الخ **عفا اللہ عنہا** دیکھو۔ یہاں حدیث میں عفی ہے اور قرآن کریم میں عفا اللہ عنہا ہے اور فرماتا ہے **قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ اودما مسفوحا** الخ دیکھو اس آیت میں کسی چیز کی حرمت نہ ملنے کو حلال ہونے کی دلیل ٹھہرایا اور فرماتا ہے **واحل لکم ماوراء ذالکم** ان مذکورہ حرام عورتوں کے سوا تمام عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ دیکھو حرما عورتوں کا کیا حرام کی تفصیل نہ کی حرام چیزیں تو کچھ گنتی کی ہیں۔ باقی کروڑوں چیزیں حلال ہیں۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق میں اور راہ جنت میں دیکھو جہاں اس مسئلہ کی چند آیتیں اور چند حدیثیں اور فقہاء کے اقوال جمع کردے گئے ہیں۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو بغیر دلیل ہر چیز کو حرام کہہ دیتے ہیں۔ حلال کیلئے ثبوت مانگتے ہیں۔ حرام بغیر ثبوت کہہ دیتے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَدِدْتُ اَنَّ عِنْدِیْ خُبْزَۃً بَیْضَاءَ مِنْ بُرَّۃٍ سَمْرَاءَ مُلَبَّقَۃً بِسَمْنٍ وَّلَبَنٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَاتَّخَذَہٗ فَجَآءَ بِہٖ فَقَالَ فِیْ اَیِّ شَیْءٍ کَانَ ھٰذَا قَالَ فِیْ عُکَّۃِ ضَبٍّ قَالَ ارْفَعْہُ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَۃَ) وَقَالَ اَبُوْدَاؤُدَ ھٰذَا حَدِیْثٌ مُّنْکَرٌ۔

(۴۰۴۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس شریتی گندم کی سفید روٹی ہوتی جو گھی اور دودھ سے چوپڑی ہوتی [1] تو قوم میں سے ایک صاحب اٹھے انہوں نے یہ تیار کی پھر لائے تو فرمایا یہ گھی کس چیز میں تھا عرض کیا گوہ کے ڈبہ میں [2]۔ فرمایا اسے اٹھا لو [3]۔ (ابوداؤد) ابن ماجہ۔ ابوداؤد نے کہا یہ حدیث منکر ہے [4]۔

(۴۰۴۴) [1]۔ یعنی ہمارا دل چاہتا ہے کہ اعلیٰ درجہ کی گندم کی روٹی ہو گھی میں چپڑ کر دودھ میں بھگو دی گئی ہو وہ ہم کھائیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی اعلیٰ نعمتیں کھانا یا کھانے کی خواہش کرنا تقویٰ کے خلاف نہیں نہ معلوم کیا وقت تھا اور کیا رنگ تھا کہ اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواہش فرمائی۔ بعض مسلمان اس حدیث کو دیکھ کر یہ ہی کھانا تیار کر کے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ کر کے مساکین کو کھلاتے ہیں۔ عشق کے رنگ نیارے۔ [2]۔ یعنی جو گھی ان روٹیوں میں چپڑا گیا ہے وہ گوہ کی کھال کے مشکیزہ میں تھا غالباً حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس گھی میں ہلکی سی بو محسوس فرمائی۔ اس لئے پوچھا۔ [3]۔ یعنی تم کھالو یا کسی اور کو کھلاؤ۔ ہم ملاحظہ نہ فرمائیں گے۔ معلوم ہوا کہ یہ حرام نہ تھا۔ حضور انور کو ناپسند تھا قدرے مہک کی وجہ سے [4]۔ یعنی ضعیف اور نامقبول ہے۔ اشعۃ اللمعات اور مرقات نے فرمایا کہ ابوداؤد نے اس حدیث کو اس لئے منکر فرمادیا کہ یہ حدیث عادت کریمہ کے خلاف ہے حضور اعلیٰ کھانوں کی آرزو کیسے کر سکتے ہیں۔ آپ تو تابعین و متوکلین کے سردار ہیں ہم نے ابھی اس کی وجہ بیان کر دی کہ یہ عمل شریف یہاں جواز کے لئے ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مرغ کھایا ہے۔ بٹیریں ملاحظہ فرمائی ہیں۔ جب اعلیٰ نعمتوں کا کھانا تقویٰ کے خلاف نہیں تو ان کی خواہش کرنا خلاف تقویٰ کیونکر ہو گا۔

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَکْلِ الثُّوْمِ اِلَّا مَطْبُوْخًا۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

(۴۰۴۵) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بغیر پکائے ہوئے لہسن کھانے سے منع فرمایا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

marfat.com

(۴۰۴۵) ا۔ مسجد میں آنے والے کو کچی پیاز کچا لہسن کھانا سخت منع ہے۔ ویسے عام حالت میں جائز ہے اگرچہ بہتر یہ ہی کہ اس کی بو مار کر کھائے۔ جب تک حقہ کی بو منہ سے آتی رہے مسجد میں نہ آئے کہ یہ بو لہسن پیاز کی بو سے زیادہ سخت ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ زِیَادٍ قَالَ سُئِلَتْ عَائِشَةُ عَنِ الْبَصَلِ فَقَالَتْ اِنَّ اٰخِرَ طَعَامٍ اَکَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ فِیْهِ بَصَلٌ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

(۴۰۴۵) ابوزیاد سے فرماتے ہیں کہ جناب عائشہ سے پیاز کے متعلق پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ آخری کھانا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا وہ تھا جس میں پیاز تھی ا۔ (ابوداؤد)

(۴۰۴۶) ا۔ پکی ہوئی پیاز ہوگی۔ لہٰذا یہ حدیث ممانعت کی احادیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنِ ابْنَیْ بُسْرِ نِ السُّلَمِیَّیْنِ قَالَا دَخَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَدَّمْنَا زُبْدًا وَّتَمْرًا وَکَانَ یُحِبُّ الزُّبْدَ وَالتَّمْرَ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

(۴۰۴۶) روایت ہے بسر کے دو سلمی بیٹوں سے ا۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے مکھن اور چھوہارے پیش کئے حضور مکھن اور چھوہارے پسند فرماتے تھے ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۰۴۷) ا۔ ان میں سے ایک کا نام عطیہ دوسرے کا نام عبداللہ ہے بسر کے بیٹے ہیں چونکہ یہ دونوں صحابی ہیں۔ لہٰذا ان کا نام معلوم نہ ہونا مضر نہیں۔ تمام صحابہ عادل ہیں (مرقات) ۲۔ اس لئے ہم نے یہ ہی چیزیں بارگاہ عالی میں پیش کیں۔ اس کی حکمت پہلے عرض کی جاچکی ہے کہ چھوارے اور مکھن کے ملانے میں کیا مصلحت تھی۔

وَعَنْ عِکْرَاشِ بْنِ ذُؤَیْبٍ قَالَ اُتِیْنَا بِجَفْنَةٍ کَثِیْرَةِ الثَّرِیْدِ وَالْوَذْرِ فَخَبَطْتُ بِیَدِیْ فِیْ نَوَاحِیْهَا فَاَکَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ فَقَبَضَ بِیَدِهِ الْیُسْرٰی عَلٰی یَدِیَ الْیُمْنٰی ثُمَّ قَالَ یَا عِکْرَاشُ کُلْ مِنْ مَوْضِعٍ وَّاحِدٍ فَاِنَّهٗ طَعَامٌ وَّاحِدٌ ثُمَّ اُتِیْنَا بِطَبَقٍ فِیْهِ اَلْوَانُ التَّمْرِ فَجَعَلْتُ اٰکُلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَجَالَتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الطَّبَقِ فَقَالَ یَا عِکْرَاشُ کُلْ مِنْ حَیْثُ شِئْتَ فَاِنَّهٗ غَیْرُ لَوْنٍ وَّاحِدٍ ثُمَّ اُتِیْنَا بِمَاءٍ فَغَسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَیْهِ وَمَسَحَ بِبَلَلِ کَفَّیْهِ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَیْهِ وَرَاْسَهٗ وَقَالَ یَا عِکْرَاشُ هٰذَا الْوُضُوْءُ مِمَّا غَیَّرَتِ النَّارُ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

(۴۰۴۸) روایت ہے حضرت عکراش ابن ذویب سے ا۔ فرماتے ہیں ہمارے پاس بہت ثرید اور گوشت والا پیالہ لایا گیا ۲۔ تو میں نے اس کے کناروں میں ہاتھ مارا ۳۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے سے کھایا ۴۔ پھر حضور نے اپنے ہاتھ سے میرا داہنا ہاتھ پکڑ لیا ۵۔ فرمایا اے عکراش ایک جگہ سے کھاؤ۔ کیونکہ یہ ایک ہی کھانا ہے ۶۔ پھر ہمارے پاس ایک طباق لایا گیا جس میں قسم قسم کے چھوہارے تھے تو میں اپنے سامنے سے کھانے لگا ۷۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ طباق میں گھومنے لگا ۸۔ پھر فرمایا اے عکراش جہاں سے چاہو کھاؤ کہ یہ ایک قسم سے زیادہ ہے ۹۔ پھر ہمارے پاس پانی لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ دھوئے اور ہاتھوں کی تری اپنے چہرے اور کنپٹیوں اور سر پر مل لی ۱۰۔ اور فرمایا اے عکراش یہ وضو ہے اس سے جسے آگ پکلوے ۱۱۔ (ترمذی)

marfat.com

(۴۰۴۸) ا۔ آپ تمیمی ہیں بصرہ میں قیام رہا آپ ہی اپنی قوم کے صدقات لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تھے ۲۔ ثرید کے معنی پہلے بیان ہو چکے کہ گوشت میں بھیگی ہوئی گلائی ہوئی روٹی جس میں بوٹی (شوربا) روٹی یک جان کرلی جائیں وذر جمع ہے وذرۃ کی ۔ بمعنی گوشت کے ٹکڑے بغیر ہڈی والے یعنی چھوٹی بوٹیاں (مرقات 'لمعات) ۳۔ یعنی ہر طرف سے کھانا شروع کیا۔ خبطب بنا ہے خبط سے ۔ بمعنی اونٹ کا چارہ چرنا۔ چونکہ اونٹ ہر طرف سے کھاتا ہے اس لئے ہر طرف سے کھانے کو خبط کہا جاتا ہے ۴۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے سامنے سے کھانا حضرات عکراش کی تعلیم کے لئے کہ انہیں کھانے کا طریقہ آجائے۔ ورنہ حضور ہر طرف سے کھاسکتے کیونکہ آپ اپنے خلوم کے ساتھ کھا رہے تھے۔ لہٰذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں کہ حضور انور کے ساتھ حضرت انس کھا رہے تھے تو آپ پیالہ میں ہر طرف سے کدو تلاش کر کے کھاتے رہے۔ وہ عمل بھی تعلیم کے لئے تھا۔ معلوم ہوا کہ عالم قولی تبلیغ کے ساتھ عملی تبلیغ بھی کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال عملی تبلیغ فرما کر پھر ظہور نبوت کے بعد قولی تبلیغ کی ۵۔ کیونکہ حضور انور کا بایاں ہاتھ صاف تھا داہنے ہاتھ میں سالن کا اثر تھا۔ حضرت عکراش کے داہنے کا اوپر کا حصہ صاف تھا ۶۔ اور جب کھانا ایک ہو تو ہر طرف سے کھانا حریص ہونے کی علامت ہے کہ دوسرے کے سامنے بوٹی یا روغن لے کر کھایا جائے۔ لہٰذا صرف اپنے سامنے سے کھاؤ (مرقات) ۷۔ یہ ہے حضور انور کے فرمان پر عمل کہ اب اس طباق میں بھی حضرت عکراش کا ہاتھ گردش نہیں کرتا۔ ان ہاتھوں پر قربان ۸۔ اب ہاتھ شریف کی گردش بھی تعلیم کے لئے تھی کہ اسے عکراش ہم کو دیکھو ہم ہر طرف سے کھا رہے ہیں تم بھی ہر طرف سے کھاؤ ۹۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ اگر پھل، مٹھائی بھی ایک قسم ہو تو ہر شخص اپنے سامنے سے ہی کھائے۔ اگر چند قسم کی ہو تو جہاں سے جو چاہے اٹھالے۔ مگر پھر بھی درمیان سے نہ کھائے بلکہ دوسرے کناروں سے کھا سکتا ہے (مرقات) خیال رہے کہ اگر برتن میں اکیلا آدمی ہی کھا رہا ہے تب بھی اپنے سامنے سے ہی کھائے کہ یہ ہی سنت ہے جبکہ ایک ہی کھانا ہو ۱۰۔ یہ اس لئے کہ اس وقت رومال موجود نہ تھا یا بیان جواز کے لئے کہ اسی طرح اعضاء پر اپنے تر ہاتھ خشک کر لینا بھی جائز ہے خیال رہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے تو انہیں نہ پونچھے اور جب کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے تو پونچھ لے اس میں بڑی حکمت ہے ۱۱۔ یعنی وہ جو ہم نے فرمایا ہے کہ آگ کی پکی چیز کھانے سے وضو کرے۔ وہاں وضو سے مراد یہ ہی ہاتھ دھونا کلی کرنا ہے نہ کہ نماز کا وضو

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ اَهْلَهُ الْوَعْكُ اَمَرَ بِالْحَسَآءِ فَصُنِعَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ فَحَسَوْا مِنْهُ وَ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّهُ لَيَرْتُوْ فُؤَادَ الْحَزِيْنِ وَيَسْرُوْ عَنْ فُؤَادِ السَّقِيْمِ كَمَا تَسْرُوْ اِحْدٰىكُنَّ الْوَسَخَ بِالْمَآءِ عَنْ وَجْهِهَا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

(۴۰۴۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو جب بخار آتا تو آپ سیرے (پتلا) کا حکم دیتے وہ تیار کیا جاتا پھر انہیں حکم دیتے تو وہ اس سے پیتے ۱۔ اور فرماتے کہ یہ غمگین کے دل کو قوت دیتا ہے اور بیمار کے دل سے تنگی دور کرتا ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنے چہرے سے پانی کے ذریعہ میل دور کرتی ہے ۲۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۴۰۴۹) ا۔ حسا جانے کی چیز کو کہتے ہیں۔ یہ آٹے، گھی، شکر سے تیار کیا جاتا ہے۔ اتنا پتلا کہ پیا جا سکتا ہے۔ جسے پنجابی میں

marfat.com

سیرا کہتے ہیں۔ اردو میں پٹنا عربی میں حسا یہ نہایت لذیذ' نرم اور زود ہضم ہوتا ہے بہت طاقت کی چیز ہے۔ یعنی پٹنا' سیرا غمگین اور بیمار دونوں کے لئے مفید ہے کہ اس سے غم بھی غلط ہوتا ہے اور دل کی کمزوری گھبراہٹ و تنگی جو بیماری سے پیدا ہوتی ہے جاتی رہتی ہے۔ اب بھی اس کا تجربہ ہوتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَفِیْهَا شِفَآءٌ مِّنَ السَّمِّ وَالْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَآؤُهَا شِفَآءٌ لِّلْعَیْنِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۰۵۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عجوہ جنت سے ہے اور اس میں شفاء ہے زہر سے ۱؎ اور کمبی من سے ہے اور اس کا پانی شفا ہے آنکھ کے لئے ہے ۲؎ (ترمذی) ۳؎

(۴۰۵۰) ۱؎ اسکی شرح ہو چکی ہے یہ تاثیر یا تو ہر عجوہ کھجور میں ہے یا مدینہ منورہ کی عجوہ کھجور میں دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں حق یہ ہے کہ عجوہ کھجور جنت میں ملے گی اور اس میں جنت کے پھلوں کی سی برکت ہے اس سے تکالیف بیماری دور ہوتی ہیں۔ اور تندرستی بحال رہتی ہے۔ ۲؎ اس کی شرح بھی گزر گئی کہ کمبی جسے سانپ کی چھتری یا بلی کا پاؤں بھی کہتے ہیں۔ جو برسات کے موسم میں بھیگی لکڑی میں چھتری کی طرح نمودار ہوتی ہے۔ یا تو بنی اسرائیل کا من یہ ہی تھی یا من کی طرح یہ بھی اعلیٰ نعمت ہے جو بغیر محنت ہم کو مل جاتی ہے۔ اس کا عرق آنکھ کی بعض بیماریوں میں مفید ہے لہٰذا کوئی بغیر طبیب حاذق کے مشورہ کے اس کا استعمال نہ کرے۔ یہ ہی حال تمام احادیث کی دواؤں کا ہے کہ تمام دوائیں برحق ہیں مگر ہم ان کا استعمال طبیب کی رائے سے کریں۔ ۳؎ یہ حدیث احمد' ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے اور احمد' نسائی' ابن ماجہ نے ابو سعید خدری اور حضرت جابر سے روایت کی بخاری نے بروایت ابن عباس یہ زیادتی کی کہ عربی مینڈھا سیاہ رنگ کا شفا ہے عرق النساء کو کہ اس کا گوشت مریض کو کھلایا جائے اور اس کا شوربا اسے پلایا جائے (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ ضِفْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَةٍ فَاَمَرَ بِجَنْبٍ فَشُوِیَ ثُمَّ اَخَذَ الشَّفْرَةَ فَجَعَلَ یَحُزُّ لِیْ بِهَا مِنْهُ فَجَآءَ بِلَالٌ یُّؤْذِنُهٗ بِالصَّلٰوةِ فَاَلْقَى الشَّفْرَةَ فَقَالَ مَالَهٗ تَرِبَتْ یَدَاهُ قَالَ وَكَانَ شَارِبُهٗ وَفَاءً فَقَالَ لِیْ اَقُصُّهٗ لَكَ عَلٰى سِوَاكٍ اَوْ اَقُصُّهٗ عَلٰى سِوَاكٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۰۵۱) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہمان ہوا ۲؎ تو آپ نے دستی کا حکم دیا وہ بھونی گئی پھر چھری لی پھر اس میں سے میرے لئے چھری سے کاٹنے لگے ۳؎ پھر بلال حضور کو نماز کی اطلاع دینے آئے ۴؎ تو آپ نے چھری ڈال دی فرمایا اسے کیا ہوا اس کے ہاتھ گرد آلود ہوں ۵؎ فرمایا ان کی مونچھیں بڑی تھیں ۶؎ تو مجھ سے فرمایا میں انہیں مسواک پر کتر دوں یا تم مسواک پر کتر لو ۷؎ (ترمذی)

marfat.com

(۴۰۵۱) ۱۔ آپ مشہور صحابی ہیں آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے۔ آپ خندق کے سال ایمان لائے۔ صلح حدیبیہ میں حاضر تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے گورنر رہے۔ بڑے مدبر نہایت ملقمند صاحب الرائے صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔ ۲۔ یعنی ایک شب میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے گھر بطور مہمان تشریف لے گئے۔ یہ معنی نہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مہمان اپنا بنایا۔ جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا۔ یہ پتہ نہیں کہ میزبان کون صحابی تھے ۳۔ یا تو صاحب خانہ نے اپنے خادم کو یہ حکم دیا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب خانہ کو حکم دیا۔ اگر میزبان سے بے تکلفی ہو تو مہمان اپنے پسندیدہ کھانے کی فرمائش کر سکتا ہے۔ کہ وہ گویا اس کا اپنا ہی گھر ہوتا ہے۔ ۴۔ یہ حضور انور کی بندہ نوازی کی شان ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنے خدام کے لئے گوشت کاٹتے ہیں۔ خیال رہے کہ سکین ہر چھری کو کہتے ہیں۔ مگر شفرہ چوڑی اور پرانی چھری کو کہا جاتا ہے ۵۔ حضرت بلال ابن ابی رباح کی کنیت شریف ابو عبدالرحمٰن ہے۔ مزار پر انوار دمشق میں ہے۔ آپ نے اولاد کوئی نہ چھوڑی (مرقات) فقیر نے مزار مقدس پر حاضری دی ہے جس کا ذکر ہمارے سفرنامہ قبلیسن میں ہے۔ یہ اطلاع دینا علاوہ اذان کے تھا۔ حضرت بلال اذان کے بعد خصوصی طور پر نماز کے لئے حضور کی خدمت میں عرض کرتے تھے ۶۔ یعنی وقت نماز ابھی کافی ہے اور بلال جلدی کر رہے ہیں۔ کھانا کھایا جا رہا تھا کہ حضرت بلال نے نماز کے لئے عرض کیا۔ عشاء کا وقت بڑا وسیع ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں جماعت کے لئے گھنٹہ، منٹ مقرر نہ تھے ۷۔ کہ مونچھوں کے بال ہونٹ کے کنارہ سے آگے تھے۔ یہاں ضمیر بجائے متکلم کے غائب ارشاد ہوئی جیسے ہم اپنے کو کہتے ہیں یہ گنہگار حاضر ہے اور ہو سکتا ہے کہ شاربہ کی ضمیر حضرت بلال کی طرف لوٹتی ہو۔ یعنی جناب بلال کی مونچھیں بڑی تھیں۔ ۸۔ یعنی یا تو ہم تمہاری مونچھوں کے بڑے بال مسواک پر رکھ کر کاٹ دیں یا تم خود ہی اس طرح ابھی کاٹ لو معلوم ہوا کہ حضور انور کو لمبی مونچھیں سخت ناپسند ہیں۔ ان سے ایسی نفرت ہے کہ گھر جا کر قینچی سے کاٹنے کی اجازت نہ دی۔ بلکہ فرمایا ابھی کاٹ لو یا ہم خود کاٹ دیں۔ مسلمان اس سے عبرت پکڑیں۔ خیال رہے کہ مونچھیں منڈانا بھی منع ہے اور بہت پست کرنا بھی منع، بلکہ اتنی کاٹنا کہ ہونٹ کا کنارہ بخوبی کھل جائے سنت ہے۔ شارب کے یہ ہی معنی ہیں۔ اس سے مونچھیں پانی پیتے وقت پانی میں ڈوبتی نہیں (مرقات) اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا إِذَا حَضَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا لَمْ نَضَعْ أَيْدِيَنَا حَتّٰى يَبْدَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعَ يَدَهُ وَإِنَّا حَضَرْنَا مَعَهُ مَرَّةً طَعَامًا فَجَاءَتْ جَارِيَةٌ كَأَنَّهَا تُدْفَعُ فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهَا ثُمَّ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ كَأَنَّمَا يُدْفَعُ فَأَخَذَ بِيَدِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ أَنْ لَا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ جَاءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ لِيَسْتَحِلَّ بِهَا

(۴۰۵۱) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں حاضر ہوتے تو اپنا ہاتھ نہ لگاتے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے رکھتے اپنے ہاتھ ۱۔ ایک بار حضور کے ساتھ کسی کھانے پر حاضر ہوئے تو ایک لڑکی آئی گویا وہ دھکیلی جا رہی ہے ۲۔ وہ اپنا ہاتھ کھانے میں لگانے لگی ۳۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک بدوی آیا گویا دھکیلا جا رہا ہے ۴۔ حضور نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اپنے لئے کھانا حلال کرتا ہے اس سے کہ کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے ۵۔ وہ

marfat.com

فَاَخَذْتُ بِيَدِهَا فَجَآءَ بِهٰذَا الْاَعْرَابِيِّ يَسْتَحِلُّ بِهٖ فَاَخَذْتُ بِيَدِهٖ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ يَدَهٗ فِيْ يَدِيْ مَعَ يَدِهَا ذَادَ فِيْ رِوَايَةٍ ثُمَّ ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ وَاَكَلَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اسے لایا تاکہ اس کے ذریعہ کھانا حلال کرے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر اس بدوی کو لایا کہ کھانا حلال کرے میں نے اسکا ہاتھ بھی پکڑ لیا ۶۔ اسکی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ شیطان کا ہاتھ ان کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے ۷۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر بسم اللہ پڑھی اور کھایا ۸۔ (مسلم)

(۴۰۵۱) ۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب کسی بزرگ کے ساتھ دسترخوان پر حاضر ہو تو ان سے پہلے کھانا شروع نہ کرے کہ اس میں بے ادبی ہے یہ اس صورت میں ہے کہ سارے کھانے والوں بالغ ہوں۔ ان میں ایک بزرگ باقی خدام لیکن اگر کھانے والے میں کوئی ناسمجھ بچہ بھی ہو تو وہ پہلے کھانا شروع کر سکتا ہے۔ بلکہ اس کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں۔ اور کھانا کھا چکنے پر اس کے ہاتھ پیچھے دھلائے جائیں۔ کیونکہ بچے آہستہ آہستہ کھاتے ہیں۔ دیر تک کھاتے ہیں اور کھانا سامنے آنے پر زیادہ صبر نہیں کر سکتے۔ یہ تمام احکام عالمگیری وغیرہ میں مطالعہ کرو ۲۔ جاریہ سے مراد لونڈی نہیں بلکہ چھوٹی بچی ہے جو اتنی تیز دوڑتی آ رہی تھی۔ جیسے کسی نے اسے اس طرف دھکا دیا ہو۔ دھکا کھا کر انسان بہت تیزی سے گرتا ہے ۳۔ یعنی ابھی ہم نے کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اس نے پہلے ہی ہاتھ ڈالنا چاہا۔ بغیر بسم اللہ پڑھے ہوئے درحقیقت اسے شیطان اسی طرح بھگائے ہوئے لا رہا ہے ۴۔ یہاں بھی یہ ہی حال تھا کہ وہ بدوی صاحب بھی ان حضرات سے پہلے ہی بغیر بسم اللہ پڑھے ہوئے ہاتھ ڈالنا چاہتے تھے۔ یہاں بھی شیطان ہی کا دھکا تھا ۵۔ یعنی اگر جماعت میں ایک آدمی بھی بغیر بسم اللہ کھانے لگے تو شیطان اس کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔ تم سب کو بسم اللہ پڑھ کر کھاتے شیطان کو ساتھ کھانے کی جرات نہ ہوتی اس لئے وہ آگے پیچھے ان دونوں کو لایا کہ یہ بغیر بسم اللہ کھائیں اور ان کے ذریعہ شیطان بھی کھائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ بچے جو بسم اللہ پڑھ سکیں ضرور بسم اللہ پڑھ کر کھایا کریں۔ ورنہ شیطان کھانے میں شریک ہو گا ہاں بلکل بے سمجھ بچہ جو صحیح بول نہ سکے اس حکم سے علیحدہ ہے ۶۔ تاکہ یوں دونوں میں سے کوئی بغیر بسم اللہ ہاتھ نہ ڈال سکے اور شیطان کو موقع نہ ملے اس کی کوشش بیکار جائے۔ ۷۔ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں ہے **بیدھما** اس سیہ ضمیر کا مرجع وہ لڑکی اور یہ بدوی دونوں ہیں۔ یعنی ان دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ شیطان کا ہاتھ بھی میرے ہاتھ میں ہے۔ اس نسخہ میں بیدھا ہے جس کا مرجع لڑکی ہے۔ چونکہ پہلے وہ ہی آئی تھی اس لئے اس کا ذکر فرمایا اس سے معلوم ہوا جس کے ساتھ یا جس پر شیطان ہو اس کو پکڑ لینے سے وہ شیطان بھی پکڑا جاتا ہے۔ بعض عاملین کو دیکھا گیا کہ وہ اس شخص کے بال یا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں جس پر شیطان سوار ہو۔ اس سے خود شیطان قبضہ میں آجاتا ہے اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہو سکتی ہے ۸۔ ان دونوں نے بھی بسم اللہ پڑھ کر کھایا اور دوسرے حضرات نے بھی۔ حضرات صوفیا چشتیہ فرماتے ہیں کہ قوالی اہل کے لئے حلال ہے نااہل کے لئے حرام اگر مجمع میں ایک بھی نااہل شریک ہو جائے تو سب کے لئے ممنوع۔ کیونکہ نااہل کی شرکت سے شیطان شریک ہو جاتا ہے اور وہ کام شیطانی بن جاتا ہے اس قول کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ اگر کھانے والوں کو جماعت میں ایک شخص بھی بغیر بسم اللہ شریک ہو جائے تو شیطان شریک ہو جاتا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۴۰۵۳) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ

marfat.com

وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنْ یَّشْتَرِیَ غُلَامًا فَاَلْقٰی بَیْنَ یَدَیْهِ تَمْرًا فَاَکَلَ الْغُلَامُ فَاَکْثَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ کَثْرَةَ الْاَکْلِ شُؤْمٌ وَاَمَرَ بِرَدِّهٖ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

علیہ وسلم نے ایک غلام کو خریدنے کا ارادہ کیا۔ اس کے سامنے چھوہارے ڈالے اس نے کھائے تو بہت کھائے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت کھانا نحوست ہے۔ اور اس کی واپسی کا حکم دیا۔ (بیہقی شعب الایمان)

(۴۰۵۳) ا۔ یعنی بہت کھانا کفار کی علامت ہے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن میں کفر کی علامت ہونا نحوست ہے۔ لہٰذا اسے واپس کردو۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلام کا بہت کھانا عیب ہے جس کی وجہ سے اسے واپس کیا جاسکتا ہے۔

وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَیِّدُ اِدَامِکُمُ الْمِلْحُ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۴۰۵۴) روایت ہے حضرت انس بن مالک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے سالن کا سردار ا۔ نمک ہے ۲۔ (ابن ماجہ)

(۴۰۵۴) ا۔ یہاں سرداری سے مراد کم خرچ ہونا قناعت کا باعث ہونا ہے۔ ۲۔ بعض تارکین دنیا صرف نمک سے روٹی کھالیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہی حدیث پاک ہے مقصد یہ ہے کہ اگرچہ کھجور، شکر، گھی سے بھی روٹی کھائی جاسکتی ہے مگر نمک سے روٹی کھانا مفید بھی ہے آسان بھی کہ نمک آسانی سے میسر ہو جاتا ہے۔ خیال رہے کہ بعض لحاظ سے گوشت سالنوں کا سردار ہے بعض لحاظ سے سرکہ اور بعض لحاظ سے نمک۔ لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں گوشت یا سرکہ کو سالن کا سردار فرمایا گیا ہے۔ جیسے بعض لحاظ سے حضرت فاطمہ تمام عورتوں کی سردار ہیں۔ بعض لحاظ سے حضرت عائشہ صدیقہ، چنانچہ طبرانی نے اوسط میں ابو نعیم نے کتاب الطب میں کہ دنیا میں سالن کا سردار گوشت ہے۔ پینے کی چیزوں میں سردار پانی ہے خوشبوؤں میں سردار قباغیہ سے (مرقات) کھانوں کی لذت نمک سے وابستہ ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ زعفران مثقال سے فروخت ہوتا ہے اور نمک احمال (ڈھیروں) سے حالانکہ زعفران سے نمک اعلیٰ ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ الطَّعَامُ فَاخْلَعُوْا نِعَالَکُمْ فَاِنَّهٗ اَرْوَحُ لِاَقْدَامِکُمْ (اَلدَّارِمِیُّ)

(۴۰۵۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کھانا رکھا جائے تو اپنے جوتے اتار دو کہ یہ تمہارے قدموں کی راحت کا باعث ہے ا۔

(۴۰۵۵) ا۔ یعنی جب تمہارے سامنے کھانے کے لئے کھانا رکھا جائے تو جوتے اتار دو۔ جوتا پہن کر کھانا نہ کھاؤ۔ ننگے پاؤں کھانا کھانا مفید بھی ہے اور اس میں کھانے کا ادب بھی۔

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّهَا کَانَتْ اِذَا اُتِیَتْ بِثَرِیْدٍ اَمَرَتْ بِهٖ فَغُطِّیَ حَتّٰی تَذْهَبَ فَوْرَتُهٗ دُخَانِهٖ وَتَقُوْلُ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ هُوَ اَعْظَمُ لِلْبَرَکَةِ۔

(۴۰۵۶) روایت ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر سے کہ جب ان کے پاس ثرید لایا جاتا تو اس کے متعلق حکم دیتیں تو ڈھک دیا جاتا حتیٰ کہ اس کے دھوئیں کا جوش جاتا رہتا ا۔ اور فرماتیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ عمل برکت بڑھانے

marfat.com

والا ہے ۲۔ (داری)

(۴۰۵۶) ۱۔ ثرید کے معنی پہلے بیان کئے جا چکے ہیں۔ شوربے میں گلائی ہوئی روٹی۔ یعنی آپ بہت گرم کھانا نہ کھاتی تھیں اور کھانا کھول کر پھونکیں مار کر ٹھنڈا نہ کرتی تھیں۔ بلکہ پکنے کے بعد کچھ دیر ڈھکا رہنے دیتیں۔ جب خود ٹھنڈا ہو جاتا تو کھاتی تھیں ۲۔ یعنی کھانے کا قدرے ٹھنڈا ہو جانا اور پھونکوں سے ٹھنڈا نہ کرنا برکت کا باعث ہے۔ اس لئے کھانے میں بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ دیلمی شریف میں ہے کہ گرم کھانے میں برکت نہیں۔

وَعَنْ نُبَيْشَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ فِيْ قَصْعَةٍ ثُمَّ لَحِسَهَا تَقُوْلُ لَهُ الْقَصْعَةُ اَعْتَقَكَ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ كَمَا اَعْتَقْتَنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ - (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

(۴۰۵۷) روایت ہے حضرت نبیشہ سے فرماتے ہیں ۱۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو پیالہ میں کھائے پھر اسے چاٹ لے تو پیالہ اس سے کہلایا ہے کہ تجھے اللہ آگ سے آزاد کرے جیسے تو نے مجھے شیطان سے آزاد کرایا ۲۔ (رزین)

(۴۰۵۷) ۱۔ یہ وہ ہی نبیشہ ہیں جن کا ذکر ابھی کچھ پہلے ہوا جنہیں نبیشہ الخیر کہتے ہیں ۲۔ ظاہر یہ ہوا کہ پیالہ اپنی زبان میں یہ الفاظ رکھتا ہے۔ صرف زبان حال مراد نہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ سنا ہوا برتن بغیر صاف کئے ہوئے پڑا رہے تو اس سے شیطان چاٹتا ہے۔ حدیث ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ بعض نے فرمایا کہ کہنے سے مراد ہے زبان حال سے کہنا اور شیطان کے چاٹنے سے مراد کتے بلوں کا چاٹنا کہ سنے ہوئے برتن کو کتے بلے چاٹتے ہیں۔ اس سے برتن کی توہین ہوتی ہے۔

بَابُ الضِّيَافَةِ

دعوت کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ضیافت بنا ہے ضیف سے بمعنی مائل ہونا۔ اصطلاح میں دعوت کو بھی کہتے ہیں اور مہمان کو بھی۔ اس لئے مہمان کو ضیف کہا جاتا ہے جمع اضیاف دعوت اور مہمان دونوں میں کچھ کھانے والے کے آداب ہیں کچھ کھلانے والے کے آداب بہتر یہ ہے کہ ہر ایک اپنے آداب و احکام کا خیال رکھیں۔ یہ احکام و آداب اسی باب میں مذکور ہیں بعض وقت دعوت قبول کرنا سنت ہے بعض وقت مباح بعض حالات میں مکروہ

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ وَفِيْ رِوَايَةٍ بَدَلَ الْجَارِ وَمَنْ كَانَ

(۴۰۵۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ تعالیٰ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا احترام کرے ۱۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے ۲۔ اور جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے یا چپ رہے ۳۔ ایک روایت میں پڑوسی کے بجائے یوں ہے کہ جو اللہ اور آخری دن

marfat.com

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ۔ پر ایمان رکھتا ہو وہ صلہ رحمی کرے ۱۲۔ (مسلم، بخاری)

(۴۰۵۸) ۱۔ مہمان کا احترام یہ ہے کہ اس سے خندہ پیشانی سے ملے اس کے لئے کھانے اور دوسری خدمات کا انتظام کرے حتی الامکان اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرے بعض حضرات خود مہمان کے آگے دسترخوان بچھاتے اس کے ہاتھ دھلاتے ہیں یہ اسی حدیث پر عمل ہے بعض لوگ مہمان کے لئے بقدر طاقت اچھا کھانا پکاتے ہیں وہ بھی اس عمل پر ہے جسے کہتے ہیں مہمان کی خاطر تواضع۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ جو مہمان کی خدمت نہ کرے وہ کافر ہے مطلب یہ ہے کہ مہمان کی خاطر تقاضا ایمان کا ہے جیسے باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری خدمت کر۔ مہمان کی خاطر مومن کی علامت ہے خیال رہے کہ پہلے دن مہمان کے لئے کھانے میں تکلف کر پھر دو دن درمیانہ کھانا پیش کر۔ تین دن کی بھی مہمانی ہوتی ہے۔ بعد میں صدقہ ہے (مرقات) ۲۔ یعنی اس کو تکلیف دینے کے لئے کوئی کام نہ کرے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کے گیارہ حق ہیں (۱) جب اسے تمہاری مدد کی ضرورت ہو اس کی مدد کرو (۲) اگر معمولی قرض مانگے دیدو (۳) اگر وہ غریب ہو تو اس کا خیال رکھو (۴) وہ بیمار ہو تو مزاج پرسی بلکہ ضرورت ہو تیمارداری کرو۔ (۵) مرجائے تو جنازہ کے ساتھ جاؤ۔ (۶) اس کی خوشی میں خوشی کے ساتھ شرکت کرو۔ (۷) اس کے غم و مصیبت میں ہمدردی کے ساتھ شریک رہو (۸) اپنا مکان اتنا اونچا نہ بناؤ کہ اس کی ہوا روک دو، مگر اس کی اجازت سے (۹) گھر میں پھل فروٹ آئے تو اسے **ہدیۃ** بھیجتے رہو۔ نہ بھیج سکو تو خفیہ رکھو اس پر ظاہر نہ ہونے دو۔ تمہارے بچے اس کے بچوں کے سامنے نہ کھائیں (۱۰) اپنے گھر کے دھوئیں سے اسے تکلیف نہ دو (۱۱) اپنے گھر کی چھت پر ایسے نہ چڑھو کہ اس کی بے پردگی ہو۔ قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے پڑوسی کے حقوق وہ ہی ادا کر سکتا ہے جس پر اللہ رحم فرمائے (مرقات) کہا جاتا ہے ہمسایا لو رماں جایا برابر ہونے چاہئیں۔ افسوس مسلمان یہ باتیں بھول گئے قرآن کریم میں پڑوسی کے حقوق کا ذکر فرمایا۔ بہرحال پڑوسی کے حقوق بہت ہیں ان کے ادا کی توفیق رب تعالیٰ سے مانگے۔ ۳۔ خیر سے مراد یا اچھی بات ہے خواہ واجب ہو یا فرض یا سنت یا مستحب یا ہر مباح بات ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مباح بات بھی زیادہ نہ کرے تاکہ ناجائز بات میں نہ پھنس جائیں۔ تجربہ ہے کہ زیادہ بولنے سے اکثر ناجائز باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ جو خاموش رہا وہ سلامت رہا جو سلامت رہا وہ نجات پا گیا۔ فی صد پچانوے گناہ زبان سے ہوتے ہیں اور پانچ فی صدی گناہ دوسرے اعضاء سے۔ مطلب یہ ہے کہ مومن کامل وہ ہے جو بھلی بات منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔ خیال رہے کہ بات ہی ایمان ہے۔ بات ہی کفر۔ بات ہی مقبول ہے۔ بات ہی مردود ۴۔ یعنی اپنے ذی رحم قرابتداروں کے حقوق ادا کرے۔ ذی رحم وہ عزیز ہے جس کا رشتہ ہم سے نسبی ہو۔ محرم وہ ہے جس سے نکاح کرنا حرام ہو۔ لہٰذا داماد محرم ہے ذی رحم نہیں اور چچازاد بھائی ذی رحم ہے محرم نہیں۔ اور سگا بھائی بھتیجا ذی رحم بھی ہے اور محرم بھی یہاں ذی رحم عزیز مراد ہیں خواہ محرم ہوں یا نہ ہوں اگرچہ ساس، سسر، بیوی کے حقوق بھی ادا کرنا ضروری ہے مگر ان کو صد رحمی نہیں کہتے۔ یہ حدیث، طبرانی، ترمذی جامع صغیر وغیرہ میں اور طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس میں علامات ایمان اور بہت چیزیں ارشاد ہوئیں۔

وَعَنْ اَبِیْ شُرَيْحِ اِلْكَعْبِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ جَائِزَتَهٗ۔

(۴۰۵۹) روایت ہے حضرت ابو شریح کعبی سے ۱۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ اپنے مہمان کا احترام کرے ۲۔ اس

marfat.com

يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَالضِّيَافَةُ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهٗ حَتّٰى يُحَرِّجَهٗ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کی مہمانی ایک دن رات ہے ۳۔ اور دعوت تین دن ہے اس کے بعد وہ صدقہ ہے۔ مہمان کو یہ حلال نہیں کہ اس کے پاس ٹھہرا رہے حتیٰ کہ اسے تنگ کردے ۴۔ (مسلم، بخاری)

(۴۰۵۹) ۱۔ آپ کا نام خویلد ابن عمرو ہے عدوی ہیں قبیلہ بنی کعب سے ہیں۔ فتح مکہ کے دن بنی کعب کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ مدینہ منورہ میں وفات پائی ۲۔ ہمارا مہمان وہ ہے جو ہم سے ملاقات کے لئے باہر سے آئے خواہ اس سے ہماری واقفیت پہلے ہو یا نہ ہو جو ہمارے اپنے ہی محلہ یا اپنے شہر میں سے ہم سے ملنے آئے دو چار منٹ کے لئے وہ ملاقاتی ہے مہمان نہیں۔ اس کی خاطر تو کرو مگر اس کی دعوت نہیں ہے اور جو ناواقف شخص اپنے کام کے لئے ہمارے پاس آئے وہ مہمان نہیں جیسے حاکم یا مفتی کے پاس مقدمہ والے یا فتویٰ والے آتے ہیں یہ حاکم کے مہمان نہیں ۳۔ حضرت لیث اس کی بناء پر فرماتے ہیں کہ مہمان کو ایک شب کھانا کھلانا واجب ہے۔ اگر نہ کھلائے گا تو گنہگار ہوگا۔ جائزہ کے معنی ہیں عطیہ ہدیہ اس کی جمع ہے جوائز جیسے فاضلہ کی جمع فواضل یعنی مہمان کا مضبوط و پختہ حق۔ ۴۔ اگر صاحب خانہ خود ہی بخوشی رد کے تو رک جانے میں حرج نہیں لیکن اس پر تنگی ہو اور مہمان ڈٹا رہے یہ بے غیرتی بھی ہے اور مسلمان کو تنگ کرنا یہ بھی ممنوع ہے، یہ قوانین آج عیسائیوں نے اختیار کر لئے ہیں۔ ان کے ہاں مہمان پہلے ہی خط لکھ دیتا ہے کہ میں اتنے روز کے لئے آپ کے ہاں آرہا ہوں۔ پھر جب وہ دن گزر جاتے ہیں اور یہ مہمان کسی وجہ سے ٹھہرتا ہے تو صاحب خانہ کو ان زائد دنوں کا بل ادا کرتا ہے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَا يَقْرُوْنَنَا فَمَا تَرٰى فَقَالَ لَنَا اِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَاَمَرُوْا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِيْ لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلُوْا فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِيْ يَنْبَغِيْ لَهُمْ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۰۶۰) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ ہم کو بھیجتے ہیں ۱۔ تو ہم ایسی قوم پر اترتے ہیں جو ہماری مہمانی نہیں کرتی تو حضور کیا حکم دیتے ہیں ۲۔ تب ہم سے فرمایا کہ اگر تم کسی قوم پر اترو پھر وہ تمہارے لئے وہ دیں جو مہمانوں کے لئے مناسب ہے تو قبول کر لو ۳۔ اگر نہ کریں تو ان سے مہمان کا وہ حق لے لو جو مہمانوں کو مناسب ہے ۴۔ (مسلم، بخاری)

(۴۰۶۰) ۱۔ جہاد کے لئے یا کسی جگہ نمائندہ بنا کر نمائندگی کرنے کے لئے ۲۔ یعنی راستے میں منزل بہ منزل ٹھہرتے ہوئے جاتے ہیں۔ ہم کو کھانے پینے کی بھی ضرورت ہوتی ہے وہاں کے باشندے بے مروتی کرتے ہوئے ہماری بات بھی نہیں پوچھتے ۳۔ ضیف واحد و جمع دونوں کو کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے ضیف **ابراھیم المکرمین** ۴۔ یہ فرمان عالی تو اس کافر قوم کے متعلق ہے جن سے مسلمانوں کا معاہدہ ہوتا تھا۔ کہ ہماری فوج کو تمہیں راشن دینا ہوگا۔ اب اگر وہ یہ وعدہ پورا نہ کریں تو جبراً پورا کرایا جائے یا حالت مخمصہ کا ذکر ہے جب کہ مسافر بھوک سے مر رہا ہو تو جبراً دوسرے سے مال لے کر بقدر ضرورت کھا سکتا ہے۔ ورنہ دوسرے کا مال بغیر اس کی رضامندی استعمال کرنا جائز نہیں (مرقات) لہٰذا یہ حدیث اس آیت کریمہ کے خلاف نہیں۔ **یایھا الذین**

marfat.com

امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل نہ ان احادیث کے خلاف ہے جن میں ڈکیتی اور کسی کا مال چھین لینے سے منع فرمایا گیا۔ بعض نے فرمایا کہ یہ حکم شروع اسلام میں تھا جبکہ امیروں پر فقیروں کی دستگیری واجب بعض شارحین نے فرمایا کہ ایک دن کی مہمانی میزبان پر واجب ہے۔ وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں۔ مگر جمہور کا یہ قول نہیں اور ان شارحین کا یہ استدلال کمزور ہے۔ اگر مہمانی واجب بھی ہو تو یہ جبراً اس سے وصول کرنا کیسے درست ہوا زکوٰۃ دینا مالداروں پر فرض ہے مگر فقراء کو حق نہیں کہ ان کا مال جبراً چھین لیں۔

(۴۰۶۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن یا ایک رات باہر تشریف لائے تو اچانک ابو بکر و عمر تھے ا۔ فرمایا اس گھڑی تم دونوں کو اپنے گھروں سے کس چیز نے نکالا عرض کیا بھوک نے ۲۔ فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھے بھی اس نے نکالا جس نے تم کو نکالا ۳۔ اٹھو! چنانچہ وہ حضور کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے ۴۔ ایک انصاری صاحب کے ہاں گئے ۵۔ تو وہ اپنے گھر میں نہ تھے۔ جب حضور کو ان کی بیوی نے دیکھا بولیں خوش آمدید **اھلا** ۶۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلاں کہاں ہیں ۷۔ بولیں ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں ۸۔ اتنے میں انصاری صاحب آگئے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھا بولے اللہ کا شکر ہے ۹۔ آج مجھ سے بہتر مہمانوں والا کوئی نہیں ۱۰۔ پھر وہ چلے تو ان کی خدمت میں ایک بڑا خوشہ لائے جس میں کچی خشک و تر کھجوریں تھیں عرض کیا اس سے کھایئے ۱۱۔ اور چھری لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دودھ والی سے الگ رہنا ۱۲۔ پھر انہوں نے ان حضرات کے لئے بکری ذبح کی۔ ان صاحبوں نے بکری اور اس خوشہ سے کھایا پانی پیا ۱۳۔ پھر جب سیر ہو گئے اور پانی سے سیراب ہوئے ۱۴۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابو بکر و عمر سے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم سے ان نعمتوں کے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ اَوْ لَیْلَةٍ فَاِذَا هُوَ بِاَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَقَالَ مَا اَخْرَجَكُمَا مِنْ بُیُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ قَالَ الْجُوْعُ قَالَ وَاَنَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَاَخْرَجَنِیَ الَّذِیْ اَخْرَجَكُمَا قُوْمُوْا فَقَامُوْا مَعَهٗ فَاَتٰی رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا هُوَ لَیْسَ فِیْ بَیْتِهٖ فَلَمَّا رَاَتْهُ الْمَرْاَةُ قَالَتْ مَرْحَبًا وَّاَهْلًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیْنَ فُلَانٌ قَالَتْ ذَهَبَ یَسْتَعْذِبُ لَنَا مِنَ الْمَآءِ اِذْ جَآءَ الْاَنْصَارِیُّ فَنَظَرَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَیْهِ ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا اَحَدٌ الْیَوْمَ اَكْرَمَ اَضْیَافًا مِّنِّیْ قَالَ فَانْطَلَقَ فَجَآءَهُمْ بِعِذْقٍ فِیْهِ بُسْرٌ وَّتَمْرٌ وَّرُطَبٌ فَقَالَ كُلُوْا مِنْ هٰذِهٖ وَاَخَذَ الْمُدْیَةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِیَّاكَ وَالْحَلُوْبَ فَذَبَحَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوْا فَلَمَّا اَنْ شَبِعُوْا وَرَوُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَتُسْاَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِیْمِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُیُوْتِكُمُ الْجُوْعُ

marfat.com

ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰی اَصَابَکُمْ ھٰذَا النَّعِیْمُ (رواہ مسلم)
وَذُکِرَ حَدِیْثُ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ کَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِیْ بَابِ الْوَلِیْمَةِ۔

متعلق پوچھا جائے گا قیامت کے دن ۱۵؎ کہ تم کو تمہارے گھروں سے بھوک نے نکالا پھر تم واپس نہ ہوئے حتی کہ تم کو یہ نعمتیں مل گئیں ۱۶؎ (مسلم) ۱۷؎ اور حضرت ابو مسعود کی حدیث کان رجل من الانصار باب الولیمہ میں ذکر کی گئی ۱۸؎

(۴۰۶۱) ۱؎ بعض روایات میں ہے کہ یہ وقت دوپہر کا تھا (اشعہ) ۲؎ ان حضرات کا اس وقت اپنے گھروں سے نکل پڑنا نہ تو کسی سے کچھ مانگنے کے لئے تھا نہ کہیں دعوت میں جانے کے لئے بلکہ وہ وجہ یہ تھی کہ سخت بھوک میں کسی عبادت میں دل نہیں لگا کرتا ایسی حالت میں عبادت کرنا ایسے ہی ممنوع ہے جیسے پیشاب پاخانہ کی سخت حاجت میں عبادت مکروہ ہے اس لئے یہ حضرات اپنی عبادات، نوافل ترک کرکے دل بہلانے باہر آگئے۔ (مرقات) ۳؎ یعنی ہم بھی اس وقت اس وجہ سے باہر تشریف لائے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی تکلیف کو کسی پر ظاہر کرنا جب کہ ناشکری یا گھبراہٹ کے اظہار یا بے صبری کے لئے نہ ہو جائز ہے۔ (مرقات) ان دونوں بزرگوں کا حضور کی خدمت میں بھوک کی شکایات کرنا ایسا ہے جیسے اولاد کا ماں باپ سے بھوک کی شکایت کرنا اور حضور انور کا یہ فرمان ان بزرگوں کی تسکین اور صبر کے لئے ہے یعنی دیکھو ہم کو بھی بھوک ہے۔ مگر صبر بھی ہے۔ خیال رہے کہ ان حضرات کا اس موقعہ پر کمانے کے لئے نہ جانا حتی کہ بھوک نے پریشان کردیا دینی کام میں زیادہ مشغولیت کی وجہ سے تھا جو کمائی سے زیادہ اہم تھا۔ ورنہ وہ دونوں حضرات معاش کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے تھے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ یہ حضرات حضور کا دیدار کرکے سیر ہو جاتے تھے ان کی بھوک جاتی رہتی تھی جیسے قحط کے زمانہ میں مصری لوگ جمال یوسفی دیکھ کر سیر ہو جاتے تھے (اشعۃ اللمعات) ۴؎ دو کے لئے جمع فرمانا یا مجازاً" ہے یا کبھی دو کو جمع بول دیتے ہیں ۵؎ یہ خوش نصیب صحابی حضرت مالک ابن تیہان ہیں کنیت ابو الہیثم، انصاری ہیں جو بڑے وسیع باغ بہت بکریوں کے مالک تھے چونکہ اس مہمانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل تھے۔ یہ دونوں حضرات حضور کے تابع تھے۔ اس لئے اتی صیغہ واحد ارشاد ہوا۔ ۶؎ اہل عرب مہمان کو دیکھ کر یہ الفاظ کہتے ہیں جیسے انگریزی میں ویل کم فارسی میں خوش آمدید ۷؎ یعنی تمہارے خاوند کہاں ہیں معلوم ہوا کہ کبھی اپنے دوست یا خادم کے گھر خود مہمان بن جانا بھی جائز ہے۔ مہمان کے لئے صاحب خانہ کا بلانا ضروری نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مالک مکان گھر میں نہ ہو تو اس کے بال بچوں کے پاس انتظار کے لئے بات چیت کرنا درست ہے جبکہ ضرورۃ ہو بغیر خفوت کے ہو ۸؎ یعنی ہمارے باغ میں پانی ہے مگر قدرے کھاری ہے باغ سے کچھ فاصلہ پر میٹھے پانی کا کنواں ہے۔ وہاں سے پینے کے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں ۹؎ شمائل ترمذی میں ہے کہ یہ بات ہو رہی تھی کہ مالک ابن تیہان یعنی صاحب باغ بھی آگئے۔ پانی کا برتن زمین پر رکھ کر حضور سے لپٹ گئے میرے ماں باپ فدا۔ شعر:

☆ زشان و شوکت سلطان نہ گشت چیزے کم ☆ زالتفات .بمہاں سرائے **مسکینے** ☆
☆ کلاہ گوشہ مسکین بہ آفتاب رسید! ☆ کہ سایہ برسرش افگندچوں تو سلطانے ☆

اس میں حضرت مالک ابن تیہان کی اس عظمت کا ظہور ہے کہ سبحان اللہ حضور انور نے ان کے گھر کو اپنا تصور فرما کر وہاں تشریف ارزانی فرمائی خیال رہے کہ آپ بیعت عقبہ اولی میں شریک ہوئے۔ بارہ نقیبوں میں آپ بھی تھے بدر واحد اور تمام غزوات میں۔

marfat.com

شریک رہے ۱۰؎ یعنی آج معراج کا دولہا عرش اعظم کا مہمان میرے گھر کیسے کرم فرما ہو گیا۔ میں اپنے مقدور پر جس قدر ناز کروں کم ہے آج میرا باغ رشک خلد برین بلکہ رشک عرش بریں ہے ۱۱؎ فوراً چادر بچھائی بڑا سا خوشہ کھجور کا حاضر لائے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے فرمایا صرف رطب کھجوریں ہی کیوں نہ لائے۔ عرض کیا کہ میں ہر قسم کی کھجوریں حاضر لایا ہوں تاکہ جو پسند خاطر ہو وہ ملاحظہ کریں ۱۲؎ یعنی دودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔ بعض بزرگ دودھ والی گائے بکری بھینس کی قربانی نہیں کرتے۔ ان کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ اگرچہ فرمان عالی بطور مشورہ تھا۔ مگر حضور کے مشورہ پر عمل بھی بہت ہی اچھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کو پہلے کچھ پھل کھلانا پھر کھانا پیش کرنا سنت صحابی ہے بعد کھانے کے پھل پیش کرنا بھی سنت ہے جس کی روایات گزر چکیں۔ ۱۳؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضور انور نے دوبارہ کھجوریں کھائیں، کھانے سے پہلے بھی اور کھانے کے بعد بھی ۱۴؎ نووی نے فرمایا کہ شکم سیر کو کھانا پینا جائز ہے جن احادیث میں اس سے ممانعت آتی ہے وہاں ہمیشہ سیر ہو کر کھانا مراد ہے ۱۵؎ کہ تم نے ان نعمتوں کا شکریہ ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بھوک و پیاس کی حالت میں ایسی نعمتیں عطا فرمائیں **لتسئلن** مخاطب کے صیغہ سے اشارۃً معلوم ہوا کہ قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حساب نہ لیا جائے گا کہ حضور کا ہر عمل تعلیم و تبلیغ کے لئے تھا آپ کا حساب نہیں بلکہ بلا حساب اجر و ثواب بے حساب عطا ہو گا صلی اللہ علیہ وسلم ۱۶؎ یعنی قیامت میں تم سے سوال یہ ہو گا کہ تم نے ان نعمتوں کا شکریہ ادا کیا یا نہیں اگر کیا تو وہ کیا تھا۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے سوال یہ ہو گا کہ ہماری فلاں فلاں نعمتیں تم نے کھائیں یا نہیں غرضیکہ سوال توبیخ اور ہے سوال تعداد کچھ اور مرقات نے یہ دوسرے معنی اختیار فرمائے کہ یہ سوال سوال احترام ہو گا تاکہ سوال توبیخ کہ سوال توبیخ یا کفار سے ہو گا یا غافلوں ناشکروں سے ۱۷؎ اس حدیث کا تتمہ بھی عنقریب آرہا ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو لہیم سے فرمایا کہ جب ہمارے پاس غلام آویں تو تم آنا ہم تم کو ایک غلام عطا فرمائیں گے۔ کچھ روز بعد دو غلام حضور کی بارگاہ میں لائے گئے۔ تب ابو لہیم حاضر بارگاہ ہوئے حضور انور نے فرمایا ان میں سے ایک لے لو۔ عرض کیا حضور آپ ہی انتخاب فرما کر ایک عطا فرمادیں۔ فرمایا لے جاؤ یہ نمازی ہے اس سے برتاؤ اچھا کرنا چنانچہ ابو الہیم اس غلام کو گھر لائے اور اسے آزاد کر دیا ۱۸؎ یعنی ابو مسعود کی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی۔ ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے باب الولیمہ میں نقل کیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَیُّمَا مُسْلِمٍ ضَافَ قَوْمًا فَاَصْبَحَ الضَّیْفُ مَحْرُوْمًا کَانَ حَقًّا عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ نَصْرُہٗ حَتّٰی یَاْخُذَ لَہٗ بِقِرَاہُ مِنْ مَالِہٖ وَزَرْعِہٖ۔ (رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ) وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ وَاَیُّمَا رَجُلٍ ضَافَ قَوْمًا فَلَمْ یَقْرُوْہُ کَانَ لَہٗ اَنْ یُّعْقِبَہُمْ بِمِثْلِ قِرَاہُ۔

(۴۰۶۲) روایت ہے حضرت مقدام ابن معدی کرب سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو کسی قوم کا مہمان ہو پھر مہمان محروم رہے تو ہر مسلمان پر اس کی مدد کرنا لازم ہے ۱؎ یہاں تک کہ وہ اپنی مہمانی اس کے مال اور کھیت سے حاصل کرے ۲؎ دارمی اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جو شخص کسی قوم کا مہمان بنے پھر وہ اس کی مہمان نوازی نہ کرے تو اسے حق ہے کہ اپنی مہمانی کی مقدار لے لے

marfat.com

(۴۰۶۲) ا۔ اس طرح کہ میزبان اسے مہمان نہ بنائے اسے کھانا نہ دے تو اس کے پڑوس کے مسلمان اس میزبان کو سمجھا بجھا کر یا برا بھلا کہہ کر اس سے کھانا دلوا دیں ۲۔ یعنی اگر سمجھانے بجھانے پر بھی میزبان اس مہمان کا حق نہ دے تو دوسرے مسلمان اس مہمان کی مدد کریں کہ وہ میزبان کے مال و کھیت میں سے ایک دن کے کھانے کے بقدر وصول کر کے اس حدیث کے دو ہی مطلب ہیں جو ابھی کچھ پہلے حضرت عقبہ ابن عامر کی روایت کی شرح میں عرض کیے گئے۔ کہ یہ مہمان سے مراد سے مسلمان مہمان اور میزبان سے مراد ہے وہ کافر جماعت جس سے اس شرط پر صلح کی گئی تھی کہ ہمارے مسلمان مہمان کو کھانا دیا کریں یا وہ مہمان مراد ہے جو بھوک سے مر رہا ہو۔ دوسرے کے پاس کھانا ہو وہ اسے مرتے ہوئے دیکھے اور کھانا نہ دے ایسی مجبوری میں وہ جبراً اس کے مال سے کھا سکتا ہے۔ ورنہ بغیر ان حالات کے کسی کا مال جبراً لینا جائز نہیں حضرت خضر و موسیٰ علیہ السلام اطاکیہ والوں پر گئے تو انہوں نے میزبانی نہ کی تو ان بزرگوں نے ان سے کچھ جبراً وصول نہ کیا جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔

وَعَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ الْجُشَمِیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ اِنْ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ فَلَمْ یَقْرِنِیْ وَلَمْ یُضِفْنِیْ ثُمَّ مَرَّ بِیْ بَعْدَ ذٰلِكَ اَقْرِیْهِ اَمْ اَجْزِیْهِ قَالَ بَلِ اقْرِهِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۰۶۳) روایت ہے حضرت ابوالاحوص جشمی سے ا۔ وہ اپنے باپ سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمایئے تو اگر میں کسی شخص پر گزروں تو نہ وہ میری مہمانی کرے نہ مجھے دعوت دے پھر وہ مجھ پر اس کے بعد گزرے تو میں اسے مہمان بناؤں یا بدلہ لوں فرمایا بلکہ مہمان بناؤ ۲۔ (ترمذی)

(۴۰۶۳) ا۔ آپ کا نام عوف ابن مالک ابن نفر ہے۔ تابعی ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ رہے اور قتال خوارج میں شہید ہوئے (اشعۃ، مرقات) ۲۔ یعنی اگر اس نے تمہارے ساتھ بے مروتی کی ہے تم تو اس سے بے مروتی نہ کرو۔ برائی کا بدلہ بھلائی سے کرو۔ اس کو حق مہمانی دو۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ادفع بالتی ھی احسن**۔ شعر:۔

☆ بدی را بدی سہل باشد جزا ☆ اگر مردی احسن الی من اساء ☆

وَعَنْ اَنَسٍ اَوْ غَیْرِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اسْتَاْذَنَ عَلٰی سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَقَالَ سَعْدٌ وَعَلَیْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَلَمْ یُسْمِعِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی سَلَّمَ ثَلٰثًا وَرَدَّ عَلَیْهِ سَعْدٌ ثَلٰثًا وَّلَمْ یُسْمِعْهُ فَرَجَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّبَعَهٗ سَعْدٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ مَا سَلَّمْتَ تَسْلِیْمَةً اِلَّا وَهِیَ بِاُذُنَیَّ وَلَقَدْ رَدَدْتُّ عَلَیْكَ وَلَمْ اُسْمِعْكَ اَحْبَبْتُ اَنْ اَسْتَكْثِرَ

(۴۰۶۴) روایت ہے حضرت انس یا ان کے سوا سے ا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد ابن عبادہ کے ہاں اجازت چاہی تو فرمایا السلام علیکم و رحمۃ اللہ تو حضرت سعد نے کہا وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ سنایا حتی کہ حضور نے تین بار سلام کیا ۲۔ اور حضور کو سعد نے جواب دیا سنایا نہیں ۳۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہو گئے ۴۔ تو جناب سعد حضور کے پیچھے گئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میرے باپ آپ پر فدا ۵۔ حضور نے کوئی سلام نہ کیا مگر وہ میرے کان میں پہنچا اور میں نے حضور کا جواب دیا آپ کو نہ سنایا میں نے چاہا کہ آپ کا سلام اور

marfat.com

مِنْ سَلَامِكَ وَمِنَ الْبَرَكَةِ ثُمَّ دَخَلُوا الْبَيْتَ فَقَرَّبَ لَهُ زَبِيْبًا فَأَكَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ وَأَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ۔

(رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

برکت زیادہ حاصل کرلوں ۶۔ پھر وہ سب گھر میں آئے حضور میں کشمش پیش کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھالی ۷۔ پھر جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تمہارا کھانا نیکوں نے کھایا ۸۔ تم پر فرشتوں نے دعاء رحمت کی ۹۔ اور تمہارے پاس روزہ داروں نے افطاری کی ۱۰۔ (شرح السنہ)

(۴۰۶۴) ۱۔ بعض روایات میں ہے عن انس بغیر شک و تردد کے ۲۔ ملاقات کو جانے والا تین بار سلام کرے سلام اجازت دوسرا سلام ملاقات تیسرا سلام رخصت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سلام اجازت کے دروازے کے باہر سے کہے تاکہ صاحب خانہ اندر آنے کی اجازت دیں حضرت سعد نے جواب دیا مگر آہستہ کہ حضور اقدس تک آواز نہ پہنچی جس کیوجہ آگے آرہی ہے کہ انہوں نے اس بہانہ سے حضور کے سلام بار بار لینے کی کوشش کی ۳۔ خیال رہے کہ یہاں حضرت سعد کے سنانے کی نفی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سننے کی نفی نہیں یعنی حضرت سعد نے اتنی پست آواز سے جواب دیا جو سننے کے قابل نہ تھا ورنہ حواس انبیاء بہت قوی ہوتے ہیں وہ حضرات تو خطرات قلبی کو محسوس فرمالیتے ہیں حضرات سلیمان نے تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی آواز سن لی تھی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے تو کیسے ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد کی پست آواز نہ سن سکیں مگر شرعی احکام ظاہر پر جاری ہوتے ہیں۔ اس لئے سرکار واپس ہوگئے ۴۔ کیونکہ شرعی حکم یہ ہے کہ تین بار اجازت مانگنے پر جواب گھر میں سے نہ آئے تو واپس ہو جاؤ یہاں اس مسئلہ کا اظہار مقصود تھا۔ ۵۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ لفظ میرے ماں باپ آپ پر فدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے۔ یعنی امتی صرف حضور سے ہی یہ عرض کر سکتا ہے یا اگر حضور اپنے کرم سے کسی امتی سے فرمادیں تو فرماسکتے ہیں جیسے حضور نے سعد ابن ابی وقاص سے فرمایا۔ **ارم یا سعد فداک ابی وامی** اے سعد تیر چلائے جاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان۔ اب ہم حضور کے سوا کسی سے نہیں کہہ سکتے۔ (مرقات) یہ کلمہ انتہائی محبت کا ہے۔ مسلمان کو انتہائی محبت حضور سے چاہیے۔ ۶۔ خیال رہے کہ سلام کا جواب اتنی آواز سے دینا فرض ہے جسے سلام کرنے والا سن سکے۔ لیکن یہاں تو وجہ ہی کچھ اور تھی کہ حضرت سعد نے جواب پست آواز میں دیا۔ اگر ترک فرض سے ایسی برکت حاصل ہو جائے تو ایسے ترک فرض پر ہزارہا فرض قربان حضرت ام ہانی نے حضور کا پیا ہوا پانی پایا تو روزہ توڑ دیا اور وہ متبرک پانی پی لیا وہ سمجھیں کہ وہ روزہ کی قضا کر لوں گی مگر یہ پانی مجھے کہاں ملے گا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد پر اعتراض نہ فرمایا (از مرقات و اشعۃ اللمعات) شعر:۔

☆ نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں ☆ نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں ☆

اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور انور نے فرمایا تھا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس لئے فرمایا **ومن البرکتہ** اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام حضور کا سلام، حضور کی دعائیں لینے کے لئے بہانہ تلاش کرتے۔ آج مسلمانوں کا یہ پڑھنا یا نبی سلام علیک بہانہ ہے جواب سلام حاصل کرنے کا حضور انور کا میلاد شریف پڑھنا حضور کے نام پر صدقہ و خیرات کرنا بہانہ ہے حضور کی دعائیں لینے کا۔ قرآن کریم فرماتا ہے **ومن الاعراب من یتخذ ما ینفق قربت الخ وصلوت الرسول** یعنی دیہاتی اپنی

marfat.com

خیراتوں کو ذریعہ بناتے ہیں اللہ سے قرب کا اور رسول کی دعائیں لینے کا۔ یہ بہانہ بڑی مبارک چیز ہے ۷۔ بعض روایات میں ہے کہ روٹی اور کش مش پیش کی حضور انور نے کش مش سے روٹی ملاحظہ فرمائی (مرقات) ۸۔ یہ جملہ دعا ہے یا خبر یعنی تمہارا کھانا خدا کرے ہمیشہ ابرار کھائیں۔ فساق، فجار نہ کھائیں یا خبر ہے چونکہ حضور انور سید الابرار ہیں اس لئے حضور انور کا کھانا گویا جہان بھر کے ابرار کا کھانا ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرما سکتے ہیں ہم اپنے کو کس منہ سے ابرار کہیں خدا تعالیٰ ہم گنہگاروں ناہنجاروں کو ابرار کی غلامی نصیب فرماوے ۹۔ یہ بھی دعا ہے یا خبر یعنی خدا کرے ہمیشہ تمہارے لئے فرشتے دعائیں کرتے رہیں یا ہمارے کھانے سے فرشتوں نے تمہارے لئے دعائیں کیں معلوم ہوا کہ حضور انور کا کسی کا کھانا ملاحظہ فرمانا فرشتوں کی دعا کا ذریعہ ہے (مرقات) یہ جملہ دعائیہ ہے۔ یعنی خدا کرے تمہارے کھانے سے روزہ دار افطار کیا کریں تمہارا کھانا اس راہ میں خرچ ہوا کرے کیونکہ اس وقت حضور انور کا نہ تو روزہ تھا نہ یہ وقت افطار کا تھا بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور انور کا روزہ تھا جو حضرت سعد کی خاطر توڑ دیا گیا مگر یہ درست نہیں اس لئے کہ روزہ توڑنے کو افطار نہیں کہتے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ وَمَثَلُ الْاِیْمَانِ کَمَثَلِ الْفَرَسِ فِیْ اٰخِیَّتِہٖ یَجُوْلُ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلٰی اٰخِیَّتِہٖ وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ یَسْھُوْ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلَی الْاِیْمَانِ فَاَطْعِمُوْا طَعَامَکُمُ الْاَتْقِیَاءَ وَاَوْلُوْا مَعْرُوْفَکُمُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔
(رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَاَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَۃِ)

(۴۰۶۵) روایت ہے حضرت ابو سعید سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ مومن اور ایمان کی مثال گھوڑے کی سی ہے اپنی رسی میں جو گھومتا ہے پھر اپنی رسی کی طرف لوٹ آتا ہے ۱۔ اور مومن بھول جاتا ہے پھر ایمان کی طرف لوٹ آتا ہے ۲۔ تو تم اپنا کھانا پرہیزگاروں کو کھلاؤ اور اور نیکو کار مومنوں کو ۳۔ (بیہقی شعب الایمان) ابو نعیم فی الحلیہ

(۴۰۶۵) ۱۔ اخیہ اس لمبی رسی کو کہتے ہیں جس کا ایک کنارہ میخ میں بندھا ہو دوسرا گھوڑے کے پاؤں میں ہو۔ درمیان رسی کو زمین میں دبا دیا ہو۔ اگر گھوڑا کھل جاوے تو گھوم پھر کر پھر اپنے تھان پر آجاتا ہے۔ اس رسی کو اردو میں تھان کہتے ہیں ۲۔ یعنی مومن بھی بھول چوک میں گناہ کے آس پاس گھوم آتا ہے۔ پھر رحمت خداوندی دستگیری کرتی ہے۔ اور اپنے ٹھکانہ پر آجاتا ہے توبہ کرلیتا ہے۔ شعر:۔

☆ تال سوکھ پر بھٹ ہوا اور ہنسا کہیں نہ جائیں ☆ باندھیں بچھی پریت کے اور کنکر چن چن کھائیں! ☆

خیال رہے کہ جیسا بھاگا ہوا گھوڑا جب واپس آتا ہے تو مالک اسے نکالتا نہیں فوراً باندھ لیتا ہے یوں ہی ہم جیسے بھگوڑے گنہگار بندے جب بارگاہ الٰہی میں توبہ کرتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں تو وہ رب کریم ہم کو فوراً قبول فرمالیتا ہے نکالتا نہیں۔ مگر شرط یہ ہی ہے کہ تعلق اس سے قائم رکھیں ۳۔ یعنی کوشش کرو کہ تمہارا کھانا اللہ کے نیک بندے کھائیں تاکہ تم کو نیکی طرف رجوع کرنے کی جلد توفیق ملتی رہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ کَانَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَصْعَۃٌ یَحْمِلُھَا اَرْبَعَۃُ رِجَالٍ یُقَالُ لَھَا الْغَرَّاءُ فَلَمَّا اَضْحَوْا وَسَجَدُوْ

(۴۰۶۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیالہ تھا جسے چار آدمی اٹھاتے تھے جسے غراء کہا جاتا تھا ۲۔ تو جب چاشت پڑھ لیتے تو یہ پیالہ لایا جاتا تھا

marfat.com

الضُّحٰی اُتِیَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ وَقَدْ ثُرِّدَ فِيْهَا فَالْتَفُّوْا عَلَيْهَا فَلَمَّا كَثُرُوْا جَثَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ مَا هٰذِهِ الْجِلْسَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِيْ عَبْدًا كَرِيْمًا وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا عَنِيْدًا ثُمَّ قَالَ كُلُوْا مِنْ جَوَانِبِهَا وَدَعُوْا ذِرْوَتَهَا يُبَارَكْ فِيْهَا۔

اس میں ثرید بنایا ہوا ہوتا تھا ۳۔ لوگ اس پر جمع ہو جاتے تھے پھر جب زیادہ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکڑوں بیٹھ گئے ۴۔ تو ایک بدوی نے کہا یہ بیٹھک کیسی ہے ۵۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے کرم والا بندہ بنایا ہے اور مجھے سرکش متکبر نہیں بنایا ۶۔ پھر فرمایا کہ اس کے کناروں سے کھاؤ درمیان کو چھوڑ دو اس میں برکت دی جائے گی ۷۔ (ابوداؤد)

(۴۰۶۶) ۱۔ آپ سلمی مازنی ہیں۔ آپ خود اور آپ کے والد بسر والدہ عطیہ اور بھائی، بہن، سب صحابیہ صحابی ہیں۔ شام میں مقام حمص میں رہے۔ وہاں وضو کرتے ہوئے اچانک فوت ہوئے ۸۸ اٹھاسی ہجری میں۔ آپ شام کے آخری صحابی ہیں۔ ۲۔ غراء مونث ہے۔ اغرہ کا معنی روشن چمکدار ۳۔ اکثر یہ ثرید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتا تھا۔ ان تمام نمازیوں کے لئے جو نماز اشراق یا چاشت پڑھتے پھر حاضر ہوتے مشائخ کرام کے درباروں کے لنگروں کے لئے یہ حدیث اصل ہے۔ یہ حضور کا لنگر تھا۔ کبھی حضرات صحابہ کرام بھی اس پیالے میں اپنے کھانے شامل کر دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ بعض احادیث میں ہے۔ جیسے آج بعض اہل توفیق بزرگوں کے لنگر کے لئے کچھ نذرانہ پیش کر دیتے ہیں۔ اس کی اصل بھی یہ ہی حدیث ہے اب بھی ماہ رمضان میں بعض اہل مدینہ افطار، سحری کے وقت مسجد نبوی شریف میں لنگر لگاتے ہیں اور بعض اہل خیر اس لنگر میں کچھ چندہ اپنی خوشی سے دیتے ہیں۔ میں نے خود جناب الحاج غلام حسین مدنی کے لنگر میں سحریاں کھائی ہیں۔ اللہ پھر نصیب کرے ۴۔ یعنی لوگ اتنے زیادہ ہونے لگے کہ جگہ تنگ ہو گئی حضور انور نے اس تنگی کی وجہ سے اکڑوں کھانا کھایا مگر الگ کھانا منظور نہ فرمایا سب کے ساتھ ہی کھایا یہ ہے کرم کریمانہ۔ شعر:۔

☆ عجز اللہ رے تمہارا کہ شہ کل ہو مگر ☆ زندگی تم نے غریبوں میں گزاری ساری ☆

۵۔ ان بدوی صاحب نے متکبرین کے طور طریقے دیکھے تھے کہ وہ نشست و برخاست میں بڑی شان و شکوہ ظاہر کرتے ہیں۔ وہ حضور انور کی یہ سادگی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ تعجب سے پوچھا کہ اللہ اکبر یہ شان اور یہ عجز و انکسار اور تواضع ۶۔ یعنی مجھے اللہ تعالیٰ نے کریم سخی و بندہ بنایا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری ہر ادا سے میری بندگی ظاہر ہو اور یہ بیٹھک اظہار بندگی کے لئے بہت ہی مناسب ہے دوسری نشستیں بڑائی ظاہر کرتی ہیں ۷۔ یعنی اے میرے ساتھیو! پیالہ کے کناروں سے اپنے اپنے آگے سے کھاؤ بیچ پیالہ سے نہ کھاؤ کہ بیچ پیالہ میں برکت اترتی ہے۔ وہاں سے کناروں تک پہنچتی ہے۔ اگر تم نے بیچ سے کھانا شروع کر دیا تو وہاں برکت آنا بند ہو جائے غرضیکہ برکت اترنے کی جگہ اور ہے اور برکت لینے کی جگہ کچھ اور۔

وَعَنْ وَحْشِيِّ بْنِ حَرْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَاْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ قَالَ فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَاجْتَمِعُوْا

(۴۰۶۷) روایت ہے حضرت وحشی ابن حرب سے وہ اپنے والد سے راوی وہ اپنے دادا سے ۱۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے ۲۔ فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہو عرض کیا ہاں ۳۔ فرمایا اپنے

marfat.com

عَلٰى طَعَامِكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

کھانے پر جمع ہو جایا کرو اور اللہ کا نام لو تم کو اس میں برکت دی جائے گی ۱۲ (ابوداؤد)

(۴۰۶۷) ۱؎ ان کا نام وحشی ابن حرب ابن وحشی ابن حرب ہے۔ یہ وحشی تابعین سے ہیں اور ان کے دادا وحشی ابن حرب وہ ہیں جنہوں نے زمانہ کفر میں حضرت حمزہ رضی اللہ کو شہید کیا پھر زمانہ اسلام میں خلافت صدیقی میں مسیلمہ کذاب کو جہنم رسید کیا۔ یعنی وحشی نے اپنے باپ حرب سے روایت کی اور حرب نے اپنے باپ وحشی سے روایت کی جو کہ ان راوی وحشی کے دادا ہیں۔ ان وحشی صحابی کے بہت سے بیٹے ہیں۔ یعنی حرب، اسحاق وغیرہم (مرقات واشعہ) ۲؎ یعنی ہم کھاتے زیادہ ہیں اور سیری کم ہوتی ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہم کو قناعت اور قوۃ علی الطاعۃ نصیب ہو وہ کم میسر ہوتی ہے ۳؎ یعنی گھر والے ایک ایک کر کے الگ الگ کھاتے ہیں۔ جمع ہو کر ایک ساتھ نہیں کھاتے سبحان اللہ یہ ہے مرض کا بیان ہے اور یہ ہے حکیم مطلق کی تشخیص اور پہچان ۴؎ یہ ہے ان حکیم مطلق صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج فرمانا کہ جمع ہو کر ایک ساتھ کھانے میں برکت ہے خیال رہے کہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ **لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا** یعنی تم پر گناہ نہیں مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔ کیونکہ آیت کریمہ میں الگ الگ کھانے کے جواز کا ذکر ہے اور اس حدیث پاک میں مل کر کھانے کے استحباب کا تذکرہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ عَسِیْبٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلًا فَمَرَّ بِیْ فَدَعَانِیْ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِ ثُمَّ مَرَّ بِاَبِیْ بَكْرٍ فَدَعَاهُ فَخَرَجَ اِلَيْهِ ثُمَّ مَرَّ بِعُمَرَ فَدَعَاهُ فَخَرَجَ اِلَيْهِ فَانْطَلَقَ حَتّٰى دَخَلَ حَائِطًا لِبَعْضِ الْاَنْصَارِ فَقَالَ لِصَاحِبِ الْحَائِطِ اَطْعِمْنَا بُسْرًا فَجَآءَ بِعِذْقٍ فَوَضَعَهٗ فَاَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ ثُمَّ دَعَا بِمَآءٍ بَارِدٍ فَشَرِبَ فَقَالَ لَتُسْاَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ فَاَخَذَ عُمَرُ الْعِذْقَ فَضَرَبَ بِهِ الْاَرْضَ حَتّٰى تَنَاثَرَ الْبُسْرُ قُبَالَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَمَسْئُوْلُوْنَ عَنْ هٰذَا الْيَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ نَعَمْ اِلَّا مِنْ ثَلٰثٍ خِرْقَةٍ

(۴۰۶۸) روایت ہے حضرت ابو عسیب سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے مجھ پر گزرے تو مجھے بلایا میں نکل آیا پھر جناب ابوبکر پر گزرے انہیں بلایا وہ بھی آپ کے پاس آگئے پھر حضرت عمر پر گزرے تو انہیں بلایا وہ بھی نکل آئے تب چلے ۲؎ حتی کہ کسی انصاری کے باغ میں داخل ہوئے ۳؎ تو باغ والے سے فرمایا ۴؎ ہم کو کچی کھجوریں کھلاؤ ۵؎ وہ ایک خوشہ لائے اس کو رکھ دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے کھایا پھر ٹھنڈا پانی منگایا وہ پیا ۶؎ پھر فرمایا ان نعمتوں کے متعلق تم سے قیامت کے دن سوال ہو گا ۷؎ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے خوشہ لیا اسے زمین پر مارا حتی کہ کھجوریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھڑ گئیں۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ ہم قیامت کے دن اسکے متعلق پوچھے جائیں گے ۸؎ فرمایا ہاں بجز تین چیزوں کے، ۹؎ وہ چیتھڑا جس سے انسان اپنا ستر لپیٹ لے وہ ٹکڑا

marfat.com

لَفَّ بِهَا الرَّجُلُ عَوْرَتَهٗ اَوْ كِسْرَةٍ سَدَّ بِهَا جُوْعَتَهٗ اَوْ حُجْرٍ يَتَدَخَّلُ فِيْهِ مِنَ الْحَرِّ وَالْقَرِّ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

روٹی کا جس سے اپنی بھوک دفع کرے وہ سوراخ جس میں سردی گرمی سے بہ تکلف داخل ہو جائے ۱۰ (احمد، بیہقی شعب الایمان)

۱۱

(۴۰۶۸) ۱۔ آپ کا نام احمد، لقب احمر ہے۔ کنیت ابو عسیب مگر اپنی نسبت میں مشہور ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ۲۔ یعنی چار حضرات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ساتھ ہی یہ تین خدام بارگاہ ۳۔ یہ باغ ابوالہیثم کا تھا۔ یا کسی اور انصاری کا مگر یہ واقعہ دوسرا ہے اور جو پہلے مذکور ہوا وہ دوسرا تھا ۴۔ پہلے جو واقعہ مذکور ہوا وہاں باغ والے صاحب خود کھجوروں کا خوشہ لائے تھے اور بکری ذبح کی تھی۔ یہاں طلب سرکار نے فرمائی۔ لہٰذا یہ واقعہ دوسرا ہے۔ ۵۔ یہ سوال وہ نہیں جس سے منع فرمایا گیا ہے۔ یعنی ذات کا سوال یہ سوال ایسا ہے جیسے والد اپنی اولاد سے یا مولیٰ اپنے غلام سے یا دوست اپنے دوست سے کچھ طلب کرے اس سوال سے تو صاحب خانہ کو قیامت تک کے لئے فخر ہو گیا۔ کہ مجھے سرکار، حضور نے اس لائق سمجھا کہ مجھ سے یہ طلب فرمایا۔ لہٰذا یہ احادیث شریف میں تعارض نہیں جس سوال سے ممانعت ہے وہ اور سوال ہے یہ کچھ اور سوال ۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پیا اور ان حضرات صحابہ نے بھی، حضور کو ٹھنڈا بلکہ باسی پانی بہت مرغوب تھا ۷۔ خیال رہے کہ یہاں **لتسئلن** صیغہ جمع متکلم نہیں بلکہ جمع مخاطب ہے یعنی ت سے ہے ن سے نہیں یعنی اے میری امت والو تم سے سوال ہو گا حساب ہو گا کہ ان نعمتوں کا شکریہ تم نے کیا ادا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حساب نہیں حضور سے سوال تو یہ ہو گا کہ آپ کی امت نے آپ سے کیا برتاؤ کیا۔ حضرات انبیاء کرام سے نعمتوں کا سوال نہیں (مرقات) ۸۔ یعنی یہ کھجوریں اگرچہ نعمتیں ہیں مگر نہایت معمولی جن کی پرواہ بھی نہیں کی جاتی۔ یوں ہی باری باری پھرتی ہیں۔ تعجب ہے کہ ان کا حساب بھی ہو گا حضرت عمر کا یہ عمل اور یہ سوال انتہائی خوف الٰہی کا باعث تھا۔ کہ جب ان جیسی چیزوں کا بھی حساب ہے تو اعلیٰ چیزوں کا کیا بنے گا۔ ان کا حساب کس قدر سخت ہو گا تحقیر کے لئے یہ سوال نہیں ۹۔ جو ضروریات زندگی سے ہیں ان کے متعلق حساب نہ ہو گا۔ کہ تم نے ان کا شکریہ کیا ادا کیا وہ چیزیں تو عبدیت و مربوبیت کا حق ہیں۔ حق کا حساب نہیں ہوتا ۱۰۔ یعنی بقاء انسانی ان تین چیزوں پر موقوف ہے زندگی رکھنے کے لئے ستر چھپانے والا کپڑا۔ اور پیٹ میں بوجھ ڈالنے کے لئے روٹی کا معمولی ٹکڑا اور چوہے کے سوراخ جیسا معمولی مکان جس میں مالک بہ تکلف جا سکے۔ سردی گرمی سے بچاؤ کے لئے یہ چیزیں زندگی کی موقوف علیہ ہیں قیامت کے حساب سے خارج ہیں۔ مگر یہ کھجوریں اگرچہ معمولی سہی مگر ہیں ضروریات کے علاوہ کہ یہ بھی وہ ہیں جن میں لذت ہے لہٰذا ان کا حساب ہو گا۔ حجرٌ کے پیش جیم کے سکون سے۔ بمعنی سوراخ یا۔ بمعنی مجر یعنی پتھروں سے گھیری ہوئی زمین (مرقات) ۱۱۔ حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث نقل کر کے آخر میں فرمایا کہ حضور نے ارشاد کیا کہ اگر تم کو یہ گراں معلوم ہو تو ہر نعمت کھاتے وقت یہ پڑھ لیا کرو بسم اللہ علیٰ برکت اللہ اور کھا چکنے پر پڑھا کرو **الحمد للہ الذی ھو اشبعنا واراٰبانا وانعم علینا وافضل** یہ کلمات ان نعمتوں کا شکریہ ہیں (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَتِ الْمَآئِدَةُ فَلَا يَقُوْمُ رَجُلٌ

(۴۰۶۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب دسترخوان رکھا جائے تو

marfat.com

حَتّٰی یُرْفَعَ الْمَائِدَۃُ وَلَا یَرْفَعُ یَدَہٗ وَاِنْ شَبِعَ حَتّٰی یَقُوْمَ الْقَوْمُ وَلْیُعْذِرْ فَاِنَّ ذٰلِکَ یُخْجِلُ جَلِیْسَہٗ فَیَقْبِضُ یَدَہٗ وَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ فِی الطَّعَامِ حَاجَۃٌ۔

(رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

کوئی شخص نہ اٹھے تا آنکہ دسترخوان اٹھالیا جائے اور نہ اپنا ہاتھ اٹھائے اگرچہ سیر ہو جائے ۱؎ حتی کہ قوم فارغ ہو جائے اور معذرت کردے ۲؎ کیونکہ یہ کام اپنے ساتھی کو شرمندہ کرے گا کہ وہ بھی اپنے ہاتھ سمیٹ لے گا ممکن ہے کہ ابھی اسے کھانے کی ضرورت ہو ۳؎ (ابن ماجہ بیہقی شعب الایمان)

(۴۰۶۹) ۱؎ یعنی اگر کوئی شخص جماعت کے ساتھ کھانا کھائے اور خود جلد کھا چکے اور لوگ ابھی کھا رہے ہوں تو نہ تو دسترخوان سے اٹھے نہ کھانے سے ہاتھ سمیٹے بلکہ چھوٹے چھوٹے لقمے کچھ وقفہ سے کھاتا رہے تاکہ دوسرے اپنا پیٹ بھرلیں ۲؎ یعنی اگر جانے کی جلدی ہو تو باقی کھانے والے ساتھیوں سے کہہ دے کہ مجھے جلدی ہے میں معذور ہوں۔ آپ حضرات کھاتے رہیں۔ میرے مرشد برحق صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہ کا دسترخوان بہت وسیع تھا۔ حضرت اپنے خادم کے ساتھ کھاتے تھے مگر جلد کھا چکتے تو فرمادیتے کہ تم لوگ کھاتے رہو مجھے کچھ عذر ہے وہ عمل شریف اس حدیث کی تفسیر تھا ۳؎ اس جملہ میں اس حکم کی حکمت کا بیان ہے کہ اگر تم دسترخوان سے اٹھ کھڑے ہوئے تو تمہارے ساتھی شرم کی وجہ سے بغیر فراغت ہی کھڑے ہوں گے وہ بھوکے رہیں گے اس لئے ان کا لحاظ کرتے ہوئے ابھی ٹھہرو کچھ کھاتے جاؤ۔ امام غزالی فرماتے ہیں جو شخص کم خوراک ہو جب وہ جماعت کے ساتھ کھائے تو کچھ دیر بعد کھانا شروع کرے اور چھوٹے چھوٹے لقمے اٹھائے اور دیر دیر سے کھائے۔ مگر کھانا سب کے ساتھ ختم کرے (مرقات)

وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ مَعَ قَوْمٍ کَانَ اٰخِرَھُمْ اَکْلًا۔

(رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ مُرْسَلًا)

(۴۰۷۰) روایت ہے حضرت جعفر ابن محمد سے ۱؎ وہ اپنے والد سے راوی ۲؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کے ساتھ کھاتے تو ان سب میں آخر تک کھاتے ۳؎ بیہقی شعب الایمان

(۴۰۷۰) ۱؎ حضرت جعفر وہ ہی امام جعفر صادق ہیں جن کا دنیا میں شہرہ ہے ان کے والد امام محمد باقر ہیں۔ جو تابعی ہیں۔ انہوں نے اپنے والد امام زین العابدین کو بھی پایا ہے اور حضرت جابر ابن عبداللہ کو بھی نسب شریف یہ ہے امام جعفر ابن محمد باقر ابن امام زین العابدین ابن امام حسین ابن علی ابن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین ۲؎ امام محمد باقر تابعی ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت جابر سے ملاقات کی ہے اور امام جعفر صادق تبع تابعی ہیں لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے کہ اس میں صحابی کا ذکر نہیں۔ حدیث مرسل امام اعظم کے ہاں حجت نہیں جیسا کہ کتب اصول میں ہے ۳؎ اگرچہ حضور انور کی خوراک شریف بہت کم تھی مگر کھانا آہستہ آہستہ ہوتا تھا تاکہ آخر تک ملاحظہ فرماتے رہیں تمام ساتھی کھالیں کوئی بھوکا نہ رہے دسترخوان پر اگر بزرگ ہستی کھاتی رہے تو کھانا جاری ہی مانا جاتا ہے۔

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ یَزِیْدَ قَالَتْ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِطَعَامٍ فَعَرَضَ عَلَیْنَا فَقُلْنَا

(۴۰۷۱) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے ۱؎ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا لایا گیا تو حضور نے ہم پر

marfat.com

لَا نَشْتَهِيهِ قَالَ لَا تَجْتَمِعُنَ جُوعًا وَكَذِبًا۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ۔

پیش فرمایا ہم نے عرض کیا ہم کو خواہش نہیں ۲۔ فرمایا بھوک اور جھوٹ جمع نہ کرو ۳۔ (ابن ماجہ)

(۴۰۷۱) ۱۔ آپ اسماء بنت یزید ابن سکن ہیں۔ انصاریہ صحابیہ ہیں بہت عاقلہ بہادر تھیں۔ جنگ یرموک میں حاضر ہوئیں۔ خیمہ کی چوب سے نو کافر مارے (اشعہ) ۲۔ یعنی رسم کے مطابق ہم نے کہہ دیا کہ ہم کو بھوک نہیں، کھانے کی خواہش نہیں ۳۔ یعنی اگر کھانے کی خواہش تو ہو کھالو ایسا نہ ہو کہ خواہش ہو تو مگر خلاف واقعہ کہہ دو کہ ہم کو خواہش نہیں۔ اس میں دنیاوی نقصان بھی ہے۔ اور کھانے سے محرومی بھی اور دینی نقصان بھی ہے۔ جھوٹ کا گناہ بھی۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ نہ تو کھانے والا جھوٹی تواضع کرے نہ آنے والا جھوٹا تکلف۔ اگر کھانے والے کے پاس کافی ہو تو کہے کہ آؤ کھالو، ورنہ نہ کہے یہ ہی آنے والے کو چاہیے کہ اگر خواہش ہو تو بیٹھ جائے کھالے ورنہ معذرت کردے اسلام میں تکلف نہیں۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا فَإِنَّ الْبَرَكَةَ مَعَ الْجَمَاعَةِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۴۰۷۲) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اکٹھے ہو کر کھایا کرو الگ الگ نہ ہو کہ برکت جماعت کے ساتھ ہے ۱۔ (ابن ماجہ)

(۴۰۷۲) ۱۔ آزمائش بھی ہے کہ ساتھ کھانے میں تھوڑا کھانا بہت کو کافی ہو جاتا ہے۔ آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ نماز، جہاد، حج، کھانا غرضیکہ عبادات و عادات میں مسلمانوں کی جماعت بڑی اعلیٰ نعمت ہے۔

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يَخْرُجَ الرَّجُلُ مَعَ ضَيْفِهٖ إِلٰى بَابِ الدَّارِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

(۴۰۷۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنت سے ہے انسان اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک جائے ۱۔ ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں انہیں سے اور ابن عباس سے روایت کی اور فرمایا اس کی اسناد میں ضعف ہے ۲۔

(۴۰۷۳) ۱۔ مہمان، ملاقاتی کو دروازے تک پہنچانے میں اس کا احترام ہے پڑوسیوں کا اطمینان کہ وہ جان لیں گے کہ ان کا دوست عزیز آیا ہے۔ کوئی اجنبی نہ آیا تھا (مرقات) اس میں اور بہت حکمتیں ہیں آنے والے کی کبھی محبت میں کھڑا ہو جانا بھی سنت ہے ۲۔ یہ ضعف مضر نہیں کہ فضائل اعمال میں سی قسم کے احکام ہیں۔ حدیث ضعیف بھی قبول ہے۔ ہاں حرام و واجب احکام میں ضعیف حدیث مضر ہے پھر اسناد حدیث کے ضعف سے متن حدیث کا ضعف لازم نہیں۔

عَنْهُ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَالَ فِيْ إِسْنَادِهٖ ضُعْفٌ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَيْرُ أَسْرَعُ إِلَى الْبَيْتِ الَّذِيْ يُؤْكَلُ فِيْهِ مِنَ السُّفْرَةِ إِلٰى سَنَامِ الْبَعِيْرِ۔ ابْنُ مَاجَةَ

(۴۰۷۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس گھر میں کھایا جائے ۱۔ اس میں خیر و برکت زیادہ تیزی سے آتی ہے بمقابلہ چھری کے جو اونٹ کے کوہان تک جائے ۲۔ (ابن ماجہ) ۳۔

(۴۰۷۴) ۱۔ یعنی جس گھر میں مہمان، زائرین، ملاقاتی لوگ کھانا کھاتے رہیں وہاں برکت رہتی ہے۔ ورنہ خود گھر والے تو ہر گھر

marfat.com

میں ہی کھاتے ہیں ۲۔ اونٹ کی کوہان میں ہڈی نہیں ہوتی چربی ہی ہوتی ہے اسے چھری بہت ہی جلد کاٹتی ہے اور اس کی تہہ تک پہنچ جاتی ہے اس لئے اس سے تشبیہ دی گئی۔ یعنی ایسے گھر میں خیر و برکت بہت جلد پہنچتی ہے ۳۔ بعض نسخوں میں ہے باب اکل المضطر، یعنی مجبور و معذور کے کھانے کا ذکر ہمارے نسخے میں صرف باب ہے بغیر ترجمہ کے باب، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں کھانے کے متعلق مختلف روایات آئیں گی جہاں ترجمہ باب نہیں ہوتا وہاں متفرقات کا بیان ہوتا ہے۔

بَابٌ

اور یہ باب پہلی فصل سے خالی ہے

وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الْاَوَّلِ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں ہے وعن الفصل الثالث، یعنی یہ باب پہلی اور تیسری فصل سے خالی ہے مگر صحیح تر نسخہ یہ ہے کہ پہلی فصل سے خالی ہے مگر مؤلف مصابیح کا حال بیان فرما رہے ہیں کہ یہاں پہلی فصل نہیں رہی تیسری فصل وہ تو مصنف کی اپنی ہوتی ہے۔ لائیں یا نہ لائیں اس کے ذکر کی ضرورت نہیں چنانچہ برتن ڈھکنے کے باب میں بھی تیسری فصل نہیں مگر اس کا ذکر نہ کیا (اشعہ)

وَعَنِ الْفُجَيْعِ الْعَامِرِيِّ اَنَّهٗ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَحِلُّ لَنَا مِنَ الْمَيْتَةِ فَقَالَ مَا طَعَامُكُمْ قُلْنَا نَغْتَبِقُ وَنَصْطَبِحُ قَالَ اَبُوْ نُعَيْمٍ فَسَّرَهٗ لِیْ عُقْبَةُ قَدَحٌ غُدْوَةً وَقَدَحٌ عَشِيَّةً قَالَ ذَاكَ وَاَبِی الْجُوْعُ فَاَحَلَّ لَهُمُ الْمَيْتَةَ عَلٰى هٰذَا الْحَالِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۰۷۵) روایت ہے حضرت فجیع عامری سے ۱؎ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ ہمارے لئے مردار سے کیا حلال ہے ۲؎ فرمایا تمہارا کھانا پینا کیا ہے ۳؎ ہم نے عرض کیا ہم صبح و شام ایک ایک پیالہ پی لیتے ہیں ۴؎ ابو نعیم کہتے ہیں کہ حضرت عقبہ نے مجھ سے اس کی تفسیر کی کہ ایک پیالہ صبح اور ایک پیالہ شام فرمایا میرے والد کی قسم یہ تو بالکل بھوک ہے ۵؎ پھر ہمارے لئے اس حالت میں مردار حلال فرمایا ۶؎ (ابوداؤد)

(۴۰۷۵) ۱؎ **فجیع** کے پیش اور جیم کے فتحہ سے صحابی ہیں۔ اپنی قوم عامر کی طرف سے کچھ پیغام حضور کی بارگاہ میں لائے اور مسلمان ہو گئے آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے ۲؎ عام نسخوں میں **یحل** ی کے فتحہ سے جس کے معنی ہیں کہ مردار کی کتنی مقدار ہمارے لئے حلال ہے۔ مگر مقصد یہ ہے کہ کس حالت میں ہم کو مردار کھانے کی اجازت ہے جیسا کہ جواب شریف سے ظاہر ہے طبرانی کی روایت میں ہے **ما یحل المیتہ** ض کے پیش ح کے کسرہ سے۔ یعنی کونسی حالت کونسی مجبوری ہمارے لئے مردار کو حلال کرتی ہے۔ یہ عبارت بالکل واضح ہے ۳؎ یعنی تم کو کس قدر کھانا میسر ہوتا ہے تاکہ پتہ لگے کہ تمہیں حالت اضطرار ہے یا نہیں۔ پھر جواب دیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ کبھی فتویٰ حالت معین کر کے بھی دیا جاتا ہے۔ مگر عموماً اگر مگر سے جواب دیا جاتا ہے کہ اگر یہ

marfat.com

حالت ہو تو یہ حکم ہے وہ حالت ہو تو یہ حکم ہے۔ یعنی ہماری تنگدستی کا یہ حال ہے کہ ہم کو کئی کئی دن صاف فاقے سے گزر جاتے ہیں۔ کبھی کبھار ایک پیالہ دودھ یا لسی صبح کو مل جاتی ہے اور کبھی کبھار ایک پیالہ شام کو اور اکثر کچھ بھی نہیں نہ صبح نہ شام یہ مطلب نہیں کہ روزانہ دو وقت صبح و شام ایک ایک پیالہ دودھ پیتے ہیں کہ اتنی غذا سے مجمہ و مجبوری کی حالت نہیں پیدا ہوتی بہت لوگ خصوصاً اس زمانہ میں اہل عرب مہینوں صبح، شام ایک ایک پیالہ دودھ پر گزارا کر لیتے ہیں (مرقات) نہ یہ مطلب ہے کہ روزانہ صبح شام ایک ایک پیالہ گھر سے کھانا لیتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ ہم سے بعض کو ایک پیالہ دودھ صبح کو ملتا ہے بعض کو ایک پیالہ دودھ شام کو بعض دفعہ یہ بھی نہیں ۵۔ یہاں وابی یعنی میرے باپ کی قسم فرمانا شرعی قسم کے لئے نہیں تاکید کلام کے لئے ہے لہٰذا یہ فرمان عالی اس حدیث کے خلاف نہیں اپنے باپ دادوں کی قسم نہ کھاؤ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں انجیر، زیتون وغیرہ کی قسمیں ارشاد فرمائی ہیں یعنی اتنی غذا جان نہیں بچا سکتی تم لوگ مضطر و مجبور ہو چوبیس گھنٹہ میں آدھ پاؤ دودھ جان نہیں بچا سکتا ۶۔ اس حدیث کے ظاہری معنی کی بنا پر امام مالک و شافعی و احمد نے فرمایا کہ پیٹ بھرنے کے لئے مردار کھانا جائز ہے وہ فرماتے ہیں کہ صبح و شام ایک پیالہ دودھ جان بچا سکتا ہے۔ مگر حضور نے اس کے باوجود مردار کھانے کی اجازت دے دی۔ ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ جان بچانے کے لئے بقدر رمق یعنی سانس کی بقا کے لئے مردار کھانا حلال ہے امام اعظم نے اس حدیث کے معنی وہ کہے جو ابھی ہم نے عرض کئے۔ اگر بھرنے کے لئے مردار کھانا حلال ہوتا تو غیر باغ ولا عاد قرآن مجید میں کیوں ارشاد ہوتا مردار کو کھائے مگر مزے کے لئے نہ کھائے۔ ضرورت سے زیادہ نہ کھائے وہ حضرات، غیر باغ ولا عاد کے کچھ اور ہی معنی کرتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ وَاقِدِ اللَّیْثِیِّ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا نَکُوْنُ بِاَرْضٍ نُصِیْبُنَا بِھَا الْمَخْمَصَۃُ فَمَتٰی یَحِلُّ لَنَا الْمَیْتَۃُ قَالَ مَا لَمْ تَصْطَبِحُوْا اَوْ تَغْتَبِقُوْا اَوْ تَحْتَفِؤُوْا بِھَا بَقْلًا فَشَانَکُمْ بِھَا مَعْنَاہُ اِذَا لَمْ تَجِدُوْا صَبُوْحًا اَوْ غَبُوْقًا وَلَمْ تَجِدُوْا بَقْلَۃً تَاْکُلُوْنَھَا حَنَّتْ لَکُمُ الْمَیْتَۃُ۔

(رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ)

(۴۰۷۶) روایت ہے ابو واقد لیثی سے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کسی زمین میں ہوتے ہیں تو ہم کو بھوک پہنچ جاتی ہے ۱۔ تو ہمارے لئے مردار کب حلال ہے فرمایا جبکہ تم صبح کو یا شام کو پیالہ نہ پاؤ یا زمین کا ساگ پات بھی نہ پاؤ ۲۔ تو تم اس مردار کو اختیار کر لو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم صبح یا شام کو پیالہ نہ پاؤ اور نہ ساگ و پات پاؤ جسے تم کھاؤ تو تمہارے لئے مردار حلال ہے ۳۔ (دارمی)

(۴۰۷۶) یہ سوال کرنے والے حضرت کوئی اور ہیں اور ممکن ہے کہ وہ ہی فجیع عامری ہوں اور یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہو ۲۔ اس عبارت میں او بمعنی واؤ ہے جیسے آیت کریمہ میں **عذرا** اور **نذرا** اور بمعنی واؤ ہے (مرقات) ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر گھاس یا پتے چبا کر جان بچ سکتی ہو تو مردار نہ کھائے۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہو تب مردار کھا سکتا ہے حضرات صحابہ کرام نے بعض غزوات میں درختوں کے پتے چبا کر گزارہ کیا مگر مردار نہ کھایا۔ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے۔ کہ مردار کھانا جان بچانے کے لئے ہے پیٹ بھرنے کے لئے نہیں۔ امام شافعی نے بھی آخر میں یہ قول فرمایا۔ اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا دیکھو مرقات وغیرہ۔

marfat.com

بَابُ الْاَشْرِبَةِ

پینے کی چیزوں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

اشربہ جمع ہے شراب کی جیسے طعام کی جمع ہے اطعمہ۔ شراب یا بنا ہے شرب سے ۔ بمعنی بنایا شربتہ سے یعنی پانیوں کا بیان یا شربتوں کا بیان۔ یہاں پر پتلی پینے والی چیز مراد ہے پانی ہو یا اور چیز چونکہ پانی کھانا کا تتمہ ہے۔ اس لئے اس کا بیان کھانے سے متصل فرمایا اور اس کا صرف باب باندھا۔ لباس مستقل علیحدہ ہے اس لئے اس کے لئے باقاعدہ کتاب اللباس باندھی (اشعہ)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلٰثًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَزَادَ مُسْلِمٌ فِيْ رِوَايَةٍ وَيَقُوْلُ اِنَّهٗ اَرْوٰى وَ اَبْرَئُ وَ اَمْرَاُ۔

(۴۰۷۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پینے میں تین سانس لیتے تھے ا۔ (مسلم بخاری) مسلم نے یہ زیادتی کی کہ فرماتے تھے یہ زیادہ سیر کرنے والا زیادہ صحت بخش اور زود ہضم ہے ۲۔ مشکیزے کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا ۳۔ (مسلم بخاری)

(۴۰۷۷) ا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے میں برتن سے علیحدہ منہ کرکے تین سانسیں لیتے تھے پہلی سانس پینا شروع کرتے وقت پھر کچھ پی کر سانس لیتے یہ دوسرا سانس شریف ہوا پھر کچھ پی کر تیسرا سانس لیتے۔ یہ تیسرا سانس ہوا۔ یعنی دوران پینے میں دو سانس لیتے تھے۔ اور کل تین سانس یہ عمل شریف ہر پینے میں ہوتا تھا۔ خواہ پانی ہو یا دودھ یا شربت یا کوئی اور چیز اور یہ ہی سنت ہے مگر خیال رہے کہ یہ سانسیں برتن سے منہ الگ کرکے ہیں۔ ۳۔ اروی بنا ہے روی سے ۔ بمعنی سیرابی اس لئے مشکیزہ کو راویہ کہتے ہیں کہ یہ ذریعہ سیری ہے۔ اور ابری بنا ہے برء سے ۔ بمعنی دوری صحت کو برائت کہتے ہیں کہ اس میں مرض سے دوری ہو جاتی ہے۔ ابرا کا معنی زیادہ صحت بخش ہے اور مراء بنا ہے مراء الطعام سے ۔ بمعنی کھانا ہضم ہو جانا یعنی تین سانسوں میں پینے سے یہ تین فائدے ہیں۔ ان فوائد کا آج بھی مشاہدہ ہوتا ہے۔ ایک سانس میں پانی پینے سے زیادہ پیا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ سرکار اول میں بسم اللہ پڑھتے اور تیسری بار پی کر الحمد للہ پڑھتے تھے۔ یہی سنت ہے اور فرماتے تھے کہ ایک سانس میں پانی پینا شیطان کا طریقہ ہے اور اس سے مرض کبد یعنی جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے یہ حدیث بہت اسنادوں پر مروی ہے اس کی تفصیل یہاں مرقات میں ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِيْ السِّقَآءِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۰۷۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزے کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۰۷۸) ا۔ اس ممانعت میں بہت سی حکمتیں ہیں ممکن ہے کہ مشکیزے میں کوئی زہریلا کیڑا ہو جو اس طرح پینے سے منہ کے ذریعہ پیٹ میں چلا جائے۔ ممکن ہے کہ مشکیزہ کا منہ چوڑا ہو۔ پانی زیادہ گرے کپڑے بھیگ جاویں نیز پھر مشکیزہ کا پانی استنجے کے قابل

marfat.com

نہ رہے۔ کیونکہ پس خوردہ پانی سے استنجا کرنا منع ہے۔ جن روایات میں ہے کہ حضور اقدس نے مشکیزے کے منہ سے پانی پیا وہاں مشکیزہ چھوٹا تھا اور اس کا منہ بہت چوڑا نہ تھا اور خبر تھی کہ پانی صاف ہے لہٰذا یہ حدیث اس سے متعارض نہیں یا وہ حدیث بیان جواز کے لئے ہے اور یہ حدیث بیان استحباب کے لئے۔ مرقات میں اس جگہ ہے کہ ایک شخص نے بطور آزمائش مشکیزے کے منہ سے پانی پیا تو اس کے منہ میں سانپ چلا گیا۔ یا مقصد یہ ہے کہ اس طرح ہمیشہ پینا ممنوع ہے کبھی اتفاقاً پی لینا جائز ہے (اشعہ)

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اخْتِنَاثَ الْاَسْقِیَةِ زَادَ فِیْ رِوَایَةٍ وَاخْتِنَاثُهَا اَنْ یُّقْلَبَ رَاْسُهَا ثُمَّ یُشْرَبَ مِنْهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۰۷۹) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزوں کے منہ الٹنے سے منع فرمایا ایک روایت میں یہ زیادتی ہے کہ اختناث یہ ہے کہ اسکا منہ الٹ دیا جائے پھر ان سے پیا جائے ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۰۷۹) ا۔ یہ مشکیزے سے پینے کی دوسری صورت ہے کہ مشکیزے کا منہ الٹ کر اس سے پانی پیا جائے۔ اس سے منع فرمایا۔ اس ممانعت کی حکمتیں ابھی عرض کی گئیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰی اَنْ یَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَآئِمًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۰۸۰) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص کھڑے ہو کر پیئے ا۔ (مسلم)

(۴۰۸۰) ا۔ یعنی کوئی چیز کھڑے ہو کر پینا ممنوع ہے پانی ہو یا دودھ یا شربت یا اور کوئی چیز یہ حکم استحبابی ہے یعنی بیٹھ کر پینا مستحب ہے اس حکم سے تین پانی مستثنیٰ ہیں آب زمزم، وضو کا بچا ہوا پانی اور بزرگوں کا پس خوردہ پانی کہ ان تینوں پانیوں کو کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے ان کی احادیث بھی آتی ہیں۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے حضور کی پی ہوئی لسی کا بچا ہوا حصہ کھڑے ہو کر پیا، جیسا کہ آگے آئے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ قَآئِمًا فَمَنْ نَّسِیَ مِنْكُمْ فَلْیَسْتَقِئْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۰۸۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر ہرگز نہ پیئے تو جو بھول جائے وہ تو وہ قے کر دے ا۔ (مسلم)

(۴۰۸۱) ا۔ یہ حکم استحبابی ہے جو کھڑے ہو کر پانی یا کوئی چیز پی لے تو یہ بہتر ہے کہ قے کر دے یہ حکم منسوخ نہیں (مرقات) یہ حکم اس لئے ہے کہ لوگ اس سے بچیں

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّآءِ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَآئِمٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۰۸۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آب زمزم کا ڈول لایا تو آپ نے کھڑے ہو کر پیا ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۰۸۲) ا۔ یہ بھی سنت ہے کہ آب زمزم کھڑے ہو کر پئے تعظیم کے لئے۔ اس پانی کی دو وجہ سے تعظیم ہے۔ ایک یہ کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی سے پیدا ہوا۔ دوسرے یہ کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب شریف ملا ہوا ہے کہ ان

marfat.com

حضور سرکار نے ایک بار زمزم شریف پی کر باقی پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔ بعض شارحین نے فرمایا اژدہام کی وجہ سے وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی اس لئے کھڑے ہو کر پیا۔ یہ غلط ہے کہ آب زمزم ہمیشہ کھڑے ہو کر پینا چاہیے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ قَعَدَ فِيْ حَوَائِجِ النَّاسِ فِيْ رَحْبَةِ الْكُوْفَةِ حَتّٰى حَضَرَتْ صَلٰوةُ الْعَصْرِ ثُمَّ اُتِيَ بِمَآءٍ فَشَرِبَ وَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ وَذَكَرَ رَاْسَهٗ وَرِجْلَيْهِ ثُمَّ قَامَ فَشَرِبَ فَضْلَهٗ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ اِنَّ نَاسًا يَكْرَهُوْنَ الشُّرْبَ قَائِمًا وَاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

(۴۰۸۳) روایت ہے حضرت علی سے کہ انہوں نے ظہر ادا کی پھر لوگوں کی حاجتوں کے لئے کوفہ کے صحن میں بیٹھے اس حتی کہ نماز عصر آ گئی۔ پھر پانی لایا گیا تو آپ نے پیا ۲؎ اور اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے اور سر اور پاؤں کا ذکر کیا ۳؎ پھر کھڑے ہوئے تو بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا پھر فرمایا کہ لوگ کھڑے ہو کر پینے کو ناپسند کرتے ہیں حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اسی طرح جیسا میں نے کیا ۴؎ (بخاری)

(۴۰۸۳) ۱؎ رحبہ ر کے فتح سے۔ بمعنی فضا یا کھلی جگہ۔ کوفہ کی جامع مسجد کے صحن میں ایک خاص چبوترہ تھا۔ جہاں بیٹھ کر حضرت علی مرتضیٰ لوگوں کے مقدمات طے فرماتے اسے رحبۃ کہتے تھے وہ جگہ اب بھی موجود ہے اور اس پر ایک محراب بنا دی گئی ہے جسے محراب علی کہتے ہیں۔ فقیر نے اس کی زیارت کی ہے یعنی حضرت علی نماز کے بعد اس عدالت کے چبوترہ پر تشریف فرما ہوئے ۲؎ یہ پینا پیاس دفع کرنے کے لئے تھا۔ اس وقت آپ کو پیاس تھی مگر اس بار بیٹھ کر پیا۔ پھر وضو کیا تاکہ معلوم ہو کہ پس خوردہ پانی سے وضو جائز ہے۔ بعض شارحین نے اس کے معنی یہ کئے کہ وضو میں کلی کی کلی کا پانی بجائے اگلنے کے نگل لیا وہ یہاں مراد ہے مگر پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ پینا علاوہ وضو اس کے تھا۔ وضو کے بعد ہوا ۳؎ یعنی باقاعدہ وضو کیا۔ بعض اعضاء وضو کا ذکر ہے۔ اور پورا وضو مراد ہے جیسا کہ ظاہر ہے ۴؎ یعنی لوگ سمجھتے ہیں پانی کھڑے ہو کر مطلقاً ممنوع ہے۔ حالانکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے وضو کا پانی کھڑے ہو کر پیا۔ معلوم ہوا کہ وضو کا پانی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ کھڑے ہو کر پینا مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ جائز ہے میں نے حضور انور کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھا ہے۔ مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں ابھی ہم نے عرض کر دیا کہ پانی کھڑے ہو کر پینا حرام نہیں۔ ہاں بہتر یہ ہے کہ بیٹھ کر پئے اور چند پانیوں کا کھڑا ہو کر پینا مستحب ہے ایک آب زمزم دوسرے بعض وضو کا بچا ہوا پانی۔ تیسرے بزرگوں کا پس خوردہ پانی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضرت علی، سعد ابن ابی وقاص، ابن عمر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین کھڑے ہو کر پانی پینا درست فرماتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ تمام فقہاء وہی جائز کہتے ہیں صرف مستحب یہ ہے کہ بیٹھ کر پئے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَمَعَهٗ صَاحِبٌ لَّهٗ فَسَلَّمَ فَرَدَّ الرَّجُلُ وَهُوَ يُحَوِّلُ الْمَآءَ فِيْ حَائِطٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ فِيْ شَنَّةٍ وَاِلَّا كَرَعْنَا فَقَالَ عِنْدِيْ مَآءٌ

(۴۰۸۴) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صاحب کے پاس گئے حضور کے ساتھ آپ کے ایک صحابی بھی تھے ۱؎ آپ نے سلام کیا اس نے جواب دیا وہاں باغ میں پانی پھر رہا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیرے پانی مشکیزہ میں ہو تو لاؤ ورنہ ہم منہ سے پی لیں ۲؎ وہ بولا میرے پاس مشکیزہ

marfat.com

بَاتَ فِیْ شَنٍّ فَانْطَلَقَ اِلَی الْعَرِیْشِ فَسَکَبَ فِیْ قَدَحٍ۔ مَآءً ثُمَّ حَلَبَ عَلَیْهِ مِنْ دَاجِنٍ فَشَرِبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَعَادَ فَشَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِیْ جَآءَ مَعَهٗ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

میں باسی پانی ہے چنانچہ وہ چھپر کی طرف گیا ۳؎ پیالہ میں پانی انڈیلا پھر اس پر پالی ہوئی بکری دوہی ۴؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا پھر دوبارہ لایا پھر اس شخص نے پیا جو آپ کے ساتھ آیا تھا ۵؎۔ (بخاری)

(۴۰۸۴) ۱؎ وہ صحابی حضرت ابوبکر صدیق تھے۔ اور باغ والے ابوالہیثم تھے یا کوئی اور انصاری عربی میں کرع اس طرح پینے کو کہتے ہیں کہ اس میں ہاتھ استعمال نہ ہو یعنی نالی یا نہر سے منہ لگا کر پی لینا ۲؎ عریش بنا ہے عرش ۔ بمعنی بلندی اصطلاح میں عریش وہ جھونپڑا ہے جو باغ یا کھیت میں گھاس یا تنکوں سے بنایا جائے اس لئے انگور کی بیل پھیلانے کے لئے جو جگہ چھت دی جاتی ہے اسے عریش کہتے ہیں ۔ بمعنی معروشات۔ قرآن کریم فرماتا ہے معروشات وغیر معروشات ۳؎ عربی میں داجن وہ بکری کہلاتی ہے جسے گھر رکھ کر چارا دیا جائے باہر جنگل میں چرنے کے لئے نہ بھیجا جائے۔ ۴؎ اس کا مادہ دجن ہے ۔ بمعنی الفت و محبت وہ بکری جانور گھر سے الفت رکھتا ہے مالوف ہوتا ہے اس لئے اسے داجن کہتے ہیں۔ یہ باغ والے صاحب ایک بار پانی لائے تو حضور انور نے پیا پھر دوبارہ لائے تو دوسرے صاحب یعنی حضرت ابوبکر صدیق نے پیا۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِیْ یَشْرَبُ فِیْ اٰنِیَةِ الْفِضَّةِ اِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ اِنَّ الَّذِیْ یَاْکُلُ وَیَشْرَبُ فِیْ اٰنِیَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ۔

(۴۰۸۵) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے ۱؎ وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ کھولاتا ہے ۲؎ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ جو چاندی سونے کے برتن میں کھاتا ہے ۳؎۔

(۴۰۸۵) ۱؎ آنیہ جمع ہے اناء کی ۔ بمعنی برتن آنیہ کے معنی ہوئے برتنوں بروزن افعلۃ جمع قلت ہے ۲؎ یجرجر بنا ہے جرجرۃ سے ۔ بمعنی شیر کی آواز' اب ہانڈی میں پانی کھولنے کی آواز کو جرجرہ کہتے ہیں یعنی چاندی کے برتنوں میں پینا آگ جہنم پیٹ میں بھرنے کا سبب ہے' اس لئے اس طرح فرمایا' یہ خیال رہے کہ آگ خود نہیں کھولتی بلکہ پانی کو کھولاتی ہے۔ یہاں کھولنے ابلنے کی نسبت آگ کی طرف مجازاً" ہے جیسے **جری النهر**۔ تمام علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ چاندی سونے کے برتن میں کھانا' پینا' اس کے چمچے استعمال کرنا اس کی انگیٹھی میں خوشبو سلگانا۔ اس کی عطردانی سے عطر لگانا' اس کے برتن سے وضو یا غسل کرنا اس کے برتنوں سے چھت یا گھر سجانا اس کی گھڑی میں وقت دیکھنا اس کے قلم سے لکھنا۔ مرد و عورت' چھوٹے بڑے سب کو حرام ہے۔ عورتوں کو چاندی سونے کے صرف زیور پہننے کی اجازت ہے باقی دیگر استعمال ان کو بھی ویسے ہی حرام ہیں جیسے مردوں کو حرام ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ امام شافعی کا قول قدیم یہ تھا کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا مکروہ ہے داؤد ظاہری کا قول ہے سونے چاندی کے برتنوں میں کچھ پینا حرام ہے۔ ان میں کھانا یا اور طرح استعمال کرنا بالکل درست ہے۔ مگر داؤد ظاہری کا یہ قول باطل ہے۔ اس مردود کے نزدیک سور کا صرف گوشت حرام ہے اور اس کے کلیجی گردے حلال ہیں۔ ضرورت میں پھنس جانے پر ان میں سے چیز نکال کر استعمال کرے۔ جیسے سونے کی تیل دانی سے تیل لگانا پڑ جائے تو اس سے ہتھیلی پر تیل لوٹ لے پھر اسے سر میں مل لے (مرقات واشعہ) یوں ہی سونے چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا حرام ہے۔ ہاں علاجاً" سونے کی سلائی آنکھ میں پھیرنا حلال کہ یہ

marfat.com

علاج ہے نہ کہ استعمال۔ یوں ہی سونے چاندی وغیرہ کا کشتہ کھانا حلال ہے کہ یہ غذا ہے یا دوا۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوْا فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَأْكُلُوْا فِيْ صِحَافِهَا فَاِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَهِيَ لَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۰۸۶) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہ پہنو باریک ریشم نہ موٹا ریشم ۱؎ اور نہ پیو سونے چاندی کے برتن میں اور نہ کھاؤ ان کے پیالوں میں کہ یہ کفار کے لئے ہیں دنیا میں اور وہ تمہارے لئے ہیں آخرت میں ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۰۸۶) ۱۔ جس کپڑے کا تانا بانا یا صرف بانا ریشم کا ہو وہ مرد کو پہننا حرام ہے، عورت کو حلال اور جس کا تانا ریشم کا ہو باناسوت کا یا اون کا، اس کا پہننا مرد کو بھی حلال ہے ریشم سے مراد کیڑے کا ریشم ہے۔ دریائی ریشم یا سن کا ریشم سب کو حلال ہے کہ وہ حریر و دیباج نہیں ۲۔ یعنی کفار اگر سونے چاندی کے برتنوں میں کھائیں تم انہیں نہ روکو نہ ان سے لڑو مگر ان کی دیکھا دیکھی تم نہ پہنو تمہارے واسطے سونا چاندی جنت میں تیار ہے ان شاء اللہ خوب استعمال کرنا، اس ممانعت میں لاکھوں حکمتیں ہیں۔ اگر مسلمان مردوں نے سونے چاندی کے زیور پہننا شروع کر دیئے تو تلوار و بندوق سے جہاد کون کرے گا۔ مسلمان کا زیور علم اور ہتھیار ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ حُلِبَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةٌ دَاجِنٌ وَشِيْبَ لَبَنُهَا بِمَآءٍ مِّنَ الْبِئْرِ الَّتِيْ هِيَ فِيْ دَارِ اَنَسٍ فَاُعْطِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ وَعَلٰى يَسَارِهٖ اَبُوْبَكْرٍ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ عُمَرُ اَعْطِ اَبَا بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَعْطَى الْاَعْرَابِيَّ الَّذِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ الْاَيْمَنَ فَالْاَيْمَنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلَا يَمِّنُوْنَ اَلَا يَمِّنُوْنَ اَلَا فَيَمِّنُوْا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۰۸۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گھریلو بکری دوہی گئی ۱؎ اور اس کا دودھ اس کنویں کے پانی سے ملایا گیا جو حضرت انس کے گھر میں ہے ۲۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیالہ پیش کیا گیا آپ نے پیا اور آپ کے بائیں ابوبکر صدیق تھے آپ کے دائیں ایک بدو ۳۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر کو دیجئے ۴۔ حضور نے اس بدوی کو دیا جو آپ کے داہنے تھا پھر فرمایا داہنا پھر داہنا اور ایک روایت میں ہے کہ داہنے پھر داہنے خبردار داہنے کا خیال رکھو ۵۔ (مسلم بخاری)

(۴۰۸۷) ۱۔ داجن کے معنی ابھی کچھ پہلے عرض کر دیئے گئے جو بکری گھر پر چارہ سے پالی جائے وہ داجن ہے۔ جو باہر چر کر آوے وہ شاۃ تو ہے مگر داجن نہیں ۲۔ یعنی کچی لسی تیار کی گئی۔ اس کنویں کا نام اس لئے بتایا گیا تاکہ آئندہ مسلمان اس کنوئیں کا پانی برکت کے لئے پئیں زائرین مدینہ تمام ان کنوؤں کا پانی پیتے ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا یا غسل کیا ہے۔ بیر عبن، بیر شمس، بیر بضاعہ وغیرہ۔ ۳۔ ان خوش نصیب بدوی کا نام معلوم نہ ہو سکا بہر حال مدینہ کے چاند بیچ جبوہ گر تھے اور یہ تارے داہنے بائیں تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ۴۔ حضرت عمر اس وقت حضور انور کے سامنے تھے۔ آپ نے بطور مشورہ یہ عرض کیا۔ کیونکہ جناب صدیق افضل، اعلم، اکمل، اقدم، اعلیٰ تھے۔ آپ کا منشا تھا کہ سید المرسلین کی پس خوردہ لسی سید المسلمین نوش کریں۔ ۵۔ یعنی کھانے پینے کی ترتیب میں قرب مرتبہ کا اعتبار نہیں۔ قرب مکان کا لحاظ ہے اور داہنا شخص بائیں سے قریب تر ہوتا ہے۔ نماز کی امامت میں اعلیٰ و افضل و اعلم کو مقدم رکھا جاتا ہے۔ یہ ترتیب عقل کے بھی مطابق اور قرین قیاس ہے دائرہ کی گردش داہنی طرف

marfat.com

سے ہوتی ہے۔ طواف کعبہ میں سنگ اسود چومنے کے بعد داہنے چلتے ہیں۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ یَمِیْنِهٖ غُلَامٌ اَصْغَرُ الْقَوْمِ وَالْاَشْیَاخُ عَنْ یَسَارِهٖ فَقَالَ یَا غُلَامُ اَتَاْذَنُ اَنْ اُعْطِیَهُ الْاَشْیَاخَ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاُوْثِرَ بِفَضْلِ مِنْكَ اَحَدًا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَعْطَاهُ اِیَّاهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَحَدِیْثُ اَبِیْ قَتَادَةَ سَنَذْكُرُهٗ فِیْ بَابِ الْمُعْجِزَاتِ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

(۴۰۸۸) ا۔ روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ لایا گیا آپ نے اس سے پیا اور آپ کے داہنے ایک لڑکا تھا قوم میں سب سے چھوٹا ا۔ اور بوڑھے لوگ حضور کی بائیں طرف تو فرمایا اے لڑکے کیا اجازت دیتا ہے کہ ہم یہ بوڑھوں کو دے دیں ۲۔ وہ بولا میں آپ کے پس خوردہ کیلئے کسی کو ترجیح نہیں دوں گا یا رسول اللہ ۳۔ چنانچہ حضور نے وہ پیالہ اس کو عطا فرمایا ۴۔ (مسلم بخاری) اور ابو قتادہ کی حدیث انشاء اللہ ہم باب المعجزات میں بیان کریں گے ۵۔

(۴۰۸۸) ا۔ وہ لڑکا حضرت عبداللہ ابن عباس تھے جو بالکل نو عمر تھے رضی اللہ عنہ (مرقات) ۲۔ معلوم ہوا کہ یہ حق عبد ہے اگر بندہ خود اپنا حق دوسرے کو دینے پر راضی ہو جاوے تو فبہا ورنہ اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کو نہ دیا جائے ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی امور میں ایثار کرنا سخاوت ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **ویوثرون علی انفسهم ولو كان بهم خصاصة** مگر اخروی امور میں ایثار نہ کرنا بخل کرنا محمود ہے۔ یہ بخل قابل ستائش ہے۔ یہاں پانی کم نہ تھا۔ جس کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہوتا بلکہ بلاواسطہ حضور کا پس خوردہ پینا مطلوب تھا جو کبھی کسی کو خوش نصیبی سے میسر ہوتا ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اسناد جتنی چھوٹی ہو اتنی اعلیٰ اور قوی ہے اور خرقہ بنویہ جس قدر زیادہ واسطوں سے پہنچے اتنا اشرف ہوتا ہے کہ اس میں بہت برکتیں شامل ہوتی ہیں۔ لہٰذا حضرت علی کا خلیفہ چہارم ہونا بہت ہی محبوب ہے کہ آپ کو حضور کی خلافت تین واسطوں سے پہنچی جس میں بہت برکتیں ان واسطوں کی بھی شامل ہو گئیں۔ بہرحال یہ عمل شریف بہت ہی اعلیٰ ہے۔ ۴۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکم اور مشورہ میں فرق ہے۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو حکم نہ دیا تھا بلکہ مشورہ فرمایا تھا کہ اگر تم اجازت دو تو ہم یہ تمہارا حق دوسرے کو دے دیں۔ حضرت ابن عباس نے مشورہ قبول نہ کیا بلکہ نہایت ادب و احترام اور اچھی معذرت سے اپنا حق خود لے لیا۔ اس سے بہت سے مسائل شریعت و طریقت کے حل ہوتے ہیں۔ ۵۔ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں ہی تھی۔ مگر ہم نے وہاں بیان کی۔ یہ ایک طویل حدیث ہے جس کے آخر میں ہے۔ **ساقی القوم اخرهم شربا** پلانے والا پیچھے ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَاْكُلُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَمْشِیْ وَنَشْرَبُ وَنَحْنُ قِیَامٌ۔

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ)

(۴۰۸۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چلتے پھرتے کھاتے تھے اور کھڑے کھڑے پیتے تھے ا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی اور غریب بھی ۲۔

marfat.com

(۴۰۸۹) ا۔ یعنی ہم بعض صحابہ زمانہ نبوی میں کبھی چلتے پھرتے کچھ کھالیا کرتے تھے۔ جیسے دانے چابنا یا کھجور کھانا اور کبھی کھڑے کھڑے کچھ پی لیا کرتے تھے ظاہر یہ ہے کہ یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بغیر اطلاع کے ہوگا۔ اگر حضور انور ملاحظہ فرماتے تو منع فرمادیتے۔ کیونکہ چلتے پھرتے کھانا اور کھڑے کھڑے پینا ممنوع ہے یوں گھوڑے پر سوار کھانا پینا بہتر نہیں (مرقات) ہو سکتا ہے کہ یہ چلتے پھرتے کھانا کھڑے کھڑے پینا کسی مجبوری و معذوری سے ہو جیسے جہاد میں بارہا چلتے پھرتے کھانا پڑتا ہے۔ یا ایسی چیز کھائی ہو جو عموماً چلتے پھرتے کھائی جاتی ہے۔ جیسے دانے یا کھجوریں۔ ورنہ کھڑے کھڑے یا چلتے پھرتے روٹی چاول وغیرہ کھانا ممنوع ہے خصوصاً جبکہ فیشن کے طور پر ہو۔ جیسے آج کل مغرب زدہ مسلمانوں کا حال ہے کہ جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے کھاتے ہیں محض عیسائیوں کی نقالی کرتے ہوئے ۲۔ یعنی یہ حدیث تین اسنادوں سے مروی ہے ایک اسناد سے حسن ہے دوسری سے غریب تیسری سے صحیح۔ متن ایک ہے 'اسناد تین'

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا ۱۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۰۹۰) روایت ہے عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیتے تھے ا۔ (ترمذی)

(۴۰۹۰) ا۔ کھڑے ہو کر پینا ضرورت کے موقعہ پر تھا یا زمزم یا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا۔ باقی پانی بیٹھ کر پیئے یا کھڑے ہو کر پینا بیان جواز کے لئے تھا۔ بیٹھ کر پینا بیان استحباب کے لئے۔ لہٰذا دونوں عمل درست ہی ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ أَوْ يُنْفَخَ فِيهِ۔ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۰۹۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ برتن میں سانس لی جائے یا اس میں پھونکا جائے ا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۴۰۹۱) ا۔ برتن میں سانس لینا جانوروں کا کام ہے، نیز سانس کبھی زہریلی ہوتی ہے، اس لئے برتن سے الگ منہ کر کے سانس لو۔ گرم دودھ یا چائے کو پھونکوں سے ٹھنڈا نہ کرو بلکہ کچھ ٹھہرو قدرے ٹھنڈی ہو جائے پھر پیو۔ اگر پانی میں تنکا وغیرہ ہو تو کچھ گرادو۔ پھونک سے الگ نہ کرو۔ بعض لوگوں کو گندہ دہنی کی بیماری ہوتی ہے ان کی پھونک سے پانی میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہر شخص ان دونوں سے پرہیز کرے۔ برتن میں سانس لینے اور اس میں پھونک مارنے سے، حضور کے احکام میں صدہا حکمتیں ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَشْرَبُوا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيرِ وَلٰكِنِ اشْرَبُوا مَثْنٰى وَثُلَاثَ وَسَمُّوا إِذَا أَنْتُمْ شَرِبْتُمْ وَاحْمَدُوا إِذَا أَنْتُمْ رَفَعْتُمْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۰۹۲) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اونٹ کے پینے کی طرح ایک سانس میں نہ پیو لیکن دو دو اور تین تین سانسوں میں پیو ا۔ اور جب تم پیو تو بسم اللہ پڑھو اور جب تم اٹھاؤ تو الحمد للہ پڑھو ۲۔ (ترمذی)

(۴۰۹۲) ا۔ یعنی بہتر تو یہ ہی ہے کہ تین سانسوں میں پیو۔ دو سانسیں درمیان میں تو ایک آخر میں یا دو سانسوں میں پیو کہ ایک سانس پینے کے بیچ میں لو۔ دوسری آخر میں، مگر ہر سانس برتن کو منہ سے الگ کر کے لو ۲۔ یعنی جب پینے لگو تو بسم اللہ پڑھو اور جب پی چکو تو الحمد للہ کہو۔ احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں بسم اللہ پڑھ کر پینا شروع کرے۔ پہلی سانس لینے پر کہے الحمد للہ۔ دوسری

marfat.com

سانس لینے پر کہے الحمد للہ رب العالمین، تیسری سانس پر کہے الرحمن الرحیم (اشعۃ اللمعات) اس کے متعلق اور دعاء میں بھی منقول ہیں وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ النَّفْخِ فِی الشَّرَابِ فَقَالَ رَجُلٌ الْقَذَاۃَ اَرَاھَا فِی الْاِنَآءِ قَالَ اَھْرِقْھَا قَالَ فَاِنِّیْ لَا اَرْوٰی مِنْ نَفَسٍ وَاحِدٍ قَالَ فَاَبِنِ الْقَدَحَ عَنْ فِیْکَ ثُمَّ تَنَفَّسْ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

(۴۰۹۳) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ۱؎ تو ایک شخص نے عرض کیا کہ میں برتن میں کوڑا جو دیکھوں ۲؎ فرمایا اسے بہا دو ۳؎ وہ بولا میں ایک سانس میں سیر نہیں ہوتا ۴؎ فرمایا کہ پیالہ اپنے منہ سے الگ کرلو پھر سانس لو ۵؎ (ترمذی دارمی)

(۴۰۹۳) ۱؎ اس ممانعت کی حکمتیں ابھی عرض کی گئیں۔ پھونک مارنا پانی میں ہو یا دودھ میں یا کسی اور پینے کی چیز میں۔ پھر خواہ ٹھنڈا کرنے کے لئے ہو یا تنکا وغیرہ دور کرنے کے لئے اور خواہ پانی میں پھونک مارے یا کھانے میں سب ممنوع ہے۔ چنانچہ طبرانی کی روایت میں ہے۔ عن **النفخ فی الطعام والشراب** ۲؎ یعنی اگر برتن میں کوڑا تنکا نظر آئے تو میں کیا کروں وہ تو پھونک سے ہی دفع ہو سکتا ہے اور آپ حضور پھونک سے منع فرماتے ہیں ۳؎ اس طرح کہ برتن سے تھوڑا پانی گرادو جس سے وہ کوڑا بھی گر جائے یا چمچہ یا کسی تنکے سے الگ کردو۔ بہرحال پھونک نہ مارو۔ ۴؎ سائل کا مقصد یہ ہے کہ آپ برتن میں پھونک مارنے سے منع فرماتے ہیں اور میں ایک سانس میں پانی وغیرہ سے سیر نہیں ہوا۔ دوسری تیسری سانس ضرور لینا پڑتی ہے وہ سانس برتن ہی میں لی جاوے گی تو پھر پھونکنا ہو گیا ۵؎ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ چند سانسوں میں ہو مگر سانس برتن میں نہ لو۔ برتن منہ سے ہٹا کر لو۔ خیال رہے کہ تین سانس سے پینا بہتر ہے ایک سانس سے پینا جائز (مرقات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک سانس سے نہ پیا

وَعَنْہُ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَۃِ الْقَدَحِ وَ اَنْ یُّنْفَخَ فِی الشَّرَابِ۔ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۰۹۴) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے پینے سے منع فرمایا ۱؎ اور اس سے کہ پانی میں پھونکا جائے ۲؎ (ابوداؤد)

(۴۰۹۴) ۱؎ خواہ پیالہ کا کنارہ کچھ ٹوٹا ہوا ہو یا پیالہ کے وسط میں سوراخ ہو اس سے پانی وغیرہ مطلقاً منع ہے کہ یہ جگہ منہ سے اچھی طرح نہیں لگتی جس سے پانی وغیرہ بہہ کر کپڑوں پر گرتا ہے۔ کچھ منہ میں جاتا ہے کچھ کپڑے تر کرتا ہے نیز یہ جگہ پھر اچھی طرح صاف بھی نہ ہو سکے گی۔ اور ممکن ہے کہ ٹوٹا ہوا کنارہ ہونٹ کو زخمی کردے اور زخم کا خون پانی اور برتن کو ناپاک کردے بہرحال اس حکم میں بھی بہت حکمتیں ہیں ۲؎ اس حدیث کو احمد اور حاکم نے بھی انہیں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (دیکھو مرقات)

وَعَنْ کَبْشَۃَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ فِیْ قِرْبَۃٍ مُعَلَّقَۃٍ قَائِمًا فَقُمْتُ اِلٰی فِیْھَا فَقَطَعْتُہٗ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ صَحِیْحٌ)

(۴۰۹۵) روایت ہے حضرت کبشہ سے ۱؎ فرماتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو لٹکے ہوئے مشکیزے سے کھڑے کھڑے پانی پیا ۲؎ میں اس کے دہانے کی طرف اٹھی اسے میں نے کاٹ لیا ۳؎ (ترمذی ابن ماجہ اور ترمذی نے فرمایا

marfat.com

یہ حدیث حسن، غریب، صحیح ہے۔

(۴۰۹۵) ا۔ کبشہ دو ہیں ایک کبشہ بنت ثابت ابن منذر انصاریہ ہیں جو حضرت حسان ابن ثابت کی بہن ہیں۔ انہیں **کبیشہ** بھی کہا جاتا ہے ان کا لقب برضاء ہے۔ دوسری کبشہ بنت کعب ابن مالک انصاریہ یعنی عبداللہ ابن قتادہ کی بیوی، نہ معلوم یہ کونسی کبشہ ہیں۔ بعض محدثین نے فرمایا پہلی کبشہ ہیں۔ بعض نے فرمایا۔ دوسری، چونکہ دونوں کبشہ صحابیہ ہیں۔ اس لئے یہ ناواقفیت مضر نہیں کیونکہ سارے صحابہ عادل ہیں (مرقات) ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ مشکیزے سے منہ لگا کر پینا اور کھڑے کھڑے پینا دونوں جائز ہیں۔ جہاں ممانعت آئی وہاں ممانعت تنزیہی یا خلاف اولیٰ مراد ہے ۴۔ یعنی مشکیزے کے منہ کا چمڑا جسے حضور انور کے لب لگے تھے میں نے کاٹ کر رکھ لیا۔ کیوں، اس کی تین وجہ ہیں۔ ایک شفاء کے لئے کہ مدینہ کے بیماروں کو اس چمڑہ کو ڈبو کر پانی پلایا کروں۔ تبرک کے لئے کہ اپنے پاس برکت کے لئے رکھوں۔ اور اس لئے کہ کسی اور کا منہ اسے نہ لگے کہ یہ بے ادبی ہے۔ اے حضور کا منہ شریف لگا ہے۔ (مرقات) ترمذی نے حضرت ام سلیم کا یہ ہی واقعہ نقل فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کو مقبول بندوں کا منہ لگ جائے۔ وہ شفا بن جاتی ہے۔ یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کی شفا بن گئی۔ (دیکھو قرآن مجید) یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جسم شریف سے لگی ہوئی چیز سے برکت لینا جائز ہے وہ متبرک ہے۔

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ اَحَبُّ الشَّرَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحُلْوَ الْبَارِدَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَقَالَ وَالصَّحِيْحُ مَا رُوِيَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا۔

(۴۰۹۶) روایت ہے زہری سے وہ عروہ سے ا۔ وہ حضرت عائشہ سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ترین شربت ٹھنڈا میٹھا تھا ۲۔ (ترمذی) اور فرمایا صحیح وہ ہے جو بروایت زہری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً مروی ہو ۳۔

(۴۰۹۶) ا۔ امام زہری بھی تابعی ہیں اور عروہ ابن زبیر ابن عوام بھی تابعی ہیں۔ ابن شہاب فرماتے ہیں کہ عروہ علم کے دریا ناپیدا کنار ہیں (مرقات) ۲۔ یعنی عموماً ٹھنڈا میٹھا پانی پسند فرماتے تھے۔ دودھ کی لسی بھی پسند تھی مگر وہ کبھی کبھی ملاحظہ فرماتے تھے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی میں دودھ ملا ہوا پسند تھا یا شہد سے میٹھا کیا ہوا پانی مرغوب تھا۔ کہ وہ خاص حالات کا ذکر ہے اور یہاں عام حالات کا۔ ۳۔ اس لئے کہ سفیان ابن عیینہ کے سوا باقی تمام محدثین نے اسے عن الزہری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا۔ صرف سفیان ابن عیینہ نے عن عروہ عن عائشہ کی زیادتی کی ہے۔ مگر ثقہ کی زیادتی مقبول ہے نیز امام احمد نے اور حاکم نے اپنی مستدرک میں اسے بروایت عائشہ صدیقہ روایت فرمایا (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ وَاِذَا سُقِيَ لَبَنًا فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ فَاِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ يُجْزِئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ اِلَّا اللَّبَنُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۰۹۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو کہے الٰہی ہم کو اس میں برکت دے اور اس سے بھی اچھا ہمیں کھلا ا۔ اور جب دودھ پئے تو کہے الٰہی ہمیں اس میں برکت دے اور اس سے بھی زیادہ دے ۲۔ کہ دودھ کے سوا ایسی کوئی چیز نہیں جو کھانے اور پانی سے کفایت کرے ۳۔ (ترمذی، ابوداؤد)

marfat.com

(۴۰۹۷) ۱۔ یعنی خدایا ہم کو آئندہ ایسا کھانا کھلا جو اس سے بھی زیادہ پاکیزہ اور نفیس ولذیذ ہو۔ کیونکہ کھانے بعض بعض سے اعلیٰ ہوتے ہیں۔ تو ہمیشہ رب تعالیٰ سے اعلیٰ مانگے ۲۔ یعنی دودھ پی کر یہ نہ کہے کہ ہم کو اس سے بھی اعلیٰ نعمت دے۔ کیونکہ دودھ سے زیادہ اعلیٰ نعمت کوئی نہیں اور ناممکن کی دعا کرنا ممنوع ہے۔ ۳۔ یعنی صرف دودھ ہی میں وہ نعمت ہے جو بھوک و پیاس دونوں کو رفع کرتا ہے۔ لہٰذا یہ غذا بھی ہے اور پانی بھی۔ نیز دودھ میں بچے کی پہلی غذا قدرت کی طرف سے مقرر کی گئی۔ کہ بچہ دنیا میں آکر پہلے کئی ماہ بلکہ دو سال تک ماں کا دودھ ہی پیتا ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ **فانه لیس شئی** سے آخر تک مسدد کا قول ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فرمان عالی ہے دوسری حدیث میں اس کی تصریح بھی ہے۔ جنت میں بھی دودھ کی نہریں ہوں گی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَعْذَبُ لَهُ الْمَآءُ مِنَ السُّقْيَا قِيْلَ هِيَ عَيْنٌ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْمَدِيْنَةِ يَوْمَانِ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۰۹۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سقیا سے میٹھا پانی لایا جاتا تھا۔ کہا گیا ہے کہ وہ ایک چشمہ ہے کہ اس کے اور مدینہ کے درمیان دو دن کی راہ ہے ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۰۹۸) ۱۔ کیونکہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے پانی میں ہلکی سی نمکینی تھی اب بھی اکثر مدینہ منورہ میں پانی باہر سے لایا جاتا ہے۔ بعض گڑھے کنوئیں معلوم ہوتے ہیں مگر ان میں پانی باہر سے لاکر بھرا جاتا ہے۔ لوگ اسے پیتے ہیں۔ مگر اب عموماً وہاں کا پانی بہت شیریں اور نہایت ہلکا زود ہضم ہے۔ اب تو مدینہ کا سا پانی اور وہاں کا سا گوشت روئے زمین میں کہیں نہیں ۲۔ یہ جگہ جانب مکہ معظمہ واقع ہے۔ مگر اب راستہ میں نہیں پڑتی۔ حضرات صحابہ کرام حضور انور کے لئے اپنے دور دراز فاصلہ سے میٹھا پانی اس قدر لاتے تھے کہ حضور سرکار اکثر وہ ہی پانی پیتے تھے۔ بعض مریدین اپنے پیروں کے لئے دور سے ان کی پسندیدہ سبزی لاکر حاضر کرتے ہیں اس خدمت کی اصل یہ ہی حدیث ہے کہ حضرات صحابہ دو دن کی راہ سے میٹھا پانی حضور کے لئے لاتے تھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَرِبَ فِيْ اِنَآءِ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ اَوْ اِنَآءٍ فِيْهِ شَيْءٌ مِّنْ ذٰلِكَ فَاِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِيْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ۔
(رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ)

(۴۰۹۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سونے یا چاندی کے برتن میں پیئے یا اس برتن میں جس میں ان میں سے کچھ ہو۔ تو وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ کھولاتا ہے یا بھرتا ہے ۲۔ (دار قطنی)

(۴۰۹۹) ۱۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ اگر تانبے یا پیتل کے برتن میں سونے یا چاندی کی قلعی ہو تو اس میں کھانا پینا حرام ہے وہ حضرات **فیه شی من ذالک** سے سونے چاندی کی قلعی مراد لیتے ہیں۔ مگر امام اعظم کے نزدیک اس سے قلعی مراد نہیں بلکہ اس سے مراد سونے چاندی کی زنجیریں یا کیلیں میخیں مراد ہیں اگر زیادہ ہوں ایک دو کیل جو باریک ہو اس کی اجازت ہے۔ یہ حکم عورتوں، مردوں سب کے لئے ہے، عورتوں کو سونے چاندی کا صرف زیور حلال ہے ۲۔ اسکی شرح ابھی فصل اول میں گزر

marfat.com

گئی۔

بَابُ التَّقِيْعِ
وَالْاَنْبِذَةِ

کشمش وغیرہ کے شربتوں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

تقیع اکثر کشمش کے شربت (زلال) کو کہا جاتا ہے اور نبیذ عموماً کھجور کے شربت (زلال) کو کہتے ہیں کہ رات کو کشمش یا کھجوریں پانی میں بھگو دی جاتی ہیں۔ صبح کو وہ پانی نتھار کر پیا جاتا ہے اسے نبیذ کہتے ہیں۔ یہ بہت ہی مقوی اور زود ہضم ہوتا ہے۔ یہ حلال ہے بشرطیکہ خدشہ کو نہ پہنچے اگر بہت روز تک رکھا رہے تو جھاگ چھوڑ دیتا ہے اور نشہ آور ہے۔ اب حرام ہو جاتا ہے کہ فرمایا گیا **کل مسکر حرام**

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحِيْ هٰذَا الشَّرَابَ كُلَّهُ الْعَسَلَ وَالنَّبِيْذَ وَالْمَآءَ وَاللَّبَنَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۱۰۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس پیالہ سے ہر قسم کے شربت پلائے شہد، نبیذ، پانی اور دودھ ا۔ (مسلم)

(۴۱۰۰) ا۔ ایک لکڑی کا پیالہ حضرت انس کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے لوگوں کو دکھا کر فرمایا کہ اس پیالہ سے میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی قسم کے شربت اور دودھ پلایا ہے۔ یعنی یہ پیالہ بڑا ہی متبرک ہے کہ اسے حضور انور کے ہاتھ اور لب بارہا لگے ہیں۔ آپ نے بصرہ میں لوگوں کو اس پیالہ کی زیارت کرا کے یہ فرمایا۔ یہ پیالہ حضرت انس کی اولاد کے پاس بطور تبرک رہا۔ پھر عمر ابن انس کی اولاد سے آٹھ لاکھ روپیہ کے عوض خریدا گیا (مرقات) یہاں اشعۃ اللمعات میں ہے کہ امام بخاری نے اس پیالہ کی بصرہ میں زیارت کی اور اس سے پانی پیا۔ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ حضور کے استعمالی برتنوں کو برکت کے لئے اپنے پاس رکھتے تھے اور لوگوں کو زیارت کراتے تھے۔ آنکھ والے ان چیزوں کی قدر جانتے ہیں۔ ابھی گزر گیا کہ حضرت کبشہ نے مشکیزے کا وہ چمڑا کاٹ کر رکھ لیا جس سے حضور نے پانی پیا تھا۔ مثنوی میں ہے کہ حضرت جابر کے گھر وہ کپڑے کا دسترخوان تھا جس سے حضور نے ہاتھ و منہ پونچھ لئے تھے۔ جب وہ میلا ہو جاتا تھا تو اسے آگ میں ڈال دیتے میل جل جاتا کپڑا محفوظ رہتا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں:۔

شعر:۔

☆ قوم گفتند اے صحابی عزیز ☆ چوں نہ سوزید و منقی گشت نیز ☆
☆ گفت روزے مصطفیٰ دست و دہاں ☆ بس بما لید اندریں دستار خواں ☆
☆ اے دل ترسندہ از نار و عذاب ☆ باچنیں دست و دہاں کن انتساب ☆

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا نَنْبِذُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سِقَآءٍ يُوْكَأُ اَعْلَاهُ وَلَهُ عَزْلَاءُ نَنْبِذُهُ غُدْوَةً فَيَشْرَبُهُ عِشَآءً وَنَنْبِذُهُ

(۴۱۰۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک مشکیزہ میں نبیذ بناتے تھے ا۔ جس کا دہانہ باندھ دیا تھا اور اسکا دہانہ تھا ۲۔ صبح نبیذ بناتے تو وہ شام کو

marfat.com

عِشَآءً فَيَشْرَبُهُ غُدْوَةً۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) پیتے اور شام کو نبیذ بناتے وہ حضور صبح کو پیتے ۳۔ (مسلم)

(۴۱۰۱) ا۔ا۔ نبیذ بنا ہے نبذ سے۔ بمعنی پھینکنا' ڈالنا' پھر پھینکی ہوئی چیز کو نبیذ کہنے لگے۔ اس کے بعد اس پھینکنے کے نتیجہ کو نبیذ کہنے لگے۔ یہاں آخری تیسرے معنی مراد ہیں۔ یعنی ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجوروں یا کشمش کا نبیذ تیار کرتے تھے کہ شام کو کھجوریں بھگو دیتے تھے ۲۔ یعنی اس مشکیزہ کے دو منہ تھے۔ ایک اوپر والا جس سے پانی وغیرہ بھرا جاتا تھا۔ دوسرا نیچے والا جس سے پانی وغیرہ نکالا جاتا تھا۔ عزلاء ہر منہ کو کہا جاتا ہے۔ یہاں نیچے والا منہ مراد ہے کیونکہ اوپر والے منہ کا ذکر تو الگ ہو چکا ۳۔ نماز فجر اور طلوع آفتاب کے درمیانی وقت کو غدوہ (غین کے پیش سے) کہا جاتا ہے اور سورج ڈھلے سے مغرب تک کے وقت کو عشا (عین کے کسرہ سے) کہا جاتا ہے۔ یعنی صبح کے بھگوئے ہوئے چھواروں کا پانی حضور انور دوپہر کے بعد سے شام تک پی لیتے تھے اور شام کے بھگوئے ہوئے چھوارے صبح کو پی لیتے تھے۔ زیادہ دیر نہ لگائی جاتی تھی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْبَذُ لَهٗ اَوَّلَ اللَّيْلِ فَيَشْرَبُهٗ اِذَا اَصْبَحَ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ وَاللَّيْلَةَ الَّتِيْ تَجِيْئُ وَالْغَدَ وَاللَّيْلَةَ الْاُخْرٰى وَالْغَدَ اِلَى الْعَصْرِ فَاِنْ بَقِيَ شَيْءٌ سَقَاهُ الْخَادِمَ اَوْ اَمَرَ بِهٖ فَصُبَّ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۱۰۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شروع رات میں نبیذ بنایا جاتا اسے حضور پیتے جب صبح ہوتی اسی دن اور رات جو آتی اور کل اور دوسری رات اور کل عصر تک ا۔ پھر اگر کچھ بچ رہتا اسے خادم کو پلا دیتے ۲۔ یا حکم دیتے تو گرا دیا جاتا ۳۔ (مسلم)

(۴۱۰۲) ا۔ یعنی ایک دن کا بنایا ہوا نبیذ حضور دو روز تک پیتے رہتے تھے کہ اس قدر ٹھہرنے سے اس میں نشہ پیدا ہونے کا احتمال نہ تھا ۲۔ اس لئے کہ اس کے بعد تل چھٹ رہ جاتا تھا' صاف شربت نہ رہتا تھا نشہ ہرگز نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اگر نشہ پیدا ہوتا تو خادم کو ہرگز نہ پلاتے کہ نشہ پلانا بھی حرام ہے (مرقات' اشعہ) ۳۔ گرا دینا اس صورت میں ہوتا تھا جبکہ اس میں نشہ پیدا ہو جاتا اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ کھانا اگر آقا کھائے اور نیچے کا بچا ہوا کھانا خادم کو کھلائے تو جائز ہے۔ وہ جو حدیث شریف میں آتا ہے کہ خادم کو ساتھ کھلاؤ یہ بیان استحباب کیلئے ہے۔ لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نشہ آور یا سڑی بسی چیز کسی کو نہ کھلائی جائے' بلکہ پھینک دی جائے۔ خیال رہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ کی روایت' کہ صبح کا نبیذ شام تک ختم فرما دیتے تھے۔ الخ گرمیوں کے موسم کے متعلق ہے اور حضرت ابن عباس کی یہ حدیث دو دن تک پینے کی سردی کے موسم کے متعلق ہے۔ گرمیوں میں نبیذ میں جلد جوش آجاتا ہے اور جلد نشہ آور ہو جاتا ہے۔ سردی میں نہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ يُنْبَذُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سِقَاءٍ فَاِذَا لَمْ يَجِدُوْا سِقَاءً يُنْبَذُ لَهٗ فِيْ تَوْرٍ مِّنْ حِجَارَةٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۱۰۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک مشکیزہ میں نبیذ بنایا جاتا پھر جب مشکیزہ نہ پاتے تو آپ کے لئے پتھر کی ایک لگن میں نبیذ بنایا جاتا ا۔ (مسلم)

(۴۱۰۳) ا۔ یعنی نبیذ کے لئے کوشش کی جاتی تھی کہ مشکیزے میں بنایا جائے تاکہ شربت ٹھنڈا رہے اور ڈھکا رہے۔ لیکن اگر مشکیزہ میسر نہ ہوتا تو پتھر کی لگن یا بڑے پیالہ میں بنایا جاتا۔ پتھر میں شربت جلد گرم ہو جاتا ہے مگر اسے ڈھک دیا جاتا ہوگا۔

marfat.com

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الدُّبَّآءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيْرِ وَاَمَرَ اَنْ يُّنْبَذَ فِيْ اَسْقِيَةِ الْاَدَمِ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۱۰۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا' تونبی سے اور ٹھلیا سے اور پیالہ سے اور کھوکھلی جڑ سے ا اور حکم دیا کہ چمڑے کے مشکیزوں میں نبیذ بنایا جائے ۲۔ (مسلم)

(۴۱۰۴) اہل عرب شراب کے بڑے عادی تھے جب اسلام میں شراب حرام کی گئی تو شراب بنانے' رکھنے' پینے کے برتنوں کا استعمال بھی حرام کردیا گیا۔ تاکہ یہ برتن دیکھ کر لوگوں کو شراب یاد نہ آوے اور لوگ پھر سے شراب نہ پینے لگیں۔ بعد میں برتنوں کی ممانعت کی حدیث منسوخ ہوگئی۔ اسی کی ناسخ حدیث آگے آرہی ہے۔ یہ شراب کے چار برتنوں کا ذکر ہے۔ پختہ کدو جو لمبا ہوتا ہے اسے کھکھل کرلیا جاتا تھا۔ اس سے جگ کی جگہ کام لیتے تھے کہ اسے دباء کہتے تھے۔ چھوٹا گھڑا جس میں تھوڑی شراب رکھتے تھے اسے حنتم کہتے تھے۔ اس پر اکثر سبز رنگ کردیتے تھے۔ شراب پینے کا پیالہ جس میں تارکول لگا ہوتا اسے مزفت کہتے تھے یعنی زفت لگا ہوا روغنی پیالہ۔ موٹے درخت کی جڑ کھکھل کرکے زمین میں گاڑ دیتے اس میں زیادہ شراب رکھتے تھے۔ اسے نقیر کہتے۔ غرضیکہ شراب رکھنے کے دو برتن تھے اور پلانے کے دو برتن۔ ان چاروں برتنوں کا استعمال بھی حرام کردیا گیا اور فرمایا گیا کہ ان برتنوں میں دودھ' پانی' نبیذ اور کوئی شربت بھی نہ پیو' نہ رکھو' تاکہ شراب کا تصور نہ آنے پائے ۲۔ یعنی چمڑے کے مشکیزے میں نبیذ بناؤ کیونکہ اولا چمڑے کے مشکیزے میں نبیذ میں جلد نشہ نہیں پیدا ہوتا کہ چمڑا ٹھنڈا ہوتا ہے اگر نبیذ میں جوش آجائے اور نشہ پیدا ہوجائے تو چمڑہ کا مشکیزہ پھٹ جاتا ہے۔ ان مذکورہ برتنوں میں جلد نشہ پیدا ہوجاتا ہے اور پھر خبر نہیں ہوتی کہ نشہ ہوا ہے یا نہیں ممکن ہے کہ نشہ پیدا ہوچکا ہو اور تم بے خبری میں پی لو۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّظُرُوْفِ فَانْتَظِرُوْا فَلَا يُحِلُّ شَيْئًا وَلَا يُحَرِّمُهٗ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الْاَشْرِبَةِ اِلَّا فِيْ ظُرُوْفِ الْاَدَمِ فَاشْرَبُوْا فِيْ كُلِّ وِعَآءٍ غَيْرَ اَنْ لَّا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا۔

(۴۱۰۵) روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم کو برتنوں سے منع کیا تھا مگر برتن نہ کسی چیز کو حلال کرتا ہے نہ حرام ا۔ ہر نشہ والی چیز حرام ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے تم کو شربتوں سے منع کیا تھا سوا چمڑے کے برتنوں میں تم پیو سوا اس کے کہ نشہ آور چیز نہ ہو۔ (مسلم)

(۴۱۰۵) ا۔ یہ حدیث پچھلی حدیث کی ناسخ ہے یعنی حرمت و حلت برتن پر موقوف نہیں۔ بلکہ نشہ پر موقوف ہے۔ یہ حدیث اس وقت کی ہے جب لوگ ترک شراب کے عادی ہوچکے تھے اور نشہ آور اور غیر نشہ آور میں تمیز کرسکتے تھے۔ حالات بدل گئے۔ حکم بدل گیا۔ ۲۔ خیال رہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خمر یعنی انگوری شراب تو حرام بعینہ ہے کہ اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے اس کے ماسوا دوسری نشہ آور چیزیں خواہ پتلی ہوں جیسے جوار وغیرہ کی شراب یا خشک جیسے افیون' بھنگ وغیرہ نشہ دیں تو حرام ہیں ورنہ حرام نہیں۔ بشرطیکہ لہو ولعب کے لئے استعمال نہ کرے' دوسرے اماموں کے ہاں ہر پتلی نشہ آور چیز مطلقاً" حرام ہے۔ نشہ دے یا نہ دے خشک نشہ آور چیزیں حد نشہ سے کم حلال ہیں۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ حضور انور نے حرمت کو نشہ پر موقوف فرمایا فتوی قول صاحبین پر ہے۔

marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

وَعَنْ اَبِیْ مَالِكِ الْاَشْعَرِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِنْ اُمَّتِیَ الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

دوسری فصل

(۴۱۰۶) روایت ہے حضرت ابو مالک اشعری سے ۱؎ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام کچھ دوسرا رکھ لیں گے ۲؎ (ابوداؤد) ۳؎

(۴۱۰۶) ۱؎ آپ کے حالات پہلے گزر چکے کہ آپ کا نام کعب ابن عاصم ہے۔ کنیت ابو مالک یا ابو عامر ہے۔ ابو مالک زیادہ مشہور ہے۔ آپ صحابی ہیں۔ خلافت فاروقی میں وفات پائی۔ ۲؎ یہ غیبی خبر ہے جو ہو بہو درست ہوئی۔ یعنی آخر زمانہ میں لوگ شراب کے نام بدل دیں گے اور اسے حلال سمجھ کر پئیں گے۔ حالانکہ وہ نشہ والی ہوگی۔ مثلاً انگور کا پانی یا کھجور کا عرق کہیں گے یا اسے وسکی کہہ کر پئیں گے۔ معلوم ہوا کہ نام کا اعتبار نہیں نشہ کا اعتبار ہے۔ آج بعض لوگ شراب کو برانڈی یا وسکی کہہ کر پیتے ہیں حالانکہ حرام ہوتی ہے۔ شراب کا نام قہوہ بھی ہے مگر مروجہ قہوہ یعنی بے دودھ کی چائے بالکل حلال ہے کہ اس میں نشہ نہیں۔ لہٰذا حلال ہے غرضیکہ نام کا اعتبار نہیں کام کا اعتبار ہے (مرقات) ۳؎ یہ حدیث احمد، ابن حبان، طبرانی، بیہقی نے بھی روایت فرمائی۔ ان کی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ ان میں باجے رنڈیوں کے گانے بہت بڑھ جائیں گے۔ اللہ انہیں زمین میں دھنسائے گا اور ان کی صورتیں بندروں، سوروں میں تبدیل فرمادے گا یہ آخر زمانہ میں ہوگا (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَبِيْذِ الْجَرِّ الْاَخْضَرِ قُلْتُ اَنَشْرَبُ فِی الْاَبْيَضِ قَالَ لَا۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

تیسری فصل

(۴۱۰۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہری ٹھلیا کے نبیذ سے پینے سے منع فرمایا ۱؎ میں نے عرض کیا کہ کیا ہم سفید میں پی لیا کریں فرمایا نہیں ۲؎ (بخاری)

(۴۱۰۷) ۱؎ مٹی کی ٹھلیا جس میں ہرا روغن کیا گیا ہو۔ یہ شراب کا خاص برتن تھا یہ حدیث بھی منسوخ ہے اسکی ناسخ حدیث پہلے گزر گئی ۲؎ یعنی اس میں بھی نبیذ نہ بناؤ اور اسکا بنایا ہوا نبیذ ہرگز مت پیو کہ یہ شراب کا برتن ہے، رنگ کا اعتبار نہیں برتن کا اعتبار ہے۔ یہ حدیث بھی منسوخ ہے۔

marfat.com

بَابُ تَغْطِيَةِ الْاٰنَاءِ وَغَيْرِهَا

برتن وغیرہ ڈھکنے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

اس باب میں رات کو برتن ڈھکنے دروازے بند کرنے' چراغ اور آگ بجھانے سب کا ہی ذکر ہو گا' جیسا کہ آئندہ پتہ لگے گا۔ برتن سے مراد بھرے ہوئے برتن ہیں' خواہ پانی سے یا دودھ یا سالن سے' خالی برتن ڈھکنے کا حکم نہیں' جیسا کہ اس کی وجہ بیان فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ اَوْ اَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَاِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوْهُمْ وَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا وَاَوْكُوْا قِرَبَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَخَمِّرُوْا اٰنِيَتَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَلَوْ اَنْ تَعْرُضُوْا عَلَيْهِ شَيْئًا وَاَطْفِئُوْا مَصَابِيْحَكُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ قَالَ خَمِّرُوا الْاٰنِيَةَ وَاَوْكُوا الْاَسْقِيَةَ وَاَجِيْفُوا الْاَبْوَابَ وَاكْفِتُوْا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْمَسَاءِ فَاِنَّ لِلْجِنِّ انْتِشَارًا وَخَطْفَةً وَاَطْفِئُوا الْمَصَابِيْحَ عِنْدَ الرُّقَادِ فَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا اجَّرَّتِ الْفَتِيْلَةَ فَاَحْرَقَتْ اَهْلَ الْبَيْتِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ غَطُّوا الْاِنَاءَ وَاَوْكُوا السِّقَاءَ وَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَاَطْفِئُوا السِّرَاجَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَحُلُّ سِقَاءً وَلَا يَفْتَحُ بَابًا وَلَا يَكْشِفُ اِنَاءً فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ اَحَدُكُمْ اِلَّا اَنْ يَّعْرُضَ عَلٰى اِنَائِهٖ عُوْدًا وَيَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ فَلْيَفْعَلْ فَاِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ بَيْتَهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهٗ قَالَ لَا تَتْرُكُوْا فَوَاشِيَكُمْ وَصِبْيَانَكُمْ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى

(۴۱۰۸) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب رات کا شروع حصہ ہو جائے ۱؎ یا تم شام پاؤ تو اپنے بچوں کو روک لو ۲؎ کیونکہ اس وقت شیطان پھیلتے ہیں پھر جب رات کی ایک گھڑی گزر جاوے تو بچوں کو چھوڑ دو ۳؎ اور دروازے بند کر دو اور اللہ کا نام لو ۴؎ کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا ۵؎ اور اپنے مشکیزوں کو بند هن دے دو اللہ کا نام لو ۶؎ اور اپنے برتنوں کو ڈھک دو اور اللہ کا نام لو اگرچہ اس پر کوئی چیز کھڑی کر دو ۷؎ اور اپنے چراغ کو بجھا دو ۸؎ (مسلم بخاری) اور بخاری کی روایت میں ہے فرمایا برتن ڈھک دو اور مشکیزوں کو بند هن دے دو اور دروازے بند کر دو اور اپنے بچوں کو روک لو شام کے وقت۔ کیونکہ جنات کا پھیلاؤ اور چھین جھپٹ کا وقت ہے ۹؎ اور سوتے وقت چراغوں کو گل کر دو کیونکہ بسا بار چوہیا بتی کھینچ لے جاتی ہے تو گھر والوں کو جلا دیتی ہے ۱۰؎ اور مسلم کی روایت میں ہے فرمایا برتن ڈھک دو اور مشکیزے باندھ دو ۱۱؎ دروازے بند کر دو۔ اور چراغ بجھا دو ۱۲؎ کیونکہ شیطان مشکیزہ نہیں کھولتا اور نہ دروازہ کھولتا ہے نہ برتن کھولتا ہے ۱۳؎ پھر اگر تم میں سے کوئی نہ پائے مگر یہ کہ اپنے برتن پر لکڑی کھڑی کر دے اور اللہ کا نام لے تو یہ ہی کرے ۱۴؎ کیونکہ چوہیا گھر والوں پر ان کا گھر بھڑکا دیتی ہے ۱۵؎ اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ اپنے جانور

marfat.com

تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْعَثُ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ قَالَ غَطُّوا الْإِنَاءَ وَأَوْكُوا السِّقَاءَ فَإِنَّ فِي السَّنَةِ لَيْلَةً يَنْزِلُ فِيهَا وَبَاءٌ لَا يَمُرُّ بِإِنَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ وِكَاءٌ إِلَّا نَزَلَ فِيهِ مِنْ ذٰلِكَ الْوَبَاءِ۔

وَعَنْهُ قَالَ جَاءَ أَبُو حُمَيْدٍ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنَ النَّقِيعِ بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا خَمَّرْتَهُ وَلَوْ أَنْ تَعْرُضَ عَلَيْهِ عُودًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اور بچے نہ چھوڑو ۱۶؎ جب کہ سورج ڈوب جائے حتیٰ کہ رات کی سیاہی جاتی رہے ۱۷؎ کیونکہ جب سورج ڈوب جاتا ہے تو شیاطین چھوڑ دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ رات کی یہ سیاہی جاتی رہے اور اس کی ایک روایت میں یوں ہے فرمایا کہ برتن ڈھک دو اور مشکیزے باندھ دو کیونکہ سال میں ایک رات ہے جس میں وبائیں اترتی ہیں ۱۸؎ نہیں گزرتیں کسی ایسے برتن پر جس پر ڈھکنا نہ ہو مگر اس وباء میں سے اس میں اتر جاتی ہے ۱۹؎ روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں۔ کہ ایک انصاری صاحب ابو حمید نقیع سے دودھ بھرا برتن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے ۲۰؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اسے ڈھک کیوں نہیں لیا اگرچہ اس پر لکڑی کھڑی کر دیتے ۲۱؎ (مسلم بخاری)

(۴۱۰۸) ۱؎ جنح ج کے فتحہ ن کے جزم سے۔ معنی حصہ اور شروع اور تاریکی (مرقات) یہاں سارے معنی درست ہیں' رات کا شروع حصہ یا رات کی اندھیری' راوی کو شک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے **جنح اللیل** فرمایا' یا فرمایا امسیم' مقصد قریباً ایک ہی ہے ۲؎ یعنی اس وقت بچوں کو گھروں سے باہر نہ نکلنے دو۔ شیطان سے مراد موذی جنات اور موذی انسان دونوں ہیں (اشعہ) شام کے وقت ہی بچوں کو اغوا کرنے والے زیادہ پھرتے ہیں۔ شیطان سے مراد موذی خبیث جن ہیں۔ ورنہ ایک شیطان تو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے جسے قرین کہتے ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف نہیں جن میں قرین کے ہر وقت ساتھ رہنے کا ذکر ہے ۳؎ کیونکہ اب ان شیاطین کا زور گھٹ جاتا ہے وہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتے ہیں اب اگر بچے باہر نکلیں تو حرج نہیں۔ معلوم ہوا جنات و شیاطین کا اثر بچوں پر زیادہ ہوتا ہے اس لئے بچوں کو نکلنے سے روکا گیا ۴؎ یعنی جب رات کو سونے لگو تو دروازے بند کر کے سوؤ اور بند کرتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ اس کی حکمت ابھی آگے بیان ہو رہی ہے ۵؎ بند دروازے سے مراد وہ ہے جو بسم اللہ سے بند کیا گیا ہو بغیر ذکر اللہ بند کئے ہوئے کے اندر شیطان آسکتا ہے ان کی روک کے لئے دروازہ بند ہونا اور بسم اللہ پر بند ہونا ضروری ہے۔ بسم اللہ باطنی تغل ۶؎ یعنی پانی کے بھرے مشکیزے کا منہ ڈوری سے باندھ دو۔ یوں ہی کھلا نہ چھوڑو ۷؎ یہ مجبوری کی حالت میں ہے جبکہ کوئی چیز گھڑا وغیرہ ڈھکنے کے لئے نہ ملے۔ اس لکڑی اور بسم اللہ کی برکت سے برتن شیطان کے اثر سے محفوظ رہے گا ۸؎ چراغ سے مراد بتی والا چراغ ہے جس کی بتی چوہا وغیرہ کھینچ سکے۔ لالٹین یا بجلی اس حکم سے خارج ہے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ بند گھر میں جلتی لالٹین چھوڑنا بھی خطرناک ہے۔ اس سے گیس پھیل جانے کا خطرہ ہوتا ہے ۹؎ یہاں چھین جھپٹ سے مراد ان کو دیوانہ کر دینا ان پر مسلط ہو جانا ہے۔ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں۔ جن پر جن آجاتے ہیں۔ ان کو پریشان کرتے ہیں۔ دیوانہ بنا دیتے ہیں۔ جنات کا یہ تصرف قرآن کریم سے ثابت ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **الذی یتخبطه الشیطان من المس** جیسے سانپ بچھو وغیرہ زہریلے جانور انسان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ایسے ہی شیطان بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں یہ اثرات

marfat.com

بھی بالکل حق ہیں ۱۰۔ یہاں لیسقہ سے مراد موذی جانور ہے جو اپنے نفع کے بغیر انسان کا نقصان کردے۔ چوہا، چیل، کوا، بچھو، دیوانہ کتا سب لیسق یعنی موذی ہیں۔ اس لئے ان کو حرم شریف میں بھی اور حالت احرام بھی قتل کرسکتے ہیں ۱۱۔ یہاں بھی برتنوں سے مراد وہ برتن ہیں جن میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں۔ یوں ہی مشکیزے سے مراد وہ مشکیزے ہیں جن میں پانی یا نبیذ وغیرہ ہوں ۱۲۔ یہاں بھی چراغ سے مراد کھلا چراغ ہے جس کی بتی چوہا کھینچ سکے۔ موجودہ بجلی کی روشنی اس حکم سے خارج ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ۱۳۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے ان شیاطین کو یہ قدرت نہیں دی کہ ان چیزوں کو کھول سکیں۔ جیسے شیطان اس کھانے کو نہیں کھا سکتا جو بسم اللہ پڑھ کر کھایا جائے۔ لہٰذا حدیث شریف بالکل ظاہر معنی پر ہے اس میں کسی تاویل و توجیہہ کی ضرورت نہیں۔ ۱۴۔ یعنی اگر برتن ڈھکنے کے لئے کوئی ڈھکنا نہ ملے تو اس پر اللہ کا نام لے کر لکڑی کھڑی کردو وہ برتن اس لکڑی اور اللہ کے ذکر کی وجہ سے ان بلاؤں سے محفوظ رہے گا ۱۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم بطور مشورہ ہے۔ لہٰذا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس میں بہت ہی منافع اور فوائد ہیں ۱۶۔ فواشی جمع ہے **فاشیتہ** کی۔ عربی میں چھوٹے ہوئے جانور کو فاشیہ کہتے ہیں۔ خواہ جنگل میں چھوٹا ہوا ہو یا بستی میں کھلا پھرتا ہو۔ پھر مطلقاً جانوروں کو فواشی کہا جانے لگا۔ وہ ہی یہاں مراد ہے یعنی مغرب و عشاء کے درمیان اپنے جانور اور بچے کھلے نہ پھرنے دو ۱۷۔ یعنی رات کے شروع حصہ کی سیاہی ختم ہو جاوے اور اس کی اصلی سیاہی آجاوے، مغرب، عشاء کے درمیان آسمان پر سیاہی ہوتی ہے مگر مغربی کنارہ پر سرخی یا سفیدی ہوتی ہے یہاں فحمہ سے یہ ہی سیاہی مراد ہے اور جب عشاء کا وقت آتا ہے تو یہ خالص سیاہی ہر طرف چھا جاتی ہے کسی جگہ سرخی یا سفیدی کا نام نہیں ہوتا۔ لہٰذا حدیث واضح ہے ۱۸۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عموماً ہر رات شیاطین کا پھیلاؤ اول شب میں ہوتا ہے۔ اور سال میں ایک رات ایسی بھی آتی ہے جس میں خصوصی بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ان احادیث میں یہ عمومی بلاؤں کا ذکر تھا جو روزانہ شروع رات میں آتی ہیں اور اس حدیث میں خاص ان بلاؤں کا ذکر ہے جو سال میں ایک رات آتی ہیں۔ ۱۹۔ من بیانیہ ہے نہ کہ تبعیضیہ لہٰذا اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ بلا ان برتنوں میں داخل ہو جاتی ہے جن پر ڈھکنا نہ ہو۔ نووی نے فرمایا کہ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ دنیا کی ہر آفت سے بچاؤ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے مسلمان ہر وقت، ہر حال میں اللہ کا ذکر کرے دنیا زہر ہے۔ ذکر اللہ اس کا تریاق (مرقات) تر لکڑی آگ میں نہیں جلتی۔ اللہ کے ذکر سے تر زبان انشاء اللہ دوزخ اور آفات کی آگ سے نہ جلے گی۔ مومن سوتے جاگتے، جیتے، مرتے اللہ کا ذکر کرے ۲۰۔ ابو حمید کا نام عبدالرحمٰن ابن سعد ہے۔ کنیت ابو حمید خزرجی ساعدی ہیں بقیع وادی عقیق میں ایک جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں کے لئے طویلہ بنوایا تھا۔ وہاں حضور کے خدام بھی رہتے تھے ان اونٹوں کی نگرانی کے لئے بعض نسخوں میں بجائے بقیع کے بقیع ہے یعنی ب سے جو مدینہ منورہ کا قبرستان ہے مگر یہ صحیح نہیں وادی عقیق مدینہ منورہ کے مکہ معظمہ کے قدیمی راہ پر تین میل فاصلہ پر ایک وادی ہے اب راستہ بدل چکا ہے ۲۱۔ وہ حضرت کھلے برتن میں دودھ لائے تھے۔ اس پر حضور انور نے یہ فرمایا یعنی دودھ ڈھک کر لانا چاہیے تھا۔ اگر ڈھکنا نہ تھا تو اس کے اوپر لکڑی ہی کھڑی کر لیتے۔ ہمارے ہاں عوام میں مشہور ہے کہ دودھ اور دہی کو نظر بد بہت جلد لگتی ہے۔ اس پر لکڑی کھڑی کر لینی چاہیے۔ اسکی اصل یہ حدیث ہو سکتی ہے خیال رہے کہ دوکانوں پر دودھ دہی کھلا رکھا رہتا ہے۔ وہ اس حکم میں داخل نہیں کہیں لے کر جاؤ تو ڈھک لو۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُونَ۔

(۴۱۰۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جب سونے لگو تو اپنے گھروں میں آگ نہ چھوڑو۔

marfat.com

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (مسلم، بخاری)

(۴۱۰۹) ا۔ جلتا ہوا چراغ گل کردو۔ چولھے میں آگ ہو تو بجھادو۔ کبھی آگ جلتی چھوڑ کر نہ سوؤ نہ کہیں جاؤ۔ اس میں صدہا حکمتیں ہیں۔ آگ خطرناک چیز ہے۔ ذرا سی بے احتیاطی میں گھر اور سامان جلا ڈالتی ہے۔ بے خبر سوتے ہوئے جل جاتے ہیں۔ خدا کی پناہ۔ یہاں آگ سے مراد وہی آگ ہے جس سے آگ لگ جانے کا اندیشہ ہو بجلی کی آگ میں یہ اندیشہ نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ اِحْتَرَقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَةِ عَلٰی اَهْلِهٖ مِنَ اللَّیْلِ فَحُدِّثَ بِشَانِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ النَّارَ اِنَّمَا هِیَ عَدُوٌّ لَّكُمْ فَاِذَا نِمْتُمْ فَاَطْفِئُوْهَا عَنْكُمْ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۱۱۰) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک گھر مع گھر والوں کے رات میں جل گیا۔ اس واقعہ کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو فرمایا کہ یہ آگ تمہاری دشمن ہے ۲۔ تم جب سونے لگو تو اسے اپنے سے بجھا دیا کرو ۳۔ (مسلم بخاری)

(۴۱۱۰) ا۔ اسی طرح کہ گھر مع گھر والوں کے جل گیا یا گھر جل کر ان لوگوں پر گر گیا۔ غرضیکہ گھر والے بھی ہلاک ہو گئے، خواہ جل کر یا دب کر ۲۔ کیونکہ آگ ہمارے بدن ہمارے مال کی ہلاکت کا ذریعہ ہے۔ اگر احتیاط سے برتی جائے تو مفید ہے۔ ورنہ ہلاکت۔ اسے دشمن فرمانا اس معنی سے ہے یعنی بے احتیاطی سے برتی جائے تو دشمن ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ تو بڑی مفید چیز ہے۔ حد میں رہ کر ہر چیز مفید ہے حد سے بڑھ کر مضر۔ ہم بھی حد میں رہیں تو اچھے ورنہ حد سے بڑھ جائیں تو خود اپنے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ حد میں رکھے ۳۔ یہ حکم بطور مشورہ ہے۔ لہٰذا استحبابی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا سَمِعْتُمْ نُبَاحَ الْكِلَابِ وَنَهِیْقَ الْحَمِیْرِ مِنَ اللَّیْلِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ فَاِنَّهُنَّ یَرَیْنَ مَا لَا تَرَوْنَ وَاَقِلُّوا الْخُرُوْجَ اِذَا هَدَاْتِ الْاَرْجُلُ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَبُثُّ مِنْ خَلْقِهٖ فِیْ لَیْلَتِهٖ مَا یَشَآءُ وَاَجِیْفُوا الْاَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَفْتَحُ بَابًا اُجِیْفَ وَذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَغَطُّوا الْاِنَآءَ وَاَوْكُوا الْقِرَبَ۔
(رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۴۱۱۱) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب تم رات میں کتوں کا یا گدھوں کا رینگنا سنو تو مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو ا۔ کیونکہ وہ ایسی چیزیں دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے ۲۔ اور جب قدم ٹھہر جائیں تو نکلنا کم کرو ۳۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی رات میں اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے پھیلاتا ہے ۴۔ اور دروازے بند کرو اور اس پر اللہ کا نام لو کیونکہ شیطان دروازہ نہیں کھولتا جب کہ اسے بند کیا جائے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے ۵۔ اور مٹکے ڈھک دو، برتن اوندھے کردو، مشکیزے باندھ دو ۶۔ (شرح سنہ)

(۴۱۱۱) ا۔ یہاں رات کی قید ہے۔ دوسری روایات میں یہ قید نہیں۔ چنانچہ حصن حصین شریف میں ہے کہ جب تم گدھے کا

marfat.com

رینگنا سنو تو اعوذ باللہ پڑھو ابوداؤد و نسائی حاکم وغیرہ کی روایت میں ہے کہ جب تم کتوں کا رونا سنو تو اعوذ باللہ پڑھو۔ یہاں رات کی قید یا تو اتفاقی ہے یا اس لئے ہے کہ رات میں یہ آوازیں بہت مکروہ معلوم ہوتی ہیں ۲۔ یعنی شیاطین کو دیکھ کر یہ دونوں جانور آوازیں نکالتے چیختے ہیں کتوں کا رونا بلاؤں آفتوں کو دیکھ کر ہوتا ہے۔ اور جب مرغ کی آواز سنو تو دعا مانگو کہ وہ فرشتہ کو دیکھ کر بولتا ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ صالحین کے پاس دعا مانگنا ان سے تبرک حاصل کرنا مستحب ہے اور بدکاروں کو دیکھ کر اعوذ پڑھنا افضل صالحین، فاسقین کا دیکھنا آیات الٰہیہ سے ہے (مرقات) ۳۔ یعنی رات گئے جب لوگوں کی آمد و رفت بند ہو جائے تم بھی بلا ضرورت گھر سے نہ نکلو کہ اس وقت جنات موذی جانور نکلتے ہیں۔ ۴۔ یعنی دن بھر زمین میں تم پھیلے ہوتے ہو رات گئے کوئی اور مخلوق یہاں پھیلتی ہے جو دن میں چھپی رہتی ہے۔ دن میں تم چلو پھرو وہ مخلوق چھپی رہے۔ رات میں تم آرام کرو تاکہ وہ مخلوق چلے پھرے۔ اس کو بھی رب تعالیٰ کی زمین پر چلنے پھرنے کا حق ہے اگر تم بھی اس وقت عام طور پر چلو پھرو تو اس مخلوق سے خلط ملط ہونے کی وجہ سے تم کو تکلیف پہنچے گی ۵۔ اور جیسے بسم اللہ کی برکت سے شیطان کھانا نہیں کھا سکتا۔ ایسے ہی بسم اللہ کی برکت سے صحبت میں شریک نہیں ہو سکتا۔ یوں ہی بسم اللہ کی برکت سے وہ بند دروازہ نہیں کھول سکتا ۶۔ گھڑے اور مشکیزے کا ذکر حصر کے لئے نہیں مثال کے طور پر ہے کہ تمام کھانے پینے کے برتن ڈھک دیئے جائیں اور خالی برتن اوندھے کر دیئے جائیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَتْ فَارَةٌ تَجُرُّ الْفَتِيلَةَ فَأَلْقَتْهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخُمْرَةِ الَّتِيْ كَانَ قَاعِدًا عَلَيْهَا فَأَحْرَقَتْ مِنْهَا مِثْلَ مَوْضِعِ الدِّرْهَمِ فَقَالَ إِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوا سُرُجَكُمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدُلُّ مِثْلَ هٰذَا عَلٰى هٰذَا فَيُحْرِقَكُمْ۔ (رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۱۱۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ فرماتے ہیں ایک چوہیا بتی کھینچتی ہوئی آئی اسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈال دیا، اس چٹائی پر جس پر حضور بیٹھے تھے ۱۔ اس سے درہم برابر حصہ جلا دیا ۲۔ تب حضور نے فرمایا کہ جب تم سونے لگو تو اپنے چراغ بجھا دو کیونکہ شیطان ان جیسی چیزوں کی اس کام پر رہبری کرتا ہے۔ پھر تمہیں جلا دیتا ہے ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۱۱۲) ۱۔ خمرہ بنا ہے خمر سے، بمعنی ڈھکنا اور چھپانا اس سے ہے خمار، بمعنی دوپٹہ۔ خمر، بمعنی شراب کہ دوپٹہ سر کو اور شراب عقل کو چھپا لیتی ہے۔ یہاں خمرہ سے مراد چھوٹا مصلے چٹائی کا جس پر ہر ایک آدمی نماز پڑھ سکے چونکہ وہ مصلے زمین کو چھپا لیتا ہے۔ اس لئے اسے خمرہ کہتے ہیں حضور انور رات کے وقت اس مصلے پر جلوہ گر تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا ۲۔ مصلے میں آگ لگتے ہی بجھ دی گئی ہوگی۔ صرف اتنی ہی جگہ جل پائی ہوگی۔ ورنہ سارا مصلے جل جاتا ۳۔ یعنی ابھی تو ہم جاگ رہے تھے۔ آگ بجھالی۔ اگر سوتے ہوتے تو مصلیٰ بلکہ سارا گھر جل جاتا۔ اس لئے سوتے وقت چراغ بجھا دیا کرو۔

كِتَابُ اللِّبَاسِ

لباس کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

لباس، بمعنی پہننا مصدر ہے باب سمع۔ یسمع سے۔ اس سے مراد ہے پہنی ہوئی چیز یعنی مصدر، بمعنی اسم مفعول۔ اس میں

marfat.com

کپڑے، جوتے زیور وغیرہ سب کا بیان آئے گا کہ وہ سب چیزیں پہنی جاتی ہیں۔ لباس ۔ بمعنی التباس بھی آتا ہے۔ مشتبہ ہو جانا متشابہ لگ جانا وہ بھی مصدر ہے مگر ضرب ۔ضرب سے پہلے لباس کا مادہ بس لام کے پیش سے ہے، دوسرے لباس کا مادہ بس لام کے فتحہ سے یہ فرق ضرور خیال رہے یہاں پہلا لباس ہے ۔ بمعنی پہننا (اشعہ)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَلْبَسَهَا الْحِبَرَةَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۱۱۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ محبوب ترین لباس جن کا پہننا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا حیرہ تھے ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۱۱۳) ا۔ یمن کے تیار کردہ کپڑوں میں سے ایک قسم کے سوتی کپڑے کا نام حیرہ ہے ح کے کسرہ سے۔ یہ بہترین قسم کا کپڑا ہوتا ہے۔ سادہ سفید بھی ہوتا ہے اور سبز و سرخ دھاری والا بھی، حیر کے معنی ہیں سجاوٹ آراستگی۔ یہ کپڑا بڑا اچھا ہوتا ہے جس سے دلنوں کو آراستہ کیا جاتا تھا اس لئے اسے حیرہ کہتے ہیں۔ قران کریم میں ہے **فهم فی روضته یحبرون** یہ کپڑا میل خوردہ ہوتا ہے۔ میل کو چھپا لیتا ہے جلد جلد دھونا نہیں پڑتا اس لئے محبوب تھا (مرقات واشعہ)

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُوْمِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ

(۴۱۱۴) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں والا رومی جبہ پہنا ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۱۱۴) ا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور انور نے شامی جبہ پہنا چونکہ اس زمانہ میں شام روم کا ماتحت تھا اس لئے ملک شام کو بھی روم کہہ دیا جاتا تھا یا مطلب ہے کہ بنا ہوا روم کا تھا سلا ہوا شام کا، بہرحال احادیث میں تعارض نہیں، یہ کپڑا ادنیٰ ہوتا تھا موٹا بنا ہوا بہت سادہ حضرت صوفیاء کرام بھی اکثر صوف یعنی اونی کپڑے پہنتے ہیں اس لئے انہیں صوفی کہا جاتا ہے۔ یعنی صوف پہننے والے حضرت آدم و حوا نے زمین پر آکر پہلے اونی کپڑا پہنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اکثر صوف پہنتے اور درختوں کے پھل وغیرہ کھاتے تھے جہاں شام آجاتی سو رہتے تھے۔ خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ سے ملاقات کی۔ سب کا لباس صوف یعنی اون کا تھا۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ سفر میں تنگ آستین کی قمیض افضل ہے اور گھر کھلی آستین کی قمیض بہتر ہے۔ صحابہ کرام کی آستین ایک بالشت چوڑی ہوتی تھیں (مرقات)

وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُلَبَّدًا وَاِزَارًا غَلِيْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَيْنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۱۱۵) روایت ہے حضرت ابو بردہ سے فرماتے ہیں کہ ہمارے سامنے حضرت عائشہ نے ایک پیوند والا کمبل اور موٹا تہبند نکالا اور فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک ان دونوں میں قبض کی گئی ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۱۱۵) ا۔ بعض حضرات ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حضور کے تبرکات کی زیارت کرنے آیا کرتے تھے اور آپ انہیں زیارت کراتی تھیں ملبد کے معنی ہیں لبادہ کیا ہوا یعنی پیوند پر پیوند لگتے لگتے نمدہ کے لباس کی طرح موٹا ہو چکا تھا۔ ۲۔ یہ اس دعا کا اثر ہے کہ **اللهم احینی مسکینا وامتنی مسکینا** کہ میری زندگی و موت مسکین ہو کر ہو۔ شعر:۔

☆ بوریا ممنوں خواب راحتش ☆ تاج کسریٰ زیر پائے امتش ☆

marfat.com

ہم جیسے کمینے غلام ان کے نام پر عیش کر رہے ہیں اور وہ خود اس حالت میں دنیا سے پردہ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ و عمدہ لباس بھی پہنے ہیں مگر ان کی عادت نہ ڈالی۔ ہر قسم کا لباس بے تکلف پہن لیتے تھے۔ آخر وقت یہ لباس جسم اطہر پر تھا۔ لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ **سہری اثر نعمة ربک علیک**

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَنَامُ عَلَيْهِ اَدَمًا حَشْوُهٗ لِيْفٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۱۱۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہ بستر جس پر آپ سوتے تھے چمڑہ کا تھا جس کا بھراؤ کھجور کا لیف تھا۔ (مسلم بخاری)

(۴۱۱۶) ا۔ بعض لوگوں نے لیف کے معنی کئے ہیں کھجور کی چھال۔ یہ غلط ہے چھال بہت سخت ہوتی ہے۔ لیف کھجور کے درخت کا گودا جو نرم ہوتا ہے۔ عرب شریف میں کم چوڑے بہت لمبے گدیلے تکیہ نما ہوتے ہیں۔ ان پر سویا جاتا ہے۔ یہاں وہی مراد ہے۔ یعنی حضور کے سونے کا بستر ایسے گدیلے تھے۔ سردی میں یہ بستر تھا اور گرمیوں میں ٹاٹ۔ لہٰذا یہ حدیث ٹاٹ والی حدیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ وِسَادُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَتَّكِئُ عَلَيْهِ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُهٗ لِيْفٌ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۱۱۷) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ تکیہ جس پر آپ ٹیک لگاتے تھے چمڑہ کا تھا جس کا بھراؤ لیف تھا۔ (مسلم)

(۴۱۱۷) ا۔ یہاں تکیہ سے مراد چھوٹے اور ٹیک لگانے کے قابل تکیے ہیں حضور کے تکئے جن سے آپ ٹیک لگاتے تھے وہ بھی چمڑہ کے تھے جن کے بھراؤ میں کھجور کا گودا تھا۔ غرضیکہ ہر چیز میں سادگی تھی۔

وَعَنْهَا قَالَتْ بَيْنَا نَحْنُ جُلُوْسٌ فِيْ بَيْتِنَا فِيْ حَرِّ الظَّهِيْرَةِ قَالَ قَائِلٌ لِاَبِيْ بَكْرٍ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا مُتَقَنِّعًا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۱۱۸) روایت ہے انہیں سے فرماتی ہیں اس حال میں کہ ہم بیٹھے تھے اپنے گھر میں دوپہر کی گرمی میں کہ کسی کہنے والے نے جناب ابوبکر سے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں سر شریف ڈھانپے ہوئے ا۔ (بخاری)

(۴۱۱۸) ا۔ یہ واقعہ ہجرت کے دن کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو خبر دے دی تھی کہ مجھے عنقریب ہجرت کا حکم ملنے والا ہے، تم مکہ معظمہ میں رہو، تم ہجرت میں ہمارے ساتھ ہوگے۔ حضرت صدیق اکبر منتظر رہے آج ہجرت کا حکم ملنے پر دوپہر کے وقت حضور حضرت صدیق اکبر کے گھر تشریف لائے اس طرح کہ چادر شریف اوڑھے ہوئے تھے اور چادر کا ایک حصہ گھونگھٹ کی طرح چہرہ انور پر تھا جس پر چہرہ صاف نظر نہ آتا تھا یا تو گرمی کی وجہ سے یہ عمل تھا یا تاکہ کوئی حضور کو دیکھ نہ سکے۔ یہ ساری چیزیں صیغہ راز میں رکھنی تھیں بعض صوفیاء خصوصاً حضرات نقشبندیہ چادر کا گھونگھٹ مارتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے۔ بعض لوگوں نے اس کو ناجائز کہا ہے۔ بعض نے بلا ضرورت ناجائز کہا۔ مگر حق یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق ایک رسالہ لکھا طی اللسان عن ذم الصیلسان جس میں بہت احادیث اس عمل کی جمع فرمائیں۔ دوسرے موقعوں پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل ثابت ہے حضرت صحابہ کرام تابعین عظام سے بھی ثابت

marfat.com

ہے۔ حضور غوث الثقلین قطب الکونین سید شیخ عبد القادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ عمل ثابت ہے (اشعۃ اللمعات)

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ وَفِرَاشٌ لِاِمْرَأَتِهٖ وَالثَّالِثُ لِلضَّيْفِ وَالرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۱۱۹) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ایک بستر مرد کا ہو ایک بستر اس کی بیوی کا اور تیسرا مہمان کا۔۱ اور چوتھا شیطان کا ہو گا۲۔ (مسلم)

(۴۱۱۹) ۱۔ اہل عرب فخریہ طور پر بہت سے بستر بناتے اور ان سے گھر سجاتے تھے جیسے پنجاب کے اہل دیہات بہت زیادہ برتنوں سے گھر سجاتے اس پر فخر کرتے ہیں اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ صرف تین قسم کے بستر رکھو' اپنے لئے۔ بیوی بچوں کے لئے اور بقدر ضرورت مہمانوں کے لئے یہاں بستر کی قسمیں مراد ہیں نہ کہ تعداد۔ لہٰذا جس کے دو چار بچے ہوں' دو چار مہمان روزانہ آتے جاتے ہوں تو وہ انہیں کے مطابق بستر رکھے ۲۔ چوتھے سے مراد چوتھی قسم کا بستر ہے یعنی بلا ضرورت' محض فخر اور اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے رکھا جائے خواہ ایک ہو یا زیادہ چونکہ اس قسم کا بستر تکبر و شیخی کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا محرک شیطان ہوتا ہے۔ اس لئے اسے شیطان کی طرف نسبت دی گئی۔ بعض شارحین نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ مرد کو اپنی بیوی سے علیحدہ سونا چاہیے۔ ساتھ سونا ممنوع ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کا بستر بیوی سے علیحدہ فرمایا مگر یہ ضعیف ہے بعض حالات بیماری وغیرہ میں علیحدہ سونا پڑتا ہے۔ اس لئے علیحدہ بستر کی اجازت دی گئی۔ خاوند بیوی کا ایک بستر پر سونا حدیث سے ثابت ہے۔ اس کے متعلق بہت احادیث ہیں (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلٰى مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۱۲۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ اس کی طرف نظر نہ کرے گا۔ جو اپنا تہبند گھسیٹے۱۔ (مسلم بخاری)

(۴۱۲۰) ۱۔ عرب کے رئیس لوگ شیخی میں تہبند نیچا رکھتے تھے' جیسے ہمارے ہاں گاؤں کے چودھری بہت نیچے باندھتے ہیں جو زمین پر گھسٹتے ہی نجس ہو جاتے ہیں۔ ان کے متعلق یہ وعید ہے اسی لئے بطرا" کی قید لگائی گئی۔ اگر بغیر فخر کے تہبند نیچا ہو تو یہ وعید نہیں۔ ہاں سنت یہ ہی ہے کہ مرد کا تہبند یا پاجامہ ٹخنا سے اوپر رہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۱۲۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنا کپڑا۱ فخر سے گھسیٹے قیامت کے دن اللہ اس کی طرف نظر کرم نہ کرے گا۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۱۲۱) ۱۔ کپڑے میں تہبند' پاجامہ' قمیض' چادر سب ہی داخل ہیں۔ ان میں سے جو بہت زیادہ نیچا ہو کر زمین پر گھسٹے اور ہو فخریہ فیشن کے طور پر اس پر یہ وعید ہے ۲۔ ان جیسے فرمانوں میں نہ دیکھنے سے مراد ہوتا ہے مہربانی و کرم کی نظر نہ دیکھنا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ اِزَارَهٗ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهٖ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِی الْاَرْضِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

(۴۱۲۲) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں ایک شخص تکبر سے اپنا تہبند گھسیٹ رہا تھا۱ کہ اسے دھنسا دیا گیا تو وہ قیامت کے دن تک

marfat.com

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ) دھنسا رہے گا۲۔ (بخاری)

(۴۱۲۲) ۱۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ مرد گزشتہ امتوں میں کوئی تھا۔ اس لئے امام بخاری نے یہ حدیث ذکر بنی اسرائیل کے باب میں نقل فرمائی۔ بعض نے فرمایا کہ یہ شخص قریب قیامت حضور کی امت سے ہو گا۔ یعنی فیشن ایبل مسلمان، مگر قول اول قوی ہے (اشعہ) ۲۔ **یتجال** بنا ہے **جلجلۃ** سے جس کے معنی ہیں حرکت کرنے کی آواز یعنی وہ برابر نیچے کو جا رہا ہے۔ اس کے جانے کی آواز اللہ والے سن رہے ہیں یہ شخص قارون کے علاوہ کوئی اور شخص ہے قارون کے دھنسنے کی وجہ اس کا بخل اور اس کی بے ادبی نبی تھی (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۴۱۲۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچا ہو گا وہ آگ میں جائے گا۱۔ (بخاری)

(۴۱۲۳) ۱۔ اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ٹخنے سے نیچے تہبند جہنمیوں کا لباس ہے یا یہ مطلب ہے کہ وہ حصہ تہبند کا دوزخ میں جائے گا اس شخص کو ساتھ لے کر یہ مطلب نہیں کہ تہبند تو دوزخ میں جاوے اور یہ متکبر سیدھا جنت میں یہاں بھی تکبر، شیخی، فیشن کے لئے تہبند نیچا رکھنا مراد ہے۔ گزشتہ احادیث اس حدیث کی شرح ہیں اور یہ حکم مردوں کے لئے ہے عورتوں کو ٹخنہ کے نیچے تہبند رکھنا چاہیے تاکہ ان کی پنڈلی کا کوئی حصہ حتی کہ ٹخنہ بھی نہ کھلے کہ یہ ستر عورت ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّاْكُلَ الرَّجُلُ بِشِمَالِهٖ اَوْ یَمْشِیَ فِیْ نَعْلٍ وَّاحِدَةٍ وَّاَنْ یَّشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ اَوْ یَحْتَبِیَ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ كَاشِفًا عَنْ فَرْجِهٖ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۱۲۴) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنے بائیں ہاتھ سے کھائے ۱۔ یا ایک جوتہ میں چلے ۲۔ اور اس سے کہ کپڑے میں لپٹ جائے ۳۔ یا ایک کپڑے میں اوکڑوں بیٹھے اپنی شرمگاہ کھولے ہوئے ۴۔

(۴۱۲۴) ۱۔ بلا مجبوری بائیں ہاتھ سے کھانا پینا مکروہ تنزیہی ہے بعض علماء کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے کہ اس سے سخت ممانعت ہے ۲۔ ایک پاؤں میں جوتا ہو ایک پاؤں ننگا اس طرح چلنا مکروہ تنزیہی ہے۔ عذر سے ہو تو ممنوع نہیں۔ ایسے چلنا پھرنا وقار کے بھی خلاف ہے اور اس طرح چلنے میں کچھ دشواری بھی ہوتی ہے کہ جوتا والا پاؤں اونچا ہوتا ہے ننگا پاؤں نیچا، بہرحال اس ممانعت میں بڑی حکمتیں ہیں ۳۔ اشتمال صماء یہ ہے کہ ایک چادر جسم پر اس طرح لپیٹ لے کہ جسم سارا بندھ جائے ایک ہاتھ بھی کھلا ہوا نہ رہے کہ یہ مغلول کی طرح ہو جاتا ہے یہ بھی مکروہ تنزیہی ہے ۴۔ احتباء کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص بغیر تہبند صرف چادر اوڑھے ہو اور اوکڑوں بیٹھے تکیہ لگا کر اس طرح کہ شرمگاہ کھل جائے کہ اس میں بے پردگی ہے۔ اس لئے کاشفا عن فرجہ کی قید لگائی گئی۔ اگر ستر نہ کھلے تو حرج نہیں۔

وَعَنْ عُمَرَ وَاَنَسٍ وَّابْنِ الزُّبَیْرِ وَاَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ

(۴۱۲۵) روایت ہے حضرت عمر، انس، ابن زبیر، ابو امامہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جو دنیا میں ریشم پہنے

marfat.com

لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ۔ گا وہ آخرت میں نہ پہنے گا۔ (مسلم بخاری)

(۴۱۲۵) ا۔ یعنی جو مسلمان ناجائز ریشم پہنے وہ اولاً ہی جنت میں نہ جاسکے گا کیونکہ ریشم کا لباس ہر جنتی کو ملے گا وہاں پہنچ کر رب تعالیٰ فرماتا ہے **ولباسہم فیھا حریر**۔ بعض صورتوں میں اور بعض ریشم مرد کو حلال ہیں ان کے پہننے پر سزا نہیں خیال رہے کہ کپڑے کا ریشم مرد کو حرام ہے۔ دریائی ریشم یا سن سے بنا ہوا نقلی ریشم حلال ہے کہ وہ ریشم نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۱۲۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا میں ریشم وہ ہی پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۱۲۶) ا۔ اس کی شرح بھی وہ ہی ہے جو ابھی گزری کہ مسلمان مرد کو کپڑے کا ریشم بلاعذر شرعی ممنوع ہے۔ اگر بانا سوت کا ہوتا نا ریشم کا تو حلال ہے۔ یوں ہی چار انگل سے کم کی پٹی ریشم کی ہو باقی کپڑا سوت وغیرہ کا تو بھی حلال ہے اسکی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کرو۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَشْرَبَ فِيْ اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ وَاَنْ نَاْكُلَ فِيْهَا وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَاَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۱۲۷) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ہم سونے چاندی کے برتنوں میں پئیں اور ان میں کھائیں ا۔ اور موٹے باریک ریشم کے پہننے سے اور اس پر بیٹھنے سے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۱۲۷) ا۔ سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا مرد و عورت سب کو حرام ہے۔ عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا حلال ہے۔ مرد کو حرام ہے ۲۔ مردوں کو ریشم پہننا بھی حرام ہے اور ریشمی بستر پر سونا ریشمی لحاف اوڑھنا بھی حرام ہے۔ عورتوں کو یہ سب درست ہے حتیٰ کہ ریشم کی ڈوری گھڑی میں باندھنا، ریشم کا کمربند استعمال کرنا یہ سب مردوں کو ممنوع عورتوں کو حلال ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةُ سِيَرَاءَ فَبَعَثَ بِهَا اِلَيَّ فَلَبِسْتُهَا فَعَرَفْتُ الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ لَمْ اَبْعَثْ بِهَا اِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا اِنَّمَا بَعَثْتُ بِهَا اِلَيْكَ لِتَشُقَّهَا خُمُرًا بَيْنَ النِّسَآءِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۱۲۸) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ریشمی جوڑا **ہدیتہ** پیش کیا گیا ا۔ آپ نے وہ مجھے بھیج دیا ۲۔ میں نے اسے پہن لیا پھر میں نے آپ کے چہرہ انور میں ناراضی معلوم کی ۳۔ پھر فرمایا کہ میں نے تمہیں اس لئے نہ بھیجا تھا کہ تم خود پہن لو تو میں نے اس لئے بھیجا تھا کہ تم عورتوں کو اس کے دوپٹے پھاڑ دو ۴۔ (مسلم بخاری)

(۴۱۲۸) ا۔ بعض شارحین نے فرمایا سیراء وہ کپڑا ہے جو ریشم و سوت سے مخلوط کر کے بنا جاوے مگر حق یہ ہے کہ سیرا خالص ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں (مرقات و اشعہ) حلہ چادر و تہبند کے مجموعہ کو کہتے ہیں یعنی جوڑا، یہ پتہ نہ لگا کہ ہدیہ کرنے والا کون تھا۔ غالباً کوئی کافر بادشاہ ہوگا حضور انور نے یہ ہدیہ قبول فرمایا حضور نے کفار بادشاہوں کے ہدیے قبول بھی کئے انہیں بدلے عطا بھی کئے ۲۔ یعنی وہ ریشمی جوڑا حضور انور نے مجھے ہدیہ فرمادیا۔ معلوم ہوا کہ جو چیز مرد کے لئے حرام عورتوں کے لئے حلال ہے، وہ مرد کو ہدیہ کی جا

marfat.com

سکتی ہے۔ اسے مرد سے خرید و فروخت کیا جا سکتا ہے۔ جس کا استعمال کسی مسلمان کے لئے کسی طرح حلال نہ ہو اس کا ہدیہ لینا دینا اس کی تجارت مسلمان کے لئے حرام ہے، جیسے شراب اور سور لہٰذا مسلمان افیون، بھنگ کی خرید و فروخت کر سکتا ہے۔ شراب کی نہیں کر سکتا کہ افیون و بھنگ کا دواؤں، لیپ میں استعمال حلال ہے۔ شراب کا استعمال مطلقاً حرام ۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ اگر میرے لئے یہ حرام ہوتا تو آپ مجھے کیوں عطا فرماتے اس لئے پہن لیا اگر غور فرماتے تو معلوم کر لیتے کہ یہ مجھے پہننے کیلئے عطا نہیں ہوا بلکہ عورتوں کو پہنانے کے لئے عطا ہوا ہے۔ اس غور نہ کرنے پر حضور انور نے ناراضگی فرمائی ۴۔ بعض روایات میں بجائے نساء کے فواطم آیا ہے، تب ان سے مراد حضرت فاطمہ بتول زہرا یعنی زوجہ علی مرتضیٰ اور فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم یعنی حضرت علی جعفر و عقیل طالب کی والدہ ماجدہ اور ابو طالب کی زوجہ مطہرہ جنہیں حضور نے فرمایا، امی بعد امی میری ماں کے بعد ماں اور فاطمہ بنت حمزہ یعنی ام اسماء۔ خیال رہے کہ فاطمہ بنت اسد نے ہی حضور انور کی پرورش کی۔ انہی کی قبر انور میں حضور کچھ دیر لیٹے۔ اسلام میں ہاشم ہی سب سے پہلے انہی کے ہاں فرزند پیدا ہوئے۔ حضور انور نے حضرت علی کے گھر پرورش پائی۔ پھر حضرت علی کے حضور کے ہاں پرورش پائی رضی اللہ عنہ (از مرقات و اشعہ) یعنی تم نے ان چند فاطماؤں میں یہ کپڑا تقسیم کر دیا ہوتا، وہ دوپٹے بنا لیتیں۔

وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ اِلَّا ھٰکَذَا وَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِصْبَعَیْہِ الْوُسْطٰی وَالسَّبَّابَۃَ وَضَمَّھُمَا (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ اَنَّہٗ خَطَبَ بِالْجَابِیَۃِ فَقَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ اِلَّا مَوْضِعَ اِصْبَعَیْنِ اَوْ ثَلٰثٍ اَوْ اَرْبَعٍ۔

(۴۱۲۹) روایت ہے حضرت عمر سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا سواء اس قدر کے اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیاں بیچ والی اور کلمہ والی اٹھائیں انہیں ملایا ۱ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے جابیہ میں خطبہ دیا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا سوا دو یا تین یا چار انگل کے ۲۔

(۴۱۲۹) ۱۔ یعنی اگر دو انگل کی ریشمی پٹی یا دو انگل کا ریشمی بیل بوٹا کسی کپڑے میں ہو تو مرد کے لئے جائز ہے دو انگل چوڑا ریشمی کمربند حرام ہے کہ وہ تو پورا کپڑا ہے ۲۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ امام اعظم و صاحبین کے نزدیک اگر کسی کپڑے میں چار انگل تک ریشمی پھول ریشمی بیل بوٹے ہوں تو مرد کو حلال ہے چار انگل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے معتبر ہیں جو ہمارے ایک بالشت کے قریب ہیں، یہ چار انگل ایک جگہ کے معتبر ہیں۔ اگر قبا یا اچکن میں جگہ جگہ ریشمی بیل بوٹے ہوں کہ ہر ایک ایک بالشت سے کم ہو مگر جب ملاؤ تو بالشت سے زیادہ ہو جائیں وہ حلال ہے کہ ایک جگہ کا اعتبار ہے (اشعہ)

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّھَا اَخْرَجَتْ جُبَّۃً طَیَالِسَۃً کِسْرَوَانِیَّۃً لَھَا لِبْنَۃُ دِیْبَاجٍ وَفَرْجَیْھَا مَکْفُوْفَیْنِ بِالدِّیْبَاجِ وَقَالَتْ ھٰذِہٖ جُبَّۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَتْ عِنْدَ عَائِشَۃَ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُھَا وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلْبَسُھَا فَنَحْنُ نَغْسِلُھَا لِلْمَرْضٰی نَسْتَشْفِیْ بِھَا۔

(۴۱۳۰) روایت ہے حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق سے کہ انہوں نے ایک طیالسی کسروانیہ جبہ نکالا۱ جس کا گریبان ریشم کا تھا، اور اس کے دونوں دامن ریشم سے سلے ہوئے تھے ۲۔ اور بولیں یہ جبہ ہے رسول اللہ علیہ وسلم کا ۳۔ یہ جناب عائشہ کے پاس تھا جب وہ وفات پا گئیں تو اسے میں نے لے لیا ۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے اب ہم اسے بیماروں کے لئے دھوتے ہیں ۵۔

marfat.com

(رَدَاهُ مُسْلِمٌ) اس سے شفاء حاصل کرتے ہیں ۶۔ (مسلم)

(۴۱۳۰) ۱۔ طیالسہ جمع ہے طیلسان کی ۔ بمعنی چادر' یہ لفظ فارسی میں تالسان تھا عربی میں طیلسان کیا گیا بعض نے کہا کہ جمع طیس کی ہے کسروانی منوی ہے کسریٰ کی طرف جو خسرو کا معرب ہے۔ خسرو فارسی میں بادشاہ کو کہتے ہیں۔ یہ کپڑا خالص اونی ہوتا ہے ۲۔ یعنی اس جبہ شریف کے گریبان میں ریشم کی پٹی تھی اور اس کے اگلے پچھلے دونوں دامنوں میں ریشمی کپڑے کے ٹکڑے لگے تھے۔ چونکہ یہ ریشم چار انگل سے زائد نہ تھا۔ لہٰذا حلال تھا۔ یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ کنارہ و حاشیہ کو کفہ کہتے ہیں۔ لمبائی میں ہو تو کفہ کاف ضمہ سے اور اگر گولائی میں ہو تو کفہ کاف کے کسرہ سے ترازو کے پلڑے کو کفہ کاف کہا جاتا ہے ۳۔ جسے حضور حیات شریف میں پہنا کرتے تھے۔ لوگ اس کی زیارت کرنے آتے تھے' آپ یہ فرما کر زیارت کراتی تھیں۔ معلوم ہوا کہ حضور کے لباس کی زیارت کرانا سنت صحابہ ہے۔ جیسے آج بال شریف کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ اس کا ماخذ یہ حدیث ہے ۴۔ حضور انور نے یہ جبہ جناب عائشہ صدیقہ کو اپنی زندگی شریف میں ہبہ فرما دیا تھا۔ حضرت اسماء نے یہ جبہ حضرت عائشہ صدیقہ کی میراث میں لیا کیونکہ آپ ہی ان کی وارث تھیں۔ کیونکہ عائشہ صدیقہ کی حیات شریف میں ابوبکر صدیق کی ساری اولاد وفات پا چکی تھی سوا حضرت اسماء کے' اس لئے آپ نے ہی بہن ہونے کی وجہ سے بطور میراث یہ جبہ لیا (اشعہ و مرقات) ۵۔ یعنی یہ جبہ دھو کر تبرک کے لئے پیتے پلاتے ہیں ۶۔ اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قمیض کے غسالہ دھوون سے بیماروں کی شفا حاصل کرتے تھے کہ اسے وہ پانی پلاتے تھے اس سے چھینٹا دیتے تھے۔ دوسرے یہ کہ ہم اسے دھوتے تھے برکت کے طور پر پینے کے لئے اور اس قمیض کو باندھ کر' دکھا کر سینہ پر رکھ کر بیماروں کی شفا حاصل کرتے تھے۔ یعنی شفا حاصل کرنا کئی طریق سے تھا (مرقات) جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میری قمیض والد کے چہرے پر لگا دو' وہ انکھیارے ہو جائیں گے' معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کی زیارت کرنا ان کا لباس دھو کر بیماروں کو پلانا سنت صحابہ ہے۔ ان میں شفا ہے۔ آب زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑی سے پیدا ہوا' تمام بیماریوں کی شفاء ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام سے فرمایا گیا **ارکض برجلک هذا مغتسل بارد و شراب** اپنا پاؤں رگڑو اس سے پانی کے چشمے پیدا ہوں گے۔ اس کا پینا' نہانا شفاء ہے مرقات نے یہاں فرمایا کہ اس جبہ شریف کو سر پر رکھنا' آنکھوں سے لگانا ہونٹوں سے چومنا اس پر ہاتھ پھیرنا شفاء ہے۔ (مرقات) یہ معلوم ہوا کہ جبہ پہننا بھی سنت ہے اور گریبان یا چولی اگر ریشم کی ہو تو چار انگلی تک جائز ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فِيْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ لِحِكَّةٍ بِهِمَا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ اِنَّهُمَا شَكَوَا الْقَمْلَ فَرَخَّصَ لَهُمَا فِيْ قُمُصِ الْحَرِيْرِ۔

(۴۱۳۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب زبیر اور عبدالرحمٰن ابن عوف کو ریشم پہننے کی اجازت دی ان کی خارش کی وجہ سے ۱۔ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ان دونوں نے جوں کی شکایت کی تو ان کو ریشمی قمیض کی اجازت دی ۲۔

(۴۱۳۱) ۱۔ ریشم کا کپڑا خارش اور جوں کیلئے مفید ہے۔ اس مجبوری میں مرد کے لئے ریشمی کپڑا پہننا جائز ہے ۲۔ (ریشمی کپڑے میں جوں نہیں پڑتی)

marfat.com

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَیَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهُمَا وَفِیْ رِوَايَةٍ قُلْتُ اَغْسِلُهُمَا قَالَ بَلْ اَحْرِقْهُمَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ عَائِشَةَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ فِیْ بَابِ مَنَاقِبِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(۴۱۳۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر دو کسومی رنگے کپڑے دیکھے ۱؎ تو فرمایا کہ یہ کفار کے لباس میں سے ہیں۔ تم انہیں نہ پہنو ۲؎ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میں انہیں دھو دوں فرمایا بلکہ انہیں جلا دو ۳؎ (مسلم) ہم حضرت عائشہ کی حدیث کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح کو تشریف لائے اب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کریں گے ہم۔

(۴۱۳۲) ۱؎ ایک پھل ہوتا ہے جو سرخ رنگ دیتا ہے اور خالص سرخ رنگ مرد کے لئے ممنوع ہے عورتوں کے لئے جائز ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اگر بنا ہوا کپڑا سرخ رنگ لیا جائے تو ممنوع ہے اور اگر سرخ سوت سے بنا جائے تو جائز ہے۔ بعض کے نزدیک مطلقاً ممنوع ہے۔ یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو یہ تفصیل کرتے ہیں اسکی تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ کرو ۲؎ یعنی کفار حرام و حلال لباس میں یوں ہی مردانہ ' زنانہ لباس میں فرق نہیں کرتے' جیسا کپڑا چاہتے ہیں پہن لیتے ہیں۔ چنانچہ سرخ کپڑا عورتوں کا لباس ہے۔ مگر ان کے مرد بھی پہنتے پھرتے ہیں تم ایسا نہ کرو۔ تم مردانہ ' زنانہ جوڑے میں فرق کرو (از مرقات) معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو کفار کے لباس سے اور مردوں کو عورتوں کے لباس سے بچنا چاہیے ۳؎ یعنی چونکہ اس کا رنگ پکا ہے اور اس میں خوشبو بھی ہے اس لئے دھونے سے نہ رنگ اترے گا نہ بو جائے گی نیز اگر رنگ و بو جاتی رہی تو اس میں مال ضائع کرنا ہے کہ رنگ قیمتی چیز ہے اسے دھو کر کیوں پھینکو۔ لہٰذا اسے آگ میں ڈالو یعنی اپنے سے الگ کر دو عورتوں کو دے دو وہ پہن لیں گی' جلانے کا مطلب یہ ہی ہے جیسے اردو میں کہا جاتا ہے بھاڑ میں پھینکو چنانچہ حضرت یہ مقصد سمجھے نہیں گھر آئے تنور جل رہا تھا یہ کپڑا اس میں ڈال دیا دوسرے دن حاضر ہوئے۔ حضور نے پوچھا عبداللہ تم نے اس کپڑے کا کیا کیا۔ عرض کیا' تنور میں جلا دیا۔ فرمایا اپنے گھر کی کسی عورت کو دے دیا ہوتا وہ پہن لیتی۔ عورتوں کے لئے سرخ لباس حلال ہے (مرقات) امام اعظم کے ہاں خالص سرخ کپڑا مرد کے لئے بہر حال مکروہ ہے خواہ سرخ سوت سے بنایا گیا ہو یا بننے کے بعد رنگا گیا ہو۔ یوں ہی زعفرانی رنگ کا پہلا کپڑا مرد کو مکروہ ہے (مرقات) اس حدیث کی اور بھی شرحیں کی گئی ہیں۔ مگر یہ شرح بہت قوی ہے ۴؎ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں ہی تھی چونکہ اس میں حضرات حسنین کریمین کے فضائل کا ذکر ہے کہ حضور انور نے ان دونوں کو اپنے **مخطط** کمبل میں لے لیا اس لئے ہم اسے مناقب اہل بہت میں ذکر کریں گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيْصَ۔

(۴۱۳۳) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کپڑوں میں ۱؎ زیادہ پسند قمیص تھی ۲؎

marfat.com

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ) (ترمذی' ابوداؤد)

(۴۱۳۳) ا۔ ثیاب جمع ہے ثوب کی پہننے کے کپڑے کو ثوب کہا جاتا ہے۔ خواہ سلا ہوا ہو یا بغیر سلا۔ لہٰذا بے سلا تہبند بھی ثوب ہے۔ اور سلا ہوا پائجامہ کرتا بھی ثوب ۲۔ قمیص سے مراد سوتی قمیص ہے۔ حریر ریشم تو مرد کو حرام ہے اور حضور انور نے کبھی اونی قمیص نہیں پہنی کہ یہ بدن میں چبھتی ہے اور پسینہ میں بو دیتی ہے۔ قمیض کے پسند ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ بدن سے چمٹی رہتی ہے۔ بدن سے سرکتی نہیں۔ نماز میں اسے بار بار چڑھانا نہیں پڑتا جیسا کہ چادر اوڑھنے کی حالت میں ہوتا ہے حضور کی قمیض میں گریبان نہ ہوتا تھا بلکہ دو طرفہ کندھوں پر چاک کھلے ہوتے تھے جیسے کہ احادیث میں وارد ہے۔

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ یَزِیْدَ قَالَتْ کَانَ کُمُّ قَمِیْصِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الرُّسْغِ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۱۳۴) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی آستینیں کلائی تک تھیں ا۔ ترمذی' ابوداؤد اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۴۱۳۴) ا۔ لہٰذا سنت یہی ہے کہ قمیض کی آستینیں نہ تو کلائی سے اوپر ہوں نہ نیچے یعنی ہتھیلی یا انگلیوں تک' جن روایات میں ہے کہ حضور انور کی آستینیں انگلیوں تک ہوتی تھیں وہاں جبہ کی آستینیں مراد ہیں۔ لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ جبہ کی آستینیں دراز ہوتی تھیں۔ قمیض کی آستینیں چھوٹی' آج کل قمیض کی آستینیں آدھی کلائی تک بعض لوگ رکھتے ہیں۔ یہ سنت کے خلاف ہے۔ شلوکے' یا واسکٹ کی آستینیں بازو تک ہوتی ہیں یا بالکل نہیں ہوتیں یہ بھی جائز ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا لَبِسَ قَمِیْصًا بَدَاَ بِمَیَامِنِہٖ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۱۳۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب قمیص پہنتے تو داہنی طرف سے شروع فرماتے تھے ا۔ (ترمذی)

(۴۱۳۵) ا۔ یعنی جب قمیص پہنتے تو قمیض کا داہنہ حصہ پہلے پہنتے بایاں حصہ بعد میں۔ اس طرح کہ اولاً" داہنا ہاتھ شریف داہنی آستین میں ڈالتے پھر بایاں اور اتارنے میں اس کے برعکس۔ میامن جمع ہے میمنہ کی جس کا مادہ یمن یا یمین ہے' قمیص کا ہر داہنا حصہ یمین ہے آستین۔ دامن' کلی وغیرہ اس لئے میامن جمع ارشاد ہوا۔ اور ہو سکتا ہے کہ میامنہ کی ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو۔ یعنی اپنے دائیں طرف سے شروع فرماتے تھے۔ تب میامن کو جمع فرمانا تعظیم کے لئے ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِزْرَۃُ الْمُؤْمِنِ اِلٰی اَنْصَافِ سَاقَیْہِ لَا جُنَاحَ عَلَیْہِ فِیْمَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْکَعْبَیْنِ وَمَا اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِکَ فَفِی النَّارِ قَالَ ذٰلِکَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَلَا یَنْظُرُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ بَطَرًا (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ)

(۴۱۳۶) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مسلمان کے تہبند اس کے آدھی پنڈلیوں تک ہوں ا۔ اس پر پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان میں گناہ نہیں ۲۔ جو اس سے زیادہ نیچا ہو گا وہ آگ میں ہو گا ۳۔ یہ تین بار فرمایا اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہ کرے گا جو اپنا تہبند فخراً" زیادہ نیچا رکھے (گھسیٹے) ۴۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۴۱۳۶) ا۔ ازرہ الف کے کسرہ سے ز کے جزم سے یعنی تہبند باندھنے کی حالت و ہیئت جیسے جلسہ بیٹھنے کی ہیئت و کیفیت (اشعہ و

marfat.com

مرقات) یعنی مسلمانوں کے ازار و تہبند باندھنے کی کیفیت یہ چاہیے کہ وہ نصف پنڈلی تک رہے۔ نصف سے مراد تقریباً آدھا ہے نہ کہ حقیقی آدھا لہٰذا کچھ اونچے نیچے ہونے میں حرج نہیں۔ یہ حد مردوں کے لئے ہے۔ عورتوں کے تہبند یا پاجامے ٹخنوں کے نیچے تک ہونے چاہئیں کیونکہ ان کی پنڈلی ستر میں داخل ہے جس کا چھپانا فرض ہے۔ عورتیں گھر میں رہتی ہیں گندی گلیوں سڑکوں میں انہیں چلنا پھرنا نہیں پڑتا ان کے لئے پاجامہ نیچا ہونا مضر نہیں۔ مردوں کو باہر چلنا پھرنا پڑتا ہے۔ ان کے نیچے پائنچے نجس ہو جائیں گے اس لئے بھی یہ فرق کیا گیا ۲۔ یعنی مرد ٹخنوں تک پائجامہ اور تہبند رکھ سکتے ہیں۔ اس طرح کہ ٹخنے کھلے ہوں ۳۔ اسکا مطلب پہلے بیان ہو چکا کہ اس حد سے نیچا تہبند مع پاؤں کے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اور جب پاؤں دوزخ میں گیا تو پاؤں والا بھی وہاں ہی گیا۔ وجہ ظاہر ہے کہ یہ عمل متکبرین اور فیشن ایبل لوگوں کا ہے۔ نیز ایسے تہبند اکثر نجس رہتے ہیں۔ راستہ کی گندگی ان کے نچلے کنارہ میں لگ جاتی ہے جس سے نماز درست نہیں ہوتی۔ اکثر ایسے تہبند میں الجھ کر گر جاتے ہیں۔ خصوصاً زینہ پر چڑھتے اترتے ۴۔ فخر کی قید سے معلوم ہوا کہ یہ سزائیں اس صورت میں ہیں جبکہ فیشن یا تکبر کے طور پر ہو۔ اگر کوئی شخص بے خیالی میں ایسا کر بیٹھے تو یہ حکم نہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تہبند شریف کبھی بے خیالی میں نیچا ہو جاتا تھا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِزْرَۃُ الْمُؤْمِنِ اِلٰی اَنْصَافِ سَاقَیْہِ لَا جُنَاحَ عَلَیْہِ فِیْمَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْکَعْبَیْنِ وَمَا اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِکَ فَفِی النَّارِ وَقَالَ ذٰلِکَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ وَلَا یَنْظُرُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ بَطَرًا۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ)

(۴۱۳۷) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مومن کے تہبند اس کی آدھی پنڈلیوں تک ہوں ۱۔ اس پر پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان میں گناہ نہیں ۲۔ جو اس سے نیچا ہو گا وہ آگ میں ہو گا ۳۔ یہ تین بار فرمایا ۴۔ اور اللہ اس کی طرف نظر رحمت نہ کرے گا جو فخریہ طور پر اپنا تہبند نیچا رکھے ۵۔ (مسمیٹے) (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۴۱۳۷) ۱۔ انصاف جمع فرما کر اشارۃً بتایا گیا کہ حقیقی آدھا ضروری نہیں۔ تقریبی آدھی پنڈلی تک ہونی چاہیے۔ جیسے کہا جاتا ہے اوائل کتاب یا اخر کتاب۔ اگر حقیقی آدھی پنڈلی مراد ہوتی تو نصف الساق فرمایا جاتا۔ کہ پنڈلی کا نصف ایک ہی ہوتا ہے نہ کہ چند (اشعہ) ۲۔ یعنی آدھی پنڈلی تک تہبند ہونا بہتر ہے۔ ٹخنوں تک ہونا جائز۔ آج کل آدھی پنڈلی تک تہبند، منڈا ہوا سر بہت لمبی داڑھی وہابیوں کی نشانی ہے۔ اس لئے ٹخنہ کے اوپر تہبند رکھے۔ یعنی اس جائز کام پر عمل کرے۔ سر نہ منڈائے۔ داڑھی صرف ایک مشت رکھے۔ زیادہ بھی نہ رکھے تاکہ ان کی مشابہت سے بچے **من تشبہ بقوم فھو منھم** ۳۔ اس کی شرح ابھی گزری۔ کہ صرف نیچا تہبند ہی دوزخ میں نہ جائے گا بلکہ اپنے پہننے والے کو بھی ساتھ لے جائے گا ۴۔ یہ پوری حدیث تین بار فرمائی یا صرف یہ آخری کلمہ ما اسفل الخ تین بار فرمایا ۵۔ اس فرمان عالی نے ساری حدیث کو مقید کر دیا۔ یعنی فخریہ طور پر یا فیشن یا یہود و نصاریٰ کی نقل کیلئے نیچے پائجامے پہننا دوزخ کا ذریعہ ہے۔ اس لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ فیشن یا شیخی کیلئے نیچے پائجامہ پہننا مکروہ تحریمی ہے۔ اس کے بغیر مکروہ تنزیہی یا خلاف مستحب۔

وَعَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِسْبَالُ فِی الْاِزَارِ وَالْقَمِیْصِ

(۴۱۳۸) روایت ہے حضرت سالم ۱۔ سے وہ اپنے والد سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا۔ نیچا چھوڑنا تہبند اور قمیص اور

marfat.com

وَالْعِمَامَةِ مَنْ جَرَّ مِنْهَا شَيْئًا خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔
(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

عمامہ میں ہے ۲۔ جو ان میں سے کوئی چیز زیادہ نیچی رکھے تکبرا" تو قیامت کے دن اللہ اس کی طرف نظر رحمت نہ کرے گا ۳۔ (ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

(۴۱۳۸) ا۔ حضرت سالم رحمتہ اللہ علیہ حضرت عبداللہ ابن عمر کے بیٹے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے آپ اسم بامسمی تھے۔ دین و تقویٰ صحیح و سالم رکھتے حق بات کہنے میں بہت جری اور بے باک تھے۔ حجاج ابن یوسف جیسے ظالم حاکم کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے ۱۰۶ھ ایک سو چھ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ بڑے پایہ کے تابعی ہیں ۲۔ یعنی صرف نیچا تہبند ہی مکروہ و ممنوع نہیں بلکہ عمامہ کا شملہ' کرتے کا دامن بھی اگر ضرورت سے زیادہ نیچا ہو تو وہ بھی ممنوع ہے اور اس پر بھی یہ ہی وعید ہے۔ ۳۔ چنانچہ عمامہ کا شملہ نصف پنڈلی تک چاہیے۔ بعض چوتڑوں تک رکھتے ہیں ممنوع ہے اور قمیض کا دامن بعضے عرب ٹخنوں کے نیچے رکھتے ہیں ممنوع ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ كَبْشَةَ قَالَ كَانَ كِمَامُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُطْحًا۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ)

(۴۱۳۹) روایت ہے حضرت ابو کبشہ۔ سے ا۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ٹوپیاں چپٹی ہوتی تھیں ۲۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث منکر ہے۔

(۴۱۳۹) ا۔ آپ کا نام عمرو بن سعید انصاری ہے۔ کنیت ابو کبشہ۔ شام میں قیام رہا ۲۔ کمام جمع کمۃ کی کاف کے پیش سے جیسے قبہ کی جمع ہے قباب کمۃ' کی اصل ہے کم۔ بمعنی ڈھکنا' گھیرنا' اب اصطلاح میں ٹوپی کو کمۃ کہا جاتا ہے کہ وہ سر کو گھیرتی اسے ڈھکتی ہے اور بطح جمع ہے ابطح کی۔ بمعنی فراخ اور چوڑی اس لئے زمین مدینہ کو ابطح بھی کہا جاتا ہے کہ وہ وسیع و فراخ ہے۔ یہاں بطحا سے مراد ہے چوڑی ٹوپی جو گول ہو اور فراخ۔ کہ سر سے اٹھی نہ رہے۔ بلکہ ساری کھوپڑی پر چمٹی رہے حضرات صحابہ کی ٹوپیاں ایسی ہی ہوتی تھیں۔ بعض شارحین نے کمام کو کم۔ بمعنی آستین کی جمع فرمایا اور حدیث کے معنی یہ کئے۔ صحابہ کرام کی آستیں فراخ و چوڑی ہوتی تھیں مگر پہلے معنی قوی ہیں کیونکہ کم کی جمع اکمام آتی ہے نہ کہ کمام مرقات نے فرمایا یہ کہ حضرت صحابہ کی ٹوپیوں کی چوڑائی ایک بالشت ہوتی تھی۔ سارے سر پر چمٹی ہوتی تھیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت صحابہ ٹوپیاں بھی اوڑھتے تھے۔ عمامہ لازم بھی تھے بلکہ عمامہ بھی ٹوپیوں پر ہی باندھتے تھے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ ذَكَرَ الْاِزَارَ لَنَا لَمْرَاةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُرْخِيْ شِبْرًا فَقَالَتْ اِذًا تَنْكَشِفُ عَنْهَا قَالَ فَذِرَاعًا لَا تَزِيْدُ عَلَيْهِ (رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ التِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَتْ اِذًا تَنْكَشِفُ اَقْدَامُهُنَّ قَالَ فَيُرْخِيْنَ

(۴۱۴۰) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ جب کہ حضور نے تہبند کا ذکر کیا ا۔ یا رسول اللہ تو عورت ۲۔ فرمایا ایک بالشت لٹکائے ۳۔ بولیں تب تو اس سے کھل جائے گی ۴۔ فرمایا تو ایک گز اس پر زیادہ نہ کرے ۵۔ (مالک' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ) اور ترمذی نسائی کی روایت میں جو حضرت ابن عمر سے ہے یوں ہے کہ بولیں تب تو ان کے قدم کھل جائیں گے ۶۔ فرمایا تو ایک گز لٹکالیں۔ اس پر زیادہ

marfat.com

وَدَاعًا لَا يَزِدْنَ عَلَيْهِ۔ نہ کریں۔

(۴۱۴۰) ا۔ یعنی یہ فرمایا کہ مومن کے تہبند آدھی پنڈلی تک رہنے چاہئیں۔ تب حضرت ام سلمہ نے یہ سوال پیش کیا ۲۔ یعنی مومن تو عورت بھی ہے اگر اس کا تہبند آدھی پنڈلی تک رہے تو اس کی نماز کیسے درست ہوگی اور اس کی پنڈلی ستر ہے اس کا کھلا رکھنا اسے ممنوع ہے ۳۔ یعنی بمقابلہ مرد کے ایک بالشت اپنا تہبند زیادہ رکھے۔ مطلب یہ ہے کہ نصف پنڈلی سے ایک بالشت زیادہ لٹکائے تاکہ ٹخنے بھی ڈھکے رہیں ۴۔ یعنی ایک بالشت زیادہ رکھنے میں اگرچہ بیٹھنے کی حالت میں تو اس کا ستر چھپا رہے گا، مگر چلنے کی حالت میں اس کے قدم ضرور کھلیں گے۔ یا بے احتیاطی میں پنڈلی بھی کھل جائے گی۔ لہٰذا ایک بالشت زیادہ ہونے سے بھی ستر حاصل نہ ہوگا ۵۔ گز سے شرعی گز مراد ہے۔ یعنی ایک ہاتھ یا دو بالشت جو کہ ڈیڈھ فٹ یا اٹھارہ انچ ہوتے ہیں۔ شریعت میں اسی گز کا اعتبار ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دو بالشت زیادہ رکھے۔ اس سے زیادہ نہ کرے ورنہ زمین پر گھسیٹے گا اور نجس ہوتا رہے گا ۶۔ یہ عبارت پہلے جملہ کی تفسیر ہے وہاں فرمایا تھا **تنکشف عنها** اس کا مطلب یہ بتایا کہ عورتوں کے قدم کھل جائیں گے۔ اس سے اشارۃ معلوم ہوا کہ اگرچہ عورت کے قدم ستر نہیں مگر انہیں بھی چھپا کے رکھنا بہتر ہے۔ جیسے عورت کا چہرہ کہ اگرچہ ستر نہیں مگر اجنبی مردوں سے اس کا چھپانا بہتر ہے۔ اب تو یہ باتیں بڑی پرانی معلوم ہوتی ہیں۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَهْطٍ مِّنْ مُزَيْنَةَ فَبَايَعْنٰهُ وَاِنَّهٗ لَمُطْلَقُ الْاَزْرَارِ فَاَدْخَلْتُ يَدِيْ فِيْ جَيْبِ قَمِيْصِهٖ فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۱۴۱) روایت ہے حضرت معاویہ ابن قرہ سے ا۔ وہ اپنے والد سے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مزینہ کی ایک جماعت میں آیا لوگوں نے آپ سے بیعت کی ۲۔ آپ کے بٹن کھلے ہوئے تھے میں نے حضور کی قمیص کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا ۳۔ تو مہر نبوت کو چھوا ۴۔ (ابوداؤد)

(۴۱۴۱) ا۔ آپ معاویہ ابن قرہ ابن ایاس مزنی ہیں تابعی ہیں جنگ حمل کے دن پیدا ہوئے۔ اپنے والد اور انس ابن مالک، عبداللہ ابن مغفل صحابہ سے ملاقات ہے۔ ان کے والد صحابی ہیں، بصرہ میں قیام رہا ان سے روایت صرف ان کے بیٹے معاویہ نے ہی کی۔ یہ قوم ازارقہ کے ہاتھوں شہید ہوئے (مرقات) ۲۔ تین سے لے کر دس تک کی جماعت کو رھط کہتے ہیں۔ مزینہ والے لوگ چار سو تھے جو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں باری باری حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک ٹولی میں یہ تھے۔ لہٰذا یہ حدیث اور چار سو والی روایت کے خلاف نہیں ۳۔ جب کے لفظی معنی ہیں پھٹن اصطلاح میں گریبان کو جیب کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گریبان شریف سینہ پر نہ ہوتا تھا بلکہ گردن شریف کے داہنے بائیں جگہ کھلی تھی جس سے قمیض پہنتے اور اتارتے تھے مگر آج گریبان والی قمیض زیب تن فرماتے جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے بعض لوگوں نے سینہ پر گریبان بنانے کے بدعت کہا ہے مگر یہ غلط ہے۔ حضور سے یہ گریبان بھی ثابت ہے (مرقات) آپ کا گریبان شریف میں ہاتھ ڈال دینا بے ادبی سے نہ تھا بلکہ اس مقصد کیلئے تھا جو آگے آرہا ہے یعنی مہر نبوت کو چھو کر بوسہ دینا ۴۔ مہر نبوت شریف کا ذکر انشاء اللہ عنقریب آوے گا۔ یہ چھونا برکت حاصل کرنے اور بوسہ دینے کے لئے تھا۔

وَعَنْ سَمُرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۴۱۴۲) روایت ہے حضرت سمرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

قَالَ اِلْبَسُوا الثِّيَابَ الْبِيْضَ فَاِنَّهَا اَطْهَرُ وَاَطْيَبُ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

نے فرمایا سفید کپڑے پہنو وہ زیادہ پاکیزہ اور بہت ستھرے ہیں اور بہت پسندیدہ ہیں ا۔ اور اس میں اپنے مردوں کو کفن دو ۲۔ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

(۴۱۴۲) ا۔ اطیب بنا ہے طیب سے اگر طیب کیث کا مقابل ہو تو بمعنی حلال ہوتا ہے، جیسے رب تعالیٰ کا فرمان **لا یستوی الخبیث والطیب** ورنہ اس کے معنی ہوتے پسندیدہ، شرعاً یا عقلاً یا طبعاً یہاں اس ہی آخری معنی میں ہے۔ یعنی سفید کپڑا پاکیزہ بھی ہے کہ ذرا سا دھبہ دور سے معلوم ہو جاتا ہے اور دھو لیا جاتا ہے۔ رنگین کپڑے کے داغ دھبے نظر نہیں آتے۔ نیز رنگیں کپڑے کے دھونے میں رنگ دھل جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ سفید کپڑے میں یہ خطرہ نہیں۔ نیز سفید کپڑا اپنے پیدائشی رنگ پر ہے۔ رنگین کپڑے کا رنگ عارضی اطیب کے معنی میں دل پسند، جتنا حسن و زیبائش سفید کپڑے میں ہے اتنا دوسرے میں نہیں۔ وہ جو وارد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھا یا سرخ جوڑا یعنی سرخ دھاری والا جوڑا پہنا یا عورت کا کپڑا رنگین ہو وہ سب بیان جواز کے لئے ہے یہ فرمان عالی بیان استحباب کے لئے۔ بعض طلباء صوفیاء رنگین کپڑے پہنتے ہیں وہ محض اس لئے کہ جلد جلد دھونا نہ پڑیں۔ ورنہ مسلمان کے لئے سفید کپڑا بہت ہی بہتر ہے۔ ۲۔ بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ عورت کو رنگین کفن دو غلط ہے ہر مردہ کو سفید کفن دینا بہتر ہے۔ کہ اب اسکی گفتگو اور ملاقات فرشتوں سے ہونے والی ہے تو اچھے کپڑوں میں ہونی چاہیے اچھے کپڑے سفید ہیں۔ یہاں مرقات نے سفید رنگت پر بہت اعلیٰ گفتگو کی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

(۴۱۴۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اسے اپنے کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے ا۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۴۱۴۳) ا۔ یعنی عمامہ شریف کا کنارہ مبارکہ جسے فارسی میں شملہ اور عربی میں عذبہ کہتے ہیں نصف پیٹھ تک ہوتا تھا اور دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا رہتا تھا خواہ پیٹھ پر یا سینہ پر ہونا افضل ہے یعنی سامنے۔ (مرقات و لمعات)

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ عَمَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَدَلَ لِيْ بَيْنَ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۱۴۴) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف سے فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے عمامہ باندھا ا۔ تو اسے میرے آگے اور میرے پیچھے لٹکا دیا ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۱۴۴) ا۔ یعنی میرے سر پر خود اپنے دست مبارک سے عمامہ لپیٹا۔ آج کل فارغ التحصیل طلباء کے سروں پر علماء عمامے لپیٹتے ہیں جسے رسم دستار بندی کہا جاتا ہے۔ اس کی اصل یہ حدیث ہے ۲۔ اس طرح کہ عمامہ کا پہلا شملہ تو سینہ پر ڈالا اور آخری شملہ پیٹھ پر ڈالا۔ یہ ہی سنت ہے۔ بعض لوگ آخری شملہ اونچا رکھتے ہیں جسے طرح کہتے ہیں یہ خلاف سنت ہے، ہاں یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ دوسرا شملہ کبھی رکھا گیا ہے کبھی نہیں۔ خیال رہے کہ نماز پنج گانہ کے لئے سات ہاتھ اور نماز جمعہ کے لئے بارہ ہاتھ کا عمامہ بہتر ہے۔ اس کا شملہ کم از کم چار انگل ہو۔ زیادہ سے زیادہ آدھی پیٹھ تک اس سے زیادہ ممنوع ہے۔ شملہ پشت پر رہے یا داہنے

marfat.com

ہاتھ کی طرف سینہ پر۔ بائیں ہاتھ کی طرف سنت کے خلاف ہے کھڑے ہو کر باندھنا سنت ہے۔ مسجد میں باندھے یا کہیں اور۔

وَعَنْ رُكَانَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَاِسْنَادُهٗ لَيْسَ بِالْقَائِمِ۔

(۴۱۴۵) روایت ہے حضرت رکانہ سے ا؎ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں ۲؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور انس کی اسناد قوی و قائم نہیں۔

(۴۱۴۵) ا؎ آپ کا رکانہ ابن عبد یزید ابن ہاشم ابن عبد المطلب ہیں قریشی ہاشمی ہیں۔ بڑے محدث بڑے شجاع صحابی ہیں۔ خلافت عثمانی میں وفات پائی ۲؎ یعنی بغیر ٹوپی عمامہ باندھنا طریقہ مشرکین ہے اور ٹوپی پر عمامہ باندھنا طریقہ مومنین ہے۔ لہٰذا ٹوپی پر عمامہ باندھو، ٹوپی خواہ سر سے چمٹی ہوئی ہو یا اٹھی ہوئی جسے پنجابی میں کلاہ کہتے ہیں (مرقات) عمامہ بہت افضل ہے۔ بغیر عمامہ کی ۷۰ نمازیں اور عمامہ سے ایک نماز برابر ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ٹوپی پر عمامہ اس طرح باندھے کہ ٹوپی کھلی نہ رہے۔ اگر کلاہ ہو تو اس کے نیچے بھی عمامہ کا کچھ حصہ ہو۔ ٹوپی کھلے رہنے میں اعتجار کا احتمال ہے۔ اعجار یہ ہے کہ سر کے آس پاس عمامہ ہو بیچ حصہ کھلا ہو جیسا کہ عام دیہاتی باندھتے ہیں۔ یہ ممنوع ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيْرُ لِلْاِنَاثِ مِنْ اُمَّتِيْ وَحُرِّمَ عَلٰى ذُكُوْرِهَا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

(۴۱۴۶) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی عورتوں کے لئے سونا اور ریشم حلال کیا گیا ا؎ اور اسی امت کے مردوں پر حرام کیا گیا ۲؎ ترمذی، نسائی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے۔

(۴۱۴۶) ا؎ احل صیغہ واحد غائب ماضی مجہول ہے۔ احل واحد متکلم مضارع نہیں کیونکہ آگے آرہا ہے حرم یہ بھی صیغہ ماضی مجہول یعنی میری امت کی عورتوں پر ریشم پہننا حلال کیا گیا خواہ چھوٹی بچیاں ہوں یا بالغہ جوان سب کے لئے حلال ہے۔ اناث سب کو شامل ہے ۲؎ ذکور ہر مرد کو شامل ہے بچہ ہو یا جوان سب پر ریشم پہننا حرام ہے۔ ہاں چھوٹے بچہ کو پہنانے والے گنہگار ہوں گے۔ بڑا مرد خود گنہگار ہو گا۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهٖ عِمَامَةً اَوْ قَمِيْصًا اَوْ رِدَآءً ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ اَسْاَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۱۴۷) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نیا کپڑا پاتے تو اس کا نام رکھتے عمامہ یا قمیص ا؎ یا چادر کہتے الٰہی تیرا شکر ہے جیسے تو نے مجھے یہ پہنایا ویسے ہی میں اس کپڑے کی خیر اور جس کے لئے یہ بنایا گیا اس کی خیر مانگتا ہوں اور اس کی اور جس کے لئے یہ بنایا گیا اس کی شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد) ۳؎

(۴۱۴۷) ا؎ حضور انور حتی الامکان نیا کپڑا جمعہ کو پہنتے تھے اور نیا کپڑا پہن کر پرانا خیرات فرما دیتے تھے (مرقات) پھر پہلے اس کا نام معین فرماتے کہ یہ چادر اوڑھتا ہوں یا قمیض پہنتا ہوں یا تہبند پھر اسے زیب تن فرماتے۔ ان کی ہر ہر ادا پر کروڑوں درود ۲؎ کپڑے

marfat.com

کی خیر یہ ہے کہ کپڑا پہن کر نیک اعمال کی توفیق ملے اور کپڑے کی شر یہ ہے کہ کپڑے پہن کر گناہ کرے۔ کپڑے پہن کر نماز پڑھنا خیر ہے اور کپڑے پہن کر چوری کرنا اس کی شر ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ ہی کے کرم سے خیر کر سکتا ہے شر سے بچ سکتا ہے۔ نیز کپڑا پہن کر حمد و شکر کرنا کپڑے کی خیر ہے۔ اس پر فخر کرنا اس کپڑے کی شر ۳۔ یہ حدیث احمد' نسائی' ابن حبان نے اور حاکم نے مستدرک میں ان ہی راوی سے روایت کی۔ شرح سند بروایت حضرت ابن عمر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو سفید قمیض پہنے دیکھا تو فرمایا کہ نئی ہے یا دھلی ہوئی' عرض کیا نئی۔ فرمایا البس جدیدا۔ **عش حمیدا ومت شهیدا** یعنی نیا لباس پہنو۔ اچھے جیو۔ شہید مرو' رضی اللہ عنہ۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ طَعَامًا ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنِىْ هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّىْ وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ) وَزَادَ اَبُوْدَاوٗدَ وَمَنْ لَبِسَ ثَوْبًا فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ كَسَانِىْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّىْ وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ۔

(۴۱۴۸) روایت ہے حضرت معاذ ابن انس سے ا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کھانا کھائے پھر کہے شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور میری بغیر قوت و طاقت کے مجھے یہ عطا فرمایا تو اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ۲۔ (ترمذی) اور ابوداؤد نے یہ زیادتی کی کہ جو کوئی کپڑا پہنے تو کہے شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے یہ پہنایا اور بغیر میری طاقت و قوت کے مجھے یہ عطا فرمایا تو اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ۳۔

(۴۱۴۸) ا۔ آپ صحابی ہیں قبیلہ جند سے ہیں۔ مصر میں قیام رہا۔ آپ سے آپ کے فرزند سہل نے احادیث روایت کیں ۲۔ زبان سے یہ کلمات کہے اور دل میں عقیدہ رکھے کہ مجھے جو کچھ مل رہا ہے میرے علم و عقل کا نتیجہ نہیں۔ صرف میرے رب کا فضل ہے ورنہ مجھ سے اچھے اچھے مارے مارے پھر رہے ہیں۔ بڑی مصیبتوں میں ہیں تو انشاء اللہ مغفرت ہو گی ۳۔ حاکم نے مستدرک میں بروایت عائشہ صدیقہ مرفوعاً" روایت کی۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی ایک یا آدھے دینار کا کپڑا خریدے اس پر رب تعالیٰ کی حمد کرے تو یہ کپڑا اس کے گھٹنوں پر پیچھے پنچے گا گناہ پہلے بخش دیئے جائیں گے (مرقات) اس کی مثل طبرانی نے حضرت ابو امامہ سے روایت کی' کچھ فرق کے ساتھ۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ اِنْ اَرَدْتِّ اللُّحُوْقَ بِىْ فَلْيَكْفِكِ مِنَ الدُّنْيَا كَزَادِ الرَّاكِبِ وَاِيَّاكِ وَمُجَالَسَةَ الْاَغْنِيَاءِ وَلَا تَسْتَخْلِقِىْ ثَوْبًا حَتّٰى تُرَقِّعِيْهِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ) وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ صَالِحِ ابْنِ حَسَّانَ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ صَالِحُ بْنُ حَسَّانَ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ۔

(۴۱۴۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو ا۔ تو تم کو دنیا سے اتنا کافی ہو جیسے سوار مسافر کا توشہ ۲۔ اور امیروں کی مجلس سے اپنے کو بچاؤ ۳۔ اور کسی کپڑ کو پرانا نہ سمجھو حتیٰ کہ اسے پیوند لگاؤ ۴۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صالح ابن حسان کی ہی حدیث سے پہچانتے ہیں' محمد ابن اسماعیل' نے کہا کہ صالح ابن حسان منکر الحدیث ہے ۵۔

(۴۱۴۹) ا۔ دنیا و آخرت میں اچھی طرح ملنا' کامل طور پر میرے ساتھ رہنا جس کی وجہ سے تم سے بہت خوش رہوں تو یہ عمل

marfat.com

کرنا ۲۔ یعنی تھوڑی دنیا پر قناعت کرو جیسے مسافر راستہ طے کرتے ہوئے تھوڑا سامان رکھتا ہے۔ بہت سامان کو بوجھ اور وبال سمجھتا ہے ۳۔ یعنی خود تو مالدار بننے کی کوشش کرنا بہت دور ہے۔ مالداروں کی صحبت سے بھی پرہیز کرو مالداروں سے غافل اور متکبر مالدار مراد ہیں' یا وہ صورت مراد ہے جب مالداروں کے پاس بیٹھنے سے ناشکری کا جذبہ پیدا ہو کہ یہ تو اتنا بڑا مالدار ہے میں غریب ہوں' ورنہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت عثمان غنی اور امام اعظم ابو حنیفہ بڑے دولت مند تھے ان کی صحبت کیمیا تھی ۴۔ یہ انتہائی قناعت کی تعلیم ہے کہ پیوند والے کپڑے پہننے میں عار نہ ہو۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جبکہ آپ خلیفۃ المسلمین تھے کہ آپ کے کپڑوں میں اوپر تلے تین پیوند ایک جگہ پر لگے تھے کہ پیوند گل گیا تو اور لگا لیا حضرت عمر نے اپنی خلافت کے زمانہ میں خطبہ دیا اس وقت آپ کے تہبند شریف میں بارہ پیوند تھے (مرقات) مقصد یہ ہی ہے کہ پیوند والے کپڑے کے پہننے میں عار نہ ہونی چاہیے۔ لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں۔ جہاں ارشاد ہے کہ رب کی نعمت کا اثر تم پر ظاہر ہو یا فرمایا کہ نیا کپڑا پاؤ تو پرانا خیرات کر دو۔ ابن عساکر نے حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گدھے کی سواری فرما لیتے تھے۔ اپنا جوتا پاک خود سی لیتے تھے۔ اپنی قمیض میں پیوند لگا لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو میری سنت سے نفرت کرے وہ میری جماعت سے نہیں (مرقات) ۵۔ انشاء اللہ حدیث منکر کے معنی اس کی تعریف اور احادیث کے اقسام و احکام آخر کتاب میں عرض کیے جائیں گے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اَنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيْمَانِ اَنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيْمَانِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۱۵۰) روایت ہے حضرت ابو امامہ ابن ایاس ابن ثعلبہ سے ا؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تم نہیں سنتے بے شک پرانے کپڑے پہننا ایمان سے ہے۔ بے شک پرانے کپڑے پہننا ایمان سے ہے ۲؎ (ابو داؤد)

(۴۱۵۰) ا؎ ابو امامہ دو ہیں اور دونوں صحابی ہیں۔ ایک ابو امامہ باہلی جو قبیلہ بنی باہلہ سے ہیں دوسرے وہ جن کا نام ایاس ابن ثعلبہ ہے' یہ انصاری ہیں' یہاں یہ دوسرے ابو امامہ مراد ہیں۔ آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ۲؎ اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو ابھی بیان کیا گیا کہ معمولی لباس پھٹے پرانے کپڑے پہننے سے شرم و عار نہ ہونا کبھی پھٹا بھی لینا مومن متقی کی علامت ہے ہمیشہ اعلیٰ درجہ کے لباس پہننے کا عادی بن جانا کہ معمولی لباس پہنتے شرم آئے طریقہ متکبرین کا ہے۔ یہاں ایمان سے مراد کمال ایمان ہے۔ اس حدیث کو احمد' ابن ماجہ اور حاکم نے ابو امامہ حارثی سے روایت کیا (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِی الدُّنْيَا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۱۵۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دنیا میں شہرت کا لباس پہنے گا ا؎ اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا ۲؎ (احمد' ابو داؤد' ابن ماجہ)

(۴۱۵۱) ا؎ یعنی جو ایسا لباس پہنے جس سے لوگ اسے امیر جانیں یا ایسا لباس پہنے جس سے اسے لوگ بڑا تارک الدنیا فقیر صوفی ولی سمجھیں یہ دونوں قسم کے لباس شہرت کے لباس ہیں۔ بعض لوگوں کو ٹاٹ کا لباس پہنے دیکھا گیا یہ بھی شہرت کا لباس ہے' غرضیکہ

marfat.com

جس لباس میں یہ نیت ہو کہ اس کی طرف لوگوں کی انگلیاں اٹھیں، لوگ اس کی عزت کریں خواہ امیر سمجھ کر خواہ ولی سمجھ کر وہ اس کی شہرت ہے عزت اللہ رسول کی ہے جسے چاہیں دیں۔ مرقات نے فرمایا کہ مسخرہ پن کا لباس پہننا جس سے لوگ ہنسیں یہ بھی لباس شہرت ہے ۱۲۔ قیامت میں سب لوگ ننگے اٹھیں گے۔ پھر میدان محشر میں سب کی تن پوشی کی جائے گی شہرت کا لباس پہننے والوں کو وہ لباس ملے گا جس سے انکی ذلت ظاہر ہو اس کے عکس کا حکم بھی برعکس ہی ہوگا کہ جو شخص سادہ لباس پہنے باوجود قدرت کے لباس فاخرہ نہ پہنے انشاء اللہ اسے قیامت میں لباس عزت ملے گا۔ بشرطیکہ نیت صادق ہو۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۱۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی قوم سے مشابہت کرے گا تو وہ ان ہی میں سے ہوگا۔ (احمد، ابوداؤد)

(۴۱۵۲) ا۔ یعنی جو شخص دنیا میں کفار، فاسق و بدکار کے سے لباس پہنے انکی سی شکل بنائے کل قیامت میں انکے ساتھ اٹھے گا۔ اور جو متقی مسلمانوں کی سی شکل بنائے انکا لباس پہنے وہ کل قیامت میں انشاء اللہ متقیوں کے زمرہ میں اٹھے گا خیال رہے کہ کسی کی سی صورت بنانا شبہ ہے اور کسی کی سی سیرت اختیار کرنا۔ تخلق ہے یا تشبہ فرمایا گیا ہے۔

حکایت:۔ غرق فرعون کے دن سارے فرعونی ڈوب گئے۔ مگر فرعونیوں کا بہروپیا بچ گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ مولیٰ یہ کیوں بچ گیا۔ فرمایا اس نے تمہارا روپ بھرا ہوا تھا۔ ہم محبوب کی صورت والے کو بھی عذاب نہیں دیتے (مرقات) مسلمان کو چاہیے کہ نماز و روزہ وغیرہ عبادات میں بھی اچھوں خصوصاً اچھوں سے اچھے یعنی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل کرنے کی نیت کرے۔ دل لگے یا نہ لگے شکل تو حضور کی سی بن جاتی ہے یہاں من تشبہ ہے من تخلق نہیں۔ انشاء اللہ اصل کی برکت سے خدا ہم نقالوں کو بھی بخش دے گا۔

مسئلہ:۔ جو ہیئت جو لباس کفار کی مذہبی علامت ہے وہ مسلمان کے لئے کفر ہے جیسے پیشانی پر قشقہ لگانا یا سر پر چوٹی رکھنا یا کان میں جنیو باندھنا یا گلے میں عیسائیوں کی سی صلیب ڈالنا اور جو ہیئت و لباس کفار کی قومی علامت ہے وہ مسلمانوں کیلئے حرام ہے جیسے ہندوانی دھوتی یا عیسائیوں کا ہیٹ و نیکر اس حدیث کا یہ ہی مطلب ہے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر جہاد میں کوئی مسلمان جو کفار کی سی شکل و صورت رکھتا ہو دھوکہ سے مسلمان غازیوں کے ہاتھوں مارا جائے تو یہ غازی گنہگار نہیں۔ وہ مرنے والا اپنی اس حرکت کی وجہ سے انہیں میں شمار ہوگا۔ غرضیکہ یہ حدیث بہت جامع ہے۔

وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَبْنَآءِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ تَوَاضُعًا كَسَاهُ اللّٰهُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ وَمَنْ تَزَوَّجَ لِلّٰهِ تَوَجَّهُ اللّٰهُ تَاجَ الْمُلْكِ۔

(۴۱۵۳) روایت ہے حضرت سوید ابن وہب سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بیٹوں میں سے ایک صاحب سے ا۔ راوی وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جمال کا لباس پہننا چھوڑ دے حالانکہ وہ اس پر قادر ہو اور ایک روایت میں ہے کہ انکسار کے طور پر تو اللہ اسے عزت کا جوڑا پہنائے گا ۲۔ اور جو اللہ کے لئے نکاح کرے تو اللہ اسے بادشاہی تاج

marfat.com

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ مِنْہُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ حَدِیْثَ اللِّبَاسِ)

پہنائے گا ۳۔(ابوداؤد اور ترمذی نے انہیں سے بروایت معاذ ابن انس لباس کی حدیث روایت کی ۴۔

(۴۱۵۳) ۱۔غالب یہ ہے کہ وہ بیٹے بھی صحابی ہیں یا تقویٰ و طہارت سے موصوف ہیں ورنہ یہ حدیث مجہول ہوگی۔ کیونکہ سوید ابن وہب تابعی بھی صحابی کا ذکر نہیں کرتے۔ صحابی کا نام مذکور نہ ہو کوئی حرج نہیں کہ صحابہ سارے ثقہ ہیں ۲۔یعنی جو بخل کی وجہ سے نہیں بلکہ عجز و انکسار کے لئے قدرت کے باوجود معمولی لباس پہنے اسکا یہ درجہ ہے لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ اللہ کی نعمت کا اثر تم پر دیکھا جاتا ہے ۳۔جس تاج کے ایک ایک موتی میں ایسی چمک ہوگی جیسے سورج کی چمک۔ اگر وہ تمہارے گھر کے اندر ہو تا جیسا کہ دوسری احادیث میں ہے (از مرقات) ۴۔یعنی اس روایت میں اللہ کے لئے نکاح کرنے کا ذکر نہیں۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُّرٰی اَثَرُ نِعْمَتِہٖ عَلٰی عَبْدِہٖ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۱۵۴) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ پسند کرتا ہے یہ کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر دیکھا جائے ۱۔(ترمذی)

(۴۱۵۴) ۱۔یعنی جسے رب تعالیٰ نے مال دیا ہے تو وہ بخل کی بنا پر بہت ہلکے کپڑے نہ پہنے بلکہ کبھی اچھے کپڑے پہنے تاکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو اور فقراء اسے غنی سمجھ کر اس سے کچھ مانگ بھی سکیں۔ اگر اللہ نے عالم دین بنایا ہے تو عالمانہ لباس پہنے تاکہ حاجتمند لوگ اس سے مسئلے پوچھ سکیں۔ رب کی نعمت کا اظہار بھی شکر ہے اسکی نعمت چھپانا کفران ہے۔ یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ معمولی کپڑے پہننا ایمان سے ہے وہاں تکبر، تکلف کی ممانعت تھی۔ یہاں شکر اور اظہار نعمت الٰہی کا حکم ہے۔ ایک ہی چیز ایک نیت سے بری ہوتی ہے۔ دوسری نیت سے اچھی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَائِرًا فَرَاٰی رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُہٗ فَقَالَ مَا کَانَ یَجِدُ ھٰذَا مَا یُسَکِّنُ بِہٖ رَاْسَہٗ وَرَاٰی رَجُلًا عَلَیْہِ ثِیَابٌ وَسِخَۃٌ فَقَالَ مَا کَانَ یَجِدُ ھٰذَا مَا یَغْسِلُ بِہٖ ثَوْبَہٗ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ)

(۴۱۵۵) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات کے لئے تشریف لائے ۱۔ تو ایک شخص کو پراگندہ بال دیکھا کہ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے ۲۔ تو فرمایا کہ یہ شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے اپنے سر کو جمع کرے ۳۔ اور ایک شخص کو دیکھا جس پر میلے کپڑے تھے تو فرمایا یہ شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے اپنے کپڑے دھولے ۴۔(احمد، نسائی)

(۴۱۵۵) ۱۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں خادموں سے ملاقات کیلئے ان کے گھروں پر کبھی تشریف لے جاتے تھے اس میں ان کی عزت افزائی ہوتی تھی۔ زائر فرما کر یہ بتایا کہ یہ تشریف کسی کی بیمار پرسی یا شادی وغیرہ کی تقریب کے سلسلہ میں نہ تھی۔ صرف ہم کو نوازنے کے لئے تھی ۲۔یا ہمارے گھر میں یا راستہ میں ایسے شخص کو دیکھا ۳۔یعنی کہا اس کے پاس تولہ دو تولہ تیل بھی نہیں کہ بالوں میں لگا کر کنگھی کرے جس سے اس کے بال بکھریں نہیں بلکہ مجتمع ہو جائیں ۴۔یعنی کیا اسے تھوڑا سا صابن میسر نہیں جس سے کپڑے صاف کرے۔ خیال رہے کہ عزت اور تکبر میں فرق ہے۔ تکبر کے لئے اچھا لباس پہننا ممنوع ہے اس کے

marfat.com

لئے ارشاد ہوا **البذاذۃ من الایمان** اور عورت کیلئے اعلیٰ لباس پہننا اچھا ہے جس کے متعلق یہاں یہ ارشاد ہوا۔ لہٰذا دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔

وَعَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیَّ ثَوْبٌ دُوْنٌ فَقَالَ لِیْ اَلَکَ مَالٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مِنْ اَیِّ الْمَالِ قُلْتُ مِنْ کُلِّ الْمَالِ قَدْ اَعْطَانِی اللّٰہُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ وَالْخَیْلِ وَالرَّقِیْقِ قَالَ فَاِذَا اَتَاکَ اللّٰہُ مَالًا فَلْیُرَ اَثَرُ نِعْمَۃِ اللّٰہِ عَلَیْکَ وَکَرَامَتِہٖ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ بِلَفْظِ الْمَصَابِیْحِ)

(۴۱۵۶) روایت ہے ابوالاحوص سے وہ اپنے والد سے راوی ا فرمایا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا مجھ پر معمولی کپڑے تھے ۲۔ تو فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ مال ہے میں نے کہا ہاں فرمایا کونسا مال ہے میں نے کہا کہ اللہ نے مجھے ہر قسم کے مال سے دیا ہے ۳۔ اونٹ، گائے اور بکری اور گھوڑے اور غلام فرمایا تو جب تجھے اللہ نے مال دیا ہے تو چاہیے کہ اللہ کی نعمت اس کی بخشش کا اثر تجھ پر دیکھا جائے ۴۔ (احمد، نسائی) اور شرح سنہ میں مصابیح کے الفاظ سے ہے ۵۔

(۴۱۵۶) ا۔ آپ تابعین میں سے ہیں آپ کا نام عوف ابن مالک ابن **نضر** ہے۔ آپ نے اپنے والد اور ابن مسعود اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم صحابہ سے ملاقات کی۔ آپ سے خواجہ حسن بصری ابو اسحاق اور عطاء ابن سائب نے احادیث روایت کیں۔ آپ کے والد مالک ابن **نضر** صحابی ہیں ۲۔ جو میری مال حیثیت سے کم تھے مجھے خدا تعالیٰ نے بہت غنی کیا ہوا تھا مگر کپڑے پھٹے پرانے کم قیمت زیب تن کئے ہوئے تھا ۳۔ یعنی عرب میں جس مال کی بہت قدر ہوتی ہے جانور اور غلام، ان میں سے اللہ نے مجھے ہر مال دیا ہے۔ عرب میں جانوروں کی ملکیت کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، جیسے آج کل مربعے اور شہری جائیداد والے کی بڑی عزت ہوتی ہے۔ ۴۔ یعنی قیمتی اور صاف کپڑے پہنو تاکہ لوگ سمجھیں کہ تم پر اللہ کا فضل ہے۔ یہ بھی اللہ کا شکریہ ہے۔ مطلب وہ ہی ہے کہ شکر کیلئے اچھا لباس پہنے، فخر کے لئے نہ پہنے، کبھی اچھا لباس پہنے شکر کے لئے کبھی معمولی پہنے انکسار کے طور پر، اپنے کو اچھے کھانے، اچھے لباس کا عادی نہ بنائے کہ کبھی معمولی کھا پی نہ سکے ۵۔ یعنی ان دونوں روایتوں کے الفاظ مختلف ہیں۔ مضمون ایک ہی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّ رَجُلٌ وَعَلَیْہِ ثَوْبَانِ اَحْمَرَانِ فَسَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْہِ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ)

(۴۱۵۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص گزرا جس پر دو سرخ کپڑے تھے ا۔ تو اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کیا۔ حضور نے اس کا جواب نہ دیا ۲۔ (ترمذی، ابوداؤد) ۳۔

(۴۱۵۷) ا۔ خالص سرخ، کیونکہ **مخطط** سرخ مرد کو بلا کراہت جائز ہے۔ یہ حضرت اس وقت تہبند بھی سرخ پہنے تھے اور قمیض بھی سرخ ۲۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے مرد کیلئے سرخ کپڑے پہننا حرام فرمایا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہ کرنے کی حالت میں انسان سلام کے جواب کا مستحق نہیں ہوتا۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا ۳۔ طبرانی نے بروایت عمران ابن حصین روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سرخ رنگ سے بچو کہ یہ شیطانی زینت ہے

marfat.com

(مرقات)

وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اَرْكَبُ الْاُرْجُوَانَ وَلَا اَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ وَلَا اَلْبَسُ الْقَمِيْصَ الْمُكَفَّفَ بِالْحَرِيْرِ وَقَالَ اَلَا وَطِيْبُ الرِّجَالِ رِيْحٌ لَا لَوْنَ لَهٗ وَطِيْبُ النِّسَاءِ لَوْنٌ لَا رِيْحَ لَهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۱۵۸) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو میں ارغوانی گھوڑے پر سوار ہوں گا ۱؎ اور نہ کسوی رنگ کے کپڑے پہنوں گا اور نہ ایسی قمیص پہنوں گا جو ریشمی حاشیہ والی ہو ۲؎ اور فرمایا کہ خبردار رہو کہ مردوں کی خوشبو وہ خوشبو ہے جس میں رنگ نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس میں رنگ نہ ہو خوشبو ہو ۳؎ (ابوداؤد)

(۴۱۵۸) ۱؎ ارجوان معرب ہے ارغوان سے۔ ارغوان ایک سرخ رنگ کا پھول ہے۔ اب ہر سرخ رنگ کو ارغوانی کہا جاتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے۔ یہ کبھی ریشم کا ہوتا ہے کبھی سوتی گھوڑے کی کاٹھی پر چھوٹا سا تکیہ رکھ کر سوار ہوتے ہیں۔ وہی یہاں مراد ہے یعنی ہم کبھی سرخ رنگ کا تکیہ کاٹھی پر رکھ کر سواری نہ کریں گے معلوم ہوا کہ خالص سرخ کپڑے پر مرد کو بیٹھنا پہننا بھی بہتر نہیں خصوصاً جبکہ ریشم کا ہو۔ اس لئے علماء کرام مرد کو ریشمی توشک 'گدیلا' بچھانا' ریشمی لحاف اوڑھنا ممنوع قرار دیتے ہیں ۲؎ کفف بنا ہے کفتہ سے بمعنی حصہ اور کنارہ یعنی جس سوتی قمیض کا گریبان دامن کلی وغیرہ ریشم کی ہو وہ ہم نہ پہنیں گے۔ مگر یہ ممانعت جب ہے جبکہ ان کی چوڑائی چار انگل سے زیادہ ہو۔ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث اسماء کے خلاف نہیں کہ انہوں نے ریشمی دامن والی قمیض دکھا کر فرمایا کہ یہ ہے حضور کا جبہ شریف کہ وہاں چار انگل سے کم ریشمی کا تھا ۳؎ یعنی مسلمان مردوں کو ایسی خوشبو کی اجازت ہے جس کا رنگ کپڑے پر ظاہر نہ ہو مہک ہو جیسے عطر' لہٰذا زعفرانی رنگ کے کپڑے مرد کو منع ہیں کہ اس میں مہک کے ساتھ رنگ بھی ہوتا ہے اور عورتوں کو ایسے کپڑے کی اجازت ہے کہ اس میں رنگت ہو مگر مہک نہ ہو۔ عورتوں کو مہک کی ممانعت اس صورت میں ہے جبکہ وہ خوشبو اجنبی مردوں تک پہنچے اگر وہ گھر میں عطر لگائیں جس کی خوشبو خاوند یا اولاد ماں باپ تک ہی پہنچے تو حرج نہیں۔ بہرحال مرد کیلئے سفید کپڑے بہتر ہیں عورت کے لئے رنگین کپڑے بہتر۔

وَعَنْ اَبِيْ رَيْحَانَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَشْرٍ عَنِ الْوَشْرِ وَالْوَشْمِ وَالنَّتْفِ وَعَنْ مُكَامَعَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِغَيْرِ شِعَارٍ وَمُكَامَعَةِ الْمَرْاَةِ الْمَرْاَةَ بِغَيْرِ شِعَارٍ وَاَنْ يَجْعَلَ الرَّجُلُ فِيْ اَسْفَلِ ثِيَابِهٖ حَرِيْرًا مِثْلَ الْاَعَاجِمِ اَوْ يَجْعَلَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ حَرِيْرًا مِثْلَ الْاَعَاجِمِ وَعَنِ النُّهْبٰى عَنْ رُكُوْبِ النُّمُوْرِ وَلُبُوْسِ الْخَاتَمِ اِلَّا لِذِيْ سُلْطَانٍ

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۴۱۵۹) روایت ہے حضرت ابوریحانہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں سے منع فرمایا دانت پتلے کرانے سے اور گودا کرانے سے۔ سفید بال اکھیڑنے سے اور مرد کو مرد کے ساتھ بغیر کپڑے یوں ہی عورت کو عورت کے ساتھ بغیر کپڑے کے لپٹنے سے ۲؎ اور اس سے کہ مرد اپنے نیچے کپڑے میں ریشم لگائے ۳؎ عجمیوں کی طرح یا اپنے کندھوں پر ریشم لگائے عجمیوں کی طرح ۴؎ اور چیتے کی کھال پر سوار ہونے سے اور انگوٹھی پہننے سے سوا حکومت والے کے ۵؎ (ابوداؤد' نسائی)

(۴۱۵۹) ۱؎ آپ کا نام عبداللہ ابن شمعون ابن یزید ہے۔ قرقسی کہا جاتا ہے مگر ہیں انصاری۔ چونکہ بنی **قریظہ** کے حلیف

marfat.com

تھے اس لئے قرضی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آپ کی بیٹی کا نام ریحانہ تھا۔ اس لئے ابو ریحانہ کنیت ہوئی۔ بڑے عابد و زاہد متقی تارک الدنیا صحابی ہیں شام میں قیام رہا۔ وہاں ہی وفات پائی (مرقات و اکمال) ۲۔ بعض بے وقوف حسن و خوبصورتی کے لئے اپنے چوڑے دانت کسی مشین کے ذریعہ پتلے کرا لیتے ہیں۔ یہ حرام بھی ہے اور سخت نقصان دہ بھی، بعض مرد اور عموماً عورتیں اپنی کلائیوں اور رخساروں میں سوئی کے ذریعہ سرمہ وغیرہ بھروا لیتے ہیں، جسے نیلا گودنا کہا جاتا ہے یہ بھی سخت ممنوع ہے یوں مردوں کا ننگے ہو کر ایک ساتھ سونا اور عورتوں کا بہ نہ ایک ساتھ سونا حرام ہے کپڑے پہنے ہوں تو جائز ہے اگر خاوند بیوی ننگے ایک بستر میں سوئیں تو ممنوع نہیں۔ جبکہ چادر وغیرہ سے ڈھکے ہوئے ہوں۔ بالکل ننگے رہنا سونا ممنوع ہے اکیلے آدمی کا بھی۔ سر یا داڑھی میں سے سفید بال نوچ کر الگ کر دینا حسن کے لئے ہو تو ممنوع ہے ۳۔ یعنی جب ریشم کا کپڑا نیچے بھی پہننا حرام ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا تو اوپر کا کپڑا ریشمی ہو تو سخت حرام کہ وہ تو نظر بھی آتا ہے یہ حکم مرد کے لئے ہے۔ ۴۔ یہ ممانعت جب ہے جبکہ ریشم چار انگل سے زیادہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عجمی کفار سے مشابہت مسلمانوں کے لئے ممنوع ہے، علماء فرماتے ہیں کہ ہندوؤں کی سی دھوتی باندھ کر نماز پڑھنا ممنوع ہے اسکا ماخذ یہ حدیث بھی ہو سکتی ہے۔ ۵۔ حکومت سے مراد عام حکومت ہے دینی ہو یا دنیاوی لہٰذا مفتی، قاضی، حاکم سب ہی اس میں داخل ہیں کہ مہر والی انگوٹھی پہنیں تاکہ اپنے فتووں اور فیصلوں پر اس انگوٹھی سے مہر لگایا کریں۔ مگر وہ بھی چاندی کی ہو سوا چار ماشہ تک۔ خلاصہ یہ ہے کہ عام مسلمان مردوں کو انگوٹھی نہ پہننا بہتر، علماء و حکام کو چاندی کی انگوٹھی پہننا بالکل درست۔ سونے کی انگوٹھی عورتوں کو حلال ہے مردوں کو حرام۔ لوہا، پیتل، تانبہ کی انگوٹھی چھلا، مرد و عورت دونوں کو حرام ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ وَالْمِيَاثِرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوٗدَ وَقَالَ نَهٰى عَنِ الْمِيَاثِرِ الْاُرْجُوَانِ

(۴۱۶۰) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی اور قسی کپڑا اور ارغوانی رنگ کے گدیلوں سے منع فرمایا ا۔

(۴۱۶۰) ا۔ قسی وہ کپڑا ہے جو شہر قس میں بنایا جاتا ہے۔ قس مصر کا ایک شہر ہے وہاں یہ ریشمی کپڑا بنتا تھا میاثرہ جمع ہے میسرہ کی میثرہ وہ گدیلہ جو زمین پر ڈال کر اس پر سوار ہوا جاتا ہے۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ وَلَا النِّمَارَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۴۱۶۱) روایت ہے حضرت معاویہ سے ا۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو ریشم پر سوار ہو اور نہ چیتے کی کھال پر ۲۔ (ابوداؤد، نسائی)

(۴۱۶۱) ا۔ معاویہ نام کے بہت صحابہ ہیں مگر جب مطلقاً معاویہ بولا جاوے تو اس سے مراد حضرت امیر معاویہ ابن ابو سفیان ہوتے ہیں وہ ہی یہاں مراد ہیں ۲۔ یعنی گھوڑے کی کاٹھی پر ریشمی گدیلہ یا چیتے کی کھال ڈال کر اس پر سوار نہ ہو درندوں جانوروں کی کھالوں کو پہننے یا بچھانے سے دل میں تکبر پیدا ہوتا ہے، جیسے ہرن کی کھال پر بیٹھنے یا اسے پہننے سے نامردی پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ بعض شارحین نے نمار کے معنی کئے ہیں، دھاری دار کمبل، مگر یہ قوی نہیں کیونکہ دھاری دار کمبل بچھانا ممنوع نہیں۔ نیز اس کی جمع نور ہے نہ کہ نمار نیز جامع صغیر کی روایت میں ہے۔ **عن جلود النمار** یعنی نمار کی کھال سے منع فرمایا (مرقات)

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

(۴۱۶۲) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے کہ نبی صلی اللہ

marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمِيثَرَةِ الْحَمْرَاءِ۔

علیہ وسلم نے سرخ گدیلے سے منع فرمایا۔

(۴۱۶۲) اس کی شرح اور وجہ ابھی گزر گئی کہ گھوڑے کی کاٹھی پر سرخ رنگ کا گدیلہ ڈال کر مرد کو بیٹھنا ممنوع ہے، عورت کو جائز مگر یہ ممانعت سرخ لباس پہننے کی ممانعت سے ہلکی ہے کہ اس کا پہننا زیادہ برا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ رِمْثَةَ التَّيْمِيِّ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ وَلَهٗ شَعْرٌ قَدْ عَلَاهُ الشَّيْبُ وَشَيْبُهٗ اَحْمَرُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوٗدَ وَهُوَ ذُوْ وَفْرَةٍ وَبِهَا رَدْعٌ مِّنْ حِنَّاءٍ)

(۴۱۶۳) روایت ہے حضرت ابو رمثہ تیمی سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ پر دو سبز کپڑے تھے ۲؎ اور آپ کے بال تھے جن پر بڑھاپا غالب تھا ۳؎ اور سفید بال سرخ تھے ۴؎ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ آپ وفرہ والے تھے ۵؎ جن میں مہندی کا اثر تھا ۶؎۔

(۴۱۶۳) ۱؎ آپ کے نام میں اختلاف ہے یا تو رفاعہ ابن یثربی ہے یا عمارہ ابن یثربی قبیلہ تیم رباب سے ہیں نہ کہ تیم قریش سے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ تمیمی ہیں اپنے والد کے ساتھ آئے اور دونوں مسلمان ہو گئے۔ بعد میں کوفہ میں قیام رہا (لمعات و مرقات و اشعۃ اللمعات) ۲؎ قمیص اور تہبند شریف یا تو بالکل سبز تھے یا اس میں سبز دھاریاں تھیں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ جنتیوں کا لباس سبز ہو گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **علیھم ثیاب سندس خضر** اس سے معلوم ہوا کہ مرد کو ہرے کپڑے پہننا جائز ہے۔ اگر اس عمل شریف کی اتباع میں ہو تو مستحب ہے ۳؎ یعنی سر مبارک میں ایک آدھ بال شریف سفید تھا۔ شعر کی تنکیر کمی بیان کرنے کے لئے ہے۔ حضور اقدس کے سفید بالوں کے متعلق تین روایات ہیں۔ چودہ بال شریف سفید تھے۔ سترہ تھے۔ بیس تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اولا چودہ بال شریف سفید ہوئے ہوں پھر آخر میں سترہ سر مبارک میں اور تین داڑھی شریف میں۔ کل بیس۔ لہٰذا تینوں روایات درست ہیں ۴؎ اس عبارت کے تین مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ وہ سفید بال مہندی سے سرخ کئے گئے تھے۔ دوسرے یہ کہ عطر یا خوشبودار تیل کے رنگ سے سرخ تھے یا یہ کہ وہ خالص سفید نہ تھے بلکہ مائل بہ سرخی تھے۔ جب بال سفید ہونے والا ہوتا ہے تو پہلے سرخ ہوتا ہے۔ پھر سفید یا اولاً جڑ کی طرف سے سفید ہوتا ہے نوک کی طرف سے سرخ ۵؎ سر کے بال جو کان کی گدیا تک پہنچیں وفرہ کہلاتے ہیں اور جو کان و کندھوں کے درمیان ہوں انہیں جمہ کہا جاتا ہے۔ اور اگر کندھوں تک پہنچ جائیں تو لمہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف کبھی وفرہ ہوتے تھے کبھی جمہ، کبھی لمہ کندھوں سے نیچے بال مردوں کے لئے بہتر نہیں۔ اس کی تحقیق انشاء اللہ حیہ شریف کی احادیث میں ہو گی ۶؎ یعنی ان چند سفید بالوں کو مہندی سے سرخ کیا گیا تھا مگر یہ ان کا اپنا خیال ہے حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب نہ لگایا نہ سرخ نہ کسی اور رنگ کا۔ آپ کے بال شریف خضاب کی حد تک سفید ہوئے ہی نہیں جب سرکار سر میں تیل ڈالتے تو وہ سفید بال ظاہر ہوتے تھے ورنہ نہیں۔ چند سفید بال ظاہر نہیں ہوا کرتے۔ ہاں یہ ثابت ہے کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈک کیلئے سر شریف میں مہندی لگائی ہے (اشعہ) نیز داڑھی شریف بھی مہندی سے دھوئی ہے۔ یعنی صفائی کے لئے مہندی لگا کر دھو ڈالی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ شَاكِيًا فَخَرَجَ يَتَوَكَّاُ عَلٰى اُسَامَةَ وَعَلَيْهِ

(۴۱۶۴) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے ۱؎ تو حضرت اسامہ پر تکیہ لگائے تشریف لائے آپ پر قطری

marfat.com

ثَوْبٌ قِطْرٍ تَدَثَّرَ بِهٖ فَصَلّٰی بِهِمْ۔ (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

کپڑا تھا ۲۔ جس سے آپ لپٹے ہوئے تھے ۳۔ پھر انہیں نماز پڑھائی ۴۔ (شرح سنہ)

(۴۳۶۴) ۱۔ غالباً مرض وفات مراد ہے جس میں حضور انور کا وصال شریف ہو گیا ۱۔ قطری یمنی اعلیٰ درجہ کا کپڑا ہوتا ہے جو سوتی ہوتا ہے مائل بہ سرخی، حاشیہ پر اعلیٰ درجہ کا کام ہوتا ہے۔ قطر ایک بستی کا نام ہے یمن یا بحرین میں، وہاں کا تیار کردہ ہوتا ہے۔ جیسے ہمارے ہاں ڈھاکہ کی ململ ۲۔ جیسے محرم احرام کی چادر میں لپٹا ہوتا ہے کہ چادر کے دونوں کنارے کندھوں پر پڑے تھے توشح بنا ہے وشاح سے۔ بمعنی کنگن چونکہ کنگن کلائی سے لپٹ جاتا ہے اس لئے کپڑے میں لپٹنے کو توشح کہتے ہیں ۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آخری نماز پڑھائی تھی۔ اس کا تفصیلی بیان انشاء اللہ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں آئے گا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَانِ قِطْرِيَّانِ غَلِيْظَانِ فَكَانَ إِذَا قَعَدَ فَعَرِقَ ثَقُلَا عَلَيْهِ فَقَدِمَ بَزٌّ مِنَ الشَّامِ لِفُلَانِ الْيَهُوْدِيِّ فَقُلْتُ لَوْ بَعَثْتَ إِلَيْهِ فَاشْتَرَيْتَ مِنْهُ ثَوْبَيْنِ إِلَى الْمَيْسَرَةِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ مَا تُرِيْدُ إِنَّمَا تُرِيْدُ أَنْ تَذْهَبَ بِمَالِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبَ قَدْ عَلِمَ أَنِّيْ مِنْ أَتْقَاهُمْ وَأَدَّاهُمْ لِلْأَمَانَةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

(۴۳۶۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دو قطری موٹے کپڑے تھے اور حضور جب بیٹھتے تو پسینہ آجاتا آپ پر بوجھ کی وجہ سے ۱۔ پھر شام سے فلاں یہودی کا کپڑا آیا ۲۔ میں نے عرض کیا کہ کاش آپ اس کے پاس کسی کو بھیجتے، اس سے دو کپڑے روپیہ آنے تک خرید لیتے ۳۔ چنانچہ حضور نے اس کے پاس بھیجا وہ بولا میں جانتا ہوں کہ آپ کیا چاہتے ہیں آپ چاہتے ہیں کہ میرا مال مار لیں ۴۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے وہ جانتا ہے کہ میں ان سب میں زیادہ زیادہ پرہیزگار ان سب میں زیادہ امانت کا ادا کرنے والا ہوں ۵۔ (ترمذی، نسائی)

(۴۳۶۵) ۱۔ یعنی گرمیوں میں ان کپڑوں میں پسینہ آجاتا تھا۔ بعض لوگوں نے عَلَا ماضی مطلق کا صیغہ پڑھا ہے۔ ۲۔ اس یہودی فاجر کا نام نہ معلوم ہو سکا۔ بز کہتے ہیں بغیر سلے کپڑے کو اور کپڑے کے تاجر کو بزاز کہا جاتا ہے بعض نے بز اور خز میں فرق کہا ہے سوتی کپڑا بز اور ریشمی کپڑا خز (مرقات) کپڑا آنے سے مراد ہے لوگ کپڑا لے کر آئے اس یہودی کے پاس ۳۔ یعنی اس وقت حضور کے پاس روپیہ نہیں ہے۔ ادھار خرید لیں اس سے وعدہ فرمالیں کہ فلاں تاریخ، فلاں دن تک تم کو رقم دے دی جائے گی۔ خیال رہے کہ ادھار خریداری میں وقت ادا معلوم ہونا ضروری ہے۔ یہ کہنا کہ جب روپیہ آئے گا تب قیمت دیدیں گے ناجائز ہے۔ یہ ہی حال پہلے حکم میں ہے کہ وہاں قیمت نقد ہوتی ہے چیز ادھار، وہاں ادائیگی کا وقت مقرر ہونا ضروری ہے ۴۔ یعنی اس یہودی تاجر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد سے جو آپ کی طرف سے کپڑا خریدنے گیا تھا، یہ گستاخی کا جواب کہلا کر بھیجا کہ آپ قیمت ادا نہ کریں گے، یوں ہی میرا مال لے لیں گے حالانکہ اس کا دل گواہی دے رہا تھا کہ وقت پر قیمت وصول ہو جائے گی ۵۔ یعنی اس یہودی نے توریت شریف میں میرا سب سے زیادہ پرہیزگار بڑا امانت دار ہونا پڑھا ہے۔ وہ منہ سے ایسی بکواس کر رہا ہے جو اس کی توریت کی آیات کے خلاف ہے حضور کو تو مشرکین عرب بھی صادق الوعدہ اور امین کہہ کر پکارتے تھے۔ انہیں تو رب تعالیٰ نے اپنا امین بنا کر

marfat.com

دنیا میں بھیجا ہے۔ ان جیسا امین نہ ہوا ہے نہ ہو گا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ غالباً اس نے کپڑا دیا نہیں۔ اللہ اکبر آج ہم ان کے نام پر پلنے والے ململ، لٹھے، بوسکی پہنیں اور وہ خود باریک کپڑا منگائیں تو یہود تا بہبود انکار کر دے۔ اللہ کی شان ہے۔ شعر:۔

☆ بوریا ممنوں خواب راحتش ☆ تاج کسریٰ زیر پائے امتش ☆

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ رَاٰنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيَّ ثَوْبٌ مَصْبُوْغٌ بِعُصْفُرٍ مُوَرَّدًا فَقَالَ مَا هٰذَا فَعَرَفْتُ مَا كَرِهَ فَانْطَلَقْتُ فَاَحْرَقْتُهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا صَنَعْتَ بِثَوْبِكَ قُلْتُ اَحْرَقْتُهٗ قَالَ اَفَلَا كَسَوْتَهٗ بَعْضَ اَهْلِكَ فَاِنَّهٗ لَا بَاْسَ بِهٖ لِلنِّسَآءِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۱۶۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور مجھ پر کسم میں رنگے ہوئے گلابی کپڑے تھے ا۔ تو فرمایا یہ کیا میں پہچان گیا کہ حضور نے ناپسند فرمایا ۲۔ تو میں چلا اسے میں نے جلا دیا ۳۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے کپڑے کا کیا کیا کہا کہ میں نے اسے جلا دیا فرمایا تم نے وہ کپڑا اپنی کسی گھر والی کو کیوں نہ پہنا دیا۔ اس میں عورتوں کے لئے حرج نہیں ۴۔ (ابوداؤد)

(۴۱۶۶) ا۔ حالانکہ مرد کو گلابی کپڑے پہننے ممنوع ہیں۔ میں نے بے خبری میں پہن لئے تھے ۲۔ کیونکہ حضور انور کا یہ کیا فرمانا سوال کے لئے نہیں بلکہ اظہار تعجب اور انکار کے لئے ہے کہ تم نے میرے صحابی ہو کر یہ کیا کیا، گلابی سرخ کپڑے کیوں پہن لئے ۳۔ یہ ہے صحابہ کرام کا عشق رسول اور اس عشق کا جذبہ جس کپڑے سے اپنا پیارا ناراض ہو وہ اپنے گھر میں بھی نہ رکھا چہ جائیکہ بدن پر رکھتے۔ یہ نہ غور کیا کہ یہ مال کا برباد کرنا ہے، اسراف یا تبذیر ہے۔ یہ تو وہ سوچے جو عقل کو حاکم بنائے۔ عشق آیا عقل رخصت ہو گئی۔ شعر:۔

☆ اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف ☆ ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے ☆

۴۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام پر انہیں عتاب نہ فرمایا معذور رکھا۔ آئندہ کیلئے مسئلہ بنا دیا کہ عورتوں کو سرخ و گلابی رنگ کے کپڑے پہننا بالکل جائز ہے۔ مردوں کو ممنوع ہیں۔ اس کی بحث پہلے ہو چکی ہے۔

وَعَنْ هِلَالِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى يَخْطُبُ عَلٰى بَغْلَةٍ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ اَحْمَرُ وَعَلِیٌّ اَمَامَهٗ يُعَبِّرُ عَنْهُ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۱۶۷) روایت ہے حضرت ہلال ابن عامر سے وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منی میں اپنے خچر پر خطبہ دیتے دیکھا آپ پر سرخ چادر تھی ا۔ اور علی آپ کے سامنے تھے آپ اس لوگوں کو پہنچاتے تھے ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۱۶۷) ا۔ ان جیسی تمام روایات میں سرخ سے مراد لال دھاری دار کپڑے ہیں خالص سرخ مراد نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ حدیث سرخ لباس کی ممانعت کی احادیث کے خلاف نہیں۔ تمام محدثین کا اتفاق ہے ۲۔ یعنی مجمع و ہجوم بہت تھا۔ حضور کی آواز سب تک پہنچ نہیں سکتی تھی۔ اس لئے حضرت علی حضور سے کچھ دور کھڑے حضور کے فرمان عالی بلند آواز سے لوگوں تک پہنچا رہے تھے۔ یہاں **یعبر** سے مراد ترجمہ کرنا نہیں مگر اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ حضور انور کی آواز تو سب تک بطور معجزہ پہنچ رہی تھی۔ حضرت علی مطلب سمجھا رہے تھے۔ یہ معنی **یعبر** کے لئے بہت ہی موزوں ہیں۔

marfat.com

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صُنِعَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُرْدَةٌ سَوْدَاءُ فَلَبِسَهَا فَلَمَّا عَرِقَ فِيهَا وَجَدَ رِيحَ الصُّوفِ فَنَقَذَهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۱۶۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کالی چادر تیار کی گئی حضور نے وہ پہن لی تو جب اس میں پسینہ آیا اس سے اون کی بو محسوس کی تو اسے الگ فرمایا۱؎ (ابوداؤد)

(۴۱۶۸) ۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بدبو بہت ہی ناپسند تھی، کپڑے کی ہو یا منہ کی یا بغل یا کسی اور چیز کی، طبیعت پاک بہت ہی طیب و طاہر و لطیف تھی۔ اس لئے گرمی میں حضور نے یہ اونی چادر علیحدہ کردی۔ حجاج کو چاہیے کہ روضہ اطہر کی حضوری کے وقت معطر ہو کر حاضر ہوا کریں۔ بدبودار کپڑے یا بدبودار منہ سے مسجدوں میں نہ جایا کریں۔ عموماً خوشبو کا استعمال کریں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْتَبٍ بِشَمْلَةٍ قَدْ وَقَعَ هُدْبُهَا عَلٰى قَدَمَيْهِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۱۶۹) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ایک چادر سے لپٹے ہوئے تھے۱؎ جس کا پھندنا آپ کے قدموں پر پڑا تھا۲؎ (ابوداؤد)

(۴۱۶۹) ۱؎ شملہ وہ کپڑا ہے جس پر انسان مشتمل ہو لپٹا ہوا ہو خواہ چادر ہو یا کمبل۔ محتب بنا ہے احتباء سے جس کے معنی ہیں اکڑوں بیٹھنا۔ یعنی حضور انور اکڑوں بیٹھے ہوئے چادر شریف سے لپٹے ہوئے تھے۔ حضرات صحابہ کرام حضور کی ہر وضع قطع کی روایت فرماتے ہیں تاکہ ان کی ہر کیفیت مسلمانوں کے ذہن نشین ہو جائے۔ محبوب کی ہر ادا ہی محبوب ہے ۲؎ اب بھی اہل عرب یا تو کسی چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں اگر ٹیک کا سہارا نہ ملے تو اپنے اردگرد چادر لپیٹ کر اس سے ٹیک کا کام لیتے ہیں۔ اس وقت حضور کی یہ وضع تھی۔

وَعَنْ دِحْيَةَ بْنِ خَلِيفَةَ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبَاطِيٍّ فَاَعْطَانِيْ مِنْهَا قُبْطِيَّةً فَقَالَ اصْدَعْهَا صَدْعَيْنِ فَاقْطَعْ اَحَدَهُمَا قَمِيصًا وَاَعْطِ الْاٰخَرَ اِمْرَاَتَكَ تَخْتَمِرُ بِهٖ فَلَمَّا اَدْبَرَ قَالَ وَاْمُرِ امْرَاَتَكَ اَنْ تَجْعَلَ تَحْتَهُ ثَوْبًا لَا يَصِفُهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۱۷۰) روایت ہے حضرت دحیہ ابن خلیفہ سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قباطی کپڑے لائے گئے ۲؎ تو حضور نے مجھے اس میں سے ایک قبطی عطا فرمایا۔ پھر فرمایا اس کے دو ٹکڑے کرلو ان میں سے ایک کی قمیض کٹوالو اور دوسرا اپنی بیوی کو دے دو وہ اس کا دوپٹہ بنالیں ۳؎۔ پھر جب انہوں نے پیٹھ پھیری تو فرمایا اپنی بیوی سے کہہ دو کہ اس کے نیچے اور کپڑا رکھیں جو ظاہر نہ ہونے دے ۴؎۔ (ابوداؤد)

(۴۱۷۰) ۱؎ آپ وہ ہی دحیہ کلبی مشہور صحابی ہیں جن کی شکل میں اکثر حضرت جبریل امین آیا کرتے تھے۔ انہی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ چھ ہجری میں قیصر روم کی تبلیغ کے لئے بھیجا تھا۔ احد اور اسکے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ شام میں قیام رکھا، حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی دحیہ دال کے کسرہ سے ہے ۲؎ قباطی جمع ہے قبطیہ کی، یہ ایک خاص قسم کے کپڑے کا نام ہے جو باریک سفید ہوتا ہے۔ مصر میں بنتا ہے۔ اگرچہ قبط قاف کے کسرہ سے ہے مگر قبطی کپڑا ق کے پیش سے ہے۔ غالباً کہیں سے ہدیۃ آئے تھے خریدے نہ گئے تھے ۳؎ معلوم ہوا کہ یہ کپڑے ریشمی نہ تھے سوتی تھے ورنہ مرد کو اس کا پہننا حلال نہ

marfat.com

ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس زمانہ شریف میں بھی ایسے باریک کپڑے ایجاد ہو گئے تھے جن سے ستر حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ اس فرمان عالی سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ عورت کو باریک کپڑے کا دوپٹہ اوڑھنا درست ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسے باریک کپڑے کے نیچے کوئی موٹا کپڑا ضرور سر پر رکھے تاکہ بال و سر ظاہر نہ ہوں۔ ورنہ نماز درست نہ ہوگی۔ اور بے پردگی بھی ہوگی خاوند کے سامنے تنہائی میں ویسے بھی اوڑھ سکتی ہے۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْھَا وَھِیَ تَخْتَمِرُ فَقَالَ لَیَّۃً لَا لَیْتَیْنِ۔
(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۱۷۱) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے حالانکہ دوپٹہ اوڑھ رہی تھیں تو فرمایا ایک پیچ دو نہ کہ دو پیچ ا۔ (ابوداؤد)

(۴۱۷۱) ا۔ یعنی اے ام سلمہ دوپٹہ اس طرح اوڑھو کہ سر سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک کا حصہ ڈھک جاوے مگر صرف ایک پیچ سے ڈھکے دو پیچ نہ پھیرو تاکہ مردوں کے عمامہ کے مشابہ نہ ہو جائے اور زیادہ بڑا دوپٹہ نہ اوڑھنا پڑے کہ اس میں اسراف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت بہت دراز کپڑا پہننا ممنوع ہے۔ یونہی مردوں کو عورتوں کے مشابہ اور عورتوں کو مردوں کے مشابہ کپڑا پہننا بھی ممنوع، عورتیں مرد لباس وضع قطع میں ممتاز چاہئیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَرَرْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْ اِزَارِیْ اسْتِرْخَاءٌ فَقَالَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ ارْفَعْ اِزَارَکَ فَرَفَعْتُہٗ ثُمَّ قَالَ زِدْ فَزِدْتُ فَمَا زِلْتُ اَتَحَرَّاھَا بَعْدُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اِلٰی اَیْنَ قَالَ اِلٰی اَنْصَافِ السَّاقَیْنِ۔
(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۱۷۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرا حالانکہ میرے تہبند میں درازی تھی ا۔ تو فرمایا اپنا تہبند اونچا کرو میں نے اونچا کر لیا فرمایا اور زیادہ میں نے اور زیادہ کر لیا ۲۔ پھر میں اس کا خیال رکھتا رہا ۳۔ تو بعض قوم نے کہا کہ کہاں تک رہے فرمایا کہ آدھی پنڈلیوں تک ۴۔ (مسلم)

(۴۱۷۲) ا۔ اس طرح کہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا تھا جو کہ مرد کے لئے منع ہے۔ ۲۔ حتی کہ آدھی پنڈلی تک اٹھ گیا۔ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ ۳۔ یعنی اس فرمان عالی کے بعد میں نے جب بھی تہبند باندھا آدھی پنڈلی تک باندھا ۴۔ یہ حدیث بہت طریقوں سے مروی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ مرد آدھی پنڈلی تک تہبند رکھے۔ اگرچہ ٹخنوں کے اوپر تک بھی جائز ہے۔

وَعَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اِزَارِیْ یَسْتَرْخِیْ اِلَّا اَنْ اَتَعَاھَدَہٗ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکَ لَسْتَ مِمَّنْ یَّفْعَلُہٗ

(۴۱۷۳) روایت ہے ان ہی سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اپنا کپڑا تکبرا" نیچا رکھے ا۔ تو قیامت کے دن اللہ اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا ۲۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا تہبند لٹک جاتا ہے ۳۔ مگر یہ کہ اس کا بہت ہی خیال رکھوں۔ ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان

marfat.com

خُيَلَاءَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

لوگوں سے نہیں جو یہ کام تکبرا" کریں ۴۔ (بخاری)

(۴۱۷۳) ا۔ کپڑے سے مراد تہبند یا پائجامہ ہے اور نیچے سے مراد ٹخنوں کے نیچے ہے تکبرا" فرما کر اشارہ کیا گیا کہ فیشن یا فخر کے لئے یہ حرکت مکروہ تحریمی ہے۔ بے خیالی میں نیچے ہو جانا اتنا سخت ممنوع نہیں جیسا کہ آئندہ مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔ غرضیکہ ان قیود سے بہت مسائل معلوم ہوئے ۲۔ یعنی نظر رحمت، نظر کرم و عنایت نہ فرمائے گا۔ اس کی شرح پہلے ہو چکی ۳۔ یعنی میں خود تو نہیں لٹکاتا بلکہ تہبند خود ہی لٹک جاتا ہے شکم کسی قدر بھاری ہے اس لئے پیٹ سے سرک جاتا ہے۔ نہ ارادہ ہے نہ غرور ۴۔ یعنی ہم نے تکبر و غرور سے تہبند نیچا رکھنے سے ممانعت کی ہے۔ تم کو غرور سے دور کا بھی تعلق نہیں اور پھر قصدا" لٹکاتے بھی نہیں لہٰذا تم اس حکم کی زد میں نہیں آتے۔

وَعَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَأْتَزِرُ فَيَضَعُ حَاشِيَةَ إِزَارِهِ مِنْ مُقَدَّمِهِ عَلَى ظَهْرِ قَدَمِهِ وَيَرْفَعُ مِنْ مُؤَخَّرِهِ قُلْتُ لِمَ تَأْتَزِرُ هٰذِهِ الْإِزْرَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتَزِرُهَا۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۱۷۴) روایت ہے حضرت عکرمہ سے ا۔ فرماتے ہیں میں نے جناب ابن عباس کو دیکھا کہ وہ تہبند باندھتے تو اپنے تہبند کا اگلا کنارہ اپنے قدم کی پشت پر ڈالتے ۲۔ اور اس کے پیچھے سے اٹھاتے ہیں میں نے عرض کیا کہ آپ اس طرح کیوں تہبند باندھتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں ہی ازار پہنتے دیکھا ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۱۷۴) ا۔ آپ عکرمہ ابن ابوجہل نہیں ہیں وہ تو صحابی ہیں۔ بلکہ آپ عکرمہ تابعی ہیں حضرت ابن عباس کے کاتب اور آزاد کردہ غلام، فقہاء مکہ معظمہ سے ہیں۔ اسی سال عمر پائی ۱۰۷ ایک سو سات میں وفات پائی ۲۔ تہبند باندھنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہوتا ہے کہ اگلے حصہ کا کنارہ زیادہ نیچا ہو حتی کہ قدم پر پڑ جائے اور پچھلا حصہ اونچا ہو۔ اس میں پچھلے حصہ کا اعتبار ہے۔ ۳۔ اس طرح تہبند باندھنا حضور سے کبھی کبھی ثابت ہوا ہے۔ اس سے صرف حضرت ابن عباس ہی کو اطلاع ہوئی اور صحابی سے یہ عمل ثابت نہیں (مرقات)

وَعَنْ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْعَمَائِمِ فَإِنَّهَا سِيْمَاءُ الْمَلَائِكَةِ وَأَرْخُوْهَا خَلْفَ ظُهُوْرِكُمْ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

(۴۱۷۵) روایت ہے حضرت عبادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم عمامے اختیار کرو ا۔ کیونکہ یہ فرشتوں کی علامت ہے ۲۔ اور انہیں اپنی پیٹھوں کے پیچھے لٹکاؤ ۳۔ (بیہقی شعب الایمان)

(۴۱۷۵) ا۔ ہمیشہ یا نماز کے وقت عمامہ باندھا کرو۔ عمامہ کے ساتھ ایک نماز بغیر عمامہ کی ستر نمازوں سے افضل ہے۔ مگر عمامہ سنت کے مطابق چاہیے کہ ٹوپی پر باندھا جائے مع شملہ کے ہو عام دنوں میں سات ہاتھ ہو جو جمعہ کی نماز میں بارہ ہاتھ۔ شملہ آدھی پیٹھ تک ہو سفید ہو یا سیاہ مگر سرخ رنگ کا نہ ہو۔ عمامہ کے تفصیلی مسائل عالمگیری وغیرہ میں ملاحظہ کرو۔ ۲۔ یا تو فرشتے رحمت کے نوری عمامہ باندھے ہیں جو ان کی شان کے لائق ہے یا جب شکل انسان میں آتے ہیں۔ تو عمامہ باندھ کر آتے ہیں۔ چنانچہ بدر میں جب غازیوں کی امداد کے لئے آئے تو عمامہ باندھتے تھے۔ قرآن کریم فرماتا ہے **یمددکم ربکم بخمسة الاف من الملئکة**

marfat.com

مسومین ان کی نشانیاں عمامے تھے۔ ان کے رنگ زرد تھے۔ شملے کندھوں پر پڑے تھے (مرقات) ۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شملہ پشت کے پیچھے لٹکاتے تھے۔ کبھی داہنی جانب سینہ پر بھی ہوتا تھا دونوں طریقے سنت ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اَسْمَآءَ بِنْتَ اَبِیْ بَكْرٍ دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَقَالَ يَا اَسْمَآءُ اِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَمْ تَصْلُحْ اَنْ يُّرٰى مِنْهَا اِلَّا هٰذَا وَهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۱۷۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ جناب اسماء بنت ابوبکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ۱؎ ان پر باریک کپڑے تھے ۲؎ حضور نے ان سے منہ پھیر لیا ۳؎ اور فرمایا اے اسماء عورت جب بلوغ کو پہنچ جائے ۴؎ تو جائز نہیں کہ اس کا کوئی حصہ دیکھا جائے سوائے اس کے اور اس کے اور اشارہ فرمایا اپنے چہرے اور ہاتھوں کی طرف ۵؎ (ابوداؤد)

(۴۱۷۶) ۱؎ حضرت اسماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی ہیں۔ یعنی عائشہ صدیقہ کی بہن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ یہ واقعہ پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے (مرقات) ۲؎ ان کی قمیض بھی باریک کپڑے کی تھی جس سے بازو وغیرہ نظر آتے تھے اور دوپٹہ بھی باریک تھا جس سے سر کے بال چمک رہے تھے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں بھی باریک کپڑے ایجاد ہو چکے تھے اب تو بہت ہی برا حال ہے ۳؎ یہ منہ پھیر لینا یا تو اظہار ناراضی کے لئے تھا۔ یا نگاہ پاک کی حفاظت کے لئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نزول احکام سے پہلے بھی احکام پر عامل تھے۔ ۴؎ اس طرح کہ قریب بلوغ ہو جائے مراہقہ، مراہقہ ہونے کی عمریں مختلف ہیں۔ تندرست لڑکیاں جلد اور کمزور لڑکیاں دیر سے اس حد کو پہنچتی ہیں۔ اس لئے لڑکی کے بلوغ کی عمر نو برس سے پندرہ برس تک کی عمر ہے اور لڑکے کے لئے بارہ برس سے پندرہ برس تک جیسی تندرستی و صحت ویسے ہی بلوغ، خیال رہے کہ محیض کے معنی ہیں حیض مگر اس سے مراد ہے بلوغ، کیونکہ لڑکی کا بلوغ اکثر اس سے ظاہر ہوتا ہے اگرچہ زیر ناف بال اور حمل بھی بلوغ کی علامت ہے۔ پستان کا ابھار اس کی خاص علامت نہیں ۵؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اگر باریک کپڑے میں سے جسم نظر آرہا ہو تو وہ ننگے جسم کے حکم میں ہے اس کو پہن کر نماز نہ ہوگی دوسرے یہ کہ عورت کے ہاتھ کلائیوں تک اور چہرہ ستر نہیں۔ مگر اب اجنبی کو اس کا دیکھنا حرام ہے۔ یہ فرمان عالی پردہ فرض ہونے سے پہلے کا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مَطَرٍ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا اِشْتَرٰی ثَوْبًا بِثَلٰثَةِ دَرَاهِمَ فَلَمَّا لَبِسَهٗ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْ مِنَ الرِّيَاشِ مَا اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی النَّاسِ وَاُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۴۱۷۷) روایت ہے حضرت ابو مطر سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ جناب علی نے ایک کپڑا تین درہم (بارہ آنہ) کا خریدا پھر جب اسے پہنا تو فرمایا اس اللہ کا شکر ہے، جس نے مجھے زینت کے لباس میں سے وہ عطا فرمایا جس سے میں لوگوں میں زینت حاصل کروں ۲؎ اور اس سے اپنا ستر ڈھانپوں پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کہتے سنا ۳؎ (احمد)

(۴۱۷۷) ۱؎ ابو مطر **تابعی** ہیں مگر ان کا نام و حالات معلوم نہ ہو سکے۔ تقریب میں فرمایا کہ آپ کی ملاقات حضرت علی سے ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے یعنی درمیان سے ایک راوی چھوٹ گیا ہے حجاج ابن ارطات نے کہا کہ آپ ثقہ ہیں ۲؎

marfat.com

ریش کے لغوی معنی ہیں چڑیا کے، چونکہ پر اس کیلئے زینت ہیں اس لئے اب بمعنی زینت آتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **یواری سواتکم وریشا** یہ ہے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا شکر کہ صرف تین درہم یعنی بارہ تیرہ آنے کا معمولی لباس پہن کر ایسا شکریہ ادا کر رہے ہیں ۳۔ اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے میں بھی یہ کہتا ہوں مسلمان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت پر شکریہ ادا کرے اعلیٰ ہو یا معمولی۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ لَبِسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ثَوْبًا جَدِیْدًا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیٰوتِیْ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِیْدًا فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ ثُمَّ عَمَدَ اِلَی الثَّوْبِ الَّذِیْ اَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِهٖ كَانَ فِیْ كَنَفِ اللّٰهِ وَفِیْ حِفْظِ اللّٰهِ وَفِیْ سَتْرِ اللّٰهِ حَیًّا وَّمَیِّتًا۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

(۴۱۷۸) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے نیا کپڑا پہنا تو فرمایا شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے وہ پہنایا جس سے میں اپنا ستر ڈھانپوں اور اس سے اپنی زندگی میں زینت حاصل کروں پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کوئی نیا لباس پہنے پھر کہے شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے وہ پہنایا جس سے میں اپنا ستر چھپالوں اور اپنی زندگی میں اس سے زینت حاصل کروں ۲۔ پھر پرانے کپڑے کی طرف توجہ کرے اسے خیرات کردے ۳۔ تو وہ اللہ کی پناہ اور اللہ کی حفاظت اور اللہ کی پردہ پوشی میں ہو گا جیتے مرتے ۴۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۴۱۷۸) ۱۔ آپ کا نام سعد ابن حنیف ہے انصاری اوسی ہیں اپنی کنیت میں مشہور ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوئے اس لئے آپ کو تابعین میں سے مانا گیا ۱۰۰ھ میں وفات پائی بانوے سال عمر پائی۔ مدینہ منورہ کے علماء سے تھے رضی اللہ عنہ ۲۔ یعنی لباس میں بہت سی خوبیاں ہیں ستر پوشی، زینت، سردی گرمی سے بچاؤ، نماز کی ادائیگی، لہٰذا یہ عظیم الشان نعمتوں میں سے ہے ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیا کپڑا، نیا جوتا، نئی ٹوپی، غرضیکہ نیا لباس ملنے پر پرانا خیرات کردینا بہت ہی ثواب کا باعث ہے پرانی چیز کو یوں پھینک کر برباد نہ کردے کسی غریب کو دیدے اس کے کام آجائے گی مگر ہمیشہ پرانی ہی چیز نہ خیرات کرے، کبھی نئی اور دل پسند چیز بھی خیرات کرے۔ **لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون** اور پرانا کپڑا ہمیشہ خیرات ہی نہ کردے کبھی خود بھی پہنے۔ لہٰذا یہ حدیث نہ تو اس آیت مذکورہ کے خلاف ہے اور نہ اس حدیث عائشہ صدیقہ کے، بغیر پیوند لگے کپڑے کو پرانا نہ سمجھو کہ یہاں سخاوت کی تعلیم ہے وہاں تواضع کی ۴۔ سبحان اللہ یہ رب تعالیٰ کا کرم و بندہ نوازی ہے کہ ہم معمولی پھٹے پرانے کپڑے خیرات کریں اور وہ اس کی ایسی بہترین جزائیں عطا فرمائے۔ جب پھٹے پرانے کپڑوں کی خیرات پر یہ ثواب ہے تو نئے کپڑوں کی خیرات پر کتنا ثواب ہو گا۔ جیتے مرتے پردہ پوشی کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے زندگی میں اور بعد موت رسوا نہ ہونے دے گا۔ اس کے عیب چھپا بھی لے گا بخش بھی دے گا۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ اَبِیْ عَلْقَمَةَ عَنْ اُمِّهٖ قَالَتْ دَخَلَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَلٰی عَائِشَةَ

(۴۱۷۹) روایت ہے حضرت علقمہ ابن ابی علقمہ سے ۱۔ وہ اپنی والدہ سے روایت فرماتی ہیں کہ حفصہ بنت عبد الرحمٰن ۲۔ حضرت

marfat.com

وَعَلَيْهَا خِمَارٌ رَقِيقٌ فَشَقَّتْهُ عَائِشَةُ وَكَسَتْهَا خِمَارًا كَثِيفًا۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں حالانکہ ان پر باریک دوپٹہ تھا تو حضرت عائشہ نے اسے پھاڑ دیا ۳۔ اور انہیں موٹا دوپٹہ اوڑھا دیا ۴۔ (مالک)

(۴۱۷۹) ۱۔ یہ علقمہ ابن قیس نہیں جو کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کے خاص ساتھیوں میں سے ہیں بلکہ علقمہ ابن ابو علقمہ ہیں۔ ان کے باپ کا نام بلال ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے آزاد کردہ غلام، کنیت ابو علقمہ۔ آپ خود بھی تابعی ہیں اور ان کے والد ابو علقمہ بھی تابعی۔ ان کی ماں کا نام معلوم نہ ہو سکا ۲۔ یہ عبدالرحمٰن ابن ابوبکر صدیق ہیں اور یہ حفصہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ کی بھتیجی ہیں اور منذر ابن زبیر ابن عوام کی بیوی ۳۔ یعنی اس دوپٹہ کو پھاڑ کر دو رومال بنا دیئے تاکہ اوڑھنے کے قابل نہ رہے، رومال کے کام آوے لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ آپ نے یہ مال ضائع کیوں فرما دیا ۴۔ یہ ہے عملی تبلیغ اور بچیوں کی صحیح تربیت و تعلیم اس دوپٹہ سے سر کے بال چمک رہے تھے، ستر حاصل نہ تھا اس لئے یہ عمل فرمایا۔

وَعَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَيْمَنَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ وَعَلَيْهَا دِرْعٌ قِطْرِيٌّ ثَمَنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ فَقَالَتِ ارْفَعْ بَصَرَكَ إِلَى جَارِيَتِي انْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهَا تُزْهَى أَنْ تَلْبَسَهُ فِي الْبَيْتِ وَقَدْ كَانَ لِي مِنْهَا دِرْعٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ تُقَيَّنُ بِالْمَدِينَةِ إِلَّا أَرْسَلَتْ إِلَيَّ تَسْتَعِيرُهُ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۱۸۰) روایت ہے حضرت عبدالواحد ابن ایمن سے ۱۔ وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ میں جناب عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان پر قطری قمیص تھی پانچ درہم والی ۲۔ آپ بولیں تم اپنی نظر اس میری لڑکی کی طرف تو اٹھاؤ اسے دیکھو کہ یہ اس کو گھر میں پہننے سے نفرت کرتی ہے ۳۔ اور اس کپڑے کی ایک قمیص میرے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں تھی تو مدینہ میں کوئی لڑکی دلہن نہ بنائی جاتی تھی مگر وہ میرے پاس بھیج کر مجھ سے منگا لیتی تھی ۴۔ (بخاری)

(۴۱۸۰) ۱۔ آپ تابعین سے ہیں آپ کی کنیت ابو القاسم ہے۔ قاسم ابن عبدالواحد کے والد ہیں قبیلہ بنی مخزوم سے ہیں۔ آپ نے بہت تابعین سے روایات لیں۔ آپ کے والد ایمن بھی تابعی ہیں۔ ابن ابی عمرو کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ۲۔ پہلے عرض کیا گیا کہ قطری مصری کپڑے کا نام تھا ۳۔ یعنی یہ لڑکی لونڈی ہونے کے باوجود اسے گھر میں نہیں پہنتی، اس سے نفرت کرتی ہے۔ اس میں اپنی ذلت سمجھتی ہے ۴۔ یعنی زمانہ اس قدر بدل چکا کہ چند سال پہلے یہ کپڑا نئی دلہنوں کو رخصت کرتے وقت پہنایا جاتا تھا۔ اور اب لونڈیاں روزانہ کے کام کاج کے وقت بھی اسے گھر میں نہیں پہنتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دلہن کے لئے کپڑے عاریۃً مانگ لینا جائز ہے۔ بخاری، احمد، نسائی نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت فرمایا کہ ہر اگلا دن پچھلے دن سے اور اگلا سال پچھلے سال سے بدتر آوے گا۔ اسکی وجہ ظاہر ہے کہ زمانہ کو جس قدر نور نبوت سے دوری ہوگی اسی قدر تکلف بڑھیں گے، نورانیت گھٹے گی (مرقات) اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ نصیب فرمادے، دنیاوی تکلفات سے بچائے۔ جب اس زمانہ میں ہی اس قدر فرق ہو چکا تھا تو اب اس زمانہ کا کیا پوچھنا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَبِسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

(۴۱۸۱) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ایک دن

marfat.com

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَبَاءَ دِيبَاجٍ اُهْدِيَ لَهٗ ثُمَّ اَوْشَكَ اَنْ نَزَعَهٗ فَاَرْسَلَ بِهٖ اِلٰى عُمَرَ فَقِيْلَ لَهٗ اَوْشَكَ مَا انْتَزَعْتَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ نَهَانِيْ عَنْهُ جِبْرَئِيْلُ فَجَاءَ عُمَرُ يَبْكِيْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَرِهْتَ اَمْرًا وَاَعْطَيْتَنِيْهِ فَمَالِيْ فَقَالَ اِنِّيْ لَمْ اُعْطِكَهٗ تَلْبَسُهٗ اِنَّمَا اَعْطَيْتُكَهٗ تَبِيْعُهٗ فَبَاعَهٗ بِاَلْفَيْ دِرْهَمٍ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیباج کی قبا پہنی جو آپ کو ہدیۃً پیش کی گئی تھی ا۔ پھر جلد ہی اسے اتار دیا پھر وہ جناب عمر کے پاس بھیج دی کہا گیا یا رسول اللہ کس قدر جلد حضور اتار دیا تو فرمایا کہ مجھے اس سے جبریل نے منع کر دیا ۲۔ تب حضرت عمر روتے ہوئے حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ ایک چیز حضور نے ناپسند کی اور مجھے عطا فرمائی ۳۔ تو میرا کیا حال ہے فرمایا ہم نے تم کو اس لئے نہ دیا کہ تم اسے پہنو اس لئے دیا کہ اسے بیچ لو۔ تو حضرت عمر نے وہ دو ہزار درہم میں بیچا ۴۔ (مسلم)

(۴۱۸۱) ا۔ اس وقت ریشم مردوں کے لئے ممنوع نہ ہوا تھا اور پہن لینے سے ہدیہ لانے والے کا دل خوش ہوتا اس لئے حضور انور نے پہن لیا ۲۔ یہ میرے پہنتے ہی جبریل امین رب العالمین کی طرف سے اس کے حرام ہونے کا حکم لے آئے اور اب سے مردوں کو ریشم پہننا حرام کر دیا گیا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا حضرت جبریل نے بتایا نہ یہ مطلب ہے کہ جبریل علیہ السلام نے حضور پر حرام فرما دیا۔ لہٰذا حدیث واضح ہے ۳۔ یعنی کیا میں مسلمان نہیں ہوں' اس لئے حضور نے مجھے وہ لباس عطا فرمایا جو مسلمان کو پہننا ممنوع ہے۔ یہ حضرت عمر کا انتہائی خوف الٰہی ہے۔ ۴۔ نہ تو حضور انور نے خود فروخت کر کے اس کی قیمت استعمال فرمائی نہ حضرت عمر کو یہ حکم دیا کہ یہ کہ یہ کپڑا اپنی عورتوں کو پہنا دو۔ بلکہ حکم دیا کہ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے کام میں لاؤ۔ کیونکہ یہ کپڑا بہت ہی قیمتی تھا اور جناب عمر کو اس وقت پیسہ کی ضرورت تھی حضور کی کرم نوازی بندہ پروری کی نظر ہر خادم پر رہتی تھی۔ حضور تو اب بھی ہم غلاموں پر نظر پرورش رکھتے ہیں۔ ہماری ضروریات پوری فرماتے ہیں باذن اللہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی بڑے قیمتی کپڑے تیار ہونے لگے تھے کہ ایک قبا کی قیمت دو ہزار درہم یعنی پانچ سو روپیہ تھی کیا شاندار کپڑا ہوگا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّمَا نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الثَّوْبِ الْمُصْمَتِ مِنَ الْحَرِيْرِ فَاَمَّا الْعَلَمُ وَسَدَاَ الثَّوْبِ فَلَا بَاْسَ بِهٖ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۱۸۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کپڑے سے منع فرمایا جو خالص ریشمی ہو ا۔ لیکن نشان ۲۔ اور کپڑے کا تانا اس میں حرج نہیں ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۱۸۲) ا۔ اس طرح کہ اس کا تانا بانا دونوں ریشم کا ہو۔ مصمت کے لغوی معنی ہیں ٹھوس' اس کا مقابل ہے کھکل مگر اصطلاح میں خالص کو مصمت کہا جاتا ہے۔ وہ ہی یہاں مراد ہے۔ ریشم سے مراد اصل یعنی کیڑے کا ریشم' کیونکہ سن کا ریشم اور دریائی ریشم مرد کو حلال ہے کہ وہ ریشم نہیں ہے ریشم اصل کی پہچان یہ ہے کہ اس کو جلاؤ تو اس سے گوشت کے جلنے کی سی بو آتی ہے ۲۔ یعنی سوتی کپڑے پر نمبر یا کارخانہ کا نام یا کوئی علامت یوں ہی بیل بوٹا اگر ریشم کا ہو تو جائز ہے۔ بشرطیکہ چار انگل سے زائد نہ ہو ۲۔ اس طرح کہ کپڑ کا بانا سوت یا اون کا ہو اور تانا ریشم کا تو مرد کے لئے حلال ہے کیونکہ کپڑا تانے بانے ہی کا نام ہے وہ ہی بنا جاتا ہے لمبا تار تانا

marfat.com

کہلاتا ہے' چوڑائی والا تار جو بنا جاتا ہے اسے بانا کہتے ہیں۔ بانے کا اعتبار ہے تانے کا نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ رَجَآءٍ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا عِمْرَانُ ابْنُ حُصَیْنٍ وَعَلَیْهِ مِطْرَفٌ مِنْ خَزٍّ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ نِعْمَةً فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ اَنْ یُّرٰی اَثَرُ نِعْمَتِهٖ عَلٰی عَبْدِهٖ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۴۱۸۳) روایت ہے حضرت ابو رجاء سے ا۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس عمران ابن حصین تشریف لائے حالانکہ آپ پر ریشمی نقشین چادر تھی ۲۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس پر اللہ انعام کرے تو اللہ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے پر دیکھا جائے ۳۔ (احمد)

(۴۱۸۳) ا۔ آپ کا نام عمران ابن تمیم ہے۔ عطاروی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں ایمان لائے۔ مگر دیدار نہ کر سکے۔ اس لئے تابعی ہیں۔ حضرت عمر و علی وغیرھما بہت صحابہ سے ملاقات کی۔ بہت عمر رسیدہ ہوئے۔ **متجر** عالم تھے۔ ۱۰۷ھ ایک سو سات میں وفات پائی ۲۔ مطرف بروزن مکرم بنا ہے طرف سے' بمعنی کنارہ۔ مطرف وہ چادر کہلاتی ہے جس کے حاشیوں پر نقش و نگار بیل بوٹے ہوں' نیز وہ چادر بھی مطرف ہے جو ریشم و سوت مخلوط سے بنی جاوے۔ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں یا تو سوتی یا اونی چادر تھی جس کے چوطرفہ حاشیوں پر ریشمی نقش و نگار بیل بوٹے تھے۔ چار انگل یعنی ہماری ایک بالشت سے کم چوڑے یا وہ چادر اون و ریشم سے مخلوط تھی کہ تانا ریشم کا تھا بانا اون یا سوتی (مرقات) غرضیکہ بہت قیمتی چادر تھی ۳۔ یعنی میں نے ایسی قیمتی چادر شال اس لئے پہنی ہے کہ مجھے اللہ نے بہت دولت دی ہے تو اسے ظاہر کرتا ہوں شکریہ کیلئے۔

لطیفہ:۔ منہاج العابدین میں ہے کہ فرقد سنجی ایک موٹا کمبل پہنے ہوئے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ نہایت ہی شاندار جوڑا پہنے ہوئے تھے تو فرقد بطور اعتراض آپ کے کپڑے ٹٹولنے لگا۔ امام حسن نے فرمایا دیکھتا ہے میرے کپڑے جنتیوں کے سے ہیں۔ تیرے کپڑے دوزخیوں کے سے۔ مجھے حدیث پہنچی ہے کہ اکثر دوزخیوں کو موٹے کمبل پہنائے جائیں گے۔ پھر فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ ان کے کپڑوں میں زہد ہے دلوں میں تکبر (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُلْ مَا شِئْتَ وَالْبَسْ مَا شِئْتَ مَا اَخْطَاَتْكَ اثْنَتَانِ سَرَفٌ وَمَخِيْلَةٌ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ فِیْ تَرْجُمَةِ بَابٍ)

(۴۱۸۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرمایا جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو ا۔ جب کہ دو چیزیں تم سے الگ رہیں فضول خرچی ۲۔ اور تکبر (بخاری ترجمہ باب)

(۴۱۸۴) ا۔ یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ مباح کھانا کھاؤ اور بڑھیا سے بڑھیا مباح لباس پہنو اللہ نے اعلیٰ لباس اور اللہ نے کھانے تمہارے ہی لئے بنائے ہیں۔ حلال کھانے چھوڑنے کا نام تقویٰ نہیں۔ حرام خصلتیں چھوڑنے کا نام تقویٰ ہے۔ بعض لوگ گوشت نہیں کھاتے مگر چرس پیتے' میں نماز کے قریب نہیں آتے اور اپنے کو پہنچا ہوا کہتے ہیں' واقعی وہ شیطان تک پہنچے ہیں ۲۔ کھانے پینے کی مقدار میں حد سے بڑھ جانا اسراف و فضول خرچی ہے۔ کیفیت میں حد سے بڑھ جانا مخیلہ یا تکبر ہے اسی لئے علماء فرماتے ہیں **لا خیر فی اسرف ولا اسرف فی الخیر** یعنی اسراف میں بھلائی نہیں اور بھلائی میں اسراف نہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ دل و نفس کی ہر خواہش پوری کرنا اسراف ہے کہ جو دل چاہے وہ ہی کھائے پئے اور فخر کی نیت سے اچھے کھانا **مخیلہ** ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ

(۴۱۸۵) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد

marfat.com

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَتَصَدَّقُوْا وَالْبَسُوْا مَالَمْ يُخَالِطْ اِسْرَافٌ وَلَا مَخِيْلَةٌ (اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

سے وہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کھاؤ پیو اور خیرات کرو اور پہنو کہ جب تک فضول خرچی اور تکبر نہ ملے ا (احمد' نسائی' ابن ماجہ)

(۴۱۸۵) ا۔ اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے کہ ہر طیب و حلال چیز کھاؤ' پہنو بشرطیکہ تکلف اور تکبر سے خالی ہو دل ٹھیک رکھو۔ مصرعہ:۔ درویش صفت باش کلاہ تتری دار

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا رُدِدْتُمُ اللّٰهَ فِيْ قُبُوْرِكُمْ وَمَسَاجِدِكُمُ الْبَيَاضُ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۴۱۸۶) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین وہ لباس جس میں تم اپنی قبروں اور اپنی مسجدوں میں اللہ سے ملو سفید کپڑے ہیں ا (ابن ماجہ)

(۴۱۸۶) ا۔ یعنی مسجدوں میں نماز کے لئے سفید کپڑے پہن کر آؤ اور قبروں میں سفید کفن لے کر جاؤ کہ رب تعالیٰ سفید لباس پسند فرماتا ہے۔ مومن مر کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے تو چاہیے کہ سفید کفن میں ملاقات کرے (مرقات) نیز مرتے ہی حضور کا دیدار بھی ہوتا ہے دوسرے مسلمانوں کی ملاقاتیں بھی تو چاہیے کہ یہ سب کچھ سفید کفن میں ہو۔ اسی لئے کفن میں خوشبو ملتے ہیں کہ مدینہ کے دولہا سے مہکتے ہوئے ملاقات ہو۔ بعض لوگ شب کو وضو کر کے خوشبو مل کر سوتے ہیں کہ دیدار یار خواب میں نصیب ہو تو اچھی حالت میں ہو۔

بَابُ الْخَاتَمِ

انگوٹھی کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

خاتم ت کے فتحہ سے صفت مشبہ یا آلہ ہے ختم سے ۔ معنی مہر چونکہ انگوٹھی کے نگینہ میں اپنا نام ہوتا ہے جس سے مہر لگائی جاتی ہے۔ اس لئے انگوٹھی کو خاتم کہتے ہیں یعنی مہر لگانے کا آلہ' یا مہر لگانے والی چیز تمام ہو جانے کو ختم کہتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت مہر لگتی ہے۔ خاتم النبیین کے معنی ہیں آخری نبی کہ آپ کی آمد سے نبوت پر مہر لگ گئی۔ اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔ حضرت مسیح پہلے کے نبی ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِتَّخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَجَعَلَهُ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ اَلْقَاهُ ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ نُقِشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَقَالَ لَا

(۴۱۸۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی ا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے داہنے ہاتھ میں پہنی ۲۔ پھر اسے علیحدہ کر دیا ۳۔ پھر چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں نقش کیا محمد رسول اللہ ۴۔ اور

marfat.com

يَنْقُشَنَّ أَحَدٌ عَلٰى نَقْشِ خَاتَمِيْ هٰذَا فَكَانَ إِذَا لَبِسَهٗ جَعَلَ فَصَّهٗ مِمَّا يَلِيْ بَطْنَ كَفِّهٖ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرمایا کہ کوئی اس انگوٹھی کے نقش پر نقش نہ کرائے ۵۔ اور وہ پہنتے تو اس کا نگینہ اپنی ہتھیلی سے متصل رکھتے ۶۔ (مسلم بخاری)

(۴۱۸۷) ۱۔ یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا جبکہ سونا پہننا مرد کو حرام نہ تھا۔ حرام ہو جانے پر یہ عمل ممنوع ہو گیا۔ خیال رہے کہ عورتوں کو چاندی سونے کی انگوٹھی جائز ہے مردوں کو ساڑھے چار ماشہ سے کم چاندی کی انگوٹھی جائز ہے جس میں نگینہ صرف ایک ہو۔ تانبہ، پیتل لوہا وغیرہ کی انگوٹھی چھلا مرد و عورت دونوں کو حرام ہے۔ اس کی پوری بحث کتب فقہ میں ملاحظہ کرو ۲۔ یہ حکم منسوخ ہے۔ حضور کا آخری عمل یہ ہے کہ حضور نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی ہے۔ اب یہ ہی سنت ہے۔ اگرچہ سیدھے ہاتھ میں پہننا بھی جائز ہے ۳۔ کیونکہ سونا پہننا مردوں کے لئے اب حرام ہو گیا ۴۔ اس طرح کہ محمد ایک سطر، رسول دوسری سطر اللہ تیسری سطر سب سے اوپر۔ اس طرح محمد رسول اللہ۔ یہ انگوٹھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، کے زمانہ شریف تک خلفاء کی انگلیوں میں رہی۔ حضرت عثمان کے ہاتھ سے بیر اریس میں گر گئی جسے بیر خاتم بھی کہتے ہیں۔ مسجد قبا کے سامنے ہے ۵۔ یعنی آپ لوگ ایسی انگوٹھی بنوا کر پہن سکتے ہو۔ مگر نگینہ میں یہ نقش نہیں کھود سکتے۔ کیونکہ بادشاہوں کے فرمان نامے اور احکام نبوی اس مہر سے مزین کر کے بھیجے جاتے ہیں۔ اگر دوسروں کی انگوٹھی پر بھی یہ نقش ہو تو بڑے فساد پھیلیں گے۔ مفتی صاحبان آج بھی اپنی مہر والی انگوٹھی بڑی احتیاط سے رکھتے ہیں کہ اور کوئی شخص ان کے نام انکی مہر سے غلط فتوی یا فیصلہ صادر نہ کر دے۔ حکومت کی مہریں بڑی محفوظ رکھی جاتی ہیں۔ ان سب کی اصل یہ ہی حدیث ہے۔ یہ ممانعت اس زمانہ میں تھی۔ اب اگر کوئی یہ نقش اپنی انگوٹھی میں کندہ کرے اور تبرک کیلئے اپنے پاس رکھے تو بالکل جائز ہے کہ وجہ ممانعت اب باقی نہیں ۶۔ اس عبارت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انگوٹھی نہ پہنتے تھے۔ جب پہنتے تو نگینہ ہتھیلی سے متصل رکھتے۔ دوسرے یہ کہ پہنتے تو ہمیشہ تھے مگر بعض اوقات استنجا وغیرہ کے وقت اتار دیتے تھے۔ پھر جب پہنتے تو اس طرح پہنتے۔ خیال رہے کہ اس طرح پہننے سے معلوم ہوا کہ حضور زینت کے لئے نہیں بلکہ ضرورت کے لئے پہنتے ورنہ زینت کی چیز تو نگینہ ہے وہ ہی چھپایا جاتا تھا۔ اس وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ سوا بادشاہوں، قاضیوں، مفتیوں کے اور لوگ انگوٹھی نہ پہنیں تو اچھا ہے کہ انگوٹھی کی ضرورت ان ہی لوگوں کو رہتی ہے دوسروں کو ضرورت نہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ وَالْمُعَصْفَرِ وَعَنْ تَخَتُّمٍ بِالذَّهَبِ وَعَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِي الرُّكُوْعِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۱۸۸) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی اور سرخ لباس پہننے اور سونے کی انگوٹھی پہننے سے اور رکوع ۱ میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ۲۔ (مسلم)

(۴۱۸۸) ۱۔ ان تین چیزوں سے صرف مسلمان مردوں کو منع فرمایا گیا۔ عورتوں کے لئے یہ تینوں چیزیں جائز ہیں ۲۔ یہ ممانعت مرد و عورت دونوں کے لئے ہے رکوع و سجود دونوں میں تلاوت قرآن سب کو ممنوع ہے۔ ان میں تسبیح ہی پڑھی جائیں، نماز میں تلاوت قرآن صرف قیام کی حالت میں چاہیے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

(۴۱۸۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے کہ رسول

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى خَاتَمًا مِّنْ ذَهَبٍ فِيْ يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهٗ فَطَرَحَهٗ فَقَالَ يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلٰى جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهٖ فَقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ خَاتَمَكَ انْتَفِعْ بِهٖ قَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا اٰخُذُهٗ اَبَدًا وَّقَدْ طَرَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اتار کر پھینک دیا۔ پھر فرمایا کیا تم میں سے کوئی آگ کی چنگاری لیتا ہے۔ اسے اپنے ہاتھ میں ڈال لیتا ہے ۲۔ اس شخص سے کہا گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد کہ اپنی انگوٹھی لے لو اس سے کوئی اور نفع اٹھالو ۳۔ وہ بولے اللہ کی قسم میں اسے کبھی نہ لوں گا جب کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا ہے ۴۔ (مسلم)

(۴۱۸۹) ا۔ یہ ہے عملی تبلیغ کہ برائی کو بہ جبر روک دیا۔ فرماتے ہیں کہ جو کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک نہ کر سکے تو زبان سے روکے یہ بھی نہ ہو سکے تو دل سے برا جانے ۲۔ اسے سمجھانے کے لئے یہ فرمایا یعنی مسلمان مرد کے لئے سونا پہننا گویا دوزخ کی چنگاری اپنے ہاتھ میں لینا ہے کیونکہ یہ اس کا سبب ہے ۳۔ یعنی حضور انور نے تم کو اس کے پہننے سے منع فرمایا نہ کہ دوسرے نفع سے۔ تم اسے اٹھالو' اسے فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے کام میں لاؤ یا گھر میں کسی عورت کو دیدو وہ استعمال کرے۔ یہ تھا شریعت کا فتویٰ جو حضرات صحابہ نے اسے دیا اور بالکل درست تھا۔ ۴۔ یہ ہے مفتی عشق کا فتویٰ کہ اب میں اسے ہاتھ نہ لگاؤں گا کوئی فقیر اسے اٹھالے تاکہ یہ صدقہ میرے اس قصور کا کفارہ بن جائے' جو میں نے پہلے بے خبری میں کیا کہ سونا پہنا۔ اس میں مال کی بربادی نہیں بلکہ اپنا کفارہ ادا کرنا ہے (از اشعۃ اللمعات)

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَادَ اَنْ يَّكْتُبَ اِلٰى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ فَقِيْلَ اِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُوْنَ كِتَابًا اِلَّا بِخَاتَمٍ فَصَاغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَةَ فِضَّةٍ نُقِشَ فِيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ كَانَ نَقْشُ الْخَاتَمِ ثَلٰثَةَ اَسْطُرٍ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَّرَسُوْلُ سَطْرٌ وَّاللّٰهُ سَطْرٌ۔

(۴۱۹۰) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ' قیصر اور نجاشی کو کچھ لکھنا چاہا۔ تو عرض کیا گیا کہ وہ لوگ مہر کے بغیر کوئی تحریر قبول نہیں کرتے ۲۔ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی ڈھلوائی حلقہ چاندی کا تھا جس میں محمد رسول اللہ کندہ کیا گیا ۳۔ (مسلم) اور بخاری کی روایت میں ہے کہ انگوٹھی کا نقش تین سطریں تھیں۔ محمد ایک سطر رسول اللہ ایک سطر اللہ ایک سطر ۴۔

(۴۱۹۰) ا۔ دعوت اسلام دینے کے لئے فرمان عالی۔ کسریٰ لقب تھا شاہ فارس کا اور قیصر لقب تھا شاہ روم کا اور نجاشی شاہ حبشہ کا' وہ نجاشی جو پہلے ہی اسلام لا چکا تھا اس کا نام اصحمہ تھا یہ ۶ھ میں اسلام لائے اور ۹ھ میں ان کی وفات ہوئی حضور انور نے مدینہ منورہ میں ان کا جنازہ پڑھا۔ ان کے بعد جو نجاشی تخت پر بیٹھا اسے حضور انور نے دعوت اسلام دی اس کا نام اسکا اسلام لانا معلوم نہ ہو سکا۔ اصحمہ نجاشی کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ کے ساتھ اپنے نکاح کی قبولیت کا فرمان لکھا تھا۔ انہیں دعوت اسلام نہ دی گئی تھی (مرقات) ۲۔ یعنی ان بادشاہوں کا قانون یہ ہے کہ جس خط پر بھیجنے والے کے نام کی مہر نہ ہو اسے نہ قبول کرتے ہیں نہ سنتے ہیں وہ لوگ دنیاوی وجاہت والوں کے خطوط ہی پڑھتے سنتے ہیں عوام کے نہیں اور ان کے ہاں وجاہت کی علامت مہر ہے ۳۔ ان علامات

marfat.com

سے معلوم ہوتا ہے کہ اس انگوٹھی شریف کا صرف حلقہ چاندی کا تھا نگینہ کسی اور چیز کا تھا۔ مگر حضور نے ایسی انگوٹھی بھی پہنی ہے جس کا حلقہ بھی چاندی کا تھا اور نگینہ بھی ۴۔ اس انگوٹھی کا نگینہ حبشی پتھر کا تھا جس پر صرف یہ ہی عبارت لکھی تھی اس سے زیادہ عبارت نہ تھی جن روایات میں ہے کہ حضور کی انگوٹھی کا نقش پورا کلمہ طیبہ تھا وہ ضعیف ہیں۔

وَعَنْهُ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ خَاتَمُهٗ مِنْ فِضَّةٍ وَكَانَ فَصُّهٗ مِنْهُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۴۱۹۱) روایت ہے انہی سے کہ اللہ کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی اس کا تھا۔ (بخاری)

(۴۱۹۱) ا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھیاں مختلف رہی ہیں کبھی ایسی انگوٹھی پہنی ہے جس کا نگینہ حبشی پتھر کا تھا اور کبھی ایسی کہ اس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا یہاں اس دوسری قسم کی انگوٹھی کا ذکر ہے حق یہ ہے کہ یہ انگوٹھی خالص چاندی کی تھی بعض لوگوں نے کہا ہے کہ انگوٹھی لوہے کی تھی اس پر چاندی کا خول تھا اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ یہ روایت مرقات نے مکحول اور ابراہیم نخعی سے کی اور کہیں نہیں ملتی واللہ اعلم، حق یہ ہے کہ لوہے کی انگوٹھی کبھی نہیں پہنی۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ فِیْ یَمِیْنِهٖ فِیْهِ فَصٌّ حَبَشِیٌّ كَانَ یَجْعَلُ فَصَّهٗ مِمَّا یَلِیْ كَفَّهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۱۹۲) روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنی جس میں حبشی نگینہ تھا۔ آپ اس کا نگینہ ہتھیلی شریف سے متصل رکھتے تھے (مسلم بخاری)

(۴۱۹۲) ا۔ یہاں مرقات میں ہے کہ اس انگوٹھی کا نگینہ عقیق کا تھا جس کا رنگ مائل بہ سیاہی تھا یعنی سرخ مائل بہ سیاہی، یہ عقیق تو یمنی تھا مگر اس کو بنایا گیا تھا حبشہ میں، اس لئے اسے حبشی کہا گیا پیداوار یمنی صنعت حبشی عقیق کا نگینہ بہت مبارک ہے حدیث شریف میں ہے **تختم بالعقیق فانه مبارک** چاندی کی انگوٹھی عقیق سیاہ کا نگینہ بہت اعلیٰ ہے (مرقات) بعض روایات میں ہے کہ پیلے یاقوت کی انگوٹھی طاعون سے محفوظ رکھتی ہے۔ بعض میں ہے کہ عقیق کی انگوٹھی فقیری دور کرتی ہے۔ یہ احادیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہیں۔ لہٰذا قوی ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلَی الْخِنْصَرِ مِنْ یَدِهِ الْیُسْرٰی۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۱۹۳) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اس میں تھی اور اپنے بائیں ہاتھ کی چھنگلی کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم)

(۴۱۹۳) ا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں انگوٹھی پہنی۔ اسی طرح یعنی اس انگلی میں انگوٹھی پہننا بھی جائز۔ بلکہ سنت سے ثابت ہے۔

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ نَهَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتَخَتَّمَ فِیْ اِصْبَعِیْ هٰذِهٖ اَوْ هٰذِهٖ قَالَ فَاَوْمٰی اِلَی الْوُسْطٰی وَالَّتِیْ تَلِیْهَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۱۹۴) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس سے منع کیا کہ میں اپنی اس انگلی میں یا اس میں انگوٹھی پہنوں فرمایا کہ بیچ والی انگلی اور اس کی برابر والی کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسلم)

(۴۱۹۴) ا۔ خیال رہے کہ عورتوں کو ہر انگلی میں انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ مگر مردوں کو تین انگلیوں میں پہننا منع ہے انگوٹھا، کلمہ کی

marfat.com

انگلی اور بیچ کی انگلی' اور دو انگلیوں میں پہننا مستحب ہے۔ چھنگلی اور اس کے برابر والی میں' یوں ہی مرد صرف ایک انگوٹھی پہن سکتا ہے۔ وہ بھی چاندی کی سوا چار ماشہ تک' عورتیں سونے چاندی کی دس انگوٹھیاں دسوں انگلیوں میں پہن سکتی ہیں۔ (مرقات واشعہ)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِیْ يَمِيْنِهٖ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ عَنْ عَلِیٍّ)

(۴۱۹۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن جعفر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے ا۔ ابن ماجہ اور ابوداؤد اور نسائی نے حضرت علی سے روایت کی۔

(۴۱۹۵) ا۔ یعنی کبھی اپنے داہنے ہاتھ میں بھی پہنتے تھے' بیان جواز کیلئے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِیْ يَسَارِهٖ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۱۹۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے ا۔ (ابوداؤد)

(۴۱۹۶) ا۔ یعنی کبھی بائیں ہاتھ میں بھی انگوٹھی پہنی' علماء فرماتے ہیں کہ اولاً" داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے پھر اسے ترک کردیا۔ اور بائیں ہاتھ میں پہننا شروع فرمایا۔ لہٰذا آخری عمل یہ ہی ہے بہرحال جائز دونوں عمل ہیں' مگر بہتر آخری عمل ہے یعنی بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا۔

وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ حَرِيْرًا فَجَعَلَهٗ فِیْ يَمِيْنِهٖ وَاَخَذَ ذَهَبًا فَجَعَلَهٗ فِیْ شِمَالِهٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِیْ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۴۱۹۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشم لیا پھر اپنے بائیں ہاتھ میں سونا ا۔ پھر فرمایا کہ یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں ۲۔ (احمد' ابوداؤد' نسائی)

(۴۱۹۷) ا۔ مجمع میں لوگوں کے سامنے یہ دو چیزیں ہاتھ میں لیں تاکہ لوگ دیکھ لیں اور یہ دونوں چیزیں خوب واضح ہو جائیں ۲۔ چونکہ ان دونوں چیزوں کو مستقل طور پر حرام فرمایا تھا' اس لئے حرام' واحد ارشاد فرمایا۔ حرامان سیہ نہ فرمایا' ورنہ احتمال یہ ہوتا کہ ریشم و سونا مل کر تو حرام ہے۔ اکیلے اکیلے حرام نہیں۔ اس لئے ارشاد فرمایا حرام' ان میں سے ہر ایک چیز مستقل حرام' کہ ریشم بھی حرام ہے' سونا بھی حرام ہے' مگر مردوں پر ہیں' عورتوں کے لئے یہ دونوں چیزیں حلال ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ حرام مصدر ہے جو واحد' سیہ جمع سب کے لئے استعمال ہو سکتا ہے' یہاں دو کیلئے ہے۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ رُكُوْبِ النُّمُوْرِ وَعَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ اِلَّا مُقَطَّعًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۴۱۹۸) روایت ہے حضرت معاویہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیتے کی کھالوں پر سوار ہونے ا۔ اور سونا پہننے سے منع فرمایا مگر ریزہ ریزہ ۲۔ (ابوداؤد' نسائی)

(۴۱۹۸) ا۔ اسکی شرح پہلے ہو چکی ہے کہ کاٹھی یا چارپائی پر چیتے کی کھال بچھا کر بیٹھا ممنوع ہے کہ یہ طریقہ ہے متکبرین کا' نیز اس

marfat.com

سے دل میں نخوت اور سختی پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہیے' یہ حکم مردوں' عورتوں سب کے لئے ہے ۱۲۔ یعنی مسلمان مرد کے لئے سونے کے ریزے حلال ہیں جیسے تلوار میں یا چاندی کی انگوٹھی میں سونے کے ریزے ہوں تو انکا استعمال مرد کے لئے بھی حلال ہے۔ اس حدیث سے بہت سے مسائل مسبط ہو سکتے ہیں۔ کتب فقہ میں مردوں کے لئے سونے کے پچیس مقام لکھے ہیں کہ ان مقامات میں مردوں کو سونے کا استعمال حلال ہے۔ جیسے ہلتے دانت کو سونے کی زنجیر سے باندھنا۔ کٹی ناک کی جگہ سونے کی ناک لگانا۔ قلمدان یا چاقو کے دستہ میں سونے کے ریزے وغیرہ۔ انکی پوری تفصیل شامی اور عالمگیری میں دیکھو۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ عَلَيْهِ خَاتَمٌ مِّنْ شَبَهٍ مَالِيْ اَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ الْاَصْنَامِ فَطَرَحَهٗ ثُمَّ جَآءَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِّنْ حَدِيْدٍ فَقَالَ مَالِيْ اَرٰى عَلَيْكَ حِلْيَةَ اَهْلِ النَّارِ فَطَرَحَهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ اَتَّخِذُهٗ قَالَ مِنْ وَرِقٍ وَلَا تُتِمَّهٗ مِثْقَالًا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَقَالَ مُحْيِ السُّنَّةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَدْ صَحَّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فِي الصَّدَاقِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ اِلْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ)

(۴۱۹۹) روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا جس پر تانبہ کی انگوٹھی تھی ۱؎ مجھے کیا ہوا کہ میں تم سے بتوں کی بو پاتا ہوں ۲؎ اس نے وہ پھینک دی پھر آیا تو اس پر لوہے کی انگوٹھی تھی تو فرمایا کہ مجھے کیا ہوا کہ تم پر دوزخیوں کا زیور دیکھتا ہوں ۳؎ اس نے وہ پھینک دی ۴؎ پھر عرض کیا یا رسول اللہ کس چیز کی انگوٹھی بناؤں فرمایا چاندی کی اور اس کی ایک مثقال پوری نہ کرو ۵؎ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی) محی السنہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سہل ابن سعد سے بروایت صحیح ثابت ہے مہر کے متعلق کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کہ کچھ ڈھونڈھو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو ۶؎

(۴۱۹۹) ۱؎ یعنی وہ تانبے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے ۲؎ اس زمانہ میں بھی اور اب بھی عموماً" بت پیتل کے ہوتے تھے۔ اس لئے اسلام نے پیتل کے زیور ہر مسلمان کے لئے منع فرمائے۔ خواہ مرد ہو یا عورت' انگوٹھی چھلا بھی زینت کے لئے ہے۔ یہ بھی پیتل کا ممنوع ہے ۳؎ دوزخی لوگ لوہے کی زنجیروں میں جکڑے جائیں گے یہاں ان زنجیروں کو زیور فرمانا ان کی اہانت کے لئے ہے جیسے قیدی کی ہتھکڑی اور بیڑی کو اس کا زیور کہہ دیا جائے ۴؎ کہ نہ اپنے آپ استعمال کی نہ اپنی بیوی کو استعمال کے لئے دی۔ کیونکہ پیتل لوہے کا زیور مرد و عورت سب کو ہی حرام ہے۔ خیال رہے کہ سونے چاندی کا استعمال مطلقاً" حرام ہے کہ مسلمان مرد نہ اس کا زیور پہنے نہ کسی اور طرح استعمال کرے۔ عورتوں کو ان کے زیوروں کی اجازت ہے۔ دوسری طرح استعمال کرنا انہیں بھی حرام ہے' لہٰذا سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا یوں ہی ان کی گھڑی میں وقت دیکھنا ان کی سلائی سے سرمہ لگانا حرام ہے۔ ہاں ان کا کشتہ کھانا یا علاج کے لئے سونے کی سلائی آنکھ میں پھیرنا حلال ہے۔ کہ یہ علاج ہے۔ ان کے علاوہ دیگر دھاتوں کا زیور حرام ہے۔ ان کا استعمال دوسری طرح درست ہے۔ لہٰذا تانبہ' پیتل' لوہے وغیرہ کے برتن گھڑیاں وغیرہ تمام کا استعمال درست ہے۔ غرضیکہ کے استعمال میں کئی طرح فرق ہے ۵؎ لہٰذا مرد کے لئے چاندی کی انگوٹھی سوا چار ماشہ تک کی درست ہے ۶؎ شاید اس فرمان عالی کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ لوہے کی انگوٹھی بھی پہننا جائز ہے۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس صحابی سے یہ کیوں فرماتے کہ اپنی بننے والی عورت کے مہر کے لئے لوہے کی انگوٹھی ہی تلاش کر لو۔ مگر یہ استدلال بہت کمزور ہے۔ اولاً" تو اس لئے کہ اس فرمان عالی

marfat.com

کے وقت لوہے پیتل کی حرمت کے احکام اسلام میں نہیں آئے۔ اور اگر مان لیا جائے کہ احکام آچکنے کے بعد کی یہ حدیث ہے۔ تب بھی اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ کوئی نہایت معمولی چیز ہی لے آ۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ تم مجھے دو مٹھی بھر خاک ہی دیدو۔ اسکا مقصد یہ نہیں کہ خاک پھانکنا درست ہے۔ نیز وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ حضور انور کی انگوٹھی لوہے کی تھی جس پر چاندی کا خول یا پانی تھا وہ انگوٹھی صرف مہر لگانے کی تھی پہننے کی نہ تھی۔ اگر پہننے کی تھی تو لوہے کی حرمت سے پہلے کا یہ واقعہ ہے۔ یہ حدیث ان سب کی ناسخ ہے۔ دیکھو اس کی تفصیل کے لئے مرقات شرح مشکوۃ' یہ ہی مقام

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ عَشْرَ خِلَالٍ الصُّفْرَةَ يَعْنِي الْخَلُوْقَ وَتَغْيِيْرَ الشَّيْبِ وَجَرَّ الْإِزَارِ وَالتَّخَتُّمَ بِالذَّهَبِ وَالتَّبَرُّجَ بِالزِّيْنَةِ لِغَيْرِ مَحِلِّهَا وَالضَّرْبَ بِالْكِعَابِ وَالرُّقٰى إِلَّا بِالْمُعَوِّذَاتِ وَعَقْدَ التَّمَائِمِ وَعَزْلَ الْمَاءِ لِغَيْرِ مَحِلِّهِ وَفَسَادَ الصَّبِيِّ غَيْرَ مُحَرِّمِهٖ۔

(۴۲۰۰) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دس خصلتیں ناپسند فرماتے تھے ۱۔ زردی یعنی خلوق ۲۔ سفید بالوں کی تبدیلی ۳۔ اور تہبند گھسیٹنا ۴۔ اور سونے کی انگوٹھی پہننا اور غیر محل پر زینت ظاہر کرنا ۵۔ اور پاسے مارنا ۶۔ اور دم کرنا سوا معوذات کے ۷۔ اور تعویذ باندھنا ۸۔ اور پانی غیر محل میں ڈالنا ۹۔ اور بچہ کو بگاڑنا اسے حرام نہ فرمایا ۱۰۔ (ابوداؤد' نسائی)

(۴۲۰۰) ۱۔ خلال بکسر خ جمع ہے خلۃ کی۔ بمعنی خصلت وعادت خصلت کی جمع ہے خصال اور خلت کی جمع ہے خلال ۲۔ خلوق ایک خوشبو خاص کا نام ہے جس میں زعفران پڑتا ہے یہ پیلا رنگ دیتی ہے اس لئے اس کا استعمال مردوں کے لئے ممنوع ہے' عورتوں کے لئے جائز' بعض احادیث میں خلوق کی اجازت ہے مگر وہ سب احادیث منسوخ ہیں ۳۔ یا اس طرح کہ سفید بال اکھیڑ دیئے جائیں یا اس طرح کہ ان میں سیاہ خضاب کیا جائے' یہ دونوں کام ممنوع ہیں مرد کو بھی عورت کو بھی ۴۔ یعنی تہبند اتنا نیچا رکھنا کہ زمین پر گھسٹے' یہ عمل مرد و عورت سب کے لئے ممنوع ہے۔ مرد کا تہبند ٹخنہ سے اونچا رہے عورت کا ٹخنہ سے نیچے ۵۔ یعنی عورت کا اپنی زینت نامحرم مردوں پر ظاہر کرنا حرام ہے۔ یہ فرمانا بہت ہی جامع ہے اس سے پردہ کے متعلق بہت احکام مسبط ہو سکتے ہیں ۶۔ کعاب جمع ہے کعب کی کعب نرد شیر کھیل کے پانسوں کو کہتے ہیں' یہ کھیل کھیلتے وقت پانسے پھینکے جاتے ہیں' حق یہ ہے کہ نرد شیر کھیل مطلقاً ممنوع ہے خواہ اس میں جوا ہو یا نہ ہو اگر اس پر مالی ہار جیت ہو تب تو بہت ہی ممنوع ہے کہ کھیل ہے اور جوا بھی' ورنہ کھیل ہونے کی وجہ سے ممنوع۔ غیر معتبر کھیل لغو عبث ہونے کی وجہ سے ممنوع ہیں۔ ۷۔ معوذات سے مراد سورہ فلق اور سورہ ناس ہیں۔ سوا سے مراد وہ منتر ہیں جن میں شرکیہ الفاظ ہوں۔ شرکیہ الفاظ سے جھاڑ پھونک حرام ہے۔ آیات قرآنیہ اور ماثورہ دعاؤں سے دم درود جائز بلکہ بہتر ہے اور دعائیں جن میں بتوں وغیرہ کا نام نہ ہو شرکیہ کلمات نہ ہوں ان سے دم بھی جائز ہے باقی سے حرام ۸۔ یہاں تعویذ سے مراد مشرکین کے تعویذ و گنڈے ہیں جن میں کفریہ الفاظ بتوں کے نام وغیرہ ہوں یہ حرام ہے آیات قرآنیہ' دعا اسلامیہ سے تعویذ باندھنا حضرات صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ جیسا کہ باب المعوذات میں گزر گیا۔ تمائم جمع ہے تمیمہ کی' تمیمہ کے بہت معانی ہیں۔ جادو۔ منتر' ٹونہ جانوروں کی ہڈیاں درد آنکھ کے لئے باندھنا اور تعویذ (اشعۃ اللمعات) ۹۔ یعنی حرام جگہ منی گرانا' زنا کرنا' لواطت کرنا' حلق سے منی نکالنا۔ عورت کی دبر میں وطی کرنا یہ سب کام حرام ہیں ۱۰۔ یعنی جب بچہ دودھ پیتا ہو تو عورت سے صحبت کرنا' اگر اس میں اندیشہ ہو کہ اس سے دودھ بھاری ہو کر بچہ کے لئے مضر ہو گا تو اس سے بچے' یہ کام حرام نہیں

marfat.com

اس سے احتیاط بہتر ہے اس لئے فرمایا کہ اسے حرام نہ کیا۔ محرمہ میں ہ کا مرجع یہ آخری عمل ہے۔

وَعَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ مَوْلَاةً لَهُمْ ذَهَبَتْ بِابْنَةِ الزُّبَيْرِ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَفِيْ رِجْلِهَا اَجْرَاسٌ فَقَطَعَهَا عُمَرُ وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَعَ كُلِّ جَرَسٍ شَيْطَانٌ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۲۰۱) روایت ہے حضرت ابن زبیر سے کہ ان کی ایک آزاد شدہ لونڈی زبیر کی بیٹی کو عمر ابن خطاب' کے پاس لے گئی حالانکہ ان کے پاؤں میں جھانجن تھے ا۔ تو انہیں حضرت عمر نے توڑ دیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر جھانجھ کے ساتھ شیطان ہے ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۲۰۱) ا۔ یعنی حضرت عبداللہ ابن زبیر کی آزاد کردہ لونڈی ان کی بمن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ' کے پاس لائیں۔ اس بچی کے پاؤں میں بجنے والے جھانجن تھے۔ اجراس' جمع جرس کی ۔ بمعنی جلاجل یعنی گھنگرو اور اس جیسی آواز دینے والی چیز۔ اونٹ کے گلے کے گھنگروں اور باز کے پاؤں کے چھلوں کو بھی اجراس یا جلاجل کہتے ہیں۔ ہمارے ہندوستان میں بھی پہلے عورتوں میں جھانجن کا رواج تھا ۲۔ کیونکہ جھانجن ایک قسم کا باجا ہے اور جہاں باجا ہو وہاں فرشتہ رحمت نہیں ہوتا۔ شیطان سے مراد وہ شیطان ہے جو کھیل تماشوں پر مقرر ہے۔ قرین شیطان تو ہر انسان کے ساتھ رہتا ہے انگوٹھی کے باب میں یہ حدیث لانا نہایت ہی موزوں ہے کہ انگوٹھی ایک قسم کا زیور ہی ہے۔

وَعَنْ بُنَانَةَ مَوْلَاةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَيَّانَ الْاَنْصَارِيِّ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ اِذْ دُخِلَتْ عَلَيْهَا جَارِيَةٌ وَعَلَيْهَا جَلَاجِلُ يُصَوِّتْنَ فَقَالَتْ لَا تُدْخِلْنَهَا عَلَيَّ اِلَّا اَنْ تُقَطِّعْنَ جَلَاجِلَهَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ جَرَسٌ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۲۰۲) روایت ہے حضرت بنانہ سے جو عبدالرحمٰن ابن حیان انصاری کی لونڈی ہیں ا۔ وہ جناب عائشہ کے پاس تھیں کہ آپ کی خدمت میں ایک بچی لائی گئی جس پر جھانجھن تھے جو آواز کر رہے تھے ۲۔ آپ بولیں کہ اسے میرے پاس ہرگز نہ لاؤ مگر اس صورت میں کہ اس کے جھانجن توڑ دیئے جائیں ۳۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس گھر میں فرشتے نہیں آتے جس میں جھانجھ ہو ۴۔ (ابوداؤد)

(۴۲۰۲) ا۔ بنانہ ب کے پیش سے ہے آپ تابعیہ ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت لیتی ہیں اور آپ سے جھانجن کے متعلق ہی روایات آتی ہیں (اکمال) ۲۔ اس طرح کہ چلنے کی حالت میں بجتے تھے جیسا کہ مروجہ جھانجن میں دیکھا جاتا ہے۔ علیہا سے مراد ہے انکے پاؤں میں جھانجن تھے۔ کیونکہ یہ زیور پاؤں میں پہنا جاتا ہے۔ ۲۔ یا اس طرح کہ انکے اندر کے کنکر نکال دیئے جائیں یا اس طرح کہ اسکے گھنگرو الگ کر دیئے جائیں' یا اس طرح کہ خود جھانجن ہی توڑ دیئے جائیں غرضیکہ ان میں آواز نہ رہے ۴۔ فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو خصوصی طور پر مسلمانوں کے گھروں میں آتے جاتے رہتے ہیں یا وہاں ہی مقیم رہتے ہیں۔ خصوصاً ان گھروں میں جہاں تلاوت قرآن کا ذکر خیر رہتا ہے۔ اجراس سے مراد مطلقاً بجنے والا زیور ہے۔ خواہ بچوں کے پاؤں یا جانوروں کے گلے یا پاؤں میں ہو۔ اسی بنا پر فقہا فرماتے ہیں کہ دوسرے باجے حرام ہیں بعض حالات میں جائز ہو جاتے ہیں۔ جیسے شادی نکاح پر اعلان کیلئے نوبت نقارہ اعلانات کے لئے۔ جھانجھ حرام لعینہ ہے کبھی حلال نہیں ہوتی۔

marfat.com

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ طَرَفَةَ اَنَّ جَدَّهٗ عَرْفَجَةَ بْنَ اَسْعَدَ قُطِعَ اَنْفُهٗ يَوْمَ الْكُلَابِ فَاتَّخَذَ اَنْفًا مِنْ وَرِقٍ فَاَنْتَنَ عَلَيْهِ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَتَّخِذَ اَنْفًا مِنْ ذَهَبٍ۔

(۴۲۰۳) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن طرفہ سے کہ ان کے دادا عرفجہ ابن سعد کی ا؎ کلاب کے دن ناک ٹوٹ گئی تو آپ نے چاندی کی ناک بنوالی وہ آپ پر بدبو دینے لگی تو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ سونے کی ناک بنالیں ۲؎۔

(۴۲۰۳) ا؎ حق یہ ہے کہ عبدالرحمٰن اور طرفہ دونوں تابعی ہیں۔ مگر عرفجہ صحابی ہیں۔ کلاب کاف کے پیش سے جبلہ اور شام کے درمیان ایک گھاٹ کا نام ہے اور جبلہ و شام دونوں پہاڑوں کے نام ہیں۔ یہاں دو دفعہ جہاد ہوئے ہیں۔ انہیں کلاب اول اور کلاب ثانی کہا جاتا ہے ۲؎ اسی حدیث کی بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ مرد کو سونے کی ناک لگالینا جائز ہے۔ یوں ہی ہلتے دانت کو سونے کے تار سے باندھ لینا مباح ہے کہ سونے میں میل سے بدبو پیدا نہیں ہوتی۔ ہم پہلے بحوالہ شامی عرض کرچکے ہیں کہ پچیس جگہ مرد کو سونے کا استعمال درست ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّحَلِّقَ حَبِيْبَهٗ حَلْقَةً مِّنْ نَّارٍ فَلْيُحَلِّقْهُ حَلْقَةً مِّنْ ذَهَبٍ وَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّطَوِّقَ حَبِيْبَهٗ طَوْقًا مِّنْ نَّارٍ فَلْيُطَوِّقْهُ طَوْقًا مِّنْ ذَهَبٍ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّسَوِّرَ حَبِيْبَهٗ سِوَارًا مِّنْ نَّارٍ فَلْيُسَوِّرْهُ سِوَارًا مِّنْ ذَهَبٍ وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِالْفِضَّةِ فَالْعَبُوْا بِهَا۔

(۴۲۰۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے پیارے کو آگ کا حلقہ پہنانا چاہے وہ اسے سونے کی بالی پہنادے ا؎ اور جو اپنے پیارے کو آگ کا طوق ڈالنا چاہے ۲؎ وہ اسے سونے کا طوق پہنادے ۳؎ اور جو چاہے کہ اپنے پیارے کو آگ کے کنگن پہنانا چاہے وہ اسے سونے کے کنگن پہنائے ۴؎ لیکن تم چاندی کو پکڑلو اس سے کھیلو کودو ۵؎ (ابوداؤد)

(۴۲۰۴) ا؎ حبیب سے مراد پیارا بیٹا پوتا وغیرہ لڑکے ہیں۔ کیونکہ لڑکیوں کے لئے سونے کے زیور جائز ہیں حلقہ میں بالی، چھلا، انگوٹھی، طوق ہار، **نیکلس** وغیرہ سب ہی شامل ہیں بلکہ اس میں چوڑی کنگن وغیرہ بھی داخل ہیں۔ مگر یہاں گلے کے زیور مراد نہیں کہ ان کا ذکر تو آگے آرہا ہے۔ ۲؎ طوق سے مراد گلے کا ہار و گلوبند وغیرہ ہیں ۳؎ لہٰذا اپنے پیارے کو سونے کا ہار نہ پہناؤ ۴؎ خیال رہے کہ کسی کو سونے کے زیور پہنانے کا یہ عذاب جب ہے جبکہ پہننے والا اس سے راضی و خوش ہو۔ چھوٹے ناسمجھ بچوں کو اگر زیور پہنائے گئے تو اس کا عذاب پہنانے والوں کو ہوگا نہ کہ ان بچوں کو کہ وہ تو بالکل بے قصور ہیں رب تعالیٰ بے قصوروں کو نہیں پکڑتا ۵؎ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں بھی سونا نہ پہنیں، صرف چاندی پہنیں تب یہ حدیث منسوخ ہے ان احادیث سے جن میں عورتوں کو سونا پہننے کی اجازت دی گئی ہے اور اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مرد صرف چاندی کی انگوٹھی پہن سکتے ہو تو یہ حدیث محکم ہے اسے بھی کھیل فرمانے سے اشارۃً بتایا کہ چاندی کی انگوٹھی بھی مرد کے لئے بہتر نہیں۔ یہ بھی کھیل کود ہی ہے۔

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ تَقَلَّدَتْ قِلَادَةً مِّنْ ذَهَبٍ قُلِّدَتْ فِيْ عُنُقِهَا مِثْلَهَا مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَيُّمَا امْرَاَةٍ جَعَلَتْ فِيْ اُذُنِهَا

(۴۲۰۵) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت سونے کا ہار پہنے گی اس کی گردن میں اسی طرح کا آگ کا ہار ڈالا جائے گا قیامت کے دن اور جو عورت اپنے کان میں سونے کی بالی ڈالے گی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے

marfat.com

خُرْصًا مِنْ ذَهَبٍ جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ اُذُنِهَا مِثْلَهٗ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ

دن اس کے کان میں اسی طرح کی آگ کی بالی ڈالے گا۔ (ابوداؤد، نسائی)

(۴۲۰۵) ۱؎ یہ حدیث یا تو منسوخ ہے۔ اسلام میں اولاً سونا پہننا عورتوں کو بھی ممنوع تھا۔ یہ حدیث اس وقت کی ہے بعد میں اجازت دی گئی۔ یا اس سے وہ سونا مراد ہے جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے گی۔ اگرچہ زکوٰۃ چاندی کے زیور پر بھی ہے مگر اکثر چاندی کا زیور نصاب کو نہیں پہنچتا۔ آدھ سیر سے زیادہ چاندی کون عورت پہن سکتی ہے۔ سونا تو ساڑھے سات تولہ ہو تب بھی زکوٰۃ لازم ہو جاتی ہے۔ اس لئے خصوصیت سے سونے کا ذکر فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ مذہب حنفی میں پہننے کے زیور پر زکوٰۃ فرض ہے۔ امام شافعی کے ہاں اس پر زکوٰۃ نہیں۔ اس لئے شوافع حضرات اس حدیث کو کراہت تنزیہی پر محمول کرتے ہیں۔ مگر یہ درست نہیں۔ اول تو اس لئے کہ عورتوں کو سونے کا زیور مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے۔ دوسرے اس لئے کہ مکروہ تنزیہی پر ایسی وعید نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس حدیث کی وہ ہی توجیہیں قوی ہیں جو ہم نے عرض کیں۔

وَعَنْ اُخْتٍ لِحُذَيْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ اَمَا لَكُنَّ فِي الْفِضَّةِ مَا تُحَلِّيْنَ بِهٖ اَمَا اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْكُنَّ امْرَاَةٌ تُحَلِّيْ ذَهَبًا تُظْهِرُهٗ اِلَّا عُذِّبَتْ بِهٖ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ

(۴۲۰۶) روایت ہے حضرت حذیفہ کی بہن سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت کیا تمہارے پاس چاندی نہیں ہے جس کے زیور پہنو ۲؎ خیال رکھو کہ تم میں کوئی عورت نہیں جو سونے کا زیور پہنے جسے ظاہر کرے ۳؎ مگر اسی سے عذاب دی جائے گی ۴؎ (ابوداؤد، نسائی)

(۴۲۰۶) ۱؎ ان بہن صاحبہ کا نام اور حالات معلوم نہ ہو سکے۔ مگر وہ صحابیہ ہیں۔ اس لئے یہ معلوم نہ ہونا مضر نہیں۔ تمام صحابہ عادل ہیں ۲؎ یعنی بے تکلف سونے کا زیور نہ پہنو کہ حیثیت نہ ہو مگر قرض ادھار یا تنگی برداشت کر کے سونا ہی پہنا جائے، چاندی کے زیور کو حقیر سمجھا جائے یہ نہ کرو۔ لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے۔ اس احتمال کی تائید اگلا مضمون کر رہا ہے ۳؎ اجنبی مردوں پر ظاہر کرے کہ اپنا حسن اور زیور دوسروں کو دکھائے۔ یا فخر و غرور کے لئے دکھلاوہ کرے یا غریب عورتوں کو فخریہ دکھا کر انہیں دکھ پہنچائے۔ آخری دو معنی زیادہ مناسب ہیں۔ کیونکہ اجنبی مردوں کو چاندی کا زیور دکھانا بھی حرام ہے۔ عورتیں سونے کا زیور اپنی سہیلیوں کی فخریہ دکھایا کرتی ہیں۔ انہیں حقیر و ذلیل کرنے کے لئے وہ یہاں مراد ہے ۴؎ اس فخر و اظہار پر عذاب پائے گی نہ کہ صرف زیور پہننے پر۔ لہٰذا حدیث محکم ہے منسوخ نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْنَعُ اَهْلَ الْحِلْيَةِ وَالْحَرِيْرِ وَيَقُوْلُ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ حِلْيَةَ الْجَنَّةِ وَحَرِيْرَهَا فَلَا تَلْبَسُوْهَا فِي الدُّنْيَا۔ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

(۴۲۰۷) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیور اور ریشم والوں کو ۱؎ منع فرماتے تھے ۲؎ اور فرماتے تھے کہ اگر تم جنت کا زیور اور وہاں کا ریشم پسند کرتے ہو تو اسے دنیا میں نہ پہنو ۳؎ (نسائی)

marfat.com

(۴۲۰۷) یعنی امیروں کو جو ہمیشہ ریشم اور سونے کے زیور پہن سکیں ۲۔ ہمیشہ ریشم و زیور پہننے سے منع فرماتے تھے کہ نفس اچھے زیور پہننے کا عادی نہ ہو جائے۔ بلکہ چاہیے کہ امیر آدمی بھی کبھی موٹا معمولی لباس پہن لیا کریں۔ یہ زہد کی تعلیم ہے۔ (مرقات) ۳۔ اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے کہ یہ چیزیں ہمیشہ نہ پہنو' یا یہ ممانعت استحباب کی ہے' یعنی ریشم و زیور عورتوں کو نہ پہننا بہتر ہے۔ عورت کا اصلی زیور ایمان تقویٰ پاکدامنی عفت ہے۔ اس سے دائمی عزت ہے۔ امام بغوی نے فرمایا کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس کی ناسخ حضرت ابو موسیٰ اشعری کی وہ حدیث ہے **احل الذهب والحرير للاناث من امتی** میں اپنی امت کی عورتوں کے لئے سونا اور ریشم حلال کرتا ہوں۔ واللہ اعلم۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا فَلَبِسَهٗ قَالَ شَغَلَنِيْ هٰذَا عَنْكُمْ مُنْذُ الْيَوْمَ اِلَيْهِ نَظْرَةً وَاِلَيْكُمْ نَظْرَةً ثُمَّ اَلْقَاهُ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۴۲۰۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی ۱۔ پھر اسے پہنا فرمایا کہ اس نے آج مجھ کو مشغول کر دیا ۲۔ ایک نظر اس کی طرف رہی۔ ایک نظر تمہاری طرف ۳۔ پھر اسے علیحدہ کر دیا۔ ۴۔ (نسائی)

(۴۲۰۸) ۱۔ چاندی کی انگوٹھی بنوائی یا سونے کی۔ اس کی تحقیق انشاء اللہ آگے بھی آوے گی۔ ۲۔ یعنی آج یہ واقعہ ہوا کہ اس انگوٹھی نے مجھے اپنی طرف مائل اور متوجہ کر لیا جس کی وجہ سے تمہاری اور تمہارے حالات کی طرف توجہ پوری نہ رہی۔ یہ **منذ** پوری مدت کے معنی میں ہے۔ ۳۔ یہ اس توجہ کا بیان ہے۔ یعنی میں کبھی تو اس انگوٹھی کو دیکھتا ہوں اور کبھی تم کو۔ حالانکہ دل یہ چاہتا ہے کہ میں ہر وقت تم کو ہی دیکھا کروں تمہاری ہی اصلاح کیا کروں۔ معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت بڑی پیاری ہے اور اسکی اصلاح ہر وقت مد نظر ہے حضور چاہتے ہیں کہ ہر وقت امت پر نظر کرم رہے یہ ہے نظر کریمانہ ۴۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ انگوٹھی چاندی کی تھی یا سونے کی۔ ابوداؤد نے بروایتہ حضرت انس بیان فرمایا کہ یہ انگوٹھی چاندی کی تھی۔ اس کے علیحدہ کر دینے کے معنی یہ ہیں کہ اسے مہر لگانے کے لئے رکھا تو اپنے پاس ہی مگر اسے پہنا نہیں اور پہننے کی نفی بھی ہمیشگی کی ہے۔ یعنی ہمیشہ نہ پہنا' کبھی کبھی پہنا' مگر اپنے قبضہ میں رکھا ہمیشہ۔ باقی محدثین نے فرمایا کہ یہ انگوٹھی سونے کی تھی اور الگ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ نہ اسے پہنا نہ اپنے پاس رکھا بلکہ اسے تڑوا دیا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ انگوٹھی چاندی کی تھی بغیر نقش کی جو زینت کے لئے پہنی گئی تھی۔ حضور انور نے اسے الگ کر دیا۔ پھر بعد میں نقش والی انگوٹھی مہر لگانے کے لئے پہنی' ضرورت کی بنا پر' نہ کہ زینت کے لئے' لہٰذا یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف نہیں فقہاء فرماتے ہیں کہ مرد کو بلا ضرورت چاندی کی انگوٹھی بھی پہننا بہتر نہیں۔ اس کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔ قاضی بادشاہ' مفتی مہر لگانے کے لئے نقشبنی انگوٹھی پہنیں' جس کے نگینہ میں اپنا نام کندہ ہو۔

وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ اَنَا اَكْرَهُ اَنْ يُلْبَسَ الْغِلْمَانُ شَيْئًا مِنَ الذَّهَبِ لِاَنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ التَّخَتُّمِ بِالذَّهَبِ فَاَنَا اَكْرَهُ لِلرِّجَالِ الْكَبِيْرِ مِنْهُمْ وَالصَّغِيْرِ۔ (رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّاِ)

(۴۲۰۹) روایت ہے حضرت مالک سے فرمایا کہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ لڑکوں کو کچھ سونا پہنایا جائے ۱۔ کیونکہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ۲۔ تو میں اسے بڑے چھوٹے مردوں کے لئے ناپسند کرتا ہوں

marfat.com

۳۔(موطا)

(۴۲۰۹) ا۔ یوں ہی چاندی بھی چھوٹے بچوں لڑکوں کو نہ پہنائی جائے' سوا سوا چار ماشہ کی انگوٹھی کے' خلاصہ یہ ہے کہ سونے چاندی کا زیور بالغ مردوں کی طرح نابالغ لڑکوں کو پہننا حرام ہے۔ مگر اس کا جرم پہنانے والے عزیزوں پر ہوگا کہ ناسمجھ بچے شرعی احکام کے **مکلف** نہیں۔ ۲۔ اور جب سونے کی انگوٹھی ہی مردوں کے لئے حرام ہے تو دوسرے زیور بدرجہ اولی حرام ہیں ۳۔ یہ ہی مذہب ہے دوسرے اماموں کا بھی کا سونے کا زیور نابالغ لڑکوں کو بھی نہ پہنایا جائے۔

بَابُ النِّعَالِ

باب جوتے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ا۔ نعال نون کے زیر سے ہر وہ چیز جو پیر کو مٹی سے بچائے اصطلاح میں ہر قسم کی جوتی کو نعل کہتے ہیں جوتی انسان کا زیور ہے۔ اسی لئے یہ لباس میں شامل ہے جوتی سنت انبیاء ہے اور حکم اسلامی ہے۔ جب حضرت آدم کو لباس دنیا عطا ہوا تو اسکے ہمراہ کھجور کے پتوں کا نعلین پاک بھی تھا۔ بڑی کشتی یعنی بحری جہاز اور چمڑے کا جوتا حضرت نوح علیہ السلام کی ایجاد ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِیْ لَیْسَ فِیْھَا شَعَرٌ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۴۲۱۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے ا۔ فرمایا انہوں نے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنے ہوئے وہ جوتے جس میں بال نہ تھے ا۔ (بخاری)

(۴۲۱۰) ا۔ آپ صحابی ہیں آپ کا نام عبداللہ ہے فقہاء صحابہ میں سے ہیں عبادلہ ثلاثہ میں سے ایک ہیں ۲۔ یعنی کھال اچھی طرح صاف کر کے سب بال اتار دیئے ہوں جس طرح ہمارے ملک میں رواج ہے اس طرح بہت خوبصورت جوتا بنتا ہے۔ ایسا جوتا بھی زینت انسانی میں شامل ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرد کو زینت کرنی جائز ہے جبکہ اس میں شرعی ممانعت نہ ہو نہ اس میں کفر سے مشابہت ہو نہ عورتوں سے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ نَعْلَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَھَا قِبَالَانِ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۴۲۱۱) روایت ہے حضرت انس سے فرمایا انہوں نے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین پاک میں دو فیتے تھے ا۔ (بخاری)

(۴۲۱۱) ا۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی پاک مثل چپلی کے تھی اور اسکے دونوں چمڑے کے فیتے آپ کے انگوٹھے اور انگلی کے درمیان سے ہو کر پنجے مبارک کے دائیں بنائیں جڑے ہوئے تھے۔ جس طرح نقشہ نعلین پاک میں ہے وہ شکل نہیں بلکہ جس طرح آج کل سپنج کی چپل بناتے ہیں نقشہ پاک والی چپل نبی کریم نے اکثر پہنی ہے مگر یہ چپل کبھی کبھی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃٍ غَزَاھَا یَقُوْلُ اسْتَکْثِرُوْا مِنَ

(۴۲۱۲) روایت ہے حضرت جابر سے فرمایا انہوں نے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی غزوے میں جس غزوے میں خود

marfat.com

النِّعَالِ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَا یَزَالُ رَاکِبًا مَا انْتَعَلَ۔
(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

شرکت فرمائی فرماتے سنا کہ زیادہ استعمال کرو جوتیوں کو، کیونکہ مرد جب جوتے پہنتا ہے سوار کی مثل رہتا ہے ا۔ (مسلم)

(۴۲۱۲) ا۔ یعنی چلنے کی مشقت سے بچ جاتا ہے جس طرح سوار دھول پتھر اور کانٹے سے بچ جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَبْدَاْ بِالْیُمْنٰی وَاِذَا نَزَعَ فَلْیَبْدَاْ بِالشِّمَالِ لِتَکُنِ الْیُمْنٰی اَوَّلَھُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَھُمَا تُنْزَعُ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۲۱۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی جوتہ پہنے تو داہنے سے شروع کرے ا۔ اور جب اتارے تو بائیں سے شروع کرے تاکہ داہنا پاؤں میں پہلے پہنا جاوے اور آخر میں اتارا جاوے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۲۱۳) ا۔ یہ حکم استحبابی ہے اس کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ اچھا و اعلیٰ کام داہنی طرف سے شروع کیا جاوے اور ادنی اور گھٹیا کام بائیں طرف سے مسجد میں داخل ہو تو داہنا پاؤں پہلے داخل کرے بایاں پاؤں پیچھے جب نکلے تو اسکے برعکس کرے کہ بایاں پاؤں پہلے نکالے داہنا پاؤں پیچھے اور پاخانہ جاتے وقت بایاں پاؤں پاخانہ میں داخل کرے بعد میں داہنا مگر وہاں سے نکلتے وقت اس کے برعکس۔ جوتا پہننا اعلیٰ کام ہے اور اتارنا ادنیٰ کام لہٰذا یہ حکم دیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ دونوں جوتے یکدم اتارنا یا پہننا بھی سنت کے خلاف ہے اولاً داہنے پاؤں میں پہنے پھر بائیں میں ۲۔ اسلام میں داہنا حصہ بائیں سے افضل ہے اس لئے یہ حکم دیا گیا حتیٰ کہ وضو میں داہنے ہاتھ پاؤں پہلے دھولئے جائیں بائیں بعد میں یہ ترتیب بہت جگہ ہے۔

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَمْشِیْ اَحَدُکُمْ فِیْ نَعْلٍ وَّاحِدَۃٍ لِیُحْفِھِمَا اَوْ لِیَنْعَلْھُمَا جَمِیْعًا۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۲۱۴) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی ایک جوتہ میں نے چلے یا تو دونوں پاؤں ننگے کرے یا دونوں میں جوتے پہن لے ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۲۱۴) ا۔ یہ ممانعت کراہۃ تنزیہی کی ہے اسی حکم میں کرتہ اچکن وغیرہ کا پہننا ہے کہ کرتے اچکن کی ایک آستین پہن لینا دوسری یوں ہی لٹکتی رکھنا ممنوع ہے یہاں مرقاۃ میں اس حکم کی بہت سی حکمتیں بیان فرمائیں ایک یہ ہے کہ یہ طریقہ شیطان کا ہے کہ وہ ایک جوتہ پہن کر چلتا ہے نیز اس طرح چلنا کچھ دشوار بھی ہوتا ہے خصوصاً جب کہ جوتی کچھ اونچی ہو اور جگہ ناہموار ہو نیز یہ طریقہ شرفاء کا نہیں اور یہ کم عقلی کی علامت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں جو آتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایک جوتہ شریف میں چلتے دیکھا وہ یا تو اس حکم سے منسوخ ہے یا وہ عمل شریف گھر کے اندر کا ہے اور یہ حکم شریف باہر یا سڑک کا یا وہ حکم بیان جواز کے لئے ہے اور یہ حکم بیان استحباب کے لئے یا وہ اتفاقاً نادر تھا یہ ممانعت ہمیشگی اور عادت ڈال لینے سے ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اس کی پوری تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ کرو۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِہٖ فَلَا یَمْشِ

(۴۲۱۵) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ

marfat.com

فِیْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ حَتّٰی یُصْلِحَ شِسْعَهٗ وَلَا یَمْشِ فِیْ خُفٍّ وَاحِدٍ وَلَا یَاْکُلْ بِشِمَالِهٖ وَلَا یَحْتَبِیْ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ وَلَا یَلْتَحِفُ الصَّمَّاءَ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جلاوے تو ایک جوتہ میں نہ چلے حتی کہ اس کا تسمہ درست کرلے ۱؎ اور نہ ایک موزے میں چلے ۲؎ اور نہ اپنے بائیں ہاتھ سے کھائے ۳؎ اور نہ ایک کپڑے میں لپٹے ۴؎ اور نہ سخت طریقہ سے کپڑا لپیٹے ۵؎ (مسلم)۔

(۴۲۱۵) ۱؎ یا وہاں ہی بیٹھ کر درست کرلے یا گھر تک دونوں پاؤں سے ننگے جلاوے اور وہاں درست کرکے پھر پہنے مقصد یہ ہے کہ ضرورت پڑ جانے پر بھی ایک جوتہ پہن کر نہ چلو چہ جائیکہ بلاضرورت اس کی عادت ڈال لینا یہ تو بہت ہی برا ہے۔ ۲؎ عربی میں خف چمڑے کے موزے کو کہتے ہیں جس پر مسح ہو سکے اور جورب 'سوتی اونی ریشمی موزے کو کہا جاتا ہے۔ جو قابل مسح نہیں اہل عرب کبھی چمڑے کے موزے کو جوتہ کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ صرف ایک موزہ پہننا کہ دوسرا پاؤں کھلا رہے ممنوع ہے۔ خواہ موزہ چمڑے کا ہو یا سوتی اونی۔ ۳؎ کیونکہ داہنا ہاتھ افضل ہے اور کھانا اعلیٰ کام ہے تو اعلیٰ کام افضل ہاتھ سے کرنا بہتر ہے عرب میں مالدار سردار لوگ اظہار فخر کے لئے بائیں ہاتھ سے کھاتے تھے اور غربا' مساکین داہنے ہاتھ سے اسلام نے سب کے لئے داہنا ہاتھ معین فرمایا کہ اس سے کھایا پیا جاوے۔ ۴؎ ایک کپڑے میں لپٹنا اس وقت ممنوع ہے جب کہ اس سے شرمگاہ کھل جاتی ہو اگر شرمگاہ ڈھکی رہے تو مضائقہ نہیں ۵؎ اس کی شرح پہلے گزر گئی کہ اس طرح کپڑا اپنے جسم پر لپیٹنا کہ ہاتھ بالکل بند جاویں بہ تکلف کھل سکیں یہ ممنوع ہے ورنہ ممنوع نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ لِنَعْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ مُثَنًّی شِرَاکُهُمَا۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۲۱۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جوتہ شریف کے دو تسمے تھے۔ جو دو تسموں سے بنے ہوئے تھے ۱؎ (ترمذی)

(۴۲۱۶) ۱؎ قبال اور شراک دونوں کے معنی ہیں تسمہ مگر شراک اکہرے تسمہ کو کہتے ہیں قبال بنے ہوئے کو یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جوتہ شریف میں دو تسمہ ہوتے تھے ہر تسمہ بٹا ہوا اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق کے نعلین پاک کا حال تھا ایک تسمہ کا جوتہ سب سے پہلے حضرت عثمان غنی نے پہنا بیان جواز کے لئے اب مروجہ جوتوں میں تسموں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس زمانہ میں چپل کا رواج عام تھا۔ وہ بھی تسمہ والی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ)

(۴۲۱۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص کھڑے کھڑے جوتہ پہنے ۱؎ (ابوداؤد' اور ترمذی و ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے روایت کی)

(۴۲۱۷) ۱؎ یہ ممانعت ان جوتوں میں ہے جن کے پہننے میں ہاتھ لگانا پڑتا ہے جیسے آج کل فل بوٹ تسمے والے یا چمڑے کے موزے کہ انہیں کھڑے کھڑے پہنے ان کے تسمے باندھنے میں گر جانے کا اندیشہ ہے عام معمولی جوتے جو بہ آسانی بغیر ہاتھ لگائے پہن

marfat.com

لئے جاتے ہیں وہ کھڑے کھڑے پہننا بالکل جائز ہے جیسے دیسی اور گرگابی جوتے (مرقات لمعات واشعۃ اللمعات)

وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رُبَّمَا مَشَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ وَفِي رِوَايَةٍ اَنَّهَا مَشَتْ بِنَعْلٍ وَاحِدَةٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا اَصَحُّ)

(۴۲۱۸) روایت ہے حضرت قاسم ابن محمد سے ا، وہ حضرت عائشہ سے راوی فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت دفعہ ایک جوتہ میں چلے ۲، اور ایک روایت میں ہے کہ خود آپ ایک جوتہ میں چلیں (ترمذی) اور فرمایا یہ زیادہ صحیح ہے۔ ۳،

(۴۲۱۸) ا، آپ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے ہیں تابعی ہیں۔ حجۃ الوداع میں مقام ذوالحلیفہ پیدا ہوئے بڑے فقیہہ عالم اور بڑے قاری تھے (مرقات، اشعہ) ۲، اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کے معنی وہ ہی ہیں جو پہلے عرض کئے گئے کہ ضرورۃً گھر کے صحن میں ایک دو قدم اس طرح چلے مثلاً دونوں جوتے شریف دور دور پڑے تھے ایک پاؤں مبارک میں جوتہ پہن لیا پھر دو ایک قدم چل کر دوسرے جوتہ تک پہنچے اور وہ پہن لیا اور ممانعت کی احادیث میں باہر سڑک پر اس طرح چلنے کی ممانعت ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں یا وہ احادیث اس حدیث کی ناسخ ہیں یا یہ حدیث بیان جواز کے لئے ہے گزشتہ ممانعت کی حدیث بیان استحباب کے لئے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض ایسے کام کرنا جو امت کے لئے مکروہ یا ممنوع ہیں بیان جواز کے لئے ہوتا ہے یہ عمل آپ کے لئے ممنوع نہیں۔ بلکہ آپ کو اس پر بھی ثواب ملے گا کیونکہ یہ عملی تبلیغ ہے جیسا کہ حضور انور کا کھڑے ہو کر پانی پینا بیان جواز کے لئے تھا ہمارے واسطے مکروہ ہے۔ حضور نے یہ عمل تبلیغ مسئلہ کے لئے کیا (اشعۃ اللمعات) ۳، یعنی ترمذی نے حدیث مرفوع و موقوف دونوں کی روایت کی مگر حدیث موقوف کو اسناداً صحیح تر کہا کہ یہ عمل حضرت عائشہ صدیقہ کا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ اَنْ يَخْلَعَ نَعْلَيْهِ فَيَضَعَهُمَا بِجَنْبِهِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۲۱۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرمایا یہ بات سنت سے ہے کہ جب آدمی بیٹھے تو اپنے جوتہ اتارے انہیں اپنی برابر رکھ لے ا، (ابوداؤد)

(۴۲۱۹) ا، یعنی مجلس میں نہ تو جوتے پہن کر بیٹھے کہ یہ بدتمیزی ہے اور نہ جوتے اپنے آگے رکھے کہ یہ قبلہ معظمہ کی بے ادبی ہے نہ اپنی داہنی طرف رکھے داہنا حصہ عظمت والا ہے نہ پیچھے کہ اس میں جوتہ چوری ہو جانے کا خطرہ ہے لہٰذا اپنی بائیں طرف رکھے (مرقات ولمعات) اب تو فیشن پرست مسلمان مع جوتہ فرش پر بیٹھ کر روٹی کھاتے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّجَاشِيَّ اَهْدٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ اَسْوَدَيْنِ سَاذَجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ) عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ ثُمَّ تَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا

(۴۲۲۰) روایت ہے ابن بریدہ سے وہ اپنے والد سے راوی ا، کہ نجاشی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو سیاہ سادہ موزے ہدیۃً بھیجے حضور نے انہیں پہنا ا، (ابن ماجہ اور ترمذی نے ابن بریدہ عن ابیہ سے یہ زیادتی کی کہ پھر حضور نے وضو کیا اور ان پر مسح کیا ۳،

(۴۲۲۰) ا، بعض نسخوں میں ابوہریدہ ہے مگر غلط ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ ابوبریدہ کنیت ہے۔ عبداللہ ابن بریدہ مرو کے

marfat.com

حاکم تھے سلیمان ابن بریدہ کے بھائی ہیں دونوں بھائی ثقہ ہیں مگر حضرت عبداللہ بہت شاندار ہیں (اشعۃ اللمعات)۔ ۲۔ اصحمہ یعنی نجاشی جو شاہ حبشہ تھے پہلے عیسائی تھی پھر حضرت عبداللہ ابن جعفر وغیرہم صحابہ کرام کی تبلیغ پر مسلمان ہوئے انہوں نے خالص سیاہ رنگ کے چمڑے کے موزے حضور انور کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجے حضور نے پہنے بعض علماء فرماتے ہیں کہ موزے سیاہ رنگ کے بہتر ہیں اور جوتے پیلے رنگ کے افضل۔ بہتر یہ ہے کہ موزے سادہ ہوں ان پر دھاگے وغیرہ کے نقش و نگار نہ ہوں۔ ۳۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ جناب نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضور کی خدمت میں ایک خط بھیجا اور قمیص پاجامہ چادر اور موزوں کا جوڑا بھیجا خط میں لکھا تھا کہ میں نے آپ کا نکاح بی بی ام حبیبہ سے کر دیا ہے آپ کی قوم سے ہیں میرے ملک میں ہیں حضور قبول فرمائیں اور یہ حقیر سے ہدایا تحفے میں منظور کریں سرکار نے منظور فرمائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کپڑے یا جوتے اگرچہ کفار نے بنائے ہوں بغیر تحقیق کئے پہنے جا سکتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ وہ پاک ہوں گے بلاوجہ ناپاک نہ سمجھو (مرقات) معلوم ہوا کہ حضور انور نے پاجامہ کا ہدیہ قبول کیا ہے مگر پہننا ثابت نہیں۔

بَابُ التَّرَجُّلِ

کنگھی کرنے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

جس کے سر پر بال ہوں وہ انہیں پریشان نہ رکھے ان میں کنگھی وغیرہ کرتا رہے اس باب میں کنگھی کے علاوہ اور چیزوں کا ذکر بھی ہو گا۔ جیسے خضاب وغیرہ۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اُرَجِّلُ رَاْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا حَائِضٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۲۲۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کنگھی کرتی تھی حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۲۲۱) ا۔ جب حضور انور اعتکاف میں ہوتے تو اپنا سر مبارک گھر کی کھڑکی میں داخل فرما دیتے تھے۔ ام المومنین حضور کا سر دھو بھی دیتی تھیں تیل کنگھی بھی کر دیتی تھیں معلوم ہوا کہ بحالت حیض عورت کا جسم پاک ہوتا ہے۔ وہ ناپاکی حکمی ہے اور بحالت اعتکاف اپنے بعض اعضاء مسجد سے باہر نکال دینا جائز ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ اَلْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْاِبِطِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۲۲۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ چیزیں فطرت سے ہیں ا۔ ختنہ کرنا ۲۔ استرا لینا ۳۔ مونچھیں کاٹنا ۴۔ ناخن تراشنا ۵۔ اور بغل کے بال اکھیڑنا ۶۔ (مسلم بخاری)

(۴۲۲۲) ا۔ سنت قدیمہ جو گزشتہ انبیاء کرام کا بھی طریقہ رہا ہو اسے فطرت کہتے ہیں گویا وہ انسان کی پیدائشی عادت ہے یہاں پانچ کا ذکر حد کے لئے نہیں ہے اس کے علاوہ اور بھی سنتیں انبیاء ہیں جو دوسری احادیث میں مذکور ہیں ۲۔ ختنہ امام اعظم کے ہاں سنت

marfat.com

ہے امام شافعی کے ہاں فرض (مرقات) سات سال کی عمر تک ختنہ کردینا چاہیے نو مسلم جوان آدمی کا نکاح ایسی عورت سے کردیا جاوے جو ختنہ کرنا جانتی ہو پھر ختنہ کے بعد چاہے تو طلاق دیدے جو بچہ ختنہ شدہ پیدا ہو اس کے ختنہ کی ضرورت نہیں خیال رہے کہ چودہ انبیاء کرام ختنہ شدہ پیدا ہوئے حضرت آدم، شیث، نوح، صالح، شعیب، یوسف، موسیٰ، زکریا، سلیمان، عیسیٰ حنظلہ ابن صفوان جو اصحاب رسل کے نبی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ حضرات ختنہ شدہ ناف بریدہ پیدا ہوئے عورتوں کا ختنہ ہمارے ہاں مکروہ ہے۔ ۲۔ یعنی ناف کے نیچے اور پاخانہ کے مقام کے بال استرا سے صاف کرنا سنت ہے مرد کے لئے اور کسی دواء سے صاف کردینا مرد کے لئے خلاف سنت ہے قینچی سے یہ بال کٹ دینا مرد و عورت دونوں کے لئے خلاف سنت ہے۔ بحالت جنابت کوئی بال کاٹنا مونڈھنا بہتر نہیں (مرقات) ۳۔ اوپری ہونٹ کے بالوں کو مونچھ کہا جاتا ہے یہ اتنے کاٹے جاویں کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ خوب کھل جاوے پانی پیتے وقت یہ بال پانی میں نہ ڈوب سکیں مونچھیں مونڈنا یا بہت زیادہ پست کردینا خلاف سنت ہے۔ محیط میں ہے کہ مردوں کو سر منڈانا عام حالات میں اچھا نہیں احرام کھولتے وقت سنت ہے حلق کے بال نہ منڈائے بھویں اور چہرے کے کچھ کچھ بال الگ کردینا جائز ہے جبکہ ہیجڑوں سے شبہ نہ ہو۔ سینہ اور پیٹھ کے بال مونڈھنا یا کترنا مستحب نہیں (مرقات) ۴۔ اس طرح ناخن تراشے کہ ہاتھوں کے پہلے پاؤں کے بعد میں داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی شروع کرے چھنگلی تک کاٹ دے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کرے انگوٹھے تک کاٹ دے پھر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹ دے جو کوئی جمعرات کے دن ناخن تراشا کرے انشاء اللہ فقیر نہ ہوگا۔ حجامت جمعرات کو چاہیے اور غسل تبدیلی لباس خوشبو جمعہ کو افضل ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے جسم پر ناخن کا لباس تھا جنت سے باہر آکر یہ کپڑوں کا لباس عطا ہوا آپ کا جسم ساٹھ ہاتھ تھا (مرقات) ۵۔ بغل کے بال اوکھیڑنا سنت ہے منڈانا جائز امام شافعی منڈایا کرتے تھے ناک کے بال اکھیڑنا ممنوع ہے اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ اَوْفِرُوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنْهِكُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۴۲۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مخالفت کرو مشرکین کی ۱۔ ڈاڑھی بڑھاؤ ۲۔ اور مونچھیں پست کراؤ اور ایک روایت میں ہے کہ مونچھیں نیچی کرو اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ ۳۔ (مسلم، بخاری)

(۴۴۲۳) ۱۔ مشرکین سے مراد کفار ہیں خواہ بت پرست ہوں یا اہل کتاب مخالفت سے مراد شکل، لباس وضع قطع سب میں مخالفت ہو سکتی ہے مگر یہاں شکل میں مخالفت مراد ہے جیسا کہ اگلی تفسیر سے ظاہر ہے یہ امر وجوب کے لئے ہے کہ مسلمان کو کفار کی سی شکل بنانا حرام ہے۔ ۲۔ اوفروا بنا ہے وفر سے۔ بمعنی بڑھانا زیادہ کرانا لحی جمع ہے لحیۃ کی۔ بمعنی ڈاڑھی رخسار اور ٹھوڑی پر جو بال ہیں انہیں لحیہ یعنی ڈاڑھی کہا جاتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ڈاڑھی کو ہاتھ نہ لگاؤ اسے بڑھنے دو اس بڑھنے کی حد دوسری حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کی لمبائی چوڑائی سے کچھ کترتے تھے اسے حضرت عبداللہ ابن عمر کے فعل شریف نے واضح کیا آپ چار انگلی یعنی مٹھی بھر سے زیادہ کو کٹوا دیتے تھے دیکھو بخاری کتاب الحج اور شامی وغیرہ اگر عورت کے ڈاڑھی نکل آوے تو اس کا اکھیڑ دینا ضروری ہے کہ وہ ڈاڑھی نہیں ہے۔ بلکہ ہماری ہے ڈاڑھی مشت سے کم کرنا بھی منع ہے اور اس سے زیادہ کرنا بھی منع ہے اور ہر دو کے پیچھے نماز مکروہ (مرقات و شامی) ۳۔ احفاء اور اعفاء دونوں کے معنی ہیں بڑھانا کفار کی مخالفت کو حضور انور نے مقرر فرمادیا کہ ڈاڑھی بڑھا کر ان کی مخالفت کرو اگر کسی جگہ کے کفار ڈاڑھی رکھاتے ہوں، جیسے ہمارے ہاں

marfat.com

کے سکھ تو ان کی مخالفت میں ڈاڑھی مونڈانا حرام ہے کہ مخالفت کو حضور نے مقرر فرمادیا یہ بھی خیال رہے کہ ایک مشت ڈاڑھی قرآن مجید سے بھی ثابت ہے حضرت ہارون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔ **لا تاخذ بلحیتی** میری ڈاڑھی نہ پکڑو معلوم ہوا کہ آپ کی ڈاڑھی اتنی تھی۔ کہ پکڑنے میں آجائے وہ مٹھی بھر ہی ہے انبیاء کرام کے متعلق احادیث میں ہے کہ وہ خشخشی یعنی بھری ڈاڑھی والے تھے بھری ڈاڑھی مشت سے کم نہیں ہو سکتی لہٰذا فرنچ یا خشخشی یا مشت سے کم ڈاڑھی رکھنا حرام ہے کہ یہ منڈانے کے حکم میں ہے اس کی بحث شامی کتاب الصوم میں دیکھو۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ وُقِّتَ لَنَا فِیْ قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِیْمِ الْاَظْفَارِ وَنَتْفِ الْاِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ اَنْ لَّا نَتْرُكَ اَكْثَرَ مِنْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۲۲۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے مونچھیں کاٹنے اور ناخن کترنے اور بغل اکھیڑنے اور زیر ناف کے بال مونڈھنے کے متعلق وقت یہ مقرر کیا گیا کہ ہم چالیس شب سے زیادہ نہ چھوڑیں ا۔ (مسلم)

(۴۲۲۴) ا۔ یعنی چالیس سے زیادہ دیر لگانا ممنوع ہے۔ سنت یہ ہے کہ مونچھیں و ناخن ہر جمعہ کو کاٹے زیر ناف کے بال بیس دن میں لے لہٰذا ہفتہ افضل ہے پندرہ دن درمیانے چالیس دن انتہائی مدت دراز ناخن سے روزی گھٹتی ہے حدیث شریف میں ہے جمعہ کے دن ناخن تراشے تو انشاء اللہ دس دن تک بلاؤں سے محفوظ رہے گا (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی لَا یَصْبُغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۲۲۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود اور عیسائی نہیں رنگتے تو تم ان کی مخالفت کرو ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۲۲۵) ا۔ لہٰذا اپنے سر کے بال اور ڈاڑھیاں جب سفید ہو جائیں تو مہندی سے خضاب لگالیا کرو یہ حکم استحبابی ہے مہندی سے خضاب کرتے رہنا بہتر ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اُتِیَ بِاَبِیْ قُحَافَةَ یَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَاْسُهٗ وَلِحْیَتُهٗ كَالثَّغَامَةِ بَیَاضًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَیِّرُوْا هٰذَا بِشَیْءٍ وَ اجْتَنِبُوا السَّوَادَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۲۲۶) روایت ہے حضرت جابر سے کہ فرماتے ہیں کہ ابو قحافہ فتح مکہ کے دن لائے گئے ا۔ حالانکہ ان کا سر اور ڈاڑھی سفیدی میں غامہ کی طرح تھی ۲۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے کسی چیز سے بدل دو اور سیاہی سے بچو ۳۔ (مسلم)

(۴۲۲۶) ا۔ ابو قحافہ کا نام عثمان ابن عامر ہے قرشی ہیں فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور خلافت فاروقی تک زندہ رہے ننانوے سال عمر پائی ۱۴ھ چودہ میں وفات ہوئی حضرت ابو بکر صدیق کے والد ہیں آپ سے کچھ احادیث حضرت ابو بکر صدیق اور اسماء بنت ابو بکر نے روایت کیں (مرقات) جب آپ کو حضور کی خدمت اقدس میں لایا گیا تاکہ ایمان قبول کرلیں تو حضور انور نے فرمایا کہ تم لوگوں نے ابو قحافہ کو یہاں آنے کی تکلیف کیوں دی ہم خود ان کے پاس جاکر انہیں مسلمان کرتے (اشعہ) ۲۔ غامہ ایک گھاس کا نام ہے جو بہت سفید ہوتی ہے برف کی طرح فارسی میں اسے درمنہ سفید کہتے ہیں یعنی حضرت ابو قحافہ کے سر و ڈاڑھی کا بال ایسے سفید تھے جیسے غامہ گھاس حضرت ابو بکر صدیق انہیں اٹھاکر حضور کی خدمت میں لائے تھے۔ (مرقات) ۳۔ یعنی ان سر اور ڈاڑھی میں سیاہی

marfat.com

کے سواء کسی رنگ کا خضاب کردو چنانچہ مہندی سے سرخ خضاب کردیا گیا۔ حق یہ ہے کہ سیاہ خضاب مرد عورت دونوں کے لئے ممنوع ہے۔ حضرت عثمان غنی و امام حسن و حسین نے سیاہ خضاب لگایا ہے مگر زینت کے لئے نہیں بلکہ غزوات میں کفار پر رعب طاری کرنے کے لئے کہ وہ لوگ آپ کو بوڑھا نہ سمجھ سکیں اور آپ پر دلیر نہ ہو جائیں اب بھی بحالت جہاد غازی کو سیاہ خضاب درست ہے (مرقات) حضور انور نے داڑھی شریف میں کبھی خضاب نہ کیا۔ کہ حضور کے بال خضاب کی حد تک سفید نہ ہوئے صرف چند بال شریف سفید تھے۔ چند بار سر شریف میں مہندی لگائی تھی درد سر کی وجہ سے (مرقات) حضرت ابو بکر صدیق نے مہندی اور وسمہ کا خضاب کیا ہے مگر وسمہ اتنا ہوتا تھا۔ جس سے سیاہ رنگت نہ ہوتی تھی۔ بلکہ پختہ سرخ رنگ ہوتا تھا۔ اسی طرح اور صحابہ سے بھی خضاب منقول ہے (اشعہ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتٰبِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيْهِ وَكَانَ اَهْلُ الْكِتٰبِ يَسْدُلُوْنَ اَشْعَارَهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَفْرُقُوْنَ رُءُوْسَهُمْ فَسَدَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاصِيَتَهٗ ثُمَّ فَرَقَ بَعْدُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۲۲۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کاموں میں جس میں خاص حکم نہ دیا گیا ہو اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے ۱؎ اور اہل کتاب اپنے بالوں کو کھلے رکھتے تھے ۲؎ اور مشرکین اپنے سروں میں مانگ نکالتے تھے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی کے بال کھلے چھوڑے ۳؎ پھر بعد میں مانگ نکالی ۴؎ (مسلم بخاری)

(۴۲۲۷) ۱؎ موافقت اور مشابہت میں بڑا فرق ہے کفار سے مشابہت بہرحال حرام ہے موافقت جائز ہے مگر جائز چیزوں میں مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں سے حضور انور کو منع نہیں فرمایا گیا ان میں ایسے کام اختیار فرماتے تھے جو مشرکین کے مخالف ہوں اہل کتاب کے موافق ۲؎ یعنی سر کے بالوں میں مانگ نہ نکالتے تھے یوں ہی کھلے ہوئے چھوڑ دیتے تھے ۳؎ پیشانی سے مراد سر ہے بعض روایات میں راسہ ہے یعنی حضور انور نے مانگ نہ نکالی بلکہ بال شریف کھلے رکھے ۴؎ کیونکہ جبریل امین نے حضور انور سے یہ ہی عرض کیا کہ مانگ نکالا کریں چنانچہ اب مسلمانوں کو یہ ہی سنت ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ الْقَزَعِ قِيْلَ لِنَافِعٍ مَا الْقَزَعُ قَالَ يُحْلَقُ بَعْضُ رَأْسِ الصَّبِيِّ وَيُتْرَكُ بَعْضٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاَلْحَقَ بَعْضُهُمُ التَّفْسِيْرَ بِالْحَدِيْثِ)

(۴۲۲۸) روایت ہے نافع سے وہ حضرت ابن عمر سے راوی فرماتے ہیں میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ قزع سے منع فرماتے تھے ۱؎ نافع سے کہا گیا کہ قزع کیا ہے فرمایا کہ بچے کے سر کا کچھ حصہ مونڈ دیا جاوے اور کچھ حصہ چھوڑ دیا جاوے ۲؎ (مسلم بخاری) اور بعض محدثین نے اس تفسیر کو حدیث سے ملایا ہے۔ ۳؎

(۴۲۲۸) قزع قاف کے فتحہ سے۔ معنی بادل کے ٹکڑے اب اصطلاح میں سر کا بعض حصہ منڈوانے یا کترانے اور بعض رکھانے کو قزع کہتے ہیں اسے بادل کے ٹکڑوں سے تشبیہ دیتے ہوئے۔ یہ ممانعت بچوں بڑوں سب کے لئے ہے۔ مجبوری کے حالات اس سے علیحدہ ہیں جیسے کبھی سرسام میں بیمار کا تالو کھول دیا جاتا ہے یعنی صرف بیچ کھوپڑی کے بال مونڈ دیئے جاتے ہیں ویسے

marfat.com

بلاضرورت ممنوع ہے کہ کراہۃ تنزیہی ہے انگریزی حجامت بھی قزع ہے ۲۔ بچوں کا ذکر اتفاقاً ہے کہ عرب میں بچوں ہی کی حجامت اس طرح کی جاتی ہے ورنہ یہ ممانعت چھوٹے بڑوں سب کے لئے ہے ۳۔ یعنی اس روایت میں اس طرح مروی ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی یہ تفسیر ارشاد فرمائی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی صَبِیًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ رَاْسِہٖ وَتُرِکَ بَعْضُہٗ فَنَہَاھُمْ عَنْ ذٰلِکَ وَقَالَ اِحْلِقُوْا کُلَّہٗ اَوِ اتْرُکُوْا کُلَّہٗ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۲۲۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ دیکھا جس کے سر کا کچھ حصہ مونڈ دیا گیا اور کچھ چھوڑ دیا گیا تھا تو انہیں اس سے منع فرمایا اور فرمایا یا کل سر مونڈ دیا کل چھوڑ دو۔ (مسلم)

(۴۲۲۹) ۱۔ خیال رہے کہ کل سر منڈانا جائز ہے مگر بہتر نہیں سواء احرام سے کھلنے کے وقت کہ وہاں سر منڈانا بہتر ہے باقی حالات میں منڈانا بہتر نہیں کہ سواء حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی صحابی نے سر نہ منڈایا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مرقات) حضرت علی کے سر منڈانے کی حکمت شروع کتاب میں عرض کی گئی اس زمانہ میں تو سر منڈانا بہت ہی برا ہے کہ وہابیوں کی علامت ہے حضور نے وہابیوں کے متعلق ارشاد فرمایا **سیما ھم التحلیق** ان کی علامت سر منڈانا ہوگی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انگریزی بال رکھنا یا قلمیں بنوانا سب ممنوع ہے کہ اس میں قزع ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَقَالَ اَخْرِجُوْھُمْ مِنْ بُیُوْتِکُمْ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۴۲۳۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخنث مردوں پر اور مرد بننے والی عورتوں پر لعنت کی ۲۔ اور فرمایا کہ انہیں اپنے گھروں سے نکال دو ۳۔ (بخاری)

(۴۲۳۰) ۱۔ مخنث بنا ہے خنث سے بمعنی نرمی یا پیچیدگی مخنث وہ لوگ جو ہوں تو مرد مگر ان کی آواز وضع قطع عورتوں کی سی ہو مخنث دو قسم کے ہیں ایک پیدائشی دوسرے بناوٹی یہاں بناوٹی مخنثوں کا ذکر ہے انہیں پر لعنت ہے کہ پیدائشی مخنث تو مجبور ہے معلوم ہوا کہ مرد کا عورتوں کی طرح لباس پہننا، ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا عورتوں کی طرح بولنا ان کی حرکات و سکنات اختیار کرنا سب حرام ہے کہ اس میں عورتوں سے تشبیہ ہے اس پر لعنت کی گئی بلکہ ڈاڑھی مونچھ منڈانا حرام ہے کہ اس میں بھی عورتوں سے مشابہت اور عورتوں کے سے لمبے بال رکھنا ان میں مانگ چوٹی کرنا حرام ہے کہ ان سب میں عورتوں سے مشابہت ہے عورتوں کی طرح تالیاں بجانا مٹکنا کوے بلانا سب حرام ہے اسی وجہ سے۔ ۲۔ یعنی عورتوں کا مردوں کی سی شکل بنانا ان کا لباس پہننا ان کی طرح بے پردہ پھرنا حرام ہے لہٰذا عورتیں عمامہ نہ باندھیں کرتے پائجامہ میں فرق کریں حتیٰ کہ جوتہ بھی مردوں سے ممتاز رکھیں اس کی بھی بہت تفصیل ہے حتیٰ کہ عورتیں بادشاہ یا حاکم نہ بنیں کہ یہ کام مردوں کے ہیں۔ ۳۔ یعنی مخنث کو اپنے گھروں میں نہ آنے دو تمہاری عورتیں اس سے پردہ کریں کہ یہ بڑے بدمعاش ہوتے ہیں پردہ نشین عورتوں کا ذکر غیر مردوں سے کرتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ مخنث اور مردوں کی ہم شکل بننے والی عورتیں دونوں کو گھروں سے نکال دو اور اپنی عورتوں کو ان سے پردہ کراؤ کہ ایسی عورتیں آوارہ ہیں ان سے پردہ واجب (اشعہ) فقہاء فرماتے ہیں کہ آوارہ عورتوں سے شریف عورتوں کا اسی طرح پردہ کرنا فرض ہے جیسے مردوں سے پردہ کرنا ضروری ہے کہ آوارہ عورتیں مردوں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ ایسی آوارہ عورتوں نے شریفوں کے بہت گھر اجاڑ

marfat.com

دیئے۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۲۳۱) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ لعنت کرے ان مردوں پر جو عورتوں کے ہم شکل بنیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی ہم شکل بنیں ا۔ (بخاری)

(۴۲۳۱) ا۔ معلوم ہوا کہ یہ حرکت گناہ کبیرہ ہے۔ گناہ صغیرہ بھی اگر ہمیشہ کیا جاوے تو کبیرہ بن جاتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۲۳۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا اللہ لعنت کرے بال ملانے والی اور ملوانے والی پر اور گودنے والی اور گودانے والی پر ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۲۳۲) ا۔ ان دونوں چیزوں کی شرح پہلے گزر گئی واصلہ وہ عورت جو اپنے سر کے بالوں میں دوسری عورت کے بال ملا کر دراز کرے۔ مستوصلہ وہ عورت جو دوسری کے سر میں یہ بال جوڑے یا جو اپنے سر کے بال کاٹ کر اسے دے ملانے کے لئے یہ دونوں کام حرام ہیں جن پر لعنت فرمائی گئی۔ واشمہ وہ عورت جو سوئی وغیرہ کے ذریعہ اپنے اعضاء میں سرمہ یا نیل گود والے جیسا کہ ہندو عورتیں بعض ہندو مرد کرتے ہیں مستوشمہ وہ جو دوسری عورت کے گودے دونوں پر لعنت فرمائی حرام کام فاعل و مفعول دونوں کی لعنت کا باعث ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ اگر بالوں میں دھاگہ لگا کر انہیں دراز کر لیا جاوئے تو جائز ہے جسے موباف کہتے ہیں (مرقات)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَجَآءَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ اِنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ فَقَالَ مَالِيْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ هُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَتْ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ قَالَ لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ اَمَا قَرَأْتِ مَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَاِنَّهٗ قَدْ نَهٰى عَنْهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۲۳۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ لعنت کرے اللہ گودنے والیوں پر اور گودانے والیوں پر اور بال اکھیڑنے والیوں پر ا۔ اور حسن کے لئے کھڑکیاں کرانے والیوں پر ۲۔ جو اللہ کی خلقت کو بدلنے والیاں ہیں ۳۔ تو ایک عورت آپ کے پاس آئی بولی کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم نے فلاں فلاں پر لعنت کی ہے ۴۔ فرمایا میں کیوں لعنت نہ کروں اس پر جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی اور اس پر جو اللہ کی کتاب میں ہے ۵۔ وہ بولی کہ میں نے تو دو تختیوں کے درمیان میں پڑھا ہے جو تم کہتے ہو وہ میں نے اس میں نہ پائی ۶۔ فرمایا اگر تم نے اسے پڑھا ہوتا تو تم اسے پا لیتیں ۷۔ کیا تم نے نہ پڑھا کہ جو تم کو رسول دیں اسے لے لو اور جس سے تم کو رسول منع کریں اس سے باز رہو وہ بولی ہاں فرمایا کہ حضور نے اس سے منع فرمایا ہے ۸۔ (مسلم بخاری) ۹۔

(۴۲۳۳) ا۔ یہ لفظ بنا ہے نماص سے۔ نماص بال اکھیڑنے کے آلہ کو کہتے ہیں جسے پنجاب میں موچنا کہا جاتا ہے یہاں چہرے کا رونگٹا اکھیڑنا مراد ہے یہ حرام ہے ورنہ اگر عورت کے ڈاڑھی یا مونچھیں نکل آویں تو انہیں ضرور اکھیڑ دے (مرقات) ۲۔

marfat.com

مسفلجات بنا ہے فلج سے۔ فلج اس کھڑکی یا کشادگی کو کہتے ہیں جو دو دانتوں کے درمیان ہوتی ہے بعض عورتیں مشین کے ذریعہ اپنے دانت پتلے کرا کر درمیان میں جھریاں کرا لیتی ہیں اسے اپنے لئے حسن و خوبصورتی تصور کرتی ہیں یہ حرام ہے اس سے دانت بھی خراب ہو جاتے ہیں پھر ٹھنڈا پانی گرم چائے یا دودھ نہیں پی سکتیں دانتوں میں لگتا ہے۔ ۱ اللحسن کا تعلق یا تو صرف مسفلجات سے ہے یا واشمات اور متنمصات اور مسفلجات تینوں سے ہے یعنی جو عورتیں یہ تینوں کام خوبصورتی کے لئے کریں وہ لعنتی ہیں جو مجبورا کسی مرض کی وجہ سے کریں انہیں معافی ہے۔ ۲ خیال رہے کہ تبدیلی خلق اللہ دو طرح کی ہے ایک شرعاً" جائز دوسری حرام چنانچہ ختنہ کرنا ناخن کٹوانا مونچھیں ترشوانا جائز کرانا ان میں بھی تبدیلی خلق اللہ تو ہے مگر اس کا حکم ہے۔ اور یہ مذکورہ چیزیں دانت پتلے کرانا وغیرہ تبدیلی خلق اللہ ہے مگر حرام یہاں حرام تبدیلی مراد ہے یعنی چونکہ اس حرکت میں حرام تبدیلی ہے لہٰذا یہ ممنوع ہے (اشعۃ اللمعات) ۳۔ یعنی کسی مسلمان پر لعنت جائز نہیں تو تم نے ان مسلمان عورتوں پر لعنت کیوں کی تم نے صحابی رسول ہو کر ایسی جرات کس بنا پر کی ۴۔ یعنی میں نے خود اپنی طرف سے ان پر لعنت نہیں کی بلکہ اللہ رسول نے لعنت کی ہے میں تو ان لعنتوں کا ناقل ہوں لعنت رسول تو میں نے خود سنی ہے لعنت اللہ قرآن مجید سے معلوم کی ہے لہٰذا میری یہ لعنت برحق ہے لہٰذا یہ حدیث مرفوع ہو گئی ۵۔ یعنی اس کے متعلق حدیث تو ہو گی جو میں نے نہ سنی ہو آپ نے سنی ہو کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت زیادہ حاضر رہتے تھے مگر قرآن کریم تو مقرر و معین ہے میں اسے دن رات پڑھتی ہوں میں نے کسی آیت میں ان عورتوں اور ان پر لعنت کا ذکر نہ دیکھا میں اس میں آپ کو سچا کیسے مان لوں۔ لوحین سے مراد قرآن مجید کی جلد کے دو گتے ہیں جن کے بیچ میں قرآن مجید ہوتا ہے مراد ہے سارا قرآن مجید ۶۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم قرآن مجید غور سے پڑھتیں سمجھ بوجھ کر تو تم کو اس میں یہ لعنت مل جاتی اور تم میری تصدیق کر دیتیں۔ ۷۔ سبحان اللہ کیسا ایمان افروز شاندار استنباط ہے اس آیت سے یہ ثابت فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام منع فرمائی ہوئی چیزیں قرآن مجید کی ممانعت میں داخل ہیں اور حضور نے تو ان سے منع فرمایا ہے لہٰذا قرآن نے بھی انہیں منع فرمایا حضور کی لعنت خدا تعالیٰ کی لعنت ہے (مرقات) لہٰذا حضور کی رحمت و کرم رب تعالیٰ کی رحمت ہے۔ ۸۔ اس حدیث کو احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی نے بھی روایت کیا (مرقات) اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ حدیث کے احکام کو قرآن کی طرف نسبت کر سکتے ہیں کہ کتاب قرآن، خاموش قرآن ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بولتے ہوئے قرآن ہیں لہٰذا کہہ سکتے ہیں کہ نماز کی تعداد و مقدار زکوٰۃ کی مقداریں وغیرہ سب کچھ قرآن میں ہے کیونکہ یہ حضور نے بتا دیئے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَیْنُ حَقٌّ وَنَهٰى عَنِ الْوَشْمِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۴۲۳۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نظر حق ہے ۱ اور گودنے سے منع فرمایا ۲۔ (بخاری)

(۴۲۳۴) ۱۔ یعنی نظر بد کا اثر حق ہے اسی سے مال، بدن پر اثر پڑتا ہے باذن اللہ۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے سانپ کے منہ میں بچھو کے ڈنگ میں زہر رکھا ہے یوں ہی اس نے انسان کی نظر میں بھی اثر رکھا ہے جس سے انسان بیمار یا چیز ضائع ہو جاتی ہے انشاء اللہ اس کی تحقیق کتاب الطب والرقی میں آوے گی۔ جادو، نظر وغیرہ سب برحق ہے جب گالی کے لفظوں میں اثر ہے کہ اس سے دل مغموم ہو جاتا ہے تو جادو کے الفاظ میں بھی اثر ہو سکتا ہے یوں ہی دعاؤں وظیفوں دم درود میں شفاء کا اثر برحق ہے۔ ۲۔ اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ گودنے سے نظر نہیں لگتی اور لگی ہوئی نظر دفع ہو جاتی ہے اس لئے حضور انور نے اس سے منع فرمایا کہ یہ خلاف عقل اور عقیدہ

marfat.com

باطل ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُلَبِّدًا (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۴۲۳۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بال چپکائے ہوئے دیکھا۔ (بخاری)

(۴۲۳۵) ۱۔ ملبد کے معنی ہیں چپکانا۔ اہل عرب کوئی خاص گوند ہلکا سا سر میں مل کر بال چپکا لیتے تھے تاکہ بال پراگندہ نہ ہوں اسے ملبد کہتے ہیں یہ بحالت احرام اور غیر احرام سب میں جائز ہے یہاں غالباً غیر احرام کی حالت میں ملبد مراد ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۲۳۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ مرد زعفرانی رنگ استعمال کرے ۱۔ (مسلم بخاری)

(۴۲۳۶) ۱۔ یعنی اپنے کپڑے یا بدن میں زعفرانی رنگ استعمال کرنا مرد کے لئے ممنوع قرار دیا عورتوں کو یہ سب کچھ جائز ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ تھوڑا سا زعفرانی رنگ لگالینا مرد کو جائز ہے زیادہ ممنوع ہے مگر حق یہ ہے کہ مطلقاً ممنوع ہے جن احادیث سے اس جواز کا دھوکا ہوتا ہے ان میں رنگ لگ جانا ہے لگانا نہیں لہٰذا یہ حدیث اپنے اطلاق پر ہے۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کُنْتُ اُطَیِّبُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَطْیَبِ مَا تَجِدُ حَتّٰی اَجِدَ وَبِیْصَ الطِّیْبِ فِیْ رَاْسِہٖ وَلِحْیَتِہٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۲۳۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے موجود بہترین خوشبو تیار کرتی تھی ۱۔ حتیٰ کہ خوشبو کی چمک آپ کے سر اور آپ کی ڈاڑھی میں پائی جاتی تھی ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۲۳۷) ۱۔ اطیب کے دو معنی ہو سکتے ہیں خوشبو تیار کرتی تھی یا خوشبو لگاتی تھی۔ حضور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت ہی پسند تھی اس لئے ازواج مطہرات خصوصاً ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور انور کے لئے خوشبو تیار کیا کرتی تھیں۔ حتیٰ کہ احرام کھولتے وقت بھی خوشبو تیار کی گئی تھی۔ ۲۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک اور ڈاڑھی شریف میں خوشبو لگاتے تھے اور وہ خوشبو اس قدر زیادہ ہوتی تھی کہ بالوں میں اس کی چمک دیکھی جاتی تھی یہ چمک خوشبو کا رنگ نہ تھا چمک تھی چمک تو پانی کی بھی محسوس ہو جاتی ہے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ مردوں کی خوشبو بغیر رنگ والی چاہیے کہ وہاں رنگ سے مراد زینت والا رنگ ہے اس کی ممانعت ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ کَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا اسْتَجْمَرَ اسْتَجْمَرَ بِالْاُلُوَّۃِ غَیْرَ مُطَرَّاۃٍ وَبِکَافُوْرٍ یَطْرَحُہٗ مَعَ الْاُلُوَّۃِ ثُمَّ قَالَ ھٰکَذَا کَانَ یَسْتَجْمِرُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۲۳۸) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب دھونی لیتے تو لوبان سے دھونی لیتے غیر مخلوط ۱۔ یا کافور سے لیتے جسے وہ لوبان کے ساتھ ڈالتے ۲۔ پھر فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح دھونی لیتے تھے ۳۔ (مسلم)

(۴۲۳۸) ۱۔ استجمار وہ خوشبو لینا جو جمرہ یعنی آگ کے انگاروں پر رکھ کر حاصل کی جاوے یعنی نجور یا دھونی اسی لئے انگیٹھی کو

marfat.com

مجمرہ کہتے ہیں یہ جمرہ سے ہے نہ جمار سے جمار سے جو استجمار آتا ہے اس کے معنی ہوتے ہیں ڈھیلے سے استنجا کرنا اسی سے ہے جمار جن کی رمی حج میں کی جاتی ہے لوبان مشہور خوشبو ہے جو پہلے بہت مروج تھی اب اگربتیوں کی وجہ سے اس کا رواج کم ہو گیا۔ ۲۔ یعنی کبھی تو خالص لوبان سے دھونی لیتے کبھی لوبان کے ساتھ کافور بھی شامل فرما لیتے تھے دونوں کی ملا کر دھونی لیتے تھے۔ ۳۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی صرف لوبان سے اور کبھی لوبان و کافور کے مجموعہ سے دھونی لیا کرتے تھے میں بھی اس سنت پر عمل کرتا ہوں حضور نے بطور عادت کریمہ جو کام کئے وہ سنت زائدہ کہلاتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّ اَوْ يَاْخُذُ مِنْ شَارِبِهٖ وَكَانَ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ يَفْعَلُهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۲۳۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی مونچھوں سے کچھ کترتے یا لیتے تھے ا۔ اور اللہ کے خلیل جناب ابراہیم بھی یہ کام کرتے تھے ۲۔ (ترمذی)

(۴۲۳۹) ا۔ راوی کو شک ہے کہ حضرت ابن عباس نے یاخذ کہا یا یقص معنی دونوں کے ایک ہی ہیں۔ ۲۔ غالباً حضرت ابراہیم پہلے وہ نبی ہیں جنہوں نے مونچھیں تراشیں آپ کے بعد تمام نبیوں نے یہ عمل کیا اور ہمارے حضور نے یہ سنت خلیل جاری فرمائی۔ لہٰذا یہ عمل فطرت ہے اس پر بڑا ثواب ہے مونچھیں ہر ہفتہ یا پندرہ دن میں ضرور تراشنا چاہئیں۔

وَعَنْ زَيْدِ ابْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَّمْ يَاْخُذْ مِنْ شَارِبِهٖ فَلَيْسَ مِنَّا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ)

(۴۲۴۰) روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنی مونچھوں میں سے کچھ نہ لے وہ ہم میں سے نہیں ا۔ (احمد، ترمذی، نسائی)۔

(۴۲۴۰) ا۔ یعنی ہمارے طریقہ سے وہ خارج ہے یا بڑی مونچھیں رکھنے والے کے لئے خطرہ ہے کہ اس کا خاتمہ اسلام پر نہ ہو معاذ اللہ (مرقات)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهٖ مِنْ عَرْضِهَا وَطُوْلِهَا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۴۲۴۱) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی شریف سے طول و عرض سے کچھ لیا کرتے تھے ا۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۴۲۴۱) ا۔ اس طرح کہ لمبائی میں مٹھی بھر یعنی چار انگل سے زیادہ بالوں کو کاٹ دیتے تھے اور چوڑائی میں اس دائرے کے حد میں جو بال آتے باقی رکھے جاتے اس سے بڑھتے ہوئے کاٹ دیئے جاتے۔ چار انگل تک ڈاڑھی رکھنا واجب ہے ڈاڑھی منڈانا یا کتروانا فسق ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی ڈاڑھی مٹھی میں پکڑتے تو جو مٹھی سے باہر بال ہوتے انہیں کاٹ دیتے تھے وہ عمل اس حدیث کی شرح ہے۔ یہاں حضرت شیخ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے بہت عرصہ تک ڈاڑھی نہ کٹوائی حتیٰ کہ ڈاڑھی بہت بڑی ہو گئی تو اب اسے نہ کٹوائے بلکہ ویسی ہی رہنے دے (اشعہ) جن بزرگوں کی ڈاڑھیاں بہت لمبی دیکھی گئیں ہیں

marfat.com

وہاں یہ ہی وجہ ہوئی ہو گئی غرضیکہ چار انگل جیسے ہرگز کم نہ کرے مگر اس سے زیادتی' اس کی دو صورتیں ہیں کوشش کرتا رہے کہ زیادہ نہ ہونے پائے اگر بہت زیادہ کرلی تو پھر ویسے ہی رہنے دے۔

وَعَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى عَلَيْهِ خَلُوْقًا فَقَالَ اَلَكَ امْرَاَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَاغْسِلْهُ ثُمَّ اغْسِلْهُ ثُمَّ اغْسِلْهُ ثُمَّ لَا تَعُدْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

(۴۲۴۲) روایت ہے حضرت یعلی ابن مرہ سے ا۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان پر خلوق خوشبو دیکھی ۲۔ تو فرمایا کیا تمہارے پاس بیوی ہے ۳۔ کہا نہیں فرمایا تو اسے دھو دو پھر دھو دو پھر دھو دو پھر آئندہ نہ کرو ۴۔ (ترمذی' نسائی)

(۴۲۴۲) ا۔ آپ مشہور صحابی ہیں اہل کوفہ میں آپ کا شمار ہے صلح حدیبیہ' غزوہ خیبر' غزوہ حنین میں شریک رہے۔ ۲۔ خلوق خ اور لام کے پیش سے عرب کی مشہور خوشبو ہے جو زعفران وغیرہ سے تیار کی جاتی ہے۔ رنگت دیتی ہے۔ ۳۔ یعنی اگر تمہارے بیوی ہو تو تم اس رنگت میں معذور ہو کہ اس نے رنگت والی خوشبو استعمال کی ہو اور اس کے کپڑوں سے تمہارے جسم یا کپڑوں میں خوشبو لگ گئی ہو اس صورت میں تم معذور ہو اور اس خوشبو کے لگ جانے سے تم پر کوئی گناہ نہیں۔ ۴۔ یا تو اس خوشبو کی رنگت ایسی تیز اور پختہ ہو گی جو تین بار دھوئے بغیر کپڑے سے چھوٹ نہ سکتی ہو گی اس لئے تین بار دھونے کا حکم دیا یا مبالغہ کے طور پر فرمایا کہ خوب اچھی طرح دھوؤ تاکہ بامشقت انہیں یاد رہے اور پھر یہ کبھی استعمال نہ کریں۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةَ رَجُلٍ فِيْ جَسَدِهٖ شَيْءٌ مِّنْ خَلُوْقٍ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۲۴۳) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے جسم میں کچھ خلوق ہو ا۔ (ابوداؤد)

(۴۲۴۳) ا۔ رجل فرما کر اشارۃً بتایا کہ عورت کا یہ حکم نہیں اسے خلوق استعمال کرنا جائز ہے اور شئی فرما کر بتایا۔ کہ خلوق تھوڑی ہو یا زیادہ۔ بہرحال مرد کے لئے ممنوع ہے اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ تھوڑی خلوق جائز ہے زیادہ ممنوع اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں کا استعمال ممنوع ہے ان کے ساتھ نماز مکروہ ہے لہٰذا مرد اگر ریشمی لباس یا چاندی سونے کا زیور پہن کر نماز پڑھے تو اس کی نماز سخت مکروہ واجب الاعادہ وہ ہو گی۔

وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰى اَهْلِيْ مِنْ سَفَرٍ وَّقَدْ تَشَقَّقَتْ يَدَايَ فَخَلَّقُوْنِيْ بِزَعْفَرَانٍ فَغَدَوْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَقَالَ اذْهَبْ فَاغْسِلْ هٰذَا عَنْكَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۲۴۴) روایت ہے حضرت عمار ابن یاسر سے فرماتے ہیں کہ میں سفر سے اپنے گھر والوں کے پاس آیا میرے ہاتھ پھٹ گئے تھے تو انہوں نے زعفران والی خلوق میرے لگا دی ا۔ پھر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا میں نے آپ پر سلام عرض کیا تو مجھے جواب نہ دیا اور فرمایا جاؤ اسے اپنے جسم سے دھو دو ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۲۴۴) خلوق بغیر زعفران کی بھی ہوتی ہے اور زعفران والی اور یہ زخم کا علاج ہے جیسے آج کل ویسلین کہ اس میں خوشبو ہوتی ہے اور یہ زخموں وغیرہ کا علاج بھی ہے ان کے زخم پر زعفرانی خلوق لگائی گئی تھی علاج کے لئے ۲۔ غالباً اسی پھٹن کا علاج خلوق کے سواء اور بھی ہو گا جیسے موم و تیل وغیرہ یا اس پر ناراضی ہے کہ تم اسے لگائے ہوئے باہر کیوں آئے یا اس پر کہ تم نے خلوق پر پانی

marfat.com

بہا کر اس کا رنگ کیوں زائل نہ کر دیا ورنہ مجبوری و معذوری میں معافی ہوتی ہے (مرقات واشعہ) اس سے معلوم ہوا کہ اعلانیہ ناجائز کا ارتکاب کرنے والے کے سلام کا جواب نہ دینا تاکہ وہ اس گناہ سے توبہ کرے درست ہے اور ممکن ہے کہ حضور نے آہستہ جواب دیا ہو جو انہوں نے سنا نہ ہو لہٰذا حدیث پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ سلام کا جواب دینا فرض ہے پھر حضور نے جواب کیوں نہ دیا جبکہ بزرگ ہستی کے جواب سلام نہ دینے سے اس کے گناہ چھوڑ دینے کی امید ہو تب یہ جواب نہ دینا ایک قسم کی تبلیغ ہے یہ توجیہ خیال میں رہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طِیْبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِیْحُهٗ وَخَفِیَ لَوْنُهٗ وَطِیْبُ النِّسَآءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهٗ وَخَفِیَ رِیْحُهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ)

(۴۲۴۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی مہک ظاہر ہو رنگت چھپی رہے ۱۔ اور عورتوں کی خوشبو ایسی ہو جس کا رنگ ظاہر ہو مہک چھپی ہوئی ۲۔ (ترمذی نسائی)

(۴۲۴۵) ۱۔ جیسے گلاب، مشک عنبر اور کافور وغیرہ مرد کے لئے یہ خوشبوئیں بہتر ہیں کہ ان میں رنگت نہیں مہک ہے ۲۔ خیال رہے کہ عورت مہک والی چیز استعمال کر کے باہر نہ جائے اپنے خاوند کے پاس خوشبو مل سکتی ہے یہاں کوئی پابندی نہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ جو عورت خوشبو مل کر باہر نکلے وہ ایسی ایسی ہے دوسری روایت میں ہے کہ عورت بخود لگا کر ہماری مسجد میں عشاء کے لئے نہ آئے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عورت مہندی لگائے ہوئے باہر نہ پھرے کہ مہندی میں مہک ہے اور عورت کو مہک لگا کر نکلنا ممنوع ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُكَّةٌ یَتَطَیَّبُ مِنْهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۲۴۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپی تھی۔ جس سے آپ خوشبو لگاتے تھے ۱۔ (ابوداؤد)

(۴۲۴۶) ۱۔ سکہ سین کے پیش۔ کاف کے شد سے عرب کی ایک مشہور خوشبو ہے جس میں بہت خوشبوئیں شامل کی جاتی ہیں۔ مگر یہاں مراد ڈبی یا کپی ہے۔ جس میں یہ خوشبو رکھی جاوے اس لئے منہا ارشاد ہوا۔ جس میں من ابتدائیہ ہے (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُكْثِرُ دُهْنَ رَاْسِهٖ وَتَسْرِیْحَ لِحْیَتِهٖ وَیُكْثِرُ الْقِنَاعَ كَاَنَّ ثَوْبَهٗ ثَوْبُ زَیَّاتٍ۔ (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۴۲۴۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر میں تیل اور ڈاڑھی میں کنگھی بہت استعمال فرماتے ۱۔ اور قناع کا استعمال زیادہ کرتے ۲۔ گویا آپ کا کپڑا تیل والوں کا کپڑا ہی تھا ۳۔ (شرح سنہ)

(۴۲۴۷) ۱۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ رات کو حضور کے سرہانے مسواک اور کنگھی رکھی جاتی تھی۔ جب شب اٹھتے تو یہ دونوں چیزیں استعمال فرماتے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سات چیزیں سفر و حضر میں نہ چھوڑتے تھے۔ پیشاب کا برتن۔ آئینہ سرمہ دانی، مسواک قینچی۔ سرمہ کی سلائی۔ (مرقات)۔ ۲۔ قناع ق کے کسرہ سے وہ کپڑا جو ٹوپی کے نیچے پہنا جاوے تاکہ تیل ٹوپی و عمامہ میں نہ لگے وہ کپڑا ہی تیل میں تر رہے یعنی چونکہ آپ سر میں تیل زیادہ استعمال کرتے تھے اس

marfat.com

لئے ٹوپی شریف کے نیچے ایک کپڑا تیل سے بچاؤ کے لئے استعمال فرماتے تھے۔ ۳۔ یعنی یہ قناع تیل میں ایسا بھیگا رہتا تھا جیسے تیل والے کے کپڑے تیل سے تر رہتے ہیں دوسرے کپڑے مراد نہیں کیونکہ حضور کے کپڑے بہت صاف اور چٹے رہتے تھے آپ سفید کپڑے پسند فرماتے تھے۔ جو صاف ہوں۔

وَعَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا بِمَكَّةَ قَدْمَةً وَلَهٗ اَرْبَعُ غَدَائِرَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۲۴۸) روایت ہے حضرت ام ہانی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس مکہ میں تشریف آوری فرمائی ا۔ اس دن آپ کے چار گیسو تھے ۲۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

(۴۲۴۸) ا۔ غالباً فتح مکہ کے دن کی تشریف آوری مراد ہے جب حضور نے حضرت ام ہانی کے گھر میں غسل بھی کیا اور نماز چاشت بھی پڑھی تھی بعد ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار بار مکہ معظمہ تشریف لے گئے عمرہ قضا کے لئے فتح مکہ کے لئے عمرہ جعرانہ کے لئے اور حجۃ الوداع کے لئے۔ حضور انور نے چار عمرے کئے ہیں اور ایک حج۔ تین عمرے ذقعدہ ہی میں ایک عمرہ جو حج الوداع کے ساتھ کیا وہ ذی الحجہ میں۔ یہ واقعہ جو آپ بیان فرما رہی ہیں وہ فتح مکہ کے دن کا ہے۔ ۲۔ بٹے ہوئے بالوں کو **غدیرہ** یا **صنفیرہ** کہا جاتا ہے جس کی جمع غدائر اور صنفائر ہے یعنی اس دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بالوں مبارک کو چار حصوں میں کیا ہوا تھا۔ دو حصے بٹ کر داہنے ہاتھ کی طرف لٹکے ہوئے تھے اور دو حصے بائیں جانب۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِذَا فَرَقَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاْسَهٗ صَدَعْتُ فَرْقَهٗ عَنْ يَافُوْخِهٖ وَاَرْسَلْتُ نَاصِيَتَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۲۴۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں مانگ نکالتی تھی تو آپ کی مانگ آپ کے درمیان سر سے چیرتی تھی ا۔ اور آپ کی پیشانی کے بال دو آنکھوں کے درمیان چھوڑتی ۲۔

(۴۲۴۹) ا۔ یہ ہی سنت ہے کہ سر کے بال بکھرے نہ رہیں ان میں کنگھی کی جاوے بالوں کے دو حصے کئے جاویں اور مانگ بیچ سر میں ناک کے اوپر سے سیدھی نکالی جاوے اب فیشن پرست مرد و عورتیں ایک طرف سے مانگ نکالتے ہیں یعنی ٹیڑھی مانگ خلاف سنت ہے۔ ۲۔ اس جملہ کے شارحین نے کئی معنی کئے ہیں ظاہر یہ ہے کہ یہ کلام پہلے کلام کا تتمہ ہے یا فوخ کہتے ہیں وسط سر یعنی کھوپڑی کو۔ مطلب یہ ہے کہ میں حضور انور کے بال شریف کے دو حصے کرتی تھی ایک حصہ داہنی جانب دوسرا حصہ بائیں جانب اور پیشانی کے اوپر سے یہ مانگ شروع کرتی تھی اور کھوپڑی شریف سے اسے گزراتی تھی پوری مانگ بیچ سر میں ہوتی تھی سیدھی جاتی تھی یہ ہی معنی بہت موزوں ہیں (مرقات واشعہ)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ اِلَّا غِبًّا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۴۲۵۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا مگر گاہے گاہے ا۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

(۴۲۵۰) ا۔ یہ حکم مرد کے لئے سر کے بالوں میں کنگھی کرنے کے متعلق ہے یعنی جس مرد کے سر پر بال ہوں وہ روزانہ ان میں

marfat.com

تیل و کنگھی نہ کرے کہ اسی میں لگا رہے بلکہ کبھی کرے کبھی نہ کرے ایک دن کرے ایک دن نہ کرے خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ ہفتہ میں ایک دن کرے غب غین کے کسرہ سے ب کے شد سے اس کے معنی ہیں اونٹ کو ایک دن پانی پلانا ایک دن ناغہ کرنا تجارت کو بھی غب کہا جاتا ہے اس ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ انسان ظاہری آرائش میں مشغول ہو کر رب کو نہ بھول جائے اس حکم سے عورتیں مستثنیٰ ہیں وہ چاہیں تو روزانہ مانگ چوٹی کریں یوں ہی اگر مرد ڈاڑھی میں روزانہ کنگھی کرے تو مضائقہ نہیں دیکھو مرقات۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ وضو کے بعد ڈاڑھی میں کنگھی کرنا فقیری کو دور کرتا ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم روز ڈاڑھی شریف میں دوبار کنگھی کرتے تھے (اشعہ)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِفُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ مَالِيْ أَرَاكَ شَعِثًا قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهَانَا عَنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْإِرْفَاهِ قَالَ مَالِيْ لَا أَرٰى عَلَيْكَ حِذَاءً قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا أَنْ نَّحْتَفِيَ أَحْيَانًا۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۲۵۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بریدہ سے ا؎ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے فضالہ ابن عبید سے کہا ۲؎ کہ مجھے کیا ہوا کہ میں آپ کو پراگندہ بال دیکھتا ہوں ۳؎ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو بہت عیش پسندی سے منع فرماتے تھے ۴؎ بولے کہ مجھے کیا ہوا کہ تمہارے پاؤں میں جوتے نہیں دیکھتا فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم دیتے تھے کہ کبھی کبھی ننگے پاؤں رہا کریں ۵؎ (ابوداؤد)

(۴۲۵۱) ا؎ آپ عبداللہ ابن بریدہ ابن حصیب اسلمی ہیں تابعی ہیں اپنے والد بریدہ سے جو کہ صحابی ہیں روایات لیتے ہیں۔ آپ کے بیٹے سہل آپ سے روایات لیتے ہیں۔ مرو کے قاضی رہے وہاں ہی وفات پائی۔ ۲؎ فضالہ ابن عبید صحابی ہیں انصاری ہیں دسی ہیں غزوہ احد وغیرہ میں شامل رہے۔ پھر دمشق میں قاضی رہے امیر معاویہ کے زمانہ میں وہاں ہی وفات پائی (مرقات) ۳؎ یعنی میں آپ کو کبھی کبھی سر و بال کے پراگندہ بال والا دیکھتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے آپ روزانہ بال عمدہ کنگھی والے کیوں نہیں رکھتے۔ ۴؎ یعنی ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ پر تکلف رہنے بناؤ سنگھار کئے رہنے سے منع فرمایا ہے اس ممانعت میں صدہا حکمتیں ہیں۔ ہمیشہ بنے ٹھنے رہنے سے صدہا گناہ کا دروازہ کھل جاتا ہے اور نفس عیاش ہو جاتا ہے اگر کبھی فقیری آجائے اور یہ **تکلف** ممکن نہ رہے تو بہت تکلیف ہوتی ہے لہٰذا چاہیے کہ کبھی کبھی معمولی حالت میں بھی رہا جاوے۔ ۵؎ اس میں تقویٰ، طہارت کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے کہ کبھی کبھی انسان گھر اپنی گلی کوچہ میں ننگے پاؤں بھی پھر لیا کرے تاکہ اگر کبھی جوتی میسر نہ ہو تو اسے برداشت کر سکے غرضیکہ اپنے کو کسی چیز کا عادی نہ بنائے بھوک پیاس کی برداشت پیدا کرنے کے لئے روزہ فرض کیا گیا ہر حالت کی برداشت کے لئے یہ تعلیم دی گئی۔

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۲۵۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے بال ہوں وہ ان کا احترام کرے ا؎ (ابوداؤد)

(۴۲۵۲) ا؎ یعنی جس نے سر کے بال رکھے ہوں وہ انہیں ہمیشہ پراگندہ نہ رکھے بلکہ کبھی کبھی ان میں تیل لگائے کنگھی کرے مگر

marfat.com

دائمی نہیں لہٰذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحْسَنَ مَا غُیِّرَ بِہِ الشَّیْبُ الْحِنَّاءُ وَالْکَتَمُ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۴۲۵۳) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین وہ چیز جس سے تم بڑھاپے کی علامت بدلو مہندی اور وسمہ ہے ا۔ (ترمذی' ابوداؤد' نسائی)

(۴۲۵۳) ا۔ اس حدیث کی بناپر بعض حضرات نے سیاہ خضاب جائز کہا وہ کہتے ہیں کہ مہندی اور وسمہ ملکر سیاہ رنگ دیتے ہیں اور ان کے ملا کر لگانے کی اجازت دی گئی ہے مگر یہ دلیل بہت ہی ضعیف ہے کیونکہ سیاہ خضاب کی صراحتہ "ممانعت کی گئی جیسے کہ **اتقوا السواد** وغیرہ مگر سیاہ خضاب کی صراحتہ "اجازت کہیں نہیں دی گئی ان جیسی احادیث سے سیاہ خضاب کی اجازت نہیں نکلتی اولا تو یہاں مہندی وسمہ ملانے کی اجازت ہے ہی نہیں حدیث کے معنی یہ ہیں کہ بہترین رنگ سفیدی بدلنے کے لئے مہندی اور وسمہ ہے کہ کبھی مہندی سے رنگ کرے کبھی وسمہ سے مہندی کا رنگ سرخ ہوتا ہے وسمہ کا رنگ سبز جیسے کہا جاتا ہے کلمہ اسم ہے اور فعل ہے اور حرف ہے ایسے ہی یہ ہے اور اگر ملانا ہی مراد ہو تب بھی خیال رہے کہ اگر وسمہ مہندی کے ساتھ آدھوں آدھ یا زیادہ ملایا جاوے تب سیاہ رنگ دیتا ہے اور اگر کم ملایا جاوے تو پختہ سرخ کرتا ہے سیاہ نہیں کرتا سرخ مائل بہ سبزی رنگ ہو جاتا ہے وہ ہی یہاں مراد ہے سیاہ خضاب کی سخت ممانعت احادیث میں وارد ہے یہ حدیث ان احادیث سے متعارض نہیں اگر یہاں سیاہ رنگ مراد ہو تو احادیث میں تعارض ہو گا۔ (مرقات واشعۃ ولمعات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَکُوْنُ قَوْمٌ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ یَخْضِبُوْنَ بِھٰذَا السَّوَادِ کَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا یَجِدُوْنَ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۴۲۵۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا آخری زمانہ میں ایک قوم ہو گی جو اس سیاہی سے خضاب کیا کرے گی کبوتروں کے پوٹوں کی طرح ا۔ وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائیں گے ۲۔ (ابوداؤد' نسائی)

(۴۲۵۴) ا۔ یعنی اپنے سر اور ڈاڑھی کے بال خالص سیاہ کیا کریں گے جیسے کبوتروں کے پوٹے خالص سیاہ ہوتے ہیں۔ حواصل جمع ہے حوصلہ کی بمعنی معدہ یہاں سینہ مراد ہے بعض کبوتروں کے سینے سیاہ ہوتے ہیں ۲۔ حالانکہ جنت کی مہک پانچ سو سال کی راہ سے محسوس ہوتی ہے یعنی سیاہ خضاب کرنے والے جنت میں جانا تو کیا اس کے قریب بھی نہ پہنچیں گے یعنی اولا "بعد میں معافی ہو کر پہنچ جاویں تو دوسری بات ہے (مرقات) یا یہ مطلب ہے کہ میدان محشر میں جنت کی خوشبو آتی ہو گی جو مسلمانوں کو محسوس ہو گی اس مہک سے مست ہو کر محشر کی شدت بھول جائیں گے مگر یہ سیاہ خضاب کرنے والے محشر میں یہ خوشبو محسوس نہ کر سکیں گے اور وہاں کی تکلیف محسوس کریں گے جیسے حوض کوثر کی ایک نہر محشر میں ہو گی جس سے مومن پانی پیتے رہیں گے منافق روک دیئے جائیں گے (اشعۃ اللمعات) اس حدیث سے صراحتہ معلوم ہوا کہ سیاہ خضاب حرام ہے خواہ سر میں لگائے یا ڈاڑھی میں مرد لگائے یا عورت اس سے معذوری کی حالت مستثنیٰ ہے علاج کے لئے یا غزوہ کے لئے سیاہ خضاب جائز ہے (مرقات) بعض لوگ مطلقاً سیاہ خضاب جائز کہتے ہیں بعض لوگ عورتوں کے لئے جائز کہتے ہیں بعض مردوں کے سر کے لئے جائز کہتے ہیں ڈاڑھی کے لئے ممنوع مانتے ہیں بعض لوگ اسے مکروہ تنزیہی کہتے ہیں یہ کل ضعیف ہیں۔ صحیح وہ ہی ہے کہ سیاہ خضاب مطلقاً مکروہ تحریمی ہے مرد عورت

marfat.com

سر ڈاڑھی سب اسی ممانعت میں داخل ہیں (مرقات) ہاتھ پاؤں میں مہندی وغیرہ سے خضاب عورتوں کو جائز مردوں کے لئے ممنوع' الا بالعذر (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِیَّۃَ یُصَفِّرُ لِحْیَتَہٗ بِالْوَرْسِ وَالزَّعْفَرَانِ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ۔
(رَوَاہُ النَّسَائِیُّ)

(۴۲۵۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سبتی جوتے پہنتے تھے ۱؎ اور اپنی ڈاڑھی شریف کو ورس ۲؎ اور زعفران سے رنگتے تھے ۳؎ اور حضرت ابن عمر بھی یہ کرتے تھے ۴؎ (نسائی)

(۴۲۵۵) ۱؎ جس کی کھال کے بال اڑا دیئے گئے ہوں۔ سبت بمعنی حلق (منڈانا) عام عرب بال والے جوتے پہنتے تھے۔ اب عموماً بے بال کے جوتے بنتے ہیں۔ ۲؎ ورس ایک گھاس ہے جو یمن میں پیدا ہوتی ہے۔ پیلا رنگ دیتی ہے۔ ۳؎ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کے لئے یہ گھاس یا زعفران ڈاڑھی شریف میں ملتے تھے جس سے ان کا رنگ سیاہ بالوں میں نمودار ہو جاتا تھا۔ خضاب کے لئے نہیں کیونکہ حضور کی ڈاڑھی شریف سفید ہوئی نہیں پھر خضاب کیسا لہٰذا یہ حدیث حضرت انس کی حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور انور نے خضاب نہ کیا آپ کے کل بیس بال سفید تھے (اشعۃ اللمعات) مرقات نے کچھ اور توجیہ کی ہے مگر یہ توجیہ قوی ہے اور اس سے احادیث کا اجتماع ہو جاتا ہے۔ ۴؎ معلوم ہوا کہ زرد خضاب جائز ہے صرف سیاہ منع ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ مَا اَحْسَنُ ھٰذَا قَالَ فَمَرَّ اٰخَرُ قَدْ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ فَقَالَ ھٰذَا اَحْسَنُ مِنْ ھٰذَا ثُمَّ مَرَّ اٰخَرُ قَدْ خَضَبَ بِالصُّفْرَۃِ فَقَالَ ھٰذَا اَحْسَنُ مِنْ ھٰذَا کُلِّہٖ۔
(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ)

(۴۲۵۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک شخص گزرا جس نے مہندی کا خضاب لگایا ہوا تھا تو فرمایا یہ کیا ہی اچھا ہے فرماتے ہیں پھر دوسرا گزرا جس نے مہندی اور وسمہ سے خضاب کیا تھا۔ تو فرمایا یہ اس سے اچھا ہے' پھر دوسرا آدمی گزرا جس نے زردی سے خضاب کیا تھا تو فرمایا یہ ان سب سے اچھا ہے ۲؎ (ابوداؤد)

(۴۲۵۶) ۱؎ اسی طرح کہ مہندی میں تھوڑا سا وسمہ تھا جس سے خضاب کا رنگ پختہ سرخ ہو گیا تھا۔ سیاہ کی حد کو نہ پہنچا تھا (مرقات) لہٰذا اس سے سیاہ خضاب کی حلت ثابت نہیں ہوئی سیاہ خضاب کی حلت کی ایک حدیث بھی نہیں حرمت کی بہت احادیث ہیں۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ زرد خضاب حضور نے بہت پسند فرمایا۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیِّرُوا الشَّیْبَ وَلَا تَشَبَّھُوْا بِالْیَھُوْدِ
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاہُ النَّسَائِیُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَالزُّبَیْرِ)

(۴۲۵۷) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑھاپے کی نشانی بدلو اور یہود سے مشابہت نہ کرو ۲؎ (ترمذی اور نسائی نے حضرت ابن عمر اور زبیر سے روایت کی ہے ۳؎

(۴۲۵۷) ۱؎ یہ حکم مجاہدین کے لئے ہے کہ وہ سفید بال لیکر جہاد میں نہ جائیں یا ان کے لئے جو سفید بالوں کی حالت میں مسلمان

marfat.com

ہوں دوسرے مسلمانوں کے لئے اختیار ہے کہ بال سفید رکھیں یا سیاہ کے علاوہ کوئی اور خضاب لگائیں اس کی اور توجیہیں بھی ہیں (مرقات وغیرہ) ۲۔ یعنی یہودی اپنے سر وڈاڑھی کے بال چٹے جیسے سفید رکھتے ہیں تم سرخ یا پیلے کرلیا کرو تاکہ ان کی مشابہت سے بچو اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ مسلمان یہود کی مخالفت کے لئے ڈاڑھیاں منڈوا نہ دیں بلکہ انھیں سرخ کرکے ان کی مخالفت کریں یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو سفید ڈاڑھی والا کافر مسلمان ہو وہ ضرور خضاب کرے تاکہ کفر و اسلام کے رنگوں میں فرق ہو جاوے مگر جو پرانا مسلمان ہو اس کے لئے سفید ڈاڑھی رکھنا بھی درست ہے ۳۔ یہ حدیث احمد نے حضرت زبیر سے روایت کی احمد نے حضرت انس سے یوں روایت کی بالوں کا سفید رنگ بدلو اور سیاہ خضاب سے بچو کیونکہ سیاہ خضاب کفار کا ہے مشہور یہ ہے کہ سب سے پہلے سیاہ خضاب لگانے والا فرعون تھا۔ (مرقات)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ فَاِنَّهٗ نُوْرُ الْمُسْلِمِ مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْاِسْلَامِ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا حَسَنَةً وَكَفَّرَ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً وَرَفَعَهٗ بِهَا دَرَجَةً۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۲۵۸) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑھاپے کی نشانی نہ اکھیڑو کہ وہ مسلمان کا نور ہے ۲۔ جو اسلام میں بوڑھا ہو تو اللہ اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہے اور اس سے اس کی برکت سے ایک گناہ مٹاتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کا درجہ بلند کرتا ہے ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۲۵۸) ا۔ یعنی جب سر یا ڈاڑھی میں چٹے بال شروع ہو جاویں تو انھیں مت اکھیڑو ان چٹے بالوں سے نفس کمزور ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اب میں بوڑھا ہو چلا ہوں آخرت کی تیاری کروں یہ بال اکھیڑ دینے سے وہ اپنے کو جوان ہی سمجھے گا یہ فرق ہے خضاب اور سفید بال اکھیڑنے میں اس لئے خضاب کا حکم دیا اکھیڑنے سے منع فرمایا سفید بال خواہ سفید ہی رہیں یا سرخ کر دیئے جاویں تبریاد دلاتے ہیں کہ تیاری کرو چلنے کا وقت قریب آگیا سویرا ہو گیا۔ اب جاگ جاؤ۔ شعر:۔

اٹھ جاگ مسافر بھور ہوئی اب رات کہاں جو سوت ہے ☆ جو جاگت ہے سو پاوت ہے جو سوت ہے، وہ کھووت ہے
اٹھ نیند سے اکھیاں کھول ذرا اور رب سے اپنے دھیان لگا ☆ یہ پریت کرن کی ریت نہیں رب جاگت ہے تو سوت ہے

۲۔ امام مالک نے بروایت سعید ابن مسیب نقل فرمایا کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بال سفید ہوئے آپ نے پوچھا یارب یہ کیا فرمایا یہ وقار اور نور ہے فرمایا الٰہی میرا وقار اور نور اور زیادہ کر۔ وہ جو حاکم و ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ رب تعالیٰ نے حضور کو چٹے بالوں سے بگاڑا نہیں (حاشیہ بیضاوی) وہاں معنی یہ ہیں کہ حضور کے کچھ بال سفید ہوئے تو اس سے حضور کا حسن اور بھی زیادہ ہو گیا کچھ کمی نہ آئی علماء فرماتے ہیں کہ سفید بال اکھیڑنا زینت کے لئے ہو تو منع ہے (مرقات)

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مُرَّةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْاِسْلَامِ كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

(۴۲۵۹) روایت ہے حضرت کعب ابن مرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو تو وہ اس کے لئے قیامت کے دن نور ہو گا۔ (ترمذی، نسائی)

(۴۲۵۹) ا۔ یعنی سفید ریش والے مومن کے لئے قیامت میں نور ہو گا کہ اس کی سفید ڈاڑھی نورانی ہو گی یا نور کا باعث ہو گی

marfat.com

اس دن سواء ابراہیم علیہ السلام کے ڈاڑھی کسی کے نہ ہوگی مگر یہ سفید ڈاڑھی چہرہ کے نور کا باعث ہوگی ان دونوں حد۔سوں کی بناپر حضرت علی، سلمہ ابن اکوع، ابی ابن کعب اور بہت صحابہ کرام نے کبھی خضاب نہ لگایا اپنی ڈاڑھی اور سر سفید رکھے وہ فرماتے تھے کہ چٹی ڈاڑھی نور اور درجات کا باعث ہوگی۔ بعض صحابہ کرام اور حضرت حسن و حسین نے خضاب لگایا گذشتہ احادیث کی بناپر لہٰذا دونوں عمل جائز ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر اپنے شہر میں خضاب کا رواج عام ہو تو خضاب کرنا بہتر ہے اگر سفید ڈاڑھی کا رواج عام ہو تو سفید رکھنا بہتر اور جہاد کے موقع پر خضاب افضل (مرقات) یوں ہی اگر ہمارے شہر یا ملک میں یہودی سکھ عام ہوں جو خضاب نہیں کرتے تو خضاب کرنا افضل ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَآءٍ وَاحِدٍ وَكَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُوْنَ الْوَفْرَةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

(۴۲۶۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے ۱؎ اور آپ کے بال شریف جمہ سے زیادہ اور وفرہ سے کم تھے ۲؎ (ترمذی، نسائی)

(۴۲۶۰) ۱؎ ایک برتن سے اور ایک ساتھ غسل کرتے تھے پردہ سے کہ دونوں حضرت تہبند باندھے ہوتے تھے اس کی بحث کتاب الغسل میں گزر چکی ہے وہ حضرات برہنہ ہو کر کبھی غسل نہ کرتے تھے مستحب بھی یہ ہی ہے کہ غسل خانہ میں بھی تہبند باندھ کر غسل کرے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھا ستر سے مراد ناف سے گھٹنے تک کا بدن ہے یہ دونوں ہستیاں پہلے اپنے ہاتھ دھو لیتے تھے۔ پھر بڑے برتن سے چلو لیتے تھے تاکہ پانی مستعمل نہ ہو جاوے اور اس طرح غسل فرماتے تھے کہ بدن کا غسالہ برتن میں نہیں پڑتا تھا۔ ۲؎ تابگوش بالوں کو وفرہ کہا جاتا ہے اور تابدوش کو، لمہ ان دونوں کے درمیان کو جمہ یعنی حضور کے بال شریف کندھوں تک نہ ہوتے تھے کندھوں سے قریب ہوتے تھے کان کی گدیوں سے نیچے اور کندھوں سے اوپر یہ اکثری حالت کا ذکر ہے۔

وَعَنِ ابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ الْاَسَدِيُّ لَوْلَا طُوْلُ جُمَّتِهٖ وَاِسْبَالُ اِزَارِهٖ فَبَلَغَ ذٰلِكَ خُرَيْمًا فَاَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهٗ اِلٰى اُذُنَيْهِ وَرَفَعَ اِزَارَهٗ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۲۶۱) روایت ہے ابن حنظلیہ سے ۱؎ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صاحب ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ خریم اسدی ۲؎ اچھے آدمی ہیں، اگر ان کے جمہ کی درازی اور ان کے تہبند کا گھسٹنا نہ ہوتا ۳؎ یہ خبر جناب خریم کو پہنچی تو انہوں نے چھری لی تو اس سے اپنے گیسو اپنے کانوں تک کاٹ دیئے اور اپنا تہبند اپنی آدھی پنڈلیوں تک اونچا کر لیا ۴؎ (ابوداؤد)

(۴۲۶۱) ۱؎ آپ کا نام سہیل ابن ربیع ابن عمرو ہے حنظلیہ آپ کی ماں کا نام ہے سہیل صحابی ہیں بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے بڑے گوشہ نشین تارک الدنیا عالم و عامل بزرگ تھے۔ لاولد تھے شام میں قیام رہا دمشق میں وفات ہوئی۔ امارت امیر معاویہ کے شروع میں وفات پائی۔ ۲؎ آپ کا نام خریم ابن اخرم ابن سداد ابن عمرو ابن فاتک ہے شام میں قیام رہا۔ صحابی ہیں قبیلہ بن اسد

marfat.com

سے ہیں۔ جو یمن کا مشہور قبیلہ ہے۔ ۳۔ یہ فرمان عالی حضرت خریم کی غیر موجودگی میں ہوا معلوم ہوا کہ کسی کی پس پشت اس کی برائی بیان کرنا درست ہے جب کہ اس کی اصلاح مقصود ہو۔ اگرچہ سر کے بالوں کا کچھ دراز ہونا ممنوع نہیں مگر چونکہ ان کی نیت اظہار فخر کی تھی اس لئے اس سے منع فرمادیا گیا اس لئے بالوں کے ساتھ درازی تہبند کا ذکر فرمایا ورنہ خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے بال شریف کبھی دراز ہوتے تھے۔ ۴۔ خیال رہے کہ مردوں کے لئے دونوں حکم ہیں یعنی سر کے بال کٹوانا تہبند اونچا پہننا عورتوں کو یہ دونوں کام حرام ہیں عورتیں اپنے سر کے بال خود دراز رکھیں ہرگز نہ کٹوائیں تہبند نیچا باندھیں ہاں احرام سے فارغ ہونے پر عورتیں بالوں کی نوکیں ایک پورا کٹوادیں (مرقات) یہ بھی خیال رہے کہ مرد کو لمبے بال رکھنا ان میں عورتوں کی سی مانگ چوٹی کرنا حرام ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَتْ لِیْ ذُوَابَةٌ فَقَالَتْ لِیْ اُمِّیْ لَا اَجُزُّهَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُدُّهَا وَيَاْخُذُهَا۔

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۲۶۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میرے گیسو تھے تو میری والدہ نے فرمایا کہ میں انہیں نہ کاٹوں گی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہیں کھینچتے اور انہیں پکڑتے تھے ا۔ (ابوداؤد)

(۴۲۶۲) ا۔ چنانچہ حضرت انس نے اپنے اگلے سر کے بال کبھی نہ کٹوائے انہیں قبر میں ساتھ لے گئے۔ کیونکہ ان بالوں کو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک لگا کرتے تھے حالانکہ سر کے بعض بال رکھنا بعض کٹوانا ممنوع ہے مگر اس خصوصیت نے یہ ممانعت دور کردی اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی مس کی ہوئی چیزوں سے تبرک حاصل کرنا سنت صحابہ ہے مدینہ منورہ کی زمین پاک کی خاک بھی تبرک ہے کہ اسے کبھی وہ تلوے لگے ہیں جو عرش اعظم پر گئے تھے شعر:۔

☆ کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگ اسود کے ☆ یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے ☆

اس حدیث سے تصوف کے بہت مسائل حاصل ہو سکتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت انس سے ان کے بچپن سے ہی بڑی محبت تھی حضور پیار میں ان کے سر کے اگلے حصہ پر ہاتھ شریف رکھتے بالوں کو بٹتے تھے آپ اس واقعہ کی طرف اشارہ فرما رہی ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْهَلَ اٰلَ جَعْفَرٍ ثَلٰثًا ثُمَّ اَتَاهُمْ فَقَالَ لَا تَبْكُوْا عَلٰى اَخِیْ بَعْدَ الْيَوْمِ ثُمَّ قَالَ ادْعُوْا لِیْ بَنِیْ اَخِیْ نَجِیٍّ بِنَا كَاَنَّا اَفْرُخٌ فَقَالَ ادْعُوْا لِیَ الْحَلَّاقَ فَاَمَرَهٗ فَحَلَقَ رُءُوْسَنَا۔

رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ)

(۴۲۶۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن جعفر سے ا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر کے گھر والوں کو تین دن کی مہلت دی ۲۔ پھر ان کے پاس تشریف لائے فرمایا آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا ۳۔ پھر فرمایا کہ میرے بھتیجوں کو میرے پاس بلاؤ ۴۔ چنانچہ ہم کو لایا گیا گویا کہ ہم چوزے تھے تو فرمایا کہ نائی کو میرے پاس بلاؤ اسے حکم دیا اس نے ہمارے سر مونڈ دیئے ۵۔ (ابوداؤد، نسائی)

(۴۲۶۳) ا۔ حضرت جعفر بھی صحابی ہیں اور ان کے بیٹے عبداللہ ابن جعفر بھی حضرت جعفر جناب علی مرتضیٰ کے بھائی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد کیونکہ جعفر ابن ابی طالب ہیں حضرت جعفر غزوہ موتہ میں شہید ہوئے یہاں اسی کا ذکر ہے ۲۔

marfat.com

تعزیت کے لئے بیٹھنے اور عزیز و اقرباء کے تسلی دینے کے لئے آنے کی مہلت تین دن تک دی جیسے آج کل میت والے تین دن تک چٹائی ڈالتے ہیں یہ سنت سے ثابت ہے اس کا یہاں ذکر ہے بعض لوگ ان دنوں میں میت کے لئے فاتحہ پڑھتے رہتے ہیں یہ بھی بہت اچھا ہے۔ ۳۔ یہاں رونے سے مراد آنکھ کے آنسو نہیں بلکہ تعزیت کے لئے بیٹھنا اور چہرے سے غم کے آثار کا ظاہر ہونا ہے کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا حرام ہے سواء خاوند کے کہ اس کی بیوہ چار ماہ دس دن سوگ کرے۔ ۴۔ یعنی حضرت جعفر کے بچوں کو جو اب یتیم ہو چکے تھے۔ یہ واقعہ غزوہ موتہ کے بعد کا ہے جس میں حضرت جعفر شہید ہوئے تھے ان کے بچوں کے بال بڑھے ہوئے تھے اس لئے چڑیا کے بچوں سے تشبیہ دی گئی ۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ یتیم عزیزوں کی خبر گیری کرنا ان کی ضروریات پوری کرنا سنت ہے اور یہاں بال منڈوا دینا علامت تھی مدت تعزیت ختم ہو جانے کی۔ خیال رہے کہ احرام سے کھلتے وقت کے سواء اور موقعوں پر بال منڈوانا اچھا نہیں مگر حضور انور نے خیال فرمایا کہ اب ان کی والدہ حضرت اسماء بنت عمیس ان کی بالوں کی نگرانی و خدمت نہ کر سکیں گی اپنی عدت و غم و گرفتار رہیں گی اس لئے حضور نے انکے سر منڈوا دیئے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یتیموں کا والی تصرف کر سکتا ہے جیسے حجامت اور ختنہ وغیرہ (مرقات)

وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ الْاَنْصَارِيَّةِ اَنَّ امْرَاَةً كَانَتْ تَخْتِنُ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْهِكِيْ فَاِنَّ ذٰلِكَ اَحْظٰى لِلْمَرْاَةِ وَاَحَبُّ اِلَى الْبَعْلِ۔

رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ هٰذَا الْحَدِيْثُ ضَعِيْفٌ

(۴۲۶۴) روایت ہے حضرت ام عطیہ انصاریہ سے ۱۔ کہ ایک عورت مدینہ میں ختنہ کرتی تھی ۲۔ اس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ مبالغہ کرو کیونکہ یہ عورت کے لئے زیادہ نافع ہے اور خاوند کو زیادہ پسند ۳۔ (ابوداؤد) اور فرمایا یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کا راوی مجہول ہے۔

(۴۲۶۴) ۱۔ آپ کا نام **نسیبہ** بنت کعب ہے کنیت ام عطیہ عظیم الشان صحابیہ ہیں قریباً تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہیں غازیوں کی خدمت زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ ۲۔ اس زمانہ میں قاعدہ یہ تھا کہ بچیوں کی پیدائش کے وقت دائی یا کوئی اور عورت بچی کے نال کے ساتھ کچھ پارہ گوشت 'پیشاب کی جگہ کا بھی کاٹ دیا جاتا تھا اسے لڑکیوں کا ختنہ کہتے تھے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ پارہ گوشت زیادہ نیچے سے نہ کاٹے اولا" تو حدیث صحیح نہیں اگر صحیح بھی ہو تو صرف جواز ثابت کرے گی احناف کے ہاں لڑکی کا ختنہ مکروہ ہے۔ ۳۔ جیسے بچہ کے ختنہ سے صفائی اچھی رہتی ہے ایسے ہی اس ختنہ سے صفائی زیادہ نصیب ہوتی ہے اس سے صحبت میں زیادہ لذت ہوتی ہے مرد کے ختنہ سے عورت کو لذت زیادہ اور عورت کے ختنہ سے مرد کو لذت زیادہ اب اس کا دنیا میں غالبا کہیں رواج نہیں۔

وَعَنْ كَرِيْمَةَ بِنْتِ هَمَّامٍ اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ خِضَابِ الْحِنَّاءِ فَقَالَتْ لَا بَاْسَ وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُهٗ كَانَ حَبِيْبِيْ يَكْرَهُ رِيْحَهٗ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۴۲۶۵) روایت ہے کریمہ بنت ہمام سے ۱۔ کہ ایک عورت نے جناب عائشہ سے مہندی کے خضاب کے متعلق پوچھا ۲۔ آپ بولیں کوئی حرج نہیں لیکن میں اسے ناپسند کرتی ہوں ۳۔ میرے محبوب اس کی مہک ناپسند کرتے تھے ۴۔ (ابوداؤد' نسائی)

(۴۲۶۵) ۱۔ آپ تابعیہ ہیں آپ کے والد کا نام ابراہیم ابن محمد ابن ابراہیم ابن ہمام ہے (مرقات) ۲۔ کہ عورتوں کو اس کا

marfat.com

خضاب ہاتھ پاؤں اور سر میں لگانا کیسا ہے مگر غالب یہ ہے کہ یہاں سر میں مہندی لگانا مراد ہے تاکہ یہ حدیث اس حدیث کے مخالف نہ ہو جس میں عورتوں کو ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا حدیث واضح ہے (مرقات) ۳۔ شاید سائلہ نے حضرت ام المومنین سے پوچھا ہو گا کہ آپ مہندی کیوں نہیں لگاتیں تب آپ نے یہ جواب دیا کہ اس میرے فعل کی وجہ یہ ہے۔ ۴۔ اس حدیث کی بنا پر شوافع کہتے ہیں کہ مہندی میں خوشبو نہیں لہٰذا بحالت احرام اس کا خضاب درست ہے کیونکہ حضور انور کو خوشبو پسند تھی اور مہندی کی بو پسند نہ تھی اگر مہندی میں بھی خوشبو ہوتی تو آپ کو پسند ہوتی امام اعظم فرماتے ہیں کہ مہندی ہے تو خوشبو اس کا خضاب احرام میں جائز نہیں مگر حضور انور کو جنس خوشبو پسند تھی نہ کہ ہر فرد خوشبو یا بعض خوشبوئیں زیادہ پسند تھیں بعض کم جیسے حضور انور کو گوشت پسند تھا مگر بعض جانوروں کے گوشت ناپسند تھے تو اس سے لازم یہ نہیں کہ وہ گوشت گوشت ہی نہیں فقیر کہتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی ازواج پاک کے ہاتھ پاؤں کی مہندی بھی بہتر نہ تھی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک سر میں تو مہندی لگاتی ہی نہ تھیں ان کے بال سفید تھے ہی نہیں ہاتھ پاؤں میں لگاتی تھیں اسے ناپسند فرمایا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور کے پردہ فرمانے کے بعد بھی ازواج پاک حضور کی ناپسند چیزیں استعمال نہ فرماتی تھیں حضور حیات ہیں اپنے ازواج پاک کو بعد وفات ملاحظہ فرما رہے ہیں ان کے حالات سے خوش ہوتے ہیں یہ ناپسندیدگی صرف ازواج پاک کے لئے ہے۔ دوسری عورتوں کے لئے حرج نہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بَايِعْنِيْ فَقَالَ لَا اُبَايِعُكِ حَتّٰى تُغَيِّرِيْ كَفَّيْكِ فَكَاَنَّهُمَا كَفَّا سَبُعٍ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۲۶۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھے بیعت فرمالیجئے ۱۔ تو فرمایا ہم تم کو بیعت نہ کریں گے حتی کہ تم اپنے ہاتھوں میں تبدیلی کرلو یہ ہاتھ تو گویا درندے کے ہاتھ ہیں (ابوداؤد)

(۴۲۶۶) ۱۔ آپ ہند بنت عتبہ ابن ربیعہ ہیں ابوسفیان کی بیوی جناب امیر معاویہ کی والدہ فتح مکہ کے دن ابوسفیان کے اسلام کے بعد آپ اسلام لائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نکاح قائم رکھا بڑی عاقلہ فہیمہ تھیں کبھی زنا کے قریب نہ گئیں جب حضور نے بیعت کے وقت فرمایا کہ زنا نہ کرنا تو آپ بولیں کیا کوئی شریف عورت بھی زنا کر سکتی ہے حضرت عمر کی خلافت میں عین ابو قحافہ کے وفات کے دن فوت ہوئیں حضرت عائشہ نے آپ سے روایات لیں رضی اللہ عنہا (مرقات) عہد فاروقی میں غزوہ قادسیہ و یرموک میں بڑی مجاہدانہ شان سے شریک رہیں بڑی خدمت اسلام کی ۲۔ یہ بیعت علاوہ بیعت اسلام کے کوئی اور تھی کسی خاص معاہدہ پر بیعت اسلام فتح مکہ کے دن کی گئی تھی۔

وَعَنْهَا قَالَتْ اَدْمَتِ امْرَاَةٌ مِنْ وَرَآءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا كِتَابٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَقَالَ مَا اَدْرِيْ اَيَدُ رَجُلٍ اَمْ يَدُ امْرَاَةٍ قَالَتْ بَلْ يَدُ امْرَاَةٍ قَالَ لَوْ كُنْتِ امْرَاَةً لَغَيَّرْتِ اَظْفَارَكِ

(۴۲۶۷) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے جس کے ہاتھ میں کوئی تحریر تھی پردے کے پیچھے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ روک لیا ۱۔ فرمایا میں نہیں جانتا کہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا ہے وہ بولی بلکہ عورت کا ہاتھ ہے ۲۔ فرمایا اگر تو عورت

marfat.com

يَعْنِيْ بِالْحِنَّاءِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

ہوتی تو اپنے ناخن میں تبدیلی کرلیتی یعنی مہندی سے ۳۔ (ابوداؤد، نسائی)

(۴۲۶۷) ۱۔ یعنی تمہارے ہاتھ مردوں کی طرح سفید ہیں ان میں مہندی سے رنگ کرو پھر بیعت کرو اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو مردوں کی طرح چٹے ہاتھ رکھنا مکروہ ہیں اور مردوں کو عورتوں کی طرح ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا مکروہ ہے حتی کہ عورت کو چاندی کی انگوٹھی بہتر نہیں اگر پہنے تو اسے رنگ کرلے تاکہ مردوں کی مشابہت نہ رہے (اشعۃ اللمعات) ۲۔ یعنی اپنا ہاتھ شریف روک لیا اس کے ہاتھ سے خط نہ لیا اظہار ناراضی کے لئے حضور انور نے کسی اجنبی عورت کو ہاتھ نہ لگایا حتی کہ ان کو زبان سے بیعت فرمایا ۳۔ یہ سوال و جواب بھی اظہار ناراضی کے لئے ہیں ورنہ حضور کو خبر تھی کہ یہ عورت کا ہاتھ ہے عورت کا ہاتھ چھپا نہیں رہتا پھر اس کی آواز پہچانی جاتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لُعِنَتِ الْوَاصِلَةُ وَ الْمُسْتَوْصِلَةُ وَالنَّامِصَةُ وَالْمُتَنَمِّصَةُ وَالْوَاشِمَةُ وَ الْمُسْتَوْشِمَةُ مِنْ غَيْرِ دَآءٍ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۲۶۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ بال ملانے والی اور ملوانے والی اور بال اکھیڑنے والی اور اکھڑانے والی گودنے والی اور گودوانے والی پر لعنت کی گئی ا۔ (ابوداؤد)

(۴۲۶۸) ا۔ معلوم ہوا کہ عورت مہندی وغیرہ سے اپنے ناخن رنگین کرے یہ بھی کافی ہے یا مہندی سے ہتھیلیاں رنگے یا صرف ناخن آج کل ناخن پر پالش لگانے کا رواج ہے مگر پالش میں جسامت ہوتی ہے اس لئے اگر ناخنوں پر لگی ہو تو عورت کا وضو یا غسل نہ ہوگا کہ پالش کے نیچے پانی نہ پہنچے گا غرضیکہ ایسی چیز لگائی جاوے جو صرف رنگ دے اس میں جسامت نہ ہو ابھی جو حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں گزرا کہ حضور انور کو مہندی پسند نہ تھی یہ اپنی ازواج پاک کے متعلق تھا کہ حضور انور کی ازواج مطہرات کے لئے مہندی بہتر نہ تھی عام عورتوں کے لئے مہندی بہتر ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْاَةِ وَالْمَرْاَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۲۶۹) روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت کی جو عورتوں کا سا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مرد کا سا لباس پہنے ا۔ (ابوداؤد)

(۴۲۶۹) ا۔ ان چاروں لفظوں کی شرح ابھی کچھ پہلے ہو چکی واصلہ وہ عورت جو دوسری عورت کے بال اپنے سر کے بالوں سے ملائے حسن کیلئے۔ ملانے والی واصلہ بلوانے والی مستوصلہ نامصہ وہ عورت جو اپنے چہرے کے رونگٹے اکھیڑے حسن کے لئے اکھیڑنے والی متنمصہ اکھڑوانے والی مستوصلہ اپنے جسم میں حسن کے لئے گودوا کر نیل وغیرہ بھروانے والی واشمہ اور متوشمہ۔

وَعَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ قِيْلَ لِعَائِشَةَ اِنَّ امْرَاَةً تَلْبَسُ النَّعْلَ قَالَتْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَةَ مِنَ النِّسَآءِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۲۷۰) روایت ہے حضرت ابن ابی ملیکہ سے ا۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ سے کہا گیا کہ ایک عورت نعل پہنتی ہے ۲۔ آپ بولیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرد بننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۲۷۰) ا۔ یعنی جو عورت مردوں کا سا لباس پہنے اس پر لعنت ہے اور جو مرد عورتوں کا سا لباس پہنے اس پر لعنت ہے چاہیے یہ

marfat.com

کہ مرد عورتیں لباس میں ممتاز رہیں عورت پگڑی نہ باندھے مرد دوپٹہ نہ پہنے یوں ہی قمیض شلوار میں زنانہ مردانہ میں فرق رہے ۲۔ آپ کا نام عبداللہ ابن عبید اللہ ابن ابی ملیکہ ہے تیمی قرشی ہیں مشہور جلیل القدر تابعی ہیں سیدنا عبداللہ ابن زبیر کے زمانے میں قاضی مکہ رہے تیس صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے آپ حضرت عائشہ سیدنا عبداللہ ابن عباس اور ابن زبیر وغیرہم سے روایت کرتے ہیں رضی اللہ عنہم ۳۔ یعنی مردوں کے سے جوتے پہنتی ہے۔ نعل عموماً وہ جوتے کہلاتے ہیں جو مردانہ ہو معلوم ہوا کہ مردوں عورتوں کے جوتوں میں بھی فرق چاہیے۔ صورت، لباس، جوتہ، وضع قطع سب ہی میں عورت مردوں سے ممتاز رہے ہاں علم و فضل تقویٰ طہارت میں مردوں سے بڑھ جانے کی کوشش کرے حضرت عائشہ صدیقہ کے متعلق کہا جاتا ہے **رجلته الرای** آپ مردوں کی سی رائے رکھتی تھیں اسلام نے تو نماز و حج و عمرہ، جہاد جیسی عبادات میں بھی عورت و مرد میں امتیاز رکھا ہے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ كَانَ اٰخِرُ عَهْدِهٖ بِاِنْسَانٍ مِنْ اَهْلِهٖ فَاطِمَةَ وَاَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ عَلَيْهَا فَاطِمَةَ فَقَدِمَ مِنْ غَزَاةٍ وَقَدْ عَلَّقَتْ مِسْحًا اَوْ سِتْرًا عَلٰى بَابِهَا وَحَلَّتِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ قُلْبَيْنِ مِنْ فِضَّةٍ فَقَدِمَ فَلَمْ يَدْخُلْ فَظَنَّتْ اَنَّ مَا مَنَعَهٗ اَنْ يَّدْخُلَ مَا رَاٰى فَهَتَكَتِ السِّتْرَ وَفَكَّتِ الْقُلْبَيْنِ عَنِ الصَّبِيَّيْنِ وَقَطَعَتْهُمَا فَانْطَلَقَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيَانِ فَاَخَذَهٗ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا ثَوْبَانُ اذْهَبْ بِهٰذَا اِلٰى اٰلِ فُلَانٍ اِنَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِيْ اَكْرَهُ اَنْ يَّاْكُلُوْا طَيِّبَاتِهِمْ فِيْ حَيٰوتِهِمُ الدُّنْيَا يَا ثَوْبَانُ اشْتَرِ لِفَاطِمَةَ قِلَادَةً مِنْ عَصْبٍ وَسِوَارَيْنِ مِنْ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۲۷۱) روایت ہے حضرت ثوبان سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کرتے تو آپ کے گھر والوں میں جس شخص سے آپ کی آخری ملاقات ہوتی وہ فاطمہ تھیں اور پہلے جن کے پاس تشریف لاتے فاطمہ ہوتیں ۲۔ چنانچہ آپ ایک غزوہ سے تشریف لائے آپ نے اپنے دروازے پر ٹاٹ یا پردہ ڈالا ہوا تھا اور حضرت حسن و حسین کو چاندی کے دو کنگن پہنائے ہوئے تھے ۳۔ تو آپ تشریف لائے مگر اندر نہ آئے ۴۔ آپ سمجھ گئیں کہ حضور کو تشریف آوری سے اس نے روکا جو آپ نے دیکھا ۵۔ چنانچہ انہوں نے پردہ پھاڑ دیا اور دونوں کنگن بچوں سے الگ کر دیئے اور دونوں سے کاٹ دیئے ۶۔ پس دونوں بچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے چلے ۷۔ حضور نے ان دونوں سے وہ لے لئے پھر فرمایا اے ثوبان اسے فلاں کے پاس لے جاؤ ۸۔ یہ لوگ میرے گھر والے ہی ہیں میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ یہ اپنی طیب چیزیں اپنی دنیاوی زندگی میں کھالیں ۹۔ اے ثوبان فاطمہ کے لئے عصب کا ہار ۱۰۔ اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ ۱۱۔ (احمد، ابوداؤد)

(۴۲۷۱) ۱۔ حضرت ثوبان حضور کے آزاد کردہ مشہور غلام ہیں جو حضور انور کے ساتھ سفر و حضر میں ملازم بارگاہ رہتے تھے آپ کے حالات بیان ہو چکے ہیں کہ آپ کا نام شریف ثوبان ابن بجد ہے کنیت ابو عبداللہ حضور کی وفات کے بعد آپ شام چلے گئے مقام رملہ میں حمص میں مقیم رہے ۵۴ھ چون میں وفات پائی ۲۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تشریف لے جاتے تو پہلے سارے گھر والوں سے رخصت ہوتے سب سے آخر میں حضرت فاطمہ زہرا سے رخصت ہوتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے

marfat.com

پہلے جناب فاطمہ کے گھر تشریف لاتے پھر دوسرے اہل بیت کے پاس غرضیکہ جانا بھی اس گھر سے ہوتا اور آنا بھی اسی گھر میں اس گھر کی عزت پر لاکھوں سلام ۳۔ دروازہ کا یہ پردہ غالباً تصاویر والا تھا۔ اور چاندی کے کنگن لڑکوں کے لئے تصاویر والا پردہ یہ دونوں حرام ہیں جناب فاطمہ کو ان کی حرمت کی ابھی تک خبر نہ تھی اسی لئے آپ نے یہ دونوں کام کئے ہوئے تھے ورنہ اہل بیت نبوت دانستہ طور پر ناجائز کام نہیں کرسکتے ۴۔ اظہار ناراضگی کے لئے یہ ایک طریقہ تبلیغ ہے یہ تبلیغ عملی ہے جو قولی تبلیغ سے زیادہ موثر ہوتی ہے یعنی اظہار ناراضگی ۵۔ آپ نے نور ایمانی' فراست ولایت سے معلوم کرلیا کہ اندر تشریف نہ لانے کی وجہ صرف یہ دو کام ہی ہو سکتے ہیں۔ ۶۔ یا تو قطعت تفسیر ہے تب تو دونوں کے معنی ہیں علیحدہ کردیئے یا ف عطف کی ہے یعنی کنگن دونوں صاحبزادوں سے اتار لئے اور توڑ دیئے تاکہ آئندہ یہ بچے انہیں نہ پہن سکیں بہرحال حضور کی صرف ناراضگی ملاحظہ فرما کر یہ دونوں چیزیں ختم کر دیں۔ ۷۔ اس طرح کہ کنگن کے ٹکڑے ان کے ہاتھوں میں تھے۔ جناب فاطمہ نے یہ ٹکڑے ان دونوں کے ہاتھ حضور کی خدمت میں بھیجے تاکہ حضور انہیں اپنے ہاتھ سے خیرات کردیں اور حضور انور کو اس عمل پر اطلاع ہو جاوے اور حضور گھر میں تشریف لاویں۔ ۸۔ وہ لوگ فقراء ہیں انہیں صدقہ کر کے دے آؤ ان کا کام چل جاوے گا۔ جناب فاطمہ زہرا کا یہ ہی منشا تھا۔ ۹۔ یعنی حضرت فاطمہ زہرا بھی ان کنگنوں کو نہ پہنیں کہ اگرچہ ان کے لئے ان کا پہننا جائز ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ میرے اہل بیت جائز آرائش ٹیپ ٹاپ بھی نہ کریں تاکہ ان کے دل دنیا میں نہ لگیں اور آخرت میں ان کے درجات اور بلند ہوں وہ دنیا میں فقر و ریاضت کی زندگی گزاریں چونکہ فاطمہ زہرا کو گزشتہ واقعہ سے غم ہوا تھا اس لئے حضور اکرم نے ان کا غم غلط فرمانے کے لئے اگلا حکم صادر فرمایا تاکہ تسلی ہو۔ ۱۰۔ ایک یمنی کپڑے کا نام بھی عصب ہے جو دھاری دار ہوتا ہے اور ایک دریائی جانور کی ہڈی ہے جو کوڑیوں کے مشابہ ہوتی ہے اسے سکاکر بار کے منکے بنائے جاتے ہیں وہ ہی یہاں مراد ہے بعض نے کہا کہ عصب ایک دریائی جانور کے دانت ہیں جسے فرس فرعون کہتے ہیں (اشعہ) ۱۱۔ اکثر شارحین نے عاج کے معنی ہاتھی دانت کئے ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ یہ بھی ایک دریائی جانور کے دانت ہیں سواء سور اور انسان کے باقی تمام حرام جانوروں کی ہڈی جو خشک ہو پاک ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اکْتَحِلُوْا بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّہٗ یَجْلُوا الْبَصَرَ وَیُنْبِتُ الشَّعْرَ وَزَعَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَتْ لَہٗ مُکْحُلَۃٌ یَکْتَحِلُ بِھَا کُلَّ لَیْلَۃٍ ثَلٰثَۃً فِیْ ھٰذِہٖ وَثَلٰثَۃً فِیْ ھٰذِہٖ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۲۷۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اثمد سرمہ لگایا کرو۔ کہ وہ نگاہ میں جلا دیتا ہے اور بال اگاتا ہے ۲۔ انہوں نے گمان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سرمہ دانی تھی جس میں سے ہر رات سرمہ لگاتے تھے تین سلائیاں اس آنکھ میں اور تین اس میں ۳۔ (ترمذی)

(۴۲۷۲) ا۔ یعنی ہمیشہ اثمد سرمہ لگایا کرو اثمد الف اور میم کے کسرہ ث کے سکون سے ایک خاص سرمہ کا نام ہے جسے اصفہانی سرمہ کہا جاتا ہے یہ ہلکے سرخ رنگ کا سرمہ ہوتا ہے اس بار حج کے موقعہ پر یہ سرمہ مجھے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ سے ملا۔ بعض شارحین کا قول ہے کہ عام سیاہ سرمہ کو ہی اثمد کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ تیہ کا نام اثمد ہے بعض نے کہا کہ جس سرمہ میں تھوڑا مشک حل کرلیا جاوے وہ اثمد ہے مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے عرب میں اب بھی اسی خاص لال سرمہ کو اثمد کہا جاتا ہے۔ ۲۔ یعنی اثمد سرمہ آنکھوں کی روشنی زیادہ کرتا ہے پلک کے بال دراز کرتا ہے اگر نہ ہوں تو اگاتا ہے مرقات میں ہے کہ یہ آنکھ کا پانی خشک کرتا ہے آنکھ

marfat.com

کے زخم اچھے کرتا ہے نگاہ قائم رکھتا ہے غرضیکہ اس میں بہت فائدے ہیں مگر اس کے لئے جسے موافق آجاوے بعض لوگوں کو موافق نہیں آتا۔ غرضیکہ طبیب کی رائے سے اسے استعمال کرنا چاہیے ۳۔ اس طرح کہ پہلے داہنی آنکھ میں دو سلائیاں پھر بائیں آنکھ میں تین پھر داہنی میں ایک اس طرح کہ ابتداء بھی داہنی سے ہو انتہاء بھی داہنی پر۔ ہمیشہ رات کو سوتے وقت اس طرح سرمہ لگانا فقیری اور ضعف بصر کو دور کرتا ہے بعض روایات میں ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سوتے وقت داہنی آنکھ میں تین سلائیاں اور بائیں میں دو لگایا کرتے تھے ہو سکتا ہے کہ کبھی یہ عمل ہو کبھی وہ لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں یہاں زعم کا فاعل حضرت ابن عباس ہیں اور زعم ۔ بمعنی قول ہے نہ کہ ۔ بمعنی وہم عربی میں بہت دفعہ زعم ۔ بمعنی قول استعمال ہوتا ہے بعض شارحین نے کہا کہ زعم کا فاعل محمد ابن حمید ہیں جو امام ترمذی کے شیخ ہیں مگر پہلا احتمال قوی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتَحِلُ قَبْلَ اَنْ يَنَامَ بِالْاِثْمِدِ ثَلٰثًا فِيْ كُلِّ عَيْنٍ قَالَ وَقَالَ اِنَّ خَيْرَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ اللَّدُّ وَالسَّعُوْطُ وَالْحِجَامَةُ وَالْمَشْيُ وَخَيْرَ مَا اكْتَحَلْتُمْ بِهِ الْاِثْمِدُ فَاِنَّهُ يَجْلُوا الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ وَاِنَّ خَيْرَ مَا تَحْتَجِمُوْنَ فِيْهِ يَوْمُ سَبْعَ عَشْرَةَ وَيَوْمُ تِسْعَ عَشْرَةَ وَيَوْمُ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ عُرِجَ بِهٖ مَا مَرَّ عَلٰى مَلَاٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِلَّا قَالُوْا عَلَيْكَ بِالْحِجَامَةِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

(۴۲۷۳) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے اثمد سرمہ لگاتے تھے ہر آنکھ میں تین سلائیاں ۱؎ فرماتے ہیں کہ حضور فرماتے تھے کہ بہترین دوا جو تم کرو وہ لیپ ہے ۲؎ اور نسوار ۳؎ اور پچھنے اور جلاب ۴؎ اور بہترین وہ سرمہ جو تم لگاؤ اثمد ہے کہ وہ نگاہ میں جلا دیتا ہے اور بال اگاتا ہے ۵؎ اور بہترین دن جس میں تم فصد لو سترہ تاریخ ہے اور انیس تاریخ اور اکیسواں دن ۶؎ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب معراج کرائی گئی تو آپ فرشتوں کی کسی جماعت پر نہ گزرے مگر انہوں نے یہ ہی عرض کیا کہ فصد اختیار کرو ۷؎۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن' غریب ہے۔

(۴۲۷۳) ۱؎ یعنی رات کو سوتے وقت سرمہ لگاتے تھے۔ دوپہری میں سوتے وقت نہیں سنت یہ ہی ہے کہ رات کو سوتے وقت سرمہ لگائے دن میں سرمہ لگانا جمعہ کی نماز کے لئے عیدین کے لئے سنت ہے یوں ہی عاشورہ کے دن اور روزانہ شب کو سنت ہے۔ ۲؎ ہر لیپ کو لدود نہیں کہتے بلکہ جو لیپ منہ کے اندرونی حصہ میں کیا جاوے ایک طرف یا دو طرفہ جیسے گلے آجانے کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ ۳؎ ناک میں دوا چڑھانا سعوط ہے خواہ پتلی دوا چڑھائی جاوے یا خشک دوا اکثر دماغی امراض میں نسوار مفید ہوتی ہے۔ ۴؎ پیٹ کے امراض کے لئے جلاب بہترین علاج ہے خصوصاً سناء مکی کا جلاب عرب شریف میں عموماً سناء کا جلاب لیا جاتا ہے۔ دموی امراض میں فصد یا پچھنے بہترین علاج ہیں مگر ان لوگوں کے لئے جن کے جسم میں خون زیادہ ہو یا خون میں جوش یا فساد آگیا ہو جلاب اور فصد ہمیشہ طبیب حاذق کی رائے سے کرنا چاہیے بعض شارحین نے فرمایا کہ حجامت' فصد میں فرق ہے سنگی کے ذریعہ خون نکالنا حجامت ہے اور پچھنے سے خون نکالنا فصد۔ ۵؎ اس کی شرح ابھی ہو چکی کہ بال سے مراد پلک کے بال ہیں یہ فائدے ان لوگوں کے لئے ہیں جنہیں اثمد سرمہ موافق آجاوے ناموافق ہونے کی صورت میں نقصان کرتا ہے اس لئے آنکھ کی بیماری والے طبیب کے مشورہ سے یہ سرمہ استعمال کریں۔ ۶؎ ان تاریخوں کی ترجیح کی پوری وجہ انشاء اللہ کتاب الطب والرقی میں ہوگی۔ یہاں

marfat.com

اتنا سمجھ لو کہ چاند کی شروع تاریخوں میں خون میں جوش ہوتا ہے اور آخری تاریخوں میں سکون لہٰذا درمیانی تاریخیں اختیار کی گئیں جبکہ نہ پورا جوش نہ بالکل سکون یہ تاریخیں چاند کی معتبر ہیں۔ نہ کہ انگریزی اور تاریخیں طاق چاہئیں جفت نہ ہوں۔ ۷۔ فصد میں جسمانی' روحانی بہت فوائد ہیں حدیث شریف میں ہے کہ سر میں فصد کرانے میں جنون' جذام' برص' زیادتی نیند' دانتوں کی تکالیف دور ہوتی ہیں دوسری روایت میں ہے کہ فصد درد سر آنکھ کی دھند کو دفع کرتی ہے۔ اس سے قوت حافظہ زیادہ ہوتی ہے۔ فصد کے لئے بہترین دن جمعرات' دوشنبہ منگل کے دن ہیں۔ جمعہ' ہفتہ اتوار کے دن فصد نہ کرائے۔ بدھ کے دن فصد کرانے سے کوڑھ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ منگل کے دن حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا ہوئی تھی اس دن فصد بہتر ہے۔ (مرقات)

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی الرِّجَالَ وَالنِّسَآءَ عَنْ دُخُوْلِ الْحَمَّامَاتِ ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ اَنْ یَّدْخُلُوْا بِالْمَیَازِرِ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۲۷۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں اور عورتوں کو حمام میں جانے سے منع فرمایا۱۔ پھر مردوں کو اجازت دی کہ وہ تہبند کے ساتھ وہاں جائیں ۲۔ (ترمذی' ابوداؤد)

(۴۲۷۴) ۱۔ کیونکہ حمام میں بہت بے پردگی ہوتی ہے وہاں کے کام کاج والے لوگ بے پردہ نہانے والوں کے سامنے آتے انہیں مالش کرتے' ننگے نہلاتے ہیں جیسا کہ دیکھا گیا ہے۔ ۲۔ عورتوں کو تہبند کے ساتھ بھی حمام میں جانے کی اجازت نہیں کیونکہ ان کا تمام جسم عورت ہے از سر تا قدم ان میں سے کسی عضو کا غیروں کے سامنے کھولنا جائز نہیں' الا عند الضرورۃ۔ لہٰذا اگر یہ حمام میں تہبند باندھ کر بھی غسل کریں تب بھی باقی جسم کھلا رہے گا اور وہاں کے نوکر چاکر ان کو بے پردہ دیکھیں گے مرد تہبند باندھ کر نہائیں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ ان کا سارا جسم ستر نہیں خیال رہے کہ عورتوں کی عورت غلیظ یعنی ناف سے گھٹنے تک غیر محرم عورتوں کو بھی دیکھنا حرام ہے الا بالضرورۃ حمام میں عورتوں کو اگرچہ عورتیں غسل کرائیں مگر یہ بے پردگی ان سے بھی حرام ہے اور عورتیں اس کی احتیاط ہرگز نہیں کرتیں جیسا کہ عموماً دیکھا جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِی الْمَلِیْحِ قَالَ قَدِمَ عَلٰی عَائِشَةَ نِسْوَةٌ مِّنْ اَھْلِ حِمْصَ فَقَالَتْ مِنْ اَیْنَ اَنْتُنَّ قُلْنَ مِنَ الشَّامِ قَالَتْ فَلَعَلَّکُنَّ مِنَ الْکُوْرَةِ الَّتِیْ تَدْخُلُ نِسَآؤُھَا الْحَمَّامَاتِ قُلْنَ بَلٰی قَالَتْ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَخْلَعُ امْرَاَةٌ ثِیَابَھَا فِیْ غَیْرِ بَیْتِ زَوْجِھَا اِلَّا ھَتَکَتْ السِّتْرَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ رَبِّھَا وَفِیْ رِوَایَةٍ فِیْ غَیْرِ بَیْتِھَا اِلَّا ھَتَکَتْ سِتْرَھَا فِیْمَا بَیْنَھَا وَبَیْنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۲۷۵) روایت ہے حضرت ابوالملیح سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ کے پاس حمص کی کچھ عورتیں آئیں ۱۔ آپ نے کہا تم کہاں کی ہو وہ بولیں شام کی آپ نے فرمایا شاید تم اس جہاں کی عورتیں ہو جو حماموں میں جاتی ہیں۔ وہ بولیں ہاں ۲۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کو فرماتے سنا کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر کے علاوہ اپنے کپڑے نہیں اتارتی مگر وہ اپنے اور رب تعالیٰ کے درمیان پردہ پھاڑ دیتی ہے ۳۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے گھر کے علاوہ میں مگر وہ اپنا پردہ اپنے اور اللہ عزوجل کے درمیان پھاڑ دیتی ہے ۴۔ (ترمذی' ابوداؤد)

(۴۲۷۵) ۱۔ آپ کا نام عامر ابن اسامہ ہے ہذلی ہیں **تابعی** ہیں ان کے والد حضرت اسامہ صحابی ہیں بصرہ کے رہنے والے ہیں

marfat.com

۱۲۲ ایک سو بائیس میں وفات پائی ۲۔ حمص شام کا مشہور شہر ہے دمشق اور حلب کے درمیان ہے یہاں ہی حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کا مزار مقدس ہے دمشق سے حلب کے دس یسرے (شامی روپیہ) کرایہ ہے درمیان میں حمص آتا ہے حلب میں زکریا علیہ السلام کا مزار ہے ۲۔ یعنی ہاں واقعی ہمارے علاقہ میں حمام بہت ہیں اور ہمارے ہاں کے مرد و عورتیں حماموں میں غسل کے عادی ہیں معلوم ہوا کہ لفظ بلی اثبات کے جواب میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ۳۔ یعنی عورت اپنے خاوند کے گھر میں خاوند کے پاس تو اپنے کپڑے اتار سکتی ہے اس کے علاوہ کسی کے گھر میں کسی کے سامنے ننگی نہیں ہو سکتی اگرچہ اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہ ہو حتی کہ اکیلے میں بھی بلا ضرورت ننگی نہ رہے لہٰذا عورتوں کا حمام میں ننگے ہونے بھی ممنوع ہوا کہ حمام بھی اسی قاعدے میں داخل ہیں (مرقات) پردہ پھاڑنے سے مراد حیاء و غیرت کا پردہ چاک کرنا ہے یعنی ایسی عورت رب تعالیٰ کے ہاں بے حیاؤں میں شمار ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے لباس بنایا ہی اس لئے ہے کہ اس کے ذریعہ ستر و پردہ پوشی کی جاوے۔ ۴۔ ان دونوں روایتوں کے الفاظ میں قدرے فرق ہے معنی بالکل ایک ہیں وہاں **الستر** تھا۔ یہاں سترحا ہے وہاں **بینهما** تھا یہاں **فیما بینها** ہے وہاں **ربها** تھا یہاں اللہ عزوجل ہے چونکہ محدثین حضور کے الفاظ بعینہ نقل کرتے ہیں اس لئے یہ فرق روایت بھی دکھادیا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتُفْتَحُ لَكُمْ اَرْضُ الْعَجَمِ وَسَتَجِدُوْنَ فِيْهَا بُيُوْتًا يُقَالُ لَهَا الْحَمَّامَاتُ فَلَا يَدْخُلَنَّهَا الرِّجَالُ اِلَّا بِالْاُزُرِ وَامْنَعُوْهَا النِّسَآءَ اِلَّا مَرِيْضَةً اَوْ نُفَسَآءَ۔ (اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۲۷۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تمہارے لئے عجم کی زمین فتح کی جاوے گی ۱۔ اور تم اس میں ایسے گھر پاؤ گے جنہیں حمامات کہا جاوے گا تو اس میں مرد نہ جائیں مگر تہبندوں کے ساتھ اور وہاں سے عورتوں کو منع کرو سواء بیمار کے یا نفاس والی کے ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۲۷۶) ۱۔ عرب کے پانچ صوبوں کے سواء باقی کو عجم کہتے ہیں اس فتح عجم کی ابتداء زمانہ صدیقی سے ہی ہو چکی تھی پھر خلافت فاروقی و عثمانی میں تو سبحان اللہ مشرق و مغرب فتح ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی ہو بہو درست ہوئی ۲۔ یعنی عورتیں سواء ضرورت کے حمام میں ہرگز نہ نہائیں مرد بلا ضرورت بھی وہاں نہا سکتے ہیں مگر تہبند سے وجہ فرق ابھی کچھ پہلے عرض کی جا چکی۔ حضرت جبر ابن نفر فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عمر کا فرمان آیا اس میں تھا کہ حمام میں مرد بغیر تہبند اور عورتیں بغیر بیماری کے نہ جائیں کھیل صرف تین قسم کے جائز ہیں گھوڑا، بیوی، تیر، حضرت ابو الدرداء حمام میں نہاتے اور اس کی بہت تعریف فرماتے تھے کہ حمام دوزخ کو یاد دلاتا ہے اور بدن کو صاف کرتا ہے یعنی وہاں کرے کی بھڑک سے دوزخ کی بھڑک یاد آتی ہے (مرقات) بعض بیماریوں میں حمام میں نہانا بہت مفید ہے نفاس والی عورت کو حمام سے بہت فائدہ ہوتا ہے اس لئے مریض اور نفاس کا ذکر فرمایا گیا۔ یہ عورتیں بھی حتی الامکان پردہ سے وہاں نہائیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَدْخُلُ الْحَمَّامَ بِغَيْرِ اِزَارٍ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُدْخِلْ حَلِيْلَتَهُ الْحَمَّامَ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ

(۴۲۷۷) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو ۱۔ تو بغیر تہبند حماموں میں نہ جائے ۲۔ اور جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنی بیوی کو حمام میں نہ جانے دے ۳۔ اور جو اللہ

marfat.com

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَجْلِسْ عَلٰى مَائِدَةٍ تُدَارُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ۔

اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنی بیوی کو حمام میں نہ جانے دے ۳۔ اور جو اللہ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو تو ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جہاں شراب کا دور چل رہا ہو ۴۔ (ترمذی، نسائی)

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ

(۴۲۷۷) ۱۔ یعنی توحید سے لے کر قیامت تک تمام ایمانیات پر ایمان رکھتا ہو ایمانیات کے دو کناروں کا ذکر فرما کر تمام عقائد مراد لئے گئے ہیں ایمان سے مراد کامل ایمان ہے۔ ۲۔ کیونکہ وہاں حمام کے ملازمین ملنے ولنے والے اور نہانے والے نائی موجود ہوتے ہیں ان کے سامنے ننگا نہ ہو ہاں اگر تنہائی کی جگہ وہاں مل جاوے تو جائز ہے ۳۔ یعنی اسے وہاں نہ نہانے دے نہ تہبند سے نہ بغیر تہبند وجہ فرق معلوم ہو چکی کہ عورت کا جسم سر سے پاؤں تک ستر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی حمام میں غسل نہ فرمایا مکہ مکرمہ میں مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جو حمام ہے جسے حمام النبی کہتے ہیں یا تو اس لئے کہ وہ حضور کی ولادت گاہ کے قریب ہے یا اس لئے کہ اس جگہ کبھی حضور انور نے غسل کیا ہو گا وہاں حمام بنا دیا گیا یہ مطلب نہیں کہ اس حمام میں حضور نے غسل کیا۔ یہ بھی خیال رہے کہ حمام میں تلاوت قرآن ممنوع ہے۔ ۴۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ جس دسترخوان پر فسق و فجور ہو رہا ہو وہاں کھانا ممنوع ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے لہٰذا اگر شادی میں خاص دسترخوان پر ناچ گانا ہے تو وہاں کھانا نہ کھائے اور اگر اس کے قریب یہ کام ہے خاص دسترخوان پر نہیں تو مشہور متقی نہ کھائے عام مسلمان کھا سکتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ ثَابِتٍ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ شِئْتُ اَنْ اَعُدَّ شَمَطَاتٍ كُنَّ فِيْ رَاْسِهٖ فَعَلْتُ قَالَ وَلَمْ يَخْتَضِبْ وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ وَقَدِ اخْتَضَبَ اَبُوْ بَكْرٍ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ وَاخْتَضَبَ عُمَرُ بِالْحِنَّاءِ بَحْتًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۲۷۸) روایت ہے حضرت ثابت سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ حضرت انس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ اگر میں چاہتا کہ وہ سفید بال گنوں جو آپ کے سر میں تھے تو کر لیتا ۲۔ فرمایا اور خضاب نہ کیا ایک روایت میں یہ زیادہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے مہندی اور وسمہ سے خضاب کیا ۳۔ اور حضرت عمر نے خالص مہندی سے خضاب کیا (مسلم بخاری)

(۴۲۷۸) ۱۔ آپ کا نام ثابت ابن اسلم بنانی ہے کنیت ابو محمد بصرہ کے مشہور بڑے عابد تابعی ہیں حضرت انس کے ساتھ چالیس سال تک رہے چھیاسی سال عمر پائی ۱۲۳ ایک سو تئیس میں وفات ہوئی۔ آپ اکثر حضرت انس سے روایات لیتے ہیں۔ ۲۔ یعنی سر شریف اور ڈاڑھی مبارک میں چند گنتی کے بال سفید تھے جو شمار میں آجاتے پھر خضاب کیسے ہوتا۔ ۳۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق نے پکا لال رنگ کا خضاب کیا جو مہندی اور تھوڑے وسمہ سے حاصل ہوتا ہے اتنا وسمہ شامل نہ کیا کہ سیاہ ہو جاوے کہ سیاہ خضاب مطلقاً ممنوع ہے اور حضرت عمر نے خالص مہندی کا سرخ خضاب کیا لہٰذا خضاب سنت صحابہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يُصَفِّرُ لِحْيَتَهٗ بِالصُّفْرَةِ حَتّٰى يَمْتَلِئَ ثِيَابُهٗ مِنَ الصُّفْرَةِ فَقِيْلَ لَهٗ

(۴۲۷۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ آپ اپنی ڈاڑھی زردی سے پیلی کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے کپڑے زردی سے بھر

marfat.com

لِمَ تَصْبَغُ بِالصُّفْرَةِ قَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْبَغُ بِھَا وَلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْھَا وَقَدْ کَانَ یَصْبَغُ بِھَا ثِیَابَہٗ کُلَّھَا حَتّٰی عِمَامَتَہٗ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِیُّ)

جاتے تھے ا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ زرد خضاب کیوں کرتے ہیں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی سے خضاب کرتے دیکھا ۲۔ اور کوئی چیز آپ کو اس سے پیاری نہ تھی اور اس سے اپنے کپڑے سارے رنگ لیا کرتے تھے حتی کہ اپنے عمامہ کو بھی ۳۔ (ابوداؤد، نسائی)

(۴۲۷۹) ا۔ یعنی ورس خضاب کرتے تھے یہ ایک گھاس ہے جو زعفرانی رنگ دیتی ہے کبھی صرف اس سے خضاب کرتے ہیں کبھی مہدی میں ملا کر کپڑے سے مراد سر سے باندھنے والا کپڑا ہے یا وہ جو خضاب لگا کر داڑھی پر لپیٹ لیا جاتا ہے نہ کہ قمیض و تہبند۔ ۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی شریف میں خوشبو لگاتے تھے جس کا رنگ داڑھی پر اور اس کپڑے پر ظاہر ہو جاتا تھا۔ یہ رنگ خضاب کا نہ تھا یا غسل کے وقت سر و ڈاڑھی شریف میں کوئی چیز مل کر غسل فرماتے تھے صفائی کے لئے یہ رنگ اس کا ہوتا تھا لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور نے خضاب کبھی نہ لگایا۔ ۳۔ یہ ہے سنت کی اتباع کہ اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کسی اور وجہ سے بھی کیا۔ تب بھی حضرت ابن عمر نے اس کام میں اتباع کی دیکھو حضور کا یہ عمل خوشبو استعمال کرنے کی حیثیت سے تھا حضرت ابن عمر نے رنگ ہی کر لیا ان کا دل اتباع رسول کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَوْھَبٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ سَلَمَۃَ فَاَخْرَجَتْ اِلَیْنَا شَعْرًا مِنْ شَعْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَخْضُوْبًا

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۴۲۸۰) روایت ہے حضرت عثمان ابن عبداللہ ابن موہب سے ا۔ فرماتے ہیں کہ میں جناب ام سلمہ کے خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے ہمارے سامنے حضور کے بالوں میں سے ایک بال نکالا خضاب کیا ہوا ۲۔ (بخاری)

(۴۲۸۰) ا۔ آپ تابعی ہیں تیمی ہیں ان کے والد یعنی عبداللہ ابن موہب فلسطینی ہیں وہاں کے قاضی تھے یہ عثمان ثقہ ہیں حضرت ابوہریرہ، ابن عمر، جابر ابن سمرہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ ۲۔ بعض روایات میں ہے کہ سرخ رنگ کا خضاب تھا یا تو حضرت ام سلمہ نے اس بال شریف کو خوشبو میں رکھا تھا یہ رنگ اس خوشبو کا تھا یا حضور نے خوشبو ملی تھی یہ رنگ اس کا تھا یا حضور نے سر شریف میں ٹھنڈک کیلئے مہندی لگائی تھی یہ رنگ اس کی تھی لہٰذا یہ حدیث خضاب نہ لگانے کی احادیث کے خلاف نہیں۔ حضرت ام سلمہ نے حضور کی ڈاڑھی کا بال اپنے پاس تبرکاً رکھا ہوا تھا (مرقات) نہ معلوم یہ وہ بال شریف تھا یا دوسرا بہرحال حضور کا بال شریف تبرک کے لئے رکھنا اس کی زیارت کرنا سنت صحابہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمُخَنَّثٍ قَدْ خَضَبَ یَدَیْہِ وَرِجْلَیْہِ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ ھٰذَا قَالُوْا یَتَشَبَّہُ بِالنِّسَاءِ فَاَمَرَ بِہٖ فَنُفِیَ اِلَی النَّقِیْعِ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَا نَقْتُلُہٗ

(۴۲۸۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مخنث لایا گیا ا۔ جس نے اپنے ہاتھ پاؤں مہندی سے رنگے ہوئے تھے ۲۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا کیا حال ہے لوگوں نے عرض کیا کہ عورتوں کی شکل بناتا ہے تو حکم دیا اسے نقیع کی طرف نکال دیا گیا ۳۔

marfat.com

فَقَالَ اِنِّیْ نُهِیْتُ عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّیْنَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا ہم اسے قتل نہ کریں فرمایا مجھے نمازیوں کے قتل سے منع کیا گیا ہے ۴۔ (ابوداؤد)

(۴۲۸۱) ۱۔ مخنث کا بیان کتاب النکاح میں گزر چکا کہ پیدائشی مخنث ہونا فسق نہیں وہ تو قدرتی چیز ہے ہاں بہ تکلف مخنث بننا اپنی آواز لباس وضع قطع عورتوں کی رکھنا فسق ہے۔ ۲۔ عورتوں کی سی شکل بنانے کے لئے یہ حرکات کرتا تھا جیسا آج کل ہیجڑوں میں دیکھا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیماری بڑی پرانی ہے۔ ۳۔ نقیع مدینہ منورہ کے باہر ایک جنگل ہے جہاں اہل مدینہ کے جانور چرا کرتے تھے اس مخنث کو اس لئے نکال دیا تاکہ اہل مدینہ اس کی صحبت سے بچیں اور اسے عبرت ہو اور توبہ کرے اور پھر واپس آ جائے یہ مطلب نہیں کہ اسے اس حرکت سے منع نہیں فرمایا گیا یہ نکالنا عملی ممانعت ہے۔ ۴۔ یعنی اس مخنث کا نمازیں پڑھنا اس کے مومن ہونے کی علامت ہے اور اس نے کوئی ایسا جرم کیا نہیں جس کی سزا قتل ہو جیسے زنا یا ظلماً قتل لہٰذا اسے قتل نہیں کیا جا سکتا اس فرمان عالی کا یہ مطلب نہیں کہ نمازی آدمی خواہ کیا ہی جرم کرے اسے قتل نہیں کیا جا سکتا۔ خیال رہے کہ یہ مخنث اگر منافق تھا تب تو کوئی اعتراض نہیں اور اگر مخلص مومن تھا تو اس نے یقیناً توبہ کر لی ہوگی توبہ کر کے مرا ہوگا کیونکہ اس صورت میں وہ صحابی ہے اور صحابہ تمام عادل ہیں کوئی فاسق نہیں۔ یعنی کوئی صاحب گناہ پر قائم نہیں رہے ان کی عدالت کی گواہی قرآن کریم دے رہا ہے دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ۔

وَعَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ عُقْبَةَ قَالَ لَمَّا فَتَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ جَعَلَ اَهْلُ مَكَّةَ یَاْتُوْنَهٗ بِصِبْیَانِهِمْ فَیَدْعُوْ لَهُمْ بِالْبَرَكَةِ وَیَمْسَحُ رُءُوْسَهُمْ فَجِیْءَ بِیْ اِلَیْهِ وَاَنَا مُخَلَّقٌ فَلَمْ یَمَسَّنِیْ مِنْ اَجْلِ الْخَلُوْقِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۲۸۲) روایت ہے حضرت ولید ابن عقبہ سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے مکہ فتح کیا تو مکہ والے حضور کے پاس اپنے بچے لانے لگے حضور ان کے لئے دعاء برکت فرماتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے ۲۔ مجھے آپ کے پاس لایا گیا میں خلوق والا تھا تو خلوق کی وجہ سے مجھے مس نہ فرمایا ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۲۸۲) ۱۔ آپ کی کنیت ابو وہب ہے قریشی ہیں حضرت عثمان غنی کے ماں شریکے بھائی ہیں یعنی اروی کے شکم سے وہ بھی پیدا ہوئے فتح مکہ کے دن اسلام لائے بڑے شاعر تھے حضرت عثمان غنی کی خلافت میں کوفہ کے حاکم رہے مقام رقہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ۲۔ سبحان اللہ حضور انور نے فتح مکہ فرمانے پر اہل مکہ کے دل بھی جیت لئے کہ یہ لوگ آج ہی مسلمان ہوئے اور آج ہی حضور انور کے ایسے معتقد ہو گئے کہ اپنے بچوں کو حضور پر پیش کرنے لگے۔ حضور کا کرم کریمانہ ہے کہ ان کے بچوں پر بھی حضور کرم نوازی فرمانے لگے۔ ۳۔ یعنی میرے سر پر ہاتھ تو نہ پھرا مگر دعا فرمائی ہاتھ اس لئے نہ پھیرا تاکہ حضور انور کے ہاتھ میں وہ رنگت والی خوشبو نہ لگ جاوے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِیْ جُمَّةً اَفَاُرَجِّلُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَكْرِمْهَا قَالَ فَكَانَ اَبُوْ قَتَادَةَ رُبَّمَا دَهَنَهَا فِی الْیَوْمِ مَرَّتَیْنِ مِنْ اَجْلِ

(۴۲۸۳) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے بال جمہ ہیں ۱۔ تو کیا میں ان میں کنگھی کروں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اور ان کی خدمت کرو ۲۔ فرماتے ہیں کہ ابو قتادہ بہت دفعہ ان میں

marfat.com

قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَکْرِمْھَا (رَوَاہُ مَالِکٌ)

ایک دن میں دوبار تیل لگاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے کہ ہاں اور ان کی خدمت کرو ۳۔ (مالک)

(۴۲۸۳) ۱۔ جمہ وہ بال ہیں جو کندھوں اور کان کے درمیان ہوں' سر کے بالوں کی تین حدیں ہیں وفرہ' جمہ' لمہ کندھوں سے نیچے مرد کے بال نہ چاہئیں۔ ۲۔ یعنی جو شخص اپنے سر پر بال رکھے تو انہیں پریشان نہ رکھے بال بکھیرے نہ رہے بھوت بنا ہوا نہ رہے سر دھونا' تیل ڈالنا' کنگھی کرنا یہ کام کرتا رہے پھر اس مانگ پٹی میں اتنا بھی مشغول نہ ہو کہ روزہ نماز ہی بھول جاوے۔ ۳۔ اگرچہ اتنا زیادہ مانگ پٹی کرنا بہتر نہیں مگر انہوں نے سمجھا کہ میرے لئے بہتر ہے کہ حضور اقدس نے فرمایا بالوں کی خدمت کرو لہٰذا میرا اور حکم ہے دوسروں کا اور حکم جیسے حضرت انس کی والدہ نے جناب انس کے سر کے اگلے بال نہ ترشوائے خصوصیت کی بنا پر (اشعۃ اللمعات)

وَعَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ نَحَدَّثَتْنِیْ اُخْتِی الْمُغِیْرَۃُ قَالَتْ وَاَنْتَ یَوْمَئِذٍ غُلَامٌ وَلَكَ قَرْنَانِ اَوْ ضَفِیْرَتَانِ فَمَسَحَ رَاْسَكَ وَبَرَّكَ عَلَیْكَ وَقَالَ احْلِقُوْا ھٰذَیْنِ اَوْ قُصُّوْھُمَا فَاِنَّ ھٰذَا زِیُّ الْیَھُوْدِ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۲۸۴) روایت ہے حضرت حجاج ابن حسان سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ ہم انس ابن مالک کے پاس گئے تو مجھے میری بہن مغیرہ نے بتایا بولیں کہ تم اس دن بچے تھے ۲۔ اور تمہارے دو گیسو یا پیشانی پر دو جوڑے تھے ۳۔ تو تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا اور تمہیں دعائے برکت دی اور فرمایا کہ ان دونوں کو مونڈوا دیا اور کتروا دیا کرو کیونکہ یہ یہود کا طریقہ ہے ۴۔ (ابوداؤد)

(۴۲۸۴) ۱۔ تابعی ہیں بصری ہیں امام احمد ابن حنبل نے ایک بار کہا کہ ثقہ ہیں دوسری بار کہا کہ ان سے حدیث لینے میں حرج نہیں۔ یحییٰ ابن معین کہتے ہیں کہ وہ صالح الحدیث ہیں۔ ۲۔ یعنی حضرت انس کے پاس جانے کے واقعہ کی تفصیل مجھے یاد نہیں میری بہن مغیرہ نے مجھے یہ تفصیل سنائی وہ بھی ہم سب کے ساتھ اس دن جناب انس کے پاس گئی تھیں۔ مغیرہ بدل یا عطف بیان ہے اختی سے اور لفظ مغیرہ مشترک ہے عورت و مرد کے درمیان کہ مغیرہ مردوں کے نام بھی ہوتے ہیں عورتوں کے نام بھی۔ ۳۔ قرنان سیہ ہے قرن کا۔ معنی لٹ یا گیسو۔ اور ضفیرتان سیہ ہے ضفہ کا ضفہ ق کے پیش صاد کے شد سے۔ معنی جوڑا یعنی پیشانی کے بال جمع کر کے دھاگہ سے باندھ لئے جاویں۔ ۴۔ یعنی حضرت انس نے تمہارے سر پر ہاتھ بھی پھیرا اور تمہارے لئے دعاء برکت بھی کی اور یہ حکم بھی دیا پہلے گزر چکا ہے کہ قزع سے حضور انور نے ممانعت فرمائی یہ ہی آپ فرما رہے ہیں کہ یا تو کل بال رکھاؤ یا کل کتراؤ یا منڈواؤ بعض بال کتر دینا بعض رکھنا درست نہیں یہ طریقہ یہود ہے۔ آج کل سکھ سر کے بال بہت دراز رکھتے ہیں اور انہیں سر کے وسط جوڑا بنا لیتے ہیں مسلمان کے لئے یہ بھی ممنوع ہے۔

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْاَۃُ رَاْسَھَا۔

(رَوَاہُ النَّسَائِیُّ)

(۴۲۸۵) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ عورت اپنا سر منڈائے ۱۔ (نسائی)

(۴۲۸۵) ۱۔ جیسے مرد کو ڈاڑھی منڈانا حرام ہے ایسے ہی عورت کو سر کے گیسو منڈانا یا کتروانا حرام ہے مرد کی زینت ڈاڑھی سے

marfat.com

ہے عورت کی زینت سر کے گیسوں سے اس میں گفتگو ہے کہ مرد کو سر منڈانا سنت ہے یا رخصت' حق یہ ہے۔ کہ رخصت ہے سنت نہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے صحابہ نے سواء احرام سے کھلنے کے کبھی سر نہیں منڈایا حضرت علی ضرورۃً منڈایا کرتے تھے (مرقات) فقیر کہتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا سر منڈانا ثابت نہیں کترایا کرتے تھے۔

وَعَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ ثَائِرُ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ كَأَنَّهٗ يَأْمُرُهٗ بِإِصْلَاحِ شَعْرِهٖ وَلِحْيَتِهٖ فَفَعَلَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ ثَائِرُ الرَّأْسِ كَأَنَّهٗ شَيْطَانٌ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۴۲۸۶) روایت ہے حضرت عطاء ابن یسار سے ا؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے تو ایک شخص سر اور ڈاڑھی بکھیرے آیا ۲؎ تو اس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا گویا آپ اسے اپنے بال اپنی ڈاڑھی کی درستی کا حکم دے رہے تھے ۳؎ چنانچہ اس نے کر لیا پھر واپس آیا ۴؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ اس سے بہتر نہیں کہ تم میں سے کوئی شیطان کی طرح سر بکھیرے ہوئے آئے ۵؎ (مالک)

(۴۲۸۶) ا؎ آپ کی کنیت ابو محمد ہے ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں مشہور تابعی ہیں مدینہ منورہ میں قیام رہا چوراسی سال عمر پائی ۹۷ھ ستانوے ہجری میں وفات پائی مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوئے اکثر روایات حضرت ابن عباس سے لیتے ہیں۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ ۲؎ اس طرح کہ نہ سر میں تیل کنگھی نہ ڈاڑھی میں دونوں کے بال بکھرے ہوئے تھے جس سے شکل بگڑ گئی تھی بری معلوم ہوتی تھی۔ ۳؎ یعنی آپ نے زبان سے کچھ نہ فرمایا بلکہ ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ان دونوں کو ٹھیک کرے حضور کا ہر عضو مبلغ ہے۔ ۴؎ یعنی مجلس شریف سے باہر گیا وہاں درست کر کے پھر حاضر ہوا۔ ۵؎ شیطان سے مراد مردود جن ہیں یعنی بھوت یہ اپنی بدشکلی میں مشہور ان کی شکل ڈراؤنی ہوتی ہے۔ جیسے فرشتے اچھی صورت سیرت میں مشہور ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ سُمِعَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ نَظِيْفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ كَرِيْمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ جَوَادٌ يُحِبُّ الْجُوْدَ فَنَظِّفُوْا أُرَاهُ قَالَ أَفْنِيَتَكُمْ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِمُهَاجِرِ بْنِ مِسْمَارٍ فَقَالَ حَدَّثَنِيْهِ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ۔

وَعَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ إِلَّا أَنَّهٗ قَالَ نَظِّفُوْا أَفْنِيَتَكُمْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۲۸۷) روایت ہے ابن مسیب سے ا؎ انہیں یہ کہتے سنا گیا کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے پاکی پسند فرماتا ہے ظاہر باطن ستھرا ہے ستھرا پن پسند کرتا ہے ۲؎ کریم ہے کہ کرم پسند کرتا ہے سخی ہے سخاوت پسند فرماتا ہے ۳؎ تو تم صفائی رکھو مجھے خیال ہے کہ فرمایا اپنے صحنوں کو ۴؎ اور یہود سے مشابہت نہ کرو ۵؎ فرماتے ہیں کہ میں نے مہاجر ابن مسمار سے یہ ذکر کیا ۶؎ تو انہوں نے کہا کہ مجھے عامر ابن سعد نے ۷؎ اپنے والد سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی مگر انہوں نے کہا کہ اپنے صحنوں کو صاف رکھو ۸؎ (ترمذی)

marfat.com

(۴۲۸۷) ا۔ آپ کا نام سعید ابن مسیب ہے مشہور تابعی ہیں خلافت فاروقی کے دوسرے سال میں پیدا ہوئے آپ کی کنیت ابو محمد ہے قرشی، مخزومی، مدنی ہیں بڑے محدث، فقیہ، متقی، پرہیزگار تھے حضرت مکحول کہتے ہیں کہ میں طلب علم میں دنیا میں گھوما۔ میں نے چالیس حج کئے مگر سعید ابن مسیب سے بڑا عالم نہ پایا ۹۳ھ ترانوے ہجری میں وفات پائی۔ (مرقات) ۲۔ ظاہری پاکی کو طہارت کہتے ہیں اور باطنی پاکی کو طیب اور ظاہری باطنی دونوں پاکیوں کو نظافۃ کہا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ بندے کی ظاہری باطنی پاکی پسند فرماتا ہے بندے کو چاہیے کہ ہر طرح پاک رہے جسم، نفس روح، لباس، بدن، اخلاق غرضیکہ ہر چیز کو پاک رکھے صاف رکھے۔ اقوال، افعال، احوال، عقائد سب درست رکھے اللہ تعالیٰ ایسی نظافت نصیب کرے۔ ۳۔ کرم و سخاوت میں فرق ہے کریم وہ جو غذائیں ہی سخاوت کرے سخی وہ جو چیزیں سخاوت کرے جس انسان کے اچھے اخلاق ظاہر ہوں وہ کریم ہے (مرقات) ۴۔ یعنی اپنے گھر تک صاف رکھو لباس، بدن وغیرہ کی صفائی تو بہت ہی ضروری ہے گھر بھی صاف رکھو وہاں کوڑا جالا وغیرہ جمع نہ ہونے دو۔ ۵۔ کیونکہ یہود اپنے گھر کے صحن صاف نہیں رکھتے نیز یہود بہت گندے بہت بخیل بڑے خسیس بڑے ذلیل ہیں عیسائی اگرچہ کافر ہیں مگر وہ یہود کی طرح گندے نہیں ان میں کچھ صفائی ہے اگرچہ ان کے بھی دانت میلے منہ بدبودار اور ناخن لمبے ہوتے ہیں ہر طرح کی صفائی تو اسلام نے ہی سکھائی ہے۔ ۶۔ یعنی میں نے یہ حدیث جو سعید ابن مسیب سے سنی تھی مہاجر ابن مسمار کو سنائی اور پوچھا کہ کیا آپ نے بھی یہ حدیث کسی سے سنی ہے مہاجر ابن مسمار زہری ہیں یہ تابعی ہیں ثقہ ہیں۔ ۷۔ عامر ابن سعد ابن ابی وقاص بھی زہری قرشی ہیں تابعی ہیں ۱۰۴ ایک سو چار ہجری میں وفات پائی ہے انہوں نے اپنے والد سے اور حضرت عثمان غنی سے ملاقات کی ہے۔ (مرقات) ۸۔ لہٰذا یہ حدیث موقوف بھی ہے مرفوع بھی سعید ابن مسیب کی روایت میں موقوف ہے اور عامر ابن سعد کی روایت میں مرفوع۔

وَعَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ كَانَ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ اَوَّلَ النَّاسِ ضَيَّفَ الضَّيْفَ وَاَوَّلَ النَّاسِ اخْتَتَنَ وَاَوَّلَ النَّاسِ قَصَّ شَارِبَهٗ وَاَوَّلَ النَّاسِ رَاَى الشَّيْبَ فَقَالَ يَارَبِّ مَاهٰذَا قَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَقَارٌ يَا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ رَبِّ زِدْنِيْ وَقَارًا۔
(رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۴۲۸۸) روایت ہے حضرت یحییٰ ابن سعید سے انہوں نے سعید ابن مسیب کو فرماتے سنا کہ رحمٰن کے خلیل ابراہیم لوگوں میں پہلے وہ ہیں جنہوں نے مہمانوں کی مہمانی کی ا۔ اور لوگوں میں پہلے آپ نے ختنہ کیا ۲۔ اور لوگوں میں پہلے آپ نے اپنی مونچھ تراشی ۳۔ اور لوگوں میں پہلے آپ نے بڑھاپا دیکھا ۴۔ تو عرض کیا یارب یہ کیا رب تعالیٰ نے فرمایا یہ وقار ہے ۵۔ اے ابراہیم عرض کیا یارب میرے وقار کو بڑھا دے ۶۔ (مالک)

(۴۲۸۸) ا۔ اس طرح کہ آپ سے پہلے کسی نے مہمان نوازی کا اتنا اہتمام نہ کیا۔ جتنا آپ نے کیا آپ تو بغیر مہمان کھانا ہی نہ کھاتے تھے۔ ۲۔ آپ سے پہلے انبیاء کرام ختنہ شدہ پیدا ہوئے اور ان کی امتوں نے ختنہ کیا نہیں۔ کیونکہ اس زمانہ میں ختنہ کا شرعی حکم نہ تھا سب سے پہلے آپ کے دین میں ختنہ حکم شرعی بنا اور آپ کی وجہ سے ختنہ سنت ابراہیمی ہوا۔ ۳۔ آپ سے پہلے کسی نبی کی یا مونچھیں بڑھی نہیں یا بڑھیں اور انہوں نے تراشیں مگر ان کے دینوں میں مونچھ کاٹنا حکم شرعی نہ تھا اب آپ کی وجہ سے یہ عمل سنت ابراہیمی ہوا۔ ۴۔ آپ سے پہلے کسی کے بال سفید نہ ہوتے تھے اگرچہ ان کی عمریں صدہا سال ہوتیں سب سے

marfat.com

پہلے آپ کے بال سفید ہوئے۔ آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال ہوئی نوح علیہ السلام کی عمر ڈیڑھ ہزار سال مگر بال کسی کے سفید نہ ہوئے۔ ۵۔ یعنی بال کی سفیدی وقار کا سبب ہے اس سے حلم، صبر، عفو اور بڑی اعلیٰ صفات انسان میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ۶۔ یعنی مجھے حلم و وقار عطا فرما خواہ اس طرح کہ بالوں کی سفیدی بڑھ جاوے جس سے وقار بڑھے یا اس طرح کہ بال ایسے ہی رہیں صرف وقار بڑھے یہ تو رب تعالیٰ کی دین ہے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریف سیاہ رہے وقار سب سے زیادہ عطا ہوا۔

بَابُ التَّصَاوِيْرِ

تصویروں کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

تصاویر جمع ہے تصویر کی۔ بمعنی صورت بنانا یہ جاندار کی حرام ہے بے جان کی جائز ہے تصویر میں مروجہ فوٹو، قلم کی تصویریں، مجسمے سب ہی داخل ہیں کہ غیر جاندار کے حلال ہیں جاندار کے حرام حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں تصاویر حرام نہ تھیں رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **یعملون له ما یشاء من محاریب وتماثیل۔**

وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَآئِكَةُ بَیْتًا فِیْهِ كَلْبٌ وَّلَا تَصَاوِیْرُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۲۸۹) روایت ہے حضرت ابو طلحہ سے ۱۔ فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس گھر میں فرشتے نہیں آتے جس میں کتا ہو نہ اس گھر میں جس میں تصویریں ہوں ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۲۸۹) ۱۔ آپ کا نام سہل ابن زید ہے انصاری ہیں حضرت انس کے سوتیلے والد مگر اپنی کنیت میں مشہور ہیں آپ کا مزار بصرہ میں ہے فقیر نے زیارت کی ہے۔ ۲۔ **ملائکہ** سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں، حافظین، کاتبین اور عذاب کے فرشتے تو ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں کتے سے مراد غیر ضروری کتا ہے اور تصاویر سے مراد جاندار کی تصویریں ہیں جو شوقیہ بلا ضرورت ہوں اور احترام سے رکھی جاویں یہ قیدیں ضرور یاد رہیں لہٰذا نوٹ روپیہ پیسہ کی تصاویر جو ضروری ہیں۔ اور فرش و بستر پر تصاویر جو پاؤں سے روندی جاویں جائز ہیں ان کی وجہ سے فرشتے آنے سے نہیں رکتے۔ بچوں کی گڑیاں ان سے کھیلنا بچوں کے لئے جائز ہے مگر اس کی تجارت ممنوع ہے۔ مذہب امام مالک، بعض نے فرمایا کہ گڑیا سازی کی احادیث منسوخ ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ غیر منسوخ ہیں۔ (مرقات) اور بچیوں کا گڑیاں بنانا ان سے کھیلنا درست ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَیْمُوْنَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصْبَحَ یَوْمًا دَاجِمًا وَقَالَ اِنَّ جِبْرَئِیْلَ كَانَ وَعَدَنِیْ اَنْ یَّلْقَانِیْ اللَّیْلَةَ فَلَمْ یَلْقَنِیْ اَمَا وَاللّٰهِ مَا اَخْلَفَنِیْ ثُمَّ وَقَعَ فِیْ نَفْسِهٖ جِرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ فُسْطَاطٍ لَهٗ فَاَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِهٖ

(۴۲۹۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ جناب میمونہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن غمگین سویرا کیا ۱۔ اور فرمایا کہ جبریل نے مجھ سے آج رات ملنے کا وعدہ کیا مگر مجھے ملے نہیں واللہ انہوں نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی ۲۔ پھر آپ کے خیال میں ایک کتے کا بچہ آیا جو آپ کے تخت کے نیچے تھا

marfat.com

مَآءً فَنَضَحَ مَكَانَهٗ فَلَمَّا اَمْسٰى لَقِيَهٗ جِبْرِيْلُ فَقَالَ لَقَدْ كُنْتَ وَعَدْتَنِيْ اَنْ تَلْقَانِيْ الْبَارِحَةَ قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا صُوْرَةٌ فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ فَاَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ حَتّٰى اَنَّهٗ يَاْمُرُ بِقَتْلِ كَلْبِ الْحَآئِطِ الصَّغِيْرِ وَيَتْرُكُ كَلْبَ الْحَآئِطِ الْكَبِيْرِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۳۔ حکم دیا وہ نکال دیا گیا پھر اپنے ہاتھ شریف میں پانی لیا اسے اس کی جگہ چھڑک دیا ۴۔ جب شام ہوئی تو حضرت جبریل آپ کو ملے تو فرمایا کہ تم نے مجھ سے آج رات ملنے کا وعدہ کیا تھا وہ بولے ہاں لیکن ہم اس گھر میں نہیں جاتے ۵۔ جہاں کتا ہو نہ وہاں جہاں تصویر ہو اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح اٹھ کر کتوں کے قتل کا حکم دے دیا حتی کہ حضور چھوٹے باغ کے کتے کے قتل کا حکم دیتے تھے بڑے باغ کے کتے کو چھوڑ دیتے تھے ۶۔ (مسلم)

(۴۲۹۰) ۱۔ یعنی آپ صبح کے وقت بہت غمگین اٹھے واجم بنا ہے وجم سے۔ بمعنی خاموشی اور غم، غصہ واجم وہ جو غم کی وجہ سے خاموش ہو۔ ۲۔ یعنی حضرت جبریل صادق الوعد ہیں ناممکن ہے کہ وہ وعدہ خلافی کریں ۳۔ فسطاط ف کے پیش سے خیمہ کو کہتے ہیں یہاں مراد تخت ہے (مرقات) کیونکہ خیمہ سفر میں ہوتا ہے نہ کہ گھر میں۔ ۴۔ کتے کی جگہ پر پانی چھڑکنا تقویٰ احتیاط کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ کتے کا جسم ناپاک نہیں اس کے منہ کا لعاب ناپاک ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر دل میں تکدر ہو جاوے تو اس کی وجہ معلوم کر کے بدلہ کر دے اس میں غور و فکر کرنا بھی عبادت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **ان الذین اتقوا اذا مسھم طٰئف من الشیطان تذکرون** ہمارے متقی بندے وہ ہیں کہ جب انہیں شیطان چھو بھی جاوے تو وہ لوگ سوچ لیتے ہیں۔ ۵۔ یعنی ہم تو حسب وعدہ حاضر ہونے کو تیار تھے مگر آپ کے گھر میں رکاوٹ تھی اس سے معلوم ہوا کہ اگر اپنے گھر میں کتا نہ بھی پالا گیا ہو دوسری جگہ سے ہی آ کر گھر میں بیٹھ جاوے تب بھی **ملائکہ** کی تشریف آوری سے رکاوٹ ہے اس لئے باہر کا کتا بھی نہ آنے دیا جاوے۔ ۶۔ چونکہ بڑے باغوں کی حفاظت بغیر کتے کے مشکل ہے اور چھوٹے باغ کی حفاظت صرف مالک کر لیتا ہے اس لئے یہ فرق رکھا گیا یہ ہی فرق اس زمانہ میں جانوروں کے چھوٹے بڑے ریوڑوں میں رکھا گیا ہو گا کہ بڑے ریوڑوں کی حفاظت کے کتے باقی رکھے گئے ہوں گے مگر اب یہ حدیث منسوخ ہو چکی اب شکار اور گھر بار اور جانوروں کی حفاظت کے لئے کتے پالنا جائز ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَتْرُكُ فِيْ بَيْتِهٖ شَيْئًا فِيْهِ تَصَالِيْبُ اِلَّا نَقَضَهٗ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۲۹۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کوئی ایسی چیز نہ چھوڑتے۔ جس میں تصویریں ہوں مگر اسے توڑ دیتے تھے ۱۔ (بخاری)

(۴۲۹۱) ۱۔ تصالیب جمع ہے تصلیب کی اس کے معنی ہیں صلیب کی شکل بنانا پھر خود صلیب کو تصلیب کہنے لگے اب یہ لفظ بمعنی تصویر استعمال ہوتا ہے یہاں یہ ہی تیسرے معنی مراد ہیں صلیب ٹی کی شکل کی دو لکڑیاں اس طرح T عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسی لکڑیوں کی شکل پر سولی دی گئی لہٰذا یہ لوگ اس کی بہت تعظیم بلکہ اسکی پرستش کرتے ہیں اکثر جگہ صلیبی نشان لگاتے ہیں اور اپنے سینہ پر اسی کے نشان رکھتے ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر کی کسی چیز پر تصویر باقی نہ چھوڑتے تھے اسے پھاڑ دیتے یا توڑ دیتے تھے اس تصویر میں وہ تمام قیدیں ہیں جو شروع باب میں عرض کی گئیں یعنی جاندار کی تصویر غیر ضروری اور محترم لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

marfat.com

وَعَنْهَا اَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِيْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ قُلْتُ اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُقَالُ لَهُمْ اَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ اِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۲۹۲) روایت ہے ان ہی سے کہ انہوں نے ایک پردہ خریدا جس میں تصویریں تھیں ۱۔ پھر جب اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اندر نہ آئے ۲۔ میں نے آپ کے چہرے میں ناپسندیدگی محسوس کی ۳۔ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اللہ رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں ۴۔ میں نے کیا گناہ کیا ۵۔ تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس پردہ کا کیا حال ہے میں نے عرض کیا کہ یہ میں نے آپ کے لئے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور آپ اس سے تکیہ لگائیں ۶۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان تصویروں والے لوگ قیامت کے دن عذاب دیئے جائیں گے ۷۔ ان سے کہا جاوے گا کہ جو تم نے بنایا ۸۔ انہیں زندہ کرو ۹۔ اور فرمایا کہ وہ گھر جس میں تصویر ہو اس میں فرشتے نہیں آتے ۱۰۔ (مسلم بخاری)

(۴۲۹۲) ۱۔ نمرقہ ن اور ر کے کسرہ سے بھی آتا ہے اور ان دونوں کے پیش سے بھی تکیہ، پردہ، زین پر ڈالنے کی چادر ان سب کو نمرقہ کہا جاتا ہے۔ غالباً یہ پردہ تھا جو دروازہ پر لٹکایا گیا تھا۔ اس میں جاندار چیزوں کی تصویریں تھیں۔ ۲۔ اظہار ناراضی کے لئے یہ عملی تبلیغ ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر بااثر عالم یا شیخ کسی فسق کی جگہ نہ جائے تو فسق بند ہو جاوے ایسی صورت میں ہرگز نہ جائے اور اگر اس کے نہ جانے سے اثر نہ پڑے تو جا سکتا ہے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ ۳۔ آپ ہیں مزاج شناس رسول حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ شریف سے کچھ نہ فرمایا مگر آپ نے چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار معلوم کر لئے۔ ۴۔ سبحان اللہ کیسا ایمان افروز کلمہ ہے اس عرض معروض سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ کے ساتھ حضور کا نام لینا بغیر فاصلہ کے بالکل جائز ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **اغناهم الله ورسوله من فضله** لہٰذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول بھلا کرے اللہ رسول کی بڑی مہربانی ہے دوسرے یہ کہ توبہ اور دوسری عبادات میں اللہ کے ساتھ حضور کو راضی کرنے کی نیت کرنا بالکل جائز ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **الله ورسوله احق ان يرضوه** اور فرماتا ہے **ومن يخرج من بيته مهاجرا الى الله ورسوله** صوفیا فرماتے ہیں کہ ہر گناہ میں اللہ تعالیٰ کی بھی ناراضی ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی۔ **عزيز عليه ماعنتم** ہر گناہ سے دو حق تلفیاں ہوتی ہیں لہٰذا ہر گناہ کی توبہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی کرے اور حضور کی بارگاہ میں بھی دونوں ذاتوں سے معافی چاہیے یہاں مرقات نے فرمایا کہ دوبارہ الی فرمانے سے معلوم ہوا کہ دونوں ذاتوں کی طرف رجوع کرنا مستقل ہے کوئی کسی کے تابع نہیں۔ ۵۔ سبحان اللہ گناہ کے علم سے پہلے توبہ کر لی حضور کو راضی کرنے کے لئے رب فرماتا ہے **عفا الله عنك الم اذنت لهم** خطا کے ذکر سے پہلے معافی کا اعلان۔ ۶۔ یعنی میں نے عرض کیا کہ میں نے یہ کپڑا یا تکیہ آپ کی خاطر خریدا ہے اپنے لئے نہیں خریدا مجھے خبر نہ تھی کہ حضور اس سے ناراض ہوں گے۔ ۷۔ اس فرمان سے معلوم ہو رہا ہے کہ تصویریں بنانے والے اور ان کو شوقیہ رکھنے والے دونوں

marfat.com

ہی اس مذکورہ سزا کے مستحق ہیں کیونکہ ام المومنین نے یہ تصاویر بنائی نہ تھیں صرف رکھی تھیں اور حضور نے یہ ارشاد فرمایا (مرقات) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شوقیہ تصویر کھنچوانا بھی حرام ہے کہ تصویر کھچوانے اور تصویر رکھنے میں تصویر بنانے والوں کی امداد ہے گناہ پر مدد کرنا بھی گناہ ہے۔ ۸۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس جگہ تصویر والوں سے مراد تصویر بنانے والے اور تصویر استعمال کرنے سب ہی ہیں اور ان سب پر یہ عتاب ہو گا۔ مگر اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اس سے مراد صرف تصویر بنانے والے ہیں۔ کیونکہ خلقسم انہیں سے کہا جا سکتا ہے بہرحال تصویر بنانا سخت حرام اور تصویر کھچوانا اسے حرمت سے رکھنا اس لئے حرام ہے کہ یہ گناہ پر مدد ہے۔ ۹۔ یہ حکم **تعجیزی** ہے جیسے **فاتوا بسورۃ من مثلہ** میں ہے یعنی اس فرمان کا مقصود مصورین کو عاجز کرنا ہے نہ کہ انہیں روح پھونکنے کا حکم دینا معلوم ہوا کہ ہر حکم وجوب کے لئے نہیں ہوتا ۱۰۔ یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اگرچہ بعض تصویروں کا رکھنا جائز ہے مگر ان سے بھی رحمت کے فرشتے نہیں آتے کیونکہ تکیہ میں تصویر ہو تو جائز ہے کہ اس میں تصویر کا احترام نہیں۔ پھر بھی حضور نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح کی تصویروں سے بھی فرشتے رحمت کے نہیں آتے۔ مگر حق یہ ہے کہ جس تصویر کا رکھنا شرعاً" جائز ہو اس سے رحمت کے فرشتے نہیں رکتے جس کا رکھنا ممنوع ہے اس سے رکتے ہیں اگر یہ تصاویر ذلت سے پڑی تھیں تب یہ فرمان عالی تقویٰ کی تعلیم کے لئے ہے کہ ہمارے اہل بیت کو اس طرح تصویریں رکھنا بھی مناسب نہیں اگر احترام سے تھیں تو یہ فرمان اپنی حقیقت پر ہے اس میں اشارۃ" فرمایا گیا کہ جس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے اس لئے حضور گھر میں نہ آئے (مرقات)

وَعَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ قَدِ اتَّخَذَتْ عَلٰى سَهْوَةٍ لَهَا سِتْرًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ فَهَتَكَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّخَذَتْ مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ فَكَانَتَا فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۲۹۳) روایت ہے انہیں سے کہ انہوں نے اپنے ایک طاق پر پردہ ڈالا جس میں تصویریں تھیں تو اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھاڑ دیا ۱۔ پھر انہوں نے اس کے دو تکئے گھر میں بنا لئے جن پر حضور بیٹھتے تھے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۲۹۳) ۱۔ اس طرح کہ وہ طاق وغیرہ پر لٹکانے کے قابل نہ رہا تب اسے بچھانا پڑا لٹکانے اور بچھانے کے احکام میں فرق ہے ۲۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر تصاویر بستر یا فرش میں ہوں جو پاؤں تلے تصویریں روندی جاتی ہوں تو جائز ہے یہ حدیث بظاہر پچھلی حدیث کے مخالف معلوم ہوتی ہے کہ وہاں تو تکیوں کی تصاویر سے منع فرمایا گیا اور یہاں اس کی اجازت دی گئی۔ لہٰذا یا تو یہ تصویریں جاندار کی نہ تھیں اور اس پردہ کو پھاڑنا اس لئے تھا کہ دیواروں چھت پر غلاف ڈالنا دنیاوی تکلف ہے جس سے اہل بیت کو بچنا چاہیے اور اگر جاندار کی تصاویر تھیں تو ان کے سر کاٹ دیئے گئے تھے جن سے انکا استعمال جائز ہو گیا۔ لہٰذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں (اشعۃ اللمعات) خیال رہے کہ یہ فرق حکم استعمال تصویر کے لئے ہے رہی تصویر سازی وہ مطلقاً" حرام ہے خواہ فرش پر ہو یا بستر میں یا کاغذ یا شیشہ میں یا دیوار وغیرہ میں۔

وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِيْ غَزَاةٍ فَاَخَذْتُ نَمَطًا فَسَتَرْتُهُ عَلَى الْبَابِ فَلَمَّا قَدِمَ فَرَاَى النَّمَطَ فَجَذَبَهُ حَتّٰى هَتَكَهُ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ

(۴۲۹۴) روایت ہے انہیں سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہاد میں تشریف لے گئے تو میں نے ایک باریک چادر بنائی پھر میں نے اسے دروازے پر ڈال دیا ۱۔ جب حضور تشریف لائے تو چادر

marfat.com

لَمْ يَأْمُرْنَا أَنْ نَكْسُوَ الْحِجَارَةَ وَالطِّيْنَ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

دیکھی تو اسے کھینچا حتی کہ اسے پھاڑ دیا ۲۔ پھر فرمایا کہ اللہ نے ہم کو یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھروں اور مٹی کو پہنائیں ۳۔ (مسلم بخاری)

(۴۲۹۴) ۱۔ نمط وہ باریک چادر جو بستر پر بچھائی جاوے زیبائش کے لئے اس کی جمع انماط ہے۔ دروازے پر اس کا ڈالنا زینت کے لئے تھا۔ نہ کہ پردہ کے لئے۔ ۲۔ یہ پھاڑنا مال کی بربادی نہیں بلکہ برائی کا مٹانا ہے اور عملی تبلیغ اور اظہار ناراضی۔ لہٰذا یہ عمل عبادت ہے۔ ۳۔ تکلفا" بلا ضرورت دروازوں دیواروں چھتوں پر غلاف ڈالنا بہتر نہیں چونکہ اہل بیت اطہار کی شان بہت اعلیٰ ہے اس لئے حضور نے انہیں اس سے بھی منع فرمادیا (اشعہ) خیال رہے کہ غلاف کعبہ۔ غلاف روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزرگان دین کے قبور کے غلاف و چادریں قرآن پاک کے جزدان وغیرہ اس حکم میں داخل نہیں کہ وہاں دیواروں کا پہنانا مقصود نہیں۔ بلکہ وہاں اس دینی محترم چیزوں کی عظمت کا اظہار ہے۔ کعبہ، قرآن، روضہ رسول، مزارات اولیاء اللہ شعائر اللہ ہیں اور شعائر اللہ کی تعظیم رکن ایمانی ہے دیکھو اس کی تحقیق شامی جلد اول میں اور ہماری کتاب جاء الحق میں۔

وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۲۹۵) روایت ہے ان ہی سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا قیامت کے دن سب سے سخت عذاب والے وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی خلق سے مشابہت کرتے ہیں ۱۔ (مسلم بخاری)

(۴۲۹۵) ۱۔ یعنی جیسی جاندار کی صورتیں اللہ تعالیٰ بناتا ہے ویسی یہ بناتے ہیں گویا رب تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس سے مقابلہ کرنے والا مستحق عذاب ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِيْ فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً اَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً اَوْ شَعِيْرَةً۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۲۹۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو میری مخلوق کی طرح گھڑنے بنانے لگے ۱۔ تو انہیں چاہیے کہ ایک ذرہ پیدا کریں یا ایک دانہ یا ایک جو پیدا کریں ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۲۹۶) ۱۔ یعنی اس تصویر سازی میں اللہ تعالیٰ سے تشبیہ یا اس سے مقابلہ کی بو ہے لہٰذا اس سے بچے یہ حکم اطاعت ہے ہم حکم کے بندے ہیں۔ بے جان کی تصویریں بنانا درست ہے جاندار کی صورتیں بنانا حرام ہم کو بسر و چشم قبول ہے۔ ۲۔ خیال رہے کہ پرستش کے لئے بت بنانا یا اللہ تعالیٰ کے مقابلہ کے لئے تصویریں بنانا کفر ہے اگر یہ دونوں خیال نہ ہوں تو جاندار کی تصویریں بنانا حرام ہے کفر نہیں۔ پرستش کے چاند سورج کے فوٹو پیپل کے درخت کا مجسمہ بنانا بھی حرام ہے کہ یہ بت سازی ہے۔ خیال رہے کہ غیر جاندار چیزوں میں بندے کے کسب کو دخل ہے لوگ کہتے ہیں کہ یہ باغ میرا لگایا ہوا ہے یہ کھیت میرا اگایا ہوا ہے مگر جاندار چیز میں کسی کے کسب کو دخل نہیں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ چڑیا میری بنائی ہوئی ہے اس لئے جاندار کی تصویر سازی جرم ہے غیر جاندار کی نہیں (مرقات)

marfat.com

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰهِ الْمُصَوِّرُوْنَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۲۹۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ کے نزدیک سخت عذاب والے تصویر بنانے والے ہیں ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۲۹۷) ا۔ یہاں مصورین سے مراد بت سازبت تراش ہیں جو پرستش کے لئے بت بنائیں یا وہ مصور مراد ہیں جو رب تعالیٰ کے مقابلہ کے لئے تصویر سازی کریں یہ دونوں کافر ہیں اور کافر واقعی سخت عذاب کے مستحق ہیں اور اگر مصورین سے مراد عام فوٹو گرافر ہیں تو یہ فرمان عالی ڈرانے کے لئے ہے تاکہ لوگ اس حرکت سے باز آجاویں ورنہ ایسے لوگ فاسق ہیں اور فاسق کا عذاب کافر سے ہلکا ہے یا اس صورت میں ناس سے مراد مسلمان ہیں یعنی گنہگار مسلمانوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر سازوں کو ہوگا تصویر سے مراد جاندار کی تصویر ہے جیسا کہ اوپر گزر گیا اور آگے بھی آرہا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهٗ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسًا فَيُعَذِّبُهٗ فِيْ جَهَنَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَا رُوْحَ فِيْهِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۲۹۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر تصویر ساز (فوٹو گرافر) آگ میں ہوگا ہر تصویر کے عوض جو وہ بنائے ایک ذات بنائی جاوے گی جو اسے دوزخ میں عذاب دے گی ا۔ ابن عباس نے فرمایا کہ اگر تم ضرور یہ ہی کرو تو درخت اور وہ چیزیں بناؤ جن میں جان نہیں ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۲۹۸) ا۔ یا تو اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر میں جان ڈال دی جاوے گی اور وہ سب مل کر اسے عذاب دیں گی یا ہر تصویر کی عوض ایک فرشتہ اس پر مسلط ہوگا جو اسے عذاب دے گا۔ لہٰذا نفس سے مراد یا روح ہے یا ذات دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ ۲۔ اس استثناء سے معلوم ہوا کہ ہر غیر جاندار کی تصویر بنانا جائز ہے بعض علماء نے فرمایا کہ پھل دار درختوں کی تصویر بنانا مکروہ ہے مگر حق یہ ہی ہے کہ مکروہ بھی نہیں ہاں لہو ولعب کی نیت سے بنانا اس لئے مکروہ ہوگا کہ کھیل کود مکروہ ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهٗ كُلِّفَ اَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيْرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ وَمَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى حَدِيْثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ اَوْ يَفِرُّوْنَ مِنْهُ صُبَّ فِيْ اُذُنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ اَنْ يَنْفُخَ فِيْهَا وَلَيْسَ بِنَافِخٍ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۲۹۹) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص ایسی خواب گھڑے جو اس نے دیکھی نہ ہو تو اسے **مکلف** کیا جاوے گا کہ وہ جو میں گرہ لگائے اور نہ کر سکے گا ا۔ اور جو کسی قوم کی بات سنے حالانکہ وہ ناپسند کرتے ہوں یا اس سے بھاگتے ہوں تو قیامت کے دن اس کے کان میں سیسہ ڈالا جاوے گا ۲۔ اور جو تصویر بنائے تو اسے عذاب دیا جاوے گا اور **مکلف** کیا جاوے گا کہ اس میں روح پھونکے حالانکہ وہ پھونکنے والا نہیں (بخاری)

(۴۲۹۹) ا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ جھوٹی خواب گھڑنے سے مراد ہے نبوت یا ولایت کا دعویٰ کرنا اور لوگوں سے یہ کہنا کہ

marfat.com

رب تعالیٰ نے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا فلاں ولی نے مجھے خواب میں فرمایا ہے کہ تو نبی یا ولی ہے یا فلاں غیب کی مجھے خبر دی ہے مگر حق یہ ہے کہ حدیث میں یہ کوئی قید نہیں ہر جھوٹی خواب گھڑنے والا اس سزا کا مستحق ہے خواہ کسی قسم کی خواب گھڑے۔ کیونکہ مومن کی سچی خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور روحی خفی ہے تو خواب گھڑنے والا رب تعالیٰ پر جھوٹا باندھتا ہے اور روحی الٰہی جھوٹی گھڑتا ہے اس لئے عام جھوٹوں سے یہ جھوٹ بڑا سخت مجرم ہے بعض لوگ تبلیغ کے بہانہ جھوٹی خوابیں کسی بڑے کی طرف نسبت کر دیتے ہیں کہ حضور کے روضہ کے فلاں خادم نے خواب میں حضور کو دیکھا آپ نے فرمایا کہ قیامت عنقریب آرہی ہے۔ فلاں فلاں باتیں وغیرہ یہ سب حرام ہے۔ بو میں گرہ لگانے کا حکم دینا وجوب کے لئے نہیں۔ بلکہ عاجز کرنے اور عذاب دینے کے لئے ہے ۲؎ یعنی جو دوسروں کی خفیہ بات چھپ کر سنے اس کے کان میں قیامت کے دن سیسہ گرم کر کے انڈیلا جاوے گا۔ حدیث بالکل ظاہر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں واقعی اسے قیامت میں یہ ہی عذاب ہوگا کہ یہ بھی راز و نیاز کا چور ہے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ شِيْرِ فَكَاَنَّمَا صَبَغَ يَدَهٗ فِيْ لَحْمِ خِنْزِيْرٍ وَدَمِهٖ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۳۰۰) روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نرد شیر کھیل کھیلے ۱؎ تو گویا اس نے اپنے ہاتھ سور کے گوشت اور اس کے خون میں رنگ لئے ۲؎۔ (مسلم)

(۴۳۰۰) ۱؎ فارس کے بادشاہوں میں ایک بادشاہ اردشیر ابن بابک گزرا ہے اس نے یہ جوا ایجاد کیا نرد بمعنی ہار جیت کی بازی اردشیر، اردشیر سے لیا گیا۔ اس لئے اس کھیل کا نام نرد شیر رکھا گیا اردشیر کا جوا اس کی ایجاد کردہ بازی۔ مرقات نے فرمایا کہ اس کا موجد شاپور ابن اردشیر بن بابک ہے۔ ۲؎ سور کے گوشت و خون میں ہاتھ سانا اسے نجس بھی کرتا ہے اور گھنونا عمل بھی ہے اس لئے اس سے تشبیہ دی گئی۔ خیال رہے کہ نرد شیر کی حرمت پر امت کا اجماع ہے شطرنج احناف کے ہاں ممنوع ہے۔ شوافع کے ہاں جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں الی باہر جیت نہ ہو نماز یا جماعت نماز نہ جائے کھیلنے والے گالی گلوچ نہ کریں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اَتَيْتُكَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَكُوْنَ دَخَلْتُ اِلَّا اَنَّهٗ كَانَ عَلَى الْبَابِ تَمَاثِيْلُ وَكَانَ فِي الْبَيْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ وَكَانَ فِي الْبَيْتِ كَلْبٌ فَمُرْ بِرَاْسِ التِّمْثَالِ الَّذِيْ عَلٰى بَابِ الْبَيْتِ فَيُقْطَعُ فَيَصِيْرُ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْيُقْطَعْ فَلْيُجْعَلْ وِسَادَتَيْنِ مَنْبُوْذَتَيْنِ تُوْطَاَنِ وَمُرْ بِالْكَلْبِ فَلْيُخْرَجْ فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۳۰۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس جناب جبریل آئے بولے کہ میں آج رات آپ کے پاس آیا تھا ۱؎ مجھے داخل ہونے سے کسی چیز نے نہ روکا بجز اس کے کہ دروازے پر تصاویر تھیں اور گھر میں باریک کپڑے کا پردہ تھا۔ جس میں تصاویر تھیں ۲؎ اور گھر میں کتا تھا ۳؎ پس آپ حکم دیجئے کہ ان تصویروں کے سر کاٹ دیئے جاویں جو گھر کے دروازے پر ہیں تاکہ وہ درخت کی طرح رہ جاویں ۴؎ اور پردہ کے متعلق حکم دیجئے کہ کاٹ دیا جاوے اور اس کے دو تکئے بنا دیئے جاویں جو پھٹکے رہیں ۵؎ روندے جاویں اور حکم

marfat.com

دیجئے کہ کتا نکال دیا جاوے ۶۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ہی کیا (ترمذی' ابوداؤد)

(۴۳۰۱) ۱۔ آپ کی زیارت آپ کی ملاقات کے لئے نہ کہ وحی الٰہی لے کر جیسا کہ ظاہر ہے۔ ۲۔ قرام' ق کے کسرہ سے۔ بمعنی باریک نقشین۔ ستر کے معنی ہیں پردہ یعنی گھر کے دروازے پر جو پردہ تھا وہ باریک نقشین کپڑے کا تھا۔ جس میں جاندار چیزوں کی تصویریں تھیں۔ پردہ کا باریک یا نقشین ہونا مضر نہیں ہاں اس پر تصویریں ہونا مضر ہے۔ حضرت جبریل کی آمد سے رکاوٹ۔ ۳۔ یعنی باہر سے آیا ہوا کتا جو آپ کے گھر میں آکر بیٹھ گیا تھا۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپکے ازواج پاک نے کتا کبھی نہ پالا معلوم ہوا کہ باہر سے آکر بیٹھ جانے والا کتا بھی **ملائکہ** رحمت کے آنے سے مانع ہو جاتا ہے اس سے بھی احتیاط چاہیے۔ ۴۔ یعنی دروازے کی دیوار یا تختے پر جو تصویریں ہیں ان کی وجہ سے نہ تو دیوار گرائی جاوے نہ پوری تصویر مٹائی جاوے بلکہ ان کے سر کاٹ دیئے جاویں سر کے مٹنے سے وہ حیوانی نہ رہے گی جسم حیوان رہے گا جو درخت کے مشابہ ہے۔ خیال رہے کہ صرف چہرے کے فوٹو کی پرستش تو ہوتی ہے اگرچہ باقی جسم نہ ہو مگر بغیر سر صرف جسم کے فوٹو کی پرستش کوئی نہیں کرتا اس لئے بغیر جسم کے صرف چہرے کا فوٹو رکھنا ممنوع ہے مگر بغیر سر کے صرف جسم کا فوٹو یا تصویر رکھنا ممنوع نہیں یہ مسئلہ اسی حدیث سے مسبط ہوتا ہے۔ اس کی پوری تفصیل کتب فقہ میں دیکھو۔ بلکہ اگر سر کا حصہ الگ نہ کیا جاوے صرف ناک کان ہونٹ کا نقش مٹا دیا جاوے۔ جب بھی جائز ہے۔ ۵۔ یعنی ان کا احترام باقی نہ رہے پاؤں سے روندے جائیں اس سے معلوم ہوا کہ فرش زمین میں یا فرش دری میں اگر تصاویر ہوں تو حرج نہیں کہ ان تصاویر کی حرمت کوئی نہیں۔ تصاویر کی حرمت ہی سخت حرام ہے۔ ہاں تصویر والے فرش پر نماز پڑھنا ممنوع ہے جبکہ اس پر سجدہ ہوتا ہو۔ ۷۔ اس طرح کہ آئندہ کتا گھر میں آنے نہ پائے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ عُنُقٌ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَهَا عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَاُذُنَانِ تَسْمَعَانِ وَلِسَانٌ يَنْطِقُ يَقُوْلُ اِنِّيْ وُكِّلْتُ بِثَلٰثَةٍ بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ وَكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَبِالْمُصَوِّرِيْنَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۳۰۲) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن ایک گردن نکلے گی ۱۔ جس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھتی ہو گی اور دو کان ہوں گے جن سے وہ سنتی ہو گی اور زبان ہو گی جس سے بولے گی کہے گی کہ میں تین شخصوں پر مسلط کی گئی ہوں ۲۔ ہر سرکش جابر ظالم پر اور ہر اس پر جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود پوجے اور تصویر سازوں پر ۳۔ (ترمذی)

(۴۳۰۲) ۱۔ یعنی پورا سر۔ یا پورا جسم عذاب کے فرشتے کا یا آگ کا ایک حصہ بہ شکل سر تیسرے معنی کچھ بعید سے ہیں یہ بڑا ہی خطرناک عذاب کا فرشتہ ہو گا۔ ۲۔ یعنی ان تین قسم کے مجرموں کا عذاب میرے سپرد کیا گیا ہے جیسے سخت مجرم کے لئے حکومت درلی جتھا مقرر کرتی ہے کہ بڑا مجرم ان کے حوالہ کیا جاتا ہے جو انہیں سخت سزا دیتا ہے لوگ اس جتھے کے نام سے ڈرتے ہیں۔ ۳۔ عنید وہ ظالم باغی شخص ہے جو جان بوجھ کر حق کا انکار کرے اس حدیث میں تصویر سازوں کے لئے انتہائی وعید ہے کہ ان کی سزا بت پرستوں کی سزا کے برابر کی گئی ہے خدا کی پناہ۔

marfat.com

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَرَّمَ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْكُوْبَةَ وَقَالَ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ قِيْلَ الْكُوْبَةُ الطَّبْلُ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۳۰۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوا اور طبلہ حرام فرمادیا اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے ۲۔ کہا گیا ہے کہ کوبہ طبلہ ہے ۳۔ (بیہقی الایمان)

(۴۳۰۳) ۱۔ شراب جوئے کی حرمت تو قرآن کریم میں صراحۃ مذکور ہے طبلہ وغیرہ باجوں کی حرمت اشارۃً بیان ہوئی کہ فرمایا **ومن الناس من یشتری لھو الحدیث** کھیل کی چیزوں میں طبلہ بھی داخل ہے۔ ۲۔ نشہ آور چیز خواہ خشک ہو جیسے بھنگ چرس افیون یا پتلی جیسے شراب، تاڑی وغیرہ سب حرام ہیں اس پر تمام امت کا اجماع ہے اختلاف اس میں ہے کہ شراب انگوری کے علاوہ دوسری شرابیں حد نشہ سے کم پینا حرام ہے یا نہیں۔ اس پر بھی اتفاق ہے کہ افیون، بھنگ، چرس وغیرہ خشک نشہ آور چیزیں دواءً استعمال کی جاسکتی ہیں جب کہ نشہ نہ دیں بعض معجونوں میں افیون پڑتی ہے۔ ۳۔ قاموس میں ہے کہ کوبہ ضم کاف، شطرنج، نردشیر، چھوٹا طبل، بربط غرضیکہ یہ لفظ مشترک ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَالْكُوْبَةِ وَالْغُبَيْرَاءِ وَالْغُبَيْرَاءُ شَرَابٌ تَعْمَلُهُ الْحَبَشَةُ مِنَ الذُّرَةِ يُقَالُ لَهَا السُّكُرْكَةُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۳۰۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، شراب اور جوئے اور باجے اور غبیراء سے وہ شراب ہے جسے حبشی لوگ جوار سے بناتے ہیں جسے سکرکہ کہا جاتا ہے ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۳۰۴) ۱۔ اس شراب کا اصلی نام تو سکرکہ ہے غبیراء اسی لئے کہتے تھے کہ گدلی ہوئی ہوتی تھی جوار کی شراب تھی اس کا رواج حبشہ میں بہت تھا سخت نشہ آور تھی حرام کردی گئی۔ جیسے ہندوستان کے بعض علاقوں میں تاڑی پی جاتی ہے یہ بھی حرام ہے۔ کہ نشہ آور ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۳۰۵) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی نرد کھیلے اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ۱۔ (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَجُلًا يَتْبَعُ حَمَامَةً فَقَالَ شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً۔

ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ کبوتر کے پیچھے دوڑ رہا ہے تو فرمایا شیطان شیطانہ کا پیچھا کر رہا ہے ۲۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی شعب الایمان)

(۴۳۰۵) ۱۔ نردشیر کے معنی اور اس کی شرح پہلے کی جاچکی ہے یہ بھی ایک قسم کا جوا ہے لہٰذا حرام ہے پانسوں پر کھیلا جاتا ہے ۲۔ کبوتر باز کو شیطان فرمایا اور کبوتر بازی کو شیطانہ کیونکہ جو چیز رب تعالیٰ سے غافل کردے وہ بھی شیطان ہے اور غافل ہو جانے والا بھی شیطان۔ خیال رہے کہ کبوتر پالنا جائز ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد بلکہ مسجد حرام میں بہت کبوتر پلے ہوئے ہیں پہلے زمانہ میں کبوتروں سے پیغام رسانی کا کام لیا جاتا تھا مگر کبوتر بازی کرنا ممنوع ہے ہر بازی ممنوع ہے کہ یہ نماز تلاوت بلکہ دنیاوی ضروری

marfat.com

کاموں سے غافل کردیتی ہے۔ جیسے مرغ، بٹیر پالنا جائز مگر مرغ بازی بٹیربازی تیتربازی اور انہیں لڑانا حرام ہے خصوصاً جب کہ اس پر مالی ہار جیت ہو کہ اب یہ جواء بھی ہے مرقات میں فرمایا کہ صرف اڑانے کے لئے کبوتر پالنا مکروہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ اِذْ جَآءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ اِنِّيْ رَجُلٌ اِنَّمَا مَعِيْشَتِيْ مِنْ صَنْعَةِ يَدَيَّ وَاِنِّيْ اَصْنَعُ هٰذِهِ التَّصَاوِيْرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فَاِنَّ اللّٰهَ مُعَذِّبُهٗ حَتّٰى يَنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيْهَا اَبَدًا فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيْدَةً وَاصْفَرَّ وَجْهُهٗ فَقَالَ وَيْحَكَ اِنْ اَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيْهِ رُوْحٌ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۳۰۶) روایت ہے حضرت سعید ابن حسن سے ا؎ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس کے پاس تھا کہ ان کے پاس ایک شخص آیا بولا اے ابن عباس میں ایسا شخص ہوں کہ میری روزی میرے ہاتھ کی کاریگری میں ہے اور میں یہ تصویریں بناتا ہوں ۲؎ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں تم کو نہیں خبر دیتا مگر وہ جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کوئی تصویریں بنائے تو اللہ اسے عذاب دے گا ۳؎ حتی کہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں کبھی نہ پھونک سکے گا تو وہ شخص بہت سخت ہانپا ۴؎ اور اس کا چہرہ زرد پڑ گیا ۵؎ تو آپ نے فرمایا تجھے خرابی ہو اگر اس کے بنانے سے تو باز نہ آئے تو اس درخت کو اور ہر اس چیز کو اختیار کر جس میں جان نہیں ۶؎ (بخاری)

(۴۳۰۶) ا؎ آپ خواجہ حسن بصری کے بھائی ہیں حضرت زید ابن ثابت کے آزاد کردہ غلام ہیں آپ کے والد کا نام یسار ہے کنیت ابوالحسن یہ ہی خواجہ حسن بصری کے والد ہیں، سعید تابعی ہیں، بصری میں ثقہ ہیں حضرت ابن عباس ابو ہریرہ وغیرہم سے ملاقات ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ آپ سے قتادہ، عوف وغیرہم نے احادیث روایت کیں۔ ۲؎ یعنی جاندار کی تصویریں بنانا میرا پیشہ ہے اس سے میرا گزارہ ہے مجھے اور کوئی کام آتا نہیں۔ ۳؎ یہاں عذاب سے مراد تمہید عذاب ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے اولاً اس سے روح پھونکنے کو فرمائے گا جب وہ نہ پھونک سکے گا تو عذاب دے گا۔ اگر حلال سمجھ کر تصویر سازی کرتا تھا تو دائمی عذاب ورنہ بہت دراز مدت تک عذاب۔ ۴؎ ربا کے معنی ہیں بلندی اور زیادتی اس لئے بلند زمین کو ربوہ کہتے ہیں اور سود کو ربو کہا جاتا ہے۔ اب اصطلاح میں گھوڑے کی سانس پھول جانے کو ربوہ کہنے لگے۔ جو زیادہ دوڑنے سے پھول جاتی ہے۔ کہ اس میں سانس کی زیادتی ہو جاتی ہے جسے فارسی میں تلواسہ کہتے ہیں۔ اردو میں سانس چڑھ جانا۔ لہٰذا اس کا ترجمہ ہانپنا نہایت موزوں ہے وہ خوف خدا سے ہانپنے لگا۔ جو اسے یہ حدیث سن کر پیدا ہوا۔ ۵؎ یعنی خوف خدا سے اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا غصہ میں چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ اور خوف میں پیلا وہ متفکر ہو گیا کہ اب میں گزارہ کیسے کروں مجھے صرف یہ ہی ہنر آتا ہے اور یہ حرام ہے یہ فکر بھی علامت ایمان ہے۔ ۶؎ یعنی درخت، پہاڑ، مکانات اور دوسری چیزیں اور تمام بے جان چیزوں کی تصویریں بنایا کر اس سے تیرا گزارہ بھی ہو گا اور تو گناہ سے بھی بچا رہے گا۔ خیال رہے کہ یہاں باز نہ آنے سے مراد سرکشی کرنا نہیں بلکہ مجبوری مراد ہے

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى

(۴۳۰۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب نبی

marfat.com

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَکَرَ بَعْضُ نِسَآئِہٖ کَنِیْسَۃً یُقَالُ لَھَا مَارِیَۃُ وَکَانَتْ اُمُّ سَلَمَۃَ وَاُمُّ حَبِیْبَۃَ اَتَتَا اَرْضَ الْحَبَشَۃِ فَذَکَرَتَا مِنْ حُسْنِھَا وَتَصَاوِیْرَ فِیْھَا فَرَفَعَ رَاْسَہٗ فَقَالَ اُولٰٓئِکَ اِذَا مَاتَ فِیْھِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِہٖ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوْا فِیْہِ تِلْکَ الصُّوَرَ اُولٰٓئِکَ شِرَارُ خَلْقِ اللّٰہِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ کی بعض بیویوں نے ایک کیسہ کا ذکر کیا۱؎ جسے ماریہ کہا جاتا تھا اور ام سلمہ ام حبیبہ زمین حبشہ میں پہنچی تھیں ۲؎ تو ان دونوں نے اس کی خوبصورتی اور وہاں کی تصویروں کا ذکر کیا ۳؎ تو حضور نے اپنا سر اٹھایا پھر فرمایا کہ یہ لوگ ان میں جب کوئی نیک آدمی مرجاتا ہے اس کی قبر پر مسجد بنالیتے ہیں ۴؎ پھر اس میں یہ تصویریں بناتے ہیں یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں بدترین ہیں ۵؎ (مسلم بخاری)

(۴۳۰۷) ۱؎ غالبًا کیسہ عیسائیوں کے عبادت خانہ کو کہتے ہیں اور بیعہ یہود کے عبادت خانہ کو بعض نے اس کے برعکس کہا ہے یہ عجمی ہے یونانی زبان میں کیشت تھا اس سے کیسہ بنایا گیا یہ ذکر فرمانے والی بیوی حضرت ام سلمہ تھیں' یا ام حبیبہ۔ ۲؎ یہ دونوں بیسیاں اولا" حبشہ کو ہجرت کر کے گئی تھیں وہاں کئی سال رہ کر پھر مدینہ منورہ آئیں۔ اس لئے وہاں انہوں نے عیسائیوں کا یہ گرجا دیکھا تھا۔ لفظ ماریہ دراصل ماروی تھا۔ یعنی بے مثال گرجا۔ ۳؎ پہلے راہب عیسائیوں نے گرجوں میں اپنے نیک لوگوں کے فوٹو رکھے تھے تاکہ لوگ ان کی عبادات دیکھ کر خود عبادت میں مشغول ہوں بعد میں ان تصویروں کی پرستش شروع ہو گئی (مرقات) ان کے دین میں تصویر سازی حرام نہ تھی اس لئے اسلام نے تصویر سازی حرام فرمادی کہ یہ بت پرستی کی جڑ ہے ہم نے بعض جاہل مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ اپنے پیروں کے فوٹوؤں کو سلام کرتے ہیں بعض کو سجدہ کرتے بھی دیکھا گیا ہے۔ ۴؎ سارے اہل کتاب یہودی ہوں یا عیسائی ان سب کا یہ ہی طریقہ ہے کہ اپنے صالح لوگوں کی قبروں پر یا تو اس طرح عبادت خانہ بناتے ہیں کہ ان کی قبریں فرش کیسہ میں آجاتی ہیں ان پر کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں یا ان کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیتے ہیں کہ ان کی طرف سجدے کرتے ہیں یہ دونوں کام حرام ہیں یہاں مسجد سے مراد سجدہ گاہ ہے ورنہ اہل کتاب مسجدیں نہیں بناتے ہمارے اسلام میں بزرگوں کی قبروں کے پاس بناتے ہیں یہ بہت ہی اچھا ہے۔ جیسے مسجد نبوی اور عام وہ مساجد جو اولیاء اللہ کے مزارات کے قریب بنی ہوئی ہیں ان مسجدوں سے زائرین کا نماز کو آرام بھی رہتا ہے اور وہاں نماز کی قبولیت کی بھی قوی امید ہے۔ ۵؎ کہ یہ گمراہ بھی ہیں اور گمراہ گر بھی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَنْ قَتَلَ نَبِیًّا اَوْ قَتَلَہٗ نَبِیٌّ اَوْ قَتَلَ اَحَدَ وَالِدَیْہِ وَالْمُصَوِّرُوْنَ وَعَالِمٌ لَمْ یُنْتَفَعْ بِعِلْمِہٖ۔

(۴۳۰۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن لوگوں میں سخت تر عذاب والا وہ ہوگا جو نبی کو قتل کرے ۱؎ یا اسے نبی قتل کریں ۲؎ اپنے ماں باپ میں سے کسی کو قتل کرے ۳؎ اور تصویر ساز لوگ اور وہ عالم جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جاوے ۴؎

(۴۳۰۸) ۱؎ جیسے یہود کہ انہوں نے حضرت زکریا اور یحییٰ علیہما السلام بلکہ اور بہت پیغمبروں کو قتل کیا یہ بدترین مخلوق ہیں ۲؎ قتل فی سبیل اللہ یعنی جہاد میں وہ نبی کے مقابل آئے اور نبی کے ہاتھوں مارا جائے ورنہ جسے نبی قصاص یا حد میں قتل کریں وہ اس حکم

marfat.com

سے خارج ہے (مرقات) بعض صحابہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص یا حد میں قتل کرایا ہے ان کا تو بیڑا پار لگ گیا کہ حضور کے ہاتھوں پاک ہو کر گئے۔ ۳۔ ماں یا باپ یا دونوں کو ظلماً قتل کرے اگر بیٹا حاکم ہے وہ اپنے باپ کو قصاص یا حد شرعی میں قتل کرے تو وہ اس حکم سے خارج ہے۔ ۴۔ اس طرح کہ نہ تو عالم اپنے علم پر عمل کرے نہ کسی سے عمل کرائے اپنا علم سینہ میں چھپا کر لے جائے علم دین اللہ رسول کی امانت ہے لوگوں تک پہنچاؤ۔

وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اَلشَّطْرَنْجُ هُوَ مَيْسِرُ الْاَعَاجِمِ

(۴۳۰۹) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ شطرنج عجمیوں کا جوا ہے ا۔

(۴۳۰۹) ا۔ اگر شطرنج پر مالی ہار جیت ہو تو بالاتفاق حرام ہے ورنہ امام ابو حنیفہ قدس سرہ کے نزدیک ممنوع بعض علماء کے نزدیک جائز۔ بشرطیکہ اس کی مشغولیت نماز سے غافل نہ کرے اور دوران کھیل کود گالی گلوچ نہ کرے۔

وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ اَبَا مُوْسَى الْاَشْعَرِيَّ قَالَ لَا يَلْعَبُ بِالشَّطْرَنْجِ اِلَّا خَاطِئٌ۔

(۴۳۱۰) روایت ہے حضرت ابن شہاب سے کہ ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا شطرنج نہ کھیلے گا مگر خطاکار ا۔

(۴۳۱۰) ا۔ یہ احادیث امام اعظم کی دلیلیں ہیں کہ شطرنج مطلقاً ممنوع ہے خواہ اس پر مال کی ہار جیت ہو یا نہ ہو کیونکہ صرف تین کھیلوں کی اسلام میں اجازت ہے شطرنج ان تین کے سواء ہے حضرات صحابہ کرام نے کبھی شطرنج نہ کھیلی نہ کسی حدیث میں اس کی اجازت دی گئی بہرحال مذہب احناف بہت قوی ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ لَعْبِ الشَّطْرَنْجِ فَقَالَ هِيَ مِنَ الْبَاطِلِ وَلَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْبَاطِلَ۔ (رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الْاَرْبَعَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۳۱۱) روایت ہے انہیں سے کہ ان سے شطرنج کھیلنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ باطل سے ہے اور اللہ باطل کو پسند نہیں فرماتا ا۔ ان چاروں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں بیان فرمایا۔

(۴۳۱۱) ا۔ یعنی اللہ تعالیٰ شطرنج کو ناپسند کرتا ہے ایسے موقعہ پر پسند نہ فرمانے کا مطلب ہوتا ہے ناپسند کرنا کسی نے امام مالک سے پوچھا کہ شطرنجی آدمی کی گواہی قبول ہے یا نہیں تو فرمایا کہ جو ہمیشہ کھیلے اس کی گواہی قبول نہیں آپ نے فرمایا کہ شطرنج حق نہیں اور **فماذا بعد الحق الا الضلال** اس کی ممانعت کے متعلق اور بہت احادیث ہیں اگر یہ احادیث ضعیف بھی ہوں تب بھی تعدد اسناد کی وجہ سے حسن ہیں کہ تعدد اسناد ضعیف حدیث کو حسن کر دیتی ہیں۔ (مرقات)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ دَارَ قَوْمٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَرُدُّوْهُمْ دَارٌ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَاْتِيْ دَارَ فُلَانٍ وَلَا تَاْتِيْ دَارَنَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّ فِيْ دَارِكُمْ كَلْبًا قَالُوْا اِنَّ فِيْ دَارِ هِمْ سِنَّوْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسِّنَّوْرُ سَبُعٌ۔

(۴۳۱۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری قوم کے گھر تشریف لے جاتے تھے' ان کے گھروں سے دور تھا۔ یہ ان گھر والوں کو گراں گزرا تو بولے یا رسول اللہ آپ فلاں کے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور ہمارے گھر تشریف نہیں لاتے ا۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس لئے کہ تمہارے گھر میں کتا ہے ۲۔ وہ بولے ان کے گھر

marfat.com

(رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ)

میں بلی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلی تو درندوں میں سے ہے ۳۔ (دار قطنی)

(۴۳۱۲) ۱۔ یعنی حضور انور ہمارے گھر راستہ میں چھوڑ کر دوسرے دور والے گھروں میں تشریف لے جاتے ہیں۔ کیا حضور ہم سے ناراض ہیں آپ کی ناراضی تو حق تعالیٰ کی ناراضی ہے پھر ہم کس کے ہو کر رہیں جسم سے جان آنکھ سے نور ناراض ہو جائے تو نہ جسم کام کا نہ آنکھ کام کی۔ ۲۔ یعنی تمہارے گھر بلا ضرورت کتا پالا ہوا ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے لہٰذا ہم بھی وہاں نہیں آتے یہ انتہائی ناراضی کا اظہار ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت شریف فرشتوں کی سی طبیعت ہے۔ ۳۔ یہ جواب عالی یا تو بطور استفہام انکاری ہے یعنی کیا بلی کتے کی طرح درندہ ہے یعنی یہ درندہ نہیں بلکہ گھر میں چوہوں وغیرہ سے حفاظت کا ذریعہ ہے لہٰذا اس کا حکم کتے کا سا نہیں۔

كِتَابُ الطِّبِّ وَالرُّقٰی

دواؤں اور دعاؤں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

طب ط کے فتح سے بھی ہے کسرہ سے بھی پیش سے بھی مگر فتح مشہور ہے اس کے معنی علاج و دوا طب ط کے فتح سے اسکے معنی جادو بھی ہیں اس لئے مسحور کو مطبوب کہتے ہیں علاج کے تین ارکان ہیں۔ دفع مرض، حصول صحت، دفع اسباب مرض، طب جسمانی قرائن اور طب روحانی قرآن سے ہے اس لئے طب کے اوراق جمع فرمائے گئے رقی جمع ہے رقیۃ کی۔ بمعنی جھاڑ پھونک۔ ناجائز یا شرکیہ الفاظ سے دم کرنا حرام یا کفر ہے جائز دعائیں پڑھ کر دم کرنا سنت ہے۔ جس دم جھاڑ پھونک کے معانی معلوم نہ ہوں انہیں نہ پڑھے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں اور علوم بخشے ہیں وہاں علم طب بھی عطا فرمایا بذریعہ وحی کے بھی اور بذریعہ تجربہ وغیرہ کے بھی حضرت سلیمان علیہ السلام ہر درخت و گھاس سے پوچھا کرتے تھے کہ تجھ میں کیا تاثیر ہے اگر وہ اچھی تاثیر بتاتی تو اس کی کاشت بھی کراتے تھے اور اس کا نام و فوائد لکھ بھی لیتے تھے معلوم ہوا کہ طب کی تدوین آپ نے بھی کی۔ واللہ اعلم (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ دَآءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَآءً۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۴۳۱۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے کوئی بیماری نہ بنائی مگر اس کے لئے شفا بھی اتاری ۱۔ (بخاری)

(۴۳۱۳) ۱۔ موت اور بڑھاپا ان کے سواء تمام امراض کی دوائیں ہیں جب اللہ کسی کو شفاء دینا چاہتا ہے تو طبیب کا دماغ اس کی دوا تک پہنچ جاتا ہے ورنہ طبیب کا دماغ الٹا چلتا ہے علاج غلط کرتا ہے۔ ع چوں قضا آید طبیب ابلہ شود۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

(۴۳۱۴) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

marfat.com

وَسَلَّمَ لِكُلِّ دَآءٍ دَوَاءٌ فَإِذَا أُصِيبَ دَوَاءُ الدَّاءِ بَرَأَ بِإِذْنِ اللّٰهِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بیماری کی دوا ہے جب دوا بیماری تک پہنچادی جاتی ہے تو اللہ کے حکم سے اچھا ہو جاتا ہے۔

(۴۳۱۴) ۱۔ یعنی دوا بیماری دور کرنے میں موثر تو ہے مگر مستقل مؤثر نہیں بلکہ ارادہ الٰہی کے تابع ہے وہ چاہے تو دواء" کو مؤثر بنادے یہاں مرقات نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بیمار کی شفا نہیں چاہتا تو دواء اور مرض کے درمیان ایک فرشتے کے ذریعہ آڑ کر دیتا ہے جس کی وجہ سے دواء مرض پر واقع نہیں ہوتی جب شفاء کا ارادہ ہوتا ہے۔ تو وہ پردہ ہٹادیا جاتا ہے جس سے دواء مرض پر واقع ہوتی ہے اور شفاء ہو جاتی ہے (مرقات) ہم نے بہت بیماروں کو دیکھا کہ دواء ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتی بعد موت ان کے منہ سے دواء نکلتی ہے یہ ہے وہ آڑ۔ ۲۔ احمد نے بروایت حضرت علی مرفوعا" روایت کیا کہ ہر مرض کی دواء اور گناہ کی دواء توبہ ہے خیال ہے کہ دفع مرض کے لئے دواء کرنا مستحب ہے مگر دفع بھوک کے لئے کھانا اور دفع پیاس کے لئے پانی پینا فرض ہے لہٰذا اگر کوئی بیمار دواء کئے مرجائے تو گنہگار نہیں لیکن اگر کوئی بھوکا پیاسا بغیر کھائے پئے مرجائے مرن برت یا بھوک ہڑتال کر کے مرے تو حرام موت مرے گا۔ کیونکہ دواء سے شفا میں یقین نہیں۔ مگر کھانے سے دفع بھوک میں اور پانی سے دفع پیاس میں یقین یا گمان اغلب ہے دواء کرنا توکل کے خلاف نہیں بلکہ توکل کی قسم ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشِّفَآءُ فِيْ ثَلٰثٍ فِيْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ اَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ اَوْ كَيَّةٍ بِنَارٍ وَاَنَا اَنْهٰى اُمَّتِيْ مِنَ الْكَيِّ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۳۱۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شفاء تین چیزوں میں ہے سنگی والے کے نشتر میں ۱۔ یا شہد کے گھونٹ میں ۲۔ یا آگ سے داغ میں ۳۔ اور میں اپنی امت کو داغ سے منع کرتا ہوں (بخاری)

(۴۳۱۵) ۱۔ جب کسی مریض کے بھری سنگی لگاتے ہیں تو پہلے مرض کی جگہ نشتر مارتے ہیں پھر سنگی رکھ کر چوستے ہیں پھر وہاں سنگی جم جاتی ہے جب اکھیڑتے ہیں تو فاسد خون نکل جاتا ہے شرطہ وہ نشتر ہے اور محجم وہ سنگی یا محجم نشتر اور شرطہ نشتر لگانا۔ ۲۔ خواہ خالی شہد کا گھونٹ یا کسی چیز میں مخلوط ہو کر۔ رب شہد کے متعلق فرماتا ہے **فیه شفاء للناس** ۳۔ یعنی کی کرنا۔ لوہا گرم کر کے داغ دینا ان علاجوں کی وجہ اور پچھنے کے مقدم فرمانے کی حکمتیں یہاں مرقات میں دیکھو۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ رُمِيَ اُبَيٌّ يَوْمَ الْاَحْزَابِ عَلٰى اَكْحَلِهٖ فَكَوَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۳۱۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ احزاب کے دن ابی کو ان کی رگ حیات پر تیر مارا گیا ۱۔ تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داغ دیا ۲۔ (مسلم)

(۴۳۱۶) ۱۔ احادیث شریفہ میں داغ سے ممانعت بھی آئی ہے اور داغ لگانا بھی وارد ہے اس لئے محدثین نے ان کی مطابقت کی بہت وجہیں بیان فرمائیں ایک یہ کہ داغ بیان جواز کے لئے ہے اور ممانعت بیان کراہت کے لئے یعنی داغ سے علاج کرنا جائز ہے مگر بہتر نہیں دوسرے یہ کہ جب دوسرے علاج ہو سکتے ہوں تو داغ نہ لگاؤ اگر اس کے سواء اور کوئی علاج نہ ہو تو لگاؤ تیسرے یہ کہ اہل عرب داغ کو آخری یقینی علاج سمجھتے تھے ان کی نظر رب تعالیٰ سے ہٹ کر داغ پر اڑ گئی توکل علی اللہ جاتا رہا تھا تعلیم توکل کے لئے ممانعت فرمائی گئی اگر اللہ پر توکل ہو داغ کو محض دواء سمجھے تو جائز ہے چوتھے یہ کہ جہاں داغ لگانا خطرناک ہو وہاں ممنوع ہے غیر خطرہ

marfat.com

کی صورت میں جائز۔ کی کے معنی ہیں داغ عرب میں لوہا گرم کر کے زخم پر لگا دیتے ہیں اسے کی کہا جاتا ہے ۲۔ حضرت ابی ابن کعب خزرجی انصاری ہیں بڑے قاری تھے آپ ان چھ صحابہ سے ہیں جنہوں نے قرآن کریم حفظ کیا تھا۔ حضور نے آپ کی کنیت ابو المنذر رکھی ۱۹ھ میں مدینہ منورہ میں وصال ہوا احزاب غزوہ خندق کا نام ہے اکحل رگ حیوۃ کو کہتے ہیں یہ کلائی کے درمیان ہوتی ہے جیسے ران کی رگ کو نساء پیٹھ کی رگ کو ابہر کہا جاتا ہے اگر اکحل کٹ جاوے تو خون بند نہیں ہوتا اور موت ہو جاتی ہے اگر اس کو داغ دیا جاوے تو خون بند ہو جاتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ رُمِيَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فِي الْأَكْحَلِ فَحَسَمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ بِمِشْقَصٍ ثُمَّ وَرِمَتْ فَحَسَمَهُ الثَّانِيَةَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۳۱۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ سعد ابن معاذ کی رگ حیات میں تیر مارا گیا۔ تو اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے تیر سے داغ دیا پھر وہ سوج گیا تو اسے دوبارہ داغ دیا ۲۔ (مسلم)

(۴۳۱۷) ا۔ تاکہ خون بند ہو جاوے ابھی پچھلی حدیث میں اس عمل شریف اور ممانعت کی احادیث میں مطابقت عرض کی گئی۔ ۲۔ یہ واقعہ بھی اس غزوہ احزاب میں ہوا کہ حضرت سعد ابن معاذ کی رگ حیوۃ میں تیر لگا۔

وَعَنْهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ طَبِيْبًا فَقَطَعَ مِنْهُ عِرْقًا ثُمَّ كَوَاهُ عَلَيْهِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۳۱۸) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعب کے پاس ایک طبیب بھیجا اس نے آپ کی رگ کاٹ دی پھر اس پر داغ لگا دیا۔ (مسلم)

(۴۳۱۸) ا۔ یعنی ایک بار تیر گرم کر کے زخم پر داغ لگایا مگر پھر ورم آگیا تو دوبارہ تیر سے داغ لگا دیا گیا اس سے بھی داغ کا جواز ثابت ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ہر فن کا ماہر بنایا ہے کہ یعنی داغ لگانا ہر شخص کا کام نہیں اس کے لئے بڑے کمال کی ضرورت ہے۔ ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپریشن بڑا پرانا علاج ہے زمانہ نبوی میں اس کی اصل موجود تھی چیر پھاڑ رگ کی کاٹ چھانٹ یہ ہی اپریشن کی حقیقت ہے چونکہ رگ کٹ جانے سے تمام خون نکل جانے کا اندیشہ تھا اس لئے زخم کو آگ سے جھلسا دیا گیا تاکہ خون بند ہو جاوے اب خون بند کرنے کے لئے ٹیکہ لگایا جاتا ہے ٹیکہ یہاں سے ماخوذ ہو سکتا ہے۔

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ السَّامُ الْمَوْتُ وَالْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ الشُّوْنِيْزُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۳۱۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کلونجی میں موت کے سوا ہر بیماری سے شفاء ہے ا۔ ابن شہاب نے فرمایا ۲۔ کہ سام موت ہے اور کالا دانہ کلونجی ہے ۳۔ (مسلم بخاری)

(۴۳۱۹) ا۔ ہر مرض سے مراد ہر بلغمی اور رطوبت کے امراض ہیں کیونکہ کلونجی گرم اور خشک ہوتی ہے لہٰذا مرطوب اور سردی کی بیماریوں میں مفید ہوگی (اشعہ) ۲۔ حبۃ سوداء تین دواؤں کا نام ہے سیاہ زیرہ، رائی، کلونجی، اس شرح سے معلوم ہوا کہ یہاں کلونجی مراد ہے یہ فرمان عالی ایسا ہے جیسے قرآن کریم کا فرمان **اوتیت من کل شئی** یا جیسے **قدمر قل شئی** کہ کل شئی سے مراد عام چیزیں ہیں یوں ہی یہاں مراد عرب کی عام بیماریاں ہیں (مرقات) یعنی کلونجی عرب کی عام بیماریوں میں مفید ہے خیال رہے کہ

marfat.com

احادیث شریفہ کی دوائیں کسی حاذق طبیب کی رائے سے استعمال کرنی چاہئیں صرف اپنی رائے سے استعمال نہ کریں کہ ہمارے مزاج اہل عرب کے مزاج سے جداگانہ ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَخِیْ اسْتَطْلَقَ بَطْنُہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسْقِہٖ عَسَلًا فَسَقَاہُ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ سَقَیْتُہٗ فَلَمْ یَزِدْہُ اِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ لَہٗ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَاءَ الرَّابِعَۃَ فَقَالَ اسْقِہٖ عَسَلًا فَقَالَ لَقَدْ سَقَیْتُہٗ فَلَمْ یَزِدْہُ اِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَدَقَ اللّٰہُ وَکَذَبَ بَطْنُ اَخِیْکَ فَسَقَاہُ فَبَرَأَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۳۲۰) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا کہ میرے بھائی کا پیٹ چل رہا ہے ا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے شہد پلا دو ۲۔ اس نے پلایا پھر آیا بولا کہ میں نے اسے پلایا اس کے دست بڑھ ہی گئے۔ حضور نے اسے تین بار یہ ہی فرمایا ۳۔ وہ پھر آیا چوتھی بار تو فرمایا اسے شہد پلاؤ وہ بولا کہ میں نے اسے پلایا مگر اس نے پیٹ چلنا ہی بڑھایا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے ۴۔ اس نے پھر شہد پلایا تو آرام ہو گیا ۵۔ (مسلم بخاری)

(۴۳۲۰) ا۔ یعنی دست آرہے ہیں اردو میں بھی دست آنے کو پیٹ چلنا کہا جاتا ہے۔ وہ ہی محاورہ یہاں استعمال ہوا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں خالص شہد مراد ہے حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ دو شفاؤں کو مضبوطی سے پکڑو شہد اور قرآن۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ لاعلاج۔ بیمار اپنی بیوی سے اس کے مہر کا پیسہ لیکر اس سے دوا خریدے اس میں بارش کا پانی ملا کر استعمال کرے انشاء اللہ شفا ہو گی کہ بارش کا پانی مبارک ہے **من السماء ماء مبارکا** اور بیوی کے مہر کا پیسہ برکت والا **نکلواہ ھنیئا مریئا** (مرقات) ۳۔ حضور انور جانتے تھے کہ اس کے پیٹ میں لیس دار بلغمی فضلات جمع ہو گئے ہیں جنہیں شہد خارج کر رہا ہے اس کے خارج ہو جانے کے بعد دست بند ہو جائیں گے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے روزانہ ایک بار بقدر ضرورت شہد پلانے کا حکم دیا اس لئے وقت اور مقدار کا ذکر نہ فرمایا (مرقات) جیسا مریض ویسی مقدار دوا۔ ۴۔ یعنی رب تعالیٰ نے شہد کے متعلق فرمایا **فیہ شفاء للناس** رب تعالیٰ سچا اس کا یہ فرمان سچا۔ تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اس شہد سے شفا حاصل نہ کرنے میں خطا کار ہے دوا مفید ہے قصور پیٹ میں ہے کہ اس سے شفاء حاصل نہیں کرتا یہ مطلب ہے کہ مجھے رب نے وحی فرمائی ہے کہ تیرے بھائی کے پیٹ کو شہد سے شفا ہو گی ابھی اس کا ظہور نہ ہونا اس میں پیٹ کا قصور ہے رب تعالیٰ کی یہ خبر سچی ہے۔ واللہ اعلم۔ ۵۔ طب میں شہد کو دست آور مانا گیا ہے مگر یہاں اس سے دست بند ہوئے یا تو حضور کی برکت سے لہٰذا ہم لوگ دستوں میں شہد استعمال نہ کریں۔ یا اس لئے کہ اس شخص کے دست بدہضمی اور فاسد مادہ کے معدے میں جمع ہو جانے کی وجہ سے تھے اس فاسد مادہ کا نکال دینا ہی ضروری تھا اس لئے پہلی تین بار میں شہد سے دست زیادہ ہوئے جب مادہ سارا نکل گیا دست ٹھہر گئے پیٹ جھوٹے ہونے کے یہ ہی معنی ہیں کہ اس میں خراب مادہ بہت جمع ہو گیا ہے۔ بہرحال حضور کی تجویز کردہ دوا بہت حکمتوں پر مبنی ہے (اشعہ و مرقات) دوسرے طبیب اپنے فن کو حضور پر قیاس نہ کریں انکی طب ظنی ہے حضور کی تجویزیں یقینی ہیں۔ وحی الٰہی سے تائید شدہ (اشعہ)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

(۴۳۲۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَمْثَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ وَ الْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین وہ چیز جس سے تم علاج کرو پچھنے اور قسط بحری ہے ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۳۲۱) ا۔ قسط دو قسم کا ہے قسط بحری جسے قسط اظفار بھی کہتے ہیں اظفار ایک شہر کا نام ہے اس کی طرف نسبت ہے یہ سفید رنگ اور کم گرم ہوتا ہے دوسرا قسط ہندی یہ قسط بحری سے بہترین چیز ہے بہترین خوشبودار ہے جس کی دھونی لی جاتی ہے اس کے نفع بہت ہیں۔ حیض کا خون جاری کرتی ہے بند پیشاب جاری کرتی ہے زہر کو دفع قوت شہوانی کو زیادہ معدہ کے کیڑے مارتی ہے بعض بخاروں کو دور کرتی ہے اس کی دھونی زکام دور کرتی ہے ریح کی دافع ہے اس لئے اطباء اسے بہترین دوا کہتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُعَذِّبُوْا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمْزِ مِنَ الْعُذْرَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالْقُسْطِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۳۲۲) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اپنے بچوں کو دبانے سے تکلیف نہ دو گلے آجانے میں ا۔ تم قسط اختیار کرو ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۳۲۲) ا۔ کبھی بچوں کے حلق میں گلٹیاں نکل آتی ہیں اس کے علاج کے لئے عورتیں اپنی انگلی میں دوا لگا کر حلق میں انگلی ڈال کر دباتی ہیں جس سے بچوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے خون جاری ہو جاتا ہے میں بھی بچپن میں یہ مصیبت بھگت چکا ہوں، حضور نے اس سے منع فرمایا۔ ۲۔ یعنی قسط بحری کو پانی میں حل کر کے مریض کے ناک میں ٹپکا دو کہ دماغ و حلق میں پہنچ جاوے اس علاج سے اطباء حیران ہیں کیونکہ گلے کی گلٹیاں جسے گلے آنا کہا جاتا ہے گرمی سے ہوتی ہیں اور قسط بحری بھی گرم ہے تو گرم کو گرم کیسے دفع کر سکتا ہے مگر اکثر گلے کی گلٹیاں اس خون سے پیدا ہوتی ہیں جس پر بلغم غالب ہو اور قسط بحری بلغم چھانٹنے میں اکسیر ہے لہٰذا اس سے علاج مفید ہے۔

وَعَنْ اُمِّ قَيْسٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَامَ تَدْغَرْنَ اَوْلَادَكُنَّ بِهٰذَا الْعِلَاقِ عَلَيْكُنَّ بِهٰذَا الْعُوْدِ الْهِنْدِيِّ فَاِنَّ فِيْهِ سَبْعَةَ اَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ يُسْعَطُ مِنَ الْعُذْرَةِ وَيُلَدُّ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۳۲۳) روایت ہے حضرت ام قیس سے ا۔ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اپنی اولاد کو اس گلا آنے سے کیوں دباتی ہو ۲۔ تم اس عود ہندی کو اختیار کرو ۳۔ کہ اس میں سات شفائیں ہیں ان میں سے ذات الجنب بھی ہے گلے آنے سے نسوار لی جاوے اور ذات الجنب سے لیپ کیا جاوے ۴۔ (مسلم بخاری)

(۴۳۲۳) ا۔ آپ ام قیس بنت محصن اسدیہ ہیں حضرت عکاشہ کی بہن قدیم الاسلام ہیں۔ ہجرت سے پہلے ایمان لائیں آپ کو مہاجر ام قیس کہا جاتا ہے۔ ۲۔ ان لفظوں کے معنی ابھی پچھلی حدیث میں عرض کئے گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو گلے آنے پر حلق دبانے سے منع فرما رہے ہیں علاق ۔ بمعنی علوق ہے یعنی حلقوم کی آفت ناگہانی، گلے کی گلٹیاں۔ ۳۔ عود ہندی نام ہے قسط بحری کا جس کا ذکر ابھی ہوا بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ قسط ہندی کا نام ہے دونوں قسط گلے آنے میں مفید ہیں۔ ۴۔ یعنی گلا آنے میں قسط بحری کو پانی میں حل کر کے ناک میں نسوار کراؤ اور پسلیوں کے درد میں اس کا پسلیوں پر لیپ کرو ذات الجنب بڑا تکلیف دہ بلکہ مہلک مرض ہے اس میں بھی یہ دوا مفید ہے۔

marfat.com

وَعَنْ عَائِشَةَ وَرَافِعِ ابْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا بِالْمَآءِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۳۲۴) روایت ہے حضرت عائشہ اور رافع ابن خدیج سے ا۔ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ بخار دوزخ کی بھڑک ہے ۲۔ تو اسے پانی سے ٹھنڈا کرو ۳۔ (مسلم بخاری)

(۴۳۲۴) ا۔ حضرت رافع ابن خدیج مشہور صحابی ہیں۔ جنگ احد میں آپ تیر سے زخمی ہوئے آپ سے حضور انور نے فرمایا کہ میں قیامت میں تمہاری گواہی دوں گا۔ اس وقت زخم بھر گیا۔ پھر عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں دوبارہ ہرا ہو گیا۔ اور اسی سے ۷۳ھ تہتر میں وفات ہوئی۔ چھیاسی سال عمر پائی۔ ۲۔ کہ جیسے دوزخ کی آگ فقط ظاہری جسم پر ہی نہ ہو گی بلکہ اندرون بدن میں بھی۔ **تطلع علی الافئدہ** یوں ہی بخار کی تپش دل و جگر پر بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس آگ کے مشابہ ہے۔ ۳۔ یعنی صفراوی بخار والے کو ٹھنڈا پانی پلاؤ اس سے غسل دو یا کپڑا تر کر کے اور بعض اعضاء پر رکھو یہ علاج ہر بخار کے لئے نہیں بلکہ خاص بخاروں کے لئے ہے جو عموماً اہل عرب کو ہوتا ہے ہمارے ہاں بھی بعض بخاروں میں اطباء مریض کے سر پر تو کپڑا بلکہ برف رکھواتے ہیں لہٰذا یہ عمل طبیب کے مشورہ سے کیا جاوے ہمارے ہاں کے اکثر بخاروں میں پانی مضر ہوتا ہے احادیث پاک میں بخار والے کو سات مشکیزوں سے نہلانے کا مشورہ بھی دیا گیا ہے مگر وہ ہی بخار گرمی والے حدیث شریف میں ہے کہ مومن کا ایک شب کا بخار ایک سال کے گناہ معاف کرا دیتا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْعَيْنِ وَالْحُمَةِ وَالنَّمْلَةِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۳۲۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کرنے کی اجازت دی، نظر بد ڈنک اور اندھوریوں میں ا۔ (مسلم)

(۴۳۲۵) ا۔ اولاً" آیات قرآنیہ دعاء ماثورہ اور تمام ان دعاؤں سے دم کی اجازت دیدی جن میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں یہ حدیث اجازت کی احادیث سے ہے۔ عین، نظر بد خواہ انسان کی ہو یا جن کی حمہ، ڈنک زہریلا جیسے بھڑ، بچھو، سانپ، نملہ باریک دانہ جو پسلیوں پر نمودار ہو کر تمام جسم پر پھیل جاتے ہیں بعض نے اس سے خسرہ مراد لی ہے بعض نے اندھوئیں بعض نے اس کے علاوہ اور یہ دانہ چونکہ چھوٹی چیونٹی کے مشابہ ہوتا ہے اس لئے اسے نملہ کہتے ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُسْتَرْقٰى مِنَ الْعَيْنِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۳۲۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نظر بد سے دم کرنے کا حکم دیا ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۳۲۶) ا۔ یعنی اجازت ہے لہٰذا یہ حدیث یا تو دم کی ممانعت کی احادیث کی شرح ہے یا ان کی ناسخ یعنی وہ دم ممنوع ہے جس میں مشرکانہ الفاظ ہوں۔ قرآنی آیات اور احادیث کی دعاؤں سے دم جائز ہے ان کی تاثیر برحق ہے معلوم ہوا کہ عورتیں بھی دم کر سکتی ہیں مگر مردوں پر دم کرنا ہو تو پردہ کا خیال ضروری ہے بچوں عورتوں پر دم میں آزادی ہے العین سے مراد یا آنکھ دکھنا ہے یا نظر لگنا مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں نسترقی نون سے ہے جمع متکلم علماء فرماتے ہیں کہ بد نظری سے بچنے کے لئے یہ آیت کریمہ اکسیر ہے **وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم لما سمعوا الذکر** (مرقات)

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۴۳۲۷) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ

marfat.com

رَاٰی فِیْ بَیْتِهَا جَارِیَةً فِیْ وَجْهِهَا سَفْعَةٌ تَعْنِیْ صُفْرَةً فَقَالَ اسْتَرْقُوْا لَهَا فَاِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

وسلم نے ان کے گھر میں ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر زرد چھائیں تھیں یعنی زردی ا۔ تو فرمایا کہ اس کے لئے دم کردو کہ اسے نظر ہے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۳۲۷) ا۔ سفعہ کے بہت معنی ہیں۔ نشانی، طمانچہ، نظرِ بد، جلنا، آگ، لہو، چہرے کی سیاہی مائل بہ سرخی اس لئے یہاں یہ شرح فرمائی۔ ۲۔ جن کی نظر ہے یا انسان کی علماء فرماتے ہیں کہ جنات کی نظر انسانی نظر سے سخت تر ہوتی ہے (اشعہ) مرقات نے فرمایا کہ جنات کی نگاہ نیزے سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ جائز دعاؤں سے دم بھی جائز ہے اس دم پر اجرت لینا بھی درست ہے۔ (مرقات)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرُّقٰی فَجَاءَ اٰلُ عَمْرِو ابْنِ حَزْمٍ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ كَانَتْ عِنْدَنَا رُقْیَةٌ نَرْقِیْ بِهَا مِنَ الْعَقْرَبِ وَاَنْتَ نَهَیْتَ عَنِ الرُّقٰی فَعَرَضُوْهَا عَلَیْهِ فَقَالَ مَا اَرٰی بِهَا بَاْسًا مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ یَّنْفَعَ اَخَاهُ فَلْیَنْفَعْهُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۳۲۸) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم پھونک سے منع فرمایا تو عمرو ابن حزم کے گھر والے آئے ا۔ بولے یا رسول اللہ ہمارے پاس دم ہے جسے ہم بچھو سے دم کرتے ہیں اور آپ نے جھاڑ پھونک سے منع فرمایا ۲۔ چنانچہ انہوں نے وہ حضور پر پیش کیا تو فرمایا کہ اس میں کوئی حرج ہم نہیں دیکھتے تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے وہ اسے نفع پہنچائے ۳۔ (مسلم)

(۴۳۲۸) ا۔ عمرو ابن حزم کی کنیت ابو الضحاک ہے انصاری ہیں غزوہ خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے غزوہ خندق میں پندرہ سالہ تھے حضور انور نے انہیں نجران کا حاکم بنایا تھا ۱۰ دس ہجری میں۔ آپ کی وفات ۵۳ ترپن ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوئی ان کے اہل خانہ یعنی بھائی برادر بچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۲۔ یعنی ہم سب لوگ بچھو وغیرہ کے کاٹے پر دم کر دیتے ہیں تو اس سے فائدہ ہوتا ہے اگر اسے بند کر دیں تو ایک فیض بند ہو جاوے گا حضور نے دعا سنانے کا حکم دیا۔ ۳۔ غالباً وہ عربی زبان کے الفاظ تھے اگرچہ قرآنی آیت یا دعاء ماثورہ نہ تھی مگر اس کے الفاظ شرکیہ بھی نہ تھے ہم نے بعض ورد اردو زبان کے دیکھے بہت زود اثر۔ آدھا سیسی کیلئے یہ دعا بڑی مفید ہے۔ کالی چڑی کلیجڑی کالا پھل کھائے۔ اٹھو محمد آکھ دو کہ آدھا سیسی جائے اس دعا میں کوئی لفظ شرک و کفر یا ناجائز نہیں۔ بچہ پیدا ہونے میں اگر دشواری ہو تو یہ کوری ٹھیکری پر لکھ کر زچہ کے سر پر رکھی جاوے سر پر چینی کمر میں گھڑا۔ نکل پڑی یا نکل پڑا۔

وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِیِّ قَالَ كُنَّا نَرْقِیْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَیْفَ تَرٰی فِیْ ذٰلِكَ فَقَالَ اعْرِضُوْا عَلَیَّ رُقَاكُمْ لَا بَاْسَ بِالرُّقٰی مَا لَمْ یَكُنْ فِیْهِ شِرْكٌ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۳۲۹) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک اشجعی سے ا۔ فرماتے ہیں کہ ہم دور جاہلیت میں دم کرتے تھے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اس بارے میں آپ کی کیا رائے عالی ہے تو فرمایا ہم پر پیش کرو جھاڑ پھونک میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اس میں شرک نہ ہو ۲۔ (مسلم)

marfat.com

(۴۳۲۹) ۱۔ آپ اولاً غزوہ خیبر میں شریک ہوئے قبیلہ اشجع کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا فتح مکہ کے دن۔ آخر میں شام میں رہے ۷۳ھ تہتر میں وفات پائی ۲۔ اس حدیث کی بناء پر حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ عمل کی تاثیر کیلئے شیخ کو عمل سنالینا اس سے اجازت لے لینا مفید ہے اگرچہ اس کے معنی جانتا ہو۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْعَيْنُ حَقٌّ فَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ وَاِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۳۳۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روای فرمایا کہ نظر حق ہے ۱۔ اگر کوئی چیز تقدیر سے بڑھ سکتی ہے تو اس پر نظر بڑھ جاتی ہے ۲۔ اور جب تم دھلوائے جاؤ تو دھلوؤ ۳۔ (مسلم)

(۴۳۳۰) ۱۔ یعنی نظر بد کا اثر برحق ہے اس سے منظور کو نقصان پہنچ جاتا ہے ۲۔ یعنی اس کا اثر اس قدر سخت ہے کہ اگر کوئی چیز تقدیر کا مقابلہ کر سکتی تو نظر بد کر لیتی۔ کہ تقدیر میں آرام لکھا ہو مگر یہ تکلیف پہنچا دیتی مگر چونکہ کوئی چیز تقدیر کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس لئے یہ نظر بد بھی تقدیر نہیں پلٹ سکتی۔ ۳۔ یعنی اگر کسی نظر بد ہوئے کو تم پر شبہ ہو کہ تمہاری نظر اسے لگی ہے اور وہ دفع نظر کیلئے تمہارے ہاتھ پاؤں دھلوا کر اپنے پر چھینٹا مارنا چاہے تو تم برا نہ مانو بلکہ فوراً اپنے یہ اعضاء دھو کر اسے دے دو نظر لگ جانا عیب نہیں نظر تو ماں باپ کی بھی لگ جاتی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عوام میں مشہور ٹوٹکے اگر خلاف شروع نہ ہوں تو ان کا بند کرنا ضروری نہیں دیکھو نظر والے کے ہاتھ پاؤں دھو کر منظور کو چھینٹا مارنا عرب میں مروج تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باقی رکھا ہمارے ہاں تھوڑی سی آٹے کی بھوسی تین سرخ مرچیں منظور پر سات بار گھما کر سر سے پاؤں تک پھر آگ میں ڈال دیتے ہیں اگر نظر ہوتی ہے تو بھس نہیں اٹھتی اور رب تعالیٰ شفا دیتا ہے۔ جیسے دواؤں میں نقل کی ضرورت نہیں تجربہ کافی ہے ایسے ہی دعاؤں اور ایسے ٹوٹکوں میں نقل ضروری نہیں خلاف شرع نہ ہوں تو درست ہیں اگرچہ ماثور دعائیں افضل ہیں حضرت عثمان غنی نے ایک خوبصورت تندرست بچہ دیکھا تو فرمایا اس کی ٹھوڑی میں سیاہی لگا دو تاکہ نظر نہ لگے حضرت ہشام ابن عروہ جب کوئی پسندیدہ چیز دیکھتے تو فرماتے ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ۔ علماء فرماتے ہیں کہ بعض نظروں میں زہریلا پن ہوتا ہے جو اثر کرتا ہے۔ (مرقات) اس نظر کی پوری بحث تفسیر کبیر سورہ یوسف میں **یا بنی لا تدخلوا من باب واحد** کی تفسیر میں دیکھو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

وَعَنْ اُسَامَةَ ابْنِ شَرِيْكٍ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَنَتَدَاوٰى قَالَ نَعَمْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ تَدَاوَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَهٗ شِفَآءً غَيْرَ دَآءٍ وَاحِدٍ الْهَرَمِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۳۳۱) روایت ہے حضرت اسامہ ابن شریک سے فرماتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم دوا دارو کریں فرمایا ہاں اے اللہ کے بندو دوا کرو کیونکہ اللہ نے کوئی بیماری نہیں پیدا فرمائی مگر اس کے لئے شفاء رکھی سواء ایک بیماری بڑھاپے کے ۱۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

(۴۳۳۱) ۱۔ یعنی دوا، علاج توکل کے خلاف نہیں جیسے بھوک کا علاج غذا ہے پیاس کا علاج پانی ہے اگر دوائیں بیماریوں کا علاج

marfat.com

ہوں تو کیا بعید ہے اسی لئے عباداللہ فرما کر دوا کرنے کا حکم دیا تاکہ معلوم ہو کہ دوا عبودیت کے خلاف نہیں بڑھاپے کو بیماری اس لئے فرمایا گیا کہ بڑھاپے کے بعد موت ہے جیسے بیماری کے' موت ہوتی ہے نیز بڑھاپے میں بہت بیماریاں دبا لیتی ہیں۔

لطیفہ:۔ ایک بوڑھے آدمی نے کسی طبیب سے کہا کہ میری نگاہ موٹی ہو گئی ہے طبیب نے کہا بڑھاپے کی وجہ سے وہ بولا اونچا سننے لگا ہوں جواب ملا بڑھاپے کی وجہ سے بولا کمر ٹیڑھی ہو گئی ہے کہا بڑھاپے کیوجہ سے آخر میں بوڑھا بولا کہ جاہل طبیب تجھے بڑھاپے کے سواء کچھ نہیں آتا جواب ملا یہ بے موقعہ غصہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ (مرقات)

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُكْرِهُوْا مَرْضَاكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيْهِمْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۳۳۲) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے بیماروں کو کھانے پر مجبور نہ کرو ۱؎ کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کھلاتا ہے ۲؎ (ترمذی' ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۴۳۳۲) ۱؎ بعض بیمار کھانے پینے سے نفرت کرتے ہیں تیمارداروں کو چاہیے کہ انہیں اس پر مجبور نہ کریں اس نہ کھانے میں ان کے لئے بہتری ہوتی ہے۔ ۲؎ یعنی رب تعالیٰ انہیں صبر بھی دیتا ہے اور تدرتی قوت و طاقت بھی بخشتا ہے بدن کی قوت ارادہ الٰہی سے ہے نہ کہ محض کھانے سے۔ خیال رہے کہ یہ ہی الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے روزہ وصال کے لئے بھی ارشاد فرمائے ہیں وہاں کچھ مطلب ہی اور ہے (مرقات) وہاں حق تعالیٰ حضور کو غیبی روزی عطا فرماتا ہے بعض صوفیاء کرام نے خواب میں کوئی چیز کھائی بیدار ہونے پر شکم سیر تھے اور کھانے کی خوشبو منہ سے ہاتھوں میں آتی تھی۔ اسی لئے حضور نے اپنے لئے فرمایا۔ **ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی** وہاں **ابیت عند ربی** ہے یہاں یہ عبارت نہیں ہے اس میں یہ ہی فرق ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے اس قرب خصوصی کو بیمار پر قیاس کرنا سخت غلطی ہے کہاں یہ مریض کہاں آقائے دو جہاں۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوٰى اَسْعَدَ بْنَ زُرَارَةَ مِنَ الشَّوْكَةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۴۳۳۳) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سعد ابن زرارہ کو لالی کی بیماری سے داغ دیا۔ (ترمذی' اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۴۳۳۳) ۱؎ شوکہ ایک خاص بیماری کا نام ہے جس میں اولاً چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ پھر تمام بدن پر سرخی چھا جاتی ہے۔ حضور انور نے اس کا علاج داغ سے کیا۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَتَدَاوٰى مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ بِالْقُسْطِ الْبَحْرِيِّ وَالزَّيْتِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۳۳۴) روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے ۱؎ فرماتے ہیں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ذات الجنب کا قسط بحری اور زیتون کے تیل سے علاج کریں ۲؎ (ترمذی)

(۴۳۳۴) ۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں انصاری ہیں خزرجی ہیں کوفہ میں رہے وہاں ہی ۷۸ھ میں وفات پائی پچاسی سال عمر ہوئی آپ کی کنیت ابو عمرو ہے ۲؎ اس طرح کہ زیتون کے تیل میں قسط ملا کر درد کی جگہ لیپ کریں اور بیمار کو زیتون کا تیل کھلائیں اسی تیل کی مالش بھی کریں حدیث شریف میں ہے کہ زیتون کا تیل کھاؤ اسے لگاؤ کہ یہ مبارکہ درخت سے ہے اور اس میں ستر بیماریوں

marfat.com

کی شفاء ہے جن میں جذام بھی ہے اس میں بواسیر کو بھی شفا ہے۔ (دیکھو مرقات' ترمذی وغیرھما)

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْعَتُ الزَّيْتَ وَالْوَرْسَ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۳۳۵) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات الجنب کے لئے تیل اور ورس بیان فرماتے تھے ا۔ (ترمذی)

(۴۳۳۵) ا۔ ورس یمن میں پیدا ہونے والی ایک گھاس ہے چوبیس سال تک رہ سکتی ہے رنگ سرخ دیتی ہے ذات الجنب یعنی پسلیوں کے درد میں اس کا لیپ مفید ہے۔

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَهَا بِمَا تَسْتَمْشِيْنَ قَالَتْ بِالشُّبْرُمِ قَالَ حَارٌّ جَارٌّ قَالَتْ ثُمَّ اسْتَمْشَيْتُ بِالسَّنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ شَيْئًا كَانَ فِيْهِ الشِّفَآءُ مِنَ الْمَوْتِ لَكَانَ فِي السَّنَا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۴۳۳۶) روایت ہے حضرت اسماء بنت عمیس سے ا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم کس چیز سے جلاب لیتی ہو ۲۔ وہ بولیں شبرم سے ۳۔ فرمایا گرم ہے گرم ہے فرماتی ہیں پھر میں نے سناء سے جلاب لیا ۴۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی چیز ہوتی جس میں موت سے شفاء ہو تو سناء میں ہوتی۔ ترمذی' ابن ماجہ' اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۴۳۳۶) ا۔ آپ پہلے حضرت جعفر ابن ابی طالب کے نکاح میں تھیں ان کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئیں وہاں ہی ان سے محمد' عبداللہ اور عون پیدا ہوئے پھر مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئیں حضرت جعفر کی شہادت کے بعد ابو بکر صدیق سے نکاح کیا ان سے محمد پیدا ہوئے حضرت صدیق اکبر کی وفات کے بعد حضرت علی کے نکاح میں آئیں ان سے یحییٰ ابن علی پیدا ہوئے بڑی درجہ والی صحابیہ ہیں چنانچہ آپ سے حضرت عبداللہ ابن جعفر' عمر ابن خطاب' عبداللہ ابن عباس' ابو موسیٰ اشعری' عبداللہ ابن شداد جیسے صحابہ کرام نے احادیث روایت کیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ۲۔ یہ لفظ بنا ہے مشی سے۔ بمعنی چلنا جلاب کو مشی اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے پیٹ چلتے ہیں یا اس سے پینے والا آدمی بار بار چل کر پاخانہ جاتا ہے۔ ۳۔ شبرم حجاز کی خاص دوا ہے چنے کے دانوں کی طرح ہوتی ہے پکا کر اس کا پانی پینے سے دست لگ جاتے ہیں۔ ۴۔ سناء حجاز مقدس کی مشہور دوا ہے دست آور ہے بے ضرر ہے مکہ مکرمہ کی سنا اپنی خوبیوں میں بہت مشہور ہے اسی لئے اسے سناء مکی کہا جاتا ہے۔ صفراوی' سوداوی' بلغمی مادہ کو دستوں کے ذریعہ نکالنے میں بے مثال ہے سوداوی وسوسوں کی دافع ہے (اشعہ) بعض روایات میں سنا' زیرہ کی بہت تعریف آئی ہے۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ الدَّآءَ وَالدَّوَآءَ وَجَعَلَ لِكُلِّ دَآءٍ دَوَآءً فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۳۳۷) روایت ہے حضرت ابو الدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے بیماریاں اور دوائیں اتاری ہیں اور ہر بیماری کے لئے دوا بنائی ا۔ تو تم لوگ دوا کرو اور حرام سے دوا نہ کرو ۲۔ (ابو داؤد)

(۴۳۳۷) ا۔ یعنی ہر بیماری کے لئے حلال و جائز دوا پیدا فرمائی ہے۔ جیسا کہ آئندہ عبارت سے معلوم ہو رہا ہے۔

marfat.com

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِیْثِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۳۳۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیث دوا سے منع فرمایا۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

(۴۳۳۸) ۱۔ خبیث سے مراد حرام یا نجس ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد بدمزہ بدبودار دوائیں ہیں (مرقات) یعنی مریض کو نہایت بدمزہ بدبودار دوائیں نہ کھلاؤ کہ اس سے زیادہ بیمار ہونے کا اندیشہ ہے خصوصاً نازک طبع لوگوں کے لئے۔

وَعَنْ سَلْمٰی خَادِمَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا كَانَ اَحَدٌ یَشْتَكِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا فِیْ رَاْسِهٖ اِلَّا قَالَ اِحْتَجِمْ وَلَا وَجَعًا فِیْ رِجْلَیْهِ اِلَّا قَالَ اِخْتَضِبْهُمَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۳۳۹) روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ سلمے رضی اللہ عنہا سے ۱۔ فرماتی ہیں کہ کوئی شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سر کے درد کی شکایت نہ کرتا مگر آپ فرماتے کہ پچھنے لگاؤ اور نہ کوئی پاؤں کے درد کی شکایت کرتا مگر آپ فرماتے ان میں خضاب کرو ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۳۳۹) ۱۔ آپ صفیہ بنت عبدالمطلب یعنی حضور کی پھوپھی کی لونڈی ہیں حضور کے غلام ابو رافع کی بیوی صاحبہ ہیں حضرت فاطمہ زہرا کی اولاد اور حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ کی دایہ ہیں جلیل القدر صحابیہ ہیں رضی اللہ عنہا۔ ۲۔ ان حضرات کے سر کے درد زیادتی خون سے اور پاؤں کا درد گرمی سے ہوتا ہوگا معلوم ہوا کہ مرد کو پاؤں کے تلوں میں مہندی لگانا درست ہے جب کہ دفع گرمی کے لئے ہو، یہاں خضاب سے مراد مہندی سے خضاب ہے۔

وَعَنْهَا قَالَتْ مَا كَانَ یَكُوْنُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَرْحَةٌ وَلَا نِكْبَةٌ اِلَّا اَمَرَنِیْ اَنْ اَضَعَ عَلَیْهَا الْحِنَّاءَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۳۴۰) روایت ہے انہیں سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ ہوتا زخم نہ خراش ۱۔ مگر مجھے حکم دیتے کہ میں اس پر مہندی رکھ دوں ۲۔ (ترمذی)

(۴۳۴۰) ۱۔ قرح سے مراد چھری چاقو وغیرہ کا زخم ہے اور نکبہ سے مراد پھانسی، کانٹے، پتھر وغیرہ کا زخم ہے (مرقات) ۲۔ تاکہ مہندی کی ٹھنڈک سے زخم کی گرمی ہلکی پڑ جاوے اور درد میں خفت ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ كَبْشَةَ الْاَنْمَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَحْتَجِمُ عَلٰی هَامَتِهٖ وَبَیْنَ كَتِفَیْهِ وَهُوَ یَقُوْلُ مَنْ اَهْرَاقَ مِنْ هٰذِهِ الدِّمَاءِ فَلَا یَضُرُّهٗ اَنْ لَّا یَتَدَاوٰی بِشَیْءٍ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۳۴۱) روایت ہے حضرت ابو کبشہ انماری سے ۱۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پچھنے لگواتے تھے اپنی کھوپڑی پر اور اپنے دونوں کندھوں کے درمیان ۲۔ اور آپ فرماتے تھے کہ جو کوئی ان خونوں میں سے بہاوے ۳۔ تو اسے مضر نہیں کہ وہ کسی بیماری کے لئے کوئی دوا نہ کرے ۴۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۴۳۴۱) ۱۔ آپ کا نام عمرو ابن سعید ہے کنیت ابو کبشہ قبیلہ انمار سے ہیں شام میں قیام رہا آپ سے روایات بہت کم ہیں۔ ۲۔ یا تو ایک دم ان دونوں جگہ فصد لیتے تھے یا کبھی سر میں کبھی کندھے پر دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔ ۳۔ خون سے مراد خون فاسد ہے جسے اس فن کے لوگ پہچانتے ہیں یا زیادہ خون جس کی جسم میں موجودگی بیماریوں کا سبب ہے (اشعہ) اور اسی خون سے مراد یا تو ان

marfat.com

مقامات کا خون ہے یا مطلقاً خون خواہ کسی عضو کا فاسد یا زائد خون ہو۔ ۴۔ بیماریوں سے مراد وہ بیماریاں ہیں جنکا تعلق اس خون سے ہے لہٰذا بشنی فرمانا بالکل درست ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ عَلٰی وَرِکِہٖ مِنْ وَثَاءٍ کَانَ بِہٖ۔
(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۳۴۲) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران پر پچھنے لگوائے اس موج سے جو آپ کو ہو گئی تھی ا۔ (ابوداؤد)

(۴۳۴۲) ا۔ وثاء عربی میں اس تکلیف کو کہتے ہیں جو کسی عضو کے گوشت پر تکلیف پہنچنے سے ہو ہڈی محفوظ رہے اب موج آ جانے کو کہا جاتا ہے کہ موج میں بھی تعلق گوشت سے ہوتا ہے ہڈی پر ضرب نہیں آتی اس لفظ کے لکھنے کی بہت ترکیبیں ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ لَیْلَۃِ اُسْرِیَ بِہٖ اَنَّہٗ لَمْ یَمُرَّ عَلٰی مَلَاٍ مِّنَ الْمَلَائِکَۃِ اِلَّا اَمَرُوْہُ مُرْ اُمَّتَکَ بِالْحِجَامَۃِ۔
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ)

(۴۳۴۳) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس رات کے متعلق خبر دی جس میں آپ کو معراج کرائی گئی کہ آپ فرشتوں کی کسی جماعت پر نہ گزرے مگر انہوں نے عرض کیا کہ آپ اپنی امت کو پچھنے کا حکم دیں ۲۔ (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۴۳۴۳) ا۔ یہاں امر۔ بمعنی مشورہ ہے یا۔ بمعنی وجوبی حکم کیونکہ بعض بیماریوں میں فصد واجب ہو جاتی ہے اس حدیث سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے بہت وسیع علم بخشا جس میں علم طب بھی ہے وہ حضرات بیماریوں اور دواؤں سے بھی واقف ہیں دوسرے یہ کہ امت پر حاکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کہ فرشتے حتیٰ کہ خدا تعالیٰ بھی بندوں سے براہ راست کلام نہیں فرماتا نہ ان پر خود احکام فرماتا ہے جو کچھ کہتا ہے نبی کی معرفت سے کہتا ہے خدا کا فرمان نبی کی معرفت پہنچے تو سب کے لئے قابل عمل ہوتا ہے۔ ۲۔ امت سے مراد ساری امت نہیں بلکہ خاص ملک کے خاص بیماریوں والے امتی مراد ہیں گرم ملک کے لوگوں کو فصد بہت مفید رہتی ہے لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں کہ ہر مسلمان فصد کرلیا کرے بغیر فصد کے وہ مسلمان نہ ہو یہاں حجامت سے مراد فصد پچھنے، بھری سنگی سب ہی ہیں بعض شارحین نے امتک سے مراد لی ہے۔ **قومک** یعنی آپ اپنی قوم اہل عرب کو حکم دیں۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ اِنَّ طَبِیْبًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ضِفْدَعٍ یَجْعَلُھَا فِیْ دَوَاءٍ فَنَھَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِھَا۔
(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۳۴۴) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن عثمان سے کہ کسی طبیب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مینڈک کے متعلق پوچھا ا۔ جسے کسی دوا میں ڈالا جاوے تو اسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل سے منع فرمایا ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۳۴۴) ا۔ یہ سوال مطلقاً مینڈک کے متعلق تھا دریائی ہو یا خشکی کا دونوں قسم کے مینڈکوں کی تاثیریں جداگانہ ہیں۔ ۲۔ فرمایا کہ مینڈک کو قتل نہ کرو۔ خواہ دوا کے لئے ہو یا کسی اور مقصد کے لئے یا بلا مقصد کے کیونکہ نہ تو یہ موذی ہے نہ حلال ہے نہ لذیذ۔

marfat.com

حرام، خبیث، غیر مفید جانور کا مارنا بلاوجہ ہی مارنا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مینڈک کھانا حرام ہے لہٰذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ مینڈک کسی بیماری میں مفید نہیں بعض لوگ ایک خاص قسم کے مینڈک کا تیل قوت باہ کے لئے استعمال کرتے ہیں محض غلط و ممنوع ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ فِي الْاَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَكَانَ يَحْتَجِمُ لِسَبْعِ عَشْرَةَ وَتِسْعِ عَشْرَةَ وَاِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ

(۴۳۴۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم گردن اور کندھے کی رگوں میں پچھنے لگواتے تھے ۱۔ (ابوداؤد) اور ترمذی و ابن ماجہ نے یہ زیادہ کیا کہ آپ سترہ اور انیس اور اکیس کو فصد لیتے تھے ۲۔

(۴۳۴۵) ۱۔ اخدعین، گردن کی دو طرفہ رگوں کو کہتے ہیں یہ رگیں حبل ورید کی ہی شاخیں ہیں اور گردن میں پیٹھ سے متصل پچھنے لگوانا بہت سی بیماریوں میں مفید ہے ہم لوگوں کو چاہیے کہ بغیر طبیب حاذق کے مشورہ کے پچھنے ہرگز نہ کرائیں اہل عرب اور ہماری بیماریوں میں بڑا فرق ہے ۲۔ یعنی آپ اکثر چاند کی ان طاق تاریخوں میں فصد لیتے تھے ان تاریخوں میں خون میں جوش نہیں ہوتا۔ فصد سے زیادہ خون بہ جانے کا خطرہ نہیں ہوتا تاریخوں کو ہمارے حالات میں بڑا دخل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام کیفیات سے واقف ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَحِبُّ الْحِجَامَةَ لِسَبْعِ عَشْرَةَ وَتِسْعِ عَشْرَةَ وَاِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ۔ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ

(۴۳۴۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سترہ یا انیس یا اکیس تاریخ کو فصد لینا پسند فرماتے تھے ۱۔ (شرح سنہ)

(۴۳۴۶) ۱۔ جیسے بعض کاموں کے لئے بعض دن موزوں ہیں سفر کرنے کے لئے شنبہ دوشنبہ، پنج شنبہ بہتر۔ کتاب شروع کرنے کے لئے بدھ بہتریوں ہی فصد کے لئے یہ تاریخیں افضل ہیں۔ یہ افضلیت رب تعالیٰ کی طرف سے ہے ہماری عقل کو اس میں دخل نہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ احْتَجَمَ لِسَبْعِ عَشْرَةَ وَتِسْعِ عَشْرَةَ وَاِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ كَانَ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَآءٍ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

(۴۳۴۷) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ جو سترہ انیس، اکیس، تاریخ کو فصد لے تو ہر بیماری سے شفا ہوگی ۱۔ (ابوداؤد)

(۴۳۴۷) ۱۔ بیماریوں سے مراد وہ ہی بیماریاں ہیں جن کا تعلق فصد سے ہے اس سے معلوم ہوا کہ دواؤں علاجوں کے اثر کا تعلق دنوں اور وقتوں سے بھی ہے جیسے کہ اس کا تعلق زمانوں اور مقامات سے ہے ایک دوا ایک موسم میں ایک جگہ مفید ہوتی ہے وہ ہی دوا دوسری جگہ دوسرے موسم میں مضر ٹھنڈی چیزیں گرم موسم گرم ملک میں مفید ہیں اور سرد موسم سرد ملک میں مضر یہاں اشعہ میں فرمایا کہ چاند کی شروع تاریخوں میں خون میں بہت جوش ہوتا ہے اور آخری تاریخوں میں بہت جمود و سکون لہٰذا درمیان مہینہ فصد کے لئے تجویز ہوا جب خون نہ بہت جوش میں ہو نہ بالکل سکون میں تاکہ بقدر حاجت نکلے نہ زیادہ نکلے نہ کم جنھوں نے چاند کی حرکتوں پر سمندر کا جوار بھاٹا دیکھا ہے وہ اسے بلا تامل مان لیں گے۔

marfat.com

وَعَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرَةَ اَنَّ اَبَاهَا كَانَ يَنْهٰى اَهْلَهٗ عَنِ الْحِجَامَةِ يَوْمَ الثُّلٰثَآءِ وَيَزْعَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ يَوْمَ الثُّلٰثَآءِ يَوْمُ الدَّمِ وَفِيْهِ سَاعَةٌ لَا يَرْقَأُ

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۳۴۸) روایت ہے حضرت کبشہ بنت ابی بکرہ سے ا۔ کہ ان کے والد اپنے گھر والوں کو منگل کے دن فصد سے منع کرتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ منگل کا دن خون کا دن ہے ۲۔ اور اس میں ایک ایسی گھڑی ہے جس میں خون ٹھہرتا نہیں ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۳۴۸) ا۔ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں کبشہ ہے اور سین سے بعض میں کبشہ ہے ب اور شین سے ان کے حالات معلوم نہ ہو سکے یہ تابعیہ ہیں ان کے والد ابوبکرہ صحابی ہیں ۲۔ کہ قابیل نے ہابیل کو منگل کے دن ہی قتل کیا اور جناب حوا کو منگل کے دن ہی حیض شروع ہوا گویا یہ دن خون کی ابتدا کا ہے یا اس دن میں خون جوش مارتا ہے فصد سے بہت زیادہ بہہ جاوے گا (مرقات) ۳۔ کیونکہ اس دن کی ہر گھڑی میں احتمال ہے کہ شاید وہ ہی گھڑی ہو لہٰذا اس دن فصد لو ہی نہیں کہ اس میں ہی سلامتی ہے اگر اس گھڑی میں فصد لی گئی تو خون ٹھہرے گا نہیں بالکل نکل جاوے گا اور اس مریض کی موت واقع ہو جانے کا خطرہ ہے۔

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ مُرْسَلًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَجَمَ يَوْمَ الْاَرْبِعَآءِ اَوْ يَوْمَ السَّبْتِ فَاَصَابَهٗ وَضَحٌ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ وَقَدْ اُسْنِدَ وَلَا يَصِحُّ)

(۴۳۴۹) روایت ہے زہری سے ارسالاً نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ جو کوئی بدھ یا ہفتہ کے دن فصد لے پھر اسے برص پہنچ جاوے تو اپنے ہی کو ملامت کرے ا۔ (احمد، ابوداؤد) اور ابوداؤد نے کہا کہ یہ اسناداً بھی مروی ہے مگر صحیح نہیں ۲۔

(۴۳۴۹) ا۔ معلوم ہوا کہ ہفتہ یا بدھ کے دن فصد لینے سے برص پیدا ہونے کا اندیشہ ہے برص جسم کے سفید داغ کو کہتے ہیں یہ کوڑھ کی ایک قسم ہے خدا تعالیٰ محفوظ رکھے اطباء تجربہ سے کہتے ہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی سے حضور کا ہر فرمان برحق ہے زمانوں مکانوں، دنوں گھڑیوں میں مختلف تاثیریں ہیں۔ ۲۔ جمہور محدثین کے نزدیک حدیث مرسل بھی حجت ہے لہٰذا سند حدیث کا صحیح نہ ہونا اس کے لئے ہرگز مضر نہیں۔

وَعَنْهُ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَجَمَ اَوِ اطَّلٰى يَوْمَ السَّبْتِ اَوِ الْاَرْبِعَآءِ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ فِي الْوَضَحِ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۴۳۵۰) روایت ہے انہیں سے ارسالاً فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی ہفتہ کے دن فصد لے یا لیپ کرے ا۔ تو سفید داغ کے بارے میں نہ ملامت کرے مگر اپنی ذات کو ۲۔ (شرح السنہ)

(۴۳۵۰) ا۔ یعنی اپنے کسی عضو پر کسی دوا کا لیپ کرے جیسے چونا وغیرہ۔ ۲۔ یعنی اگر کوئی شخص ہفتہ یا بدھ کے دن فصد لے پھر اسے برص کی بیماری ہو جاوے تو نہ تو رب تعالیٰ کی شکایت کرے نہ کسی اور پر ملامت کرے نہ بے عملی کا بہانہ بنائے بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرے کہ میری غلطی سے یہ بیماری ہوئی ہے۔ معلوم ہوا کہ دنوں کی تاثیریں مختلف ہیں اور پرہیز، احتیاط ضروری ہے۔

وَعَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَاٰى فِيْ عُنُقِيْ خَيْطًا فَقَالَ مَا هٰذَا

(۴۳۵۱) روایت ہے عبداللہ ابن مسعود کی بیوی زینب سے ا۔ کہ عبداللہ نے میری گردن میں دھاگہ دیکھا تو فرمایا ۲۔ یہ کیا ہیں

marfat.com

فَقُلْتُ خَيْطٌ رُقِّيَ لِي فِيهِ فَالَتْ فَأَخَذَهُ فَقَطَعَهُ ثُمَّ قَالَ أَنْتُمْ آلُ عَبْدِ اللهِ لَأَغْنِيَاءُ عَنِ الشِّرْكِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الرُّقَى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ قُلْتُ لِمَ تَقُولُ هٰذَا لَقَدْ كَانَتْ عَيْنِي تَقْذِفُ وَكُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلَى فُلَانٍ الْيَهُودِيِّ فَإِذَا رَقَاهَا سَكَنَتْ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ إِنَّمَا ذٰلِكَ عَمَلُ الشَّيْطَانِ كَانَ يَنْخَسُهَا بِيَدِهِ فَإِذَا رُقِيَ كَفَّ عَنْهَا إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكِ أَنْ تَقُولِي كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

بولی کہ یہ دھاگہ ہے جس میں دم کیا گیا ہے فرماتی ہیں کہ آپ نے اسے لے کر توڑ دیا پھر فرمایا اے عبداللہ کے گھر والو تم شرک سے بے نیاز ہو ۳۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ دم تعویذات اور جادو شرک ہے ۴۔ تو میں نے کہا کہ آپ یہ کیوں کہتے ہیں میری آنکھ کھٹکی تھی اور میں فلاں یہودی کے پاس آجاتی تھی تو جب وہ اسے دم کر دیتا تھا تو ٹھہر جاتی تھی ۵۔ تب عبداللہ نے کہا کہ یہ شیطانی کام ہی تھا وہ آنکھ میں اپنے ہاتھ سے چبھوتا تھا پھر جب دم کیا جاتا تو ٹھہر جاتا تھا ۶۔ تمہیں یہ کافی تھا کہ کہہ لیتی جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے اے لوگوں کے رب تکلیف دور کر دے اور شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے نہیں ہے شفاء مگر تیری شفاء ۷۔ وہ شفا دے جو بیماری نہ چھوڑے ۸۔

(ابوداؤد)

(۴۳۵۱) ۱۔ آپ زینب بنت عبداللہ ابن معاویہ ہیں ثقفی ہیں اپنے خاوند کی طرح آپ بھی بارگاہ نبوت میں بہت مقبول اور درجہ والی تھیں (مرقات) ۲۔ محدثین کی اصطلاح میں جب عبداللہ مطلقاً بولا جاوے تو اس سے مراد حضرت عبداللہ ابن مسعود ہوتے ہیں وہ ہی یہاں مراد ہیں۔ ۳۔ یہاں دھاگہ سے مراد گنڈے کا نیلا دھاگہ ہے جس پر جادوگر جادو کا دم کر کے مریض کو پہناتے ہیں چونکہ ان کے دم میں مشرکانہ الفاظ ہوتے ہیں بتوں کا توسل وغیرہ اس لئے آپ نے اس گنڈے پہننے کو شرک قرار دیا۔ لہٰذا حضرات صوفیاء کرام کے گنڈے جس میں وہ قرآنی آیات یا ماثورہ دعائیں پڑھ کر دم کر کے گرہ لگاتے ہیں بالکل جائز ہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر تعویذ گنڈے کو مؤثر حقیقی مان لیا جاوے رب سے نظر ہٹ جاوے تو شرک ہے مگر یہ فقیر کے نزدیک قوی نہیں اولاً تو اس لئے کہ حضرات صحابہ ایسا عقیدہ نہیں رکھ سکتے دوسرے اس لئے کہ یہ بات تو دواؤں میں بھی ہے کہ اگر حکیم کو شافی الامراض اور دوا کو شفاء مستقل مان لے تو مشرک ہے شافی اللہ ہی ہے یہ چیزیں ذریعہ شفاء ہیں دوا ہو یا دعا آل عبداللہ سے مراد حضرت ابن مسعود کے گھر والے ہیں بیوی ہوں یا اولاد۔ ۴۔ تولہ ایک خاص جادو کا نام ہے جو زوجین کی محبت کے لئے کیا جاتا ہے لیکن اگر آیات قرآنیہ یا ماثورہ دعاؤں سے اسی محبت کا تعویذ کیا جاوے تو بالکل جائز ہے حضرات صحابہ کرام نے دعاء ماثورہ کے تعویذات باندھے ہیں ۵۔ یعنی میرا تجربہ ہے کہ یہ درد چشم کے لئے مفید ہے اگر یہ شرک ہوتا تو اس میں یہ فائدہ کیوں ہوتا جیسے حرام دوا میں فائدہ نہیں ایسے ہی شرکیہ عمل میں اثر نہ چاہیے سبحان اللہ کیسا باریک اعتراض ہے۔ ۶۔ یعنی یہ بیماری نہ تھی۔ بلکہ شیطانی اثر تھا کہ وہ تمہاری آنکھوں میں انگلی چبھوتا تھا جس سے تم کو درد محسوس ہوتا تھا اور اس یہودی کے دم کر دینے پر وہ چبھونا بند کر دیتا تھا جس سے تم کو آرام محسوس ہوتا تھا اس کا یہ سارا عمل تمہارا عقیدہ بگاڑنے کے لئے تھا۔ معلوم ہوا کہ شیطان انسان کو بیمار کر سکتا ہے قرآن کریم فرماتا ہے **يتخبطه الشيطان من المس** جب سانپ بچھو بلکہ زہریلی دوائیں آدمی کو بیمار کر سکتی ہیں تو اگر

marfat.com

شیطان بیمار کرے تو کیا بعید ہے۔ یہ سب کچھ رب تعالیٰ کے اذن اس کے ارادہ سے ہے۔ ۷۔ یعنی حقیقی شافی الامراض تو ہی ہے جو مخلوق کو شفا بخشے وہ تیری عطا تیرے کرم سے ہے لہٰذا شافی الناس تو ہی ہے ۸۔ یہ دعا بہت اسنادوں سے بہت محدثین نے نقل فرمائی اور بہت ہی مجرب ہے علماء نے اسے بہت امراض میں مفید پایا۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّشْرَةِ فَقَالَ هُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۳۵۲) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نشرہ کے متعلق پوچھا گیا۱ تو فرمایا یہ شیطانی کاموں سے ہے ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۳۵۲) ۱۔ نشرہ نون کے پیش سین کے سکون سے ایک خاص منتر کا نام ہے جو مجنون کے شفاء کے لئے کیا جاتا ہے یہ جادو کی ایک قسم ہے نشر، بمعنی پھیلنا اس سے ہے انتشار چونکہ یہ عمل جنات شیاطین کے پھیلنے کی بنا پر ہوتا ہے اس کو نشرہ کہا جاتا ہے ۲۔ یعنی یہ عمل وہ ہے جسے جاہلیت کے لوگ اپنے کاہنوں ساحروں کی تعلیم سے کیا کرتے تھے اس میں شرکیہ الفاظ ہیں۔ لیکن اگر قرآنی آیات، حضور کی بتائی ہوئیں دعاؤں سے عمل کئے جاویں دفع شیطان کے لئے تو جائز ہے چنانچہ احمد، حاکم، ابن ماجہ نے بروایت ابی ابن کعب نقل فرمایا کہ ایک بدوی نے اپنے بچے کی دیوانگی کی شکایت کی تو حضور نے اس پر سورہ فاتحہ شروع بقر مفلحون تک آیۃ الکرسی اور سورہ بقر کا آخری رکوع، سورہ حشر کی آخری آیات سورہ جن کی آیت **وانہ تعلی جدر** بنا اور سورہ اخلاص، فلق، ناس پڑھ کردم فرمایا اسے فوراً ہی آرام ہو گیا۔ بعض صحابہ نے مجنون پر صرف سورہ فاتحہ پڑھ کردم کیا ہے تین دن تک (مرقات)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا اُبَالِيْ مَا اَتَيْتُ اِنْ اَنَا شَرِبْتُ تِرْيَاقًا اَوْ تَعَلَّقْتُ تَمِيْمَةً اَوْ قُلْتُ الشِّعْرَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِيْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۳۵۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں نہیں پرواہ کرتا ان میں سے جو کام کروں کہ میں تریاق پیوں ۲۔ یا تعویذ باندھوں ۳۔ یا اپنی طرف سے شعر کہوں ۴۔ (ابوداؤد)

(۴۳۵۳) ۱۔ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں عبداللہ ابن عمرو واؤ سے ہے یہ ہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ بعض نسخوں میں عبداللہ ابن عاص بھی آیا ہے اس نسخے میں شاید کاتب واو لکھنا بھول گیا۔ (مرقات، واشعہ) ۲۔ تریاق یا درياق ایک مرکب معجون ہے جسے یونانی حکیم ماغیس نے ایجاد کیا اور اندرداغس نے اس کی تکمیل کی یہ دوا زہر خصوصاً سانپ کے زہر کے لئے بہت مفید ہے تریاق بہت قسم کی ہوتی ہے بعض قسموں میں سانپ کا گوشت اور شراب شامل کی جاتی ہے یہ قسم حرام بھی ہے نجس بھی اسی ہی کا استعمال حرام ہے وہ ہی یہاں مراد ہے جس تریاق میں ایسی چیزیں نہ ہوں وہ حلال ہے بعض نے فرمایا کہ ہر تریاق سے بچے کہ تریاق کا استعمال کرنے والا اللہ پر توکل نہیں رکھتا تریاق کو ہی مؤثر مانتا ہے (مرقات) ۳۔ تعویذ سے مراد زمانہ جاہلیت کے تعویذ ہیں جن میں شرکیہ الفاظ ہوتے تھے ان کا بنانا استعمال کرنا سب حرام ہے۔ ۴۔ شعر سے مراد زمانہ جاہلیت کے اشعار ہیں جن کے مضامین فحش و بے حیائی کے ہوتے تھے اپنی طرف سے فرمانے کی قید اس لئے لگائی گئی کہ کسی اور کے بنائے ہوئے اشعار پڑھنا یا سیکھنا برا نہیں اگرچہ اشعار برے ہوں کیونکہ ان سے علوم میں بڑی مدد ملتی ہے آج دیوان متنبی دیوان حماسہ وغیرہ درس میں داخل ہیں اگرچہ ان کے مضامین گندے ہیں غرضیکہ ان تینوں فرمانوں میں تفصیل ہے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمداً شعر کبھی نہ کہا

marfat.com

ہاں کبھی بغیر قصد شعر آپ سے صادر ہوئے جیسے **انا النبی الاکذب انا ابن عبد المطلب**۔ ہاں لبید وغیرہ کے اشعار سنے ہیں ان کی تعریف بھی فرمائی ہے حضور نے شعر گا کر ترنم سے کبھی نہ پڑھا اس کی بحث ہماری تفسیر **وما علمناہ الشعر** کی تفسیر میں ملاحظہ کرو۔

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اكْتَوٰى اَوِ اسْتَرْقٰى فَقَدْ بَرِئَ مِنَ التَّوَكُّلِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(۴۳۵۴) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو داغ لگائے یا جھاڑ پھونک کرے وہ توکل سے دور ہو گیا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

(۴۳۵۴) ا۔ یعنی اگرچہ داغ لگانا دم کرنا جائز ہے مگر متوکلین کی شان سے بعید ہے خیال رہے کہ زمانہ جاہلیت میں داغ اور دم کو دفع مرض کے لئے مستقل علت مانا جاتا تھا اس لئے حضور انور نے اس کو توکل کے خلاف قرار دیا دواؤں کے متعلق یہ عقیدہ کسی کا نہ تھا۔ اس لئے دوا خلاف توکل نہیں اسی لئے حضور انور نے متوکلین کی صفت میں داغ نہ کرنا رقیہ نہ کرنا بیان فرمایا دوا نہ کرنے کا ذکر نہ کیا۔

وَعَنْ عِيْسَى بْنِ حَمْزَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ وَبِهٖ حُمْرَةٌ فَقُلْتُ اَلَا تُعَلِّقُ تَمِيْمَةً فَقَالَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِلَ اِلَيْهِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۳۵۵) روایت ہے عیسیٰ ابن حمزہ سے فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ ابن عکیم کے پاس گیا۔ انہیں سرخی تھی ۲۔ تو میں نے کہا کہ آپ تعویذ کیوں نہیں باندھتے تو فرمایا کہ ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی چیز لٹکائے (باندھے) تو اس کی طرف سونپ دیا جاتا ہے ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۳۵۵) ا۔ عیسیٰ ابن حمزہ تابعی ہیں عبداللہ ابن عکیم کی صحابیت میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ وہ بھی تابعی ہیں انہوں نے حضور کا زمانہ پایا، مگر زیارت نہ کی ان سے کوئی روایت منقول نہیں۔ یہاں ات نے فرمایا کہ انکا نام عیسیٰ ابن عبدالرحمٰن ابن ۔علی ہے یا عیسیٰ ابن یونس ابن اسحاق عیسیٰ بڑے متقی تھے۔ ایک سال حج کرے تھے اور ایک سال جہاد ۱۸۷ھ ایک سو ستاسی میں وفات پائی۔ (مرقات) ۲۔ حمرہ وہ بیماری ہے جس میں چہرہ اور جسم پر سرخ دھبے پڑھ جاتے ہیں۔ اسے پنجابی میں قین کہتے ہیں اس بیماری میں بہت قسم کے دم کئے جاتے ہیں۔ ۳۔ یعنی اگرچہ یہ کام جائز تو ہیں مگر ل کے خلاف ہیں اس لئے ان سے بچنا بہتر ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی حکومت کا طلب گار ہو کر اسے حاصل کرے تو وہ حکومت اس کے سپرد کر دی جاوے گی۔ اور جو مجبوراً حاکم بنا دیا جاوے تو اس کی مدد کی جاوے گی (مرقات) ہم ابھی دواؤں اور دم میں فرق بیان کر چکے ہیں کہ دوا علاج میں توکل کیوں قائم رہتا ہے اور اس دم وغیرہ میں کیوں جاتا رہتا ہے۔

وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا رُقْيَةَ اِلَّا مِنْ عَيْنٍ اَوْ حُمَةٍ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ بُرَيْدَةَ)

(۴۳۵۶) روایت ہے عمران ابن حصین سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے جھاڑ پھونک مگر نظر سے یا ڈنک سے ا۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد) اسے ابن ماجہ نے بریدہ سے روایت کیا۔

marfat.com

(۴۳۵۶) ا۔ یعنی نظر بد اور زہریلے جانوروں کے کاٹ لینے میں دم جھاڑ پھونک بہت زیادہ مفید ہے اتنی اور بیماریوں میں مفید نہیں یہ مطلب نہیں کہ دوسری بیماریوں میں جھاڑ پھونک جائز نہیں جیسے کہا جاتا ہے **لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار** یا یہ مطلب ہے کہ نظر بد اور زہر جلد بیمار کر دیتے ہیں اس لئے ان میں دوا کا انتظار نہ کرو اس پر جلد جھاڑ پھونک کرو (مرقات) ورنہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت بیماریوں میں دم کیا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا رُقْيَةَ اِلَّا مِنْ عَيْنٍ اَوْ حُمَةٍ اَوْ دَمٍ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۳۵۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے جھاڑ پھونک مگر نظر سے یا ڈنگ سے یا خون سے ا۔ (ابوداؤد)

(۴۳۵۷) ا۔ یہاں خون سے مراد نکسیر کا خون ہے اس میں بہت قسم کے جھاڑ پھونک کئے جاتے ہیں۔ جو لوگوں میں مشہور ہیں۔

وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ وَلَدَ جَعْفَرٍ يُسْرِعُ اِلَيْهِمُ الْعَيْنُ اَفَاَسْتَرْقِيْ لَهُمْ قَالَ نَعَمْ فَاِنَّهٗ لَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۳۵۸) روایت ہے حضرت اسماء بنت عمیس سے ا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جعفر کی اولاد کو نظر جلد لگ جاتی ہے ۲۔ تو میں ان کو دم کر دوں فرمایا ہاں ۳۔ کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر سے بڑھ جاتی ہوتی ہے تو اس پر نظر بڑھ جاتی ہے ۴۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

(۴۳۵۸) ا۔ آپ کے حالات ابھی کچھ پہلے بیان کئے گئے۔ جب آپ نے یہ سوال کیا ہے تب آپ حضرت جعفر طیار کی زوجہ تھیں (اشعۃ اللمعات) حضرت جعفر طیار کی کچھ اولاد آپ سے تھی اور کچھ اولاد دوسری زوجہ سے ان سب کے متعلق آپ نے یہ سوال فرمایا ۲۔ کیونکہ یہ بچے ظاہری باطنی خوبیوں والے ہیں اس لئے لوگ انہیں تعجب کی نظر سے دیکھتے ہیں اور یہ بچے نظر کی وجہ سے بیمار ہو جاتے ہیں نظر کا اثر زہر سے زیادہ تیز اور سخت ہوتا ہے اس لئے یسرع فرمانا بالکل درست ہے۔ ۳۔ غالباً انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی نظر کا دم سیکھا ہوگا اس کی اجازت چاہ رہی ہیں جو عطا ہو گئی۔ ۴۔ یعنی نظر بد بڑی موثر ہوتی ہے اگر کسی چیز سے تقدیر پلٹ جاتی تو نظر سے پلٹ جاتی۔ خیال رہے کہ غصہ کی نظر منظور میں ڈر پیدا کر دیتی ہے محبت کی نظر خوشی اسی طرح تعجب کی نظر بیماری پیدا کر سکتی ہے۔ رب تعالیٰ جس چیز میں چاہے تاثیر خاص پیدا فرما دے وہ قادر مطلق ہے اگر حائضہ عورت دودھ کے برتن میں ہاتھ ڈال دے تو دودھ خراب ہو جاتا ہے وہ ہی عورت پاک ہو کر ہاتھ ڈالے تو نہیں بگڑتا۔ پھر جیسے بری نظر پر اثر پیدا کرتی ہے یوں ہی صالحین مقبولین کی رحمت کی نظر منظور میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے نظر بد بیماریاں پیدا کرتی ہے تو نظر خوب بیماریاں دور کرتی ہے۔ شیطان نے بارگاہ الٰہی عرض کیا **انظرنی** مجھے مہلت دے اگر کہتا **انظرانی** مجھے نظر رحمت سے دیکھ لے تو اس کا بیڑا پار ہو جاتا (مرقات) ایک شخص نے کہا کہ میں نے بڑے بڑوں کو دیکھا کسی میں کچھ نہیں ہے دوسرے نے کہا کہ مگر کسی نے تجھے نہ دیکھا اگر کوئی نظر والا تجھے دیکھ لیتا تو تیرا یہ حال نہ ہوتا غرضیکہ نظر بڑی چیز ہے کوئی نظر خانہ خراب کر دیتی ہے کوئی نظر خراب کو آباد کر دیتی ہے۔ شعر:۔

☆ نظر کی جولانیاں نہ پوچھو نظر حقیقت میں وہ نظر ہے ☆ اٹھے تو بجلی پناہ مانگے گرے تو خانہ خراب کر دے ☆

وَعَنِ الشِّفَاءِ بِنْتِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ

(۴۳۵۹) روایت ہے شفاء بنت عبداللہ سے ا۔ سے فرماتی ہیں

marfat.com

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عِنْدَ حَفْصَۃَ فَقَالَ اَلَا تُعَلِّمِیْنَ ھٰذِہٖ رُقْیَۃَ النَّمْلَۃِ کَمَا عَلَّمْتِھَا الْکِتَابَۃَ۔
(رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ میں حفصہ کے پاس تھی تو فرمایا کہ تم انہیں نملہ کا دم کیوں نہیں سکھاتیں ۲۔ جیسے تم نے انہیں لکھنا سکھایا ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۳۵۹) ۱۔ آپ کا نام لیلی ہے شفاء لقب قرشیہ عدویہ ہیں مہاجرین اولین میں سے ہیں بڑی عالمہ عاقلہ بی بی تھیں۔ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہاں دوپہر کا آرام فرماتے تھے حتی کہ آپ نے حضور کے لئے ایک بستر علیحدہ رکھا تھا۔ (مرقات واشعہ) ۲۔ نملہ باریک دانے ہوتے ہیں جو بیمار کی پسلیوں پر نمودار ہوتے ہیں جس سے مریض کو بہت سخت تکلیف ہوتی ہے اسے تمام جسم پر چیونٹیاں رینگتی محسوس ہوتی ہیں اس لئے اسے نملہ کہتے ہیں بعض کا خیال ہے کہ اس کا نام موتی جھرہ ہے مگر یہ درست نہیں کہ موتی جھرہ تمام جسم پر ہوتا ہے حضرت شفاء مکہ معظمہ میں اس مرض کا بہترین دم کرتی تھیں آپ وہاں اس دم کی وجہ سے مشہور تھیں اس دم کے الفاظ مرقات نے یہاں بیان کئے آخری عبارت اس کی یہ ہے۔ **العروس تتنعل وتخضب تکتحل وکل شئی تفتعل غیر انہا لاتعص الرجل** یعنی دلہن جوتا پہنے خضاب لگائے سرمہ لگائے سب کچھ کرے خاوند کی نافرمانی نہ کرے بی بی حفصہ نے حضور کا ایک راز ظاہر فرمادیا تھا اس لئے فرمایا کہ انہیں نملہ کا دم سکھاؤ جس میں خاوند کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے ۳۔ یعنی تم نے جناب حفصہ کو لکھنا تو سکھادیا۔ جو عورتوں کے لئے بہتر نہیں اور نملہ کا دم نہ سکھایا جو فائدہ مند ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے عورتوں کو لکھنے کی تعلیم دینے کی اجازت نہیں عورتوں کو لکھنے کی تعلیم دینا مکروہ ہے خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ عورتوں کی آزادی حد سے بڑھ چکی ہے اس کی ممانعت صریحی حدیث میں وارد ہے **لا تعلموھن بالکتابۃ** عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ بعض شارحین نے فرمایا کہ عوام عورتوں کو یہ تعلیم ممنوع ہے ازواج مطہرات کے لئے جائز تھی لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں (مرقات، اشعہ)

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ ابْنِ سَھْلِ بْنِ حُنَیْفٍ قَالَ رَاٰی عَامِرُ بْنُ رَبِیْعَۃَ سَھْلَ ابْنَ حُنَیْفٍ یَغْتَسِلُ فَقَالَ وَاللّٰہِ مَا رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ وَلَا جِلْدَ مُخَبَّأَۃٍ قَالَ فَلُبِطَ سَھْلٌ فَاُتِیَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقِیْلَ لَہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ لَکَ فِیْ سَھْلِ ابْنِ حُنَیْفٍ وَاللّٰہِ مَا یَرْفَعُ رَاْسَہٗ فَقَالَ ھَلْ تَتَّھِمُوْنَ لَہٗ اَحَدًا فَقَالُوْا نَتَّھِمُ عَامِرَ بْنَ رَبِیْعَۃَ قَالَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامِرًا فَتَغَلَّظَ عَلَیْہِ وَقَالَ عَلَامَ یَقْتُلُ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ اَلَّا بَرَّکْتَ اغْتَسِلْ لَہٗ فَغَسَلَ لَہٗ عَامِرٌ وَجْھَہٗ وَیَدَیْہِ وَمِرْفَقَیْہِ وَرُکْبَتَیْہِ وَاَطْرَافَ رِجْلَیْہِ وَدَاخِلَۃَ اِزَارِہٖ فِیْ قَدَحٍ ثُمَّ صُبَّ عَلَیْہِ فَرَاحَ مَعَ النَّاسِ لَیْسَ بِہٖ

(۴۳۶۰) روایت ہے ابو امامہ ابن سہل ابن حنیف سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ عامر ابن ربیعہ نے سہل ابن حنیف کو دیکھا ۲۔ جو نہا رہے تھے تو بولے اللہ کی قسم میں نے آج کا سا دن دیکھا نہ ایسی محفوظ کھال ۳۔ فرماتے ہیں کہ فوراً سہل گر گئے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی گئی تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا حضور کو سہل ابن حنیف کے علاج میں رغبت ہے خدا کی قسم وہ تو اپنا سر بھی نہیں اٹھاتے ۴۔ تو فرمایا کیا تم ان کے متعلق کسی پر شبہ کرتے ہو بولے ہم عامر ابن ربیعہ پر شبہ کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر کو بلایا، ان پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے تم نے دعاء برکت کیوں نہ کی ۵۔ اچھا اب ان کے لئے وضو کرو ۶۔ چنانچہ عامر

marfat.com

يَأْتُمَّ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَاهُ مَالِكٌ وَفِي رِوَايَتِهِ قَالَ إِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ تَوَضَّأْ لَهُ فَتَوَضَّأَ لَهُ۔

نے ان کے لئے اپنا منہ اور ہاتھ کہنیاں اور گھٹنے اور اپنے پاؤں کے کنارے اور تہبند کا داخلی حصہ ۷۔ ایک پیالہ میں دھویا پھر اس پر ڈالا گیا چنانچہ وہ لوگوں کے ساتھ چل دیا اسے کوئی تکلیف نہ تھی ۸۔ (شرح سنہ) اسے مالک نے بھی روایت کیا اور ان کی روایت میں ہے کہ فرمایا نظر حق ہے تم اس کے لئے وضو کرو انہوں نے وضو کیا۹۔

(۴۳۶۰) ا۔ آپ کا نام سعد ابن سہل ہے کنیت ابو امامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوئے اس لئے صحابی نہیں تابعی ہیں اپنے والد سہل اور حضرت ابو سعید خدری سے روایات کرتے ہیں بانوے سال عمر ہوئی ۱۰۰ ہجری میں وفات ہوئی ۲۔ حضرت عامر دو ہجرتوں والے صحابی ہیں بدر اور تمام غزوات میں حاضر ہوئے حضرت عمر سے پہلے اسلام لائے ۳۲ھ میں وفات پائی اور سہل ابن حنیف انصاری اوسی ہیں اور تمام غزوات میں شریک رہے بعد میں حضرت علی کے ساتھ رہے کوفہ میں ۳۸ھ اڑتیس میں وفات ہوئی حضرت علی نے آپ کو پہلے مدینہ منورہ کا پھر فارس کا حاکم بنایا۔ ۳۔ **مخباۃ** بنا ہے خباء سے بمعنی خیمہ و پردہ **مخباۃ** کنواری پردہ نشین لڑکی کو کہتے ہیں اب بمعنی محفوظ استعمال ہوتا ہے یہاں اس معنی میں ہے حضرت سہل بہت خوبصورت نازک اندام تھے۔ یعنی کیسی چکنی کھال ہے جس سے بدن کی ہڈیاں چھپی ہوتی ہیں جیسے دیوار پر لیس یا سیمنٹ کا پلستر اس سے کھال کی نرمی اور تندرستی مراد ہے۔ کہا تعجب سے جس سے نظر لگ گئی ۴۔ یعنی حضرت ابن سہل کو نظر لگ گئی جس سے وہ بیہوش ہو گئے۔ ۵۔ یعنی نظر لگانا نہ لگانا خود نظر والے کے اختیار میں ہے اگر کسی پسندیدہ چیز کو دیکھ کر ماشاء اللہ یا بارک اللہ کہہ دے تو نظر نہیں لگتی اگر ان کلمات کے بغیر ہی تعجب سے دیکھے اور تعجب کے الفاظ بولے تو نظر لگ جاتی ہے ۶۔ یعنی اپنی نظر کا اثر دور کرنے کے لئے اپنا چہرہ اپنے ہاتھ اور کہنیاں، گھٹنے، پاؤں دھو کر پانی دو تاکہ ان پر چھڑکا جاوے جیسا کہ آگے آرہا ہے ۷۔ تہبند کے داخلی حصہ میں تین احتمال ہیں یا تو خود تہبند کا پلو مراد ہے جو جسم سے متصل ہو یا نظر والے کی ران و سرین مراد ہیں یا اعضاء تناسل اسی طرح کہ اس سے استنجا بھی کرایا گیا اور پھر یہ پانی منظور پر چھڑکا گیا ۸۔ یہ نظر اتارنے کا ایک **ٹوٹکہ** ہے معلوم ہوا کہ نظر کے لئے جائز ٹوٹکے کرنا درست ہے یہاں مرقات نے نظر اتارنے کے بہت ٹوٹکے بیان فرمائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نظر والے کو اعضاء بدن دھو کر دینا واجب ہے جبکہ اس سے یہ مطالبہ ہو کیونکہ یہ دفع نقصان کا ذریعہ ہے۔ جبکہ کچا لہسن کچی پیاز کھا کر مسجد میں آنا منع ہے تاکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو تو یہ بھی ضروری ہے قاضی عیاض نے فرمایا کہ بعض لوگوں کی نظر بہت تیز ہوتی ہے مسلمانوں کو ان سے بچنا چاہیے بلکہ ایسے لوگوں کو حاکم مجمعوں میں جانے سے روک سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کوڑھی کو مجمعوں میں جانے سے روکا تھا۔ پھر خلفاء نے یہ عمل جاری فرمایا۔ (مرقات) ۹۔ یعنی نظر والے کو وضو کا حکم دیا پھر وضو کا غسالہ منظور پر چھینٹا مار دیا۔ خیال رہے کہ جب دواؤں کی تاثیر میں ہماری عقل کام نہیں کرتی تو ان ٹوٹکوں میں کام نہ کرے گی۔ لہٰذا ان اعمال پر اعتراض کرنا بے جا ہے۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ (۴۳۶۱) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ

marfat.com

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنَ الْجَآنِّ وَعَيْنِ الْاِنْسَانِ حَتّٰى نَزَلَتِ الْمُعَوِّذَتَانِ فَلَمَّا نَزَلَتْ اَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگتے تھے حتی کہ سورہ فلق و ناس نازل ہوئیں ۱؎ پھر جب یہ نازل ہوئیں تو ان کو لے لیا ان کے ماسوا کو چھوڑ دیا ۲؎۔ (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی۔

(۴۳۶۱) ۱؎ یعنی سورہ فلق اور سورہ ناس نازل ہونے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن و انس کی نظر سے بچنے کے لئے مختلف دعائیں پڑھتے تھے۔ مثلاً **اعوذ باللّٰہ من الجان** وغیرہ یا **اعوذ باللّٰہ من عین الانسان الحاسد** ۲؎ یعنی دیگر دعاؤں کی کثرت چھوڑ دی زیادہ تر سورہ فلق و ناس ہی سے عمل فرمایا۔ یہ مطلب نہیں کہ بالکل چھوڑ دیں لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ رُئِيَ فِيْكُمُ الْمُغَرِّبُوْنَ قُلْتُ وَمَا الْمُغَرِّبُوْنَ قَالَ الَّذِيْ يَشْتَرِكُ فِيْهِمَا الْجِنُّ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ خَيْرُ مَا تَدَاوَيْتُمْ فِيْ بَابِ التَّرَجُّلِ)

(۴۳۶۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا تم میں مغرب کے لوگ دیکھے گئے ہیں ۱؎ میں نے عرض کیا مغرب کیا چیز ہے فرمایا وہ جن میں جنات شریک ہو جاویں ۲؎ (ابوداؤد) اور حضرت ابن عباس کی حدیث **خیر ما تداویتم** کنگھی کرنے کے باب میں ذکر کر دی گئی ۳؎۔

(۴۳۶۲) ۱؎ مغرب بنا ہے تغریب سے۔ بمعنی دور کر دینا اسی لئے جلاوطن کرنے کو تغریب کہتے ہیں یہاں مراد ہے رحمت الٰہی سے دور۔ ۲؎ اسی طرح کہ ان کے ماں باپ بغیر بسم اللہ صحبت کریں جسکی وجہ سے شیطان بھی صحبت میں شریک ہو جائے اس صحبت سے جو بچہ پیدا ہو وہ شکلاً "انسان سیرۃً" شیطان ہوتا ہے اس کی نظر بہت سخت بے ادب بدتمیز جیسا کہ آج کل عموماً دیکھا جا رہا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وشارکھم فی الاموال والاولاد** ہمارے بعض بچوں کا یہ حال ہے کہ جنے گئے سنیما میں۔ پلے بڑھے کالج میں رہے ہوٹلوں میں مرے ہسپتال میں۔ اللہ اس زندگی سے بچائے حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ صحبت کے وقت یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ **بسم اللّٰہ اللّٰھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان مارزقتنا** اس کی نفیس بحث یہاں مرقات میں ملاحظہ کرو۔ بہت نفیس تحقیق کی ہے۔ ۳؎ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی ہم نے باب الترجل میں بیان کی مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمِعْدَةُ حَوْضُ الْبَدَنِ وَالْعُرُوْقُ اِلَيْهَا وَارِدَةٌ فَاِذَا صَحَّتِ الْمِعْدَةُ صَدَرَتْ

(۴۳۶۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ معدہ بدن کا حوض ہے اور رگیں اس کی طرف آتی ہیں ۱؎ تو جب معدہ درست ہو تو رگیں

marfat.com

اَلْعُرُوْقُ بِالصِّحَّةِ وَاِذَا فَسَدَتِ الْمِعْدَةُ صَدَرَتِ الْعُرُوْقُ بِالسَّقَمِ۔

تندرستی کے ساتھ لوٹتی ہیں ۲۔ اور جب معدہ خراب ہو تو بیماری سے ٹوٹی ہیں ۳۔

(۴۳۶۳) ۱۔ حوض سے مراد وہ گڑھا ہے جس میں درخت کی جڑ قائم ہوتی ہے اس پر درخت کی بقا ہے یوں ہی معدہ پر جسم کی بقا ہے۔ ۲۔ یعنی معدے سے رگیں دوسرے اعضاء کی طرف اچھی رطوبتیں اور صالح غذا لیکر چلتی ہیں جس سے صحت اچھی ہوتی ہے ۳۔ یہ حدیث علم طب کی اصل ہے کہ اگر معدہ درست ہے تو تمام جسم درست ہے اگر معدہ خراب ہے تو سارا جسم بیمار اس حدیث میں معدہ کو درخت کے حوض سے تشبیہ دی گئی ہے اور بدن کو درخت سے اور بدن کی رگوں کو درخت کی اور ان رگوں سے جو جڑ سے چلتی ہیں اور شاخ شاخ پتے پتے میں جڑ کا رس پہنچاتی ہے یہ ہی حال ہماری روحانیت کا ہے حرام اعمال حاصل ہوتے ہیں اسی لئے رب نے فرمایا **کلوا من الطیبت واعملوا صالحا** حضور فرماتے ہیں کہ جو گوشت حرام غذا سے بنے گا دوزخ کی آگ اسے جلد جلائے گی بہرحال طب نبوی بہت جامع ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ يُصَلِّيْ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ فَلَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ فَنَاوَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَعْلِهٖ فَقَتَلَهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ مَا تَدَعُ مُصَلِّيًا وَلَا غَيْرَهٗ اَوْ نَبِيًّا وَغَيْرَهٗ ثُمَّ دَعَا بِمِلْحٍ وَمَاءٍ فَجَعَلَهٗ فِيْ اِنَاءٍ ثُمَّ جَعَلَ يَصُبُّهٗ عَلٰى اِصْبَعِهٖ حَيْثُ لَدَغَتْهُ وَيَمْسَحُهَا وَيُعَوِّذُهَا بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ۔

(رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۳۶۴) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ اس درمیان کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک رات نماز پڑھ رہے تھے آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر رکھا تو بچھو نے کاٹ لیا ۲۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتہ شریف سے اسے مارا حتی کہ اسے قتل کر دیا پھر جب فارغ ہوئے تو فرمایا اللہ بچھو پر لعنت کرے نمازی غیر نمازی نبی غیر نبی کسی کو نہیں چھوڑتا ۲۔ پھر نمک اور پانی منگایا پھر اسے برتن میں ڈالا پھر اسے اپنی انگلی پر ڈالنے لگے جہاں بچھو نے کاٹا تھا اسے پونچھنے لگے اور اس پر فلق و ناس سے دم کرنے لگے ۳۔

(بیہقی، شعب الایمان)

(۴۳۶۴) ۱۔ آپ کی بائیں ہاتھ کی انگلی شریف میں کاٹ لیا۔ جسم نبی پر زہر، ڈنگ، تلوار اثر کر سکتی ہے یہ واردات بشریت پر وارد ہوتی ہے۔ ۲۔ بعض روایات میں ہے کہ اسے مار کر فرمایا کہ بچھو موذی ہے اسے حل و حرم ہر جگہ مارو موذی وہ جانور ہے جو اپنے نفع کے بغیر انسان کا نقصان کر دے لہٰذا کھٹمل جوں موذی نہیں کہ انسان کو کاٹتی ہے مگر اپنا پیٹ بھرنے کے لئے ۳۔ یہ ہے دوا اور دعا کا اجتماع نمک و پانی بھڑ (تنبوڑی) اور بچھو وغیرہ کے کاٹے کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ **یمسحها** سے معلوم ہوا کہ دم کرتے وقت بیماری کی جگہ پر ہاتھ پھیرنا سنت ہے بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مریض پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم فرماتے تھے۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ اَرْسَلَنِيْ اَهْلِيْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ بِقَدَحٍ مِنْ مَّاءٍ وَكَانَ اِذَا اَصَابَ الْاِنْسَانَ عَيْنٌ اَوْ شَيْءٌ بَعَثَ

(۴۳۶۵) روایت ہے حضرت عثمان ابن عبداللہ ابن موہب سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ مجھے گھر والوں نے ام سلمہ کے پاس پانی کا پیالہ دے کر بھیجا اور جب کسی آدمی کو نظر یا کوئی شے لگ جاتی تو ان کے

marfat.com

اِلَيْهِمَا مِخْضَبَهُ فَاَخْرَجَتْ مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ تُمْسِكُهُ فِيْ جُلْجُلٍ مِنْ فِضَّةٍ فَنَضَخْتُهُ لَهُ فَشَرِبَ مِنْهُ قَالَ فَاطَّلَعْتُ فِي الْجُلْجُلِ فَرَاَيْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

پاس لگن بھیجتے تھے ۲۔ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بال نکالتیں انہوں نے حضور کا بال چاندی کی کپی میں رکھا ہوا تھا آپ اس کے لئے وہ بال ہلا دیتیں ۳۔ اس سے انہوں نے پیا فرماتے ہیں میں نے کپی میں جھانکا تو چند سرخ بال دیکھے ۴۔ (بخاری)

(۴۳۶۵) ۱۔ یہ عثمان تابعی ہیں تیمی ہیں حضرت طلحہ ابن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں بڑے ثقہ اور عالم ہیں ۲۔ یعنی اہل مدینہ کو جب کوئی بیماری یا نظر بد یا کوئی اور تکلیف ہوتی تو وہ کسی ایسے برتن میں جس میں کپڑے دھوئے جاتے تھے پانی بھیج دیتے۔ اور حضرت ام المومنین ام سلمہ وہ عمل فرماتیں جس کا ذکر ابھی ہو رہا ہے۔ ۳۔ جلجل لغت میں اس گھنگرو کو کہتے ہیں جو جانوروں کے گلوں میں ڈالے جاتے ہیں یہاں مراد کپی ہے کہ وہ بھی اسی شکل کی ہوتی ہے۔ غالباً آپ وہ بال شریف مع اس کپی کے پانی میں گھول دیتی تھیں۔ لوگ وہ پانی پیتے اور شفا پاتے۔ ۴۔ بال کی یہ سرخی خضاب کی نہ تھی بلکہ وہ بال خوشبوؤں میں رکھے گئے تھے یہ رنگ اسی خوشبو کا تھا اس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ حضرات صحابہ کرام حضور کے بال شریف برکت کے لئے اپنے گھروں میں رکھتے تھے۔ دوسرے یہ کہ اس بال شریف کا بہت ہی ادب و احترام کرتے تھے کہ اس کے لئے خاص کپی (ڈبی) یا پونگی بناتے اس میں خوشبو بساتے تھے کیونکہ یہ رنگت خوشبو کی تھی نہ کہ خضاب کی تیسرے یہ کہ صحابہ کرام حضور کے بال شریف کو دافع بلا باعث شفا سمجھے تھے کہ انہیں پانی میں غسل دے کر شفاء کے لئے پیتے تھے کیوں نہ ہو کہ جب یوسف علیہ السلام کی قمیض دافع بلا ہو سکتی ہے جیسا کہ قرآن کریم فرما رہا ہے۔ **اذھبو بقمیصی** الخ تو حضور انور کے بال شریف بدرجہ اولیٰ دافع بلا ہو سکتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ صحابہ کرام حضور کے بال شریف کی زیارت کرنے جاتے تھے۔ جیسا کہ روایت سے معلوم ہوا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ نَاسًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَمْاَةُ جُدَرِيُّ الْاَرْضِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَمْاَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ وَالْعَجْوَةُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهِيَ شِفَاءٌ مِنَ السَّمِّ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَاَخَذْتُ ثَلٰثَةَ اَكْمُؤٍ اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا فَعَصَرْتُهُنَّ وَجَعَلْتُ مَاءَهُنَّ فِيْ قَارُوْرَةٍ وَكَحَلْتُ بِهٖ جَارِيَةً عَمْشَاءَ فَبَرَاَتْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ)

(۴۳۶۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ کمبی زمین کی چیچک ہے ۱۔ تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمبی من سے ہے ۲۔ اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے ۳۔ اور عجوہ جنت سے ہے اور وہ زہر سے شفا ہے ۴۔ ابو ہریرہ نے فرمایا کہ پھر میں نے تین یا چار یا پانچ یا سات کمبیاں لیں، انہیں نچوڑا اور ان کا پانی ایک شیشی میں ڈال لیا ایک ضعیف البصر ۵۔ لونڈی کی آنکھ میں اس کا سرمہ لگایا وہ اچھی ہو گئی ۶۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

(۴۳۶۶) ۱۔ کمات کا اردو ترجمہ ہے کمبی جو برسات میں بھیگی لکڑی سے چھتری کی طرح نکلتی ہے اسے سانپ کی چھتری بھی کہتے ہیں۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ جیسے چیچک انسان کی کھال کے نیچے سے ردی بافی فضلات سے نمودار ہوتی ہے ایسے ہی کمبی زمین کے نتیجے سے میں نمودار ہوتی ہے یہ بھی زمین کی بیماری ہے ۲۔ یعنی جیسے بنی اسرائیل پر، من اترا تھا بغیر مشقت نہایت لذیذ و مفید کھانا

marfat.com

ایسے ہی یہ کھمبی بغیر مشقت ہم کو مل جاتی ہے بغیر محنت و مشقت سے بہت نافع اس کی شرح پہلے گزر چکی کھمبی دو قسم کی ہے ایک چھتری نما اور ایک مولی کی طرح لمبی یہاں دوسری قسم مراد ہے۔ ۳۔ آنکھ کی گرمی دفع کرنے کے لئے صرف یہ پانی مفید ہے دوسرے چشمی امراض میں یہ پانی سرمہ میں ڈال کر یا دوسری دواؤں میں ملا کر مفید ہے بعض امراض میں نقصان دہ لہٰذا اس کا استعمال طبیب کی رائے سے کرنا چاہیے۔ غالباً اہل عرب کی آنکھ کی بیماریاں عموماً ایسی ہوتی ہوں گی۔ جن میں یہ پانی مفید ہو۔ مرقات اور اشعۃ اللمعات میں ہے کہ ایک بزرگ نابینا ہو گئے تھے۔ انہوں نے اعتقاد سے یہ پانی استعمال کیا انہیں گئی ہوئی روشنی ملی ان کا نام ابن کمال دمشقی ہے۔ ۴۔ یعنی عجوہ کھجوریں جنت سے آئی ہیں اللہ کی بڑی نعمت ہے اس کو صبح شام کھانے والا زہر کے اثر سے محفوظ رہتا ہے یعنی اس پر زہر اثر نہیں کرتا اس کی شرح بھی پہلے کی جا چکی ہے۔ وہاں مطالعہ فرمانا چاہیے۔ ۵۔ عمشاء مونث ہے اعمش کی اعمش وہ شخص ہے جو ضعیف البصر ہو۔ اس کی آنکھوں سے پانی جاری ہو یہاں تین یا پانچ یا سات فرمانا کسی راوی کے شک سے ہے ابو ہریرہ کی طرف سے شک نہیں۔ ۶۔ ظاہر یہ ہے کہ خالص پانی ہی لگایا گیا۔ اس فرمان کا مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث تجربہ سے بھی قوی ہے حدیث کو قوت بہت وجہ سے حاصل ہوتی ہے جن میں سے ایک وجہ تجربہ بھی ہے یہاں اسی کا ذکر ہے اسکی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں ملاحظہ کرو۔ گویا یہ حضور انور کا فرمان ہے اور ایک صحابی کا تجربہ لہٰذا حدیث بہت قوی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَعِقَ الْعَسَلَ ثَلٰثَ غَدَوَاتٍ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ لَمْ يُصِبْهُ عَظِيْمٌ مِنَ الْبَلَآءِ۔

(۴۳۶۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر مہینہ میں جو شخص تین صبح شہد چاٹ لیا کرے تو اسے بڑی بلا نہ پہنچے گی ا۔

(۴۳۶۷) ا۔ یعنی شہد کے کے اس طرح استعمال سے چھوٹی بیماریاں تو کیا شی ہیں بڑی بیماریاں بھی نہیں لگتیں احادیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ صبح کو ایک پیالہ شہد کا شربت پیا کرتے تھے شارحین کہتے ہیں کہ شہد کے شربت میں ایسی تاثیریں ہیں جن سے بڑے بڑے اطباء بھی ناواقف ہیں بلغمی بیماریوں کے لئے شہد بہت مفید ہے (اشعہ)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالشِّفَآئَيْنِ الْعَسَلِ وَالْقُرْاٰنِ رَوَاهُمَا ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ وَالصَّحِيْحُ اَنَّ الْاَخِيْرَ مَوْقُوْفٌ عَلٰى ابْنِ مَسْعُوْدٍ)

(۴۳۶۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شفائیں اختیار کرو شہد اور قرآن ا۔ ان دونوں حدیثوں کو ابن ماجہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا اور کہا صحیح یہ ہے کہ آخری حدیث حضرت ابن مسعود پر موقوف ہے۔

(۴۳۶۸) ا۔ یعنی دنیاوی و دینی بلاؤں سے شفاء یا ظاہری امراض سے ظاہری و باطنی شفا شہد اور قرآن ہے ان دونوں کا شفا ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے شہد کے متعلق فرمان الٰہی ہے **فیه شفاء للناس** قرآن کریم کے متعلق فرماتا ہے **وننزل من القران ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين** اور فرماتا ہے **وشفاء لما فی الصدور** یعنی بیماریوں میں شہد بھی استعمال کرو اور قرآنی آیات بھی دم کرو۔ اگر شہد پر آیات دم کر کے کھایا جاوے تو سبحان اللہ نور پر نور ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ كَبْشَةَ الْاَنْمَارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

(۴۳۶۹) روایت ہے ابو کبشہ انماری سے کہ رسول اللہ صلی

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ عَلٰى هَامَتِهٖ مِنَ الشَّاةِ الْمَسْمُوْمَةِ قَالَ مَعْمَرٌ فَاحْتَجَمْتُ اَنَا مِنْ غَيْرِ سَمٍّ كَذٰلِكَ فِيْ يَا نُوْخِيْ فَذَهَبَ حُسْنُ الْحِفْظِ عَنِّيْ حَتّٰى كُنْتُ اُلَقَّنُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ فِي الصَّلٰوةِ۔

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

اللہ علیہ وسلم نے اپنی کھوپڑی پر (زہریلی بکری کی وجہ سے فصد کروائی ۱۔ معمر کہتے ہیں ۲۔ کہ پھر میں نے بغیر زہر کے اسی طرح اپنی کھوپڑی میں فصد کرالی تو میرے حافظہ کی عمدگی جاتی رہی حتی کہ مجھے نماز میں سورہ فاتحہ بتائی جانے لگی ۳۔ (رزین)

(۴۳۶۹) ۱۔ خیبر میں ایک یہودیہ نے بکری کے گوشت میں حضور انور کو زہر دیا زہر بہت سخت تھا یہ گوشت بشر ابن براء ابن معرور نے بھی کھایا وہ وہاں ہی وفات پا گئے یہ فقیر ان کی قبر انور پر حاضر ہوا جو خیبر میں ہے۔ حضور نے حکم دیا تو وہ گوشت جلا کر دفن کر دیا گیا اور حضور انور نے اس یہودیہ کو معافی دے دی یہاں وہ واقعہ بیان ہو رہا ہے حضور انور نے اس زہر کا اثر دفع کرنے کے لئے فصد لی۔ ۲۔ معمر اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں آپ کا نام معمر ابن راشد ہے کنیت ابو عروہ ہے ازدی ہیں یمن کے بڑے عالم ہیں اٹھاون سال عمر ہوئی ۵۳ھ ترپن میں وفات پائی تابعین میں سے ہیں دس ہزار حدیثیں آپ کو حفظ تھیں (مرقات) ۳۔ اس سے مقصود ہے حافظہ کی انتہائی خرابی کا بیان۔ خیال رہے کہ حضرت معمر نے بلا ضرورت اور بے وقت بے موقعہ سر سے بہت خون نکلوا دیا اس لئے آپ کو یہ مرض لاحق ہوا اور وہ بھی عارضی تھا پھر صحت ہو گئی ورنہ حدیث شریف میں ہے کہ سر میں فصد لینے میں سات بیماریوں سے شفا ہے۔ سر درد، جنون، جذام، برص، زیادہ نیند، درد داڑھ، آنکھ تلے اندھیرا ہو جانا۔ مگر یہ فوائد جب ہیں جب ضرورۃً اور صحیح وقت میں فصد لے اس لئے فصد کسی قابل طبیب کی رائے سے لینا چاہیے ورنہ نقصان کا اندیشہ ہے۔

وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ اِبْنُ عُمَرَ يَا نَافِعُ يَلْبَعُ بِيَ الدَّمُ فَاْتِنِيْ بِحَجَّامٍ وَاجْعَلْهُ شَابًّا وَلَا تَجْعَلْهُ شَيْخًا وَلَا صَبِيًّا قَالَ وَقَالَ اِبْنُ عُمَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْحِجَامَةُ عَلَى الرِّيْقِ اَمْثَلُ وَهِيَ تَزِيْدُ فِي الْعَقْلِ وَتَزِيْدُ فِي الْحِفْظِ وَتَزِيْدُ الْحَافِظَ حِفْظًا فَمَنْ كَانَ مُحْتَجِمًا فَيَوْمَ الْخَمِيْسِ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاجْتَنِبُوا الْحِجَامَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْاَحَدِ فَاحْتَجِمُوْا يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الثُّلٰثَاءِ وَاجْتَنِبُوا الْحِجَامَةَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ فَاِنَّهُ الْيَوْمُ الَّذِيْ اُصِيْبَ بِهٖ اَيُّوْبُ فِي الْبَلَاءِ فَمَا يَبْدُوْ جُذَامٌ وَلَا بَرَصٌ اِلَّا فِيْ يَوْمِ الْاَرْبِعَاءِ اَوْ لَيْلَةِ الْاَرْبِعَاءِ۔

(۴۳۷۰) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں فرمایا ابن عمر نے اے نافع میرا خون کھولتا ہے تو فصد والے کو میرے پاس لاؤ مگر جوان آدمی اختیار کرنا نہ بڈھا لینا اور نہ بچہ ۱۔ فرماتے ہیں کہ ابن عمر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فصد نہار منہ پر اچھی ہے ۲۔ وہ عقل میں اضافہ حفظ میں زیادتی کرتی ہے اور حافظ کا حافظہ بڑھاتی ہے ۳۔ جو فصد کرانا چاہے وہ اللہ کے نام پر جمعرات کے دن کرائے۔ اور جمعہ، ہفتہ، اتوار کے دن فصد سے بچو ۴۔ کہ یہ ہی وہ دن ہے جس میں ایوب علیہ السلام بلا میں مبتلا کئے گئے ۵۔ اور کوڑھ اور سفید داغ نہیں شروع ہوتے مگر یا بدھ کے دن یا بدھ کی رات میں ۶۔ (ابن ماجہ)

(۴۳۷۰) ۱۔ کیونکہ بڈھا اور بچہ کمزور ہوتے ہیں وہ فصد کا خون قوت سے نہیں کھینچ سکتے اس لئے جوان اور قوی آدمی سے فصد کھلوائی جاوے خیال رہے کہ بڈھے کا تجربہ زیادہ ہوتا ہے طاقت کم اور بچہ میں طاقت بھی کم تجربہ بھی کم۔ جوان میں اگرچہ تجربہ قدرے کم ہوتا ہے مگر طاقت زیادہ اس لئے آپریشن وغیرہ کیلئے جوان طبیب کو ڈھونڈو بڈھے کے بھی ہاتھ کانپ جاتے ہیں جس سے نشتر کہیں کا کہیں لگ جاتا ہے اس لئے جوان بہتر۔ ۲۔ یعنی جب بھی فصد لو تو بغیر کھائے پیئے لو نہار منہ باسی منہ۔ ہم نے دیکھا کہ

marfat.com

آپریشن سے پہلے مریض کو فاقہ کراتے ہیں بلکہ کچھ گھنٹے پہلے اس کا انیما کر کے پیٹ صاف کر دیتے ہیں پھر اپریشن کرتے ہیں۔ تاکہ ہرے زخم پر پیشاب پاخانہ نہ ہوتے وغیرہ نہ آئے آج کل کے ڈاکٹری و طبی اصول احادیث سے مسبط ہیں۔ ۳۔ نہار منہ فصد یا مطقاً فصد کے یہ فوائد ہیں۔ دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے بشرطیکہ ضرورۃ استعمال کی جاوئے ۴۔ کیونکہ یہ دن فصد کے لئے اچھے نہیں اللہ تعالیٰ نے بعضے دنوں میں بعض خصوصیات رکھی ہیں اس کی حکمتیں وہ ہی جانتا ہے ہمارے بزرگ کہتے تھے کہ آٹھ 'اٹھارہ' اٹھائیس اور تین 'تیرہ' تیئیس تاریخوں میں نکاح نہ کرے یہ تاریخیں نکاح کے لئے اچھی نہیں۔ علامہ شامی نے لکھا کہ بدھ کے دن بیمار پرسی نہ کرے کہ لوگ اس کو اچھا نہیں سمجھتے ۵۔ ایوب علیہ السلام نے بدھ کے دن فصد لی تو آپ پر بیماری مسلط ہوئی۔ یا بدھ کے دن آپ کی بیماری کی ابتدا ہوئی معلوم ہوا کہ بدھ کا دن عتاب کا دن ہے بلکہ بعض قوموں پر بدھ کے دن عذاب آیا۔ لہٰذا یہ دن کفار پر عذاب کا بھی ہے اور منحوس ہے رب تعالیٰ بدھ کے متعلق فرماتا ہے **فی یوم نحس مستمر** اس سے ثابت ہوا کہ عتاب و عذاب کا دن دائمی منحوس ہوتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ رحمت کا دن دائمی مبارک ہو لہٰذا پیر کا دن بڑا ہی مبارک ہے۔ کہ حضور انور کی ولادت کا دن ہے۔ ۶۔ اس سے پتہ لگا کہ بدھ کے دن کی نحوست دائمی ہے بعض روایات میں ہے کہ پیر کے دن ایوب علیہ السلام کو شفاء عطا ہوئی۔

وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحِجَامَةُ يَوْمَ الثُّلٰثَاءِ لِسَبْعَ عَشْرَةَ مِنَ الشَّهْرِ دَوَاءٌ لِدَاءِ السَّنَةِ۔ رَوَاهُ حَرْبُ بْنُ اِسْمٰعِيْلَ الْكِرْمَانِيُّ صَاحِبُ اَحْمَدَ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِذٰلِكَ هٰكَذَا فِي الْمُنْتَقٰى وَرَوٰى رَزِيْنٌ نَحْوَهٗ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ۔

(۴۳۷۱) روایت ہے حضرت معقل ابن یسار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مہینہ کی سترہ تاریخ منگل کے دن فصد لینا سال بھر کی بیماری کی دوا ہے ۱۔ اسے حرب ابن اسمٰعیل کرمانی نے جو احمد کے ساتھیوں سے ہیں روایت کیا اور اس کی اسناد ایسی قوی نہیں یوں ہی مسقعی میں ہے اور رزین نے اس کی مثل ابو ہریرہ سے روایت کیا ۲۔ ہے۔

(۴۳۷۱) ۱۔ یعنی اگر چاند کی سترہ تاریخ کو منگل کا دن ہو تو اس دن فصد لینا ایک سال تک متعلقہ بیماریوں کا علاج ہے جن احادیث میں ہے کہ منگل کے دن فصد نہ لو کہ اس میں ایک ساعت خون کی ہے کہ اس وقت کا خون بہا ہوا بند نہیں ہوتا اس سے وہ منگل مراد ہے جو سترھویں تاریخ کے علاوہ ہو لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں یہ حدیث مختلف الفاظ سے منقول ہے۔ ۲۔ محدثین کی اصطلاح میں بذالک سے مراد ہوتا ہے قوی یا صحیح۔ مسقی ابن جارود کی کتاب ہے فن حدیث میں۔

بَابُ الْفَالِ وَالطِّيَرَةِ

فال اور بد فال لینے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

محاورہ عرب میں فال ہر اچھی بری شگون کو کہتے ہیں اور طیرہ عموماً بد فالی کو کہا جاتا ہے طیرہ بمعنی طیر ہے جیسے حیرۃ اور تحیرا

marfat.com

اس کے لفظی معنی ہیں اڑانا اہل عرب جس کسی کام کو جاتے تو کسی بیٹھے ہوئے پرندے کو اڑاتے اگر داہنی طرف اڑ جاتا تو سمجھتے کہ ہمیں کامیابی ہو گی۔ اگر بائیں طرف اڑتا۔ تو کہتے کہ ناکامی ہو گی۔ پھر اس کام کو جاتے ہی نہیں اگر اوپر یا نیچے کی طرف اڑتا تو سمجھتے کہ کام میں دیر لگے گی رکاوٹ ہو گی۔ پھر اس کا استعمال مطلقاً" فال یا بدفالی میں ہو گیا یوں ہی اگر شکاری جانور داہنی طرف نظر پڑتا اسے بروج کہتے اور بائیں طرف نظر آنے کو سنوح۔ بروج سے نیک فال لیتے سنوح سے بدفالی سوانع و بوارح سے ممانعت کے یہ ہی معنی ہیں۔ خیال رہے کہ نیک فال لینا سنت ہے اس میں اللہ تعالیٰ سے امید ہے اور بدفالی لینا ممنوع کہ اس میں رب سے ناامیدی ہے۔ امید اچھی ہے ناامیدی بری۔ ہمیشہ رب سے امید رکھو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا طِیَرَةَ وَخَیْرُهَا الْفَالُ قَالُوْا وَمَا الْفَالُ قَالَ الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ یَسْمَعُهَا اَحَدُكُمْ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۳۷۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بدفال کچھ نہیں اور بہترین چیز فال ہے لوگوں نے عرض کیا فال کیا چیز ہے فرمایا وہ اچھا لفظ جسے تم میں کوئی سنے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۳۷۲) ۱۔ غالباً یہاں طیرہ سے مراد بدفالی لینا ہے خواہ پرندے سے ہو یا چرندہ جانور سے یا کسی اور چیز سے کیونکہ بدفالی مطلقاً" ممنوع ہے قرآن مجید میں طیر اور طائر۔ بمعنی بدفالی آیا ہے رب فرماتا ہے **قالوا تطیرنا بکم** اور فرماتا ہے **قال طائرکم معکم** مقصد یہ ہے کہ اسلام میں بدفالی کوئی شئی نہیں کسی چیز سے بدفالی نہ لو۔ ۲۔ جیسے کوئی شخص کسی کام کو جارہا ہے کسی سے آواز آئی اے **نجیح** یا اے برکت یا اے رشید یہ جانے والا یہ الفاظ سن کر کامیابی کا امیدوار ہو گیا یہ بالکل جائز ہے۔ بعض دکاندار صبح کو یا رزاق، گمشدہ کے متلاشی یا واجد۔ مسافر لوگ یا سالم حاجی و غازی لوگ یا منصور یا مبرور اور زائر لوگ یا مقبول سن کر خوش ہو جاتے ہیں یہ سب اسی حدیث سے ماخوذ ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۴۳۷۳) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مرض کا اڑ کر لگنا ہے ۱۔ نہ پرندہ نہ الو ۲۔ نہ صفر کوئی چیز ہے ۳۔ اور کوڑھی سے ایسے بھاگے جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو ۴۔ (بخاری)

(۴۳۷۳) ۱۔ اہل عرب کا عقیدہ تھا کہ بیماریوں میں عقل و ہوش ہے جو بیمار کے پاس بیٹھے اسے بھی اس مریض کی بیماری لگ جاتی ہے وہ پاس بیٹھنے والے کو جانتی پہچانتی ہے یہاں اسی عقیدے کی تردید ہے موجودہ حکیم ڈاکٹر سات بیماریوں کو متعدی مانتے ہیں۔ جذام، خارش، چیچک، موتی جھرہ منہ کی یا بغل کی بو۔ آشوب چشم، وبائی بیماریاں اس حدیث میں ان سب وہموں کو دفع فرمایا گیا ہے (مرقات و اشعہ) اس معنی سے مرض کا اڑ کر لگنا باطل ہے مگر یہ ہو سکتا ہے کہ کسی بیمار کے پاس کی ہوا متعفن ہو اور جس کے جسم میں اس بیماری کا مادہ ہو وہ اس تعفن سے اثر لیکر بیمار ہو جاوے اس معنی سے تعدی ہو سکتی ہے اس بنا کر پر فرمایا گیا کہ جذامی سے بھاگو لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں غرضیکہ عدوی یا تعدی اور چیز ہے کسی بیمار کے پاس بیٹھنے سے بیمار ہو جانا کچھ اور چیز ہے۔ ۲۔ اہل عرب کا خیال تھا کہ میت کی گلی ہڈیاں الو بن کر آجاتی ہیں اور الو جہاں بول جاوے وہاں ویرانہ ہو جاتا ہے۔ یہ عقیدہ غلط ہے

marfat.com

بعض لوگ کہتے تھے کہ جس مقتول کا بدلہ نہ لیا جاوے اس کی روح الو کی شکل میں آکر لوگوں سے کہتی ہے۔ اسقو' اسقو' مجھے پانی پلاؤ۔ یہ سب باطل خیالات ہیں۔ ۳۔ صفر سے مراد یا تو راہ صفر ہے جسے اب بھی بعض لوگ منحوس جانتے ہیں یا اس سے مراد پیٹ کا درد ہے۔ کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ پیٹ کا درد ایک سانپ ہے جو پیٹ میں رہتا ہے اس کا مروڑہ کھانا پیٹ کا درد ہے۔ اس میں ان دونوں خیالات کی تردید ہے۔ (مرقات) اس کی اور بہت شرحیں ہیں بعض لوگ صفر کے آخری چہار شنبہ کو خوشیاں مناتے ہیں کہ منحوس شہر چل دیا۔ یہ بھی باطل ہے۔ ۴۔ یہ حکم عوام کے لئے ہے جن کا عقیدہ بگڑ جانے کا خوف ہو کر اگر کوڑھی کے پاس بیٹھنے سے اتفاقاً انہیں بھی کوڑھ ہو جائے تو سمجھیں کہ کوڑھ اڑ کر لگ گئی ان کے لئے کوڑھی سے علیحدگی اچھی ہے خاص متوکل لوگ جن کے دلوں پر اس سے کوئی اثر نہ پڑے ان کے لئے یہ حکم نہیں لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ فَقَالَ اَعْرَابِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا بَالُ الْاِبِلِ تَكُوْنُ فِي الرَّمْلِ كَاَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيُخَالِطُهَا الْبَعِيْرُ الْاَجْرَبُ فَيُجْرِبُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ اَعْدَى الْاَوَّلَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۳۷۴) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ مرض کا اڑ کر لگنا ہے کوئی چیز ہے اور نہ صفر تو ایک دیہاتی نے عرض کیا یا رسول اللہ اونٹ کا کیا حال ہے کہ وہ ریگستان میں ہرن کی طرح ہوتا ہے ۱؎ پھر اس سے خارشی اونٹ ملتا ہے تو اسے خارشی کر دیتا ہے ۲؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو پھر پہلے اونٹ کو کس نے خارشی کر دیا ۳؎ (بخاری)

(۴۳۷۴) ۱؎ یعنی جب تک اونٹ ریگستان میں الگ تھلگ رہتا ہے ہرن کی طرح صاف ستھرا بے عیب ہوتا ہے۔ ۲؎ مقصد یہ ہے کہ حضور مرض کی تعدی کا انکار فرماتے ہیں مگر تجربہ شاہد ہے کہ تعدی ہوتی ہے مرض اڑ کر لگتا ہے ہم نے اپنے اونٹوں میں اس کا مشاہدہ کیا ہے ۳؎ یعنی اگر خارش اڑ کر ہی لگتی ہے تو سب سے پہلا خارشی اونٹ جس سے خارش کی ابتدا ہوئی اسے خارش کہاں سے لگی وہاں تو کہنا پڑے گا کہ رب کے حکم سے وہ خارشی ہوا تو آئندہ بقیہ اونٹ بھی اس کے حکم سے خارشی ہوئے اللہ تعالیٰ پر نظر رکھو۔ یہاں اعدی فرمانا مشاکلت کے لئے ہے۔ جیسے کما تدین تدان یا جیسے **جزاء سیئته سئیته** ورنہ فرمایا جاتا **فمن اعطی الاول** (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا هَامَةَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۳۷۵) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیماری کا اڑ کر لگنا ہے نہ الو ہے نہ برج ہے اور نہ صفر ۱؎ (مسلم)

(۴۳۷۵) ۱؎ ان تمام لفظوں کی شرح ابھی ہو چکی نوء کے معنی ہیں برج اس کی جمع ہے انواء یہ برج اٹھائیس ہیں چاند کی منزلیں اہل عرب بلکہ ہندوستان کے مشرکین بھی بارش کو چاند کے اثر سے مانتے ہیں کہ چونکہ چاند فلاں برج میں پہنچا لہٰذا بارش ہوئی رب کا نام نہیں لیتے اس لئے یہ ارشاد ہوا کہ برج وغیرہ کوئی چیز نہیں بارش محض عطاالٰہی ہے۔ شعر:۔

☆ جب آویں برسن کے تاؤ ☆ پروا دیکھیں نہ پچھوا باؤ ☆

جب بارش کا وقت آجاتا ہے تو پوربی پچھمی کوئی ہوا ہو بارش ہو جاتی ہے۔ یوں ہی نیک بختی بدبختی کو ستاروں کے متعلق ماننا جائز

marfat.com

نہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا عَدْوٰى وَلَا صَفَرَ وَلَا غُوْلَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۳۷۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہ تعدی کوئی چیز ہے نہ صفر نہ بھوت ا۔ (مسلم)

(۴۳۷۶) ا۔ بعض لوگوں کا خیال تھا اور ہے کہ خبیث لوگوں کی روحیں مرنے کے بعد بھوت بن کر جنگلوں میں پھرتی ہیں اور لوگوں کو ستاتی ہیں یہاں اس کا انکار فرمایا گیا ورنہ بھوت بمعنی سرکش جنات کا ثبوت ہے وہ انسانوں کو ستاتے بھی ہیں حدیث شریف میں ہے **اذا تفولت الغیلان فبادروا بالاذان** جب بھوت سرکشی کریں تو اذان دو حضرت ابو ایوب انصاری فرماتے ہیں میرے طاق میں کھجوریں تھیں انہیں بھوت کھا جاتے تھے (مرقات) قرآن کریم فرماتا ہے۔ **یتخبطه الشیطان من المس** شیطان اسے چھو کر دیوانہ کر دیتا ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ فِيْ وَفْدِ ثَقِيْفٍ رَجُلٌ مَجْذُوْمٌ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَارْجِعْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۳۷۷) روایت ہے حضرت عمرو ابن شرید سے وہ اپنے والد سے فرمایا انہوں نے کہ ثقیف کے وفد میں ا۔ ایک کوڑھی آدمی تھا تو اس کی طرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کہلا بھیجا کہ ہم نے تجھ کو بیعت کر لیا تو لوٹ جا ۲۔ (مسلم)

(۴۳۷۷) ا۔ عمرو ابن شرید تابعی ہیں۔ ان کے والد شرید ابن سوید ثقفی صحابی ہیں حضرموت کے رہنے والے تھے۔ ۲۔ یعنی حضور انور نے اسے اپنے پاس نہ بلایا۔ وہ اپنی منزل ہی میں رہا اسے مصافحہ فرما کر بیعت نہ فرمایا بلکہ دور سے زبانی بیعت کی خبر دے دی۔ خیال رہے کہ یہ حدیث عوام مومنین کو احتیاط کی تعلیم کے لئے ہے اور حضور انور کا کوڑھی کو اپنے ساتھ کھلانا خواص مومنین کو توکل کی تعلیم کے لئے ہے جیسے گرتی ہوئی دیوار ڈوبتی ہوئی کشتی سے علیحدہ رہنا ایمان کے خلاف نہیں یوں ہی کسی مہلک بیماری والے سے بچنا خلاف ایمان نہیں جیسے مضر غذاؤں سے پرہیز برا نہیں یوں ہی مضر صحبتوں سے دور رہنا حرام نہیں شارحین نے اور بہت و جہیں ان احادیث کی مطابقت میں بیان فرمائی ہیں۔ اگر شوق ہو تو لمعات اور اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کی شرح ملاحظہ کرو۔ ہم نے پہلے عرض کیا کہ بعض بیمار کے اردگرد کی ہوا متعفن ہو جاتی ہے۔ جس شخص میں اس مرض کا مادہ موجود ہو اس ہوا سے بیمار ہو جاتا ہے۔ جس چراغ میں تیل بتی موجود ہو وہ دوسرے چراغ سے مس کرتے ہی بھڑک اٹھتا ہے اس لئے احتیاط بری نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَفَاءَلُ وَلَا يَتَطَيَّرُ وَكَانَ يُحِبُّ الْاِسْمَ الْحَسَنَ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۴۳۷۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اچھی فال تو لیتے تھے بد فالی نہ لیتے تھے ا۔ اور اچھا نام پسند فرماتے تھے ۲۔ (شرح سنہ)

marfat.com

(۴۳۷۸) ا۔ یعنی حضور انور اچھے مقام وغیرہ سے نیک فال لیتے کہ انہیں سن کر دیکھ کر رحمت الٰہی کے امیدوار ہو جاتے تھے۔ مگر کسی چیز سے بدفالی نہیں لیتے تھے کہ اللہ سے ناامیدی نہیں چاہیے۔ ۲۔ حتی کہ مسلمانوں کے برے نام اچھے ناموں سے تبدیل فرمادیتے تھے کہ نام کا اثر نام والے پر پڑتا ہے ایک شخص کا نام تھا حزن اسے فرمایا تو سہل ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ ثَلٰثًا وَمَا مِنَّا اِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهٗ بِالتَّوَكُّلِ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ يَقُوْلُ كَانَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ يَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَمَا مِنَّا اِلَّا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُذْهِبُهٗ بِالتَّوَكُّلِ هٰذَا عِنْدِيْ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ)

(۴۳۸۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا پرندے اڑانا شرک سے ہے ا۔ یہ تین بار فرمایا' اور نہیں ہے ہم سے کوئی مگر اللہ اس کو توکل سے لے جاتا ہے ۲۔ (ابوداؤد و ترمذی) فرمایا ترمذی نے کہ میں نے محمد بن اسمٰعیل کو فرماتے سنا کہ سلیمان ابن حرب اس حدیث کے بارے میں فرماتے تھے ۳۔ کہ **وما منا الا ولكن الله يذهبه بالتوكل** میرے نزدیک یہ ابن مسعود کا قول ہے ۴۔

(۴۳۸۰) ا۔ شرک عملی ہے مشرکوں کا سا کام یا شرک خفی۔ ۲۔ الا کے بعد ایک عبارت پوشیدہ ہے **يخطر فى باله** اور **لكن** سے نیا کلام ہے **يذهبه** میں ہ کی ضمیر اسی خطرہ کی طرف معنی یہ ہیں کہ ہم مسلمانوں سے جو کوئی بدفالیاں لیتا ہے تو وہ خطرات و شبہات میں پڑ جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس شبہ و خطرہ کو توکل کے ذریعہ ختم فرمادیتا ہے کہ جو کوئی توکل اختیار کرے وہ ان شبہات میں نہیں پڑتا' اس مطلب کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے احمد طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے مرفوعاً" روایت کیا کہ جسے بدفالی اس کے کام سے روک دے وہ مشرک ہو گیا اس کا کفارہ یہ ہے کہ یہ کہہ لے **اللهم لا خير الا خيرك ولا طير الا طيرك ولا اله غيرك** اس کی کچھ بحث تیسری فصل میں آئے گی انشاء اللہ (مرقات) ۳۔ سلیمان ابن حرب اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں قاضی مکہ تھے بصرہ کے رہنے والے اپنے وقت کے امام فن تھے آپ کے سبق میں چالیس ہزار طلباء ہوتے تھے ماہ صفر ۱۴۰ ایک سو چالیس میں پیدا ہوئے اور ۱۵۸ ایک سو اٹھاون میں فن حدیث سے فارغ ہوئے۔ انیس سال تک حماد ابن زید محدث کے ساتھ رہے امام احمد ابن حنبل کے استادوں میں سے ہیں ۲۲۴ھ دو سو چوبیس میں وفات پائی (مرقات) ۴۔ یعنی یہ عبارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی نہیں بلکہ حضرت ابن مسعود کا اپنا قول ہے حدیث تو الطیر شرک' پر ختم ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِيَدِ مَجْذُوْمٍ فَوَضَعَهَا فِي الْقَصْعَةِ وَقَالَ كُلْ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

(۴۳۸۱) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑا' اسے پیالہ میں رکھ لیا' اور فرمایا' کھا اللہ پر بھروسہ اسی پر توکل ہے ا۔ (ابن ماجہ)

(۴۳۸۱) ا۔ کوڑھی کو ہاتھ لگانا پھر اس کا ہاتھ اپنے پیالہ میں ڈالنا پھر اسے ساتھ کھلانا۔ تینوں کام انتہائی توکل پر مبنی ہیں۔ صرف مخدوم کو دیکھ کر ہی لوگوں کے دل دھڑک جاتے ہیں چہ جائے کہ اسے ساتھ کھلانا اس حدیث میں توکل کی تعلیم ہے۔ اور پچھلی حدیث کو حضور انور نے مجذوم کو بیعت کیا بغیر مصافحہ کے وہاں تعلیم احتیاط تھی خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام نفرت والی بیماریوں سے محفوظ ہوتے ہیں جیسے کوڑھ' کھجلی وغیرہ (مرقات) حضرت ایوب علیہ السلام کو جب وہ خاص بیماری آئی تو آپ پر تبلیغ فرض نہ

marfat.com

رہی تھی پھر اس میں گفتگو ہے کہ انہیں بیماری کیا تھی۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاهَامَةَ وَلَاعَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَاِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ وَالْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۳۸۲) روایت ہے حضرت سعد ابن مالک سے ا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کہ نہ تو الو کوئی شے ہے اور نہ مرض کا اڑ کر لگنا' نہ نحوست' اگر کسی چیز میں نحوست ہو تو گھر' گھوڑے اور عورت ہو گی ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۳۸۲) ا۔ حضرت ابو سعید خدری کا نام سعد ان کے والد کا نام مالک ابن سنان یہ دونوں صحابی ہیں خدرہ قبیلہ انصار کا ایک خاندان ہے اس لئے انہیں خدری کہا جاتا ہے ۷۴ چوہتر ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ بقیع سے باہر دفن ہیں یہاں وہ ہی مراد ہیں۔ (اشعہ) ۲۔ محدثین نے اس عبارت کے چند مطلب بیان فرمائے ایک یہ کہ طیرہ سے مراد نحوست ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں ہوتی لیکن ان میں تو ہے نہیں لہٰذا کسی شے میں نہیں دوسرے یہ کہ اگر نحوست ہو تو ان تین میں ہو گی مگر یقین نہیں لہٰذا ان میں سے کسی چیز کو یقین سے منحوس نہ جانو تیسرے یہ کہ یہاں طیرہ سے مراد ناپسندیدگی ہے یعنی تین چیزیں کبھی دل کو ناپسند ہوتی ہیں نحوست مراد نہیں (مرقات) چوتھے یہ کہ عورت کی نحوست اس کا بانجھ ہونا خاوند کا نافرمان ہونا گھر میں لڑائی رکھنا ہے گھوڑے کی نحوست اس کا اڑیل ہونا سرکش ہونا ہے کہ مالک کو سواری نہ دے یوں ہی گھر کی نحوست یہ ہے کہ مسجد سے دور ہو وہاں اذان کی آواز نہ آتی ہو۔ اور نہ وہاں ذکر اللہ ہوتا ہو (مرقات واشعہ) اس صورت میں حدیث بالکل ظاہر ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهٗ اِذَا اَخْرَجَ لِحَاجَةٍ اَنْ يَّسْمَعَ يَا رَاشِدُ يَا نَجِيْحُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۳۸۳) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کام کے لئے روانہ ہوتے' تو آپ کو یہ پسند تھا کہ سنیں' اے راشد' اے کامیاب ا۔ (ترمذی)

(۴۳۸۳) ا۔ راشد کے معنی ہیں ہدایت یافتہ اور نجیح کے معنی ہیں کامیاب کسی کام کو جاتے وقت یہ الفاظ سننا اس لئے پسند تھا کہ ان سے اللہ کے فضل و کامیابی کی امید ہو جاتی ہے معلوم ہوا کہ نیک فال لینا بالکل جائز ہے۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَطَيَّرُ مِنْ شَيْءٍ فَاِذَا بَعَثَ عَامِلًا سَاَلَ عَنِ اسْمِهٖ فَاِذَا اَعْجَبَهٗ اِسْمُهٗ فَرِحَ بِهٖ وَرُئِيَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهٖ وَاِنْ كَرِهَ اسْمَهٗ رُئِيَ كَرَاهِيَةُ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهٖ وَاِذَا دَخَلَ قَرْيَةً سَاَلَ عَنِ اسْمِهَا فَاِنْ اَعْجَبَهٗ اِسْمُهَا فَرِحَ بِهٖ وَرُئِيَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهٖ وَاِنْ كَرِهَ اسْمَهَا رُئِيَ كَرَاهِيَةُ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهٖ۔

(۴۳۸۴) روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض چیزوں سے فال لیتے تھے' چنانچہ آپ جب کسی کو عامل بنا کر بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے' اگر اس کا نام آپ کو پسند آتا تو اس سے خوش ہوتے' ا۔ اور اسکی خوشی آپ کے چہرے میں دیکھی جاتی' اور اگر اس کا نام ناپسند ہوتا تو اس کی ناپسندیدگی آپ کے چہرے میں دیکھی جاتی ۲۔ اور جب کسی بستی میں جاتے تو اس کا نام پوچھتے' تو اگر اس کا نام پسند فرماتے تو اس سے خوش ہوتے' اور اس کی خوشی آپ کے چہرہ انور میں دیکھی جاتی' اور اگر اس کا نام ناپسند فرماتے' تو آپ

marfat.com

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ) کے چہرہ میں اس کی ناپسندیدگی محسوس ہوتی ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۳۸۴) ۱۔ اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ اپنی اولاد کے نام اچھے رکھو نام کا اثر نام والے پر پڑتا ہے۔ برے نام والے کو لوگ اپنے پاس نہیں بیٹھنے دیتے اچھے نام والے کے کام بھی انشاء اللہ اچھے ہوتے ہیں۔ ۲۔ یعنی حضور برے ناموں کو بہت ناپسند فرماتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا تیرا نام کیا ہے وہ بولا جمرہ (انگارہ) کہا کس کا بیٹا ہے کہا شہاب کا (شعلہ) کہا تو کہاں رہتا ہے بولا حراقہ میں (جلن) کہا کس محلہ میں بولا بحرۃ النار میں (آگ کا دائرہ) فرمایا کس طرف بولا ذات لظی میں۔ آپ نے فرمایا تو اپنا گھر جا کر دیکھ جل چکا ہے۔ دیکھا تو واقعی گھر اور گھر والے جل چکے تھے۔ عرب کہتے ہیں **الاسماء من السماء** نام آسمان سے تعلق رکھتے ہیں (مرقات) اہل عرب اپنے بیٹوں کا نام رکھتے تھے ۱۰ اسد۔ (شیر) ذئب (بھیڑیا) کلب (کتا) اور اپنے غلاموں کے نام رکھتے تھے راشد نجیح۔ اور کہتے تھے کہ ہمارے غلام ہماری خدمت کے لئے ہیں۔ اور ہمارے بیٹے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں' غلاموں کے نام اچھے رکھو ۳۔ ہمارے ہاں پنجاب میں بعض دیہات کے نام ہیں نور پور' مدینہ' جمالپور ایسے نام بڑے مبارک ہیں بعض بستیوں کے نام ہیں شیطانیہ۔ خونی چک وغیرہ یہ نام اچھے نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستیوں کے برے نام بھی ناپسند فرماتے تھے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا فِيْ دَارٍ كَثُرَ فِيْهَا عَدَدُنَا وَاَمْوَالُنَا فَتَحَوَّلْنَا اِلٰى دَارٍ قَلَّ فِيْهَا عَدَدُنَا وَاَمْوَالُنَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَرُوْهَا ذَمِيْمَةً۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ)

(۴۳۸۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا' یا رسول اللہ ہم ایک گھر میں تھے' جس میں ہماری تعداد اور ہمارے مال زیادہ ہو گئے۔ پھر ہم دوسرے گھر میں منتقل ہو گئے' جس میں ہماری تعداد و مال گھٹ گئی تو فرمایا اسے برا کر کے چھوڑ دو۔ (ابوداؤد)

(۴۳۸۵) ۱۔ اس فرمان عالی کی بہت حکمتیں ہیں' ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر یہ لوگ اس زمین میں رہتے تو ہر وقت ان کے دلوں میں وسوسہ آتے دلوں کو سکون و چین میسر نہ ہوتا نہ معلوم کب کیا مصیبت آجائے گی گویا اس زمین کا چھوڑنا' ان حضرات کے سکون قلبی کا ذریعہ تھا۔ جس سے انہیں عبادات میں لذت ہو۔

وَعَنْ يَحْيٰى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَحِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَنْ سَمِعَ فَرْوَةَ بْنَ مُسَيْكٍ يَقُوْلُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عِنْدَنَا اَرْضٌ يُقَالُ لَهَا اَبْيَنُ وَهِيَ اَرْضُ رِيْفِنَا وَمِيْرَتِنَا وَاِنَّ وَبَاءَهَا شَدِيْدٌ فَقَالَ دَعْهَا عَنْكَ فَاِنَّ مِنَ الْقَرَفِ التَّلَفَ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ)

(۴۳۸۶) روایت ہے یحییٰ ابن عبداللہ بن بحیر سے' فرماتے ہیں کہ مجھے اس نے خبر دی جس نے فروہ ابن مسیک کو کہتے سنا' ۱۔ کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے پاس ایک زمین ہے جسے ابین کہا جاتا ہے ۲۔ اور وہ ہماری باغ اور کھیتی کی زمین ہے ۳۔ اور اس کی وبا بہت سخت ہے' تو فرمایا اسے اپنے سے جدا کر دو' کیونکہ قرف سے ہلاکت ہے' ۴۔ (ابوداؤد)

(۴۳۸۶) ۱۔ یحییٰ ابن عبداللہ صنعان کے باشندے ہیں۔ ان سے حضرت معمر نے احادیث روایت کیں اور فروہ ابن مسیک صحابی ہیں مسیک تصغیر سے مسبک کی آپ مرادی غطیفی ہیں اہل یمن سے ہیں حضور کی خدمت میں ۹ ہجری میں آئے ایمان

marfat.com

لائے عہد فاروقی میں کوفہ رہے اپنی قوم کے سردار بڑے اعلیٰ درجہ کے شاعر ہیں۔ ۲۔ ابین بروزن افعل ایک شخص کا نام ہے جس نے شہر عدن آباد کیا اس لئے اسے عدن ابین کہا جاتا ہے یمن کے علاقہ میں ایک شخص کا نام بھی ابین ہے جو دریا کے قریب ہے۔ ایک شہر کا نام بھی ابین ہے غرضیکہ ابین بہت چیزوں کے نام ہیں جیسے ہمارے ہاں پنجاب میں بہاول ایک شخص کا نام تھا۔ اب بہاول پور، بہاول نگر شہروں کے نام ہیں اور بہاول بخش بہاول خان آدمیوں کے نام ہیں۔ ۳۔ یعنی وہ زمین بہت ہی زرخیز ہے۔ اس کے کچھ حصہ میں باغ ہے اور کچھ حصہ میں کھیت یہاں کی پیداوار دور جاتی ہے یا اس میں باغ ہے اور باغ کے درمیان کھیت جیسا کہ اب بھی مدینہ منورہ میں دیکھا جاتا ہے۔ ۴۔ قرف کے معنی ہیں قرب یعنی نزدیک ہونا یعنی ایسی وبائی زمین میں رہنا ہلاکت کا سبب ہے یہ طبی مشورہ کے طور پر فرمایا کہ جس جگہ کی آب و ہوا موافق نہ ہو وہاں سے چلا جائے یہ مرض اڑ کر لگنے کا مسئلہ نہیں اطباء بیماروں کو پہاڑوں پر بھیج دیتے ہیں گرم علاقہ سے منتقل کر دیتے ہیں اسی وجہ سے اشعۃ اللمعات نے فرمایا۔ کہ یہ حدیث اس پائے کی نہیں جس پایہ کی احادیث ممانعت ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں وباء پھیل جائے وہاں سے بھاگو مت اور جہاں وبا پھیلی ہو وہاں جاؤ مت۔ خیال رہے کہ گرنے والے مکان سے بھاگ جانا زلزلہ کی حالت میں گھر سے باہر نکل جانا خلاف توکل نہیں مگر وبائی جگہ سے بھاگ جانا خلاف توکل ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْسَنُهَا الْفَالُ وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا فَاِذَا رَاٰى اَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ لَا يَاْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ مُرْسَلًا)

(۴۳۸۷) روایت ہے حضرت عروہ بن عامر سے، فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شگون کا ذکر کیا گیا۔ تو فرمایا ان میں اچھی فال ہے، اور کسی مسلمان کو نہ لوٹائے ۲۔ تو جب تم میں سے کوئی وہ دیکھے جسے ناپسند کرتا ہو، تو کہہ دے، الٰہی بھلائیاں تیرے سوا کوئی نہیں لاتا، اور برائیاں تیرے سوا کوئی نہیں دور کرتا، نہیں ہے طاقت اور نہیں ہے قوت مگر اللہ سے ۳۔ (ابوداؤد ارسلا")

(۴۳۸۷) ۱۔ کہ لوگ بعض چیزوں سے بد شگونی لیتے ہیں۔ بعض سے اچھا شگون اس کی حقیقت کیا ہے۔ تب حضور نے وہ جواب دیا جو یہاں مذکور ہے۔ ۲۔ فال سے مراد نیک فال ہے۔ جو اچھی بات اچھا نام سننے سے لی جائے۔ یعنی یہ جائز ہے۔ لیکن کوئی شخص کسی کام کو جاتے وقت ناپسندیدہ چیز دیکھے یا سنے جس سے بد شگونی لی جائے تو وہ محض اس وجہ سے اپنے کام سے واپس نہ ہو۔ اللہ توکل کرے اور کام کو جائے۔ ۳۔ یہ عمل بہت ہی مجرب ہے انشاء اللہ اس دعا کی برکت سے کوئی بری چیز اثر نہیں کرتی تمام مروجہ بدفالیوں بد شگونیوں کا بہترین علاج ہے۔ واللہ اعلم۔

marfat.com

بَابُ الْكَهَانَةِ

کہانت کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

کہانت کاف کے فتحہ سے غیبی خبر دینا۔ اور کہانت کاف کے کسرہ سے اس غیب گوئی کا پیشہ کرنا بعض کاہنوں کا دعویٰ تھا کہ ہمارے پاس جنات آکر ہم کو غیبی چیزیں غیبی خبریں بتاتے ہیں کہ شیاطین آسمان پر جاکر فرشتوں کی باتیں سن کر ایک سچ میں سو جھوٹ ملا کر کاہنوں نجومیوں کو بتاتے ہیں۔ بعض کاہن خفیہ علامات' اسباب سے غیبی چیزوں کا پتہ بتاتے ہیں انہیں عراف کہتے ہیں اور اس عمل کو عرافت یہ دونوں عمل حرام ہیں ان کی اجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں (مرقات و اشعہ) لفظ کاہن بہت عام ہے۔ نجومی' رمال' عراف سب کو کاہن کہا جاتا ہے۔

عَنْ مُعٰوِيَةَ ابْنِ الْحَكَمِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُمُوْرٌ اِكُنَّا نَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنَّا نَاْتِي الْكُهَّانَ قَالَ فَلَا تَاْتُوا الْكُهَّانَ قَالَ قُلْتُ كُنَّا نَتَطَيَّرُ قَالَ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَجِدُهُ اَحَدُكُمْ فِيْ نَفْسِهٖ فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهٗ فَذَاكَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۳۸۸) روایت ہے حضرت معاویہ ابن حاکم سے ۱؎ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم چند کام زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے' ہم کاہنوں کے پاس جاتے تھے ۲؎ فرمایا تم کاہنوں کے پاس نہ جاؤ ۳؎ فرماتے ہیں' میں نے کہا ہم پرندے اڑاتے تھے' فرمایا یہ ایسی چیز ہے جسے تم میں سے کوئی اپنے دل میں پاتا ہے تو یہ اسے روک نہ دے ۴؎ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ ہم سے بعض لوگ خط کھینچتے ہیں ۵؎ فرمایا حضرات انبیاء میں ایک نبی خط کھینچتے تھے ۶؎ تو جو ان کے خط کے موافق ہو جائے تو یہ درست ہے ۷؎۔ (مسلم)

(۴۳۸۸) ۱؎ آپ صحابی ہیں سلمی ہیں مدینہ منورہ میں رہتے تھے ۶۰ھ ایک سو سترہ ہجری میں وفات پائی۔ آپ سے عطاء ابن یسار وغیرہ نے روایات لیں۔ ۲؎ غیبی باتیں چھپی چیزیں گم شدہ مال چوری کا اسباب دل کی سوچی باتیں پوچھنے کے لئے فرمایا جائے کہ یہ عمل کیسا ہے۔ ۳؎ کاہنوں سے غیبی خبریں پوچھنا حرام ہے انہیں عالم غیب جاننا ان کی خبروں کی تصدیق کرنا کفر ہے ہاں انہیں جھوٹا کرنا کے لئے ان سے کچھ پوچھ کر لوگوں پر ان کا جھوٹا ظاہر کرنا اچھا ہے کہ یہ تبلیغ ہے یہاں پہلی صورت مراد ہے اس سے منع فرمایا گیا ہے ۴؎ یعنی یہ پرندے وغیرہ اڑانا نفس کے دھوکے ہیں ان کی حقیقت کچھ نہیں اگر تم کسی کام کو جا رہے ہو۔ اور کوئی پرندہ بائیں طرف کو اڑتے دیکھو تو اپنے کام سے نہ رک جاؤ اپنے کام کو جاؤ رب تعالیٰ پر توکل کرو کام بننا نہ بننا اس کی طرف سے ہے ۵؎ یعنی علم جفر یا رمل کے طریقہ سے خطوط کھینچ کر غیبی خبریں معلوم کرتے ہیں ان کا یہ عمل از روئے شریعت اسلامیہ جائز ہے یا نہیں ۶؎ یہ نبی یا تو حضرت دانیال' میں یا حضرت ادریس علیہم السلام ان کا معجزہ یہ علم خط تھا۔ یعنی علم جفر یا رمل جس سے وہ غیبی بات دریافت فرما لیتے تھے (مرقات) ۷؎ خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ عمل عوام کے لئے حرام ہے کیونکہ ان نبی کے خط سے مشابہت معدوم ہے یا موہوم اور معدوم و موہوم پر اعتماد کرنا ممنوع ہے (مرقات و اشعۃ اللمعات)

marfat.com

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلَ أُنَاسٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُمْ لَيْسُوْا بِشَيْءٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَإِنَّهُمْ يُحَدِّثُوْنَ أَحْيَانًا بِالشَّيْءِ يَكُوْنُ حَقًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ قَرْقَرَةَ الدَّجَاجَةِ فَيَخْلِطُوْنَ فِيْهَا أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كَذْبَةٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۳۸۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق پوچھا۔ تو ان سے رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ لوگ کچھ نہیں عرض کی یا رسول اللہ وہ لوگ بعض اوقات کچھ خبریں دیتے ہیں جو سچی ہوتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے ۲؎ جسے جن اچک لیتا ہے تو اسے اپنے دوست کے کان میں ایسے ڈال دیتا ہے جیسے مرغی کا چوگا دینا ۳؎ یہ لوگ اس میں زیادہ جھوٹ ملا دیتے ہیں ۴؎ (مسلم بخاری)

(۴۳۸۹) ۱؎ کہ کاہنوں کو غیب کی باتیں معلوم ہوتی ہیں یا نہیں کبھی ان کی خبریں درست نکلتی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے۔ ۲؎ اس طرح کہ فرشتے لوح محفوظ سے غیبی باتیں معلوم کر کے آپس میں ذکر کرتے ہیں۔ یہ جن چھپ چھپا کر اسے سن لیتے ہیں وہ بات کاہنوں تک پہنچاتے ہیں وہ بالکل درست صحیح ہوتی ہے۔ ۳؎ بعض نسخوں میں بجائے دجاجہ کے زجاجہ زے ہے وہ درست نہیں مرغی اپنے بچے کے منہ سے منہ ملا کر دانہ کھلاتی ہے ایسے ہی یہ شیطان کاہن کے کان سے منہ ملا کر یہ بات چپکے سے بیان کرتا ہے۔ دوسرا نہ سن سکے۔ ۴؎ سو کا ذکر زیادتی بیان فرمانے کے لئے ہے صرف یہ عدد مراد نہیں۔

وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ الْأَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ فَتَسْتَرِقُ الشَّيَاطِيْنُ السَّمْعَ فَتَسْمَعُهُ فَتُوْحِيْهِ إِلَى الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۳۹۰) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فرشتے عنان میں اترتے ہیں عنان بادل ہے ۱؎ تو وہ ان واقعات کا ذکر کرتے ہیں جن کا آسمان میں فیصلہ کیا گیا ہے ۲؎ تو شیاطین چوری سے سنتے ہیں یہ سن کر کاہنوں کو خبر دیتے ہیں ان کے ساتھ اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا دیتے ہیں ۳؎ (بخاری)

(۴۳۹۰) ۱؎ عنان کی تفسیر بادل سے یا تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی یا کسی راوی نے بادل سے مراد یا تو آسمان دنیا یا جو یعنی آسمان و زمین کے درمیان کی فضا لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب بادل نہ ہوں تو فرشتے کہاں اترتے ہیں (مرقات و اشعہ) ۲؎ یعنی فرشتوں کا مقام آسمان ہے وہاں ان کو احکام الہیہ واقعات عالم کی اطلاع پہنچتی ہے پھر فرشتے آسمان سے اتر کر فضا میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں وہاں آپس میں ایک دوسرے سے ان غیبی واقعات کا ذکر کرتے ہیں یہاں شیاطین چوروں کی طرح چھپ کر سن لیتے ہیں۔ ۳؎ یعنی یہ شیاطین اگر ایک ہونے والی بات فرشتوں سے سنتے ہیں تو سو جھوٹی باتیں ملا کر ایک سو ایک باتیں اپنے کاہنوں کو سنا جاتے ہیں یہ سو باتیں جھوٹی ہوتی ہیں وہ ایک بات سچی ہوتی ہے لوگ اس ایک بات سچی کی سچائی دیکھ کر کاہنوں کو سچا سمجھ لیتے ہیں۔

وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى (۴۳۹۱) روایت ہے حضرت حفصہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول

marfat.com

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰی عَرَّافًا فَسَاَلَہٗ عَنْ شَیْءٍ فَصَدَّقَہٗ لَمْ تُقْبَلْ لَہٗ صَلٰوۃٌ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً۔
(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی نجومی کے پاس گیا۱۔ پھر اس سے کچھ پوچھے تو اس کی چالیس شب کی نمازیں قبول نہ ہوں گی ۲۔ (مسلم)

(۴۳۹۱) ۱۔ اسے سچا سمجھ کر اس سے آئندہ غیبی خبریں پوچھنے کے لئے گیا اس کی وہ سزا ہے جو یہاں مذکور ہے لیکن اگر کوئی اسے جھوٹا سمجھ کر لوگوں کو اس کا جھوٹ ظاہر کرنے کے لئے اس کے پاس گیا اس سے کچھ پوچھا تاکہ اس کی جھوٹی خبر لوگوں کو سنادے اس کی یہ سزا نہیں۔ ۲۔ یعنی اس کی یہ نمازیں ادا ہو جائیں گی اللہ کے ہاں ان کا ثواب نہ ملے گا جیسے غصب شدہ زمین میں نماز کہ اگرچہ ادا تو ہو جاتی ہے مگر اس پر ثواب نہیں ملتا لہٰذا ان نمازوں کا لوٹانا اس پر لازم نہیں خیال رہے کہ نیکیوں سے گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں۔ مگر گناہوں سے نیکیاں برباد نہیں ہوتیں وہ تو صرف ارتداد سے برباد ہوتیں ہیں (مرقات) اور جب نمازیں ہی قبول نہ ہوئیں۔ تو دوسری عبادتیں بھی قبول نہ ہوں گی بعض شارحین نے فرمایا کہ چالیس راتوں کی نمازیں سے مراد تہجد کی نمازیں ہیں۔ فرائض و واجبات قبول ہو جائیں گے مگر حق یہ ہے راتوں سے مراد دن و رات سب ہیں اور کوئی نماز قبول نہیں ہوتی (اشعہ) دوسری حدیث میں ہے کہ ایسے شخص کی چالیس دن تک توبہ قبول نہیں ہوتی بہرحال نجومیوں سے غیب کی خبریں پوچھنا بدترین گناہ ہے۔

وَعَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُھَنِیِّ قَالَ صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ بِالْحُدَیْبِیَۃِ عَلٰی اَثَرِ سَمَآءٍ کَانَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ ھَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوْا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰہِ وَرَحْمَتِہٖ فَذٰلِکَ مُؤْمِنٌ بِیْ کَافِرٌ بِالْکَوْکَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا فَذٰلِکَ کَافِرٌ بِیْ مُؤْمِنٌ بِالْکَوْکَبِ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۳۹۲) روایت ہے حضرت زید ابن خالد جہنی سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں نماز فجر پڑھائی اس بارش کے بعد جو اس رات ہوئی تھی ۱۔ جب فارغ ہوئے تو لوگوں پر توجہ فرمائی پھر فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا لوگ بولے اللہ رسول جانیں فرمایا کہ رب نے فرمایا میرے بندوں میں مجھ پر مومن و منکر نے صبح پائی ۲۔ جس نے کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل اس کی رحمت سے بارش ہوئی یہ مجھ پر مومن ہیں ستاروں کے انکاری ۳۔ لیکن جس نے کہا کہ ہم پر فلاں فلاں برج سے بارش ہوئی ۴۔ تو یہ میرا منکر ہے تاروں کا مومن (مسلم بخاری)

(۴۳۹۲) ۱۔ غالباً یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا۔ حدیبیہ ایک جنگل ہے جدہ اور مکہ معظمہ کے درمیان بجیرہ منزل سے دور مکہ معظمہ سے قریب اس کا کچھ حصہ حل میں ہے کچھ حصہ حرم میں یہاں بیعت رضوان ہوئی بڑا مقدس جنگل ہے ہم نے اس کی زیارت کی ہے۔ ۲۔ یعنی رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اس بارش کی وجہ سے بعض بندے مومن رہے بعض کافر ہو گئے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ جو کلام سے فرشتوں فرماتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف فرما ہوتے ہوئے اسے سنتے ہیں جب رب کی سن سکتے ہیں وہ مخلوق کی بھی سن سکتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۳۔ یعنی وہ ستاروں کو مؤثر نہیں مانتے۔ خیال رہے کہ ستاروں کو بعض چیزوں کی علامات ماننا درست ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **وبالجنم هم يهتدون** مگر انہیں موثر ماننا حرام یا کفر ہے ستاروں سے

marfat.com

وقت، سمت، آفتاب کا طلوع و غروب معلوم کرلیا جاتا ہے۔ ۴۔ یعنی فلاں تارہ فلاں برج میں پہنچا لہٰذا بارش ہوئی اس کے تاثیر سے بادل اور برسایہ کہنا حرام بلکہ بعض معانی سے کفر ہے۔ خیال رہے کہ ستاروں کو فاعل مدبر ماننا کفر ہے انہیں بارش کی علامت ماننا اگرچہ کفر نہیں مگر یہ کہنا بہت ہی برا ہے کہ فلاں تارے سے یہ بارش ہوئی کہ اس میں کفار کے عقیدے کا اظہار ہے اور ناشکری کے الفاظ ہیں۔ اس لئے بعض روایت میں ہے۔ اصبح من الناس شاکر او کافرا (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ بَرَكَةٍ اِلَّا اَصْبَحَ فَرِیْقٌ مِّنَ النَّاسِ بِهَا كَافِرِیْنَ یُنْزِلُ اللّٰهُ الْغَیْثَ فَیَقُوْلُوْنَ بِكَوْكَبِ كَذَا وَكَذَا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۳۹۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اللہ تعالیٰ آسمان سے کوئی رحمت نہیں اتارتا۔ مگر اس کی وجہ سے لوگوں کا ایک گروہ کافر ہو جاتا ہے۔ اللہ بارش اتارتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ستارے سے ہوتی ہے ۲۔ (مسلم)

(۴۳۹۳) ا۔ غالباً برکت سے مراد بارش ہے من السماء کے معنی ہیں آسمان کی طرف سے آنا کیونکہ بارش آسمان سے نہیں آتی بادل سے آتی ہے ہاں آسمان کی طرف یعنی بلندی سے آتی ہے رب تعالیٰ بارش کے متعلق فرماتا ہے وانزلنا من السماء ماء مبارکا اور ممکن ہے کہ برکت سے مراد عام نعمت ہو، بارش ہو، سورج، چاند، تاروں کی روشنی وغیرہ مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ ۲۔ یعنی فلاں تارے کے طلوع فلاں تارے کے غروب سے یا فلاں تارے کے فلاں برج میں جانے کی وجہ سے بارش ہوئی خیال رہے کہ تاروں کو موثر حقیقی ماننا کفر ہے انہیں علامات مان کر یہ بات کہنا کفر نہیں مگر پھر بھی اچھا نہیں کہ اس سے عوام کے عقیدے بگڑنے کا اندیشہ ہے لہٰذا یہاں کافرین سے مراد یا اعتقادی کافر ہیں یا ناشکرے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِّنَ النُّجُوْمِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۳۹۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے علم نجوم کا حصہ حاصل کیا اس نے جادو کا حصہ حاصل کیا۔ جس نے اسے بڑھایا اتنا ہی اسے بڑھایا ۲۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۴۳۹۴) ا۔ علم نجوم سے مراد کہانت کا علم ہے کہ ستاروں سے علم غیب حاصل کیا جائے۔ اسی علم کو جادو سے تشبیہ دینا اس کی انتہائی ذلت کے اظہار کے لئے ہے یعنی علم نجوم جادو کی طرح برا ہے جادو کفر ہے یا قریب کفر۔ ۲۔ یعنی جس قدر علم نجوم میں زیادتی کرے گا۔ اس قدر گویا جادو میں زیادتی کرے گا اپنے گناہ بڑھائے گا۔ لہٰذا دونوں جگہ زاد۔ بمعنی ماضی ہے اور ما زاد میں ما۔ بمعنی مادام ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ زاد ما زاد حضرت عبداللہ ابن عباس کا قول ہے اور زاد کا فاعل نبی صلے اللہ علیہ وسلم یعنی حضور انور نے علم نجوم کی برائی میں بہت زیادتی فرمائی لہٰذا ما زاد مفعول ہے زاد کا (اشعۃ اللمعات) پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ خیال رہے کہ تاروں سے بارش کا وقت، آندھیاں چلنا سردی گرمی۔ ازانی گرانی آئندہ کے حالات معلوم کرنا حرام ہے کہ یہ علوم غیبیہ ہیں جنہیں اللہ

marfat.com

تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر ان سے اوقات اور راستے، سمت قبلہ معلوم کرنا بالکل حق ہے۔ چاند کے طلوع کی خبر جو بذریعہ تاروں کے دی جائے شرعاً معتبر نہیں حضرت فرماتے ہیں کہ علم نجوم اس قدر حاصل کرو جس سے تم سمت قبلہ اور راستے معلوم کرلو پھر باز رہو (مرقات) لہٰذا علم توقیت برحق ہے۔ یوں ہی علم ریاضی علم ہیئت وغیرہ درست ہے اپنی حد میں رہ کر۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا یَقُوْلُ اَوْ اَتٰى امْرَاَتَهٗ حَائِضًا اَوْ اَتٰى امْرَاَتَهٗ فِیْ دُبُرِهَا فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۳۹۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہ کاہن کے پاس جائے ا؎ پھر اس کی تصدیق کرے یا اپنی بیوی کے پاس بحالت حیض جائے یا اپنی بیوی کے پاس اس کی دبر میں جاوے تو وہ اس سے بری ہو گیا جو اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ۲؎۔ (احمد، ابوداؤد)

(۴۳۹۵) ا؎ کاہن و عراف میں فرق یہ ہے کہ کاہن وہ جو آئندہ کی خبریں دے عراف وہ جو موجود چھپی خبریں بتائے کہ تمہاری چوری فلاں نے کی ہے فلاں چیز فلاں جگہ رکھی ہے۔ ۲؎ بحالت حیض یا دبر میں صحبت حرام قطعی ہے اس کا حلال جاننے والا کافر ہے وطی بحالت حیض کی حرمت تو نص قرآنی سے ثابت ہے فرماتا ہے۔ **لا تقربوا هن حتی یطهرن** اور فرماتا ہے **قل هو اذی فاعتزلوا النساء** مگر دبر میں صحبت کی حرمت احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے اور اشارۃ قرآن سے بھی اور وطی بحالت حیض کی حرمت پر قیاس کی وجہ سے بھی یہ قیاس قطعی ہے لہٰذا دبر میں صحبت حرام قطعی ہے جو حرام جان کر ایسی حرکت کرے وہ سخت بدکار گنہگار ہے۔ اسکی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ فرماؤ۔ خیال رہے کہ لڑکوں سے دبر میں صحبت کرنا صریحی قطعی نص سے حرام ہے قوم لوط پر اسی وجہ سے عذاب آیا اور عورت سے دبر میں صحبت قیاس قرانی سے حرام یہ فرق ضرور خیال میں رہے لہٰذا اصول فقہ والوں کا اسے قیاس شرعی سے حرام فرمانا بالکل درست ہے جیسا کہ نور الانوار اور توضیح تلویح وغیرہ میں ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَضَى اللّٰهُ الْاَمْرَ فِی السَّمَآءِ ضَرَبَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ بِاَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهٖ كَاَنَّهٗ سِلْسِلَةٌ عَلٰى صَفْوَانٍ فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الَّذِیْ قَالَ الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ فَیَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُوا السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُوا السَّمْعِ هٰكَذَا بَعْضُهٗ فَوْقَ بَعْضٍ وَوَصَفَ سُفْیٰنُ بِكَفِّهٖ فَحَرَّفَهَا وَبَدَّدَ بَیْنَ اَصَابِعِهٖ فَیَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَیُلْقِیْهَا اِلٰى مَنْ تَحْتَهٗ ثُمَّ یُلْقِیْهَا

(۴۳۹۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی چیز کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے پست ہو کر اپنے پر بچھا دیتے ہیں ا؎ اس کی فرمان پر گویا کہ وہ پتھر کی چٹان پر زنجیر ہے ۲؎ پھر جب ان کے دلوں سے کھول دیا جاتا ہے تو کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا ۳؎ وہ کہتے ہیں رب کے فرمودہ کے متعلق کہ حق فرمایا ۴؎ اور وہ بلند ہے بڑائی والا تو اسے چھپ کر سننے والے اس طرح سنتے ہیں کہ ان کے بعض بعض کے اوپر ہوتے ہیں سفیان نے اپنے ہاتھ سے یوں بیان کیا کہ اسے تامل

marfat.com

الْاٰخَرُ اِلٰی مَنْ تَحْتَہٗ حَتّٰی یُلْقِیَھَا عَلٰی لِسَانِ السَّاحِرِ اَوِ الْکَاھِنِ فَرُبَّمَا اَدْرَکَ الشِّھَابُ قَبْلَ اَنْ یُّلْقِیَھَا وَرُبَّمَا اَلْقَاھَا قَبْلَ اَنْ یُّدْرِکَہٗ فَیَکْذِبُ مَعَھَا مِائَۃَ کَذْبَۃٍ فَیُقَالُ اَلَیْسَ قَدْ قَالَ لَنَا یَوْمَ کَذَا وَکَذَا اَکَذَا وَکَذَا فَیُصَدَّقُ بِتِلْکَ الْکَلِمَۃِ الَّتِیْ سُمِعَتْ مِنَ السَّمَآءِ۔

(رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

کیا اور اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی کی ۵۔ تو وہ بات سنتا ہے اسے اپنے نیچے والے کی طرف ڈال دیتا ہے پھر دوسرا اسے اپنے نیچے والے کی طرف ڈالتا ہے ۶۔ حتی کہ اسے جادوگر کاہن کی زبان پر ڈال دیتا ہے تو اکثر شہاب اسے ڈالنے سے پہلے لگ جاتا ہے اور اکثر وہ اسے لگنے سے پہلے ڈال دیتا ہے ۷۔ تو اس کے لئے سو جھوٹ بنا دیتا ہے ۸۔ تو کہا جاتا ہے کہ کیا اس نے ہم سے فلاں فلاں دن فلاں فلاں بات نہ کہی تھی اسی ایک وجہ سے اس کاہن کی تصدیق کی جاتی ہے، مگر آسمان سے سنی گئی ۹۔ (بخاری)

(۴۳۹۶) ۱۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی فیصلہ کا فرشتوں میں اعلان فرماتا ہے تو فرشتے اظہار انکسار کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں بعض فرشتوں کے دو پر ہیں بعض کے تین بعض کے چار ۲۔ یعنی فرمان الٰہی کی آواز ایسی ہوتی ہے جیسے صاف چکنے پتھر والے لوہے کی پتلی زنجیر کھینچو نہایت باریک اس کا سمجھنا بہت دشوار الفاظ غیر واضح۔ ۳۔ یعنی جب وہ آواز ختم ہو جاتی ہے اور فرشتوں کے دلوں سے وہ ہیبت جاتی رہتی ہے تو بعض فرشتے بعض سے پوچھتے ہیں یہ پوچھنا ایسا ہوتا ہے جیسے طلباء سبق پڑھ کر آپس میں تکرار کرتے ہیں ۴۔ یعنی رب نے جو کچھ فرمایا بالکل حق فرمایا یہاں حق مقابل ہے باطل کا یا۔ معنی ثابت ہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ روزانہ کے واقعات کا ذکر رب تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے گناہوں کی بخشش مصیبتوں کا دور کرنا، کسی قوم کی ترقی کسی کا تنزل، بیماروں کی شفاء، تندرستوں کو بیمار کرنا، ذلیلوں کو عزت دینا، عزت والوں کو ذلیل کرنا، فقیروں کو غنی کرنا، اغنیاء کو فقیر بنا دینا، غرض کہ لوح محفوظ میں تحریر قول میں لائی جاتی ہے (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ ان فرشتوں کو علوم غیبیہ پر مطلع فرماتا ہے۔ اور جو فرشتے لوح محفوظ پر مقرر وہ تو کائنات کے ذرہ ذرہ سے خبردار ہیں۔ ۵۔ یعنی زمین سے آسمان تک جنات کے پرے اوپر نیچے ایسے کھڑے ہو جاتے ہیں جیسے مائل ہاتھ کی متفرق کھلی انگلیاں۔ ۶۔ اس ڈالنے اور بتانے کا سلسلہ اس طرح چلتا ہے کہ آسمان سے قریب والے جن فرشتوں کی باتیں سن کر فوراً اپنے نیچے والے جن کو سنا دیں اس نے اپنے نیچے والے کو اس نے اپنے نیچے والے کو حتیٰ کہ آخری پرے نے اپنے دوست کاہن کو سنا دیں یہاں ساحر سے مراد کاہن نجومی ہے۔ ۷۔ یعنی پہلا جن جو فرشتوں سے باتیں چراتا ہے اس کو شعلہ آگ کا ضرور لگتا ہے مگر کسی کو یہ خبریں سنا دینے کے بعد اور کسی کو سنا دینے سے پہلے پھر یہ شعلہ کبھی تو اس جن کو ہلاک کرتا ہے جلا کر اور کبھی جلاتا نہیں صرف دیوانہ کر دیتا ہے (مرقات) خیال رہے کہ ہلکی آگ کو قوی آگ فنا کر سکتی ہے۔ جن ہلکی آگ سے پیدا ہیں اور شعلہ کی آگ بہت قوی ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ اسے جلا کر فنا کر دیتی ہے۔ ۸۔ یا تو پہلا جن ہی یہ ملاوٹ کر دیتا ہے یا آخری جن جو کاہن کو سناتا ہے وہ ملاوٹ کرتا ہے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔ ۹۔ کاہن کی جھوٹی خبروں کی اشاعت نہیں کرتے لوگ اس ایک سچی خبر کی دھوم مچا دیتے ہیں کہ فلاں خبر سچی تھی لہٰذا کاہن سچا ہے آج کل طبیبوں عاملوں کے متعلق یہ دیکھا جا رہا ہے۔ اگر کوئی طبیب پچاس بیماروں سے قبرستان بھر دے مگر دو چار کو صحت ہو جائے تو اسکی صحت و شفا کا شہرہ ہوتا ہے۔

(۴۳۹۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں، مجھے

marfat.com

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّھُمْ بَیْنَمَا ھُمْ جُلُوْسٌ لَیْلَۃً مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُمِیَ بِنَجْمٍ فَاسْتَنَارَ فَقَالَ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ اِذَا رُمِیَ بِمِثْلِ ھٰذَا قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ کُنَّا نَقُوْلُ وُلِدَ اللَّیْلَۃَ رَجُلٌ عَظِیْمٌ وَمَاتَ رَجُلٌ عَظِیْمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّھَا لَا یُرْمٰی بِھَا لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَیٰوتِہٖ وَلٰکِنْ رَبُّنَا تَبَارَکَ اسْمُہٗ اِذَا قَضٰی اَمْرًا سَبَّحَ حَمَلَۃُ الْعَرْشِ ثُمَّ سَبَّحَ اَھْلُ السَّمَآءِ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ التَّسْبِیْحُ اَھْلَ ھٰذِہِ السَّمَآءِ الدُّنْیَا ثُمَّ قَالَ الَّذِیْنَ یَلُوْنَ حَمَلَۃَ الْعَرْشِ لِحَمَلَۃِ الْعَرْشِ مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ فَیُخْبِرُوْنَھُمْ مَا قَالَ فَیَسْتَخْبِرُ بَعْضُ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ بَعْضًا حَتّٰی یَبْلُغَ ھٰذِہِ السَّمَآءَ الدُّنْیَا فَیَخْطَفُ الْجِنُّ السَّمْعَ فَیَقْذِفُوْنَ اِلٰی اَوْلِیَآئِھِمْ وَیُرْمَوْنَ فَمَا جَآءُوْا بِہٖ عَلٰی وَجْھِہٖ فَھُوَ حَقٌّ وَّلٰکِنَّھُمْ یَقْذِفُوْنَ فِیْہِ وَیَزِیْدُوْنَ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک انصاری نے خبر دی اس حالت میں کہ ہم ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے تھے، ایک تارا ٹوٹا اور روشنی پھیل گئی ۱۔ تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جاہلیت میں کیا کہتے تھے، جب اس جیسا تارا ٹوٹتا تھا ۲۔ وہ بولے کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانیں، ہم تو یہ کہتے تھے کہ آج رات یا تو کوئی بڑا آدمی ۳۔ پیدا ہوا یا کوئی بڑا آدمی مرا ہے۔ تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ تارے نہ تو کسی کی موت کے لئے مارے جاتے ہیں نہ کسی کی زندگی کے لئے ۴۔ لیکن ہمارا رب کہ مبارک ہے اس کا نام جب کسی چیز کا فیصلہ کرتا ہے ۵۔ تو حاملین عرش تسبیح کرتے ہیں، پھر اس آسمان والے تسبیح کرتے ہیں جو ان کے قریب ہیں، حتی کہ تسبیح اس دنیا کے آسمان والوں تک پہنچ جاتی ہے ۶۔ پھر حاملین عرش کے قریب والے حاملین عرش سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا، وہ انہیں خبر دیتے ہیں ۷۔ فرمایا کہ پھر بعض آسمان والے بعض سے خبریں پوچھتے ہیں، حتی کہ اس آسمان دنیا تک خبر پہنچ جاتی ہے، تو جنات سنی باتوں کو اچک لیتے ہیں ۸۔ تو اپنے دوستوں تک ڈال دیتے ہیں، اور مار دیئے جاتے ہیں ۹۔ پھر کاہن جو کچھ اس کے موافق لاتے ہیں وہ حق ہے ۱۰۔ لیکن وہ تو اس میں جھوٹ ملا دیتے ہیں، اور بڑھا دیتے ہیں ۱۱۔

(مسلم)

(۴۳۹۷) ۱۔ کہ تھوڑی دیر کے لئے سارے عالم میں سرخ یا سبز یا سفید روشنی ہو گئی جب کہ اب بھی کبھی دیکھا جاتا ہے۔ ۲۔ ان کا عقیدہ پوچھنا اس کی تردید کے لئے تھا اور اصل صحیح عقیدہ سمجھانے کے لئے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے (مرقات) ۳۔ یعنی بچہ پیدا ہوا جو آگے چل کر شاندار انسان بنے گا اس کی خوشی میں تارا ٹوٹا ۴۔ یعنی تم لوگوں کا یہ خیال غلط ہے تاروں کے ٹوٹنے کا تعلق کسی انسان کی موت یا زندگی سے نہیں۔ ۵۔ یعنی رب تعالیٰ عالم کے انتظام کے متعلق اپنے کسی فیصلہ کی خبر فرشتوں کو دیتا ہے کہ ہم نے فلاں قوم کو ذلیل کرنا ہے وغیرہ وغیرہ ۶۔ جیسے بادشاہ جب اپنے خاص درباریوں کو اپنے کسی ارادے پر مطلع کرتا ہے تو درباری ادب سے سر جھکا کر کہتے ہیں حضور بالکل حق ہے بالکل درست ہے وغیرہ ایسے ہی فرشتے ارادہ الٰہی کی خبر پا کر ادب سے تسبیح پڑھتے ہیں خیال رہے کہ یہاں قضا یعنی فیصلہ الٰہی کا ذکر ہے نہ کہ مشورہ کا چنانچہ رب تعالیٰ نے فرشتوں کو خبر دی کہ **انی جاعل فی الارض خلیفۃ** میں فیصلہ کی خبر نہ تھی بلکہ بطور مشورہ ان سے کہا گیا تھا کہ تمہاری اس میں کیا رائے ہے لہٰذا وہاں فرشتوں نے

marfat.com

آزادی سے رائے ظاہر کردی کہ خلافت کے مستحق ہم ہیں اگر وہاں قضاو فیصلہ کی خبر ہوتی تو فرشتے وہاں بھی تسبیح ہی پڑھتے۔ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں قرآن کے احکام واجب العمل ہیں جیسے نمازوزکوۃ کا حکم مگر قرآنی مشورہ واجب العمل نہیں مستحب ہیں جیسے قرض کا لکھ لینا۔ ۷۔ اس فرمان عالی سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ رب تعالیٰ کی خبر صرف حاملین عرش ہی سنتے ہیں باقی فرشتوں کو پھر یہ لوگ بتاتے ہیں دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ان پر مطلع فرمایا ہے حاملین عرش کو بلاواسطہ اور دوسرے فرشتوں کو ان حاملین کے ذریعہ سے ۸۔ اس طرح کہ جب یہ چیزیں دنیا کے آسمان یعنی پہلے آسمان والے فرشتوں کو ان کے اوپر والے بتاتے ہیں تو وہاں چھپے ہوئے جنات جو کان لگائے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں سن لیتے ہیں ۹۔ یعنی بعض دفعہ یہ جن یہ باتیں سنا کر شہاب سے مارے جاتے ہیں اور کبھی اس سے پہلے ہی۔ ۱۰۔ یعنی جب یہ کاہن لوگ وہ بات جو اس جن سے سنی ہے وہ لوگوں کو بتاتے ہیں تو حق ہوتی ہے اس کے علاوہ جو بتاتے ہیں وہ ناحق ہوتی ہے ۱۱۔ یہ زیادتی ننانوے فی صد ہوتی ہے یعنی سو میں ایک بات درست اور ننانوے باتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔

وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذِهِ النُّجُوْمَ لِثَلٰثٍ جَعَلَهَا زِيْنَةً لِلسَّمَآءِ وَرُجُوْمًا لِلشَّيَاطِيْنِ وَعَلَامَاتٍ يُهْتَدٰى بِهَا فَمَنْ تَاَوَّلَ فِيْهَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ اَخْطَاَ وَاَضَاعَ نَصِيْبَهٗ وَتَكَلَّفَ مَالَا يَعْلَمُ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

تَعْلِيْقًا وَفِيْ رِوَايَةِ رَزِيْنٍ وَتَكَلَّفَ مَا لَا يَعْنِيْهِ وَمَا لَا عِلْمَ لَهٗ بِهٖ وَمَا عَجَزَ عَنْ عِلْمِهِ الْاَنْبِيَآءُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَعَنِ الرَّبِيْعِ مِثْلُهٗ وَزَادَ وَاللّٰهِ مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِيْ نَجْمٍ حَيٰوةَ اَحَدٍ وَّلَا رِزْقَهٗ وَلَا مَوْتَهٗ وَاِنَّمَا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَيَتَعَلَّلُوْنَ بِالنُّجُوْمِ

(۴۳۹۸) روایت ہے حضرت قتادہ سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان تاروں کو، تین مقصدوں کے لئے پیدا فرمایا ۲۔ انہیں آسمان کی زینت اور شیاطین کی مار بنایا ۳۔ اور نشانیاں بنایا جن سے ہدایت لی جاوے ۴۔ تو جو ان میں اس کے سوا تاویل کرے ۵۔ اس نے خطا کی اور اپنا حصہ ضائع کیا، اور اس کا تکلف کیا جو وہ جانتا نہیں ۶۔ اسے بخاری نے "تعلیقاً" روایت کیا، اور رزین کی روایت میں ہے کہ اس نے غیر مفید چیز کا تکلف کیا، اور اس کا جس کا اسے علم نہیں، اور جس کے علم سے انبیاء و فرشتے ۷۔ عاجز نہیں، اور ربیع سے اسی کی مثل مروی ہے، اور یہ زیادتی ہے کہ رب کی قسم، اللہ نے تارے میں نہ کسی کی زندگی رکھی ہے، نہ رزق، نہ موت، یہ لوگ اللہ پر جھوٹ ہی باندھتے ہیں اور تاروں سے بہانہ بناتے ہیں

۸۔

(۴۳۹۸) ۱۔ آپ **تابعی** ہیں اور اس زمانہ کے مفسرین کے امام ہیں آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ ۲۔ یعنی تاروں کے بڑے بڑے مقصد یہ تین ہیں جن کا ذکر قران مجید میں صراحۃً ہے۔ ورنہ تاروں کی پیدائش کے ہزارہا مقصد ہیں ۳۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے **زینا السماء الدنیا بمصابیح** اور فرماتا ہے۔ **وجعلنھا ہار جوما للشیاطین** یہ تارے آسمان پر ایسے محسوس ہوتے ہیں جیسے پتلی چادر پر رنگ برنگے سلمے ٹکے ہیں ۴۔ کہ تاروں سے وقت اور سمت معلوم کی جاتی ہے۔ قطب تارے پر سمندری سفر، سمت قبلہ وغیرہ موقوف ہیں مسجدیں اس تارے سے بنائی جاتی ہیں رب فرماتا ہے۔ **وبالنجم ھم یھتدون** لہٰذا ستاروں کی یہ تین صفات برحق ہیں۔ ۵۔ اس طرح کہ ان سے غیبی چیزیں معلوم کرے ان کو موثر مانے بارشیں

marfat.com

موسم ان سے ثابت کرے جس کا نتیجہ شرک ہے ۶۔ یعنی رب تعالیٰ نے اسے ان چیزوں کا **مکلف** نہیں کیا وہ غیر ضروری چیزوں میں پھنس کر ضروری عبادات سے غافل ہو جاتا ہے۔ ۷۔ یعنی حضرات انبیاء اور فرشتے بھی تاروں سے غیبی خبریں معلوم نہیں کرتے ان کے علوم وحی الٰہی ارشاد ربانی سے ہوتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان حضرات کو غیبی علوم دیئے نہیں گئے مقصد یہ ہے کہ ان تاروں کے ذریعہ نہیں دیئے گئے یا یہ مطلب ہے کہ حضرات انبیاء کرام نے مخلوق کو تاروں کے ذریعہ ہدایت نہ دی بلکہ اپنے ارشادات اور ربانی کلام کے ذریعے ہدایت دی علم بمعنی تعلیم لہٰذا تم ان تاروں میں سوچ بچار کرنے کی بجائے کتاب و سنت میں سوچ و بچار کرو۔ (از مرقات) ۸۔ یعنی انتظامات دنیا مخلوق کی موت و زندگی، فراخی، تنگی، بارش و خشکی میں تارے موثر نہیں، یہ سب کچھ اللہ کی قدر ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ تارے حالات میں مؤثر نہیں۔ ہاں بعض حالات کی علامات ہیں، اور علامات سے حالات وابستہ نہیں ہوتے، بادل بارش کی علامت ہے۔ اس کی علت نہیں بارہا بادل آتے ہیں بارش نہیں ہوتی، صحبت اولاد کی علامت یا حد درجہ سبب ہے اسکی علت نہیں لہٰذا علم نجوم باطل بھی ہے اور صحیح بھی موثر ماننا باطل ہے۔ علامت ماننا برحق ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَبَسَ بَابًا مِنْ عِلْمِ النُّجُوْمِ لِغَيْرِ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ اَلْمُنَجِّمُ كَاهِنٌ وَالْكَاهِنُ سَاحِرٌ وَالسَّاحِرُ كَافِرٌ۔ (رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

(۴۳۹۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص علم نجوم کا کوئی باب اس کے سوا کے لئے حاصل کرے جو اللہ نے ذکر فرمایا ا۔ تو اس نے جادو کا حصہ سیکھا، نجومی کاہن، کاہن، جادوگر، اور جادوگر کافر ہے ۲۔ (رزین)

(۴۳۹۹) ا۔ یعنی گزشتہ مذکورہ تین چیزوں کے سوا اور چیزیں ستاروں سے معلوم کرے۔ ۲۔ کہ جادوگر اپنے عمل سے اور کاہن اپنی باتوں سے لوگوں کے دلوں پر اثر کرتے ہیں یہ دونوں عمل یا کفر ہیں یا کفران یعنی ناشکری یہ پہلے بتایا گیا کہ علم نجوم کفر بھی ہے حرام بھی ہے اور درست بھی۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَمْسَكَ اللّٰهُ الْقَطْرَ عَنْ عِبَادِهٖ خَمْسَ سِنِيْنَ ثُمَّ اَرْسَلَهٗ لَاَصْبَحَتْ طَائِفَةٌ مِّنَ النَّاسِ كٰفِرِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سُقِيْنَا بِنَوْءِ الْمِجْدَحِ ۲ (نسائی)

(۴۴۰۰) روایت ہے ابو سعید سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر اللہ اپنے بندوں سے پانچ سال بارش روک لے، پھر بھیجے ا۔ تب بھی لوگوں کا ایک ٹولہ کافر ہی ہو کہ وہ کہیں کہ ہم برج مجدح کی وجہ سے برسائے گئے ۲۔ (نسائی)

(۴۴۰۰) ا۔ پانچ سال کا ذکر بطور مثال ہے اس سے مقصود دراز مدت ہے یعنی اگر دراز مدت اور بہت انتظار کے بعد بھی بارش آوے تب بھی شکر نہیں کرتے کفر ہی کرتے ہیں۔ ۲۔ مجدح میم کے کسرہ سے چاند کی ایک خاص منزل کا نام ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ جب چاند اس میں داخل ہوتا ہے تو ضرور بارش آتی ہے بعض نے فرمایا کہ مجدح تین تاروں کا نام ہے جن کے متعلق عرب کا عقیدہ تھا کہ بارش ان سے ہوتی ہے (اشعہ مرقات) جدح کہتے ہیں ستو گوندھنے کو ان تاروں کی شکل و ترتیب ایسی واقع ہے۔ جیسے کوئی بیٹھا ہوا ستو گوندھ رہا ہے اس لئے انہیں مجدح کہتے ہیں جیسے عقرب قوس وغیرہ منزل ہے۔

marfat.com

كِتَابُ الرُّؤْيَا

خواب کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

رؤیا بنا ہے رؤیت سے ۔ بمعنی دیکھنا مگر رؤیت عام ہے رؤیا خاص رؤیت تو دیکھنے کو کہتے ہیں آنکھ سے دیکھنا ہو یا دل سے دیکھنا مگر رؤیا صرف خواب کو کہا جاتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا **انی اری فی المنام انی اذبحک** الخ رؤیا مصدر ہے بشرہ شورای' سقیا' خواب کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ جیسے بیداری میں دل کے خیالات یا الہام الٰہی ہوتے ہیں یا وسوسہ شیطانی یوں ہی خواب سونے والے کے دل کے خیالات ہی ہیں سچے خواب الہام الٰہی ہیں جھوٹے خواب شیطانی وسوسہ۔ ہمارے خواب نفسیانی۔ شیطانی۔ رحمانی ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ مگر حضرات انبیاء کرام کے خواب رحمانی ہی ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے خوابوں پر شرعی احکام جاری ہوتے ہیں۔ دیکھو نماز کی اذان حضرات صحابہ کی خواب سے جاری ہوئی حضور کی تصدیق فرمادینے کی وجہ سے بعض خوابیں بالکل واضح ہوتی ہیں۔ جیسے صحابہ کی اذان کی خواب بعض مجمل جیسے شاہ مصر نے قحط کے سالوں کو گایوں' بالیوں کی شکل میں دیکھا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) وَزَادَ مَالِكٌ بِرِوَايَةِ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ **يَرَاهَا الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰى لَهٗ۔**

(۴۴۰۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ باقی رہیں موت سے مگر بشارتیں ۱۔ لوگوں نے عرض کیا' بشارتیں کیا ہیں' فرمایا اچھی خواب ۲۔ (بخاری) مالک نے بروایت عطاء ابن یسار یہ زیادتی کی کہ جسے مسلمان آدمی دیکھے یا اسے دکھائی جاوے ۳۔

(۴۴۰۱) ۱۔ یعنی ہماری وفات پر وحی' نبوت تاقیامت ختم ہو جائے گی مگر نبوت کا ایک حصہ یعنی ڈرانا اور بشارت باقی رہے گا۔ رب تعالیٰ خوابوں کے ذریعہ علوم غیبیہ اگلے حالات پر اطلاع برابر جاری رکھے گا خوابیں غیبی خبریں دیتی رہیں گی خوابیں بشارت بھی ہوتی ہیں۔ ڈراتی بھی ہیں مگر تغلیبا" بشارت فرمایا (مرقات) ۲۔ صالحہ سے مراد یا سچی خوابیں' یا اچھی خوشی کی خوابیں عموماً خوشی کی خواب کو رؤیا کہتے ہیں اور ڈروانی خواب کو حلم مگر یہاں رؤیا سے عام خواب مراد ہے اچھی ہو یا ڈراؤنی (اشعہ و مرقات) خیال رہے کہ رؤیا ۔ بمعنی خواب آتا ہے مگر جب اس کے بعد رویت کا کوئی مشتق آجاوے تو بیداری میں دیکھنے کے بھی معنی دیتا ہے رب فرماتا ہے۔ **وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس** حضور انور نے معراج کی شب سارے عالم غیب کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا مگر اسے رب نے رویا فرمایا چونکہ آگے آرہا ہے **اریناک** اس لئے وہاں آنکھ سے بیداری میں دیکھنا مراد ہوا معراج جسمانی کے منکر اسی لفظ رؤیا سے جسمانی معراج کا انکار کرتے ہیں ۳۔ یعنی مسلمان خود خواب دیکھے یا دوسرا شخص اس کے متعلق خواب دیکھے طبرانی نے بروایت عبادہ ابن صامت حدیث نقل فرمائی کہ مومن کا خواب اس کا اپنے رب سے کلام کرنا ہے یا رب کا اس سے کلام کرنا (مرقات) خواب میں رب تعالیٰ کا دیدار بھی ہو سکتا ہے ہمارے امام اعظم نے ننانوے بار رب تعالیٰ کو خواب میں دیکھا **یراھا** اور **او تری لہ** سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض خواب انسان خود دیکھتا ہے۔ کہ دن میں جو خیالات رکھتا ہے۔ وہ ہی

marfat.com

خواب دیکھتا ہے اور بعض خواب رب کی طرف سے دکھائے جاتے ہیں مومن کے یہ خواب الہام کا حکم رکھتے ہیں۔ انہیں کو رویا صالحہ کہتے ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّۃٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّۃِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۴۰۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اچھی خواب ۱؎ نبوت کا چھیالیسواں ہے ۲؎۔ (مسلم و بخاری)

(۴۴۰۲) ۱؎ رویا صالحہ سے مراد سچی خواب ہے جو نہ شیطانی وسوسہ سے ہو نہ دل کے خیالات سے بلکہ خاص رحمان کی طرف سے ہو جس قدر تقویٰ اعلیٰ اس قدر خوابیں سچی ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ کبھی کفار و فساق کی خوابیں بھی سچی ہوتی ہیں شاہ مصر کافر تھا۔ مگر اس نے آئندہ کے سات سال کی قحط سالی بالیوں کی شکل میں دیکھی حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر دی اور وہ خواب سچی تھی اس کی اس خواب کے بہت اعلیٰ نتیجے ہوئے۔ ۲؎ اس کا حقیقی مطلب رب تعالیٰ جانے یا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور کی نبوت کا زمانہ تیئس سال ہے اور ظہور نبوت سے پہلے چھ ماہ یعنی نصف سال آپ کو بہت ہی سچی اور اعلیٰ خوابیں آئیں تو زمانہ خواب زمانہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اس لئے خواب کو چھیالیسواں حصہ فرمایا گیا۔ واللہ اعلم۔ بعض روایات میں ہے۔ سترواں حصہ ہے۔ بعض میں ہے پچاسواں حصہ ہے فرماتے ہیں صلے اللہ علیہ وسلم کے اچھے اخلاق اور میانہ روی نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے لہٰذا چاہیے یہ کہ فرمان پر ایمان لاؤ مطلب اللہ رسول کے سپرد کرو بعض نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھیالیس خصوصی صفات علیہ عطا ہوئیں جن میں سے ایک صفت اچھی خواب ہے بعض نے فرمایا کہ اس سے عدد خاص مراد نہیں بلکہ زیادتی بیان کرنا مقصود ہے یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی چھیالیس قسم کی ہوئی ہے بلاواسطہ جبریل، بواسطہ جبریل، پھر گھنٹہ کی سی آواز، صاف بیان، حق تعالیٰ کا خواب میں کچھ فرمانا حتیٰ کہ معراج میں مشاہدہ جمال کرا کر کلام فرمایا ان چھیالیس حصہ سے ایک خواب بھی ہے لہٰذا یہ خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے (اشعہ) خیال رہے کہ حضور پر نبوت ختم ہو چکی مگر نبوت کے اوصاف تاقیامت باقی ہیں اوصاف نبوت یا اجزاء نبوت بعینہٖ نبوت نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۴۰۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا ۱؎ کیونکہ شیطان میری شکل نہیں بن سکتا ۲؎۔ (مسلم و بخاری)

(۴۴۰۳) ۱؎ یعنی جو شخص خواب میں ایک شکل دیکھے اور سمجھے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو وہ حضور اقدس ہی ہیں شیطان آپ کی شکل بن کر نہیں آیا خواہ وہ شخص حضور کو بچپن شریف کی عمر میں دیکھے یا جوانی کی عمر میں یا بڑھاپے شریف کی عمر میں۔ خیال رہے کہ خواب میں حضور کا نورانی چہرہ چمکدار دیکھنا اپنے درستی عقائد کی علامت ہے اور چہرہ انور میں سیاہی دیکھنا اپنے دل کی سیاہی بدعقیدگی ہے حضور کا لباس صاف سفید اپنے نیک اعمال ہونے کی علامت ہے لباس مبارک کثیف دیکھنا اپنے اعمال خراب ہونے کی علامت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ حق نما ہیں۔ آئینہ میں اپنا چہرہ نظر آتا ہے۔ شعر:۔

marfat.com

☆ گفت من آئینہ مشقول دوست ☆ ترکی و ہندی بہ **بیند** آنچہ است ☆

اگر خواب میں حضور کوئی ناجائز حکم دیں تو وہ ہمارے اپنے سننے میں فرق ہے کسی نے خواب میں دیکھا کہ حضور فرماتے ہیں اشرب خمرا۔ تم شراب پیو اس کی تعبیر دی گئی کہ حضور نے فرمایا ہے لا تشرب تو نے غلطی سے سن لیا اشرب یا خمر سے مراد شراب طہور شراب محبت ہے۔ ۲۔ علماء فرماتے ہیں کہ شیطان خواب میں خدا بن کر آسکتا ہے مگر مصطفیٰ بن کر نہیں آسکتا کیونکہ حضور ہادی مطلق ہیں اور شیطان مضل مطلق گمراہ گر ہادی کی شکل میں کیسے آئے ضدین جمع نہیں ہو سکتیں اللہ تعالیٰ ہادی بھی ہے مضل بھی دیکھو مدعی الوہیت کے ہاتھ پر عجائبات ظاہر ہو سکتے ہیں۔ جیسے دجال مگر مدعی نبوت کے ہاتھ پر کبھی عجائبات ظاہر نہیں ہو سکتے (اشعۃ اللمعات)

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۴۰۴) روایت ہے ابو قتادہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔ (مسلم و بخاری)

(۴۴۰۴) اس حدیث کے چند معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ دیکھنے سے مراد ہے خواب میں دیکھنا اور حق سے مراد ہے واقعی دیکھنا باطل کا مقابل یعنی جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا وہ شکل خیالی یا شیطانی نہیں میری ہے۔ دوسرے یہ کہ تاقیامت جو ولی بیداری میں مجھے دیکھے گا وہ مجھ ہی کو دیکھے گا۔ شیطان میری شکل میں اس کے سامنے نہ آئے گا۔ بعض اولیاء بیداری میں حضور کو دیکھتے آپ سے کلام کرتے ہیں مصافحہ و معانقہ کرتے ہیں۔ شیخ ابو مسعود ہر نماز کے بعد حضور انور سے مصافحہ کرتے تھے۔ ابو الحسن شاذی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور انور نے فرمایا اے علی اپنے کپڑے پاک رکھو۔ نور الدین یحییٰ نے روضہ انور سے جواب سلام سنا۔ شیخ ابو العباس کہتے ہیں کہ اگر میں ایک ساعت بھی حضور کا جمال نہ دیکھوں تو اپنے مرتد ہو جانے کا فتویٰ دوں۔ حضرت غوث پاک وعظ فرما رہے تھے کہ شیخ علی ابن ہیتی سامنے بیٹھے تھے کہ انہیں نیند آگئی۔ حضور غوث پاک منبر سے اتر کر ان کے پاس باادب کھڑے ہو گئے اور حاضرین سے فرمایا باادب رہو خاموش رہو کچھ دیر بعد علی بیدار ہوئے جناب غوث پاک نے فرمایا اے علی کیا تم نے خواب میں حضور کی زیارت کی بولے ہاں فرمایا اس لئے میں تمہارے پاس باادب کھڑا ہو گیا۔ فرمایا تم کو حضور نے کیا حکم دیا عرض کیا آپ کی مجلس میں حاضر رہنے کا۔ شیخ علی نے کہا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا۔ جناب غوث نے بیداری میں دیکھا غرض کہ بیداری میں حضور کو دیکھنا اولیاء اللہ سے ثابت ہے۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ (اشعۃ اللمعات) کوئی شخص اس دنیا میں آنکھوں سے بیداری میں رب تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا قرآن مجید فرماتا ہے **لا تدرکہ الابصار** ان آنکھوں سے رب کو صرف حضور انور نے بیداری میں دیکھا مگر زمین پر رہ کر نہیں بلکہ عرش سے وراجا کر یعنی معراج کی رات۔ ہاں خواب میں رب تعالیٰ کی زیارت ہو سکتی ہے بلکہ بعض خواص کو ہوئی ہے حضور انور صبح کی نماز میں دیر سے آئے بعد نماز فرمایا میں نے رب کو اچھی صورت میں دیکھا۔ جیسا کہ ہم نے باب المساجد میں اس حدیث کی شرح میں لکھ چکے ہیں۔ بعض لوگ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ یہاں حق سے مراد رب تعالیٰ کی ذات ہے اور معنی یہ ہیں کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا تعالیٰ کو دیکھ لیا کیونکہ حضور انور آئینہ ذات کبریا ہیں جیسے کہا جائے کہ جس نے قرآن مجید پڑھا اس نے رب سے کلام کر لیا یا جس نے بخاری دیکھی اس نے محمد بن اسماعیل کو دیکھ لیا۔ اگرچہ بعض لوگ اس معنی کی تردید کرتے ہیں لیکن ہم نے جو توجیہ عرض کی اس توجیہ سے یہ معنی درست ہیں قرآن کریم نے حضور کو ذکر اللہ فرمایا۔ **قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا** اشعۃ اللمعات نے اس حدیث کے متعلق بڑی اعلیٰ باتیں

marfat.com

فرمائی ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَةِ وَلَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۴۰۵) روایت ہے ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا۱ اور شیطان میری شکل نہیں بن سکتا۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۴۰۵) ۱۔ اس حدیث کے بھی چند معنی کئے گئے۔ ایک یہ کہ جس صحابی نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بیداری میں دیکھے گا۔ دوسرے یہ کہ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے قیامت میں بیداری میں دیکھے گا۔ تیسرے یہ کہ جس مسلمان نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے اپنی زندگی ہی میں بیداری میں دیکھے گا خواص اولیاء تو ظاہر ظہور دیکھیں گے ہم جیسے عوام جن میں ضبط کا مادہ نہیں راز چھپا نہیں سکتے وہ مرتے وقت جب زبان بند ہو جائے گی۔ تب پہلے مجھے دیکھیں گے بعد میں وفات پائیں گے تاکہ وہ راز ظاہر نہ کر سکیں چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ بیدار ہو کر اس حدیث میں غور کیا اور سوچا کہ اب میں حضور انور کو بیداری میں کیونکر دیکھوں گا۔ آپ اپنی خالہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے حضرت میمونہ نے حضور کا آئینہ آپ کو دیا جس میں حضور انور اپنا چہرہ انور دیکھا کرتے تھے حضرت ابن عباس نے جب آئینہ دیکھا تو اس میں بجائے اپنی صورت کے حضور کی صورت شریف نظر آئی اپنی صورت بالکل نظر نہ آئی۔ دیکھو اشعۃ اللمعات یہ ہی مقام چوتھے یہ کہ میرے زمانہ حیات شریف میں جو مسلمان مجھ تک نہ پہنچ سکا اس نے مجھے خواب میں دیکھ لیا وہ انشاء اللہ عنقریب مجھ تک پہنچ جائے گا اور میری زیارت کر لے گا مگر تیسرے معنے بہت قوی ہیں اور یہ بشارت عام مسلمانوں کیلئے ہے۔ ۲۔ یہ حضور کا وہ معجزہ ہے جو تاقیامت باقی ہے کہ جیسے شیطان زندگی شریف میں آپ کی شکل اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ یوں ہی تاقیامت کسی کی خواب میں حضور کی شکل میں نہیں آسکتا حضور انور کے سواء اور تمام کی شکلوں میں آجاتا ہے خواب میں باتیں کر جاتا ہے مرد یا عورت کو احتلام اس کی مہربانی سے ہوتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ مَا یُحِبُّ فَلَا یُحَدِّثْ بِهٖ اِلَّا مَنْ یُّحِبُّ وَاِذَا رَاٰی مَا یَکْرَهُ فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ وَلْیَتْفُلْ ثَلٰثًا وَلَا یُحَدِّثْ بِهَا اَحَدًا فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۴۰۶) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے' فرماتے ہیں' کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اچھی خواب اللہ کی طرف سے ہے' اور بری خواب شیطان کی طرف سے' ۱۔ تو جب تم میں سے کوئی پسندیدہ چیز دیکھے تو اپنے پیارے کے سوا کسی سے بیان نہ کرے ۲۔ اور جب ناپسند بات دیکھے تو اس کی شر سے اور شیطان کی شر سے اللہ کی پناہ مانگے' اور تین بار تھوک دے' اور اس کی خبر کسی کو نہ دے تو وہ خواب اسے مضر نہ ہوگی ۳۔ (مسلم بخاری)

(۴۴۰۶) ۱۔ اچھے خواب کو رؤیا کہتے ہیں۔ اور برے خواب کو حلم اسی سے ہے اضغاث احلام اسی سے بنا ہے احتلام اگرچہ ساری خوابیں رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں مگر بارگاہ الٰہی کا ادب یہ ہے کہ بری اور ڈراؤنی خوابوں کو شیطان کی طرف سے نسبت دے

marfat.com

کیونکہ مسلمان کی بری خوابوں سے بہت خوش ہوتا ہے (مرقات) بہر حال اچھی خواب رب کی بشارت ہے تاکہ مسلمان اللہ کی رحمت کا منتظر اور شکر میں مشغول ہو جائے بری خواب مایوس کن ہے۔ اور مایوسی شیطانی عمل ہے۔ ۲۔ یعنی اچھی خواب ضرور بیان کرے تاکہ اس کا ظہور ہو جائے مگر بیان کرے ایسے عالم معتبر سے جو اس کا دوست و خیر خواہ ہو تاکہ وہ تعبیر خراب نہ دے اچھی تعبیر دے خواب کی پہلی تعبیر ہی پر خواب کا ظہور ہوتا ہے۔ ۳۔ یہ عمل بہت مجرب ہے کیسی ہی خطرناک خواب دیکھو یہ عمل کر لو انشاء اللہ اس کا ظہور کبھی نہ ہو گا۔ اچھی خواب اللہ کی نعمت ہے اس کا چرچہ کرو۔ **واما بنعمة ربک فحدث** اور بری خواب بلاو امتحان ہے اس پر صبر کرو کسی سے نہ کہو رب سے عرض کرو۔ انشاء اللہ دفع ہو جائے گی (مرقات) چونکہ حضور کے خطرناک خواب بھی رب کی طرف سے ہوتے تھے۔ اس لئے حضور لوگوں سے انکا ذکر فرما دیتے پھر ان کا ظہور بھی ہوتا تھا۔ جیسے حضور نے خواب میں تلوار ٹوٹتی دیکھی اس کا ظہور غزوہ احد کی تکلیف کی شکل میں نمودار ہوا۔ ہاتھوں پر بھاری کنگن دیکھے ان کا ظہور مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی سے ہوا۔ لہٰذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان حضور کے اس عمل شریف کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاٰى اَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ ثَلٰثًا وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ ثَلٰثًا وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِىْ كَانَ عَلَيْهِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۴۰۷) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے' تو اپنے بائیں جانب تین بار تھوک دے' اور تین بار شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے' اور جس کروٹ پر تھا اس سے پھر جاوے ا۔ (مسلم)

(۴۴۰۷) ا۔ عربی میں بصق کہتے ہیں۔ تھوکنے کو اتفل کہتے ہیں تھتکارنے کو یہاں بصق سے مراد تھتکارنا ہی ہے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے یہ تینوں عمل شیطان کو ذلیل کرنے اور اپنے حال کو بدلنے کے لئے ہے۔ شیطان اکثر بائیں ہاتھ پر رہتا ہے ادھر تھوکنا گویا شیطان کے منہ پر تھوکنا ہے۔ یہ عمل بھی مجرب ہے۔ برے خواب میں یہ دیکھ کر یہ کرنا چاہیے اس سے خواب ختم ہو جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ يَكَدْ يَكْذِبُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ وَمَا كَانَ مِنَ النُّبُوَّةِ فَاِنَّهٗ لَا يَكْذِبُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ وَاَنَا اَقُوْلُ الرُّؤْيَا ثَلٰثٌ حَدِيْثُ النَّفْسِ وَتَخْوِيْفُ الشَّيْطٰنِ وَبُشْرٰى مِنَ اللّٰهِ فَمَنْ رَاٰى شَيْئًا يَكْرَهُهٗ فَلَا يَقُصَّهٗ عَلٰى اَحَدٍ وَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ الْغُلَّ فِى النَّوْمِ وَيُعْجِبُهُمُ الْقَيْدُ وَيُقَالُ الْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِى الدِّيْنِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) قَالَ الْبُخَارِىُّ رَوَاهُ قَتَادَةُ

(۴۴۰۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب زمانہ قریب ہو گا ۱۔ تو مومن کی خواب جھوٹی نہ ہو سکے گی ۲۔ اور مومن کی خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے' اور جس کا تعلق نبوت سے ہو' وہ جھوٹی نہیں ہوتی ۳۔ محمد ابن سیرین نے فرمایا ۳۔ کہ میں کہتا ہوں کہ خواب تین طرح کی ہے' نفسانی خیالات ۵۔ اور شیطان کی دھمکی اور اللہ کی طرف سے بشارت ۶۔ تو جو ناپسند چیز خواب میں دیکھے' اسے کسی پر بیان نہ کرے' اور کھڑا ہو جاوے نماز پڑھ لے' ۷۔ فرمایا کہ آپ خواب میں طوق کو ناپسند کرتے تھے' اور انہیں قید پسند تھی ۸۔ کہا

marfat.com

وَيُونُسُ وَهُشَيْمٌ وَأَبُوْ هِلَالٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَالَ يُوْنُسُ لَا أَحْسِبُهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَيْدِ وَقَالَ مُسْلِمٌ لَا أَدْرِيْ هُوَ فِي الْحَدِيْثِ أَمْ قَالَهُ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ نَحْوُهُ وَدُوْرَ جَ فِي الْحَدِيْثِ قَوْلُهُ وَأَكْرَهُ الْغُلَّ إِلٰى تَمَامِ الْكَلَامِ۔

جاتا ہے کہ قید دین میں پختگی ہے' (مسلم بخاری) بخاری نے فرمایا کہ اسے قتادہ' یونس ہشیم اور ابو ہلال نے محمد بن سیرین سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے ۹۔ روایت کیا یونس نے فرمایا میں اسے نہیں خیال کرتا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قید کے متعلق ۱۰۔ اور مسلم نے کہا مجھے خبر نہیں کہ وہ حدیث میں ہے' یا یہ ابن سیرین نے کہا ۱۱۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حدیث میں یہ قول اکرہ الغل پورے کا پورا حدیث میں داخل کر لیا گیا ہے ۱۲۔

(۴۴۰۸) ۱۔ قرب زمان میں کئی احتمال ہیں۔ قریب قیامت۔ موت کے قریب کا زمانہ یعنی بڑھاپا وہ مہینے جن میں دن رات برابر ہوتے ہیں حضرت امام مہدی کے ظہور کا زمانہ جبکہ لوگوں میں عیش و عشرت بہت ہو گا۔ سال گزرے گا مہینہ کی طرح مہینہ ہفتہ کی طرح ہفتہ ایک دن کی طرح وہ زمانہ جب لوگوں کی عمریں گھٹ جائیں گی یا شر و فساد کا زمانہ جب لوگ ایک دوسرے سے گتھ جائیں قتل و خون کے لئے قریب ہو جائیں گے (اشعہ) مرقات میں اس کے اور بہت سے معنی کئے گئے ہیں۔ مثلاً یاجوج ماجوج کے خروج کا زمانہ۔ ۲۔ یعنی ان زمانوں میں اہل اسلام کی اکثر خوابیں صحیح ہوا کریں گی۔ ان تمام موقعوں پر خوابیں درست ہونے کی وجہیں مرقات و لمعات وغیرہ نے بہت دراز بیان فرمائی ہیں۔ ۳۔ اس مضمون کی شرح ابھی کچھ پہلے ہم عرض کر چکے ہیں۔ ۴۔ محمد ابن سیرین حضرت انس ابن مالک کے آزاد کردہ غلام ہیں عظیم الشان تابعی ہیں۔ بڑے فقیہ محدث عالم باعمل تھے ستتر سال عمر پائی ۱۱۰ھ ایک سو دس میں وفات ہوئی بصرہ کے پاس خواجہ حسن بصری کے ساتھ ایک ہی حجرہ میں دفن ہیں فقیر نے قبر شریف کی زیارت کی ہے آپ اپنے زمانہ میں علم تعبیر کے امام تھے۔ ۵۔ کہ دن بھر کے خیالات رات کو خواب کی شکل میں نظر آجاتے ہیں۔ ۵۔ یعنی ہر خواب سچا نہیں ہوتا۔ نفسانی' شیطانی خواب مثل وسوسہ کے ہوتے ہیں ناقابل اعتبار اور رحمانی خواب جس کا تعلق فرشتہ سے ہوتا ہے وہ درست ہی ہوتے ہیں یہ ہماری خوابوں کو حال ہے حضرت انبیاء کرام کے خواب مثیہ رحمانی اور درست ہوتے ہیں لہٰذا حدیث بالکل ظاہر ہے۔ ۷۔ تاکہ نماز کی برکت سے شیطان کا اثر جاتا رہے یہ مشورہ جب ہے جبکہ نماز میں دل لگے ورنہ بائیں ہاتھ کی طرف تھتکار دے کروٹ بدل لے لاحول شریف پڑھ لے جیسا کہ ابھی پچھلی حدیث میں گزرا۔ ۸۔ یعنی ابن سیرین خواب میں اپنے گلے میں طوق دیکھنا ناپسند کرتے تھے۔ اپنے پاؤں میں زنجیر و بیڑیاں دیکھنا پسند کرتے تھے اور کہتے تھے یا حضرات صحابہ کرام خواب میں اپنے گلے میں طوق دیکھنا ناپسند کرتے تھے کان یکرہ کا فاعل ابن سیرین ہیں اور یعجبهم کا مرجع حضرات صحابہ کرام ہیں خلاصہ یہ ہے کہ گلے میں طوق لعنت کی علامت ہے پاؤں میں بیڑی دین پر استقامت کی نشانی ہے۔ ۹۔ قتادہ تو مشہور تابعی ہیں یونس نام کے بہت راوی ہیں یہاں یونس ابن عبید بصری مراد ہیں۔ جو عبدالقیس کے آزاد کردہ غلام ہیں کیونکہ محمد ابن سیرین سے زیادہ روایت یہی کرتے ہیں ہشیم سے مراد ہشیم ابن بشیر سلمی ہیں ابو ہلال بھی تابعی ہیں ان چاروں بزرگوں نے کہا کہ محمد ابن سیرین نے یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی (اشعہ) ۱۰۔ یعنی یونس ابن عبید نے کہا کہ قید کے متعلق یہ فرمان کہ قید پسند کرتے تھے یہ حضور کا فرمان عالی ہے کہ حضور خواب میں قید دیکھنا پسند فرماتے تھے۔ ۱۰۔ یعنی خواب میں قید دیکھنے کا محبوب ہونا یا تو حضور صلی اللہ

marfat.com

علیہ وسلم سے مروی ہے یا محمد ابن سیرین کا اپنا قول ہے۔ ۱۱۔ یعنی **کان یکرہ الغل** سے لیکر فی الدین تک کی عبارت حدیث میں نہیں ہے یہ ابن سیرین کا اپنا قول ہے مگر اسے حدیث میں اس طرح بیان کیا ہے کہ حدیث کا جز معلوم ہوتا ہے یہ شامل کرنے والے یا تو ابن سیرین ہیں یا ابو ہریرہ (اشعہ) یہاں مرقات نے فرمایا کہ طوق گردن میں پڑتا ہے اور قیامت کے دن کفار کی گردنوں میں طوق ہو گا۔ رب فرماتا ہے **اذا لا غلال فی اعناقہم** لہٰذا یہ خواب میں دیکھنا اچھا نہیں اور بیڑیاں پاؤں میں پڑتی ہیں جس سے پاؤں ایک جگہ ٹھہر جاتا ہے اس میں اشارہ ہے کہ اس کو اسلام پر ثابت قدمی نصیب ہو گی اپنے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے دیکھنا بخل کی علامت ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ رَاْسِيْ قُطِعَ قَالَ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِذَا لَعِبَ الشَّيْطَانُ بِاَحَدِكُمْ فِيْ مَنَامِهٖ فَلَا يُحَدِّثْ بِهِ النَّاسَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۴۰۹) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا میرا سر کاٹ دیا گیا ہے ۱۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا جب تم میں سے کسی سے شیطان خواب میں کھیلے تو لوگوں کو اس کی خبر نہ دے (مسلم) ۲۔

(۴۴۰۹) ۱۔ یعنی مجھے ذبح یا قتل کر دیا گیا اور میں اپنے ذبح اپنے قتل کو خود دیکھ رہا ہوں۔ وہ صاحب خواب سے گھبرا گئے تھے ۲۔ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے معلوم فرمالیا کہ یہ خواب اضغاث احلام سے ہے شیطان نے اسے مغموم کرنے کے لئے یہ خواب دکھایا ہے اگر یہ خواب درست ہو تو اس کی تعبیر ہوتی ہے تبدیلی حال مغموم دیکھے تو اسے خوشی ہو گی خوشحال دیکھے تو وہ بدحال ہو جاوے گا غلام دیکھے تو آزاد ہو جاوے گا۔ مقروض دیکھے تو قرض سے آزاد ہو جاوے گا۔ لہٰذا یہ حدیث بھی صحیح ہے اور معبرین کی یہ مذکورہ تعبیریں بھی درست ہیں (مرقات واشعہ)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ كَاَنَّا فِيْ دَارِ عُقْبَةَ بْنِ رَافِعٍ فَاُتِيْنَا بِرُطَبٍ مِنْ رُطَبِ ابْنِ طَابٍ فَاَوَّلْتُ اَنَّ الرِّفْعَةَ لَنَا فِي الدُّنْيَا وَالْعَاقِبَةَ فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ دِيْنَنَا قَدْ طَابَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۴۱۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات مجھے اس میں جس میں سونے والا دیکھتا ہے دکھایا ۱۔ گیا گویا ہم عقبہ ابن رافع کے گھر میں ہیں کہ ہمارے پاس ابن طاب سے کچھ رطب لائے گئے ۲۔ میں نے تعبیر دی کہ دنیا میں بلندی ہمارے لئے ہے اور آخرت میں انجام بھی اور یہ کہ ہمارا دین طیب ہو گیا۔ ۳۔ (مسلم)

(۴۴۱۰) ۱۔ مایری النائم سے مراد صادقہ و صالحہ خوابیں ہیں النائم میں الف لام عہدی ہے جس سے مومن صالح نائم مراد ہے۔ ۲۔ یعنی ہم مع صحابہ کرام ان کے گھر میں ہیں ہم سب کے پاس یہ کھجوریں لائی گئیں۔ ابن طاب مدینہ منورہ میں ایک شخص تھا جس کی طرف یہ کھجوریں منسوب ہیں۔ انہیں عذق ابن طاب بھی کہتے ہیں اور رطب ابن طاب بھی ۳۔ حضور انور نے یہ تعبیر ان کے ناموں سے دی۔ حضور انور ناموں سے نامی بیداری بھی لیتے تھے چنانچہ سفر ہجرت میں حضور انور نے کفار کی ایک جماعت کو دیکھا جس کا سردار بریدہ اسلمی تھا جسے کفار مکہ نے سو اونٹ کے وعدہ پر حضور انور کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ آپ نے پوچھا

marfat.com

تیرا نام کیا ہے؟ بولا بریدہ' تو صدیق اکبر سے فرمایا **برد امرنا** ہمارے کاموں میں ٹھنڈک ہوتی۔ پھر پوچھا' تیرا نسب کیا ہے' بولا بنی اسلم! فرمایا' انشاء اللہ ہم کو سلامتی ملی' پھر پوچھا کونسا اسلم؟ بولا بنی سہم والے۔ فرمایا (**اصبت سہمک**) تو نے اپنا حصہ پالیا۔ اسی وقت بریدہ مسلمان ہو گئے' اور حضور کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوئے گویا حضور علیہ السلام نے جو کہا فورا ہوا' انہیں حصہ مل گیا۔ (اشعۃ اللمعات)

(۴۴۱۱) وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُھَاجِرُ مِنْ مَکَّۃَ اِلٰی اَرْضٍ بِھَا نَخْلٌ فَذَھَبَ وَھْلِیْ اِلٰی اَنَّھَا الْیَمَامَۃُ اَوْ ھَجَرُ فَاِذَا ھِیَ الْمَدِیْنَۃُ یَثْرِبُ وَرَاَیْتُ فِیْ رُؤْیَایَ ھٰذِہٖ اَنِّیْ ھَزَزْتُ سَیْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُہٗ فَاِذَا ھُوَ مَا اُصِیْبَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ اُحُدٍ ثُمَّ ھَزَزْتُہٗ اُخْرٰی فَعَادَ اَحْسَنَ مَا کَانَ فَاِذَا ھُوَ مَا جَآءَ اللّٰہُ بِہٖ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۴۱۱) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں' جہاں کھجوریں ہیں' تو میرا خیال ادھر گیا کہ وہ زمین یمامہ' یا ہجر ہے ۲۔ مگر وہ نکلا مدینہ یعنی یثرب ۳۔ اور میں نے اپنی اسی خواب میں دیکھا' کہ میں نے ایک تلوار ہلائی' تو اس کا درمیانی حصہ ٹوٹ گیا' یہ وہ تکلیف تھی جو مسلمان کو احد کے دن پہنچی۔ ۴۔ پھر میں نے اسے دوبارہ ہلایا تو وہ پہلے سے زیادہ اچھی ہو گئی' تو یہ وہ فتح اور مسلمانوں کا اجتماع ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ۵۔ (مسلم بخاری)

(۴۴۱۱) ا۔ **وھل** واو اور ہ کے فتحہ سے۔ بمعنی گھبراہٹ' اور فورا دل میں آنے والا خیال (مرقات) ۲۔ یمامہ ایک لونڈی کا نام تھا' جس کی آنکھیں نیلی اور نگاہ بہت تیز تھی' بورنو شہر اور علاقہ اس کی طرف منسوب ہے یمامہ سارے حجاز میں زیادہ ہرا بھرا اور کھجوروں والی بستی ہے' مکہ معظمہ سے جانب مشرق ہے' بصرہ و کوفہ سے سولہ منزل پر ہے' مسیلمہ کذاب یہاں ہی کا باشندہ تھا۔ ہجر بحرین کے علاقہ میں ایک شہر ہے' جہاں کے گھڑے اور مٹکے بہت مشہور تھے۔ ۳۔ یعنی اس خواب کے کچھ دیر بعد علامات سے معلوم ہوا کہ ہماری جائے ہجرت مدینہ منورہ ہے' جسے لوگ یثرب کہتے ہیں۔ حضور کی یہ تعبیر ہجرت سے کہیں پہلے ہو چکی تھی' خواب دیکھنے کے کچھ بعد جو **فاذا** کی ف سے معلوم ہو رہا ہے' دیکھو اشعۃ۔ خیال رہے کہ مدینہ منورہ کے قریبا اسی نام ہیں' جن میں سے بہت سے نام شیخ عبد الحق نے اپنی کتاب جذب القلوب میں بیان فرمائے' مدینہ' طیبہ' طابہ' طحی' ابطح وغیرہ اسے **یثرب** کہنا منع ہے' طریقہ منافقین ہے' قرآن کریم فرما رہا ہے کہ منافقین کہتے ہیں **یا اھل یثرب لا مقام لکم** امام احمد نے بروایت براء ابن عازب مرفوعا" نقل فرمایا کہ جو اسے یثرب کہے وہ توبہ کرے (مرقات) بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کی کہ حضور فرماتے ہیں جو ایک بار مدینہ کو یثرب کہے' وہ کفارہ کے لئے دس بار مدینہ کہے (اشعۃ) یثرب نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام تھا' جس نے یہ شہر آباد کیا (اشعہ) واللہ اعلم۔ روح البیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے زمانہ سلیمانی میں تبع نے آباد کیا۔ نیز یثرب بنا ہے ثرب سے۔ بمعنی ہلاکت یا مصیبت' یثرب۔ بمعنی مصیبت و آفات کی جگہ' چونکہ پہلے یہ جگہ بڑی بیماریوں والی تھی' اس لئے یثرب کہلاتی تھی' حضور کی برکت سے طیبہ یعنی صاف کی ہوئی زمین ہو گئی۔ اب وہ جگہ بجائے دار الوباء کے دار الشفاء بن گئی۔ ۴۔ یعنی تلوار کا ٹوٹنا مسلمانوں کی وہ پریشانی تھی جو انہیں احد میں پہنچی۔ معلوم ہوا کہ غازی مسلمان حضور کی تلوار ہیں اور حضور کے ہاتھ میں ہیں۔ ۵۔

marfat.com

اس فتح سے مراد یا تو خود احد کے دن کی فتح ہے کہ اولا مسلمانوں کے قدم اکھڑے اور ستر حضرات شہید ہو گئے۔ پھر حضور کے قدموں میں جمع ہو گئے' اور بخیر و خوبی مدینہ منورہ پہنچے' نہ ان کا مال لٹا' نہ کوئی مسلمان قیدی ہوا' کفار مکہ کی آرزو پوری نہ ہوئی۔ وہ تو مدینہ منورہ کو برباد کرنے آئے تھے' ناکام گئے۔ یا مراد بعد کی فتوحات ہیں جیسے فتح مکہ' فتح حنین' فتح خیبر وغیرہ۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اُتِیْتُ بِخَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَ فِیْ کَفَّیَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَکَبُرَا عَلَیَّ فَاُوْحِیَ اِلَیَّ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا فَاَوَّلْتُهُمَا الْکَذَّابَیْنِ اللَّذَیْنِ اَنَا بَیْنَهُمَا صَاحِبُ صَنْعَاءَ وَصَاحِبُ الْیَمَامَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

وَفِیْ رِوَایَةٍ یُقَالُ اَحَدُهُمَا مُسَیْلَمَةُ صَاحِبُ الْیَمَامَةِ وَالْعَنْسِیُّ صَاحِبُ صَنْعَاءَ لَمْ اَجِدْ هٰذِهِ الرِّوَایَةَ فِی الصَّحِیْحَیْنِ وَذَکَرَهَا صَاحِبُ الْجَامِعِ عَنِ التِّرْمِذِیِّ۔

(۴۴۱۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ہم سو رہے تھے تو ہمارے پاس زمین کے خزانے لائے گئے ا۔ تو پھر ہمارے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن رکھے گئے' وہ ہم پر بھاری پڑے' تو ہم کو وحی کی گئی۔ کہ انہیں پھونک مار دو' ہم نے پھونکا تو وہ دونوں جاتے رہے ۲۔ ہم نے انکی تعبیر ان دو جھوٹوں سے کی' جنکے درمیان ہم ہیں صنعا والا اور یمامہ والا ۳۔ (مسلم بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے ایک مسیلمہ ہے یمامہ والا اور عنسی ہے صنعا والا' میں نے یہ روایت مسلم بخاری میں نہ پائی' اسے صاحب جامع نے ترمذی سے ذکر کیا ہے۔

(۴۴۱۲) ا۔ اور ہم کو عطا فرمائے گئے یا تو خزانوں کی چابیاں عطا ہوئیں' یا خود خزانے کہ حضور انور انکے مالک بنا دیئے گئے۔ (مرقات) خزانوں میں' زمین اور اس کے تمام ملک اور اس کی تمام چیزیں۔ بحری ہوں یا بری سب مراد ہیں۔ حضور سب چیزوں کے مالک کر دیئے گئے اب جو جس کو ملے گا یا ملتا ہے' حضور کی عطاء سے ملتا ہے۔ شعر:

☆ لاورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا ☆ بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی ☆

۲۔ کیونکہ وہ کنگن مجھے ناپسند تھے' بھاری پڑنے سے مراد ناپسندیدگی ہے' (مرقات) ۳۔ پھونک سے اڑا دینے میں اشارہ اس جانب ہے کہ وہ دونوں دشمن آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے' آسانی سے دفع ہو جائیں گے' اس حدیث کی بنا پر بعض معبرین کہتے ہیں کہ اگر مرد خواب میں اپنے ہاتھ میں سونے کے کنگن دیکھے' تو کسی مصیبت میں گرفتار ہو گا۔ کہ سونے کے کنگن مرد کے لئے حرام ہیں' نیز وہ ہتھکڑی کے مشابہ ہیں' خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنگن اپنی ہتھیلی پر رکھے ہوئے دیکھے تھے۔ ۳۔ یعنی دو جھوٹے مدعی نبوت جو حضور کے زمانہ میں ہی پیدا ہوئے' اور دعوئ نبوت کر چکے تھے' ایک اسود عنسی جو یمن کے شہر صنعا میں رہتا تھا' جسے حضور کے مرض وفات میں ہی فیروز دیلمی نے قتل کیا' اور حضور کو خبر دی' حضور نے فیروز کو دعا دی۔ دوسرا مسیلمہ کذاب جو حجاز کے ایک شہر یمامہ میں رہتا تھا' جسے خلافت صدیقی میں حضرت وحشی ابن حرب نے قتل کیا۔ اس کا واقعہ بہت مشہور ہے' یہ دونوں بڑے مردود تھے' جیسے آج کل مرزا قادیانی۔ اس خواب اور اس تعبیر سے چند مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ مسیلمہ اور عنسی کی نبوتیں دنیا طلبی کے لئے تھیں کہ حضور نے انہیں سونے کے کنگنوں کی شکل میں دیکھی۔ دوسرے یہ کہ ان کی وجہ سے حضور کے قلب پر بوجھ تھا کہ وہ گمراہ گر تھے۔ تیسرے یہ کہ وہ اور ان کے ایجاد کردہ دین عنقریب فنا ہونے والے تھے' چوتھے یہ کہ حضرت

marfat.com

صدیق اکبر کی خلافت برحق ہے اور آپ کے فتوحات حضور کے کرم سے ہیں' کیونکہ مسیلمہ کذاب حضرت صدیق اکبر کی خلافت میں مارا گیا' آپ نے اس پر جہاد کیا' جسے حضور انور نے اپنی پھونک سے اڑتا دیکھا' صدیق اکبر کا جہاد حضور کی پھونک تھی' ۴۔ اس کا منشا یہ ہے کہ صاحب مصابیح نے یہ حدیث فصل اول میں بیان کی' حالانکہ یہ صحیحین کی ہیں' اسے دوسری فصل میں لانا چاہیے تھا۔

وَعَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ رَاَيْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ فِي النَّوْمِ عَيْنًا تَجْرِيْ فَقَصَصْتُهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذٰلِكَ عَمَلُهٗ يَجْرِيْ لَهٗ - (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۴۱۳) روایت ہے ام العلاء انصاریہ سے ا۔ فرماتی ہیں' میں نے عثمان ابن مظعون کا چشمہ خواب میں دیکھا تھا بہتا ہوا ۲۔ میں نے اس کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا' تو فرمایا کہ یہ اس کا عمل ہے جو اس کے لئے جاری ہے ۳۔ (بخاری)

(۴۴۱۳) ا۔ آپ کا نام زینب ہے' زید ابن ثابت کی زوجہ ہیں' خارجہ ابن زید کی والدہ عثمان ابن مظعون آپ کے ہاں دائمی مہمان تھے' آپ کے حصے میں آئے تھے۔ حضور نے مہاجرین کو انصار میں تقسیم فرمادیا تھا' تو حضرت عثمان ابن مظعون جناب ام العلاء کے پاس رہے' ۲۔ یہ مضمون بڑی حدیث کا حصہ ہے۔ عثمان ابن مظعون کعب ابن لوی کی اولاد میں سے ہیں' قریش میں تیرھویں مسلمان ہیں' صاحب ہجرتین ہیں' حضور کی ہجرت کے اڑھائی سال بعد مدینہ منورہ میں فوت ہوئے' حضور نے آپ کی پیشانی چومی' آپ مدینہ میں پہلے مہاجر ہیں جن کی وفات ہوئی' اور جنت البقیع میں دفن ہوئے' ان کے متعلق ام العلاء نے خواب میں دیکھا کہ انکے پاس شفاف پانی کا چشمہ رواں ہے۔ ۳۔ یعنی حضرت عثمان مرابط مجاہد تھے' اور مجاہد کو تاروز قیامت ثواب ملتا ہے' اس کا عمل صدقہ جاریہ ہوتا ہے اسے ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے' یہ پانی کا چشمہ ان کا دائمی ثواب ہے۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ مَنْ رَاٰى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا قَالَ فَاِنْ رَاٰى اَحَدٌ قَصَّهَا فَيَقُوْلُ مَا شَآءَ اللّٰهُ فَسَاَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ هَلْ رَاٰى مِنْكُمْ اَحَدٌ رُؤْيَا قُلْنَا لَا قَالَ لٰكِنِّيْ رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِيْ فَاَخَذَا بِيَدَيَّ فَاَخْرَجَانِيْ اِلٰى اَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَاِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَآئِمٌ بِيَدِهٖ كَلُّوْبٌ مِنْ حَدِيْدٍ يُدْخِلُهٗ فِيْ شِدْقِهٖ فَيَشُقُّهٗ حَتّٰى يَبْلُغَ قَفَاهُ ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْاٰخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهٗ هٰذَا فَيَعُوْدُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهٗ قُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلٰى قَفَاهُ وَرَجُلٌ قَآئِمٌ عَلٰى رَاْسِهٖ بِفِهْرٍ اَوْ صَخْرَةٍ يَشْدَخُ بِهٖ رَاْسَهٗ فَاِذَا ضَرَبَهٗ تَدَهْدَاَ الْحَجَرُ فَانْطَلَقَ اِلَيْهِ لِيَاْخُذَهٗ فَلَا يَرْجِعُ اِلٰى هٰذَا حَتّٰى

(۴۴۱۴) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے ا۔ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اپنے چہرہ انور سے ہم پر متوجہ ہوتے' فرماتے تم میں آج رات کسی نے خواب دیکھا ہے ۲۔ فرماتے ہیں اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو اسے بیان کرتا' آپ وہ فرماتے جو رب چاہتا۔ چنانچہ ہم سے پوچھا' فرمایا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں' ۳۔ فرمایا لیکن میں نے آج رات دو شخصوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے' انہوں نے میرے ہاتھ پکڑے پھر مجھے مقدس زمین کی طرف لے گئے ۴۔ تو ایک شخص بیٹھا تھا اور ایک شخص کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا زنبور ہے' جسے اس کے جبڑے میں داخل کرتا ہے تو اسے چیر دیتا ہے' حتی کہ اس کی گدی تک پہنچا دیتا ۵۔ پھر اس کے دوسرے جبڑے سے اسی طرح کرتا اور اس کا وہ جبڑا بھر جاتا۔ پھر لوٹتا تو اسی طرح کرتا ہے۔ ۶۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا چلئے۔ ۷۔

marfat.com

يَلْتَئِمُ رَأْسُهُ وَعَادَ رَأْسُهُ كَمَا كَانَ فَعَادَ إِلَيْهِ فَضَرَبَهُ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا إِلٰى ثَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّوْرِ أَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ تَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارٌ فَإِذَا ارْتَفَعَتِ ارْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادَ أَنْ يَخْرُجُوْا مِنْهَا وَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوْا فِيْهَا وَفِيْهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا عَلٰى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلٰى وَسَطِ النَّهَرِ وَعَلٰى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهَرِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمٰى فِيْ فِيْهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَا انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا إِلٰى رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فِيْهَا شَجَرَةٌ عَظِيْمَةٌ وَفِيْ أَصْلِهَا شَيْخٌ وَصِبْيَانٌ وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيْبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوْقِدُهَا فَصَعِدَا بِيْ الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِيْ دَارًا لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَشَبَابٌ وَنِسَاءٌ وَصِبْيَانٌ ثُمَّ أَخْرَجَانِيْ مِنْهَا فَصَعِدَا بِيَ الشَّجَرَةَ فَأَدْخَلَانِيْ دَارًا هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ مِنْهَا فِيْهَا شُيُوْخٌ وَشَبَابٌ فَقُلْتُ لَهُمَا إِنَّكُمَا قَدْ طَوَّفْتُمَانِيْ اللَّيْلَةَ فَأَخْبِرَانِيْ عَمَّا رَأَيْتُ قَالَا نَعَمْ أَمَّا الرَّجُلُ الَّذِيْ رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذِبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْآفَاقَ فَيُصْنَعُ بِهٖ مَا تَرٰى إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَالَّذِيْ رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ بِمَا فِيْهِ بِالنَّهَارِ يُفْعَلُ بِهٖ مَا رَأَيْتَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَالَّذِيْ رَأَيْتَهُ فِيْ

چنانچہ ہم چل دیے حتی کہ ایک شخص پر پہنچے' جو اپنی پیٹھ پر لیٹا ہے' اور ایک شخص اس کے سر پر پتھر یا چٹان لئے کھڑا ہے ۸۔ جس سے اس کا سر کچل رہا ہے' جب اسے مارتا ہے تو پتھر لڑھک جاتا ہے وہ اسے لینے چلا جاتا ہے ۹۔ تو وہ اس تک لوٹ کر نہیں آتا حتی کہ اس کا سر بھر جاتا ہے اور اس کا سر جیسا تھا ویسا ہو جاتا ہے ۱۰۔ تو وہ اس تک لوٹ کر اس تک آتا ہے اور اسے مارتا ہے ۱۱۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ وہ بولے' چلئے تو ہم چلے' حتی کہ ہم ایک سوراخ تک پہنچے' جو تنور کی طرح تھا ۱۲۔ کہ اس کا اوپر تنگ' نیچا فراخ تھا' جس کے نیچے آگ تھی' جب آگ بھڑکتی تو وہ لوگ اوپر اچھلتے حتی کہ اس کے نکلنے کے قریب ہو جاتے' اور جب بجھتی تو اس میں لوٹ جاتے ۱۳۔ اس میں ننگے مرد و عورتیں تھیں ۱۴۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ وہ بولے چلئے ہم چل دیے۔ حتی کہ ایک خون کی نہر پر پہنچے' جس میں ایک آدمی درمیان نہر کے کھڑا تھا اور نہر کے کنارے پر ایک آدمی کھڑا ہے' جس کے سامنے پتھر تھے' جو آدمی نہر میں تھا' وہ آتا جب نکلنا چاہتا تو یہ شخص اس کے منہ میں پتھر مارتا' تو اسے وہاں ہی لوٹا دیتا' جہاں تھا ۱۵۔ پھر یہ کرنے لگا کہ جب بھی یہ نکلنے کے لئے آتا تو اس کے منہ میں پتھر مارتا' وہ جہاں تھا وہاں لوٹ جاتا۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ وہ بولے چلئے ۱۶۔ ہم چلے حتی کہ ایک سبز باغ تک پہنچے' جس میں ایک بڑا درخت تھا' جس کی جڑ میں ایک بوڑھے صاحب اور کچھ بچے ۱۷۔ تھے' ایک شخص درخت سے قریب تھا۔ جس کے سامنے آگ تھی' جسے وہ روشن کر رہا تھا' یہ مجھے درخت تک لے گئے مجھے اس گھر میں داخل کیا جو درخت کے نیچے ہی تھا ۱۸۔ اس سے اچھا مکان میں نے کبھی نہ دیکھا ۱۹۔ اس میں کچھ لوگ بوڑھے اور جوان اور عورتیں و بچے تھے ۲۰۔ پھر وہ مجھے وہاں سے لے گئے۔ مجھے اس درخت میں جڑ کے پاس ایسے گھر میں داخل کیا جو اس سے بھی اچھا اور بہتر تھا ۲۱۔ اس میں بوڑھے اور جوان تھے۔ ۲۲۔ میں نے ان

marfat.com

النَّقَبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ وَالَّذِیْ رَأَیْتَهُ فِی النَّهَرِ اٰكِلُ الرِّبٰوا وَالشَّیْخُ الَّذِیْ رَأَیْتَهُ فِیْ اَصْلِ الشَّجَرَةِ اِبْرَاهِیْمُ وَالصِّبْیَانُ حَوْلَهُ فَاَوْلَادُ النَّاسِ وَالَّذِیْ یُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَالدَّارُ الْاُوْلٰی الَّتِیْ دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَآءِ وَاَنَا جِبْرَئِیْلُ وَهٰذَا مِیْكَائِیْلُ فَارْفَعْ رَأْسَكَ فَرَفَعْتُ رَأْسِیْ فَاِذَا فَوْقِیْ مِثْلُ السَّحَابِ وَفِیْ رِوَایَةٍ مِثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَیْضَآءِ قَالَا ذَاكَ مَنْزِلُكَ قُلْتُ دَعَانِیْ اَدْخُلْ مَنْزِلِیْ قَالَا اِنَّهٗ بَقِیَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَهٗ اَتَیْتَ مَنْزِلَكَ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ) وَذُكِرَ حَدِیْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فِیْ رُؤْیَا النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَدِیْنَةِ فِیْ بَابِ حَرَمِ الْمَدِیْنَةِ۔

دونوں سے کہا' تم نے مجھے آج رات بھر پھرایا۔ مجھے اس کی خبر دو ۲۳۔ جو میں نے دیکھا وہ بولے ہاں' لیکن وہ شخص جسے آپ نے دیکھا کہ اس کا جبڑا چیرا جارہا ہے۔ یہ وہ جھوٹا ہے جو جھوٹی خبر دیتا ہے' جو اس سے نقل کی جاتی ہے' حتی کہ سارے ملک میں پھیل جاتی ہے ۲۴۔ جو کچھ آپ نے دیکھا اس کے ساتھ تا روز قیامت کیا جاوے گا اور جو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جارہا ہے' یہ وہ شخص ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا' اور وہ رات میں اس سے غافل سویا' اور دن میں اس کے فرمان پر عمل نہ کیا' جو کچھ آپ نے دیکھا' اس کے ساتھ یہ قیامت تک کیا جاوے گا ۲۵۔ اور جو لوگ آپ نے تنور میں دیکھے' یہ زانی لوگ ہیں ۲۶۔ اور جسے آپ نے نہر میں دیکھا' وہ سود خوار ہے' ۲۷۔ اور وہ بوڑھے صاحب جنہیں آپ نے درخت کی جڑ میں دیکھا ابراہیم علیہ السلام ہیں' اور ان کے آس پاس والے بچے وہ لوگوں کی اولاد ہے ۲۸۔ اور وہ جو آگ روشن کر رہے تھے وہ مالک ہیں دوزخ کے خزانچی ۲۹۔ اور پہلا گھر جس میں آپ گئے' وہ عام مسلمانوں کا گھر ہے ۳۰۔ اور یہ گھر شہدا کا گھر ہے ۳۱۔ میں جبرئیل ہوں اور ۳۲۔ یہ میکائیل اپنا سر تو اٹھایئے' میں نے اپنا سر اٹھایا تو ناگاہ میرے سر پر بادل جیسا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سفید سے بادل جیسا ۳۳۔ وہ دونوں بولے' یہ آپ کا گھر ہے ۳۴۔ میں نے کہا' مجھے چھوڑو' اپنے گھر میں جاؤں' وہ بولے کہ ابھی آپ کی عمر باقی ہے جو آپ نے پوری نہیں کی' اگر آپ وہ پوری کر لیتے تو اپنے گھر چلے جاتے ۳۵۔ (بخاری) اور عبداللہ ابن عمر کی حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب مدینہ منورہ کے بارے میں باب حرم مدینہ میں ذکر کی گئی۔

(۴۴۱۴) ۱۔ آپ کا ذکر بارہا ہو چکا ہے کہ آپ عظیم الشان صحابی ہیں' بڑے محدث ہیں' بصرہ میں آپ کی وفات ہوئی ۵۹ ہجری میں یا ۶۰ ہجری میں۔ ۲۔ معلوم ہوا کہ لوگوں سے خواب پوچھنا' اس کی تعبیر دینا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے' بشرطیکہ تعبیر خواب کا علم ہو' ۳۔ یا تو صراحۃً نہیں کہا یا تمام حضرات خاموش رہے' یہ خاموشی نفی کی علامت تھی' (مرقات) پہلا احتمال زیادہ

marfat.com

قوی ہے ۴۔ یہ حضور کی معراج منامی یعنی خواب کی معراج ہے' زمین مقدس سے مراد فلسطین کی زمین ہے' جہاں بیت المقدس واقع ہوا ہے' چونکہ اس زمین میں حضرات انبیاء کے مزارات بہت ہیں اس لئے اسے قدس کہا جاتا ہے۔ چنانچہ بیت المقدس سے تیس میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے خلیل الرحمٰن' وہاں ہے غار انبیاء' اس غار میں ستر ہزار نبیوں کے مزارات ہیں' میں نے وہاں کی زیارت کی ہے' درمیان میں بیت اللحم آتا ہے' جائے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام یا زمین مقدس سے کوئی اور پاک زمین مراد ہے۔ واللہ اعلم۔ ۵۔ یہ کھڑا ہوا شخص فرشتہ عذاب تھا۔ اور بیٹھا ہوا شخص مجرم انسان' یہ عذاب برزخی تھا' جو حضور کو آنکھوں سے دکھایا گیا۔ ۶۔ یعنی دو طرفہ جبڑے چیرنے کا کام مسلسل کر رہا تھا' داہنا جبڑا چیرتا تو اتنی دیر میں بایاں جبڑا ابھر کر چیرنے کے قابل ہو جاتا اور جب بایاں جبڑا چیرتا تو داہنا جبڑا بھر کر چیرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ۷۔ یعنی آگے چلئے' ابھی آپ نے اور بھی عجائبات دیکھنے ہیں' سب کی تفصیل آخر میں ایک ساتھ عرض کر دی جاوے گی۔ ۸۔ فہریا تو چھوٹی پتھریاں' مٹھی بھر کر' یا مطلقاً پتھر۔ صخرہ بڑا پتھر' بمعنی چٹان' شک راوی کو ہے کہ حضور انور نے فہر فرمایا' یا صخر۔ ۹۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں صخر فرمایا ہو گا' یعنی چٹان' کیونکہ یہ صفات چٹان کی ہیں' لڑھکنا' پھر اسے اٹھانے جانا۔ پتھروں کے لئے بکھر جانا' انہیں جمع کرنا (بیننا) کہا جاتا ہے۔ ۱۰۔ یعنی اس شخص کے پتھر لینے جانے کے دوران اس شخص کا کچلا ہوا سر پہلے کی طرح بالکل درست اور کچلنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ۱۱۔ مگر اسے بار بار مارنے' سر کچلنے سے وہ شخص مرتا نہیں' ورنہ عذاب کا دوام کیسے ہو ۱۲۔ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے ثقب کے نقب نون سے ہے ثقب' ث سے ہر آر پار سوراخ کو کہتے ہیں' خواہ چھوٹا ہو' یا بڑا' مگر نقب' نون سے بڑے سوراخ کو ہی کہا جاتا ہے' ثقب ث سے زیادہ مشہور ہے۔ ۱۳۔ مگر اس کے باوجود انکی جان نہیں نکلتی ہے' تاکہ آگ کا عذاب ان پر قائم رہے۔ ۱۴۔ یعنی پہلے دیکھے ہوئے دو عذاب شخصی تھے' یہ تیسرا عذاب قومی تھا' جس میں مرد و عورتیں سب ایک ساتھ ہی گرفتار تھے' خدا کی پناہ۔ ۱۵۔ یعنی جو شخص خون کی نہر میں کھڑا ہے' وہ سخت تنگی' مصیبت و تکلیف میں ہے' وہ وہاں سے نکلنا چاہتا ہے' آج گرمیوں کے موسم میں گرم پانی کے ٹب میں کھڑا ہونا ہی سخت تکلیف دہ ہوتا ہے' وہ تو گرم خون میں کھڑا ہوتا تھا' اس سے بھاگتا تھا مگر کنارے والا آدمی اسے نکلنے نہ دیتا تھا۔ نہر کے اس پار نکلنے کی راہ نہ تھی' اس لئے وہ اس طرف بھاگ کر آتا اور پتھر کھا کر لوٹ جاتا۔ یہ تو عذاب دکھائے گئے۔ اب ثواب دکھائے جاتے ہیں۔ ۱۶۔ اور اس کی قدرتیں و رحمتیں بھی دیکھئے ۱۷۔ یہاں جڑ سے مراد عین جڑ نہیں بلکہ درخت کی جڑ سے محض جگہ مراد ہے' درخت کے پھیلاؤ کے نیچے وہاں یہ بزرگ اور بچے ہیں۔ (مرقات) ۱۸۔ درخت کے نیچے مکان ہونے کی کیفیت ہماری سمجھ سے بالا ہے' اسے دیکھنے والا جانے یا دکھانے والا۔ بہرحال جو صورت بھی ہو' ہمارا اس پر ایمان ہے' ۱۹۔ یعنی اس دنیا میں کبھی ایسا شاندار مکان نہ دیکھا' ورنہ منامی جسمانی خوابوں میں جنت میں مکانات دیکھے تھے' یہ بھی جنت کا ہی مکان تھا۔ ۲۰۔ شباب جمع ہے شاب کی' بمعنی جوان' مرد ہو یا عورت سب پر بولا جاتا ہے۔ ۲۱۔ یعنی اس گھر کی بناوٹ اور یہاں کی زیب و زینت پہلے گھر سے کہیں زیادہ تھی' حسن سے مراد ہے ذاتی خوبی' فضل سے مراد ہے آرائش و افضلیت۔ ۲۲۔ یہاں عورتوں کا ذکر نہیں اس کی وجہ بیان تعبیر سے ہی معلوم ہو گی' اس لئے کہ یہ جگہ کاملین کی ہے' اور عورتیں بچے کامل کم ہوتے ہیں' اس لئے ۲۳۔ تاکہ خواب کی تعبیر خواب ہی میں ہو جاوے سبحان اللہ اس خواب کے بھی قربان جایئے' اور اس تعبیر کے بھی فدا۔ ۲۴۔ یعنی جھوٹ کا موجد جھوٹ گھڑنے والا' اور لوگوں میں جھوٹ پھیلانے والا جس سے اور لوگ بھی جھوٹ بولیں' اس میں دنیاوی جھوٹے بھی داخل ہیں' اور دینی جھوٹے بھی' جو بے دینی کا موجد جھوٹا دین گھڑ کر لوگوں میں شائع کرے' لوگ اس جھوٹ کی تصدیق کریں' وہ بھی اسی

marfat.com

زمرے میں ہے' مثلاً مرزا نے کہا' میں نبی ہوں' یہ جھوٹ گھڑا' پھر اس کے متبعین نے کہا' ہاں واقعی وہ نبی ہے' یہ ہوئی اس جھوٹ کی اشاعت۔ غرضیکہ غلط بات' غلط مسئلہ' غلط عقیدہ ایجاد کرنے والوں کا یہ انجام ہے۔ ۲۵۔ چونکہ عالم بے عمل فاسق بھی ہے' فاسق گر بھی' یا گمراہ بھی ہے گمراہ گر بھی کہ اس کی دیکھا دیکھی بہت لوگ بد عمل یا بد عقیدہ ہو جاتے ہیں' اس لئے اس کو عذاب بھی بہت ہوا۔ چونکہ رات میں تلاوت قرآن زیادہ ہوتی ہے' دن میں عمل قرآن زیادہ کہ نوے فیصدی اعمال دن میں ہوتے ہیں اس لئے عمل کو دن کے ساتھ خاص فرمایا' اور رات کے متعلق فرمایا' کہ سو گیا' یعنی رات میں نماز تہجد وغیرہ نہ پڑھی جس میں قرآن شریف کی تلاوت کرتا' جو سر خدا کے لئے نہ جھکے' وہ کچلنے کے ہی قابل ہے ۲۶۔ چونکہ زانی اور زانیہ غیر کے سامنے ننگے ہوتے تھے۔ اس لئے انہیں دوزخ میں ننگا رکھا گیا تاکہ اپنا یہ شوق پورا کریں' اس سے آج کل کے فیشن پرست لوگ عبرت پکڑیں جو نیم عریاں لباس میں باہر پھرتے ہیں' نیز انہوں نے دنیا میں آتش شہوت بے جا بھڑکائی' لہٰذا وہ بھڑکتی آگ میں جلائے گئے۔ شہوت اپنے محل پر خرچ ہو' تو نور ہے' اور بے محل خرچ ہو' تو نار' ۲۷۔ چونکہ دنیا میں سود خوار لوگوں کے خون چوستا تھا۔ کہ غریبوں کا مال سود کے ذریعہ حرام طریقے سے جمع کر کے امیر بنتا تھا۔ لہٰذا اسے خون کی نہر میں کھڑا کیا گیا۔ ۲۸۔ علماء فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو بچپن میں فوت ہو جاویں' وہ برزخ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام و سارہ رضی اللہ عنہا کی پرورش میں رہتے ہیں' قیامت میں سوائے ابراہیم علیہ السلام کے باقی تمام جوان ہوں گے' بے ڈاڑھی مونچھ' ۲۹۔ مالک نام ہے داروغہ' دوزخ کا ۳۰۔ یعنی وہ جنت کا وہ مقام ہے جہاں عام جنتی مسلمان رہیں گے اس لئے آپ نے وہاں مرد عورتیں اور بچے دیکھے ۳۱۔ یعنی یہ گھر شہیدوں اور خاص مومنوں کا ہے اس لئے یہاں عورتیں اور بچے کم ہیں کہ یہ مراتب عموماً مردوں کو ہی حاصل ہوتے ہیں ۳۲۔ تمام فرشتوں میں افضل حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں' (مرقات) ۳۳۔ یعنی وہ مکان بہت حسین' خوشنما' بہت اونچا' بہت وسیع کہ جہاں تک بغیر اس کے فضل کے نہ پہنچا جا سکے' ۳۴۔ جنت کا گھر جتنا اونچا اتنا ہی اعلیٰ' دوزخ کا گھر جس قدر نیچا اتنا ہی بدتر۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان سے افضل و اعلیٰ ہیں' لہٰذا آپ کا مقام بھی سب سے اونچا و اعلیٰ ہے' اتنا اونچا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں کھڑے ہو کر اسے بادل کی طرح اونچا دیکھا۔ ۳۵۔ شاید حضور انور نے وہاں رہنا چاہا' اس لئے یہ عرض کیا گیا' صرف دیکھنے سے منع نہ کیا گیا۔ یعنی اس گھر میں روحانی طور پر رہنا بعد وفات ہو گا' اور جسمانی رہنا بعد قیامت' ابھی نہ تو حضور کی وفات ہوئی ہے' نہ قیامت آئی۔ لہٰذا ابھی کسی قسم کا رہنا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ عمر پوری کرنے پر بھی اس کا داخلہ نہیں' وہاں داخلہ تو بعد قیامت ہو گا۔ اس پوری حدیث سے معلوم ہوا کہ اچھی خواب کے بیان کرنے اور تعبیر دینے میں جلدی بہتر ہے' دیکھو حضور انور نے رات کی خواب سویرے ہی بعد نماز فجر بیان بھی کر دی' تعبیر بھی دے دی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنِ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ وَهِیَ عَلٰی رِجْلِ طَائِرٍ

(۴۴۱۵) روایت ہے حضرت ابو رزین عقیلی سے ۱۔ فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کی خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے' اور وہ پرندے کے پاؤں پر ہوتی ہے'

marfat.com

مَالَمْ يُحَدَّثْ بِهَا فَإِذَا حُدِّثَ بِهَا وَقَعَتْ وَأَحْسِبُهُ قَالَ لَا تُحَدِّثُ إِلَّا حَبِيبًا أَوْ لَبِيبًا (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَفِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ قَالَ الرُّؤْيَا عَلَى رِجْلِ طَائِرٍ مَالَمْ تُعَبَّرْ فَإِذَا عُبِّرَتْ وَقَعَتْ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَلَا تَقُصَّهَا إِلَّا عَلَى وَادٍّ أَوْ ذِي رَأْيٍ۔

جب تک اس کی خبر نہ دی جاوے' جب وہ بیان کر دی جاوے تو واقع ہو جاتی ہے ۲۔ مجھے خیال ہے کہ انہوں نے کہا کہ خواب نہ بیان کرو مگر دوست سے یا عاقل سے ۳۔ (ترمذی) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے فرمایا کہ پرندے کے پاؤں پر ہے۔ جب تک تعبیر نہ دی جاوے' جب تعبیر دے دی جاوے تو واقع ہو کر رہتی ہے' غالبا انہوں نے فرمایا کہ خواب نہ بیان کرو مگر محبت والے پر' یا عقل والے پر ۴۔

(۴۴۱۵) ۱۔ آپ کا نام لقیط ابن عامر ابن صبرہ ہے' اہل طائف سے ہیں مشہور صحابی ہیں' ۲۔ اس کی شرح پہلے کی جا چکی ہے' یہاں اتنا سمجھ لو کہ خواب تعبیر سے پہلے اڑتی ہوئی چڑیا ہے جو ظاہر نہیں ہوئی' مگر تعبیر ہو جانے کی صورت میں ضرور واقع ہوتی ہے' اور تعبیروں میں پہلی تعبیر کا اعتبار ہے' بعد کی تعبیر دی ہوئی کا اعتبار نہیں۔ ۳۔ یعنی پہلی بار تعبیر لینے کے لئے اپنی خواب یا اپنے پیارے سے بیان کرو' یا بہت سمجھدار سے جسے خواب کی تعبیر کا علم ہو' پیارا اگر تعبیر نہ جانتا ہو گا' تو تعبیر دے گا ہی نہیں' عالم تعبیر دے گا مگر درست۔ بے علم بے وقوف سے خواب نہ کہو کہ وہ غلط تعبیر دے کر تمہاری خواب بگاڑ دے گا۔ حکایت:۔ ایک عورت کا خاوند تلاش روزگار میں باہر گیا ہوا تھا۔ عورت نے خواب میں دیکھا کہ میرے خاوند کے منہ سے کوے نکل کر اڑ رہے ہیں' اس نے اپنی پڑوسن سے بیان کیا' وہ بولی کہ کوے تو مردے کے منہ سے اڑتے ہیں' تیرا خاوند مر گیا ہو گا۔ پھر وہ عالم وقت کے پاس گئی۔ انہوں نے فرمایا کہ تیرا خاوند توپ خانہ کا مالک کر دیا گیا ہے' کچھ روز بعد اس کی موت کی خبر آ گئی۔ تو وہ پھر ان عالم کے پاس گئی اور ماجرا بیان کیا' عالم نے فرمایا کہ خواب کی پہلی تعبیر ہی ہوتی ہے' تو نے اس نادان عورت سے اپنی خواب کہہ کر تعبیر خراب کر لی۔ ۴۔ کیونکہ خواب بظاہر کبھی بری ہوتی ہے' لیکن درحقیقت اچھی' کبھی برعکس' اس لئے خواب اہل علم اور فن تعبیر جاننے والے سے کہو' جو حقیقت تک پہنچ سکیں۔ دشمن اپنی عداوت سے' بے وقوف اپنی حماقت سے اچھی خواب کو بری کر دے گا بری تعبیر دے کر بلکہ بری خواب کی تعبیر ہی نہ دے' کچھ صدقہ دلوا دے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَرَقَةَ فَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ إِنَّهُ كَانَ قَدْ صَدَّقَكَ وَلٰكِنْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيتُهُ فِي الْمَنَامِ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ بِيضٌ وَلَوْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَكَانَ عَلَيْهِ لِبَاسٌ غَيْرُ ذٰلِكَ۔ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۴۴۱۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ کے متعلق پوچھا گیا ۱۔ حضور سے جناب خدیجہ نے کہا' کہ انہوں نے آپ کی تصدیق کی تھی۔ ۲۔ لیکن اظہار سے پہلے وفات پا گئے ۳۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خواب میں وہ دکھائے گئے ان پر سفید کپڑے تھے۔ اور اگر وہ آگ والوں سے ہوتے' تو ان پر اس کے علاوہ لباس ہوتا ۴۔ (احمد' ترمذی)

(۴۴۱۶) ۱۔ کہ ورقہ مسلمان ہیں یا نہیں' یہ ورقہ ابن نوفل ابن اسد ابن عبدالعزی ابن قصی ابن کلاب ہیں' قرشی ہیں' حضرت

marfat.com

خدیجہ کے چچازاد بھائی ہیں' اسلام سے پہلے فوت ہوئے وہ عیسائی بن گئے تھے' حضور کا ابتدائی زمانہ نبوت پایا' آپکی تصدیق کی' اس لئے بعض نے انہیں صحابی مانا ہے (مرقات) انجیل کا عربی ترجمہ آپ نے ہی کیا تھا۔ کبھی بت پرستی نہ کی' آخر میں نابینا ہو گئے تھے۔ پہلی وحی کے موقعہ پر حضرت خدیجہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے پاس لے جانا اور ان کا حضور کو نبوت کی بشارت دینا اور تمنا کرنا کہ کاش میں کچھ زندہ رہتا' تو آپ کی اس وقت مدد کرتا جبکہ آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکالے گی وغیرہ وغیرہ' بخاری شریف وغیرہ میں مذکور ہے' ۲۔ اور عرض کیا تھا کہ آپ پر جو فرشتہ آج اترا ہے یہ وہ ہی فرشتہ ہے' جو موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام پر اترتا تھا' یہ عرض معروض تصدیق کی علامت ہے فرمایا جاوے کہ وہ اس تصدیق سے مومن ہوئے یا نہیں ۳۔ یعنی ورقہ بن نوفل اس سے پہلے ہی وفات پا گئے کہ آپ لوگوں پر اپنی نبوت ظاہر فرمادیں' اور ان کو دعوت اسلام دیں۔ ۴۔ یعنی ورقہ کے متعلق ہم پر وحی جلی تو نہ آئی' مگر وحی خفی یعنی خواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنتی ہیں' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردے کو سفید لباس میں خواب میں دیکھنا اس کے جنتی ہونے کی علامت ہے' اور یہ کہ حضرت ورقہ مومن ہیں' مغفور ہیں بلکہ بعض کے نزدیک صحابی ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت نبوت پالیا۔ اور حضور کی تصدیق کر دی۔ اگرچہ اعلان نبوت تبلیغ اسلام کا زمانہ نہ پاؤ یا ان کے نزدیک یہ چیز صحابیت کے لئے کافی ہے۔

(۴۴۱۷) وَعَنِ ابْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَمِّهِ أَبِي خُزَيْمَةَ أَنَّهُ رَأَى فِيمَا يَرَى النَّائِمُ أَنَّهُ سَجَدَ عَلَى جَبْهَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَاضْطَجَعَ لَهُ وَقَالَ صَدِّقْ رُؤْيَاكَ فَسَجَدَ عَلَى جَبْهَتِهِ۔

(رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيثَ أَبِي بَكْرَةَ كَأَنَّ مِيزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فِي بَابِ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا)

(۴۴۱۷) روایت ہے حضرت خزیمہ ابن ثابت سے ۱۔ وہ اپنے چچا ابو خزیمہ سے راوی ۲۔ کہ انہوں نے خود کو اس حالت میں دیکھا جس کو سونے والا دیکھتا ہے' کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر سجدہ کیا' تو حضور کو خبر دی۔ حضور ان کے آگے لیٹ گئے۔ اور فرمایا' اپنی خواب سچی کر لو' چنانچہ انہوں نے حضور کی پیشانی پر سجدہ کیا ۳۔ (**شرح السنتہ**) اور ہم ابو بکرہ کی حدیث گویا آسمان سے ترازو اتری الخ مناقب ابو بکر و عمر میں بیان کریں گے ۴۔

(۴۴۱۷) ۱۔ آپ کا نام عبداللہ ہے' کنیت ابو عمارہ انصاری ہے' بدر اور تمام غزوات میں شریک ہوئے' جنگ صفین میں یہ حضرت علیؓ کے ساتھ تھے جب عمار ابن یاسر شہید ہو گئے تو آپ نے تلوار سونت لی اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ بہت بڑے عابد زاہد صحابی ہیں' (اشعہ و مرقاۃ) ۲۔ ابو خزیمہ مشہور صحابی ہیں' آپ کو ذوالشہادتین کہا جاتا ہے' کیونکہ آپ کی گواہی دو گواہوں کے برابر تھی ۳۔ اس طرح کہ حضور انور کی پیشانی پر پیشانی رکھ کر سجدہ کیا یہ سجدہ رب تعالیٰ کو تھا سجدہ عبادت تھا حضور کو نہ تھا بلکہ حضور کی پیشانی پر آج حضور انور کی پیشانی آپ کا مصلی تھا اس سے معلوم ہوا کہ اگر خواب میں کوئی عبادت کرتے دیکھے تو بیدار ہو کر کرے بعض بے دین فی زمانہ پیروں ولیوں کو سجدہ کرنا جائز کہتے ہیں اور اس حدیث سے دلیل لیتے ہیں وہ نرے جاہل ہیں مصلے پر سجدہ کرنا مصلی کو سجدہ نہیں ہوتا خیال رہے کہ کسی بندے کو سجدہ عبادت کرنا شرک ہے سجدہ تعظیمی کرنا حرام ہے حضرت آدم کو فرشتوں کا سجدہ کرنا حکم شرعی نہ تھا۔ کہ فرشتے احکام شرعیہ کے **مکلف** نہیں نیز وہ سجدہ صرف ایک بار ہوا کسی نے کبھی حضرت آدم کو پھر سجدہ نہ کیا۔ یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کا حضرت یوسف کو سجدہ کرنا حکم شرعی نہ تھا خواب کی تعبیر پوری کرنے کے

marfat.com

لئے تھا جیسے ذبح اسمٰعیل کا واقعہ کہ دین ابراہیمی میں ذبح اولاد حکم شرعی نہ تھا اسی لئے وہ سجدہ بھی صرف ایک بار ہوا اگر سجدہ یوسفی سے دلیل لی جاوے تو چاہیے کہ یہ پیر اپنے مریدوں کو سجدہ کریں کیونکہ یعقوب جو والد ہیں انہوں نے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا سجدہ تعظیمی کی بحث ہماری تفسیر نور العرفان میں ملاحظہ کرو سجدہ تعظیمی کی حرمت پر بہت احادیث وارد ہیں اس کے جواز کی کوئی حدیث نہیں محض ان جاہلوں کا قیاس ہے۔ ۴۔ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی۔ ہم نے وہاں اس باب میں کی کہ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی شان کا اظہار' اس لئے وہاں کے مناسب ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يُكْثِرُ اَنْ يَّقُوْلَ لِاَصْحَابِهٖ هَلْ رَاٰى اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنْ رُّؤْيَا فَيَقُصُّ عَلَيْهِ مَنْ شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُصَّ وَاِنَّهٗ قَالَ لَنَا ذَاتَ غَدَاةٍ اِنَّهٗ اَتَانِيْ اللَّيْلَةَ اٰتِيَانِ وَاِنَّهُمَا ابْتَعَثَانِيْ وَاِنَّهُمَا قَالَا لِيْ انْطَلِقْ وَاِنِّيْ انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا وَذَكَرَ مِثْلَ الْحَدِيْثِ الْمَذْكُوْرِ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ بِطُوْلِهٖ وَفِيْهِ زِيَادَةٌ لَيْسَتْ فِي الْحَدِيْثِ الْمَذْكُوْرِ وَهِيَ قَوْلُهٗ فَاَتَيْنَا عَلٰى رَوْضَةٍ مُعْتَمَّةٍ فِيْهَا مِنْ كُلِّ نَوْرِ الرَّبِيْعِ وَاِذَا بَيْنَ ظَهْرَيِ الرَّوْضَةِ رَجُلٌ طَوِيْلٌ لَا اَكَادُ اَرٰى رَاْسَهٗ طُوْلًا فِي السَّمَآءِ وَاِذَا حَوْلَ الرَّجُلِ مِنْ اَكْثَرِ وِلْدَانٍ رَاَيْتُهُمْ قَطُّ قُلْتُ لَهُمَا مَا هٰذَا مَا هٰؤُلَآءِ قَالَا لِيْ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا فَانْتَهَيْنَا اِلٰى رَوْضَةٍ عَظِيْمَةٍ لَمْ اَرَ رَوْضَةً قَطُّ اَعْظَمَ مِنْهَا وَلَا اَحْسَنَ قَالَ قَالَا لِيْ ارْقَ فِيْهَا قَالَ فَارْتَقَيْنَا فِيْهَا فَانْتَهَيْنَا اِلٰى مَدِيْنَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَلَبِنِ فِضَّةٍ فَاَتَيْنَا بَابَ الْمَدِيْنَةِ فَاسْتَفْتَحْنَا فَفُتِحَ لَنَا فَدَخَلْنَاهَا فَتَلَقَّانَا فِيْهَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِّنْ خَلْقِهِمْ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ وَشَطْرٌ مِّنْهُمْ كَاَقْبَحِ مَا اَنْتَ رَاءٍ قَالَ قَالَا لَهُمُ اذْهَبُوْا فَقَعُوْا فِيْ ذٰلِكَ

(۴۴۱۸) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھی ہے' چنانچہ آپ کی خدمت میں وہ شخص بیان کرتا جسے اللہ چاہتا' اور حضور نے ایک صبح فرمایا کہ آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے ۱۔ اور انہوں نے مجھے اٹھایا اور مجھ سے کہا چلئے' میں ان کے ساتھ گیا' اور اس طرح کی حدیث بیان کی جو پہلی فصل میں بہت دراز ذکر ہوئی۔ اس میں کچھ زیادتی بھی ہے جو مذکورہ حدیث میں نہیں ۲۔ اور وہ حضور کا یہ قول ہے کہ ہم ایک سرسبز باغ پر آئے ۳۔ جس میں ہر قسم کی بہار کی کلیاں تھیں ۴۔ اور ناگاہ باغ کے درمیان ایک دراز قد شخص ہے نہیں قریب تھا میں کہ ان کا سر دیکھوں' آسمان میں درازی کی وجہ سے' اور اس شخص کے اردگرد بہت بچے ہیں' جنہیں میں نے کبھی دیکھا ہو ۵۔ میں نے کہا یہ کیا ہے اور یہ کون لوگ ہیں؟ فرماتے ہیں وہ دونوں بولے' چلو تو ہم چلے' تو ہم ایک بڑے باغ تک پہنچے کہ اس سے بڑا میں نے کبھی نہ دیکھا ۶۔ فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ اس میں چڑھ جاؤ' فرماتے ہیں کہ پھر ہم اس میں چڑھ گئے۔ تو ایسے شہر تک پہنچے جو سونے چاندی کی اینٹوں سے بنا تھا ۷۔ تو ہم شہر کے دروازہ پر پہنچے' ہم نے دروازہ کھلوایا وہ کھولا گیا' ہم اس میں داخل ہو گئے ۸۔ وہاں ہم کو کچھ لوگ ملے'

marfat.com

النَّهَرِ قَالَ وَإِذَا نَهَرٌ مُعْتَرِضٌ يَجْرِي كَانَ مَاؤُهُ الْمَحْضُ فِي الْبَيَاضِ فَذَهَبُوا فَوَقَعُوا فِيهِ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوءُ عَنْهُمْ فَصَارُوا فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ وَذَكَرَ فِي تَفْسِيرِ هٰذِهِ الزِّيَادَةِ وَأَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِيلُ الَّذِي فِي الرَّوْضَةِ فَإِنَّهُ إِبْرَاهِيمُ وَأَمَّا الْوِلْدَانُ الَّذِينَ حَوْلَهُ فَكُلُّ مَوْلُودٍ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَأَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَوْلَادُ الْمُشْرِكِينَ وَأَمَّا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَانُوا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنٌ وَشَطْرٌ مِنْهُمْ قَبِيحٌ فَإِنَّهُمْ قَوْمٌ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

جن کی آدھی شکل تو بہت ہی اچھی تھی جو تم دیکھو' اور ان کی آدھی شکل بہت ہی بری جو تم دیکھو ۹۔ فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے ان سے کہا جاؤ' اس نہر میں کود جاؤ' فرماتے ہیں کہ سامنے ہی نہر بہ رہی تھی جس کا پانی سفید و خالص چٹا تھا' چنانچہ یہ لوگ گئے' پھر اس میں کود گئے۔ پھر ہمارے پاس آئے حالانکہ ان سے تمام برائی جا چکی تھی' اور وہ نہایت اچھی شکل میں ہو گئے تھے ۱۰۔ اور اس زیادتی کی تفسیر میں ذکر فرمایا ۱۱۔ کہ وہ دراز قد شخص جو باغ میں تھے' وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں ۱۲۔ اور وہ بچے جو ان کے اردگرد تھے وہ ہر ایسا بچہ ہے' جو اسلام پر مرے ۱۳۔ راوی کہتے ہیں کہ بعض مسلمانوں نے کہا' یا رسول اللہ! مشرکوں کے بچے بھی' تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور مشرکوں کے بچے بھی ۱۴۔ لیکن وہ قوم جن کا آدھا حصہ اچھا اور آدھا حصہ برا تھا' وہ ایسی قوم ہے' جنہوں نے اچھے برے کام ملا کر کئے' اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرما دی ۱۵۔

(بخاری)

(۴۴۱۸) ۱۔ یہ بھی منامی معراج ہے۔ جو بالتفصیل پہلے گزر چکی' یہ دونوں آنے والے دو فرشتے تھے' حضرت جبرئیل و میکائیل علیہم السلام جو شکل انسانی میں حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے ۲۔ یعنی ابھی پہلی فصل میں جو یہ ہی حدیث گزری ہے' اس میں وہ زیادتی نہیں' جو اب اس تیسری فصل میں بیان ہو رہی ہے ۳۔ معمہ بنا ہے عمہ سے ۔ بمعنی سیاہی یا اندھیرا' اس لئے نماز عشاء کو عمہ کہا جاتا ہے' کہ وہ رات اندھیری ہو جانے پر پڑھی جاتی ہے' یہاں معمہ کے معنی ہیں نہایت اعلیٰ درجہ کا سبزہ جو مائل بہ سیاہی ہو' قرآن کریم دو جنتوں کے متعلق فرماتا ہے کہ **مدھامتن** وہ دونوں باغ سیاہ ہیں' یعنی ان کی سبزی مائل بہ سیاہی ہے' بعض شارحین نے فرمایا کہ معمہ کے معنی ہیں گھنا باغ جس کے نیچے دھوپ نہ پہنچے زمین پر اندھیرا رہے' بعض نے فرمایا بڑی لمبی گھاس والا باغ مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں' (مرقاۃ و اشعۃ) ۴۔ ربیع موسم بہار کو کہتے ہیں' جو سردی اور گرمی کے درمیان ہوتا ہے' اس زمانہ میں ہر قسم کے پھول و شگوفے کھلے ہوتے ہیں نوز' نون کے فتحہ سے ۔ بمعنی شگوفہ و گل یعنی اس باغ میں ہر قسم کی کلیاں تھیں' کسی پھول یا کلی کا انتظار نہ تھا ۵۔ لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ قط نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے' مگر حق یہ ہے کہ لفظ نفی و اثبات دونوں کی تاکید کے لئے آتا ہے یہاں اثبات کی تاکید کے لئے ہے یعنی اس شخص کے اردگرد اتنے زیادہ بچے ہیں' کہ اتنے بچے کبھی کبھی ہی دیکھے ہوں گے۔ ۶۔ یعنی یہ باغ اس پہلے باغ سے بھی زیادہ بڑا' اور زیادہ خوبصورت تھا' ورنہ یہ نہ فرمایا جاتا کہ ہم نے ایسا باغ کبھی نہ دیکھا ۷۔ یعنی اس باغ کے درمیان ایک بڑا شہر تھا' اس شہر کے درمیان مکانات سونے چاندی کی اینٹوں کے تھے۔ ۸۔ خیال رہے کہ دروازہ کھلوانے والے تو وہ دونوں فرشتے ہی تھے' مگر اس شہر میں داخل ہونے والے وہ دونوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب ہی

marfat.com

حضرات ہیں، جیسا کہ بالکل ظاہر ہے ۹۔ یعنی اس شہر میں لوگوں کے آدھے منہ کالے اور بدنما، آدھے منہ گورے اور نہایت خوشنما تھے، یہ حسن و قبح انتہائی درجہ کا تھا ۱۰۔ یعنی اس نہر میں غسل کرتے ہی ان کے نصف منہ کی سیاہی ختم ہو گئی۔ سارا چہرہ حسین اور سفید ہو گیا، تو یہ لوگ حسین اور گورے ہو کر ہمارے پاس آئے، خوشیاں مناتے ہوئے سبحان اللہ عجیب ہی خواب ہے۔ ۱۱۔ ذکر، معروف ہے اس کا فاعل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یعنی خود حضور انور نے حضرات صحابہ کرام سے تعبیر ارشاد فرمائی، معلوم ہوا کہ اگر خواب دیکھنے والا خود تعبیر کا علم رکھتا ہو، تو خود ہی تعبیر دیدے، کسی سے پوچھنے کی اسے ضرورت نہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر خود بھی تعبیر دے تب بھی کسی کو خواب سنادے، تعبیر سنادے، تاکہ اس کا ظہور ضرور ہو جاوے، بعض نسخوں میں ذکر مجہول کے صیغے سے ہے۔ مگر اسے مرقات نے ضعیف فرمایا۔ ۱۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت دراز قد دیکھنا آپ کے بلندی درجات کی طرف اشارہ ہے، جیسے قیامت کے دن مؤذن لوگ بہت دراز گردن ہوں گے، یہ درازی قد معاذ اللہ بری معلوم نہ ہوگی۔ ۱۳۔ یعنی وہ انسان کے بچے جو لڑکپن میں مرجاویں، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرورش میں رہتے ہیں۔ ۱۴۔ یعنی کفار و مشرکین کے بہت چھوٹے اور بالکل ناسمجھ بچے جو فوت ہو جاویں، وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پرورش میں ہی مسلمانوں کے بچوں کے ساتھ ہوں گے، اس سے چند مسائل معلوم ہوئے، ایک یہ کہ حضرات انبیاء کرام اور اولیاء عظام بعد وفات بھی کارسازی کرتے ہیں، دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام بعد وفات ہمارے چھوٹے بچوں کو تربیت و پرورش فرما رہے ہیں، دوسرے یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سب سے خبردار ہیں، بے خبر نہیں، بعد وفات اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے بے خبر نہیں ہو جاتے، تیسرے یہ کہ کفار اور مشرکین کے چھوٹے بچے فوت شدہ، جنتی ہیں، وہ دوزخی نہیں، جن احادیث میں ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے تابع ہو کر، دوزخی ہیں، اس سے وہ بچے مراد ہیں جو ہوش سنبھال کر اپنی فطرت بدل کر کافر ہو کر مریں، جو شعور سے پہلے مرجاویں، وہ جنتی ہیں، لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں، اسی لئے یہاں **مات علی الفطرۃ** ارشاد ہوا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا مجوسی یا مشرک بنا دیتے ہیں، قرآن کریم فرماتا ہے **واذا الموءدۃ سئلت بای ذنب قتلت** معلوم ہوا کہ مشرکین کی زندہ دفن شدہ بچی خود دوزخی نہیں، بلکہ وہ اپنے ماں باپ کے خلاف گواہ ہے، اور فرماتا ہے۔ **ویطوف علیھم ولدان مخلدون** ظاہر ہے کہ جنت میں تو بچے پیدا ہوا نہ کریں گے، یہ وہ ہی بچے ہوں گے، جو دنیا میں پیدا ہو کر بچپن میں ہی مر گئے، اور جنت میں جنتیوں کے خدام بنائے گئے (مرقات) فقیر کی یہ تحقیق خوب یاد رکھی جاوے۔ ۱۵۔ یعنی وہ گنہگار مسلمان ہیں جو بغیر توبہ مر گئے، حضور کی شفاعت سے بخشے گئے۔ وہ نہر شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہر ہے۔ رب نے انہیں معافی دے دی۔ خیال رہے کہ نزع کی حالت میں بدعقیدگی سے توبہ قبول نہیں۔ مگر بدعملی اور گناہوں سے توبہ قبول ہے۔ جو اس وقت بھی توبہ نہ کرے اور یونہی مرجاوے۔ اسکا ذکر یہاں ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ اَفْرَى الْفِرٰى اَنْ يُّرِيَ الرَّجُلُ عَيْنَيْهِ مَا لَمْ تَرَيَا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۴۱۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹوں میں سے بدترین جھوٹ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی آنکھوں کو وہ دکھائے جو انہوں نے نہیں دیکھا ۱۔ (بخاری)

(۴۴۱۹) ۱۔ یہاں آنکھوں سے مراد خواب کی آنکھیں ہیں۔ جن سے بندہ خواب میں سب کچھ دیکھتا ہے، یعنی جھوٹی خواب گھڑ کر

marfat.com

لوگوں کو سنائے' یہ جھوٹ دوسرے جھوٹوں سے بدتر اس لئے ہے کہ اس میں رب تعالیٰ پر اور نبوت کے چھیالیسویں جزء پر جھوٹ باندھنا ہے۔ جامع صغیر میں ہے کہ بدترین جھوٹے تین ہیں' ایک وہ جو کہ اپنا نسب بدلے' اپنے غیر کو باپ کی طرف نسبت دے' دوسرا وہ جو جھوٹی خواب گھڑے' تیسرا وہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھے' یعنی جھوٹی احادیث وضع کرے۔ (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَصْدَقُ الرُّؤْیَا بِالْاَسْحَارِ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ

(۴۴۲۰) روایت ہے حضرت ابو سعید سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچی خوابیں سویرے ا؎ کی ہوتی ہیں (ترمذی' دارمی)

(۴۴۲۰) ا؎ یعنی صبح سحری کے وقت کی خوابیں اکثر سچی ہوتی ہیں' کیونکہ اس وقت اکثر دل مطمئن ہوتا ہے۔ معدہ خالی ہوتا ہے' اس سے بخارات دماغ کی طرف نہیں چڑھتے۔ اور اس وقت فرشتوں کا نزول ہوتا ہے' جو نماز فجر میں شرکت کر کے دن بھر انسانوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ سبحان اللہ مبارک بندوں کے نزول کا وقت بھی مبارک ہے۔ اس وقت کے کام بھی مبارک ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ **وجعلنی مبارکا**

کِتَابُ الْاٰدَابِ

اچھی باتوں کا بیان

بَابُ السَّلَامِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

آداب جمع ہے' ادب کی لغت میں ادب اس کھانے کو کہتے ہیں جس کے لئے لوگوں کو جمع کیا جاوے۔ اس لئے دسترخوان کو ادبہ کہتے ہیں جس پر لوگ جمع ہو کر کھاتے ہیں۔ اصطلاح میں ادب وہ محنت اور مشقت ہے جو اچھے کام کرنے کے لئے برداشت کی جاوے۔ اسی سے ہے تادیب' بزرگوں کے احترام کو بھی ادب کہتے ہیں۔ بمعنی تعظیم' یہاں ادب سے مراد اچھے کام اور اچھی باتیں (اشعۃ اللمعات) یہاں مرقات نے فرمایا کہ بڑوں کی تعظیم' چھوٹوں پر شفقت ادب ہے۔ سلام کے لغوی معنی ہیں آفات یا عیوب سے سلامتی۔ اسی سے ہے تسلیم۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے سلام۔ بمعنی تمام عیوب سے پاک! اپنے بندوں کو سلامتی و امن دینے والا۔ اسی سے ہے مسلم۔ بمعنی صلح و صفائی یہاں سلام سے مراد سلام کا جواب ہے جو آتے جاتے وقت کہا جاتا ہے۔ یعنی السلام علیکم کہنا اور اس کا جواب دینا۔ **لطیفہ** :۔ علماء فرماتے ہیں کہ السلام علیکم کے معنی ہیں کہ تم پر سلامتی و امان نازل ہو۔ علیکم سے پہلے نازلتہ پوشیدہ ہے۔ اور یہ دعائیہ جملہ ہے مگر صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں سلام۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال' احوال' افعال' اقوال کا نگران ہے۔ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ ان کے ہاں سلام نام ہے اللہ تعالیٰ کا اور علیکم سے پہلے رقیب پوشیدہ ہے۔ بمعنی نگران۔ (اشعۃ اللمعات) وہ جو حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور انور نے تیمم فرما کر سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ سلام اللہ کا نام ہے۔ اس لئے بغیر وضو یہ نام نہ لیا۔ وہ حضرات صوفیاء کے معنی کی تائید کرتا ہے۔ **دوسرا لطیفہ** :۔ مسلمان کو سلام کرنا سنت اور سلام کا جواب دینا فرض ہے۔ مگر ثواب زیادہ ہے سلام کرنے کا۔ یعنی اس سنت کا ثواب اس فرض سے زیادہ ہے جیسے وقت پر قرض ادا کرنا فرض ہے اور وقت سے پہلے ادا کرنا سنت ثواب اس کا

marfat.com

زیادہ ہے کہ وعدے سے پہلے ادا کرے۔ یا جیسے محتاج مقروض کو ڈھیل دینا مہلت دینا فرض ہے' رب تعالیٰ فرماتا ہے **فنظرۃ الی میسرۃ** معاف کر دینا سنت ہے۔ مگر معاف کر دینے کا ثواب زیادہ ہے۔ بہر حال بعض سنتوں کا ثواب بعض فرضوں سے زیادہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ طُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فَلَمَّا خَلَقَهٗ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلٰی اُولٰٓئِكَ النَّفَرِ وَهُمْ نَفَرٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ جُلُوْسٌ فَاسْتَمِعْ مَا یُحَیُّوْنَكَ فَاِنَّهَا تَحِیَّتُكَ وَتَحِیَّةُ ذُرِّیَّتِكَ فَذَهَبَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ فَقَالُوْا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ فَكُلُّ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰی صُوْرَةِ اٰدَمَ وَطُوْلُهٗ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فَلَمْ یَزَلِ الْخَلْقُ یَنْقُصُ بَعْدُ حَتَّی الْاٰنَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۴۲۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۱؎ جن کے قد لمبائی ساٹھ گز تھی' ۲؎ تو جب انہیں پیدا کیا تو فرمایا جاؤ ان لوگوں پر سلام کرو' وہ فرشتوں کی ایک جماعت تھی بیٹھی ہوئی ۳؎ تو غور سے سنو وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں' پھر وہ ہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا تحیہ ہے ۴؎ چنانچہ آپ گئے تو کہا السلام علیکم ۵؎ ان سب نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ' فرمایا تو انہوں نے ورحمۃ اللہ بڑھا دیا ۶؎ تو جو بھی جنت میں جاوے گا حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہو گا ۷؎ اور اس کا قد ساٹھ گز ہو گا' پھر جناب آدم کے بعد مخلوق رہی' حتی کہ اب تک ۸؎۔ (مسلم بخاری)

(۴۴۲۱) ۱؎ اس جملہ کی چار شرحیں ہیں صورت بمعنی ہیئت و شکل ہے یا بمعنی صفت۔ اور ضمیر کا مرجع یا آدم علیہ السلام ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ لہٰذا اس جملہ کے چار معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان کی شکل و ہیئت پر پیدا فرمایا کہ جس شکل میں انہیں رہنا تھا انہیں اول ہی سے وہ شکل دی دوسروں کی طرح نہ کیا کہ پہلے بچہ پھر جوان پھر بڈھا وغیرہ یا اللہ نے حضرت آدم کو ان کی صفت پر پیدا کیا کہ وہ اول ہی سے عالم' عاقل' عارف' سمیع و بصیر وغیرہ تھے دوسروں کی طرح نہیں کہ وہ جاہل پیدا ہوتے ہیں۔ پھر بعد میں ہوش' علم' عقل وغیرہ حاصل کرتے ہیں۔ یا اللہ نے حضرت آدم کو اپنی پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا خود فرماتا ہے۔ **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** اس لئے کوئی شخص دوزخ میں شکل انسانی سے نہ جاوے گا کہ یہ شکل خدا کو پیاری ہے۔ یا اللہ نے حضرت آدم کو اپنی صفات پر پیدا فرمایا کہ انہیں اپنا علم۔ اپنا تصرف اپنی سمع اپنی قدرت وغیرہ بخشی (از اشعہ' مرقات) ۲؎ گز سے مراد شرعی گز ہے یعنی ایک ہاتھ (ڈیڑھ فٹ) یعنی آپ ساٹھ ہاتھ کے ہی پیدا ہوئے۔ دوسرے انسانوں کی طرح نہیں کہ پہلے بہت چھوٹے پیدا ہوتے ہیں پھر بڑھتے رہتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی پیدائش ماں باپ سے نہیں تھی۔ لہٰذا چھوٹا پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ۳؎ جلوس یا تو مصدر ہے تو اس سے پہلے ذو پوشیدہ ہے۔ یا جمع ہے جالس کی جیسے قاعدہ کی جمع ہے قعود اور راکع و ساجد کی جمع ہے رکوع و سجود یعنی وہ جماعت **ملائکہ** جو بیٹھی ہوئی ہے۔ انہیں سلام کرو اعلیٰ سے ادنیٰ کو سلام کرایا مسجود سے ساجدین کو۔ یحیتہ کرائی غالباً" یہ واقعہ سجدہ آدم کے بعد کا ہے۔ ۴؎ اس ارشاد فرمانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سلام جواب کا علم نہ تھا بلکہ اسے سنت **ملائکہ** قرار دینے کے لئے کہا تاکہ اولاد آدم کو یہ معلوم ہو جائے کہ سلام کرنا'

marfat.com

سنت آدم علیہ السلام ہے۔ اور اعلیٰ جواب دینا سنت **ملائکہ** رب تعالیٰ انہیں تمام چیزوں کا علم پہلے ہی دے چکا تھا۔ ۵۔ معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کے الفاظ سے سلام کرنے کا طریقہ پہلے ہی سے معلوم تھا اس لئے رب تعالیٰ نے آپ کو سلام کے الفاظ نہ بتائے سب کچھ پہلے ہی بتادیا' سمجھادیا گیا ہے۔ ۶۔ اس سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ جواب سلام میں السلام علیکم کہنا بھی جائز اگرچہ وعلیکم السلام کہنا افضل ہے۔ دوسرے یہ کہ جواب میں کچھ زیادہ الفاظ کہنا بہتر ہے۔ جیسا کہ آئندہ آوے گا۔ ۷۔ یعنی جنت میں صرف انسان ہی جائیں گے۔ جانور یا جنات نہ جائیں گے۔ اور تمام جنتی انسان آدم علیہ السلام کی طرح حسین و جمیل تندرست ہوں گے کوئی بدشکل یا بیمار نہ ہوگا اور سب کا قد ساٹھ ہاتھ ہوگا کوئی اس سے کم یا زیادہ نہ ہوگا۔ دنیا میں خواہ پست قد تھا یا دراز قد بچہ تھا یا بوڑھا۔ دوزخی کفار بہت موٹے ہوں گے کہ ان کی ایک ایک ڈاڑھ پہاڑ کی برابر ہوں گی۔ (اشعہ) ۸۔ یعنی ان کی اولاد برابر قدر و قامت میں گھٹتی رہی حتیٰ کہ اب ساڑھے تین فٹ کے لگ بھگ رہ گئی مگر یہ کمی صرف دنیا میں ہے آخرت میں جنت میں پوری کردی جاوے گی۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَئُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۴۲۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا اسلام اچھا ہے ۱۔ فرمایا کھانا کھلاؤ اور سلام کرو اسے جسے پہچانو' یا نہ پہچانو ۲۔ (مسلم' بخاری)

(۴۴۲۲) ۱۔ یعنی اسلامی کاموں میں کون سا کام اچھا ہے۔ ۲۔ یعنی سلام صرف اسلامی رشتہ سے ہو کاروباری دنیاوی تعلقات سے نہ ہو خیال رہے کہ حضور کے جوابات سائل کے حال کے مطابق ہوتے تھے اسی لئے اس سوال کے جواب مختلف دیئے کسی سے فرمایا کہ بہترین عمل نماز ہے کسی سے فرمایا جہاد ہے یہاں فرمایا بہترین عمل کھانا کھلانا سب کو سلام کرنا یعنی تیرے لئے یہ دو کام بہترین۔ خیال رہے کہ **تقرئ** اسلام کرنا سلام کہلوانا سلام لکھنا لکھوانا سلام کہلا کر بھیجنا سب کو شامل ہے **من عرفت** کا تعلق صرف سلام سے ہے کھانا کھلانے سے نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُوْدُهٗ اِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهٗ اِذَا مَاتَ وَيُجِيْبُهٗ اِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهٗ وَيُشَمِّتُهٗ اِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ لَهٗ اِذَا غَابَ اَوْ شَهِدَ لَمْ اَجِدْهُ فِی الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِیْ كِتَابِ الْحُمَيْدِیِّ وَلٰكِنْ ذَكَرَهٗ صَاحِبُ الْجَامِعِ (بِرِوَايَةِ النَّسَائِیِّ)

(۴۴۲۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کے مومن پر چھ حق ہیں ۱۔ جب وہ بیمار ہو' تو مزاج پرسی کرے ۲۔ اور جب مرجاوے تو جنازہ پر حاضر ہو ۳۔ جب دعوت دے تو قبول کرے' جب اس سے ملے' تو اسے سلام کرے' اور جب چھینکے ۴۔ تو جواب دے' اور اسکی خیر خواہی کرے' جب وہ غائب ہو یا حاضر ۵۔ یہ روایت میں نے نہ تو مسلم بخاری میں پائی' نہ کتاب حمیدی میں' لیکن اسے جامع والے نے بروایت نسائی روایت فرمایا ۶۔

(۴۴۲۳) ۱۔ یہ حقوق اگرچہ واجب یا فرض یا سنت نہیں مگر حق اسلام ہیں اس لئے ارشاد اعلیٰ ہوا۔ ۲۔ عیادت بنا ہے عود سے

marfat.com

بمعنی لوٹنا رجوع کرنا چونکہ بیمار کی مزاج پرسی بار بار کی جاتی ہے اسے عیادت کہتے ہیں۔ ۳۔ تاکہ اس کی نماز جنازہ پڑھو اسے دفن کرو بعض شارحین نے کات کے معنی کئے جب وہ مرنے لگے یعنی اس کے نزع کے وقت وہاں موجود ہو۔ مگر پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں (مرقات) آج کل امیروں کے جنازوں پر بڑا ہجوم ہوتا ہے۔ غریب کی میت کو کوئی پوچھتا نہیں۔ رب توفیق خیر دے۔ ۴۔ دعوت سے مراد کھانے کی دعوت اس کا قبول کرنا سنت ہے بشرطیکہ دعوت ناجائز نہ ہو جیسے میت کے نتیجے چالیسویں کی رسمی برادری کی دعوتیں کہ ان کا کھانا کھلانا دونوں ممنوع ہیں چھینک کا جواب جب دیا جاوے جبکہ وہ چھینکنے والا الحمد اللہ کہے تو سننے والا کہے یرحمک اللہ پھر چھینکنے والا کہے **یحدیکم اللہ ویصلح بالکم وتشمت** کے لغوی معنی ہیں شماتت دور کرنا ۵۔ پس پشت خیر خواہی کرنا کمال ہے روبرو خیر خواہی کی باتیں کر دینا آسان ہے۔ بلکہ بسا اوقات خوشامد ہوتی ہے۔ ۶۔ کتاب حمیدی میں صرف بخاری مسلم کی احادیث جمع کی گئی ہیں اور جامع اصول میں صحاح ستہ کی روایت جمع کی گئی اس عبارت کا مقصود صاحب مصابیح پر اعتراض کرنا ہے کہ وہ پہلی فصل میں ایسی حدیث لائے جو مسلم بخاری میں نہیں مگر ادبا کہا کہ میں نے وہاں یہ حدیث نہ پائی اپنی تلاش کی کوتاہی بیان کی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۴۲۴) روایت ہے ان ہی سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم جنت میں نہ جاؤ گے حتی کہ مومن بن جاؤ' اور مومن نہ بنو گے ۱۔ حتی کہ آپس میں محبت کرو ۲۔ کیا میں تمہیں اس پر رہبری نہ کروں' کہ جب تم وہ کر لو تو اس میں محبت کرنے لگو' اپنے درمیان سلام پھیلاؤ ۳۔ (مسلم)

(۴۴۲۴) ۱۔ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں **لا یومنون** ہے نون کے ساتھ جن نسخوں میں **لا تومنوا** ہے وہاں ن کا گرانا مجانست کی وجہ سے ہے کہ چونکہ **حتّٰی تومنوانون** نہ تھا تو یہاں بھی نہ لائے مرقات نے فرمایا کہ عربی میں کبھی نفی نہیں ہوتا ہے۔ کبھی برعکس۔ ۲۔ یعنی کمال ایمان مسلمانوں کی آپس کی محبت نصیب ہوتا ہے آپس کی عداوتیں بہت سے گناہ بلکہ کبھی کفر کا موجب ہو جاتی ہیں۔ ۳۔ سلام پھیلانے کے لئے وہ ہی معنی ہیں۔ جو ابھی ذکر ہوئے کہ ہر مسلمان کو سلام کرے جان پہچان والا ہو یا انجان۔ تجربہ سے بھی ثابت ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کی عداوت مٹانے محبت پیدا کرنے کے لئے سلام مصافحہ ایک اکسیر ہے حضور کا فرمان بالکل ٹھیک ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۴۲۵) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سلام کرے سوار پیدل پر ۱۔ اور پیدل بیٹھے ہوئے پر ۲۔ اور تھوڑے بہتوں پر ۳۔ (مسلم بخاری)

(۴۴۲۵) ۱۔ یعنی جب سوار اور پیدل مسلمان ملیں تو پیدل کو سوار سلام کرے کیونکہ سوار پیدل سے اعلیٰ حالت میں ہے اور سلام میں اظہار عجز و نیاز ہے۔ اس لئے وہ ہی اظہار نیاز کرے جو بظاہر افضل ہے۔ مگر یہ افضلیت کا ذکر ہے اس کے برعکس بھی جائز ہے ۲۔ یعنی جب کوئی شخص کسی بیٹھے ہوئے شخص کے پاس یا مجمع میں آوے یا ان پر سے گزرے تو وہ مجمع والے اس کو سلام نہ کریں۔

marfat.com

بلکہ یہ آنے والا سلام کرے کہ ملاقات یہ کر رہا ہے اس بیٹھے سے کر رہا ہے اور سلام ملاقات کرنے والے کے لئے ہے۔ ۳۔ جب دو طرفہ مسلمان آرہے ہوں اور دونوں یکساں حالت میں ہوں کہ یا دونوں سوار ہوں یا دونوں پیادہ ہوں تو قانون یہ ہے کہ تھوڑے آدمی بہت سوں کو سلام کریں تاکہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت کا احترام کرے ممکن ہے کہ اس بڑی جماعت میں اللہ والے زیادہ ہوں بڑی جماعت کا بڑا احترام ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۴۲۶) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سلام کرے چھوٹا بڑے پر ۱۔ اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے پر' اور تھوڑے بہت پر ۲۔ (بخاری)

(۴۴۲۶) ۱۔ یعنی جب دو طرفہ مسلمان آرہے ہوں ایک ان میں کم عمر ہو دوسرا بڑی عمر والا تو سنت یہ ہے کہ چھوٹا بڑی عمر والے کو سلام کرے تاکہ بڑے کا احترام ظاہر ہو۔ چھوٹی عمر والا بیٹھا ہو اور بڑی عمر والا اس پر گزرے' تو اب گزرنے والا ہی سلام کرے۔ لہٰذا حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے ۲۔ کیونکہ تھوڑے (قلیل) چھوٹے (صغیر) کے حکم میں ہیں لہٰذا یہ ہی سلام کریں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى غِلْمَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۴۲۷) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند لڑکوں پر گزرے' تو انہیں ۱۔ سلام کیا' (مسلم بخاری)

(۴۴۲۷) ۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر گزرنے والا بڑا ہو' اور بیٹھا ہوا چھوٹا' یا گزرنے والا ایک ہو' اور بیٹھے ہوئے بچے زیادہ تو گزرنے والا اور تھوڑی جماعت والا سلام کرے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ چھوٹے بچے جو سمجھدار ہوں انہیں بھی سلام کیا جاوے۔ اگر کسی جماعت میں چھوٹے بڑے مخلوط ہوں اور انہیں کوئی سلام کرے۔ بچہ جواب دے دے تو سب کا فرض ادا ہو جائے گا جیسا کہ اگر بچہ نماز جنازہ پڑھ لے تو فرض ادا ہو گا۔ **اجنبیہ** جوان حسینہ عورت کو سلام کرنے ممنوع ہے اپنی محرم عورت یا بیوی یا بوڑھی عورت کو سلام کرنا بالکل جائز ہے۔ یہ ہی حکم جواب سلام کا ہے اجنبیہ عورت اجنبی مرد کے سلام کا جواب نہ دے۔ یہ اجنبی اس عورت کے سلام کا جواب دے دے۔ یہ مسائل کتب فقہ اور مرقات میں اسی جگہ دیکھو۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْدَءُوا الْيَهُوْدَ وَلَا النَّصَارٰى بِالسَّلَامِ وَاِذَا لَقِيْتُمْ اَحَدَهُمْ فِيْ طَرِيْقٍ فَاضْطَرُّوْهُ اِلٰى اَضْيَقِهٖ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۴۲۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہودیوں' عیسائیوں پر سلام کی ابتداء نہ کرو ۱۔ اور جب تم ان میں سے کسی راستہ میں ملو' تو تنگ راستہ کی طرف انہیں مجبور کرو ۲۔ (مسلم)

(۴۴۲۸) ۱۔ سارے کفار کا یہی حکم ہے۔ ذمی ہوں یا حربی کہ ان کو مسلمان بلا ضرورت سلام نہ کرے کہ سلام میں اظہار احترام ہے اور کفار کا احترام درست نہیں مرتدین بدمذہبوں کا حکم بھی یہی ہے ضرورت کے احکام جداگانہ ہیں (اشعۃ اللمعات) ۲۔ یعنی مسلمان راستہ میں اس طرح ہجوم کر کے چلیں کہ ذمی کفار کنارہ پر چلنے پر مجبور ہو جائیں اسلام کی شان ظاہر کرنے کے لئے بشرطیکہ کنارہ راہ پر غار یا خار نہ ہوں۔ انہیں غار یا خار میں پھنسا دینا ان کو ایذا دینا ہے اور ذمی کافر کو ایذا دینا ممنوع ہے (مرقات) مستامن کفار

marfat.com

اگر ہمارے مہمان بن جائیں یا ان کو بلایا جاوے تو ان کا مہمان کفار کی خاطر کی ہے خیال رہے کہ اس زمانہ میں کفار بھی مسلمانوں سے ایسا بلکہ اس سے بدتر سلوک کرتے تھے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمُ الْيَهُوْدُ فَاِنَّمَا يَقُوْلُ اَحَدُهُمُ السَّامُ عَلَيْكَ فَقُلْ وَعَلَيْكَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۴۲۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کو یہودی سلام کرتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک کہتا ہے' تم پر موت پڑے' تو تم کہہ دو کہ تجھ پر ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۴۲۹) ا۔ فقیر نے بھی آزمایا ہے مجھے ایک بدمذہب نے صاف طور پر کہا السلام علیکم کے معنی ہیں موت تو مطلب یہ ہوا کہ تم پر موت پڑے اس کے جواب میں خواہ وہ علیک کہے تو واؤ معنی ہیں بلعی ہے یا صرف علیک کہہ دے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْكِتٰبِ فَقُوْلُوْا وَعَلَيْكُمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۴۳۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کو اہل کتاب سلام کریں تو کہہ دو "وعلیکم" (مسلم بخاری)

(۴۴۳۰) ا۔ اگر کفار کی جماعت یوں سلام کرنا تو وعلیکم کہہ دے اگر ایک کافر سلام کرے تو وعلیک کہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اسْتَاْذَنَ رَهْطٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُلْتُ بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُّحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهٖ قُلْتُ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ قَدْ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ عَلَيْكُمْ وَلَمْ يَذْكُرِ الْوَاوَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ قَالَتْ اِنَّ الْيَهُوْدَ اَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ قَالَ وَعَلَيْكُمْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ السَّامُ عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْلًا يَا عَائِشَةُ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَاِيَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ قَالَتْ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ اَوَلَمْ تَسْمَعِيْ مَا قُلْتُ رَدَدْتُّ عَلَيْهِمْ فَيُسْتَجَابُ لِيْ فِيْهِمْ

(۴۴۳۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ یہود کی ایک جماعت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت مانگی تو بولے السلام علیکم ا۔ تو میں نے کہا بلکہ تم پر موت و لعنت پڑے ۲۔ تو حضور نے فرمایا اے عائشہ! اللہ رفق ہے ہر کام میں نرمی پسند کرتا ہے ۳۔ میں نے کہا کیا آپ نے وہ نہ سنا جو انہوں نے کہا تھا' فرمایا میں نے کہہ دیا اور تم پر ۴۔ اور ایک روایت میں ہے تم ہی پر یعنی واو کا ذکر نہیں' ۵۔ (مسلم بخاری) اور بخاری کی روایت میں ہے فرماتی ہیں کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو بولے السلام علیک' حضور نے فرمایا وعلیکم تو جناب عائشہ نے کہا موت ہو تم پر' اور تم پر خدا لعنت کرے' غضب کرے ۶۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے عائشہ ٹھہرو' نرمی لازم کرو' اور سختی اور فحش سے بچو ۷۔ انہوں نے عرض کیا' کیا آپ نے نہ سنا' جو انہوں نے کہا فرمایا کیا تم نے نہ سنا جو میں نے کہا' میں نے ان پر ہی

marfat.com

وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِيَّ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ لَا تَكُونِي فَاحِشَةً فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ

لوٹا دیا' تو میری دعا ان کے بارے میں قبول ہو گی' اور ان کی دعا میرے متعلق نہ قبول ہو گی ۸۔ اور مسلم کی روایت میں ہے فرمایا تم فحش گو نہ بنو ۹۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فحش کو اور فحش کہنے کو پسند نہیں کرتا ۱۰۔

(۴۴۳۱) ۱۔ غالبا یہ یہود مدینہ تھے جو حضور انور سے ملنے آئے تھے۔ معلوم ہوا کہ کفار سے ملنا انہیں گھر میں آنے کی اجازت دینا جائز ہے۔ خصوصا جب ان کو تبلیغ کرنے کے لئے ان بد نصیبوں نے حضور انور کے تمام اہل بیت کو اس لئے علیکم کہا اس کے جواب میں حضور انور نے فرمادیا وعلیکم جناب عائشہ سمجھیں کہ حضور نے ان کی بکواس میں غور نہیں فرمایا۔ اس لئے اگلا کلام آپ نے خود کیا ۲۔ ام المومنین کا یہ غضب و غصہ حضور کی والہانہ محبت کی بنا پر تھا کہ تم نے محبوب کو یہ کیوں کہا ۳۔ لہٰذا تم ان آنے والوں پر نرمی کرو خیال رہے کہ جنگ و مناظرہ میں کفار پر سختی محبوب ہے مگر جب وہ ہمارے گھر ہم سے ملنے آویں تب ان پر نرمی کی جاوے۔ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ **واغلظ علیہم** مختلف مقامات کے مختلف احکام ہوتے ہیں۔ ۴۔ یعنی ہم نے خود اپنا بدلہ لیتے ہوئے ان سے فرمایا کہ تم پر ہی پڑے یہ بدلہ کافی ہے حضور انور نے اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی وہ بھی مہمان کفار کے ساتھ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر سختی کرنا عبادت ہے حضور مہمان کفار کی خاطر تواضع کرتے تھے لہٰذا اس حدیث سے یہ دھوکھا نہ دیا جائے کہ حضور کے دشمنوں پر نرمی کرنی چاہیے۔ مہمان کا حکم کچھ اور ہے۔ ۵۔ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ وعلیکم میں واو جمع کے لئے نہیں بلکہ معنی بلی ہے۔ لہٰذا وعلیکم کے معنی یہ نہیں کہ ہم پر اور تم پر دونوں پر موت واقع ہو بلکہ معنی یہ ہیں ہم پر نہیں بلکہ تم پر موت آئے اور واؤ نہ ہونے کی صورت میں تو معنی بالکل ظاہر ہیں ۶۔ یعنی اس روایت میں لعنت کے ساتھ غضب کی زیادتی ہے کہ ام المومنین نے انہیں تین بد دعائیں دیں موت کی لعنت کی اللہ تعالیٰ کے غضب کی ۷۔ عنف سے مراد ہے۔ دل کی سختی، فحش سے مراد ہے زبان کی سختی یعنی دل و زبان دونوں نرم رکھو نرمی صرف مہمان کی وجہ سے ہے ورنہ ان ہی ام المومنین کے والد ماجد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیبیہ میں صلح کی گفتگو کے موقعہ پر ایک کافر سے کہا تھا۔ **امصص بذکر اللات** الات یہ ہے اشداء علی الکفار کا ظہور۔ رضی اللہ عنہ۔ ۸۔ یعنی اس سودے میں انہیں کو گھاٹا رہا۔ ۹۔ یعنی تمہارے منہ سے کبھی فحش بات نہ نکلے، گالی کوسنا، غیبت وغیرہ کہ تمہاری زبان ان باتوں کے لئے نہیں نبی تم صدیقہ ہو تمہاری زبان سے ہر بات سچی بھلی نکلے۔ شعر:۔

☆ جو بات کہو منہ سے وہ اچھی ہو بھلی ہو ☆ کھٹی نہ ہو کڑوی نہ ہو مصری کی ڈلی ہو ☆

۱۰۔ یعنی ان دونوں سے رب تعالیٰ ناراض ہے خیال رہے کہ فحش سے مراد بری بات کا عادی ہونا فحش سے مراد ہے بہ تکلف بری بات کہنا کہ اس کی عادت تو نہ ہو مگر دل پر جبر کر کے بری بات منہ سے نکالی جائے۔

وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيهِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُودِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ۔

(۴۴۳۲) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس پر گزرے جس میں مسلمان، مشرکین بت پرست اور یہود مخلوط لوگ تھے ۱۔ حضور نے انہیں سلام کیا ۲۔

marfat.com

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (مسلم بخاری)

(۴۴۳۲) ۱۔ بت پرست بیان ہے مشرکین کا۔ یہود بھی اگرچہ شرک و بت پرستی کرتے ہیں۔ مگر چونکہ انبیاء کو مانتے ہیں اس لئے انہیں مشرک نہیں کہا جاتا بلکہ اہل کتاب کہا جاتا ہے۔ اس لئے یہود کو مشرکین پر معطوف کیا کبھی غلط نسبت بھی فائدہ پہنچا دیتی ہے۔ ۲۔ معلوم ہوا کہ مخلوط جماعت جہاں مسلمان کفار ملے ہوئے بیٹھے ہوں وہاں سے گزرنے والا مسلمان سلام کرے اور اپنے سلام سے مسلمانوں کی نیت کرے اور جب کسی کافر کو خط لکھے، تو یوں لکھے **السلام علی من اتبع الہدی**۔ یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ایسی مجلس پر گزرنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے۔ السلام علی من اتبع الہدیٰ۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ بِالطُّرُقَاتِ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِیْہَا قَالَ فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّہٗ قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَکَفُّ الْاَذٰی وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّہْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۴۳۳) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا، راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو وہاں بیٹھنے کے سوا چارہ نہیں، ہم وہاں بات چیت کرتے ہیں ۲۔ فرمایا اگر بغیر بیٹھے نہ مانو، تو راستہ کو اس کا حق دو ۳۔ انہوں نے عرض کیا کہ راستہ کا کیا حق ہے، یا رسول اللہ! فرمایا نگاہ نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز ہٹانا اور سلام کا جواب دینا اور اچھائیوں کا حکم دینا، برائیوں سے روکنا ۴۔ (مسلم بخاری)

(۴۴۳۳) ۱۔ چونکہ راستہ سے عورتیں بچے گزرتے رہتے ہیں نیز وہاں سے لوگوں کے مال سواریاں گزرتی ہیں اس لئے وہاں بیٹھنا خطرناک بدنظری کا اندیشہ ہے ۲۔ یعنی ہماری ضروریات راستوں پر بیٹھنے سے وابستہ ہیں وہاں بیٹھ کر ہم کاروبار اور دیگر ضروریات کی باتیں کرتے ہیں ۳۔ یعنی راستہ میں بیٹھ کر وہ نیکیاں کرو جس کی برکت سے تمام وہاں کے گناہوں سے بچے رہو اور ثواب کما لو یہاں حق بمعنی استحقاق ہے کہ راستہ ان اعمال کا مستحق ہے ۴۔ یعنی راستوں پر بیٹھ کر یہ پانچ نیکیاں یا ان میں سے جس قدر بن پڑیں کیا کرو۔ نگاہیں نیچی رکھو تاکہ اجنبی عورتوں پر نہ پڑیں راستہ سے کانٹا اینٹ پتھر الگ کر دیا کرو تاکہ کسی راہ گیر کو نہ چبھے نہ ٹھوکر لگے جو راستہ گزرنے والا تمہیں سلام کرتا ہوا گزرے، اس کا جواب دو اگر تم راستہ میں کسی کو کوئی برا کام کرتے دیکھو تو اس سے روکو اس کی عوض اسے اچھے کام کرنے کا مشورہ دو اس صورت میں تمہارا وہاں بیٹھنا بھی عبادت ہے سبحان اللہ۔ کیمیا پیتل، تانبہ کو سونا کر دیتی ہے حضور کی تعلیم گناہوں کو ثواب بنا دیتی ہے۔ شعر:۔

☆ ترے کرم کا رسالت مآب کیا کہنا ☆ ثواب ہو گئے سارے عقاب کیا کہنا ☆

وَعَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ہٰذِہِ الْقِصَّۃِ قَالَ وَاِرْشَادُ السَّبِیْلِ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ عَقِیْبَ حَدِیْثِ الْخُدْرِیِّ ہٰکَذَا)

(۴۴۳۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی اس قصہ میں فرمایا، اور لوگوں کو راستہ بتانا ۱۔ ابوداؤد نے حدیث خدری کے پیچھے، یوں روایت کیا۔

(۴۴۳۴) ۱۔ یعنی چھٹی نیکی بھولے بھٹکوں کو راستہ بتانا ہے اکثر راہ گیر کسی کی دوکان کسی کے گھر کا پتہ پوچھتے ہوں تو بتا دو کہ یہ بھی عبادت ہے۔

marfat.com

وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَتُعِيْنُوا الْمَلْهُوْفَ وَتَهْدُوا الضَّالَّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَقِيْبَ حَدِيْثِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ هٰكَذَا وَلَمْ اَجِدْهُمَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ۔

(۴۴۳۵) روایت ہے حضرت عمر سے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی اس ہی قصہ میں فرمایا کہ مظلوم کی مدد کرو، گے ہوئے (بھولے ہوئے) کو ہدایت دو ا۔ اس سے ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کے پیچھے یوں ہی روایت کیا اور ۲۔ میں نے یہ دونوں حدیثیں مسلم بخاری میں نہ پائیں۔

(۴۴۳۵) ا۔ یعنی اگر راستہ یا بازار میں دو مسلمان جھگڑ پڑیں تو ان میں بیچ بچاؤ کرادو اگر نہ ہو سکے تو مظلوم کی حمایت کرو یہ بھی ثواب ہے۔ ۲۔ یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ وہ پہلی فصل میں غیر شیخین کی روایت لے آئے مگر مرقات نے اس کا جواب یہ دیا کہ یہ دونوں حدیثیں یعنی حدیث ابی ہریرہ اور حدیث عمر رضی اللہ عنہما یہاں تکمیل اور تتمہ کے طور پر لائی گئی ہیں نہ کہ اصالتہ"۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ بِالْمَعْرُوْفِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهٗ وَيُجِيْبُهٗ اِذَا دَعَاهُ وَيُشَمِّتُهٗ اِذَا عَطَسَ وَيَعُوْدُهٗ اِذَا مَرِضَ وَيَتْبَعُ جَنَازَتَهٗ اِذَا مَاتَ وَيُحِبُّ لَهٗ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

(۴۴۳۶) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، مسلمان کے لئے مسلمان پر چھ اچھی خصلتیں ہیں ا۔ جب اس سے ملے تو سلام کرے ۲۔ جب وہ دعوت دے تو قبول کرے ۳۔ اور جب چھینکے تو اسے جواب دے۔ جب بیمار ہو جاوے تو مزاج پرسی کرے۔ جب مرجاوے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے ۴۔ اور اس کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے ۵۔ (ترمذی، دارمی)

(۴۴۳۶) ا۔ ستہ کے بعد خصال پوشیدہ ہے اور بالمعروف صفت ہے اسی پوشیدہ خصال کی۔ خصال جمع ہے خصلت کی۔ بمعنی عادت مگر یہاں مراد وہ حقوق ہیں جن کی عادت ڈالی جائے یعنی مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں ان کی ادا کی عادت ڈالنی چاہیے۔ ۲۔ اگر راہ میں ملے تو صرف ایک بار سلام کرے مگر جب کسی کے گھر جا کر ملے تو تین بار سلام کرے پہلا سلام اجازت داخلہ کے لئے دوسرا سلام جب اندر داخل ہو اس سے ملاقات کرے اور تیسرا سلام وداع ہوتے وقت۔ پہلے سلام کو سلام استیذان کہتے ہیں دوسرے کو تحیہ تیسرے کو سلام وداع یہاں راہ چلتے وقت کا سلام مراد ہے اس لئے صرف **لقیہ** فرمایا حضور کے ہر لفظ پاک میں عجیب حکمتیں ہوتی ہیں ۳۔ کھانے کے لئے دعوت دے یا اپنے کسی کام کے لئے بلائے بشرطیکہ وہ کھانے کی دعوت یا اس کا یہ کام ناجائز نہ ہو ۴۔ اتباع کے معنی ہیں پیچھے چلنا یہاں **یتبع** فرما کر اشارۃ" فرمایا گیا، جنازہ میں شرکت کرنے کے والوں کو جنازہ سے پیچھے رہنا چاہیے اس سے آگے چلنا ممنوع ہے ابن ماجہ میں روایت حضرت ابن مسعود ہے کہ **الجنازۃ متبوعۃ لیس بتابعۃ**

marfat.com

لیس منا من تقدمها معلوم ہوا کہ جنازہ کے پیچھے چلے یہ ہی احناف کا مذہب ہے یہاں جنازہ کے ساتھ جانے سے مراد ہے نماز جنازہ پہنچانا' دفن کرنا کامل اتباع یہ ہی ہے (مرقات واشعہ) ۵۔ یعنی زندگی بھر ہر مسلمان سے وہ برتاؤ کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اللہ تعالیٰ اگر یہ نعمت نصیب کردے تو مسلمانوں سے لڑائیاں جھگڑے سب ختم ہو جائیں۔ شعر :۔

☆ کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو کلام ایسا ☆ کہ جو کوئی تم سے کرتا تمہیں ناگوار ہوتا ☆

ع آنچہ برخود نہ پسندی بہ دیگراں مپسند

وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَجُلًا جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَرَدَّ عَلَيْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ عِشْرُوْنَ ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ ثَلٰثُوْنَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۴۳۷) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا' تو عرض کیا السلام علیکم ۱؎ حضور انور نے اس کا جواب دیا۔ پھر بیٹھ گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس ۲؎ پھر دوسرا آدمی آیا اس نے عرض کیا السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ حضور نے اس کا جواب دیا۔ وہ بیٹھ گیا تو فرمایا بیس۔ پھر اور دوسرا آیا عرض کیا السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ آپ نے اس کا جواب دیا۔ وہ بیٹھ گیا تو فرمایا تیس ۳؎ (ترمذی' ابوداؤد)

(۴۴۳۷) ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ ایک شخص کو بھی سلام کرے تو علیکم جمع سے کہے کہ اس میں ان فرشتوں کو سلام ہو جاتا ہے جو انسان کے ساتھ رہتے ہیں محافظین اور کاتبین اعمال وغیرہم اگرچہ علیک واحد کہنا بھی جائز ہے ۲؎ عشر' فاعل ہے ثبت لہ پوشیدہ کا یا نائب فاعل ہے کتب فعل مجہول کا یعنی اس کو دس نیکیوں کا ثواب حاصل ہوا یا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی گئیں ۳؎ معلوم ہوا کہ سلام کے ہر کلمہ پر دس نیکیاں ملتی ہیں جتنے کلمات زیادہ ہوں اتنی نیکیاں اسی حساب سے زیادہ ہوں گی۔ جواب دینے والا زیادہ اچھا جواب دے یعنی سلام کے کلمات پر کچھ کلمات بڑھا کر جواب دے۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنَاهُ وَزَادَ ثُمَّ اَتٰى اٰخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُهٗ فَقَالَ اَرْبَعُوْنَ وَقَالَ هٰكَذَا تَكُوْنُ الْفَضَائِلُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۴۳۸) حضرت معاذ ابن انس سے بھی روایت کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں اسکے ہم معنی اور زیادتی کی کہ پھر دوسرا اور آیا اس نے عرض کیا السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ و مغفرتہ تو فرمایا چالیس۔ اور فرمایا یونہی زیادتیاں ہوتی رہیں گی ۱؎

(ابوداؤد)

(۴۴۳۸) ۱؎ یعنی یہ ثواب صرف مغفرتہ تک ہی محدود نہیں کہ ان کلمات کے علاوہ اور کوئی کلمہ بڑھاؤ ثواب نہ بڑھے بلکہ جس قدر کلمات بڑھاتے جاؤ گے ثواب بھی فی کلمہ دس کے حساب سے بڑھتا ہی جائے گا۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ السلام علیکم بھی جائز ہے سلام کو معرفہ کر کے اور سلام علیکم بھی جائز سلام کو نکرہ کر کے السلام کے معنی ہیں وہ سلام یعنی اللہ کا سلام یا آدم علیہ السلام کا سلام جو انہوں نے فرشتوں کو کیا تھا وہ تم پر بھی ہو قرآن مجید میں دو طرح سلام مذکور ہیں رب فرماتا ہے **والسلام علی من اتبع**

marfat.com

الہدی یہاں سلام معروف۔ اور فرماتا ہے **سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین** یہاں سلام نکرہ ہے خیال رہے کہ جواب سلام میں علیکم پہلے ہو سلام بعد میں اگر جواب میں بھی السلام علیکم کہہ دیا تو فرض ادا ہو گیا سنت رہ گئی۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاللّٰهِ مَنْ بَدَأَ بِالسَّلَامِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۴۳۹) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ سے قریب تر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے ا۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد)

(۴۴۳۹) ا۔ یعنی جب دو مسلمان راستہ میں گزرتے ہوئے ملیں اور ان میں سے ہر ایک کو سلام کرنے کا حق ہو تو جو سلام کی ابتداء کرے وہ رحمت الٰہی سے بہت ہی قریب ہو گا لہٰذا یہ فرمان عالی ان فرمانوں کے خلاف نہیں کہ آنے والا بیٹھے ہوؤں کو اور تھوڑے لوگ بہت کو چھوٹا بڑے کو سوار پیدل کو سلام کرے حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ تین چیزیں محبت پیدا کر دیتی ہیں سلام میں ابتدا کرنا اپنے مسلمان بھائی کو اچھے لقب سے پکارنا جب وہ آئے اسے مجلس میں جگہ دے دینا (مرقات)

وَعَنْ جَرِیْرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَیْهِنَّ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۴۴۴۰) روایت ہے حضرت جریر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں پر گزرے تو انہیں سلام کیا ا۔ (احمد)

(۴۴۴۰) ا۔ اجنبی عورتوں کو سلام کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہے کہ وہاں فتنہ کا خطرہ نہیں دوسرے مسلمان اجنبی عورتوں خصوصاً جوان عورتوں کو ہرگز سلام نہ کریں نہ ان کے سلام کا جواب دیں کہ یہ سلام عشق بلکہ بدکاری کی ابتداء بن سکتا ہے (مرقات واشعہ)

وَعَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ یُجْزِیُٔ عَنِ الْجَمَاعَةِ اِذَا مَرُّوْا اَنْ یُّسَلِّمَ اَحَدُهُمْ وَیُجْزِیُٔ عَنِ الْجُلُوْسِ اَنْ یَّرُدَّ اَحَدُهُمْ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ مَرْفُوْعًا وَرَوَی اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ رَفَعَهُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ وَهُوَ شَیْخٌ لِاَبِیْ دَاوٗدَ)

(۴۴۴۱) روایت ہے حضرت علی ابن ابی طالب سے فرماتے ہیں کہ جماعت کی طرف سے یہ کافی ہے کہ جب وہ گزریں تو ان میں سے ایک سلام کرے اور بیٹھے ہوؤں کی طرف سے یہ کافی ہے کہ ان میں سے ایک جواب دے دے ا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں مرفوعاً روایت کیا ۲۔ اور ابوداؤد نے روایت کی کہ اور کہا کہ اسے حسن ابن علی نے مرفوع کیا۔ وہ ابوداؤد کے شیخ ہیں ۳۔

(۴۴۴۱) ا۔ یعنی اسلام میں سلام کرنا' سنت علی الکفایہ ہے کہ اگر جماعت میں سے ایک بھی سلام کرے تو سب کی سنت ادا ہو جائے گی اور سامنے والوں پر جواب سلام دینا فرض کفایہ ہے کہ اگر اس جماعت میں سے ایک نے بھی جواب دے دیا تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو گیا۔ خیال رہے کہ فرض علی الکفایہ تو بہت ہیں جیسے نماز جنازہ اور سلام کا جواب بعض صورتوں میں جہاد' عالم دین بننا وغیرہ مگر سنت علی الکفایہ صرف دو ہیں ایک تو سلام دوسرے چھینک کا جواب۔ کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا ہمارے ہاں سنت علی العین ہے کہ ہر شخص بسم اللہ پڑھ کر کھائے اور شوافع کے ہاں سنت علی الکفایہ بہرحال احناف کے نزدیک سنت علی الکفایہ صرف یہ دو چیزیں ہی ہیں ۲۔ یعنی یہ حدیث ابوداؤد نے دو اسنادوں سے روایت کی ایک اسناد میں مرفوع ہے یعنی حسن ابن علی کی اسناد میں دوسری اسناد میں حضرت علی کا اپنا قول روایت کیا یعنی حدیث موقوف مگر بیہقی نے صرف مرفوعاً روایت کی ۳۔ یعنی

marfat.com

یہ حسن ابن علی، ابو داؤد کے مشائخ سے ایک شیخ ہیں یہ حسن ابن علی ابن ابی طالب نہیں دھوکا نہ کھانا چاہیے اسکی اسناد یہ ہیں عن ابی داؤد عن حسن ابن علی عن عبد الملک ابن ابراہیم عن سعید ابن خالد عن عبد اللہ ابن فضل عن عبد اللہ ابن ابی رافع عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بہر حال یہ حدیث موقوف بھی ہے مرفوع بھی لہٰذا مرفوع ہی مانی جاوے گی اگر موقوف بھی ہوتی تب بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی کہ ایسی حدیث جو عقل سے ورا ہو وہ موقوف بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَلَا بِالنَّصَارٰى فَاِنَّ تَسْلِيْمَ الْيَهُوْدِ الْاِشَارَةُ بِالْاَصَابِعِ وَتَسْلِيْمَ النَّصَارٰى الْاِشَارَةُ بِالْاَكُفِّ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ)

(۴۴۴۲) روایت ہے عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہم سے نہیں جو ہمارے غیروں سے مشابہت کرے ۱؎ تم نہ تو یہود سے مشابہت کرو نہ نصاریٰ سے یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے اور عیسائیوں کا سلام ہتھیلیوں سے اشارہ ہے ۲؎ (ترمذی) اور فرمایا اس کی اسناد ضعیف ہے ۳؎۔

(۴۴۴۲) ۱؎ جو افعال یا احوال یا چیزیں کفار کی قومی علامتیں ہوں مسلمانوں کے لئے حرام ہیں جیسے ہندوانی دھوتی وغیرہ اور جو ان کی دینی علامتیں ہوں وہ مسلمانوں کے لئے کفر ہیں جیسے ہندوانی **تشفہ** یا ہندوانی زنار وغیرہ۔ ۲؎ یعنی صرف اشاروں سے سلام کرنا منہ سے کچھ نہ کہنا یہود و نصاریٰ کا سلام ہے مسلمان یا تو زبان سے سلام کریں السلام علیکم کہیں یا اشارہ کے ساتھ منہ سے بھی بولیں تاکہ اسلامی اور غیر اسلامی سلام میں فرق ہو جاوے یوں ہی صرف سر جھکا دینا یا سر یا آنکھوں سے اشارہ کر دینا سلام کے لئے کافی نہیں اور سلام کے وقت خود جھکنا ممنوع ہے تا حد رکوع ہو تو حرام ہے رب تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کی توفیق بخشے۔ ۳؎ ترمذی نے اس حدیث کو صرف اس لئے ضعیف فرمایا کہ عن جدہ میں ہ ضمیر کے متعلق پتہ نہیں چلتا کہ اس کا مرجع کون ہے عمر ابن شعیب ہیں یا ان کے والد ہم شروع کتاب میں یہ بحث کر چکے ہیں حق یہ ہے کہ یہ اسناد قوی ہے امام سیوطی نے جامع صغیر میں یہ حدیث بروایت عبد اللہ ابن عمرو نقل فرمائی (مرقات)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا لَقِيَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ فَاِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ اَوْ جِدَارٌ اَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهٗ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۴۴۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے ملے ۱؎ تو اسے سلام کرے پھر اگر ان کے درمیان درخت یا دیوار یا پتھر کی آڑ ہو جائے پھر اس سے ملے تو پھر اسے سلام کرے ۲؎۔ (ابو داؤد)

(۴۴۴۳) ۱؎ بھائی سے مراد اسلامی بھائی ہے خواہ اپنا عزیز ہو یا اجنبی بھائی فرما کر اشارۃً فرمایا کہ اجنبی عورت کو سلام نہ کرے ۲؎ یعنی ملاقات کا سلام غائب ہونے کے بعد ملنے پر ہو گا غائب ہونا اگرچہ معمولی ہی ہو ذرا سی آڑ درمیان میں آگئی غائب ہونا پالیا گیا اب ملنا ملاقات ہے سلام کرو بلکہ حکمی غائب ہونے کے بعد بھی سلام سنت ہے اس لئے نماز ختم ہونے پر سلام کیا جاتا ہے اس سلام میں نمازی ایک دوسرے کی نیت کریں کیونکہ نمازی بحالت نماز ایک دوسرے سے حکماً غائب تھے اب عالم بالا کی سیر کر کے آرہے

marfat.com

ہیں لہٰذا سلام کرتے ہیں۔ بعد نماز فجر بعض لوگ مصافحہ کرتے ہیں اسکی وجہ بھی یہ ہی ہے کہ مصافحہ بوقت ملاقات ہوتا ہے اور یہ بھی وقت ملاقات ہے۔ خیال رہے کہ یہاں وہ حالات مراد ہیں۔ جن میں سلام ممنوع نہ ہو لہٰذا جو پیشاب پاخانہ یا جماع میں مشغول ہو یا سو رہا ہو اونگھ رہا ہو یا نماز یا اذان میں مشغول ہو یا غسل خانہ میں ہو کھانا کھا رہا ہو لقمہ منہ میں ہو یا تلاوت قرآن کر رہا ہو یا دینی درس دے رہا ہو یا سن رہا ہو' اسے سلام نہ کرے اگر کرے گا تو اس کا جواب دینا لازم نہ ہو گا (مرقات) یوں ہی جمعہ کے دن خطبہ کے وقت سلام ممنوع ہے۔

وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهٖ وَاِذَا خَرَجْتُمْ فَاَوْدِعُوْا اَهْلَهٗ بِسَلَامٍ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مُرْسَلًا)

(۴۴۴۴) روایت ہے قتادہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی گھر میں جاؤ تو اس کے باشندوں کو سلام کرو ۱؎ اور جب نکلو تو وہاں کے باشندوں کو سلام سے وداع کرو ۲؎۔ (بیہقی، شعب الایمان)

(۴۴۴۴) ۱؎ اپنے گھر میں جاؤ یا دوسرے کے بہرحال سلام کرو اگر خالی گھر میں جاؤ تو کہو۔ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اس کا ماخذ وہ آیت کریمہ ہے **فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم**۔ (مرقات) اور جب مسجد میں جاؤ تو کہو بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ۔ روح پاک مصطفیٰ مسجدوں بلکہ مسلمانوں کے گھروں میں جلوہ فرما ہے (شرح شفا شریف) ۲؎ یعنی سلام کر کے وہاں سے آؤ یہ سلام وداع کہلاتا ہے اس کا جواب دینا فرض نہیں مستحب ہے (مرقات) بعض شارحین نے فرمایا کہ فاودعوا۔ بنا ہے ودیعۃ بمعنی امانت سے یعنی رخصت ہوتے وقت اپنا سلام اہل خانہ کے پاس **امانۃ** رکھ آؤ کہ پھر خیر سے واپس آؤ اپنی امانت یعنی خیر و برکت و سلامتی وصول کرو۔ وداع کے وقت مصافحہ کرنا سنت نہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بُنَيَّ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰى اَهْلِكَ فَسَلِّمْ يَكُوْنُ بَرَكَةً عَلَيْكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۴۴۵) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے بچے جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو یہ برکت ہو گی تم پر اور تمہارے گھر والوں پر ۱؎۔ (ترمذی)

(۴۴۴۵) ۱؎ گھر میں اپنے ماں باپ یا بیوی بچے ہوں بہرحال سلام کر کے داخل ہو اس سے گھر میں اتفاق اور روزی میں بڑی برکت ہوتی ہے بہت ہی مجرب ہے فقیر اس کا عامل ہے اور اس کی بہت برکتیں دیکھتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْكَلَامِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ)

(۴۴۴۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سلام کلام سے پہلے ہے ۱؎۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث منکر ہے ۲؎۔

(۴۴۴۶) ۱؎ سلام تین قسم کے ہیں سلام اذن یہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہے اجازت داخلہ حاصل کرنے کے لئے۔ سلام تحیتہ یہ گھر میں داخل ہونے اور کلام کرنے سے پہلے ہے سلام وداع یہ گھر سے رخصت ہوتے وقت یہاں سلام تحیت مراد ہے یہ کلام سے پہلے چاہیے تاکہ تحیت باقی رہے جیسے۔ تحیتہ المسجد کے نفل کہ وہ بیٹھنے سے پہلے پڑھے جاویں ۲؎ اس کی اسناد میں ایک

marfat.com

راوی عتبہ ابن عبدالرحمٰن ہے وہ خود بھی ضعیف ہے اور اس کا شیخ محمد ابن زادان ہے جو بہت ہی ضعیف ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس اسناد میں منکر ہے معنی "یہ حدیث صحیح ہے بہت اسنادوں سے مروی ہے۔ (مرقات)

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ نَقُوْلُ اَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا وَاَنْعِمْ صَبَاحًا فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ نُهِيْنَا عَنْ ذٰلِكَ۔

(۴۴۴۷) روایت ہے حضرت عمران بن حصین سے فرماتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں کہتے تھے اللہ تیری آنکھ ٹھنڈی کرے سویرا اچھا ہو جب اسلام آیا تو ہم اس سے روک دیئے گئے ۱۔ (ابوداؤد)

(۴۴۴۷) ۱۔ اور اس کی بجائے ہم کو اسلامی سلام کا حکم دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ سوا اسلامی سلام کے اور سلام ممنوع ہے جیسے آداب عرض، یا تسلیمات عرض، یا خدا حافظ یا یہ کہنا کہ یا علی مدد وغیرہ سب ممنوع ہیں ہاں اگر اولا سلام کرے پھر یہ الفاظ کہے تو حرج نہیں دیکھو مرقات۔ فارسی میں کہا جاتا ہے زی ہزار سال یہ سب ممنوع ہیں (اشعہ) اسلامی سلام بہت ہی جامع ہے ہندوانی سلام رام رام، سیتا رام انگریزی سلام گڈ مارننگ نہایت بیہودہ اور بے معنی ہیں اسلامی سلام میں سلامتی کی دعا ہے۔ سلامتی جان، مال، عزت، اولاد زندگی قبر و حشر ہر سلامتی کو شامل ہے۔

وَعَنْ غَالِبٍ، قَالَ اِنَّا لَجُلُوْسٌ بِبَابِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ بَعَثَنِيْ اَبِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْتِهِ فَاقْرِئْهُ السَّلَامَ قَالَ فَاَتَيْتُهُ فَقُلْتُ اَبِيْ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ فَقَالَ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَبِيْكَ السَّلَامُ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۴۴۸) روایت ہے حضرت غالب سے ۱۔ کہتے ہیں کہ ہم حسن بصری کے دروازے پر بیٹھے تھے ۲۔ کہ ایک شخص آیا بولا مجھے میرے والد نے میرے دادا سے خبر دی فرمایا مجھے میرے باپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا ۳۔ کہا حضور کے پاس جاؤ تو حضور کو میرا سلام عرض کرو ۴۔ فرماتے ہیں حضور کے پاس حاضر ہوا میں نے عرض کیا کہ میرے والد آپ کو سلام عرض کرتے ہیں تو فرمایا تم پر اور تمہارے باپ پر سلام ۵۔ (ابوداؤد)

(۴۴۴۸) ۱۔ آپ غالب ابن ابی غیلان ابن خطاب القطان ہیں بصرہ کے رہنے والے ہیں تابعین میں سے ہیں امام نسائی نے آپ کو ثقہ کہا امام احمد نے ثقہ کہا امام یحییٰ نے صدوق و صالح فرمایا بڑے عالم متقی ہیں ۲۔ ان کی تشریف آوری کے منتظر تھے یا ان کے ساتھ بیٹھے تھے۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں دیکھو مرقات یہ ہی مقام۔ ۳۔ یعنی میرے دادا کو ان کے باپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کہلا کر بھیجا تھا۔ ۴۔ معلوم ہوا کہ سلام کہلا بھیجنا بھی سنت ہے اب لوگ حجاج کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام کہلواتے ہیں حاجی کو چاہیے کہ مواجہہ شریف میں کھڑے ہو کر یوں عرض کرے۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ فلاں اور فلاں کی جگہ اس کا نام لے۔ ۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی کسی کا سلام پہنچائے تو پہنچانے والے اور بھیجنے والے دونوں کو سلام میں داخل کر لینا چاہیے بلکہ پہنچانے والے کا ذکر پہلے اور بھیجنے والے کا ذکر بعد میں ہونا چاہیے کہ حضور انور نے پہلے فرمایا وعلیک اور بعد میں فرمایا علی ابیک لہٰذا جو زائرین مدینہ دوسروں کا سلام حضور انور کو پہنچاتے ہیں۔ خود بھی جواب میں داخل ہوتے ہیں زہے نصیب۔

وَعَنْ اَبِي الْعَلَاءِ الْحَضْرَمِيِّ اَنَّ الْعَلَاءَ

(۴۴۴۹) روایت ہے حضرت ابو العلاء حضرمی سے کہ ابو علاء

marfat.com

الْحَضْرَمِيَّ كَانَ عَامِلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ إِذَا كَتَبَ إِلَيْهِ بَدَأَ بِنَفْسِهِ۔

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

حضرمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل تھے ۱؎ اور جب آپ ان کی طرف لکھتے تو اپنی ذات سے ابتدا کرتے ۲؎۔ (ابوداؤد)

(۴۴۴۹) ۱؎ علاء حضرمی کا نام عبداللہ ہے حضرموت کے باشندے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بحرین کے گورنر تھے حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے ان کا عہدہ بحال رکھا چنانچہ آپ تاوفات اسی عہدے پر رہے بعض نے فرمایا کہ آپ کی وفات عہد صدیقی میں ہے مرقات نے فرمایا کہ ۱۴ چودہ ہجری میں آپ نے وفات پائی۔ اور ابو العلاء کا نام زید ابن عبداللہ ہے کنیت ابو العلاء مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں ابن العلاء ہے ۲؎ یعنی حضرت علاء جب بحرین سے حضور انور کی خدمت میں کوئی عریضہ لکھتے تو پہلے اپنا نام پھر مکتوب الیہ کا نام لکھتے تھے کیونکہ یہ ہی سنت رسول اللہ ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب بلقیس کو خط لکھا تو لکھا' وانہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ روم کو فرمان عالی لکھا تو لکھا من محمد رسول اللہ الی ہرقل عظیم الروم۔ طریقہ خط لکھنے کا یہ چاہیے کہ اپنا نام لکھے پھر جس کو خط لکھنا ہے اس کا نام ہو پھر کچھ القاب پھر سلام پھر مقصد کی تحریر خیال رہے کہ یہ چیز سلام کی تمہید ہوتی ہے اس لئے اسے باب سلام میں لائے۔

وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَتَبَ أَحَدُكُمْ كِتَابًا فَلْيُتَرِّبْهُ فَإِنَّهُ أَنْجَحُ لِلْحَاجَةِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ)

(۴۴۵۰) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی تحریر لکھے تو مٹی اس پر ڈالے کہ یہ ضرورت کو بہت پورا کرنے والی ہے۔ ۱؎ (ترمذی) اور کہا یہ حدیث منکر ہے ۲؎۔

(۴۴۵۰) ۱؎ یا خط پر مٹی ڈالے یا خط کو مٹی پر ڈالے اس سے حرف بھی خشک ہو جائیں گے اور انشاء اللہ جس مقصد کے لئے خط لکھا گیا ہے اس مقصد میں بھی کامیابی ہوگی کہ مٹی ڈالنے میں اظہار عجز ہے اور رب تعالیٰ کو عاجزی بڑی پیاری ہے۔ شعر:۔

☆ عجز کار انبیاء و اولیاء است ☆ عاجز محبوب درگاہ خدا است ☆

لہٰذا اگر کسی کو کسی چیز کی درخواست دینا ہو تو یہ عمل کر کے درخواست دے انشاء اللہ کامیابی ہوگی بعض شارحین نے مٹی ڈالنے کی اور بہت توجیہیں کی ہیں مگر حق یہ ہے کہ اس سے ظاہری معنی ہی مراد ہیں یعنی خط پر مٹی یا ریت چھڑک دینا۔ ۲؎ طبرانی نے اوسط میں یہ حدیث بروایت حضرت ابو الدرداء بروایت صحیح نقل فرمائی۔ لہٰذا اس حدیث کا متن صحیح ہے۔ اگرچہ ترمذی والی اسناد منکر ہے (مرقات)

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ يَدَيْهِ كَاتِبٌ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ ضَعِ الْقَلَمَ عَلٰى أُذُنِكَ فَإِنَّهُ أَذْكَرُ لِلْمَالِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَفِيْ إِسْنَادِهٖ ضُعْفٌ)

(۴۴۵۱) روایت ہے حضرت زید ابن ثابت سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے کاتب تھا میں نے حضور کو فرماتے سنا کہ قلم اپنے کان پر رکھو کہ یہ انجام کو زیادہ یاد کرانے والا ہے ۱؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد میں ضعف ہے ۲؎۔

(۴۴۵۱) ۱؎ یعنی اگر کاتب قلم کو کان سے لگائے رکھے تو اسے وہ مقصد یاد رہے گا جو اسے لکھنا ہے بہتر یہ ہے کہ قلم داہنے کان پر

marfat.com

رکھے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں کوئی تاثیر رکھی ہے۔ قلم کان میں لگانے کی یہ تاثیر ہے کہ اسے مضمون یاد رہتا ہے۔ ۲۔ یہ حدیث ابن عساکر نے بروایت حضرت انس مرفوعاً" نقل فرمائی۔ وہاں **فانه اذکرلک** ہے اور جامع صغیر میں حضرت زید ابن ثابت سے مرفوعاً" نقل فرمائی وہاں **اذکر للمال** ہے۔ بہرحال یہ حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے لہٰذا اس کا متن صحیح ہے (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اَتَعَلَّمَ السُّرْيَانِيَّةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ اَمَرَنِيْ اَنْ اَتَعَلَّمَ كِتَابَ يَهُوْدَ وَقَالَ اِنِّيْ مَا اٰمَنُ يَهُوْدَ عَلٰى كِتَابٍ قَالَ فَمَا مَرَّ بِيْ نِصْفُ شَهْرٍ حَتّٰى تَعَلَّمْتُهٗ فَكَانَ اِذَا كَتَبَ اِلٰى يَهُوْدَ كَتَبْتُ وَاِذَا كَتَبُوْا اِلَيْهِ قَرَأْتُ لَهٗ كِتَابَهُمْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۴۵۲) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں سریانی زبان سیکھ لوں ۱۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے حکم دیا کہ میں یہود کی خط و کتابت سیکھ لوں اور فرمایا کہ میں کسی تحریر میں یہود پر مطمئن نہیں ۲۔ فرماتے ہیں کہ مجھ پر آدھا مہینہ نہیں گزرا حتیٰ کہ میں نے سیکھ لی تو جب حضور یہود کو لکھتے تو میں لکھتا اور جب وہ حضور کو کچھ لکھتے تو حضور کی خدمت میں ان کا خط میں پڑھتا ۳۔ (ترمذی)

(۴۴۵۲) ۱۔ سریانی زبان وہ ہے جس میں توریت شریف نازل ہوئی۔ یہود عموماً یہی زبان بولتے اور لکھتے تھے سریانی زبان عبرانی کے مشابہ یا اس کی شاخ ہے۔ (اشعہ) اب یہ زبانیں دنیا سے مٹ چکیں صرف ان کے نام رہ گئے کسی جگہ نہیں بولی جاتیں جیسے ہندوں کی سنسکرت کہ دنیا سے مٹ چکی کہیں نہیں بولی جاتی سریانی عبرانی زبانوں کی جگہ عربی نے لے لی۔ ۲۔ یعنی ہم یہود کو تبلیغ کرنے کے لئے انہیں خطوط لکھنا بھی چاہتے ہیں اور ان کے جوابات ملاحظہ کرنا بھی چاہتے ہیں اگر لکھنے پڑھنے کا کام یہود مدینہ سے لیا جاوے تو ان کی خیانت کا اندیشہ ہے کہ ہم کچھ لکھوائیں وہ کچھ لکھ دیں یا یہود کے خطوط میں کچھ لکھا ہو یہ کچھ پڑھ دیں لہٰذا یہ دونوں کام تم خود کرو اس سے معلوم ہوا کہ کفار کی زبان سیکھنا ممنوع نہیں بلکہ ضرورت پر اس کا حکم ہے جیسے آج انگریزی یا فرنچ زبانیں ضرورت کے لئے سیکھی جاویں خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قدرتی طور پر تمام زبانیں جانتے ہیں جب حضور جانوروں پتھروں، کنکروں کی بولیاں سمجھتے ہیں تو انسانوں کی بولی کیوں نہ سمجھیں گے یہ حکم عالی امت کی تعلیم کے لئے ہے کہ امراء و سلاطین اپنے ہاں دوسری قوموں کی زبان دانی رکھیں بلکہ خود اپنے لوگوں کو ان کی زبان سکھائیں زبان کوئی بری نہیں سب رب تعالیٰ کی طرف سے ہیں فرماتا ہے۔ **ومن اياته خلق السموت والارض واختلاف السنتكم** ۳۔ صرف پندرہ دن میں سریانی زبان کماحقہ سیکھ لینا یا حضرت زید کی ذکاوت سے ہے یا حضور کے معجزے سے اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہوں کے ہاں ترجمان رہنے چاہئیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا انْتَهٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى مَجْلِسٍ فَلْيُسَلِّمْ فَاِنْ بَدَا لَهٗ اَنْ يَّجْلِسَ فَلْيَجْلِسْ ثُمَّ اِذَا قَامَ فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتِ الْاُوْلٰى بِاَحَقَّ مِنَ الْاٰخِرَةِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۴۵۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جب تم میں سے کوئی کسی مجلس تک پہنچے تو سلام کرے ۱۔ پھر اگر بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جاوے ۲۔ پھر جب کھڑا ہو تو پھر سلام کرے ۳۔ کیونکہ پہلا سلام دوسرے سے زیادہ حق دار نہیں ۴۔ (ترمذی) اور (ابوداؤد)

marfat.com

(۴۴۵۳) ا۔ معلوم ہوا کہ آنے والا سلام کرے بیٹھے ہوؤں کو۔ ۲۔ یعنی اگر وہاں بیٹھنا نہ بھی ہو صرف گزر جانا ہو جب بھی سلام کرے اور اگر بیٹھنا ہو تب بھی سلام کرے ۳۔ معلوم ہوا کہ راہ گیر یعنی گزرنے والا صرف ایک سلام کرے اور جو مجلس میں کچھ دیر ٹھہرے وہ دو سلام کرے ایک آنے کا دوسرا جانے کا۔ ۴۔ یعنی سلام لقا اور سلام وداع دونوں سنت ہونے میں برابر ہیں ایک کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں لہٰذا یہ دونوں سلام سنت ہیں اور ان کے جواب فرض۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا خَيْرَ فِيْ جُلُوْسٍ فِي الطُّرُقَاتِ اِلَّا لِمَنْ هَدَى السَّبِيْلَ وَرَدَّ التَّحِيَّةَ وَغَضَّ الْبَصَرَ وَاَعَانَ عَلَى الْحُمُوْلَةِ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَذَكَرَ حَدِيْثَ اَبِيْ جُرَيٍّ فِيْ بَابِ فَضْلِ الصَّدَقَةِ)

(۴۴۵۴) روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راستوں میں بیٹھنے میں بھلائی نہیں ا۔ سوا اس کے جو راستہ کو بتائے اور سلام کا جواب دے اور نگاہ نیچے رکھے اور سوار کرنے پر مدد دے ۲۔ (شرح سنہ) ابو جری کی حدیث فضل کے باب میں ذکر کر دی گئی ۳۔

(۴۴۵۴) ا۔ بلکہ راستوں میں بیٹھنا کبھی گناہوں کا سبب بن جاتا ہے اس سے اجنبی عورتوں پر نظر پڑ جاتی ہے اور بہت خرابیاں ہو جاتی ہیں ضرورت کے احکام جداگانہ ہیں۔ ۲۔ یعنی اگر تم کو راستوں پر بیٹھنا پڑ جاوے تو یہ چار نیکیاں کرتے رہو بھولے بھٹکے ناواقف کو راستہ بتاؤ نگائیں نیچی رکھو راہ گیروں کے سلام کے جواب دو اگر کوئی سواری پر سوار ہونے میں دشواری محسوس کرتا ہو تو اسے سوار کرا دو۔ یوں ہی اگر کوئی بوجھ اٹھانا چاہتا ہے مگر اسے دشواری ہو رہی ہو تو اس کی گٹھڑی اس کے سر پر رکھ دو۔ ۳۔ اس حدیث کے اول میں یہ تھا کہ میں نے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ تو فرمایا یہ مردوں کا آپس کا سلام ہے تم یوں کہو السلام علیک۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ وَنَفَخَ فِيْهِ الرُّوْحَ عَطَسَ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ بِاِذْنِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَبُّهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ يَا اٰدَمُ اذْهَبْ اِلٰى اُولٰٓئِكَ الْمَلَآئِكَةِ اِلٰى مَلَاٍ مِنْهُمْ جُلُوْسٍ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ قَالُوْا عَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى رَبِّهٖ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ بَنِيْكَ بَيْنَهُمْ فَقَالَ لَهُ اللّٰهُ وَيَدَاهُ مَقْبُوْضَتَانِ اخْتَرْ اَيَّتُهُمَا شِئْتَ قَالَ اخْتَرْتُ يَمِيْنَ

(۴۴۵۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان میں روح پھونکی تو انہیں چھینک آئی انہوں نے کہا الحمد للہ (باذن الٰہی) پھر ان سے ان کے رب نے کہا اے آدم اللہ تم پر رحمت کرے ۲۔ ان فرشتوں کے پاس جو جماعت بیٹھی ہے جاؤ تو کہو السلام علیکم ۳۔ چنانچہ انہوں نے کہا السلام علیکم وہ بولے علیک السلام ورحمتہ اللہ ۴۔ پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹے ۵۔ تو فرمایا یہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا آپس میں سلام ہے پھر ان سے اللہ نے فرمایا حالانکہ اس کے دونوں ہاتھ کی مٹھیاں بند تھیں ۶۔ کہ جو لینا چاہو

marfat.com

رَبِّیْ وَکِلْتَا یَدَیْ رَبِّیْ یَمِیْنٌ مُبَارَکَۃٌ ثُمَّ بَسَطَھَا فَاِذَا فِیْھَا اٰدَمُ وَ ذُرِّیَّتُہٗ فَقَالَ اَیْ رَبِّ مَا ھٰؤُلَآءِ قَالَ ھٰؤُلَآءِ ذُرِّیَّتُکَ فَاِذَا کُلُّ اِنْسَانٍ مَکْتُوْبٌ عُمُرُہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ فَاِذَا فِیْھِمْ رَجُلٌ اَضْوَءُھُمْ اَوْ مِنْ اَضْوَءِھِمْ قَالَ یَارَبِّ مَنْ ھٰذَا قَالَ ھٰذَا ابْنُکَ دَاوٗدُ وَقَدْ کَتَبْتُ لَہٗ عُمُرَہٗ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً قَالَ یَا رَبِّ زِدْ فِیْ عُمُرِہٖ قَالَ ذٰلِکَ الَّذِیْ کَتَبْتُ لَہٗ قَالَ اَیْ رَبِّ فَاِنِّیْ قَدْ جَعَلْتُ لَہٗ مِنْ عُمُرِیْ سِتِّیْنَ سَنَۃً قَالَ اَنْتَ وَذَاکَ قَالَ ثُمَّ سَکَنَ الْجَنَّۃَ مَا شَآءَ اللّٰہُ ثُمَّ اُھْبِطَ مِنْھَا وَکَانَ اٰدَمُ یَعُدُّ لِنَفْسِہٖ فَاَتَاہُ مَلَکُ الْمَوْتِ فَقَالَ لَہٗ اٰدَمُ قَدْ عَجِلْتَ قَدْ کُتِبَ لِیْ اَلْفُ سَنَۃٍ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنَّکَ جَعَلْتَ لِابْنِکَ دَاوٗدَ سِتِّیْنَ سَنَۃً فَجَحَدَتْ ذُرِّیَّتُہٗ وَنَسِیَ فَنَسِیَتْ ذُرِّیَّتُہٗ قَالَ فَمِنْ یَوْمَئِذٍ اُمِرَ بِالْکِتَابِ وَالشُّھُوْدِ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

اختیار کر لو۷۔ عرض کیا میں نے اپنے رب کا داہنا ہاتھ اختیار کیا میرے رب کے دونوں ہاتھ داہنے اور مبارک ہیں ۸۔ پھر رب نے ہاتھ کھولا تو اس میں آدم اور ان کی اولاد تھی۔ ۹۔ عرض کیا یارب یہ کون لوگ ہیں فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے ۱۰۔ تو ہر انسان کی عمر اس کی آنکھوں کے درمیان لکھی تھی ۱۱۔ ان میں ایک صاحب بہت چمکدار تھے یا ان کے بہت چمک داروں سے ۱۲۔ عرض کیا یارب یہ کون ہیں فرمایا یہ تمہارے فرزند داؤد ہیں اور ان کی عمر میں نے چالیس سال لکھی ہے ۱۳۔ عرض کیا یارب ان کی عمر میں زیادتی کر دے فرمایا میں نے ان کے لئے یہ ہی لکھی ہے ۱۴۔ عرض کیا یارب میں نے اپنی عمر میں سے ساٹھ سال انہیں دیئے ۱۵۔ فرمایا تم جانو اور یہ کام ۱۶۔ فرماتے ہیں پھر جتنا اللہ نے چاہا حضرت آدم جنت میں رہے پھر وہاں سے اتارے گئے اور حضرت آدم اپنی عمر گنتے تھے ۱۷۔ پھر ان کے پاس ملک الموت آئے تو آدم نے ان سے کہا تم نے جلدی کی میری عمر ایک ہزار سال لکھی گئی عرض کیا ہاں لیکن آپ نے اپنے فرزند داؤد کو ساٹھ سال دے دیئے ہیں ۱۸۔ حضرت آدم نے انکار کر دیا ۱۹۔ چنانچہ ان کی اولاد انکار کرتی ہے آپ بھول گئے تو اولاد بھولنے لگی ۲۰۔ فرماتے ہیں کہ اس دن سے لکھنے گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ۲۱۔ (ترمذی)

(۴۴۵۵) ۱۔ یعنی انہیں پیدا ہوتے ہی چھینک آنا جو صحت و تندرستی کی علامت ہے اللہ کی رحمت اس کے فضل سے تھا اور چھینک پر الحمد للہ کہنا بھی اللہ کے ارادے اس کی تعلیم اس کی رحمت سے تھا انہیں کسی نے سکھایا نہ تھا معلوم ہوا کہ آپ علم لدنی سے عالم تھے جیسے ہمارے حضور نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا اور سجدہ میں حمد الٰہی کی یہ سب رب کی تعلیم سے ہے۔ ۲۔ یہ واقعہ فرشتوں کے سجدے کے بعد کا ہے لہٰذا اس آیت کے خلاف نہیں **فاذا سویۃ ونفخت فیہ من روحی فقعوالہ ساجدین** **یرحمک اللہ** اگر دعائیہ کلام ہے تو بندوں کی تعلیم کے لئے ہے کہ اولا چھینک کے جواب میں یہ کہا کریں جیسے قرآن کریم میں ہے **اھدنا الصراط المستقیم** اور اگر یہ فرمان خبر کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے گا تو مقصد ظاہر ہے ۳۔ یعنی اے آدم آپ ان فرشتوں کے پاس جاؤ انہیں ۔یحیۃ و ملاقات کا سلام کرو معلوم ہوا کہ آنے والا سلام کرے بیٹھے ہوؤں کو اگرچہ آنے والا افضل ہو اور بیٹھے ہوئے لوگ مفضول ہوں۔ دیکھو آدم علیہ السلام فرشتوں سے افضل بلکہ ان کے مسجود ہیں مگر آپ نے ہی سلام کیا۔ ۴۔ فرشتوں نے جواب میں ورحمتہ اللہ زیادہ کیا تاکہ آئندہ کے لئے سبق ہو کہ جواب میں کچھ زیادتی کر دی جایا

marfat.com

کرے۔ ۵۔ یعنی اس جگہ لوٹے جہاں پہلے رب تعالیٰ سے کلام کیا تھا ورنہ رب تعالیٰ کی رحمت و قدرت ہر جگہ ہے۔ ۶۔ یہ جملہ متشابہات سے ہے اس کے حقیقی معنی ہماری عقل و فہم سے بالا ہیں اللہ تعالیٰ جسمانی ہاتھ اور مٹھی سے پاک ہے اس کے معنی یا رب تعالیٰ جانے یا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بعض شارحین نے فرمایا کہ دونوں ہاتھوں سے مراد صفت جمال و جلال ہیں ان صفتوں میں مرحومین اور مردودین ایسے چھپے تھے جیسے مٹی کی چیز مٹھی میں چھپی ہوتی ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۷۔ یعنی ان دونوں میں سے جس کو چاہو اپنا دا سکے اندر کے بندوں کو اپنا بنالو۔ ۸۔ یہ ساری عبارت متشابہات سے ہے اس کے حقیقی معنی وہ ہیں جو اللہ رسول جانیں یہاں اشعۃ اللمعات میں اسی جملہ کے پانچ معنی بیان فرمائے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مخلوق کے داہنے بائیں میں سے بایاں ضعیف و کمزور ہوتا ہے داہنا قوی رب تعالیٰ ضعف و کمزوری سے پاک ہے اس کی صفات رحمت اور صفات قہر دونوں ہیں یعنی دونوں مبارک و قوی ہیں۔ وہ عزیز و غالب ہے جسے گمراہ کرتا ہے تو حکمت سے اور جسے ہدایت دیتا ہے تو حکمت سے ۹۔ یہاں آدم علیہ السلام عالم شہود میں تھے دست قدرت میں عالم غیب میں بطور مثال تھے خود اپنے کو دیکھ رہے تھے جیسے کوئی شخص آئینہ میں اپنے کو اور اپنے گھر بار ال و اولاد کو دیکھے جو خود گھر میں موجود ہوں یہ مثال محض سمجھانے کے لئے ہے از آدم تا روز قیامت سارے انسان حضرت آدم کو دکھا دیئے گئے اور یہ دکھانا اجمالاً" نہ تھا بلکہ تفصیلاً" تھا کہ آپ نے ہر ایک کو پہچان بھی لیا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے رب تعالیٰ نے پہلے تو آدم علیہ السلام کو تمام عالم کی چیزیں دکھا کر ان کے نام بتا دیئے اس موقعہ پر صرف اولاد آدم دکھائی۔ ۱۰۔ اس ہاتھ میں صالحین یعنی مومنین اولیاء و انبیاء ہی تھے دوسرے دست قدرت میں کفار ہوں گے خبر نہیں کہ ہم کس ہاتھ میں تھے رب تعالیٰ فضل کرے۔ ۱۱۔ اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ انسان کی تقدیر اس کی عمر اس کی پیشانی میں لکھی ہوتی ہے اس لئے اسے پیشانی کہتے ہیں یعنی پیش آنے والی چیز دوسرے یہ کہ یہ تحریر اللہ کے مقبول بندے پڑھ لیتے ہیں آدم علیہ السلام نے بغیر کسی مدرسہ میں تعلیم پائے یہ تحریر پڑھ لی۔ تیسرے یہ کہ آدم علیہ السلام کو سارے انسانوں کی تقدیریں ان کی عمریں معلوم تھیں یہ ہی علوم خمسہ سے ہیں پھر ہمارے حضور کے علم کا کیا پوچھنا آدم علیہ السلام کا علم ہمارے حضور کے علم کے سمندر کا قطرہ ہے۔ شعر:۔

☆ قدرت کی تحریریں جانے ☆ امی اور تقدیریں جانے ☆
بخشش کی تدبیریں جانے
وہ ہے رحمت والا
جنکا نام ہے محمد ان سے دو جگ ہیں اجیالا
☆ آن کی آن میں عرش پہ جاوے ☆ پلک جھپکتے فرش پہ آوے ☆
دو جگ کا والی کہلاوے
امت کا رکھوالا
جنکا نام ہے محمد ان سے دو جگ ہیں اجیالا

۱۲۔ غالباً حضرت آدم علیہ السلام کی غائر نظر حضرت یوسف علیہ السلام یا حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ پڑی ہو گی یا ادھر متوجہ نہ ہوئے ہوں گے ورنہ حضور کا حسن تمام سے زیادہ ہے رب کا منشا یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر حضرت آدم علیہ

marfat.com

السلام کی دعا سے زیادہ نہ ہو حضور کو دینے کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ کسی سے لینے کے لئے رب تعالیٰ کا منشا یہ تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو جناب آدم علیہ السلام کی نگاہ میں حسین ترین دکھایا جاوے تاکہ اگلا واقعہ پیش آوے۔ ۱۳۔ آدم علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کی یہ عمران کی پیشانی میں پڑھ ہی چکے تھے رب تعالیٰ کا یہ فرمان اس پڑھے ہوئے کی تصدیق و تائید کے لئے ہے۔ ۱۴۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ ان کی عمر اپنی طرف سے بڑھادے اس لئے یہ جواب دیا گیا کہ ہم تو انہیں وہ عمر دے چکے جو دینا تھی آپ کی دعا سے اس وقت اس میں زیادتی نہ فرمائیں گے خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی عمر پوری دی یعنی ایک ہزار سال اور داؤد علیہ السلام کو بھی یہ ساٹھ سال دیئے جو آدم علیہ السلام دے چکے تھے۔ لہٰذا اس فرمان عالی کے معنی یہ ہیں کہ اس وقت ان کی عمر میں زیادتی نہ کریں گے (مرقات) ۱۵۔ اس سے چند مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ کے مقبول بندوں کی دعا سے تقدیریں بدل جاتی ہیں عمریں بڑھ جاتی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے چالیس سال کے سو سال ہو گئی قرآن کریم فرماتا ہے۔ **مایعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب ان ذالک علی اللہ لیسیر** بلکہ بعض اعمال سے عمریں بڑھ جاتی ہیں حضور فرماتے ہیں کہ صدقہ سے عمر بڑھتی ہے۔ ۱۶۔ یعنی منظور ہے اگر تم ہی اپنی عمر دے رہے ہو تو تم جانو معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو اپنی عمر معلوم تھی کہ ایک ہزار سال ہے تب ہی تو آپ اس میں سے ساٹھ سال دے رہے ہیں اگر آپ کو خبر ہی نہ ہوتی کہ میری عمر دس سال ہے یا بیس سال تو آپ ساٹھ سال کیسے دیتے۔ ۱۷۔ خیال رہے کہ آپ کی یہ عمر جنت سے واپس آنے کے بعد شروع ہوئی تھی اس وقت سے آپ نے گنتی شروع کی تھی ورنہ آپ جنت میں بہت دراز مدت رہے وہ مدت عمر کے حساب میں نہیں لگی۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تب اس کی عمر شروع ہوتی ہے پیٹ میں رہنے کی مدت عمر کے حساب میں نہیں لگتی اس لئے یہاں **ثم اھبط** ارشاد ہوا۔ ۱۸۔ تقدیر کے بیان میں جو حدیث گزری ہے وہاں چالیس سال کا ذکر ہے یہاں ساٹھ کا ذکر بات یہ تھی کہ آدم علیہ السلام نے داؤد علیہ السلام کو پہلے چالیس دیئے پھر ساٹھ سال کر دیئے یعنی بیس سال اور زیادہ حضرت ملک الموت اولا" تو جب آئے جبکہ جناب آدم کی عمر کے ساٹھ سال باقی تھے آپ نے انکار کیا پھر بیس سال بعد آئے جب چالیس سال باقی تھے تاکہ ان بیس سال میں آپ اور بھی غور کر لیں سوچ لیں لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام کی موت ان کی رضا سے آتی ہے وہ جب چاہتے ہیں۔ تب انہیں وفات دی جاتی ہے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا تھا کہ اگر آپ ابھی موت نہیں چاہتے تو بیل کی کھال پر ہاتھ پھریں جتنے بال آپ کے ہاتھ لگیں۔ فی بال ایک سال ۱۹۔ یعنی آدم علیہ السلام یہ واقعہ ایسا بھولے کہ یاد دلانے پر بھی انہیں یاد نہ آیا عمر لینا تو یاد رہا مگر عمر دینا یاد نہ رہا خیال رہے کہ یہاں انکار اپنی یاد آنے کا ہے نہ کہ اصلی واقعہ کا اصل واقعہ تو بذریعہ فرشتہ کے رب تعالیٰ بیان فرما رہا ہے اس کا انکار کیسے ہو سکتا ہے۔ ۲۰۔ آپ سے بھول تو گندم کھانے میں ہوئی اور انکار عمر دینے کا ہوا اولاد میں ماں باپ کا اثر آتا ہے اس لئے انسانوں میں یہ مرض خصوصیت سے موجود ہیں۔ ۲۱۔ معلوم ہوا کہ معاملات کا لکھ لینا ان پر گواہ بنا لینا آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ہی چلا آرہا ہے۔

marfat.com

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۴۴۵۶) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے فرماتی ہیں کہ ہم پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گزرے میں چند عورتوں میں تھی تو حضور نے ہم کو سلام کیا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

(۴۴۵۶) ۱۔ ہم دوسری فصل میں عرض کر چکے ہیں کہ اجنبی عورتوں کو سلام کرنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔ ہم لوگ اجنبی جوان عورتوں کو نہ تو سلام کریں نہ ان کے سلام کا جواب دیں ہاں اپنی محرم عورتوں یا بچیوں یا بوڑھی عورتوں کو سلام جائز ہے۔

وَعَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ اَنَّهٗ كَانَ يَاْتِي ابْنَ عُمَرَ فَيَغْدُوْ مَعَهٗ اِلَى السُّوْقِ قَالَ فَاِذَا غَدَوْنَا اِلَى السُّوْقِ لَمْ يَمُرَّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَلٰى سَقَّاطٍ وَلَا عَلٰى صَاحِبِ بَيْعَةٍ وَلَا مِسْكِيْنٍ وَلَا عَلٰى اَحَدٍ اِلَّا سَلَّمَ عَلَيْهِ قَالَ الطُّفَيْلُ فَجِئْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَوْمًا فَاسْتَتْبَعَنِيْ اِلَى السُّوْقِ فَقُلْتُ لَهٗ وَمَا تَصْنَعُ فِي السُّوْقِ وَاَنْتَ لَا تَقِفُ عَلَى الْبَيْعِ وَلَا تَسْاَلُ عَنِ السِّلَعِ وَلَا تَسُوْمُ بِهَا وَلَا تَجْلِسُ فِيْ مَجَالِسِ السُّوْقِ فَاجْلِسْ بِنَا هٰهُنَا نَتَحَدَّثْ قَالَ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَا اَبَا بَطْنٍ قَالَ وَكَانَ الطُّفَيْلُ ذَا بَطْنٍ اِنَّمَا نَغْدُوْ مِنْ اَجْلِ السَّلَامِ نُسَلِّمُ عَلٰى مَنْ لَقِيْنَاهُ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۴۵۷) روایت ہے طفیل بن ابی ابن کعب سے ۱۔ کہ وہ حضرت ابن عمر کے پاس جاتے تھے تو ان کے ساتھ بازار تک جاتے فرماتے ہیں کہ جب ہم بازار جاتے تو عبداللہ ابن عمر کسی معمولی چیزیں بیچنے والے ۲۔ اور شاندار تجارت کرنے والے اور مسکین پر اور کسی پر نہ گزرتے مگر اسے سلام کرتے ۳۔ طفیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں عبداللہ ابن عمر کے پاس گیا تو مجھ سے بازار تک ساتھ چلنے کو کہا میں بولا کہ آپ بازار میں کرتے کیا ہیں نہ تو خرید و فروخت پر کھڑے ہوتے ہیں نہ سامان کی دریافت کرتے ہیں نہ اس کا بھاؤ لگاتے ہیں نہ بازار کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں تو ہمارے ساتھ یہاں ہی بیٹھیں باتیں کرلیں گے ۴۔ فرماتے ہیں کہ تو مجھ سے عبداللہ ابن عمر نے فرمایا اے پیٹ والے راوی کہتے ہیں کہ طفیل کا پیٹ بڑا تھا ۵۔ ہم سلام کے لئے جاتے ہیں کہ جو ہم کو ملے اسے سلام کریں ۶۔ (مالک، بیہقی، شعب الایمان)

(۴۴۵۷) ۱۔ یہ طفیل تابعی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں پیدا ہوئے مگر آپ کی زیارت نہ کر سکے آپ کی کنیت ابو الحسن ہے انصاری ہیں ۲۔ سقاط سین کے فتحہ ق کے شد سے بنا ہے سقط سے سقط معمولی چیزوں کو کہتے ہیں یعنی گھری بڑی چیزیں سقاط وہ شخص جو معمولی چیزیں فروخت کرتا ہو جسے اردو میں کہتے ہیں۔ چھابڑہ فروش اور صاحب بیعۃ اعلیٰ چیزوں کا بیوپاری کہلاتا ہے ۳۔ یعنی آپ ہر تاجر غیر تاجر امیر و فقیر واقف ناواقف سب کو سلام کرتے تھے اور کچھ خرید و فروخت نہیں کرتے تھے۔ ۴۔ یعنی یہاں بیٹھ کر دینی باتیں کریں کتاب و سنت اللہ رسول کا ذکر کریں بازار جاتے آتے بات کرنے کا موقعہ نہیں ملتا ۵۔ لہٰذا ابو بطن کے معنی ہوئے پیٹ والے جیسے ابو ہریرہ بلیوں والے ابو بکر اولیت والے ابو بطن بڑے پیٹ والے ۶۔ یعنی ہمارا بازار جانا بھی عبادت ہے کہ ہم وہاں عملی تبلیغ کے لئے جاتے ہیں سلام کی اشاعت کرنا لوگوں کو سلام کرنے کی عادت ڈالنا معلوم ہوا کہ لوگوں کو سنت کا عادی بنانا بھی بہترین عبادت ہے علماء اگر لوگوں کے پاس جا کر انہیں تبلیغ کریں تو بہت ہی اچھا ہے گھر بلا کر تبلیغ کرنا

marfat.com

اور لوگوں کے گھر جاکر تبلیغ کرنا دونوں ہی سنت ہیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتٰی رَجُلٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِفُلَانٍ فِیْ حَائِطِیْ عَذْقٌ وَاِنَّہٗ قَدْ اٰذَانِیْ مَکَانُ عَذْقِہٖ فَاَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ بِعْنِیْ عَذْقَکَ قَالَ لَا قَالَ فَھَبْ لِیْ قَالَ لَا قَالَ فَبِعْنِیْہِ بِعَذْقٍ فِی الْجَنَّۃِ فَقَالَ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا رَاَیْتُ الَّذِیْ ھُوَ اَبْخَلُ مِنْکَ اِلَّا الَّذِیْ یَبْخَلُ بِالسَّلَامِ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۴۴۵۸) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا فلاں شخص کی کھجور کی شاخ میرے باغ میں ہے ۱؎ اور اس کی شاخ نے مجھے بہت دکھ دیا ہے ۲؎ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے کہلا بھیجا کہ میرے ہاتھ اپنی یہ شاخ فروخت کردے ۳؎ وہ بولا نہیں ۴؎ فرمایا تو مجھے ہبہ کردے ۵؎ بولا نہیں فرمایا تو اسے میرے ہاتھ جنت کے درخت کی عوض بیچ دے ۶؎ بولا نہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایسا شخص نہ دیکھا جو تجھ سے زیادہ بخیل ہو ۷؎ سواء اس کے جو سلام میں بخل کرے ۸؎ (احمد، بیہقی، شعب الایمان)

(۴۴۵۸) ۱؎ اس طرح کہ میرا باغ اس کے باغ سے متصل ہے ایک مشترک دیوار بیچ میں ہے دیوار کے اس طرف اس کی کھجور کا درخت ہے اس درخت کی ایک شاخ دیوار کی اس جانب میرے باغ میں ہے حائط وہ باغ کہلاتا ہے جو دیواروں سے گھرا ہو۔ عرب کے اکثر باغ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ۲؎ کیونکہ یہ شخص اس شاخ کی وجہ سے دیوار پر چڑھتا ہے اور اگر اس شاخ کے پھل میری طرف گر جاویں تو انہیں لینے کے لئے میرے باغ میں آتا ہے ان حرکتوں سے مجھے اور میرے بچوں کو تکلیف ہوتی ہے عرب میں باغ والے کا مکان بھی باغ میں ہوتا ہے جہاں اس کے بال بچے رہتے ہیں۔ اس پڑوسی کی اس آمد و رفت سے اسے یقیناً دکھ پہنچتا تھا۔ ۳؎ یعنی اس شاخ یا اس درخت کو ہمارے ہاتھ کچھ پیسوں کی عوض فروخت کردو تاکہ ہم وہ شاخ یا وہ درخت کٹوادیں تاکہ اس شخص کی تکلیف دور ہو۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب مسلمانوں کے ولی ہیں۔ اس لئے فرمایا یعنی ہمارے ہاتھ فروخت کردو۔ ۴؎ اس سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا ہر مسلمان پر فرض ہے کہ نہ ماننے والا یا فاسق ہوگا یا کافر مگر حضور کے مشورے کا ماننا فرض نہیں۔ نہ قبول کرنے کا حق ہے یہاں فرمانا مشورہ تھا حکم نہ تھا دوسرے یہ کہ حاکم بادشاہ بھی کسی کا مال بغیر اس کی مرضی کے فروخت نہیں کرسکتا۔ بیع میں مالک کی رضا ضروری ہے حضور انور نے اس سے فرمایا فروخت کردے خود فروخت نہ فرمادیا رب فرماتا ہے **الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم** اور ایک سائل کا کمبل و پیالہ نیلام فرمادینا یہ حضور کی ولایت عامہ کی بنا پر تھا۔ جیسے مالک اپنے غلام کا مال یا باپ اپنے چھوٹے بچے کا مال فروخت کرسکتا ہے غرضیکہ حضور کے دو عمل دو حیثیت سے ہے۔ ابی اللحم کے ہاں حضور کی دعوت تھی ایک شخص کو ساتھ لے گئے تو مالک سے اجازت لی۔ حضرت طلحہ کے ہاں سارے خندق والوں کو مہمان بنا کر لے گئے وہاں فتویٰ یہاں اپنی ملکیت کا اظہار صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۵؎ بغیر دنیاوی عوض کے دیدے یہ ہبہ درحقیقت اس باغ والے کے لئے ہوتا ھب لی فرمانا اس وجہ سے ہے جو ابھی عرض کی گئی۔ یا ھب لی کے معنے یہ ہیں کہ میری خاطر اس باغ والے کو ہبہ کردے تو یہ سفارش ہے نہ کہ حکم شرعی۔ (مرقات) ۶؎ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص مسلمان تھا

marfat.com

مطلب یہ ہے کہ تو اسے سفارش سے بطور صدقہ دیدے میں تجھے اس کی عوض جنت کا باغ عطا کرتا ہوں' حضور جنت کے مالک ہیں وہاں کی کوئی چیز کسی کو کسی کی عوض دے سکتے ہیں۔ ۷۔ شاید یہ شخص کوئی بدوی یعنی جنگلی شخص تھا جسے ان چیزوں کی قدر نہ تھی نہ آداب مجلس سے واقف تھا ورنہ جنت کی عوض درخت کی شاخ کا بک جانا اچھا سودا تھا ۸۔ یعنی تجھ سے بڑھ کر بخیل وہ ہے جو مسلمان بھائی کو بلاوجہ سلام نہ کرے مفت کا ثواب کھودے یا وہ ہے جو مجھ پر سلام نہ بھیجے دوسری توجیہ زیادہ قوی ہے (مرقات) اس کی تائید اس حدیث سے ہے کہ بخیل وہ جو میرا ذکر سنے اور مجھ پر سلام نہ بھیجے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِئٌ مِنَ الْكِبْرِ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۴۵۹) روایت ہے حضرت عبداللہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا سلام میں ابتداء کرنے والا تکبر سے دور ہے ا۔ (بیہقی' شعب الایمان)

(۴۴۵۹) ا۔ یعنی جو شخص مسلمانوں کو سلام کر لیا کرے وہ انشاء اللہ متکبر نہ ہوگا اس کے دل میں عجز و نیاز ہوگا یہ عمل مجرب ہے۔

بَابُ الْاِسْتِيْذَانِ

اجازت لینے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

استیذان بنا ہے اذن سے اذن کے معنی علم بھی ہیں اور اباحت و اجازت بھی۔ استیذان کے معنی ہیں اجازت داخلہ حاصل کرنا یا یہ علم حاصل کرنا کہ مجھے اس جگہ جانا درست ہے کسی کے گھر میں جاتے وقت اس سے اجازت مانگنا سنت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کہے السلام علیکم کیا میں آسکتا ہوں یہ سلام بھی استیذان کا ہے (اشعہ' مرقات' لمعات) وہ جو آتا ہے کہ السلام قبل الکلام وہاں سلام سے مراد سلام بھیجنا ہے جو ملاقات کے وقت ہوتا ہے یہ سلام استیذان ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ اَتَانَا اَبُوْمُوْسٰى قَالَ اِنَّ عُمَرَ اَرْسَلَ اِلَيَّ اَنْ اْتِيَهُ فَاَتَيْتُ بَابَهُ فَسَلَّمْتُ ثَلٰثًا فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ فَرَجَعْتُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَاْتِيَنَا فَقُلْتُ اِنِّيْ اَتَيْتُ فَسَلَّمْتُ عَلٰى بَابِكَ ثَلَاثًا فَلَمْ تَرُدُّوْا عَلَيَّ فَرَجَعْتُ وَقَدْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنَ اَحَدُكُمْ ثَلٰثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ فَقَالَ عُمَرُ اَقِمْ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةَ قَالَ اَبُوْسَعِيْدٍ فَقُمْتُ مَعَهُ فَذَهَبْتُ اِلٰى عُمَرَ فَشَهِدْتُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۴۶۰) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ابو موسیٰ آئے بولے کہ حضرت عمر نے مجھے پیغام بھیجا کہ میں ان کے پاس آؤں تو میں انکے دروازے پر آیا میں نے تین بار سلام کیا ا۔ انہوں نے جواب نہ دیا تو میں لوٹ گیا ۲۔ انہوں نے فرمایا کہ تم کو ہمارے پاس آنے سے کس نے روکا ۳۔ میں نے کہا کہ میں آیا تھا آپ کے دروازے پر تین بار سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا ۴۔ تو میں لوٹ گیا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت مانگے پھر اسے

marfat.com

اجازت نہ دی جاوے لوٹ جاوے ۵۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ اس پر گواہی قائم کرو ۶۔ ابو سعید کہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ اٹھا اور حضرت عمر کی طرف گیا پھر میں نے گواہی دی ۷۔ (مسلم بخاری)

(۴۴۶۰) ۱۔ یعنی جب میں حضرت عمر کے دروازے پر آیا تو میں نے تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہر کر تین بار کہا السلام علیکم یہ سلام استیذان ہے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ داخلہ کی اجازت مانگنے کے لئے صرف سلام کرنا بھی کافی ہے اور یہ بھی کہ السلام علیکم کیا آ جاؤں چونکہ حضرت عمر مکان میں تھے جو زنانہ تھا اس لئے اجازت مانگنے کی ضرورت ہوئی اگر مردانہ میں ہوتے تو بلانا ہی کافی تھا۔ جسے بلایا جاوے اسکو اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا کہ آگے آوے گا۔ ۲۔ دروازہ پیٹا نہیں آج آنے والے اگر اجازت نہ پائیں۔ تو دروازہ توڑ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اسلامی احکام سے خبردار نہیں۔ ۳۔ یا تو میرے لوٹتے ہی مجھے خادم کے ذریعہ بلوا کر یہ کہا یا جب میں کسی اور موقعہ پر حاضر ہوا تب یہ فرمایا پہلے معنی زیادہ موزوں ہے۔ ۴۔ یعنی گھر سے جواب سلام نہ ملا نہ آپ نے جواب دیا نہ آپ کے اہل خانہ میں سے کسی نے اس لئے میں واپس گیا۔ ۵۔ گھر والا پہلے سلام پر تو پہچانے کون ہے دوسرے سلام پر غور کرے کہ اسے اجازت دوں یا نہ دوں۔ تیسرے سلام پر اجازت دے یا نہ دے ان تین سلاموں میں یہ حکمت ہے۔ ۶۔ اس گواہی مانگنے میں حکمت یہ تھی کہ لوگ حدیث بیان کرنے پر دلیر نہ ہو جاویں یا حدیثیں گھڑنے نہ لگیں نہ تو یہ وجہ تھی کہ ان صحابی پر آپ کو اعتماد نہ تھا نہ یہ کہ خبر واحد قبول نہیں کیونکہ دو شخصوں کی خبر بھی واحد ہی ہوتی ہے۔ حد تواتر سے کم کی خبر خبر واحد ہے۔ (مرقات) مطلب یہ ہے کہ کوئی اور صحابی ایسا پیش کرو جس نے حضور انور سے یہ فرمان سنا ہو۔ ۷۔ یعنی میں نے حضرت عمر کے پاس جا کر عرض کیا کہ میں نے بھی یہ فرمان عالی حضور انور سے سنا ہے تب آپ خاموش ہو گئے اسی وجہ سے حضرت امیر معاویہ نے فرمایا تھا کہ جو احادیث عہد فاروقی کے بعد شائع ہوئیں ہم انہیں قبول نہ کریں گے کیونکہ حضرت عمر کی سی احتیاط بعد میں نہ رہی۔ خلافت حیدری میں روافض و خوارج کا ظہور ہوا۔ روافض نے حضرت علی کے فضائل میں خوارج نے آپ کے خلاف حدیثیں گھڑنا شروع کر دی تھیں۔ پھر محدثین نے جرح و تعدیل کر کے احادیث کو چھانٹا اسنادیں قائم کیں۔ سندوں میں جرح و قدح کی کھرے کھوٹے کو الگ کر کے دکھا دیا رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْنُكَ عَلَیَّ اَنْ تَرْفَعَ الْحِجَابَ وَاَنْ تَسْتَمِعَ سَوَادِیْ حَتّٰی اَنْهَاكَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۴۶۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لئے میرے پاس آنے کی اجازت یہ ہے کہ تم پردہ اٹھا دو اور یہ کہ میری بھنک سنو ۱۔ حتی کہ میں تم کو منع کر دوں ۲۔ (مسلم)

(۴۴۶۱) ۱۔ یعنی تم بغیر آواز دیئے دروازہ کا پردہ اٹھاؤ گھر میں آ جاؤ اگرچہ میں کسی سے خفیہ بات کر رہا ہوں۔ تم کو اجازت ہے کہ آ جاؤ میری وہ بات سن لو یہ آپ کی نہایت اہم خصوصیت ہے کہ آستانہ عالیہ میں ایسے باریاب ہیں رضی اللہ عنہ۔ چونکہ آپ حضور انور کے خادم خاص تھے اور خصوصی خدام جنہیں بار بار گھر میں آنا جانا رہتا ہے انہیں ہر دفعہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں کہ اس پابندی میں تکلیف ہو گی انہیں بھی اور گھر والوں کو بھی حضور کا یہ فرمان ان کے لئے دائمی اجازت ہو گیا۔ خیال رہے کہ اس کا

marfat.com

مطلب یہ نہیں کہ حضرت ابن مسعود سے ازواج پاک پردہ نہیں کرتی تھیں کیونکہ مکان سے مردانہ مکان مراد ہے نہ کہ زنانہ یا یہ فرمان عالی پردہ فرض ہونے سے پہلے ہے (مرقات) سواد سین کے کسرہ سے خفیہ آواز یعنی بھنک۔ ۲۔ یعنی اگر کسی وقت میں تم کو آتے ہوئے اشارۃً "منع کردوں تب نہ آنا وہ کوئی خاص صورت ہوگی گویا یہ عمومی اجازت ہے۔ وہ خصوصی ممانعت ہوگی۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَيْنٍ كَانَ عَلٰى اَبِيْ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ مَنْ ذَا فَقُلْتُ اَنَا فَقَالَ اَنَا اَنَا كَاَنَّهٗ كَرِهَهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۴۶۲) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس قرض کے بارے میں آیا جو میرے باپ پر تھا۔ میں نے دروازہ بجایا فرمایا یہ کون ہے میں نے کہا کہ میں تو فرمایا کہ میں میں کیا غالباً حضور نے اسے ناپسند کیا ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۴۶۲) ۱۔ جناب عبداللہ یعنی حضرت جابر کے والد مقروض تھے اور غزوہ احد میں شہید ہوگئے حضرت جابر اس کے متعلق دعا کرانے یا قرض خواہوں سے سفارش کے لئے حاضر بارگاہ ہوئے تھے یہ حدیث انشاء اللہ باب المعجزات میں آوے گی۔ ۲۔ معلوم ہوا کہ آنے والا پوچھنے پر اپنا نام لے صرف میں نہ کہہ دے کہ میں سب ہیں اس سے گھر والے کو پہچان نہیں ہوتی کہ کون اجازت مانگ رہا ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ لَبَنًا فِيْ قَدَحٍ فَقَالَ اَبَا هِرٍّ اَلْحِقْ بِاَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ اِلَيَّ فَاَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَاَقْبَلُوْا فَاسْتَاْذَنُوْا فَاَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۴۶۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوا تو آپ نے پیالہ میں دودھ پایا ۱۔ فرمایا ابو ہریرہ صفہ والوں کے پاس جاؤ انہیں میرے پاس بلالاؤ میں ان کے پاس گیا انہیں بلایا تو وہ آگئے انہوں نے اذن مانگا انہیں اذن دیا تو وہ اندر آئے ۲۔ (بخاری)

(۴۴۶۳) ۱۔ غالباً یہ واقعہ حضور کے اپنے گھر شریف کا ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ حضرت سعد ابن عبادہ کے گھر کا واقعہ ہے کہ حضور نے ان کے گھر یہ دودھ پایا تھا (مرقات) ۲۔ ان بزرگوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بلایا تھا مگر چونکہ وہ حضرات دیر سے آئے تھے اس لئے داخلہ کی اجازت مانگی ورنہ اگر بلانے والے کے ساتھ فوراً آجاوے اور بلانے والا زنان خانہ میں نہ ہو تو داخلہ کی اجازت حاصل کرنا ضروری نہیں یا یہ اجازت لینا استحباباً" تھا نہ کہ وجوباً" لہٰذا یہ حدیث آئندہ حدیث کے خلاف نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

وَعَنْ كَلْدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ اُمَيَّةَ بَعَثَ بِلَبَنٍ اَدْجَدَ اَيْتٍ وَضِغَابٍ بُنَيْسَ اِلَى النَّبِيِّ

(۴۴۶۴) روایت ہے کلدہ ابن حنبل سے کہ صفوان ابن امیہ نے ۱۔ دودھ یا ہرنی کا بچہ اور ککڑیاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَعْلَى الْوَادِي قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَلَمْ أُسَلِّمْ وَلَمْ أَسْتَأْذِنْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ)

پاس بھیجیں ۲۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کے اعلیٰ حصہ میں تھے ۳۔ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو نہ میں نے سلام کیا نہ اجازت لی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوٹ جاؤ پھر کہو السلام علیکم پھر اندر آؤ ۴۔ (ترمذی، ابوداؤد)

(۴۴۶۴) ۱۔ کلدہ ابن امیہ ماں شریکے بھائی ہیں صفوان ابن امیہ کے۔ صفوان قرشی ہیں فتح مکہ کے بعد اسلام لائے مولفۃ القلوب سے ہیں ان کا باپ امیہ ابن خلف بدر کے دن دوسرے مشرکین کے ساتھ مارا گیا یہ مکہ معظمہ میں فوت ہوئے وہاں ہی دفن ہوئے۔ صفوان بڑے فصیح خطیب تھے (مرقات) ۲۔ جدایہ، ہرنی کے شش ماہیہ بچے کو کہتے ہیں اور جدی بکری کے شش ماہیہ بچے کو کہا جاتا ہے ضغابیس جمع ہے ضغیوس کی۔ بمعنی چھوٹی ککڑی جسے پنجابی میں گلہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گلے بہت پسند تھے۔ ۳۔ مکہ معظمہ کے اونچے محلوں کو معلی کہا جاتا ہے اور مدینہ منورہ کے بیرونی بلند حصوں کو عوالی کہتے ہیں، اشعہ نے فرمایا کہ حضور انور مکہ معظمہ کے اعلیٰ حصہ میں تھے مرقات نے کہا کہ مدینہ منورہ میں یہ واقعہ ہوا حضور وہاں تشریف فرما تھے۔ ۴۔ یہ عمل اس لئے فرمایا تاکہ انہیں یاد رہے اور آئندہ ایسی غلطی نہ کریں جو شخص ہمارے گھر میں بغیر سلام آئے اسے پھر باہر بھیجو اور کہو کہ دوبارہ سلام کر کے آؤ انشاء اللہ ایک دفعہ کے عمل سے اسے سلام کی عادت پڑ جاوے گی۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَجَاءَ مَعَ الرَّسُوْلِ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَهٗ إِذْنٌ۔ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ رَسُوْلُ الرَّجُلِ إِلَى الرَّجُلِ إِذْنُهٗ۔)

(۴۴۶۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بلایا جاوے تو وہ قاصد کے ساتھ آئے تو یہ ہی اس کی اجازت ہے ۱۔ (ابوداؤد) ان کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا آدمی کا قاصد آدمی کی طرف اس کی اجازت ہے ۲۔

(۴۴۶۵) ۱۔ یہ جب ہے جبکہ وہ شخص جلد آجاوے اور بلانے والا زنان خانہ میں نہ ہو لہٰذا یہ حدیث گزشتہ ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ایسے شخص کا اجازت لینا ثابت ہے ۲۔ اس میں وہ قیدیں ہیں جو ابھی ذکر کی گئیں۔ یعنی جو بلانے والے قاصد کے ساتھ آئے اسے داخلہ کی اجازت لینا ضروری نہیں قاصد ہی اس کی اجازت ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى بَابَ قَوْمٍ لَمْ يَسْتَقْبِلِ الْبَابَ مِنْ تِلْقَاءِ وَجْهِهٖ وَلٰكِنْ مِنْ رُكْنِهِ الْأَيْمَنِ أَوِ الْأَيْسَرِ فَيَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَذٰلِكَ أَنَّ الدُّوْرَ لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا سُتُوْرٌ۔ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَذَكَرَ حَدِيْثَ أَنَسٍ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فِيْ بَابِ الضِّيَافَةِ)

(۴۴۶۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کے دروازے پر آتے تو منہ کے طرف سے دروازے کے سامنے نہ ہوتے لیکن اس کے داہنے یا بائیں رہتے ۱۔ پھر فرماتے السلام علیکم، السلام علیکم یہ اس لئے تھا کہ اس زمانہ میں گھروں پر پردے نہ تھے ۲۔ (ابوداؤد) اور حضرت انس کی حدیث کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا ذکر دعوت کے باب میں ذکر کر دی گئی ۳۔

marfat.com

(۴۴۶۶) ۱۔ سامنے اس لئے نہ کھڑے ہوتے تاکہ پردہ کے سوراخوں کواڑ کے جھروں سے اندرونی حصہ نظر نہ آوے اور گھر والوں کی بے پردگی نہ ہو۔ ۲۔ یعنی کواڑوں کے پردے نہ تھے صرف ٹاٹ پڑے رہتے تھے۔ اب جب کہ دروازوں پر کواڑ وغیرہ ہیں۔ تب بھی بالکل دروازے کے سامنے نہ کھڑا ہونا کہ کواڑوں کی چھری سے یا پردہ ہٹ جانے سے گھر والوں کی بے پردگی نہ ہو۔ ۳۔ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے دعوت کے باب میں نقل کردی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

دوسری فصل

وَعَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَسْتَاْذِنُ عَلٰى اُمِّيْ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّيْ مَعَهَا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْتَاْذِنْ عَلَيْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّيْ خَادِمُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْتَاْذِنْ عَلَيْهَا اَتُحِبُّ اَنْ تَرَاهَا عُرْيَانَةً قَالَ لَا قَالَ فَاسْتَاْذِنْ عَلَيْهَا۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا)

(۴۴۶۷) روایت ہے عطاء ابن یسار سے ۱۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا بولا کیا میں اپنی ماں سے داخلہ کی اجازت لوں ۲۔ فرمایا ہاں وہ بولا کہ میں گھر میں اس کے ساتھ رہتا ہوں ۳۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے داخلہ کی اجازت لو تو وہ شخص بولا کہ میں تو اس کا خدمتگار ہوں ۴۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اجازت داخلہ لو ۵۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اسے ننگا دیکھو وہ بولا نہیں تو فرمایا کہ اس سے داخلہ کی اجازت لو ۶۔ (مالک ارسالا")

(۴۴۶۷) ۱۔ آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے کہ آپ حضرت میمونہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ جلیل القدر تابعی ہیں (اشعہ) ۲۔ یعنی اگر اکیلے گھر میں صرف میری ماں حقیقی یا سوتیلی یا دودھ کی یا اور کوئی محرم ہو جس سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے ماں سے مراد باقی تمام ذی رحم محرم نہیں۔ (مرقات) تو میں بغیر اجازت گھر چلا جاؤں یا ان سے بھی داخلہ کی اجازت لوں۔ ۳۔ یعنی اگر میں اپنی ماں سے علیحدہ نہ رہتا ہوں بلکہ ایک گھر میں ساتھ ہی رہتا ہوں کہیں باہر گیا پھر آیا تو کیا پھر اجازت لوں۔ ۴۔ اس خدمت گزاری کی وجہ سے بار بار مجھے جانا آنا پڑتا ہے ہر بار اجازت لینے میں حرج ہوگا۔ ۵۔ اس اجازت میں یہ آسانی ہے کہ صرف کھانس دینا پاؤں کی آہٹ کر دینا کنڈی بجا دینا مٹھار دینا کافی ہوگا باقاعدہ سلام کر کے اجازت لینا ضروری نہ ہوگا (مرقات) کسی طرح اپنی آمد کی اطلاع کافی ہوگی۔ ۶۔ سبحان اللہ کیسی پیاری وجہ بیان ہوئی کہ چونکہ ماں کا ستر دیکھنا حرام ہے اور بے اجازت داخل ہونے میں اس کا اندیشہ ہے لہٰذا اطلاع کر کے آنا چاہیے ہاں اگر گھر میں صرف بیوی ہو تو اطلاع کی ضرورت نہیں کہ بیوی سے حجاب نہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ لِيْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدْخَلٌ بِاللَّيْلِ وَمَدْخَلٌ بِالنَّهَارِ فَكُنْتُ اِذَا دَخَلْتُ بِاللَّيْلِ تَنَحْنَحَ لِيْ۔ (رَوَاهُ النَّسَائِيُّ)

(۴۴۶۸) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ میری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک حاضری رات میں ہوتی تھی ۱۔ ایک حاضری دن میں تو میں جب رات میں حاضر ہوتا تو آپ میری خاطر کھنکار دیتے ۲۔ (نسائی)

marfat.com

(۴۴۶۸) ا۔ یعنی میں روزانہ کم از کم ایک بار دن میں حاضر ہوتا تھا اور ایک بار رات میں کبھی زیادہ بار بھی حاضری دیتا تھا۔ یہ حاضریاں زیادہ قرب منزلت کی بنا پر تھیں ۲۔ یہ کھنکارنا اجازت کے لئے ہوتا تھا کہ آجاؤ اجازت ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَاْذَنُوْا لِمَنْ لَمْ یَبْدَاْ بِالسَّلَامِ۔ (رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۴۴۶۹) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سلام سے ابتدا نہ کرے اسے اجازت نہ دو۔ (بیہقی، شعب الایمان)

(۴۴۶۹) ا۔ اس سلام سے مراد یا سلام اجازت ہے یا سلام ملاقات یعنی جو شخص بغیر سلام اجازت داخلہ مانگے یا جو شخص جب گھر میں آئے تو سلام نہ کرے بات شروع کردے تو اسے آنے یا بیٹھنے کی اجازت نہ دو واپس کرو پھر بلاؤ تاکہ وہ اب سلام کرکے آئے یا جو کوئی تمہاری دعوت میں بغیر سلام آجاوے تو اسے کھانا نہ دو لوٹا کر سلام کے ساتھ بلاؤ پھر کھلاؤ (مرقات)

بَابُ الْمُصَافَحَةِ وَالْمُعَانَقَةِ

مصافحہ کرنے گلے لگنے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

مصافحہ بنا ہے صفح سے۔ بمعنی کشادگی و چوڑائی اس سے دروازے کے تختوں کو صفائح الباب کہتے ہیں اور تلوار کی چوڑائی کو صفح السیف کہتے ہیں مصافحہ کے معنی ہیں ہاتھ کی چوڑائی یعنی ہتھیلی کو دوسرے کی ہتھیلی سے ملانا۔ معانقہ بنا ہے عنق سے بمعنی گردن اور گلا معانقہ کے معنی ہیں کسی کو گلے لگانا۔ مصافحہ معانقہ کے متعلق چند مسائل یاد رکھو۔

نمبر۱ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے چاہیے صرف ایک ہاتھ سے نہ کرے۔

نمبر۲ مصافحہ کرتے وقت ہاتھوں کو ہلانا چاہیے۔

نمبر۳ نماز جمعہ یا نماز فجر کے بعد مصافحہ کرنا اگرچہ سنت نہیں مگر درست ہے بلکہ اس کی اصل سنت سے ثابت ہے۔

نمبر۴ اجنبی جوان عورت سے مرد کو مصافحہ کرنا حرام ہے۔

نمبر۵ اپنی محرم یا بہت بوڑھی عورت سے مصافحہ جائز ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق اپنے زمانہ خلافت میں اپنی دودھ کی ماں سے مصافحہ کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر مکہ معظمہ میں ایک بوڑھی عورت کی اپنے ہاتھ سے خدمت کرتے تھے۔

نمبر۶ خوبصورت امرد لڑکے سے مصافحہ کرنا جائز نہیں۔

نمبر۷ علماء مشائخ کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز ہے حضرات صحابہ نے حضور کے پاؤں چومے ہیں۔

نمبر۸ جو شخص اپنے کو لوگوں سے چموائے اور چومنے کے لئے کہے اشارۃً "یا صراحتہً" اس کے ہاتھ چومنا

marfat.com

منع ہے۔

نمبر۹ مصافحہ کر کے اپنے ہاتھ چومنا منع ہے۔

نمبر۱۰ بچوں کو چومنا جائز ہے۔

نمبر۱۱ ننگے بدن معانقہ کرنا حرام ہے۔ ہاں کپڑے پہنے ہوئے معانقہ کرنا جائز ہے مگر مرد مرد سے معانقہ کریں۔ عورتیں عورتوں سے۔ مرد عورت سے اور امرد لڑکوں سے معانقہ نہ کریں۔

نمبر۱۲ اپنی اولاد کا سر چومنا جائز ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جناب فاطمہ زہرا کو چومتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں ان کے جسم سے جنت کی خوشبو پاتا ہوں۔ یہ تمام مسائل اشعۃ اللمعات میں ہیں۔

نمبر۱۳ کسی کو سجدہ کرنا اس کے آگے کی زمین چومنا حرام ہے یوں ہی سلام میں تا حد رکوع جھکنا حرام ہے۔

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ اَكَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِيْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۴۷۰) روایت ہے حضرت قتادہ سے فرماتے ہیں میں نے حضرت انس سے کہا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں مصافحہ مروج تھا فرمایا ہاں ا۔ (بخاری)

(۴۴۷۰) ا۔ یعنی بوقت ملاقات مصافحہ کرنا سنت صحابہ ہے بلکہ سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنَ ابْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الْاَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ الْاَقْرَعُ اِنَّ لِيْ عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ اَحَدًا فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَتَمَّ لُكَعُ فِيْ بَابِ مَنَاقِبِ اَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ ذُكِرَ حَدِيْثُ اُمِّ هَانِئٍ فِيْ بَابِ الْاَمَانِ۔

(۴۴۷۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن ابن علی کو چوما ا۔ اور آپ کے پاس اقرع ابن حابس تھے ۲۔ وہ بولے کہ میرے دس بچے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو نہ چوما ۳۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا پھر فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا وہ رحم نہیں کیا جاتا ۴۔ (مسلم بخاری) ہم جناب ابو ہریرہ کی حدیث اتم لکع مناقب اہل بیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے باب میں ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ' اور ام ہانی کی حدیث باب الامان میں ذکر کر دی گئی ۵۔

(۴۴۷۱) ا۔ ان کے رخسار چومے یا سر یا دونوں تیسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔ ۲۔ اقرع ابن حابس فتح مکہ کے سال بعد بنی تمیم کے وفد میں حضور انور کی خدمت میں آئے اپنی قوم میں بہت باعزت تھے۔ ۳۔ یعنی میں نے ساری عمر اپنے کسی بچہ کو نہ چوما آپ بچوں کو کیوں بوسہ دیتے ہیں خیال رہے کہ بوسہ پانچ قسم کے ہیں بوسہ مودت جیسے ماں باپ کے ہاتھ پاؤں چومنا' بوسہ رحمت جیسے اپنے بچوں کو چومنا' بوسہ شہوت جیسے اپنی بیوی کو چومنا' بوسہ تحیۃ جیسے مسلمانوں کا ایک دوسرے کو چومنا' بوسہ عبادت جیسے سنگ اسود یا قرآن مجید کو چومنا (از اشعہ) حضور کا یہ بوسہ بوسہ رحمت تھا۔) ۴۔ یعنی بچوں کو چومنا بوسہ رحمت ہے۔ جس کے دل میں رحم نہیں اس پر خدا تعالیٰ بھی رحم نہیں کرتا اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ اپنے ننھے بچوں کو کبھی کبھی چومنا واجب ہے (مرقات) ۵۔ یعنی یہ دونوں حدیثیں مصابیح میں اسی جگہ تھیں ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے ان بابوں میں ذکر کیا۔ خیال رہے

marfat.com

کہ حدیث من لا یرحم لا یرحم۔ یعنی جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ اسے مسلم، بخاری، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، طبرانی نے مختلف راویوں سے نقل کیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَیْنِ یَلْتَقِیَانِ فَیَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَھُمَا قَبْلَ اَنْ یَّتَفَرَّقَا۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِاَبِیْ دَاوٗدَ قَالَ اِذَا الْتَقَی الْمُسْلِمَانِ فَتَصَافَحَا وَحَمِدَ اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَاہُ غُفِرَ لَھُمَا)

(۴۴۷۲) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دو مسلمان نہیں جو آپس میں ملیں پھر مصافحہ کریں مگر ان کے جدا ہونے سے پہلے دونوں بخش دیئے جاتے ہیں ا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ فرمایا جب دو مسلمان ملیں تو مصافحہ کریں اللہ تعالیٰ کی حمد کریں۔ اور اس سے معافی چاہیں تو ان کی بخشش کر دی جاتی ہے۔ ۲۔

(۴۴۷۲) ا۔ مصافحہ سے گناہ صغیرہ جو ہاتھ سے کئے گئے معاف ہو جاتے ہیں گناہ کبیرہ اور حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔ ابو الشیخ نے بروایت حضرت عمر مرفوعاً" حدیث نقل کی۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو مسلمان جب مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں اترتی ہیں نوے رحمتیں مصافحہ کی ابتداء کرنے والے پر اور دس رحمتیں دوسرے پر (مرقات) ۲۔ یعنی مصافحہ کرتے وقت دونوں صاحب پہلے تو اللہ کی حمد اس کا شکر کریں کہ اس نے ان کو اسلام کی برکت سے بھائی بھائی بنا دیا پھر ہر شخص دونوں کے لئے دعا مغفرت کرے کہ کہے **یغفر اللہ لنا ولکم** بعض لوگ اس وقت درود شریف پڑھتے ہیں یہ بھی اچھا ہے کہ حضور کی سنت ادا کرتے وقت حضور پر درود شریف پڑھیں جن کے صدقہ میں یہ سنت ملی۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الرَّجُلُ مِنَّا یَلْقٰی اَخَاہُ اَوْ صَدِیْقَہٗ اَیَنْحَنِیْ لَہٗ قَالَ لَا قَالَ اَفَیَلْتَزِمُہٗ وَیُقَبِّلُہٗ قَالَ لَا قَالَ اَفَیَاْخُذُ بِیَدِہٖ وَیُصَافِحُہٗ قَالَ نَعَمْ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۴۷۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی اپنے بھائی یا اپنے دوست سے ملے تو کیا اس کے آگے جھکے فرمایا نہیں ا۔ کہا گیا اس سے لپٹ جاوے اور اسے چومے فرمایا نہیں ۲۔ عرض کیا کہ کیا اس کا ہاتھ پکڑے اور اس سے مصافحہ کرے فرمایا ہاں ۳۔ (ترمذی)

(۴۴۷۳) ا۔ کیونکہ جھکنا رکوع ہے اور غیر خدا کو جیسے سجدہ کرنا حرام ہے ایسے ہی رکوع کرنا بھی حرام ہے خیال رہے کہ جھکنا جب ممنوع ہے جبکہ تعظیم کیلئے ہو اگر جھکنا کسی اور کام کے لئے ہو اور وہ کام تعظیم کے لئے ہو تو جائز جیسے کسی کے جوتے سیدھے کرنے یا اس کا ہاتھ یا پاؤں چومنے کے لئے جھکنا ممنوع نہیں کہ یہ جھکنا اور کاموں کے لئے ہے ۲۔ لپٹنے اور چومنے کی ممانعت کی چند وجہیں ہو سکتی ہیں ہر ایک سے معانقہ کرنا ہر ایک کے ہاتھ پاؤں چومنا منع ہے۔ خاص بزرگوں کی دست و پابوسی اور خاص پیاروں کو

marfat.com

گلے لگانا جائز ہے یا دنیاداروں مالداروں سے خوشامد کے لئے لپٹنا ان کے ہاتھ پاؤں چومنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں معانقہ اور دست وپابوسی کا ثبوت ہے حضور نے بعض صحابہ سے معانقہ کیا ہے اور صحابہ نے حضور کے ہاتھ پاؤں چومے ہیں (مرقات 'لمعات' اشعہ) ۳۔ یعنی مصافحہ کرنا ہر مسلمان سے سنت ہے بوقت ملاقات مصافحہ کرے بوقت وداع نہ کرے کہ وداع کے وقت مصافحہ کرنے سے محبت گھٹتی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَمَامُ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ اَنْ يَضَعَ اَحَدُكُمْ يَدَهٗ عَلٰى جَبْهَتِهٖ اَوْ عَلٰى يَدِهٖ فَيَسْاَلُهٗ كَيْفَ هُوَ وَتَمَامُ تَحِيَّاتِكُمْ بَيْنَكُمُ الْمُصَافَحَةُ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَضَعَّفَهٗ)

(۴۴۷۴) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیمار کی پوری مزاج پرسی یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر یا اسکے ہاتھ پر رکھے پھر اس سے پوچھے کہ وہ کیسا ہے ۱۔ اور تمہاری آپس کی پوری تحیت مصافحہ ہے ۲۔ (احمد' ترمذی) اور ترمذی نے اسے ضعیف کہا۔

(۴۴۷۴) ۱۔ یعنی جب کوئی شخص کسی بیمار کی مزاج پرسی کرنے جاوے۔ تو اپنا ہاتھ اس کے سر یا ہاتھ پر رکھے پھر زبان سے یہ کہے اس سے بیمار کو تسلی ہوتی ہے۔ مگر بہت دیر تک ہاتھ نہ رکھے رہے یہ ہاتھ رکھنا اظہار محبت کے لئے ہے۔ ۲۔ بوقت ملاقات صرف سلام کرنا ادنی درجہ ہے اور معانقہ کرنا انتہائی حالت ہے۔ ہر وقت معانقہ تکلیف کا باعث ہے درمیانی حالت یہ ہے کہ بوقت ملاقات سلام بھی کرے مصافحہ بھی اور درمیانی حالت ہمیشہ اچھی ہوتی ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَيْتِیْ فَاَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ فَقَامَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهٗ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُهٗ عُرْيَانًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ فَاعْتَنَقَهٗ وَقَبَّلَهٗ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۴۷۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ زید ابن حارثہ مدینہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے ۱۔ وہ حضور کے پاس آئے تو دروازہ کھٹکھٹایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف برہنہ چلے اپنا کپڑا کھینچتے ہوئے ۲۔ بخدا میں نے آپ کو برہنہ دیکھا نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد ۳۔ تو حضور نے انہیں گلے لگالیا انہیں چوما (ترمذی) ۴۔

(۴۴۷۵) ۱۔ کسی سفر سے آئے یا کسی جہاد سے۔ عرصہ تک غائب رہنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات سے مشرف ہوئے اس دن حضور کی باری میرے گھر تھی یہ واقعہ میرے گھر میں درپیش ہوا جسے میں نے اپنی آنکھوں دیکھا۔ ۲۔ یعنی حضور انور نے چادر اوڑھنے یا قمیض پہننے کا توقف نہ کیا بلکہ قمیض پہنتے ہوئے یا چادر اوڑھتے ہوئے ہی ان کی طرف بڑھے برہنہ کے یہ ہی معنی ہیں یعنی بے چادر یا بغیر قمیض ورنہ حضور انور کا ستر کسی بیوی صاحبہ نے بھی کبھی نہ دیکھا (مرقات واشعہ) ۳۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور دولت خانہ میں بھی بغیر قمیض کبھی کسی کے سامنے نہ ہوئے۔ اس شرم وحیا پر قربان یا یہ مطلب ہے کہ میں نے اس طرح بغیر قمیض کسی سے ملتے نہ دیکھا۔ لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ۴۔ اس میں حضرت زید ابن حارثہ کی انتہائی محبوبیت کا اظہار ہے آپ کو حضور نے اپنا بیٹا بنایا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوشی میں کسی سے گلے ملنا سنت ہے لہٰذا عید کے معانقہ کو حرام نہیں کہا جاسکتا۔

marfat.com

وَعَنْ اَيُّوْبَ بْنِ بُشَيْرٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ عَنَزَةَ اَنَّهٗ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ ذَرٍّ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَافِحُكُمْ اِذَا لَقِيْتُمُوْهُ قَالَ مَا لَقِيْتُهٗ قَطُّ اِلَّا صَافَحَنِيْ وَبَعَثَ اِلَيَّ ذَاتَ يَوْمٍ وَلَمْ اَكُنْ فِيْ اَهْلِيْ فَلَمَّا جِئْتُ اُخْبِرْتُ فَاَتَيْتُهٗ وَهُوَ عَلٰى سَرِيْرٍ فَالْتَزَمَنِيْ فَكَانَتْ تِلْكَ اَجْوَدَ وَاَجْوَدَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۴۷۶) روایت ہے ایوب ابن بشیر سے وہ عنزہ کے ایک شخص سے راوی ا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوذر سے کہا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تم ان سے ملتے تو تم سے مصافحہ کرتے تھے ۲۔ فرمایا کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں آپ سے ملا ہوں اور مجھ سے مصافحہ نہ کیا ۳۔ حضور نے مجھے ایک دن بلایا میں اپنے گھر میں نہ تھا پھر جب میں آیا تو مجھے خبر دی گئی تو میں حضور کے پاس آیا آپ ایک تخت پر تھے مجھے لپٹا لیا تو یہ بہت اچھا بہت اچھا ہوا ۴۔ (ابوداؤد)

(۴۴۷۶) ا۔ ایوب ابن بشیر تبع تابعین ہیں اور قبیلہ **عنزہ** کے وہ صاحب جن کا نام نہ لیا وہ **تابعی** ہیں خبر نہیں وہ عادل ثقہ ہیں یا نہیں ۲۔ یعنی جب تم حضور انور سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے تھے تو کیا حضور تم سے مصافحہ کر لیتے تھے یہ بعید ہے کہ حضور انور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائیں اور صحابی مصافحہ نہ کریں۔ (مرقات) ۳۔ یہاں بھی وہ ہی مطلب ہے کہ جب میں خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تھا تو میں مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا تھا۔ حضور مجھ سے مصافحہ فرما لیتے تھے۔ ۴۔ آج کوئی خاص وقت تھا دریائے کرم جوش میں تھا مجھ سے بجائے مصافحہ کے معانقہ فرمایا معانقہ مصافحہ سے اس لئے بہتر ہوا کہ مصافحہ میں صرف ہاتھ ملتے ہیں اور معانقہ میں گلا، سینہ وغیرہ سب ہی مل گئے فیضان جو معانقہ میں ہوا وہ مصافحہ کے فیضان سے زیادہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ صرف سفر سے آنے پر ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے علاوہ حالت میں بھی ہو سکتا ہے (اشعہ)

وَعَنْ عِكْرِمَةَ ابْنِ اَبِيْ جَهْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ جِئْتُهٗ مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۴۷۷) روایت ہے حضرت عکرمہ ابن ابوجہل سے ا۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دن میں آپ کے پاس آیا ۲۔ خوش آمدید مہاجر سوار (ترمذی)

(۴۴۷۷) ا۔ ابوجہل کا نام عمرو ابن ہشام قرشی مخزومی ہے لوگ اسے ابوالحکم کہتے تھے حضور نے اس کا نام ابوجہل رکھا یعنی جہالت والا یہ اس امت کا فرعون ہے اس کا فرزند عکرمہ بھی حضور کے سخت تر دشمن تھے فتح مکہ کے دن یہ یمن بھاگ گئے ان کی بیوی ام حکیم بنت حارث اولاً حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ایمان لائیں پھر اپنے خاوند کے لئے امن لیکر یمن سے حضور اقدس کی خدمت میں لائیں جب مکہ آئے تو حضور انور ان کے لئے کھڑے ہو گئے انہیں گلے لگایا اور یہ فرمایا خیال رہے کہ انہیں مہاجر کہنا اس معنی میں سے ہے کہ کفر یا دار کفر سے اسلام یا دار اسلام کی طرف انہوں نے ہجرت کی عکرمہ کا ایمان ۸ھ ہجری میں ہوا اور آپ جنگ یرموک میں شہید ہوئے یعنی خلافت فاروقی میں۔ حضور نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا تھا کہ میں نے ابوجہل کی ایک شاخ جنت میں دیکھی ہے جب عکرمہ ایمان لائے تو فرمایا اے ام سلمہ یہ ہے ابوجہل کی جنتی شاخ آپ کا ایمان نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا ہوا آپ جب قرآن مجید کھولتے تو کہتے اے میرے رب کے فرمان عالی شان یہ کہہ کر اکثر بیہوش ہو جاتے تھے (مرقات) اشعۃ اللمعات کے حاشیہ میں ہے کہ آپ یمن جانے کے لئے جدہ پہنچ گئے تھے کشتی میں سوار ہو گئے تھے کہ آپ کی بیوی پہنچ گئی اور آپ کو اپنے

marfat.com

دوپٹہ سے اشارہ کیا آپ کشتی سے اتر آئے آپ کو حضور کی امان دہی کی خبر دی وہ بولے کہ میں امان کے لائق ہی نہیں ہوں میں بڑا مجرم ہوں وہ بولیں کہ حضور کی رحمت تمہارے قصوروں سے زیادہ ہے اس پر وہ آئے اور یہ واقعہ پیش آیا (حاشیہ اشعہ) ۱۲ حضور انور نے انہیں گلے لگا کر یہ فرمایا یعنی تم اب دارا لکفر سے دارالسلام کی طرف آئے عکرمہ یہ کرم کریمانہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

وَعَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ وَكَانَ فِيْهِ مِزَاحٌ بَيْنَا يُضْحِكُهُمْ فَطَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَاصِرَتِهٖ بِعُوْدٍ فَقَالَ اَصْبِرْنِيْ قَالَ اصْطَبِرْ قَالَ اِنَّ عَلَيْكَ قَمِيْصًا وَلَيْسَ عَلَيَّ قَمِيْصٌ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَمِيْصِهٖ فَاحْتَضَنَهٗ وَجَعَلَ يُقَبِّلُ كَشْحَهٗ فَقَالَ اِنَّمَا اَرَدْتُّ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ)

(۴۴۷۸) روایت ہے حضرت اسید ابن حضیر سے جو انصاری آدمی ہیں ا؎ فرمایا جبکہ وہ قوم سے بات چیت کر رہے تھے ان کی طبیعت میں مذاق تھا ۲؎ جبکہ وہ لوگوں کو ہنسا رہے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کوکھ میں چھڑی چبھو دی ۳؎ وہ بولے مجھے قصاص دیجئے حضور نے فرمایا قصاص لے لو عرض کیا کہ آپ پر قمیض ہے اور مجھ پر نہیں تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیض اٹھا دی ۳؎ وہ حضور کو لپٹ گئے اور آپ کی کوکھ شریف چومنے لگے پھر بولے یا رسول اللہ میں نے یہ چاہا تھا ۴؎ (ابوداؤد)

(۴۴۷۸) ا؎ آپ مشہور صحابی ہیں بیعۃ عقبہ اور جنگ بدر میں حاضر ہوئے ۲۰ھ بیس ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ بقیع میں دفن ہوئے (مرقات) ۲؎ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ خود اسید ابن حضیر کا ہے مگر صحیح تو یہ ہے یہ واقعہ ایک اور انصاری کا ہے جن کے مزاج میں خوش طبعی بہت تھی۔ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں یہ عبارت یوں ہے۔ **ان رجلا من الانصار بینما یحدث** (مرقات) ۳؎ یہ چھڑی چبھونا بھی خوش طبعی کے طور پر ہوا معلوم ہوا کہ کبھی کبھی جائز خوش طبعی کرنا اور سننا اس میں شرکت کرنا جائز ہے (اشعہ) ۳؎ خیال رہے کہ بیٹا باپ سے، شاگرد استاد سے امتی نبی سے۔ غلام مولیٰ سے اپنا قصاص نہیں مانگ سکتا نہ ان کے درمیان قصاص ہے دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی بے قصور ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر انہیں کھینچا مگر قصاص کا حکم نہ ہوا حضور انور کا یہ عمل تعلیم امت کے لئے ہے کہ قصاص دینے میں شرم نہ کریں۔ ۴؎ سبحان اللہ انہوں نے یہ قرب حاصل کرنے کے لئے کیسا لطیف بہانہ کیا ورنہ کہاں یہ صحابی اور کہاں حضور انور سے قصاص۔

وَعَنِ الشَّعْبِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَقّٰى جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَالْتَزَمَهٗ وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مُرْسَلًا وَفِيْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنِ الْبَيَاضِيِّ مُتَّصِلًا)

(۴۴۷۹) روایت ہے حضرت شعبی سے ا؎ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جناب جعفر ابن ابی طالب سے ملے تو حضور نے انہیں لپٹا لیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا ۲؎ (ابوداؤد، بیہقی، شعب الایمان ارسالا") اور مصابیح کے بعض نسخوں اور شرح سنہ میں بیاضی سے بطور اتصال روایت ہے ۳؎۔

(۴۴۷۹) ا؎ آپ کا نام عامر ابن شرجیل ہے کوفی ہیں خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے پانچ سو صحابہ کرام سے ملاقات کی بیاسی سال عمر پائی ۱۰۴ھ ایک سو چار میں وفات پائی۔ ۲؎ یہ واقعہ جب کا ہے جب حضرت جعفر حبشہ سے ہجرت کر کے حضور کی خدمت میں

marfat.com

حاضر ہوئے جیسا کہ اگلی حدیث میں آرہا ہے۔ (اشعہ) ۳۔ بیاضی کا نام عبداللہ ابن جابر ہے بیاضہ قبیلہ کے ہیں بیاضہ ایک قبیلہ ہے جو بیاضہ ابن عامر ابن زریق کی اولاد سے ہے چونکہ شعبی تابعی ہے اس لئے ان کی روایت ارسالاً ہی وہاں تھی۔ وہاں صحابی کا ذکر رہ گیا اور بیاضی صحابی ہیں اس لئے یہ اسناد متصل ہے کہ صحابی حضور سے روایت کر رہے ہیں۔

وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فِیْ قِصَّةِ رُجُوْعِهٖ مِنْ اَرْضِ الْحَبَشَةِ قَالَ فَخَرَجْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا الْمَدِیْنَةَ فَتَلَقَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَنَقَنِیْ ثُمَّ قَالَ مَا اَدْرِیْ اَنَا بِفَتْحِ خَیْبَرَ اَفْرَحُ اَمْ بِقُدُوْمِ جَعْفَرٍ وَوَافَقَ ذٰلِكَ فَتْحَ خَیْبَرَ۔ (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۴۴۸۰) روایت ہے حضرت جعفر ابن ابی طالب سے کہ زمین حبشہ سے لوٹنے کے قصہ میں فرماتے ہیں کہ ہم چلے حتی کہ ہم مدینہ پہنچے تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے حضور نے مجھے گلے لگالیا۔ پھر فرمایا میں نہیں جانتا کہ میں خیبر کی فتح سے زیادہ خوش ہوا یا جعفر کے آنے سے اور اتفاقاً یہ آمد فتح خیبر کے دن ہوئی تھی ا۔ (شرح السنہ)

(۴۴۸۰) ا۔ حضرت جعفر ابن ابی طالب یعنی حضرت علی شیر خدا کے بھائی جب حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خیبر میں ہی ملاقات ہو گئی اس دن فتح خیبر ہوئی تھی حضور انور نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو خیبر کی غنیمت سے حصہ بھی دیا اور ان کو چوم کر یہ فرمایا کہ آج مجھے اللہ نے دو خوشیاں دکھائی ہیں ایک فتح خیبر دوسری تمہاری یہ دونوں خوشیاں ایسی عظیم الشان ہیں کہ ان میں سے کسی کو دوسری پر ترجیح دینا مشکل ہے۔

وَعَنْ زَارِعٍ وَكَانَ فِیْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَیْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ یَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهٗ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۴۸۱) رویت ہے حضرت زارع سے ا۔ اور وہ عبدالقیس کے وفد میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ آئے تو ہم اپنی سواریوں سے جلدی آنے لگے ۲۔ تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چومتے تھے ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۴۸۱) ا۔ آپ زارع ابن عامر ابن عبدالقیس ہیں عبدالقیس قبیلہ کے وفد میں آپ بھی حاضر بارگاہ ہوئے تھے ایمان لائے صحابی بنے آخر میں بصرہ میں قیام رہا۔ (مرقات) ۲۔ یعنی جب مدینہ منورہ پہنچے تو شوق و محبت میں بے خود ہو گئے۔ اپنی سواریوں سے جلد جلد اتر کر حضور انور کی طرف دوڑنے لگے زیارت کے لئے آج بھی حجاج جب مدینہ منورہ پہنچتے ہیں تو انہیں سامان رکھنا مشکل پڑ جاتا ہے یہ تڑپ وہ جانے جس کے دل سے لگی ہو اسی وفد میں ایک صاحب تھے جن کا نام تھا وج یہ سردار قافلہ تھے یہ اپنی سواری سے اترے غسل کیا سفید عمدہ لباس پہنا' پھر مسجد شریف میں آکر دو رکعت نفل ادا کی۔ پھر نہایت ادب و انکسار خشوع و خضوع سے بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے حضور انور ان کے اس ادب سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تمہاری دو خصلتیں اللہ کو بڑی پیاری ہیں ایک حلم دوسرے وقار (اشعہ) ۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ہاتھ پاؤں دونوں چومنا جائز' بلکہ مستحب ہے خواہ پاؤں پر ہاتھ رکھ کر ہاتھوں کو چومے خواہ پاؤں پر منہ رکھ کر چومے دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ کیونکہ مصافحہ کر کے اپنا ہاتھ چومنا منع ہے۔ بزرگوں کے ہاتھ اپنے منہ سے چومے ایسے ہی ان کے پاؤں اپنے منہ سے چومے آنکھیں ان کے قدموں سے ملے مبارک ہیں' وہ ہونٹ اور آنکھیں جو حضور کے قدم شریف سے لگ جاویں۔ شعر:۔

marfat.com

☆ اشارہ آپکا پاتے ہم آتے اپنی آنکھوں سے ☆ تمہارے آستانہ کولگاتے اپنی آنکھوں سے ☆
☆ تم آتے خواب میں ہم پتلیاں قدموں سے مل لیتے ☆ ہم اپنی سوئی قسمت کو جگاتے اپنی آنکھوں سے ☆

پابوسی کو سجدہ سمجھنا جہالت ہے سجدہ میں سات اعضاء زمین پر لگنا اور سجدہ کی نیت ہونا ضروری ہے۔ قدم بوسی میں یہ کچھ نہیں ہوتا۔

(۴۴۸۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیئت۔ عادت، صورت میں ا۔ ایک روایت میں ہے اور بات و گفتگو میں پورا پورا مشابہ ہو بمقابلہ جناب فاطمہ کے آپ جب حضور کی خدمت میں آتیں تو حضور ان کے لئے کھڑے ہو جاتے ان کا ہاتھ پکڑتے انہیں چومتے انہیں اپنی مجلس میں بٹھاتے ۲۔ اور جب حضور انور ان کے پاس تشریف لاتے تو ان کے لئے کھڑی ہو جاتیں حضور کا ہاتھ پکڑتیں اسے بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بیٹھا لیتیں

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا وَفِي رِوَايَةٍ حَدِيثًا وَكَلَامًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا فَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا۔ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

۳۔ (ابوداؤد)

(۴۴۸۲) ا۔ سمت کے معنی ہیں ہیئت یعنی رفتار گفتار، کردار اور چال ڈھال ھدی۔ بمعنی عادت دل لام کے شد سے۔ بمعنی صورت یعنی حضرت خاتون جنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جیتی جاگتی چلتی پھرتی بولتی تصویر تھیں بلکہ تصویر صرف شکل دکھاتی ہے آپ سرکار تو سیرت و خصلت میں بھی حضور کا نمونہ تھی قدرت نے ایک سانچہ میں یہ دو صورتیں ڈھالی تھیں ایک ہمارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حضرت فاطمہ زہرا کی ہم نے عرض کیا ہے شعر:۔

☆ رسول اللہ کی جیتی جاگتی تصویر کو دیکھا ☆ کیا نظارہ جن آنکھوں نے تفسیر نبوت کا ☆
☆ نبی کی لاڈلی بانو ولی کی ماں شہیدوں کی ☆ یہاں جلوہ نبوت کا ولایت کا شہادت کا ☆

۲۔ حضرت فاطمہ زہرا کے لئے حضور کھڑا ہونا تعظیم کا نہ تھا کہ تعظیم اپنے سے بڑے کی ہوتی ہے بلکہ خوشی کا قیام تھا ایسے ہی یہ بوسہ محبت و پیار کا تھا۔ ساری اولاد میں حضور کو جناب فاطمہ زہرا بہت پیاری تھیں کہ سب سے چھوٹی تھیں اور آپ کی والدہ جناب خدیجہ آپ کے لڑکپن میں وفات پاگئی تھیں۔ تو آپ حضور کی گود میں حضور کی آغوش میں پلیں رضی اللہ عنہا ۳۔ حضرت خاتون جنت کا یہ قیام وغیرہ حضور کی تعظیم کے لئے تھا جس میں محبت و جوش کی چاشنی تھی معلوم ہوا کہ تعظیم کے لئے قیام سنت فاطمہ زہرا ہے اور خوشی کے لئے قیام سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ معلوم ہوا کہ جوان بیٹی کو چومنا اور جوان بیٹی کا اپنے باپ کو چومنا جائز ہے۔

(۴۴۸۳) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں اولین آمد کے موقعہ پر حضرت ابوبکر کے ساتھ گیا۔ تو

وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِيْ بَكْرٍ أَوَّلَ مَا قَدِمَ مَدِيْنَةَ

marfat.com

فَاِذَا عَائِشَةُ بِنْتُهُ مُضْطَجِعَةٌ قَدْ اَصَابَهَا حُمّٰى فَاَتَاهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ اَنْتِ يَا بُنَيَّةُ وَقَبَّلَ خَدَّهَا (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

آپ کی دختر جناب عائشہ لیٹی ہوئی تھیں انہیں بخار آگیا تھا۔ تو ان کے پاس ابوبکر آئے بولے اے بچی تو کیسی ہے اور انکا رخسار چوما ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۴۸۳) ۱۔ حضرت براء ابن عازب مشہور صحابی ہیں انصاری حارثی ہیں آخر میں کوفہ میں قیام رہا ۷۲ھ میں کئی علاقہ کے فاتح آپ ہیں جنگ جمل و صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے کوفہ میں ہی وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے قریب ہی خود بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئی تھیں۔ ۲۔ کیونکہ اس زمانہ میں زمین مدینہ بڑی وباوالی تھی اس لئے اسے یثرب کہتے ہیں جو مہاجر وہاں پہنچتے تھے انہیں بخار آجاتا تھا اس سلسلہ میں حضرت ام المومنین کو بھی بخار آگیا۔ پھر حضور کے دم قدم سے وہ جگہ ایسی صحت بخش بنادی گئی۔ کہ وہاں کی خاک بجائے خاک وباء کے خاک شفا بن گئی۔ حضور فرماتے ہیں **تربة ارضنا ریقة بعضنا یشفی سقیمنا**۔ ۳۔ معلوم ہوا کہ باپ اپنی جوان بچی کا رخسار چوم سکتا ہے یہ چومنا رحمت کا ہے سنت سے ثابت ہے حضور انور نے اولاد کے رخسار چومے ہیں **بنیة تصیغر** بنت کی معنی چھوٹی سی لڑکی اسے اردو میں کہتے ہیں بیٹا یہ تصغیر پیار کے لئے ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِصَبِيٍّ فَقَبَّلَهٗ فَقَالَ اَمَا اِنَّهُمْ مُبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ وَاِنَّهُمْ لَمِنْ رَيْحَانِ اللّٰهِ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۴۴۸۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچہ لایا گیا۔ تو آپ نے اسے چوما پھر فرمایا کہ یقیناً یہ بخیل اور بزدل بنانے والے ہیں ۲۔ اور یہ اللہ کے اعلیٰ رزق سے ہیں ۳۔ (شرح السنہ)

(۴۴۸۴) ۱۔ حضور انور کا اپنا بچہ حضرت حسن یا حسین یا کسی اور کا بچہ۔ ۲۔ کہ اولاد کی وجہ سے ماں باپ مال کنجوسی سے خرچ کرتے ہیں ان کے لئے بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور اولاد ہی کی وجہ سے باپ جنگ میں جانے سے کتراتا ہے کہ میرے بچے میرے بعد کہاں جائیں گے کیا کریں گے یہ عام لوگوں کے عام حالات کا بیان ہے۔ ۳۔ ریحان خوشبودار سبزے کو بھی کہتے ہیں اور طیب و اعلیٰ روزی کو بھی یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں ماں باپ انہیں چومتے سونگھتے ہیں لہٰذا یہ اللہ کی عطا کی ہوئی بہترین خوشبو ہیں یہ ماں باپ کے دل کا پھل ہیں۔ لہٰذا یہ بہترین رزق ہیں (مرقات، اشعہ)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ يَعْلٰى قَالَ اِنَّ حَسَنًا وَحُسَيْنًا اِسْتَبَقَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهُمَا اِلَيْهِ وَقَالَ اِنَّ الْوَلَدَ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۴۴۸۵) روایت ہے۔ یعلی سے ۱۔ کہ حسن اور حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑتے ہوئے آئے تو حضور نے انہیں اپنے سے چمٹالیا اور فرمایا کہ اولاد بخیل اور بزدل بنادینے والی ہے۔ (احمد)

(۴۴۸۵) ۱۔ یہاں۔ یعلی ابن مرہ مراد نہیں بلکہ۔ یعلی ابن امیہ مراد ہیں جو فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور غزوہ حنین، طائف،

marfat.com

تبوک میں حاضر ہوئے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ رہے اسی میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ آپ سے بہت حضرات نے روایات لیں (مرقات) ۲۔ اولاد کو مجبن' مبخل فرمانا ان کی برائی کے لئے نہیں بلکہ انتہائی محبت کے اظہار کے لئے یعنی اولاد کی انتہائی محبت انسان کو بخیل و بزدل بن جانے پر مجبور کر دیتی ہے یہ بات فطری ہے اگرچہ اللہ والوں میں اس کا ظہور کم ہوتا ہے مومن کو اللہ رسول بمقابلہ اولاد پیارے ہوتے ہیں **لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ** الخ

وَعَنْ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَصَافَحُوْا يَذْهَبُ الْغِلُّ وَتَهَادَوْا وَتَحَابُّوْا وَتَذْهَبُ الشَّحْنَاءُ۔
(رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا)

(۴۴۸۶) روایت ہے عطاء خراسانی ہے ۱۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں مصافحہ کرو کینہ جاتا رہے گا اور آپس میں ہدیئے' تحفے دو محبت کرنے لگو گے اور دشمنی جاتی رہے گی ۲۔ (مالک ارسالا")

(۴۴۸۶) ۱۔ آپ عطاء ابن عبداللہ ابی مسلم ہیں بلخی ہیں خراسانی ہیں تابعی شام میں قیام رہا ۵۰ ہجری میں پیدائش ہے ۱۳۵ھ ایک سو پینتیس میں وفات پائی آپ سے امام مالک' اوزاعی' شعبہ وغیرہم نے روایات لی ہیں۔ ۲۔ یہ دونوں عمل بہت ہی مجرب ہیں جس سے مصافحہ کرتے رہو اس سے دشمنی نہیں ہوتی۔ اگر اتفاقاً" کبھی ہو بھی جائے تو اس کی برکت سے ٹھہرتی نہیں۔ یوں ہی ایک دوسرے کو ہدیہ دینے سے عداوتیں ختم ہو جاتی ہیں یہ حدیث بہت اسنادوں سے مختلف طریقہ سے مروی ہے دیکھو مرقات یہ ہی مقام۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى اَرْبَعًا قَبْلَ الْهَاجِرَةِ فَكَاَنَّمَا صَلَّاهُنَّ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَالْمُسْلِمَانِ اِذَا تَصَافَحَا لَمْ يَبْقَ بَيْنَهُمَا ذَنْبٌ اِلَّا سَقَطَ۔
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۴۸۷) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دوپہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھ لے ۱۔ تو گویا اس نے وہ شب قدر میں پڑھیں ۲۔ اور دو مسلمان جب آپس میں مصافحہ کریں تو ان کے درمیان کوئی گناہ باقی نہیں رہتا مگر جھڑ جاتا ہے ۳۔ (بیہقی' ارسالا)

(۴۴۸۷) ۱۔ یعنی نماز چاشت جس کا وقت شروع چہارم دن سے شروع ہو کر نصف دن یعنی دوپہر پر ختم ہو جاتا ہے اس کے بڑے فضائل ہیں ۲۔ کیونکہ ان کے پڑھنے میں مشقت و محنت زیادہ ہے کہ دوپہر کی گرمی اور بھوک کی حالت میں پڑھی جاتی ہے نیز اس وقت کھانا کھا کر آرام کرنے کو دل چاہتا ہے اس لئے ان کا ثواب زیادہ ہے۔ ۳۔ یعنی گناہ صغیرہ جھڑ جاتے ہیں۔ خصوصاً وہ گناہ جو ہاتھوں سے کئے جاویں گناہ کبیرہ توبہ سے اور حقوق العباد ادا کرنے سے معاف ہو سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ چوری ڈکیتی کر لی جاوے کسی کا مال مار لیا جاوے بعد میں کسی سے مصافحہ کر لیا جاوے سب معاف ہو' نعوذ باللہ۔

marfat.com

بَابُ الْقِيَامِ

کھڑے ہونے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

یہاں کھڑے ہونے سے مراد کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا ہے تعظیمی قیام ممنوع بھی ہے جائز بھی فاسق دنیاداروں کے لئے کھڑا ہونا ان کی خوشامد میں یونہی جب مخدوم بیٹھا ہوا اور خدام سامنے دست بستہ کھڑے ہوں یوں ہی جو اپنی تعظیم کرانا چاہے اس کے لئے کھڑا ہونا' یہ سب ممنوع ہے اگر یہ تین چیزیں نہ ہوں تو قیام تعظیمی جائز ہے۔ لہٰذا قیام کی ممانعت اور جواز کی احادیث درست ہیں ان میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ بَنُوْ قُرَیْظَةَ عَلٰی حُکْمِ سَعْدٍ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَیْهِ وَکَانَ قَرِیْبًا مِّنْهُ فَجَاءَ عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَمَضَی الْحَدِیْثُ بِطُوْلِهٖ فِیْ بَابِ حُکْمِ الْاُسَرَاءِ

(۴۴۸۸) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ جب بنی قریظہ حضرت سعد کے حکم پر اترنے لگے ۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا اور وہ حضور سے قریب ہی تھے ۲؎ چنانچہ وہ ایک گدھے پر سوار آئے ۳؎ تو جب مسجد سے قریب ہوئے ۳؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ اٹھ کر جاؤ اپنے سردار کی طرف ۴؎ (مسلم بخاری) یہ دراز حدیث باب حکم اسراء میں گزر چکی۔

(۴۴۸۸) ۱؎ غزوہ خندق جسے احزاب بھی کہتے ہیں اس میں یہود مدینہ یعنی بنی قریظہ اور بنی نضیر کا ہاتھ تھا۔ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غداری کر کے کفار مکہ سے مدینہ پر چڑھائی کرائی تھی۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ سے فارغ ہو کر پچیس دن بنی قریظہ کا محاصرہ رکھا یہ لوگ تنگ آکر بولے کہ ہم سعد ابن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ ہمارے متعلق جو فیصلہ کریں ہم کو منظور ہے یہ سن کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد ابن معاذ کو بلوایا تاکہ وہ اپنا فیصلہ دیں۔ یہاں وہ واقعہ مذکور ہے۔ ۲؎ حضرت سعد ابن معاذ اس غزوہ خندق میں زخمی ہو گئے تھے زخم سے خون جاری تھا حضور انور کے بلانے پر خون قدرتی طور پر بند ہو گیا تھا (اشعہ) ۳؎ یہاں مسجد سے مراد مسجد نبوی شریف نہیں ہے بلکہ وہ جگہ ہے جہاں حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس محاصرہ کے زمانہ میں نماز پڑھتے تھے کیونکہ اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کے محلہ کے اردگرد مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ ان کا محاصرہ کئے ہوئے تھے وہاں حضرت سعد بلائے گئے تھے (مرقات) ۴؎ اس فرمان عالی میں حضور انور نے تمام انصار کو دو حکم دیئے ایک حضرت سعد کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا دوسرے ان کے استقبال کے لئے کچھ آگے جانا ان کو لے کر آنا بزرگوں کی آمد پر یہ دونوں کام یعنی **تعظیمی** قیام اور استقبال جائز بلکہ سنت صحابہ ہیں بلکہ حضور کی سنت قولی بھی اس لئے **الی سیدکم** فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم حضرت سعد کی بیماری کی وجہ سے تھا تاکہ لوگ انہیں سواری سے اتار لادیں مگر یہ درست نہیں۔ ورنہ صرف ایک دو آدمیوں کو کہا جاتا اور بجائے **سیدکم** کے **مریضکم** ارشاد ہوتا تمام انصار کو قیام کا حکم

marfat.com

نہ ہوتا۔ جمہور علماء نے اس حدیث کی بناپر فرمایا ہے بزرگوں کے لئے قیام تعظیمی مستحب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکرمہ ابن ابوجہل اور عدی ابن حاتم کی آمد پر ان کی عزت افزائی کے لئے قیام فرمایا حضرت فاطمہ زہرا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر تعظیم قیام کرتی تھیں صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قیام تعظیمی بارہا کیا ہے دیکھو (مرقات اشعہ اور لمعات) ہم باب الاسراء میں اس پر بحث کر چکے ہیں اور ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں قیام تعظیمی کی بحث کر دی گئی ہے۔ وہاں مطالعہ کرو۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ وَلٰكِنْ تَفَسَّحُوْا وَتَوَسَّعُوْا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۴۸۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ کوئی شخص کسی شخص کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے کہ پھر وہاں بیٹھ جائے ۱؎ لیکن یہ کہہ دے کہ جگہ وسیع کرو اور جگہ دو ۲؎۔ (مسلم بخاری)

(۴۴۸۹) ۱؎ یہ حکم عام ہے کہ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود بیٹھ جانا ممنوع ہے ہاں اگر وہ شخص ناجائز طور پر وہاں بیٹھا تھا تو اسے اٹھا دینا جائز ہے جیسے کوئی مسجد میں امام یا موذن کی مقررہ جگہ بیٹھ جاوے یا وہ کسی کی جگہ بیٹھ گیا تھا تو یہ لوگ آکر اٹھا سکتے ہیں کہ یہ جگہ خود ان کی اپنی ہے نہ کہ اس بیٹھے ہوئے کی۔ ۲؎ یعنی اگر تھوڑے آدمی بہت سی جگہ گھیرے بیٹھے ہیں تو یہ عام خطاب سے کہے کہ بھائیو! ذرا گنجائش کرو ذرا مل کر بیٹھو تاکہ میں بھی جگہ حاصل کر سکوں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ رَجَعَ اِلَيْهِ فَهُوَ اَحَقُّ بِهٖ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۴۹۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اپنی جگہ سے اٹھ جاوے پھر وہاں آئے تو اس جگہ کا وہی حقدار ہے ۲؎۔ (مسلم)

(۴۴۹۰) ۱؎ یہ اس صورت میں ہے کہ جانے والا اپنی جگہ کوئی نشانی رکھ گیا ہو جس سے پتہ لگے کہ وہ لوٹ کر آوے گا یا کوئی اور علامت ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ لِذٰلِكَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

(۴۴۹۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ کوئی شخص صحابہ کرام کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ پیارا نہ تھا ۱؎ یہ حضرات جب حضور کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ حضور کی ناپسندیدگی کو جانتے تھے ۲؎۔ (ترمذی) اور فرمایا حدیث حسن صحیح ہے۔

(۴۴۹۱) ۱؎ صحابہ کرام کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جان مال اولاد ماں باپ سب سے زیادہ پیارے تھے یہ کمال ایمان کی علامت

marfat.com

ہے۔ ۲۔ یہ ہمیشہ کا عمل نہ تھا بلکہ اکثر قیام کرتے تھے کبھی نہ کرتے تھے یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام حضور کو دور سے تشریف لاتا دیکھ کر پہلے سے ہی کھڑے نہ ہو جاتے اور کھڑے ہو کر حضور کا انتظار نہ کرتے تھے بلکہ جب آپ ہمارے پاس تشریف لے آتے تھے تب ہم کھڑے ہوتے تھے لہٰذا یہ حدیث اس آنے والی حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ ہم حضور کے لئے قیام کرتے تھے۔

وَعَنْ مُعٰوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۴۹۲) روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے یہ پسند ہو کہ لوگ اس کے لئے سروقد کھڑے رہیں ا۔ تو وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے ۲۔ (ترمذی و ابوداؤد)

(۴۴۹۲) ا۔ اس حدیث نے ممانعت قیام کی تمام حدیثوں کی شرح کردی کہ جو کوئی اپنے لئے قیام تعظیمی کرانا چاہے اس کے لئے نہ کھڑے ہو یا اس طرح کھڑے ہونا ممنوع ہے کہ مخدوم بیٹھا ہوا ہو اور لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں دست بستہ' اور یہ عمل تکبر و غرور کے لئے ہو ضرورۃً" نہ ہو تب سخت ممنوع ہے عالم دین کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا یوں ہی عادل حاکم کے روبرو کھڑا ہونا خصوصاً مقدمہ والوں کا یوں استاذ کے سامنے شاگردوں کا کھڑا ہونا مستحب ہے اگرچہ یہ حضرات بیٹھے ہوئے ہوں اور شاگرد وغیرہ کھڑے ہوں (مرقات) ہاں مخدومین کا تکبر انہیں کھڑا کرنا خود بیٹھے رہنا یہ ممنوع ہے یہ ہی یہاں مراد ہے (اشعۃ اللمعات) ۲۔ یعنی اس قسم کی تعظیم کو پسند کرنا یا لوگوں کو ایسی تعظیم کا اپنے لئے حکم دینا جہنمی ہونے کا سبب ہے اور تکبر جہنم کا راستہ ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰى عَصًا فَقُمْنَا فَقَالَ لَا تَقُوْمُوْا كَمَا يَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۴۹۳) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاٹھی پر ٹیک لگائے تشریف لائے ا۔ ہم کھڑے ہو گئے تو فرمایا ایسے نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ کھڑے ہوتے ہیں ان کے بعض بعض کی تعظیم کرتے ہیں ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۴۹۳) ا۔ غالباً حضور بیمار تھے اس لئے عصا پر ٹیک لگائے تشریف لائے۔ ۲۔ یعنی تمہارا یہ قیام تو ٹھیک ہے مگر عجمیوں کا سا قیام نہ کرنا کہ مخدوم بیٹھا ہو' خدام سامنے دست بستہ سروقد کھڑے ہوئے ہوں اور مخدوم اس تعظیم کی خواہش بھی کرتا ہو کہ ایسا قیام ممنوع ہے یہ قیود خیال میں رہیں مرقات نے فرمایا کہ یہاں قیام سے مراد وقوف ہے یعنی کسی کے لئے تعظیماً کھڑا رہنا۔

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ قَالَ جَاءَنَا اَبُوْبَكْرَةَ فِيْ شَهَادَةٍ فَقَامَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنْ مَّجْلِسِهٖ فَاَبٰى اَنْ يَّجْلِسَ فِيْهِ وَقَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ذَا وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّمْسَحَ الرَّجُلُ يَدَهٗ بِثَوْبِ مَنْ لَمْ يَكْسُهٗ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۴۹۴) روایت ہے حضرت سعید ابن ابی الحسن سے ا۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک گواہی میں ابوبکرہ ۲۔ آئے تو ایک شخص ان کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا آپ نے وہاں بیٹھنے سے انکار فرمایا اور کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ۳۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی اپنے ہاتھ اس کے کپڑے سے پونچھے جسے یہ پہنے ہوئے نہیں ۴۔ (ابوداؤد)

marfat.com

(۴۴۹۴) ۱۔ سعید ابن ابی الحسن تابعی ہیں خواجہ حسن بصری کے بھائی ہیں آپ کے والد کا نام یسار ہے کنیت ابوالحسن یہ سعید اپنے بھائی حسن بصری سے ایک سال پہلے فوت ہوئے یعنی ۱۰۹ھ ایک سو نو ہجری میں حضرت عبداللہ ابن عباس' ابو ہریرہ وغیرھما سے آپ کی ملاقات ہے آپ کے بھائی قتادہ نے آپ سے احادیث روایت کیں (مرقات واشعہ) ۲۔ حضرت ابوبکرہ کا نام نفیع ابن حارث ہے ثقفی ہیں مشہور صحابی۔ آپ کے حالات ووفات پہلے بیان ہو چکے۔ ۳۔ یہ آپ کی انتہائی تواضع ہے وہ شخص آپ کے لئے خود جگہ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ آپ کو وہاں بیٹھنا بالکل جائز تھا کسی کو اس کی جگہ سے بلا ضرورت ہٹا کر خود بیٹھ جانا ممنوع ہے جبکہ وہ جگہ اس کی ہو اپنی نہ ہو چونکہ یہاں اس کا یہ عمل اس ممنوع چیز کے مشابہ تھا لہٰذا آپ وہاں نہ بیٹھے یا شاید اس شخص کو کسی اور نے اٹھایا ہو گا' تاکہ آپ وہاں بیٹھ جائیں اس لئے آپ نہ بیٹھے (مرقات) ۴۔ یعنی اپنے گیلے یا کھانے وغیرہ سے لتھڑے ہوئے ہاتھ دوسرے کے کپڑے سے بغیر اس کی اجازت نہ پونچھو جبکہ تم نے یہ کپڑا اسے نہ پہنایا ہو لہٰذا اپنے بیٹے اپنے غلام کے کپڑے سے ہاتھ پونچھنا جبکہ وہ کپڑا خود اس ہی نے پہنایا ہو جائز ہے یوں اگر وہ شخص ہمارے اس عمل سے ناراض نہ ہو تو بھی جائز ہے۔ (مرقات و اشعہ)

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ وَجَلَسْنَا حَوْلَہٗ فَقَامَ فَاَرَادَ الرُّجُوْعَ نَزَعَ نَعْلَہٗ اَوْ بَعْضَ مَا یَکُوْنُ عَلَیْہِ فَیُعْرَفُ ذٰلِکَ اَصْحَابُہٗ فَیَلْبَثُوْنَ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۴۹۵) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے اور ہم آپ کے گرد بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے واپس ہونا چاہتے تو آپ اپنا جوتہ شریف یا بعض چیز جو آپ پر ہوتی اتار جاتے ۱۔ تو یہ آپ کے ساتھی پہچان جاتے تو وہ حضرات بیٹھے رہتے ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۴۹۵) ۱۔ یعنی اگر حضور انور ہم لوگوں کے پاس سے اپنے گھر میں تشریف لے جاتے اور ابھی واپس آنے کا ارادہ ہوتا تو اپنا جوتہ شریف وہاں ہی چھوڑ جاتے ننگے پاؤں جاتے یا کوئی اور کپڑا وغیرہ چھوڑ دیتے تاکہ ہم سمجھ جاویں کہ حضور ابھی آتے ہیں ۲۔ اس انتظار میں کہ حضور ابھی آتے ہیں وہ اپنے اپنے گھروں کو نہ جاتے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ یُّفَرِّقَ بَیْنَ اثْنَیْنِ اِلَّا بِاِذْنِہِمَا۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۴۹۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ دو شخصوں کے درمیان علیحدگی کرے بغیر ان کی اجازت سے ۱۔ (ترمذی' ابوداؤد)

(۴۴۹۶) ۱۔ یعنی مجلس میں پہنچ کر دو آدمیوں کو جو ملے ہوئے بیٹھے ہوں ان کو چیر کر بیچ میں بیٹھ جانا ممنوع ہے ممکن ہے کہ ان دونوں کی آپس میں محبت ہو ان کو جدائی ناگوار ہو یہ حکم ہر مجلس کے لئے ہے خواہ مسجد میں ہوں یا اور جگہ جب ان کی اجازت سے درمیان میں بیٹھے گا تو انہیں اس سے رنج نہ ہو گا جیسا کہ ظاہر ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجْلِسْ

(۴۴۹۷) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

marfat.com

بَيْنَ رَجُلَيْنِ اِلَّا بِاِذْنِهِمَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

فرمایا کہ دو شخصوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھو۔ (ابوداؤد)

(۴۴۹۷) ا۔ اس کی وجہ وہ ہی ہے جو ابھی عرض کی گئی خیال رہے کہ رجل فرمانا اس لئے ہے کہ عورتیں مردوں کے حکم میں ہیں ان پر احکام شرعیہ مردوں کی طرح جاری ہوتے ہیں رب تعالیٰ نے نماز روزے وغیرہ کے احکام مردوں کو ہی دیئے۔ مگر عورتوں پر بھی یہ عبادات فرض ہیں لہٰذا حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد تو یہ حرکت نہ کریں عورتیں کرلیا کریں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ مَعَنَا فِی الْمَسْجِدِ يُحَدِّثُنَا فَاِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا حَتّٰى نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوْتِ اَزْوَاجِهٖ۔

(۴۴۹۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھتے ہم سے باتیں کرتے تھے پھر جب کھڑے ہوتے تو ہم سیدھے کھڑے ہو جاتے ا۔ حتیٰ کہ ہم دیکھ لیتے کہ حضور اپنی بعض بیویوں کے گھروں میں تشریف لے گئے ۲۔

(۴۴۹۸) ا۔ حضور کی تعظیم کے لئے کیونکہ یہ بات بہت بری محسوس ہوتی ہے کہ مخدوم کھڑا ہو۔ اور خدام بیٹھے یا لیٹے ہوں اس سے معلوم ہوا کہ مخدوم کے جانے پر بھی قیام تعظیمی سنت ہے یہ وہ حدیث ہے جس سے قیام تعظیمی کا ثبوت ہے ممانعت قیام کی احادیث کا مطلب ہم پہلے عرض کر چکے ہیں لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں وہاں کا مطالعہ فرماؤ۔ ۲۔ اس میں تعظیم کی انتہا ہے کہ جب تک حضور اپنے کسی گھر میں داخل نہ ہو جاتے۔ وہ حضرات کھڑے ہی رہتے تاکہ ہم حضور کے سامنے جبکہ آپ کھڑے ہوں بیٹھے ہوئے نظر نہ آئیں اللہ تعالیٰ ایسا ادب نصیب کرے۔

وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ قَاعِدٌ فَتَزَحْزَحَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فِی الْمَكَانِ سَعَةً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلْمُسْلِمِ لَحَقًّا اِذَا رَاٰهُ اَخُوْهُ اَنْ يَّتَزَحْزَحَ لَهٗ (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۴۹۹) روایت ہے واثلہ ابن خطاب سے ا۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا حالانکہ آپ مسجد میں بیٹھے تھے تو اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جنبش کی ۲۔ تو اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ جگہ میں کافی گنجائش ہے ۳۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کا حق ہے کہ جب اسے اس کا بھائی دیکھے تو اس کے لئے کچھ جنبش کرے ۴۔ (بیہقی شعب الایمان)

(۴۴۹۹) ا۔ آپ قرشی ہیں عدوی ہیں حضرت عمر کے قبیلہ سے ہیں صحابی ہیں مگر آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے (اشعہ) ۲۔ اس طرح کہ پورے کھڑے تو نہ ہوئے مگر اپنی جگہ سے سرک کر ان کے لئے جگہ بنائی کچھ سکڑ کر بیٹھے۔ ۳۔ یعنی جگہ

marfat.com

بہت ہے بخوبی جہاں چاہوں بیٹھ سکتا ہوں حضور انور کو میرے لئے جگہ بنانے اور اپنی جگہ سے جنبش کرنے کی ضرورت نہیں پھر آپ نے یہ عمل شریف کیوں کیا۔ ۱۲۔ یعنی ہمارا یہ حرکت فرمانا جگہ کی تنگی کے لئے نہیں بلکہ تمہارے آنے کی خوشی اور تمہارے احترام کے اظہار کے لئے ہے اس عمل سے تم کو خوشی ہوگی کہ حضور انور نے ہماری آمد پر اہتمام فرمایا غالبًا یہ آنے والے صاحب اپنی قوم کے سردار ہوں گے فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم **انزلو الناس منازلہم** لوگوں کو ان کے درجوں میں رکھو یہ انتہائی اخلاق کی تعلیم ہے افسوس کہ ہم یہ تعلیم قریبا بھول گئے۔

بَابُ الْجُلُوْسِ وَالنَّوْمِ وَالْمَشْيِ

بیٹھنے سونے اور چلنے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

یہ ترتیب یہاں بہت ہی اچھی ہے انسان پہلے کھانے وغیرہ کے لئے بیٹھتا ہے پھر کھا کر سونے کے لئے لیٹتا ہے۔ سو کر اٹھتا ہے تو سجد وغیرہ کی طرف جاتا ہے۔ لہٰذا بیٹھنا پہلے ہے سونا بعد میں چلنا اس کے بعد ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ جلوس ہر بیٹھنے کو کہتے ہیں' خواہ کھڑے سے بیٹھے یا لیٹے سے بیٹھے بعض شارحین نے فرمایا کہ کھڑے سے بیٹھنے کو قعود کہتے ہیں اور لیٹے سے بیٹھنے کو جلوس مگر پہلی بات قوی ہے یہاں جلوس مصدر ہے۔ بمعنی بیٹھنا کبھی یہ جالس کی جمع بھی ہوتی ہے جیسے رقود جمع ہے راقد کی رب تعالیٰ فرماتا ہے **تحسبہم ایقاظاوھم رقود** فلاں جگہ جلوس نکلا وہاں جلوس جمع جالس کی ہے چونکہ یہ لوگ جگہ جگہ بیٹھتے ہوئے جاتے ہیں لہٰذا اس جماعت کو جلوس کہا جاتا ہے اس باب میں مستحب جائز' مکروہ' بیٹھکوں کا بھی ذکر ہوگا اور مستحب و مکروہ سونے کا بھی اور اچھے برے چلنے کا بھی۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ مُحْتَبِيًا بِيَدَيْهِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۵۰۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی صحن میں اکڑوں بیٹھے اپنے ہاتھوں پر ٹیک لگائے دیکھا۔ (بخاری)

(۴۵۰۰) ا۔ گھر کے سامنے کی کھلی جگہ جس پر چھت نہ ہو فنا کہلاتی ہے۔ جسے اردو میں صحن یا آنگن کہتے ہیں۔ احتباء یہ ہے کہ دونوں پنڈلیاں کھڑی ہوں پاؤں کے تلوے زمین سے لگے ہوں چوتڑ زمین پر ہوں اور دونوں ہاتھ پنڈلیوں پر رکھے ہوں۔ ان کا حلقہ کئے ہوئے یہ اکڑوں بیٹھنے کی ایک قسم ہے اس بیٹھک میں اظہار عجز و انکسار ہے یہ بیٹھک سنت ہے (مرقات) کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بھی بیٹھے ہیں۔

وَعَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ مُسْتَلْقِيًا وَاضِعًا اِحْدٰى قَدَمَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى۔

(۴۵۰۱) روایت ہے حضرت عباد ابن تمیم سے وہ اپنے چچا سے راوی ا۔ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں لیٹے ہوئے دیکھا کہ آپ اپنا ایک قدم دوسرے پر رکھے ہوئے

marfat.com

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) تھے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۵۰۱) ۱۔ عباد ابن تمیم ابن زید ابن عاصم تابعی ہیں انصاری مازنی ہیں ان کے چچا کا نام عبداللہ ابن زید انصاری ہے وہ غزوہ حرہ میں ۶۳ھ تریسٹھ میں شہید ہوئے۔ ۲۔ قدم کا قدم پر رکھنا یہ ہے کہ دونوں پاؤں پورے پھیلے ہوئے ہیں اور قدم قدم پر رکھا ہو اس صورت میں ستر نہیں کھل سکتا۔ پاؤں پر پاؤں رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ایک پاؤں کھڑا ہو اور دوسرا پاؤں کھڑے ہوئے گھٹنے پر رکھا ہو۔ پہلی صورت جائز یہ دوسری صورت ممنوع لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں پاؤں پر پاؤں رکھنے میں ستر کھل جانے کا اندیشہ ہے خصوصاً جبکہ تہبند بندھا ہوا ہو۔ آئندہ حدیث میں پاؤں پر پاؤں رکھنے سے ممانعت آرہی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں لیٹنا جائز ہے۔ خصوصاً ضرورت کے وقت یا بحالت اعتکاف۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْفَعَ الرَّجُلُ اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى وَهُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۵۰۲) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص اپنا ایک پاؤں دوسرے پر نہ رکھے جبکہ وہ اپنی پشت پر لیٹا ہوا۔ (مسلم)

(۴۵۰۲) ۱۔ اس حدیث کے وہ ہی معنی ہیں جو ابھی اوپر بیان ہوئے کہ آدمی تہبند باندھے یا ڈھیلے پائنچہ کا پاجامہ پہنے ہو اور پھر ایک پاؤں کھڑا کرے کھڑے ہوئے گھٹنے پر دوسرے پاؤں کی پنڈلی رکھے اس میں ستر کھل جانے کا سخت خطرہ ہوتا ہے اس لئے ممنوع ہے ویسے بھی اس طرح لیٹنا خلاف تہذیب معلوم ہوتا ہے خصوصاً لوگوں کے سامنے غرضیکہ اس ممانعت میں بہت حکمتیں ہیں۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْتَلْقِيَنَّ اَحَدُكُمْ ثُمَّ يَضَعُ اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۵۰۳) روایت ہے انہیں سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی نہ لیٹے کہ پھر ایک پاؤں دوسرے پر رکھ لے ۱۔ (مسلم)

(۴۵۰۳) ۱۔ اس ممانعت کی وہ ہی صورت ہے جو ابھی بیان ہوئی کہ ایک پاؤں کھڑا ہو دوسرا پاؤں گھٹنے پر رکھا ہو اور آدمی چت لیٹا ہو کہ اس صورت میں ستر کھلنے کا خطرہ ہے اگر ستر کھلنے کا خطرہ نہ ہو تو جائز ہے۔ بہرحال احادیث میں تعارض نہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَتَبَخْتَرُ فِيْ بُرْدَيْنِ وَقَدْ اَعْجَبَتْهُ نَفْسُهٗ خُسِفَ بِهِ الْاَرْضَ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۵۰۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص دو چادروں میں اکڑ کر چل رہا تھا۔ اسے اپنا نفس بڑا پسند آیا تھا اسے زمین میں دھنسا دیا گیا تو وہ اس میں قیامت تک دھنستا چلا جا رہا ہے ۲۔ (مسلم، بخاری)

(۴۵۰۴) ۱۔ شاید یہ شخص قارون تھا یا کوئی ملک فارس کا کافر بعض نے فرمایا کہ یہ واقعہ قریب قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک امتی سے ہوگا اس صورت میں **یتختر** بمعنی مستقبل ہوگا اور اعجبت، خسف تمام افعال بمعنی مستقبل ہوں گے واللہ اعلم۔ اس سے معلوم ہوا کہ تکبر و غرور کی چال چلنا بھی ممنوع بلکہ باعث عذاب ہے مسلمان کی چال میں بھی تواضع چاہیے رب تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی صفت یوں فرماتا ہے **الذین یمشون علی الارض هونا** ہمارے بندے وہ ہیں جو تواضع سے چلتے ہیں۔ آج کل بعض لوگ چشمہ لگائے ننگے سر ہاتھ میں بیت گھماتے چلتے ہیں یہ متکبرانہ چال ہے اس سے بچو۔ ۲۔ **یتجلجل** بنا ہے

marfat.com

جلجلة سے اس کے معنی ہیں وہ حرکت جس کی آواز ہو مقصد یہ ہے کہ تکبر کا انجام ذلت و خواری ہے عجز کا انجام سرداری ہے شعر:۔

☆ عاجزی محبوب درگاہ خدا است ☆ عجز کار انبیاء و اولیاء است ☆

خاک میں عجز ہے آگ میں تکبر تو باغ خاک میں ہی لگتے ہیں نہ کہ آگ میں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰی وِسَادَةٍ عَلٰی یَسَارِهٖ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۵۰۵) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بائیں طرف تکئے پر ٹیک لگائے دیکھا۔ (ترمذی)

(۴۵۰۵) ا۔ معلوم ہوا کہ گاؤ تکیہ پر بائیں ہاتھ کی ٹیک لگا کر بیٹھنا سنت ہے بلکہ اگر سادہ تکیہ پر ٹیک لگائی جاوے تو وہ بھی اس میں داخل ہے اس حدیث کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ حضور انور تکیہ پر سر مبارک رکھے بائیں کروٹ پر لیٹے تھے (مرقات و اشعہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ بہت پسند تھا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تم کو تکیہ دے تو اسے رد نہ کرو (اشعہ)

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِی الْمَسْجِدِ احْتَبٰی بِیَدَیْهِ۔ (رَوَاهُ رَزِیْنٌ)

(۴۵۰۶) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں بیٹھے تو اپنے ہاتھوں سے احتباء فرماتے تھے ا۔ (رزین)

(۴۵۰۶) ا۔ احتباء کے معنی پہلے بیان ہو چکے کہ دونوں زانوں کھڑے ہوں سرین زمین پر لگے ہوں۔ اور دونوں ہاتھوں سے زانو پکڑے ہوئے کہ ہاتھوں کے حلقے میں انہیں لے لیا جاوے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے علاوہ اور وقت میں مسجد میں اس طرح بیٹھتے تھے وہ بھی کبھی کبھی۔

وَعَنْ قَیْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ اَنَّهَا رَاَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَهُوَ قَاعِدٌ اِلْقُرْفُصَاءَ قَالَتْ فَلَمَّا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَخَشِّعَ اُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۵۰۷) روایت ہے حضرت قیلہ بنت مخرمہ سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں دیکھا کہ آپ قرفصا" کی نشست بیٹھے تھے ا۔ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجز و نیاز کرتے دیکھا تو میں خوف سے کانپ گئی ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۵۰۷) ا۔ قرفصاء ایک خاص بیٹھک کا نام ہے اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی پنڈلیاں زمین سے لگائے اور دونوں ران پنڈلیوں سے پیٹ رانوں سے ملا ہوا ہو اور دونوں ہاتھ پنڈلیوں پر ہوں یہ بیٹھک انتہائی عاجزی اور تواضع کی ہے قرفصاء کی اور صورتیں بھی بیان کی گئی ہیں (مرقات و اشعہ) اشعہ نے فرمایا کہ یہ بیٹھک عرب کے چرواہوں اور غریب لوگوں کی ہے یا ان لوگوں کی جو کسی خاص اہم کام میں غور و فکر کر رہے ہوں بہر حال اس بیٹھک میں عجز و انکسار یا فکر کا اظہار ہے ۲۔ کیونکہ میں نے یہ خیال کیا کہ جب سید

marfat.com

المرسلین امام الاولین والاخرین کی نشست ہے اور آپ کے انکسار کا یہ حال ہے تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں یہ خیال کر کے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا

☆ پیش او گیتی جبین فرسودہ است ☆ خویشن را عبدہ فرمودہ است ☆
☆ بوریا ممنوں خواب راحش ☆ تاج کسریٰ زیر پائے امش ☆

اپنی تواضع کا یہ حال ہے اور دنیا ان کے آستانہ کی خاک چاٹ رہی ہے ان کی چوکھٹ پر پیشانی رگڑ رہی ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِي مَجْلِسِهِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ۔ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

(۴۵۰۸) روایت ہے حضرت ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی اسی جگہ میں چہار زانو بیٹھے رہتے حتی کہ سورج خوب چمک جاتا۔ (ابوداؤد)

(۴۵۰۸) ا۔ حسناء ح اور سین کے فتح سے ہے۔ بمعنی خوب اچھی طرح صاف و روشن یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھا کر مصلے شریف پر ہی چہار زانو بیٹھے رہتے جب آفتاب طلوع ہو کر بلند ہو جاتا تب اشراق وہاں ہی پڑھ کر اٹھتے۔ سنت بھی یہ ہی ہے۔ خیال رہے کہ آفتاب چمکنے کے بیس منٹ بعد نماز جائز ہوتی ہے اسی وقت سے نماز اشراق کا وقت شروع ہوتا ہے چہارم دن تک رہتا ہے۔ پھر چہارم دن سے وقت چاشت شروع ہوتا ہے۔ جو نصف النہار تک رہتا ہے۔ نصف النہار پر نماز بلکہ سجدہ حرام ہو جاتا ہے۔ پھر زوال یعنی سورج ڈھلنے پر ظہر کا وقت ہوتا ہے۔ بعض نوافل کے لئے وقت مقرر ہیں ان میں سے نوافل اشراق بھی ہیں۔

وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا عَرَّسَ بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ وَإِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهُ وَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلٰى كَفِّهِ۔ (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۴۵۰۹) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں کہیں اترتے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے ا۔ اور جب صبح سے کچھ پہلے اترتے تو اپنی کلائی کھڑی کرتے اور اپنی ہتھیلی پر اپنا سر رکھتے ۲۔ (شرح سنہ)

(۴۵۰۹) ا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کی حالت میں کسی جگہ اول رات یا آدھی رات میں اترتے آرام فرماتے تو سونے کی نیت سے لیٹتے تھے۔ داہنی کروٹ پر داہنا رخسار رکھ کر لیٹتے تھے لیٹنے میں سنت طریقہ یہ ہی ہے۔ ۲۔ یعنی اگر آخری شب میں جب صبح صادق ہونے والی ہوتی آپ آرام کے لئے اترتے تو اس طریقہ سے لیٹتے تاکہ نیند نہ آجاوے۔ خیال رہے کہ عرب میں اکثر شب میں سفر کرتے ہیں دن میں کسی منزل پر آرام کے لئے ٹھہر جاتے ہیں۔

وَعَنْ بَعْضِ آلِ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ كَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِمَّا يُوْضَعُ فِي قَبْرِهِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عِنْدَ رَأْسِهِ۔ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ)

(۴۵۱۰) روایت ہے ام سلمہ کے بعض گھر والوں سے ا۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر اس ہی طرح تھا جیسا کہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور مسجد آپ کے سر کے پاس تھی ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۵۱۰) ا۔ مرقات نے فرمایا کہ آل ام سلمہ سے مراد حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی کوئی خاص خادمہ ہیں ال خادم

marfat.com

کو بھی کہا جاتا ہے **واذ نجیناکم من ال فرعون** اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اس سے حضرت ام سلمہ کی بعض اولاد مراد ہے جو ابو سلمہ سے تھی جن میں سے بعض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھی جیسے عمرہ' زینب واللہ اعلم۔ ۲۔ یعنی اب جو رخ حضور کی قبر انور کا ہے کہ قبلہ کے داہنے سرہانے اور بائیں طرف پائنتی وہ ہی رخ حضور کے بستر شریف کا ہوتا تھا بلکہ اس بستر کی جگہ قبر انور ہے اور جس کمبل شریف پر آپ سوتے تھے وہ ہی کمبل شریف قبر انور میں بچھا دیا گیا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مُضْطَجِعًا عَلٰی بَطْنِهٖ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ ضِجْعَةٌ لَا یُحِبُّهَا اللّٰهُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۵۱۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنے پیٹ پر لیٹا دیکھا تو فرمایا کہ یہ وہ لیٹنا ہے جسے اللہ پسند نہیں فرماتا۱۔ (ترمذی)

(۴۵۱۱) ۱۔ یعنی اوندھے لیٹنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا بلکہ اس سے ناراض ہے کہ اس طرح سونے سے غفلت پیدا ہوتی ہے اس سونے میں سینہ اور چہرہ جو اشرف اعضاء ہیں زمین پر رگڑتا ہے سر تو سجدہ ہی میں زمین پر رکھا جاوے نہ کسی اور کے سامنے نہ سوتے ہیں صوفیاء فرماتے ہیں کہ سونا چار قسم کا ہے پشت پر سونا یعنی چت یہ سونا اہل عبرت کا ہے۔ داہنی کروٹ پر سونا یہ اہل عبادت کا سونا ہے بائیں کروٹ پر سونا یہ اہل استراحت کا سونا ہے پیٹ کے بل سونا یہ سونا اہل غفلت کا ہے (اشعہ) مرقات نے فرمایا کہ اوندھے سونا دوزخیوں کا ہوگا اور لوطی لوگ ایسے سوتے ہیں۔

وَعَنْ یَعِیْشَ بْنِ طِخْفَةَ بْنِ قَیْسٍ الْغِفَارِیِّ عَنْ اَبِیْهِ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا مُضْطَجِعٌ مِنَ السَّحَرِ عَلٰی بَطْنِیْ اِذَا رَجُلٌ یُحَرِّکُنِیْ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهٖ ضِجْعَةٌ یُبْغِضُهَا اللّٰهُ فَنَظَرْتُ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۵۱۲) روایت ہے **یعیش ابن طخفہ** ابن قیس غفاری سے ۱۔ وہ اپنے والد سے راوی اور وہ صفہ والوں میں سے تھے ۲۔ فرماتے ہیں اس حالت میں کہ میں درد کی وجہ سے اپنے پیٹ پر لیٹا ہوا تھا ۳۔ ناگاہ کوئی صاحب مجھے اپنے پاؤں سے ہلانے لگے ۴۔ پھر فرمایا کہ اس لیٹنے سے اللہ ناراض ہے ۵۔ میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۶۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ)

(۴۵۱۲) ۱۔ یعیش بروزن یزید **تابعی** ہیں انکے والد **طخفہ** ط۔ خ۔ ف۔ ہ یا **طخفہ** صحابی ہیں انکے والد قیس ابن ابی غزرہ غفاری کوفی ہیں۔ ۲۔ یعنی طخفہ صحابی ہیں اور صفہ والوں میں سے ہیں وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ ۳۔ سحر سین کے پیش ح کے سکون سے یا سین کے اور ح دونوں کے فتحہ سے حلق اور سینہ کا درمیانی حصہ یعنی سینہ کے اوپری حصہ میں میرے درد تھا اس لئے میں پیٹ کے بل اوندھا لیٹا ہوا تھا کہ سینہ دبا رہے اور درد کو سکون ہو۔ ۴۔ بڑا خوش نصیب ہے وہ جسم جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھوکر لگ جاوے ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر:۔

☆ مرمٹ کے خوب لگتی مٹی مری ٹھکانے ☆ گران کی ٹھوکروں میں میرا مزار ہوتا ☆

جس غلطی کی بنا پر حضور کی ٹھوکر نصیب ہو جاوے وہ غلطی بھی اللہ کی رحمت ہے۔ ۵۔ چونکہ دوسری طرح لیٹنے سے بھی یہ تکلیف

marfat.com

دفع ہو سکتی تھی اس لئے یہ درد اس کے لئے عذر نہ مانا گیا اور اس سے منع فرمادیا گیا۔ لہٰذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ ضرورت کے وقت ممنوعات بھی درست ہو جاتے ہیں۔ ۶۔ سبحان اللہ آپ نے یہ عذر حضور سے عرض نہ کیا بلکہ فوراً کروٹ بدل لی یا اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَاتَ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ لَيْسَ عَلَيْهِ حِجَابٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ حِجَارٌ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ مَعَالِمِ السُّنَنِ لِلْخَطَّابِيِّ حِجًى)

(۴۵۱۳) روایت ہے حضرت علی ابن شیبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو ایسے گھر کی چھت پر رات گزارے جس پر آڑ نہ ہو ایک روایت میں ہے کہ پتھر نہ ہو تو اس کی ذمہ داری ختم ہو گئی ا۔ (ابوداؤد) اور خطابی کی معالم سنن میں حجی ہے۔

(۴۵۱۳) ا۔ یعنی ایسی چھت پر نہ سوؤ جس کے کناروں پر دیوار کی آڑ نہ ہو جسے اردو میں منڈیر کہتے ہیں اگر سوؤ گے تو اللہ تعالیٰ نے جو تمہاری حفاظت کا ذمہ لیا ہے کہ اس کے لئے فرشتے مقرر کئے ہیں وہ اٹھ جاوے گا اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنَامَ الرَّجُلُ عَلٰى سَطْحٍ لَيْسَ بِمَحْجُوْرٍ عَلَيْهِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۵۱۴) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص ایسی چھت پر سوئے جس پر آڑ نہ ہو ا۔ (ترمذی)

(۴۵۱۴) ا۔ ایسی چھت پر سونے والے بہت دفعہ چھت سے گر کر مر گئے بلکہ بہتر ہے کہ چھت بغیر منڈیر رکھی ہی نہ جاوے پوری دیوار نہ ہو تو تھوڑی اونچی ہی بنادی جاوے تاکہ وہاں سے گرنے کا خطرہ نہ رہے اس فرمان میں بڑی حکمتیں ہیں۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ مَلْعُوْنٌ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۵۱۵) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر وہ لعنتی ہے ا۔ جو حلقہ کے بیچ میں بیٹھے (ترمذی، ابوداؤد)

(۴۵۱۵) ا۔ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جو کوئی کسی جلسہ میں آخر میں آوے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا بیچ میں پہنچے وہ لعنتی ہے چاہیے کہ اگر کنارہ پر جگہ ملے تو وہاں ہی بیٹھ جاوے دوسرے یہ کہ یہ شخص درمیان میں بیٹھا ہو اور لوگ اس کے اردگرد دست بستہ کھڑے ہوں یہ عمل متکبرین کا ہے بڑا آدمی بھی لوگوں کے ساتھ حلقہ میں بیٹھے (مرقات واشعہ) بعض لوگ مذاق دل لگی کرنے کے لئے کسی کو درمیان حلقہ میں بٹھا کر اسے مذاق کا نشانہ بناتے ہیں وہ ہر طرف کے لوگوں سے مذاق کرتا ہے وہ بھی لعنتی ہے (اشعہ)

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الْمَجَالِسِ اَوْسَعُهَا. (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۵۱۶) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین محفل وہ ہے جو وسیع تر ہو ا۔ (ابوداؤد)

(۴۵۱۶) ا۔ یعنی جب جلسہ مجلس وغیرہ کرو تو وسیع زمین میں کرو تاکہ لوگوں کو بیٹھنے میں تنگی نہ ہو آرام سے کھلے ہوئے بیٹھیں

marfat.com

ایسی مجلس بہت مبارک ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ حُبَكٌ فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ عِزِيْنَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۵۱۷) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں تشریف لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالانکہ آپ کے صحابہ بیٹھے تھے ا؎ تو فرمایا کیا ہے مجھے میں تم کو متفرق دیکھتا ہوں ۲؎

(ابوداؤد)

(۴۵۱۷) ا؎ یعنی مسجد نبوی شریف میں حضرات صحابہ متفرق بیٹھے تھے دو چار اس طرف اور چار چھ اس دوسری طرف۔ ۲؎ یہ فرمان عالی اظہار ناراضی کے لئے ہے۔ عزین بنا ہے عزۃ سے۔ بمعنی علیحدگی اور متفرق ہونا رب تعالیٰ فرماتا ہے عن الیمین و عن الشمال عزین۔ مقصد یہ ہے کہ مسجد یا مجلس میں مسلمان اکٹھے بیٹھا کریں الگ الگ ٹولیاں بنا کر نہ بیٹھیں کہ اس میں کفار سے مشابہت ہے نیز قالب کا اثر قلب پر پڑتا ہے اگر مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے الگ تھلگ بیٹھیں گے تو ان کے دل بھی الگ ہو جائیں گے اگر مل کر بیٹھیں گے تو دل بھی مل جائیں گے۔ خیال رہے کہ نماز کی انتظار میں مسجد میں مسلمان صف بستہ بیٹھیں کہ فرشتے بارگاہ الٰہی میں صف بستہ ہی حاضر ہوتے ہیں۔ اور ذکر کی مجلس میں حلقہ باندھ کر بیٹھے کہ جنت میں مسلمان حلقوں سے بیٹھا کریں گے۔ رب فرماتا ہے۔ **علی سرر متقابلین** حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان میں ہزارہا حکمتیں ہوتی ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فِي الْفَيْءِ فَقَلَصَ عَنْهُ الظِّلُّ فَصَارَ بَعْضُهٗ فِي الشَّمْسِ وَبَعْضُهٗ فِي الظِّلِّ فَلْيَقُمْ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ) وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْهُ قَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فِي الْفَيْءِ فَقَلَصَ عَنْهُ فَلْيَقُمْ فَاِنَّهٗ مَجْلِسُ الشَّيْطَانِ هٰكَذَا۔

(رَوَاهُ مُعْمَرٌ مَوْقُوْفًا)

(۴۵۱۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی سایہ میں ہو پھر اس سے سایہ ہٹ جاوے کہ اس کا بعض دھوپ میں اور بعض سایہ میں ہو جاوے تو اٹھ کھڑا ہو ا؎ (ابوداؤد) اور شرح سنہ میں انہیں سے ہے فرمایا جب تم میں سے کوئی سایہ میں ہو پھر اس سے سایہ ہٹ جاوے تو اٹھ کھڑا ہو کہ یہ شیطان کی بیٹھک ہے اسے معمر نے یوں ہی موقوفا" روایت کیا ۲؎

(۴۵۱۸) ا؎ یا تو سایہ میں ہی چلا جاوے یا بالکل دھوپ میں ہو جاوے کیونکہ سایہ ٹھنڈا اور دھوپ گرم اور بیک وقت ایک جسم پر ٹھنڈک و گرمی لینا صحت کے لئے مضر ہے اس لئے ایسا نہ کرے نیز یہ شیطانی نشست ہے جس سے شیطان خوش ہوتا ہے لہٰذا اس تشبیہ سے بچنا ضروری ہے ۲؎ یعنی معمر نے جو **تابعی** ہیں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ سے موقوفا" روایت کی یہ کلام خود حضرت ابو ہریرہ کا بیان فرمایا مگر ایسی موقوف حدیث جس میں قیاس کو دخل نہ ہو وہ مرفوع کے حکم میں ہے خصوصا جبکہ دوسری اسناد سے مرفوع حدیث بھی آرہی ہو۔ خیال رہے کہ ایسی بیٹھک کو شیطان کی بیٹھک فرمانے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ شیطان اس طرح بیٹھا کرتا ہے دوسرے یہ کہ وہ ملعون اس بیٹھک سے خوش ہوتا ہے حدیث شریف میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں بالکل ظاہری معنی پر ایمان لانا چاہیے واقعی شیطان ایسے ہی بیٹھتا ہے حضور کی نظر ان چیزوں کو دیکھ لیتی ہے جو ہمارے خیالات سے بھی وارء ہیں (مرقات)

marfat.com

وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَهُوَ خَارِجٌ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاخْتَلَطَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَاءِ فِی الطَّرِیْقِ فَقَالَ لِلنِّسَاءِ اسْتَاْخِرْنَ فَاِنَّهٗ لَیْسَ لَكُنَّ اَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِیْقَ عَلَیْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِیْقِ فَكَانَتِ الْمَرْاَةُ تَلْصَقُ بِالْجِدَارِ حَتّٰی اِنَّ ثَوْبَهَا لَیَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۴۵۱۹) روایت ہے حضرت ابو سعید انصاری سے ۱؎ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا آپ مسجد سے نکل رہے تھے تو راستہ میں مرد عورتوں کے ساتھ خلط ملط ہو گئے ۲؎ تو عورتوں سے فرمایا تم پیچھے رہو تمہیں یہ حق نہیں کیونکہ تمہارے لئے بیچ راستہ میں چلنا مناسب نہیں ۳؎ تم راستہ کے کنارے اختیار کرو۔ پھر عورت دیواروں سے مل کر چلتی تھی حتیٰ کہ اس کا کپڑا دیوار سے الجھتا تھا ۴؎ (ابوداؤد، بیہقی، شعب الایمان)

(۴۵۱۹) ۱؎ آپ کا نام مالک ابن ربیعہ ہے انصاری ہیں صحابی ہیں اصحاب بدر میں سب سے آخر میں آپ کی وفات ہوئی۔ ۲؎ جماعت نماز یا جلسہ وعظ ختم ہونے پر حاضرین مسجد سے نکلے مجمع بہت تھا بھیڑ میں عورتیں مرد مخلوط ہو گئے۔ تب حضور انور نے یہ فرمایا اب بھی حج کے موسم میں جب نمازی مسجد نبوی سے نکلتے ہیں تو راستے بند ہو جاتے ہیں۔ ۲؎ یحققن بنا ہے حاق سے بمعنی درمیان اور وسط یحققن بروزن تنصرن ہے نصر سے مضارع جمع مخاطب یعنی تم بیچ سڑک پر نہ چلا کرو وہ مردوں کے لئے چھوڑ دیا کرو بیچ راہ میں چلیں راستہ کے کناروں پر تم چلا کرو تاکہ تم مردوں سے مخلوط نہ ہو جایا کرو۔ ۴؎ یہ ہے حضرات صحابہ کرام کی اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس فرمان عالی کے بعد کوئی مسلمہ بی بی وسط راہ میں چلی ہی نہیں بلکہ اگر راستہ خالی ہوتا۔ جب بھی وہ کنارے پر ہی چلتی تھی اب بھی عورتوں کو اگر ضرورۃً راہ چلنا پڑ جاوے تو کنارہ پر ہی چلیں۔ یہ ہی حکم سرکاری ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ یَّمْشِیَ یَعْنِی الرَّجُلَ بَیْنَ الْمَرْاَتَیْنِ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۵۲۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ مرد عورتوں کے درمیان چلے ۱؎ (ابوداؤد)

(۴۵۲۰) ۱؎ یعنی اگر دو عورتیں راہ میں جا رہی ہیں تو کوئی اجنبی مرد ان کے درمیان سے نہ گزرے۔ ایک طرف سے گزر جاوے یا ان کے درمیان نہ چلے الگ چلے۔ کیونکہ حضور انور نے راستہ کے الگ الگ حصے کر دیئے ہیں درمیان راہ مردوں کیلئے کنارے عورتوں کے لئے بلکہ اپنی محرم عورتوں کے ساتھ بھی یوں ہی چلے۔ تاکہ دوسرے لوگ اس سے سبق لیں۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّا اِذَا اَتَیْنَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ اَحَدُنَا حَیْثُ یَنْتَهِیْ
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ) وَذُكِرَ حَدِیْثَا عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فِیْ بَابِ الْقِیَامِ وَسَنَذْكُرُ حَدِیْثَیْ عَلِیٍّ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ فِیْ بَابِ اَسْمَآءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصِفَاتِهٖ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

(۴۵۲۱) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو ہم میں سے ہر ایک وہاں بیٹھتا جہاں مجلس ختم ہوتی۔ ۱؎ (ابوداؤد) اور عبداللہ ابن عمرو کی دو حدیثیں باب القیام میں ذکر ہوئیں اور ہم حضرت علی و ابوہریرہ کی حدیثیں باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم و صفاتہ میں بیان کریں گے ۲؎ انشاء اللہ تعالیٰ

(۴۵۲۱) ۱؎ یعنی کنارہ مجلس پر بیٹھتا تھا لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر درمیان میں پہنچنے کی کوشش نہ کرتا تھا یہ آداب حضور انور

marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے تھے۔ ۲۔ یعنی یہ چار حدیثیں مصابیح میں یہاں تھیں۔ مگر ہم نے ان میں سے دو حدیثیں تو باب القیام میں ذکر کردیں اور دو حدیثیں باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کریں گے۔ کیونکہ ہم کو یہ حدیثیں ان مقام سے زیادہ مناسب معلوم ہوئیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَرَّبِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا جَالِسٌ هٰكَذَا وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ الْيُسْرٰى خَلْفَ ظَهْرِيْ وَاتَّكَأْتُ عَلٰى اَلْيَةِ يَدِيْ فَقَالَ اَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۵۲۲) روایت ہے حضرت عمرو ابن شرید سے ۱۔ اور وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے جب کہ میں اس طرح بیٹھا تھا کہ میں نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے پیٹھ کے پیچھے رکھا ہوا تھا اور میں نے اپنے ہاتھ کی سرین پر ٹیک لگائی ہوئی تھی ۲۔ تو فرمایا تم ان لوگوں کی بیٹھک بیٹھتے ہو جن پر غضب کیا گیا ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۵۲۲) ۱۔ عمرو ابن شرید تابعی ہیں ان کے والد شرید صحابی ہیں عمرو طائف کے رہنے والے ہیں ثقہ ہیں ان کی ملاقات اپنے والد سے اور حضرت عبداللہ ابن عباس سے ہے ان دو بزرگوں کے علاوہ اور چند صحابہ سے بھی ہے (اشعہ) ۲۔ البتہ سرین یعنی چونترو کو کہتے ہیں مگر یہاں اس سے مراد ہتھیلی کا وہ گوشت ہے جو انگوٹھے کی جڑ سے آخری کنارہ تک ہے۔ ۳۔ یعنی اس طرح یہود بیٹھا کرتے ہیں۔ اور یہود پر اللہ کا غضب ہے تو یہ بیٹھک اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ تم مومن انعام والے بندے ہو تم ان سے تشبیہ کیوں کرتے ہو۔ خیال رہے کہ ایک ہاتھ پیٹھ پر رکھنا دوسرے ہاتھ پر ٹیک لگانا مطلقاً ممنوع ہے خواہ داہنا ہاتھ پیٹھ پر بایاں زمین پر یا برعکس (اشعہ) بلکہ دونوں یا ایک ہاتھ کوکھ پر رکھنا یا پیٹھ سے لگانا ہی ممنوع ہے یوں ہی دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے کھڑے کرنا ان پر ٹیک لگانا ممنوع ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ مَرَّبِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مُضْطَجِعٌ عَلٰى بَطْنِيْ فَرَكَضَنِيْ بِرِجْلِهٖ وَقَالَ يَا جُنْدُبُ اِنَّمَا هٰذِهٖ ضِجْعَةُ اَهْلِ النَّارِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۴۵۲۳) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں مجھ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزرے جبکہ میں اپنے پیٹ پر لیٹا ہوا تھا۔ تو مجھے اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا اے جندب یہ آگ والوں کا لیٹنا ہے ۲۔ (ابن ماجہ)

(۴۵۲۳) اس طرح کہ میرا پیٹ زمین سے لگا ہوا تھا اور دونوں پاؤں پھیلے ہوئے تھے جسے کہتے ہیں اوندھا لیٹنا ۲۔ جندب حضرت ابوذر غفاری کا نام ہے کنیت ابوذر ہے اس فرمان کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جہنمی لوگ یعنی کفار دنیا میں ایسے لیٹتے ہیں۔ تم ان سے مشابہت نہ کرو دوسرے یہ کہ دوزخ میں کفار ایسے لٹائے جایا کریں گے۔ ان کی پیٹھ پر کوڑے مارنے کے لئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی اولاد اپنے چھوٹوں کو پیار یا ناراضی میں ٹھوکر مارنا جائز ہے حضرات صحابہ کرام تو حضور کی ٹھوکر کھانے پر فخر کرتے تھے۔ آج ہم ان ٹھوکروں کے لئے ترستے ہیں۔ شعر:۔

marfat.com

☆ شبلی تشنہ دیدار کو زندہ کرتے ☆ بخت خوابیدہ کو ٹھوکر سے جگاتے جاتے ☆

بَابُ الْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ

چھینک اور جمائی کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

عطاس مصدر ہے عطة کا عط کے معنی ہیں چھینک تو عطاس کے معنی ہوئے چھینکنا اور تاؤب مصدر ہے تو بار کا ثوباء کے معنی ہیں سستی تثاؤب کے معنی ہیں سستی کا طاری ہونا اصطلاح میں جمائی کو تثاؤب کہتے ہیں کہ اس میں سستی ظاہر ہوتی ہے تثاؤب مہموز عین ہے نہ کہ اجوف یہ ہی قوی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْعُطَاسَ وَیَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَاِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ وَحَمِدَ اللّٰهَ كَانَ حَقًّا عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهٗ اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَاَمَّا التَّثَاؤُبُ فَاِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُكُمْ فَلْیَرُدَّهٗ مَا اسْتَطَاعَ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّیْطَانُ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ) وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ الشَّیْطَانُ مِنْهُ۔

(۴۵۲۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے ۱؎ اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے ۲؎ تو جب تم میں سے کوئی چھینکے اور اللہ کی حمد کرے تو ہر سننے والے مسلمان پر حق ہے اس سے کہ یرحمک اللہ ۳؎ لیکن جمائی وہ تو شیطان کی طرف سے ہے ۴؎ تو جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو جہاں تک ہو سکے اسے دفع کرے ۵؎ کیونکہ تم میں سے کوئی جب جمائی لیتا ہے ہاتو اس سے شیطان ہنستا ہے ۶؎ (بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ تم میں سے کوئی جب کہتا ہے ہانو اس سے شیطان ہنستا ہے ۷؎

(۴۵۲۴) ۱؎ چھینک سے دماغ صاف ہوتا ہے چھینک آنے سے دماغ ہلکا ہو جاتا ہے طبیعت کھل جاتی ہے جس سے عبادت پر زیادہ قدرت ہوتی ہے۔ اطباء کہتے ہیں کہ زکام آکر خیریت سے گزر جاوے تو بہت بیماریوں کا دفعیہ ہے۔ ۲؎ جمائی سستی کی علامت ہے اس سے جسم میں جمود طاری ہوتا ہے چھینک رب کو پسند ہے جمائی شیطانی پسند اس لئے حضرات انبیاء کرام کو جمائی کبھی نہیں آتی۔ ۳؎ بعض علماء فرماتے ہیں کہ چھینک کا جواب دینا فرض ہے وہ اس حدیث سے دلیل لیتے ہیں کہ فرمایا گیا' حقا عام علماء اسے سنت کہتے ہیں۔ فرض والو میں بعض لوگ اسے فرض عین کہتے ہیں بعض فرض کفایہ اس سے معلوم ہوا کہ چھینکنے والا الحمد للہ بلند آواز سے کہے تاکہ لوگ سن سکیں اور صرف سننے والے پر جواب ہے نہ سننے والے پر کچھ نہیں جواب چھینک کے متعلق علماء کا بڑا اختلاف ہے حق یہ ہے کہ اس کا جواب سنت علی العین ہے کہ ہر سننے والا جواب دے۔ یہاں حق بمعنی واجب یا لازم نہیں بلکہ بمعنی استحقاق ہے جیسے فرمایا گیا کہ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں مریض کی عیادت کرنا جنازہ میں شرکت کرنا وغیرہ۔ ۴؎ یعنی شیطان کے اثر سے جمائی آتی ہے وہ اس سے خوش ہوتا ہے ہا کرے پر وہ ہنستا ہے اسی لئے حضرات انبیاء کرام کو جمائی کبھی نہیں

marfat.com

آئی۔ جیسے کہ انہیں احتلام نہیں ہوتا کہ یہ شیطانی چیزیں ہیں۔ (مرقات) ۵۔ جمائی دفع کرنے کی تین تدبیریں ہیں۔ جب جمائی آنے لگے۔ تو ناک سے زور سے سانس نکال دے۔ جب جمائی آنے لگے تو نیچا ہونٹ دانتوں میں دبالے۔ جب جمائی آنے لگے تو یہ خیال کرے کہ حضرات انبیاء کرام کو جمائی نہیں آتی۔ ۶۔ یعنی جب کوئی جمائی میں منہ پھیلاتا ہے اور ہاہ کہتا ہے تو شیطان خوب ٹھٹھہ مار کر ہنستا ہے کہ میں نے اسے پاگل بنادیا اپنا اثر اس پر کرلیا۔ ۷۔ یہ حدیث بہت اسنادوں سے مختلف الفاظ سے مروی ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض آوازوں سے شیطان بھاگتا ہے بعض آوازوں سے وہ خوش ہوتا ہے اللہ کے ذکر کی آواز سے اسے تکلیف ہوتی ہے۔ جمائی کی آواز سے وہ ہنستا ہے گانے باجے کی آواز پر وہ خوشی سے ناچتا ہو گا لہٰذا بری آوازوں سے بچو۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلْيَقُلْ لَهٗ اَخُوْهُ اَوْ صَاحِبُهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَاِذَا قَالَ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَلْيَقُلْ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ

(۴۵۲۵) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی چھینکے تو کہے الحمد للہ اور اس کا بھائی اس کا ساتھی اس سے کہے یرحمک اللہ پھر جب کہے یرحمک اللہ تو یہ کہے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم ۱۔ (بخاری)

(۴۵۲۵) ۱۔ چونکہ چھینک اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے لہٰذا اس پر اللہ کی حمد کرنی چاہیے چونکہ اس حمد سے اس نے اللہ کی نعمت کی قدر کی لہٰذا سننے والے نے اسے دعا دی یرحمک اللہ چونکہ اس دعا دینے والے نے اس پر احسان کیا لہٰذا احسان کا بدلہ احسان سے کرتے ہوئے یہ پھر اسے دعا دے اور کہے یہدیکم اللہ غرضیکہ ان ذکروں کے پھیر میں عجیب حکمت ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَمَّتَ اَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْاٰخَرَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَمَّتَّ هٰذَا وَلَمْ تُشَمِّتْنِيْ قَالَ اِنَّ هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ وَلَمْ تَحْمَدِ اللّٰهَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۵۲۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخصوں نے چھینک لی تو حضور نے ایک کو جواب دیا دوسرے کو جواب نہ دیا تو اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ان کو جواب دیا مجھے نہ دیا فرمایا اس نے اللہ کی حمد کی تم نے نہ کی ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۵۲۶) ۱۔ چھینک کے جواب کو **تشمیت** کہتے ہیں یہ بنا ہے شمت سے۔ بمعنی آفت و مصیبت یا لوگوں کا طعنہ اس سے ہے شماتت اعداء۔ باب تفعیل سلب کے لئے ہے لہٰذا اس کے معنی ہوئے ہوئے مصیبت دور کرنا یعنی دعا دینا دعاء خیر کو **تشمیت** اسے لئے کہا جاتا ہے۔ ۲۔ معلوم ہوا کہ چھینکنے والے کا جواب جب دیا جاوے جب وہ **الحمد للہ** کہے اور یہ سنے بھی ایک شخص نے دیوار کے پیچھے چھینک لی تو حضرت عمر نے فرمایا **یرحمک اللہ ان حمدت اللہ** اگر تو نے رب کی حمد کی ہو تو خدا تجھ پر رحم کرے اگر اکیلا آدمی چھینک لے اور **الحمد للہ** کہے کوئی جواب دینے والے نہ ہو تو خود ہی کہہ لے **یغفر اللہ لی ولکم** کیونکہ فرشتے اس کی چھینک کا جواب دیتے ہیں یہ ان کی نیت سے یہ دعا کرے جیسے نماز کے سلام میں فرشتوں کی نیت کرے اگر اکیلا ہو۔ (مرقات)

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَحَمِدَ

(۴۵۲۷) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب تم میں سے کوئی

marfat.com

اللّٰهَ فَشَمِّتُوْهُ فَاِنْ لَّمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ فَلَا تُشَمِّتُوْهُ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

چھینکے پھر خدا کی حمد کرے تو جواب دو اگر حمد نہ کرے تو اسے جواب نہ دو۔ (مسلم)

(۴۵۲۷) ۱۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ نہی ممانعت کے لئے ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو جواب دینا گناہ ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ نہی سنیت کی نفی کے لئے ہے۔ یعنی ایسے کو جواب دینا سنت نہیں۔ مگر گناہ بھی نہیں مگر یہ بات یقینی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کو جواب نہیں دیا۔ لہٰذا جواب نہ دینا ہی سنت ہے (اشعہ) خیال رہے کہ عدم فعل سنت نہیں ہوتا بلکہ ترک فعل سنت ہوتا ہے۔ عدم اور ترک میں بڑا فرق ہے۔ عدم زنا پر ثواب نہیں بلکہ ترک گناہ پر ثواب ہے۔ جب کسی کام کا باعث موجود ہو پھر کام نہ کیا جاوے وہ ترک ہے اور مطلقاً کوئی کام نہ کرنا عدم فعل ہے۔

وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَهٗ فَقَالَ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ثُمَّ عَطَسَ اُخْرٰى فَقَالَ الرَّجُلُ مَزْكُوْمٌ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ اَنَّهٗ قَالَ لَهٗ فِي الثَّالِثَةِ اَنَّهٗ مَزْكُوْمٌ۔

(۴۵۲۸) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سنا اور آپ کے پاس ایک شخص نے چھینک لی تو اس سے فرمایا **یرحمک اللہ** اس نے پھر دوبارہ چھینک لی تو فرمایا کہ یہ شخص زکام والا ہے ۱۔ (مسلم) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضور نے تیسری بار میں فرمایا کہ وہ زکام والا ہے ۲۔

(۴۵۲۸) ۱۔ معلوم ہوا کہ جو نزلہ زکام کا بیمار ہو اسے ہر چھینک پر جواب نہ دے کہ اس میں بہت حرج ہوگا کہ پھر تو وہ زکام والا کسی کو بات نہ کرنے دے گا وہ چھینکے جاوے تم جواب دیئے جاؤ جیسے اذان کا جواب دے مگر پہلی اذان کا پھر اذانیں سنتا رہے جواب دینا ضروری نہیں۔ ۲۔ زیادہ روایات تین کی ہی ہیں کہ حضور انور نے تیسری چھینک پر فرمایا کہ تجھے زکام ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ زکام والے شخص کو بجائے جواب دینے کے کہے **شفاک اللہ** تجھے اللہ شفا دے مگر یہ قول درست نہیں کیونکہ دعاء صحت تو ویسے ہی کرنی چاہیے چھینک پر کیا موقوف ہے یہ وقت شفا کی دعا کا نہیں ہے نیز زکام بیماری نہیں ہے بلکہ دماغی بیماریوں کا علاج اس سے بہت مرض دفع ہو جاتے ہیں (مرقات) زکام والے کو دیوانگی و جنون نہیں ہوتا جسے کبھی خارش ہو اسے جذام و کوڑھ نہیں ہوتا زکام و خارش میں رب تعالیٰ کی بہت حکمتیں ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا تَثَاءَبَ فَلْيُمْسِكْ اَحَدُكُمْ بِيَدِهٖ عَلٰى فِيْهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۵۲۹) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی جمائی لینے لگے تو اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لے ۱۔ کیونکہ شیطان داخل ہو جاتا ہے ۲۔ (مسلم)

(۴۵۲۹) ۱۔ اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی یا انگلیوں کی پشت منہ پر رکھ لے کہ یہ ہی سنت ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ ۲۔ یا تو خود شیطان ہی داخل ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ ضرور ہمارے خون کے ساتھ گردش کرتا ہے مگر ہمارے منہ میں اس وقت گھستا ہے یا اس کے وسوسہ داخل ہوتے ہیں بہرحال جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ ضرور رکھ لے کہ اس سے نہ شیطان داخل ہو گا نہ

marfat.com

اس کے وسوسہ نہ ہوائی کیڑے مکوڑے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا عَطَسَ غَطّٰی وَجْهَهٗ بِیَدِهٖ اَوْ ثَوْبِهٖ وَغَضَّ بِهَا صَوْتَهٗ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

(۴۵۳۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب چھینکتے تو اپنا چہرہ انور اپنے ہاتھ یا آستین سے ڈھانپ لیتے اور اس میں اپنی آواز بند کرتے ا۔ (ترمذی' ابوداؤد) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۴۵۳۰) ا۔ چھینک کے وقت اپنا پورا چہرہ یا پورا منہ کپڑے یا ہاتھ سے ڈھانپ لینا سنت ہے کہ اس سے رطوبت کی چھینٹیں نہ اڑیں گی اور اپنے یا دوسرے کے کپڑے خراب نہ ہوں گے اور چھینک کی آواز حتی الامکان پست کرنا بھی سنت ہے کہ یہ آواز بلند ہو تو بری معلوم ہوتی ہے لوگ اچھل پڑتے ہیں چھینک کی آواز آہستہ نکلے الحمد کی آواز بلند ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْیَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ وَلْیَقُلِ الَّذِیْ یَرُدُّ عَلَیْهِ یَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَلْیَقُلْ هُوَ وَیَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَیُصْلِحُ بَالَكُمْ۔

(۴۵۳۱) روایت ہے حضرت ابو ایوب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی چھینکے تو کہے ا۔ اللہ تم پر رحم کرے اور یہ کہے اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال درست کرے ۲۔ (ترمذی' دارمی)

(۴۵۳۱) ا۔ عمل۔ جو کوئی چھینک پر کہے **الحمد للہ** علی کل حال اور اپنی زبان سارے دانتوں پر پھیر لیا کرے تو انشاء اللہ دانتوں کی بیماریوں سے محفوظ رہے گا مجرب ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ جو کوئی چھینک پر کہے **الحمد للہ رب العالمین علی کل حال** تو انشاء اللہ اسے کبھی ڈاڑھ اور کان کا درد نہ ہو گا۔ امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے (ابن ابی شیبہ' مرقات) حق یہ ہے کہ تمام سننے والوں پر جواب دینا سنت ہے یعنی جواب چھینک سنت علی العین ہے ۲۔ کہ بال کے معنی دل' خیال' حال ہیں۔ یہاں معنی حال ہے: جب حال ہی ٹھیک ہو گیا تو دل و خیال بھی ٹھیک ہو جائیں گے اس لئے یہاں بال سے حال مراد لے تاکہ دعا جامع ہو جاوے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ كَانَ الْیَهُوْدُ یَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْجُوْنَ اَنْ یَّقُوْلَ لَهُمْ یَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ فَیَقُوْلُ یَهْدِیْكُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۵۳۲) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں کہ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینکا کرتے تھے ا۔ امید یہ کرتے تھے کہ ان سے فرمادیں اللہ تم پر رحم کرے مگر آپ فرماتے اللہ تمہیں ہدایت دے تمہارا حال درست کرے ۲۔ (ترمذی' ابوداؤد)

(۴۵۳۲) ا۔ یعنی دیدہ و دانستہ چھینک لیا کرتے تھے ناک میں تنکے ڈال کر یا کسی اور طریقہ سے جیسا کہ یعاطسون بتا رہا ہے۔ ۲۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ یہود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقبول الدعاء اللہ کا محبوب جانتے تھے اس لئے

marfat.com

آپ کی دعا لینے کی کوشش کرتے تھے مگر ایمان نہ لاتے تھے حضور سے دعا لینے کی ترکیب ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا ہے خصوصاً نماز تہجد کی پابندی کرنا۔ دوسرے یہ کہ کفار کے لئے دعاء مغفرت دعاء رحمت کرنا ممنوع ہے انہیں دعاء سے ہدایت کرے رحمت مغفرت صرف مسلمانوں کے لئے ہے ہدایت کفار کو بھی مل سکتی ہے کہ وہ ہدایت پاکر ایمان قبول کرلیں۔

وَعَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ قَالَ كُنَّا مَعَ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ لَهُ سَالِمٌ وَعَلَيْكَ وَعَلٰى اُمِّكَ فَكَانَ الرَّجُلُ وَجَدَ فِيْ نَفْسِهٖ فَقَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَقُلْ اِلَّا مَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ عَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكَ وَعَلٰى اُمِّكَ اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلْيَقُلْ لَهٗ مَنْ يَّرُدُّ عَلَيْهِ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَلْيَقُلْ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِيْ وَلَكُمْ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۵۳۳) روایت ہے حضرت ہلال ابن یساف سے ا۔ فرماتے ہیں کہ ہم سالم ابن عبید کے پاس تھے ۲۔ تو قوم میں سے کسی شخص نے چھینکا تو بولا السلام علیکم ۳۔ تو اس سے سالم نے کہا تجھ پر اور تیری ماں پر ۴۔ تو شاید وہ شخص اپنے دل میں غصہ ہوا ۵۔ تو فرمایا میں نے وہ ہی کہا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینک لی تھی تو بولا السلام علیکم تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ پر اور تیری ماں پر ۶۔ جب تم میں سے کوئی چھینکے تو کہے **الحمد للہ رب العلمین** اور اس کو جواب دینے والا کہے **یرحمک اللہ** اور یہ کہے **یغفر اللہ لی ولکم** ۷۔ (ترمذی، ابوداؤد)

(۴۵۳۳) ا۔ آپ **تابعی** ہیں حضرت اشجع کے آزاد کردہ غلام ہیں حضرت علی اور حضرت ابو مسعود انصاری، مسلم ابن قیس سے ملاقات ہے ۷۷ھ ایک سو ستتر میں وفات پائی آپ سے بہت لوگوں نے روایات لیں (مرقات واشعہ) ۲۔ یا تو منہ سے نکل گیا یا بجائے **الحمد للہ** کے السلام علیکم عمداً کہا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ بھی اللہ کا ذکر ہی ہے یا مسئلہ معلوم نہ تھا۔ ۳۔ یہ سلام تحیت کا نہیں ہے بلکہ اظہار ناراضی و بیزاری کا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر کے جواب میں فرمایا **قال سلام علیک** یعنی تجھے دور ہی سے سلام ہے اس سلام یعنی ناراضگی میں ماں کو اس لئے داخل فرمایا کہ ماں نے بچے کو دین نہ سکھایا یہ باتیں مائیں سکھاتی ہیں اس نے غفلت برتی۔ یا بچے ایسی بدعتیں اکثر ماؤں سے سیکھتے ہیں ہمارے ہاں لوگ چاند دیکھ کر سلام کرتے ہیں اماں سلام ابا سلام یہ بھی بوڑھی عورتوں کی رسم ہے چونکہ ان رسوم، بے موقعہ سلام کی موجد عورتیں ہوتی ہیں خصوصاً مائیں دادیاں اس لئے **علی امک** فرمایا۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ بے موقعہ سلام کرنے والے کو جواب سلام نہ دیا جاوے۔ دیکھو حضور انور نے وعلیکم السلام نہ فرمایا نیز چونکہ اس نے چھینک کر **الحمد للہ** نہ کہا لہٰذا اسے جواب بھی نہ دیا گیا اس حدیث سے بہت مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں ۵۔ یعنی اس نے منہ سے تو کچھ نہ کہا مگر اس کے چپ ہو جانے سے محسوس ہوا کہ اس کے دل کو اس جواب سے رنج ہوا۔ ۶۔ سبحان اللہ کیا حکیمانہ طریقہ اختیار فرمایا کہ اس کا رنج دور کرنے کو حدیث پیش فرمائی اور فرمایا کہ اس سارے ہی واقعہ میں میں متبع ہوں مبتدع نہیں ہوں (مرقات) ۷۔ مقصد یہ ہے کہ یہ موقع سلام کا نہ تھا بلکہ حمد الٰہی کا تھا اگر تم حسب موقعہ الحمد کہتے تو جواب پاتے ہر مقام کے لئے ذکر اللہ علیحدہ ہے خوشی کی خبر پر **انا للہ** نہ پڑھو غم کی خبر پر **الحمد للہ** نہ کہو۔

وَعَنْ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

(۴۵۳۴) روایت ہے حضرت عبید ابن رفاعہ سے ا۔ وہ نبی صلی

marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَمِّتِ الْعَاطِسَ ثَلٰثًا فَمَا زَادَ فَإِنْ شِئْتَ فَشَمِّتْهُ وَإِنْ شِئْتَ فَلَا۔ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا چھینکنے والے کو تین بار جواب دو پھر جو زیادہ کرے تو اگر چاہو جواب دو اگر چاہو نہ دو ۲۔ (ابوداؤد، ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۴۵۳۴) ۱۔ عبید ابن رفاعہ تابعی ہیں ان کے والد رفاعہ ابن رافع صحابی ہیں ان کی کنیت ابو معاذ ہے انصاری ہیں زرقی ہیں بدر، احد اور تمام غزوات نبوی میں شریک ہوئے جنگ جمل میں حضرت علی کے ساتھ تھے حضرت معاویہ کے زمانہ میں فوت ہوئے ان کے دو بیٹے ہیں عبید اور معاذ ایک بھتیجا یحییٰ ابن خلاد لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے (مرقات)۔ ۲۔ یعنی مسلمان کی تین چھینکوں کا جواب دینا سنت ہے مگر چوتھی چھینک کا جواب دینا سنت نہیں تمہاری مرضی پر ہے لیکن اگر جواب دیا تو انشاء اللہ ثواب ملے گا کہ مسلمان کو دعا دینا عبادت ہے یہاں یہ ارشاد نہ ہوا کہ خود چھینکنے والا چوتھی چھینک پر **الحمد للہ** کہے یا نہ کہے ظاہر یہ ہے کہ کہے حمد الٰہی بہتر ہی ہے۔

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ شَمِّتْ أَخَاكَ ثَلٰثًا فَإِنْ زَادَ فَهُوَ زُكَامٌ (رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَقَالَ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا أَنَّهُ رَفَعَ الْحَدِيْثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

(۴۵۳۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرمایا اپنے بھائی کو تین بار جواب دو اگر زیادہ ہو تو وہ زکام ہے ا۔ (ابوداؤد) اور فرمایا کہ میں انہیں نہیں جانتا ہوں مگر انہوں نے حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کی ۲۔

(۴۵۳۵) ا۔ اور زکام ایک بیماری ہے بیماری کی چھینک کا جواب سنت نہیں خیال رہے۔ کہ سنت نہ ہونا اور ہے خلاف سنت ہونا کچھ اور خلاف سنت چیز بدعت ہوتی ہے جس کا کرنا ممنوع ہوتا ہے اور سنت نہ ہونا ممنوع ہونے کی دلیل نہیں بخاری شریف پڑھنا سنت نہیں مگر خلاف سنت نہیں اس لئے ممنوع نہیں خلاف سنت وہ ہے جو سنت کو مٹادے اس کا فرق کتاب راہ جنت میں ملاحظہ فرماؤ آج لوگوں نے ان دونوں میں فرق نہیں کیا۔ ۲۔ قال کا فاعل ابوداؤد نہیں بلکہ وہ راوی ہیں جنہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت کی یعنی سعید مقبری، مطلب یہ ہے کہ سعید مقبری کہتے ہیں کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ کا قول نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے (لمعات) اگر مرفوع نہ بھی ہو تب بھی مرفوع کے حکم میں ہوگی کہ صحابی کا وہ قول جو قیاس سے وراء ہو۔ مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے (اشعہ) جیسا کہ کتب اصول فقہ میں مذکور ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ إِلٰى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا أَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَيْسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَقُوْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۴۵۳۶) روایت ہے حضرت نافع سے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر کی برابر میں چھینک لی تو بولا الحمد للہ کا شکر ہے اور رسول اللہ پر سلام ا۔ تو جناب ابن عمر نے کہا کہ میں بھی کہتا ہوں اللہ کا شکر ہے اور رسول اللہ پر سلام ۲۔ مگر ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نہ سکھایا ہمیں یہ سکھایا کہ ہم کہیں اللہ کا شکر ہے ہر حال پر ۳۔ (ترمذی)

marfat.com

(۴۵۳۶) ۱۔ غالباوہ صاحب سمجھے کہ حضور انور کو سلام بھی ذکر خیر ہے اور **الحمد للہ** بھی ذکر خیر اور خیر کو خیر سے ملانا زیادتی خیر کا ذریعہ ہے دیکھو خطبہ "مسجد میں داخلہ کے وقت حمد و صلوٰۃ و سلام ملے ہوتے ہیں۔ مگر یہ قیاس درست نہ تھا۔ (مرقات) ۲۔ یعنی میں نہ تو حمد الٰہی کا انکار کرتا ہوں نہ حضور کو سلام کرنے کا نہ ان دونوں کو جمع کرنے کا میں خود بارہا ان دونوں کو ملا کر کہا کرتا ہوں ۳۔ یعنی چھینک کے موقعہ پر حمد الٰہی کو سلام رسول اللہ سے ملانا خلاف سنت ہے۔ ہم کو حضور نے اس موقعہ پر یہ سکھایا کہ حمد کے ساتھ' علی کل حال ملائیں۔ نیز حمد کے ساتھ سلام کو لانا اس سنت کے ترک کا باعث ہے۔ لہٰذا بدعت ہے اور ممنوع۔ بعض علماء نے چھینک کے وقت درود شریف کو سنت فرمایا ہے۔ دیکھو اشعۃ اللمعات مگر وہ حضرات' علی کل حال کے بعد درود شریف کو مستحب کہتے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کسی نے چھینک کر کہا تھا السلام علیکم تو حضور انور نے اس پر کچھ سختی فرمائی تھی۔ مگر حضرت ابن عمر نے اس شخص پر نہایت نرمی کی وجہ یہ ہے کہ اس شخص نے **الحمد للہ** بالکل نہ کہا تھا۔ صرف سلام کیا تھا۔ لہٰذا اس پر سختی کی یہاں اس شخص نے حمد کے بعد سلام کہا یعنی حمد کو چھوڑا نہیں لہٰذا نرمی فرمائی۔ یا شاید اس شخص نے بارہا یہ قصور کیا ہوگا اس لئے اس پر سختی کی یہاں اس شخص نے پہلی بار یہ قصور کیا ہے مرقات میں اس دوسری توجیہ کا ذکر کیا۔

بَابُ الضِّحْكِ

ہنسنے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ضحک ض کے کسرہ ح کے سکون سے یا دونوں کے کسرہ سے یا ض کے فتحہ سے ح کے سکون سے ہے۔ بمعنی ہنسنا یہاں ضحک سے مراد ہنسنا تبسم کرنا سب مراد ہے اس لئے مصنف اس باب میں تبسم کا ذکر بھی کریں گے۔ **فقہاء** کے ہاں صرف دانت کھل جانا آواز نہ پیدا ہونا تبسم ہے تھوڑی آواز بھی پیدا ہونا جو خود سنی جائے' دوسرا نہ سنے ضحک ہے زیادہ آواز پیدا ہو کہ دوسرا بھی سنے اور منہ کھل جائے۔ قہقہہ ہے یعنی ٹھٹھا۔ نماز میں تبسم کرنے سے نہ نماز جائے نہ وضو۔ ہنسنے سے نماز جاتی رہے گی۔ ٹھٹھہ سے نماز وضو دونوں جاتے رہتے ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا ضَاحِكًا حَتّٰى أَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۵۳۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا ہنستے نہ دیکھا حتی کہ میں آپ کے انتہائی تالو دیکھ لیتی ۱۔ آپ مسکرایا کرتے تھے ۲۔ (بخاری)

(۴۵۳۷) ۱۔ یہ تفسیر ہے مستجمعا کی یعنی اس طرح ہنستے نہ دیکھا کہ آپ کا منہ شریف کھل جاتا اور میں آپ کے تالو کا آخری حصہ دیکھ لیتی لہوات جمع ہے لہات کی لہات وہ پارہ گوشت جو تالو کی انتہا اور حلق سے متصل ہے حضور انور اس طرح ساری عمر کبھی نہ ہنسے ۲۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے کبھی نہ تھے مسکراتے بہت تھے۔ ہنسنا قلب میں غفلت پیدا کرتا ہے تبسم خوش اخلاقی ہے اس سے سامنے والے کو خوشی ہوتی ہے۔ شعر:۔

☆ جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں ☆ اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام ☆

marfat.com

وَعَنْ جَرِيْرٍ قَالَ مَا حَجَبَنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ اَسْلَمْتُ وَلَا رَاٰنِيْ اِلَّا تَبَسَّمَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۵۳۸) روایت ہے حضرت جریر سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ جب سے مسلمان ہوا مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ نہ کیا ۲۔ اور مجھے نہ دیکھا مگر تبسم فرمایا ۳۔ (مسلم بخاری)

(۴۵۳۸) ۱۔ آپ جریر ابن عبداللہ ہیں کنیت ابو عمرو ہے۔ حضور انور کی وفات سے چالیس دن پہلے اسلام لائے بعد میں کوفہ میں قیام رہا ۵۱ اکیاون ہجری میں وفات پائی (اکمال) بڑے خوبصورت خوش خلق اپنی قوم کے سردار تھے ۲۔ یعنی جس موقعہ پر دوسروں کو اجازت لے کر آنا ہوتا تھا مجھے بغیر اجازت حاصل کئے حاضری کی اجازت تھی ایک بار حضور نے مجھے ایسی مجالس میں حاضری کی اجازت دیدی تھی گویا اپنا قرب و منزلت بیان فرمارہے ہیں۔ خیال رہے کہ حضور کی مجلس عامہ میں کسی کو اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی جیسے نماز جمعہ عید اور عام مجالس وعظ میں' دولت خانہ کے اندر کسی کو بغیر اجازت حاضر ہونے کی اجازت نہ تھی رب تعالیٰ فرماتا ہے **لا تدخلوا بیوت النبی** الخ مجالس خاصہ میں عام لوگ اجازت لے کر حاضر ہوتے تھے مگر کوئی خاص الخاص بغیر اجازت بھی یہاں اسی کا ذکر ہے۔ ۳۔ حضور کا یہ تبسم اظہار خوشی یا اظہار کرم کے لئے ہوتا تھا۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْمُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ يُصَلِّيْ فِيْهِ الصُّبْحَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَكَانُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ فَيَاْخُذُوْنَ فِيْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُوْنَ وَيَتَبَسَّمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ يُنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ۔

(۴۵۳۹) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ اٹھتے تھے اپنے اس مصلے سے جس میں فجر کی نماز پڑھتے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا پھر جب سورج طلوع ہو جاتا تو اٹھتے اور لوگ باتیں کرتے تھے تو جاہلیت کے زمانہ کے کاموں کے ذکر میں مشغول ہو جاتے تو ہنستے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے تھے ۱۔ (مسلم) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ وہ حضرات اشعار پڑھتے تھے۔

(۴۵۳۹) ۱۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نماز فجر کے بعد اشراق تک مصلے پر بیٹھا رہنا سنت ہے۔ دوسرے یہ کہ اس وقت تلاوت قرآن کرنا بہتر نہیں جن اوقات میں سجدہ حرام ہے ان اوقات میں تلاوت قرآن افضل نہیں کہ اس وقت سجدہ تلاوت نہ کر سکے گا تیسرے یہ کہ نفلی معتکف کو مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا جائز ہے یہ حضرات بہ نیت اعتکاف وہاں بیٹھتے تھے چوتھے یہ کہ مسجد میں جائز اشعار پڑھنا جائز بلکہ نعت شریف پڑھنا سنت صحابہ ہے پانچویں یہ کہ آخرت کی چیزیں کوئی اپنی عقل سے معلوم نہیں کر سکتا یہ صرف نبوت کے نور سے ہی معلوم ہوتی ہیں دیکھو حضرات صحابہ کرام اب بعد اسلام اپنے زمانہ جاہلیت کی باتوں پر خود ہنستے تھے کہ ہم اس وقت کیسے ناسمجھ تھے اب حضور کے صدقہ سے سمجھ بوجھ میسر ہوئی۔ چھٹے یہ کہ حضور انور بڑے ہی اخلاق کے مالک تھے کہ اپنے کو اپنے خدام کے ساتھ رکھتے تھے ان کے ہر کام میں شریک ہو جاتے تھے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

(۴۵۴۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن حارث ابن جزء سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہ دیکھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

marfat.com

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ) وسلم سے زیادہ تبسم والا ہوا۔ (ترمذی)

(۴۵۴۰) ۱۔ آپ صحابی ہیں زبیدی ہیں زبید ایک قبیلہ ہے جو زبید نامی ایک شخص کی طرف منسوب ہے آپ مصر میں سب سے آخری صحابی ہیں جو فوت ہوئے اسی ہجری میں مصر میں وفات پائی۔ ۲۔ تبسم میں ہزارہا حکمتیں ہیں۔ حضور کی ہر ادا میں رب تعالیٰ کی حکمتیں ہوتی ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ قَتَادَۃَ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ هَلْ كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُوْنَ قَالَ نَعَمْ وَالْإِيْمَانُ فِیْ قُلُوْبِهِمْ أَعْظَمُ مِنَ الْجَبَلِ وَ قَالَ بِلَالُ بْنُ سَعْدٍ أَدْرَكْتُهُمْ يَشْتَدُّوْنَ بَيْنَ الْأَغْرَاضِ وَيَضْحَكُ بَعْضُهُمْ إِلٰی بَعْضٍ فَإِذَا كَانَ اللَّيْلُ كَانُوْا رُهْبَانًا. (رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

(۴۵۴۱) روایت ہے حضرت قتادہ سے کہ حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہنستے تھے ۱۔ فرمایا ہاں حالانکہ ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے بڑا تھا ۲۔ اور بلال ابن سعد نے کہا ۳۔ کہ میں نے صحابہ کو پایا کہ وہ نشانوں کے درمیان دوڑ لگاتے تھے اور ان کے بعض بعض سے ہنسی کرتے تھے جب رات ہوتی تو راہب (تارک الدنیا) بن جاتے تھے ۴۔ (شرح سنہ)

(۴۵۴۱) ۱۔ شاید سائل نے وہ حدیث سنی ہوگی کہ زیادہ ہنسنا دل مردہ کرتا ہے تو اس نے سوچا ہوگا کہ حضرات صحابہ کبھی نہ ہنستے ہوں گے وہ حضرات زندہ دل تھے پھر انہیں ہنسی سے کیا تعلق جسے آج لوگ کہتے کہ ولی وہ جس کے گھر بار بیوی بچے کچھ نہ ہو جنگل میں تارک الدنیا ہو کر رہے مشہور ہے کہ وہ فقیر کیسا جو پاس رکھے پیسہ ۲۔ جواب کا مقصد یہ ہے کہ ہنسنا حرام نہیں حلال ہے وہ حضرات وہ ہنسی نہ ہنستے تھے جو دل مردہ کر دے یعنی ہر وقت ہنستا رہنا بلکہ وہ ہنسی ہنستے تھے جو دل کو شگفتہ رکھے اور سامنے والے کو بھی شگفتہ بنا دے ان حضرات کے دل ایمان سے بھرے ہوئے تھے ساتھ ہی وہ حضرات شگفتہ دل بھی تھے ان کے پاس بیٹھنے والے بھی خوش ہو جاتے تھے۔ ۳۔ آپ **تابعی** ہیں بہترین واعظ عابد شب زندہ دار۔ دمشق میں قیام رہا آپ کو دمشق کا حسن بصری کہا جاتا تھا آپ کی ملاقات اپنے والد، تمیم داری، امیر معاویہ، جابر سے ہے رضی اللہ عنہم ۱۲۰ ایک سو بیس ہجری میں وفات ہوئی (اشعہ) ۴۔ یعنی وہ حضرات دن میں بھاگ دوڑ ہنسی مذاق سب کچھ کرتے تھے تیر اندازی ان کا بہترین مشغلہ تھا۔ مگر جب رات ہوتی تو مصلی ہوتا اور یہ حضرات ہوتے۔ اتحاب دعوت، مناجات، عبادات میں مشغول ہو کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے۔ خیال رہے کہ شب بیداری یعنی نماز تہجد کی قرآن کریم میں بہت ہی تعریف آئی ہے رب تعالیٰ نصیب کرے تو سمجھو کہ تمام نمازیں اطاعت کی ہیں یہ نماز محبت کی تمام نمازیں مسلمانوں کے لئے آئیں مگر تہجد خاص حضور حضور انور کے لئے رب فرماتا ہے۔ **ومن الیل فتہجد بہ نافلۃ لک** اب جو بھی تہجد پڑھتا ہے حضور کے صدقے پڑھتا ہے حضرات صحابہ ظاہراً ہنستے تھے باطن کی آنکھ سے روتے تھے اشباہ (صورتوں) میں فرشی تھے ارواح میں عرشی تھے بدن سے مخلوق میں تھے دل میں خالق کے ساتھ یہ ظاہر سب کے ساتھ بہ باطن رب کے پاس فقراء کے لباس میں بادشاہ تھے ان میں سے ہر صحابی ایسا تھا۔ شعر:۔

☆ شیر نر در پوشین برہ اے ☆ آفتابے در لباس ذرہ ☆

marfat.com

بکرے کی کھال میں شیر ذرہ کے لباس میں سورج رضی اللہ عنہم۔

بَابُ الْاَسَامِیْ

ناموں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

اسامی الف کے فتحہ ی کے شد سے جمع اسم کی بروزن افاعیل۔ اسم سے مراد نام ہے خواہ عسم ہو یا اور کچھ اس باب میں بتایا جاوے گا کہ کیسا نام برا ہے کیسا اچھا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی السُّوْقِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا اَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّمَا دَعَوْتُ هٰذَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِیْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۵۴۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تھے کہ ایک آدمی نے کہا اے ابو القاسم ۱؎ تو اس کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ فرمائی وہ بولا کہ میں نے تو اس کو بلایا ہے تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا نام تو رکھو میری کنیت نہ رکھو ۲؎۔ (مسلم بخاری)

(۴۵۴۲) ۱؎ کسی شخص کا نام ابو القاسم تھا اس نے اسے پکارا۔ ۲؎ مقصد یہ ہے کہ اگر ہزاروں کے نام محمد ہوں تو دھوکہ نہ ہوگا کیونکہ حضور کو صرف نام سے پکارنا حرام ہے اب جو حضور کو پکارے گا وہ یا رسول اللہ کہے گا یا محمد نہ کہے گا اگر یا محمد کہہ کر پکارے گا تو کسی اور محمد کو پکارے گا نہ کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور کو نام لیکر نہ پکارا **یایہا النبی یایہا الرسول** سے پکارا لہٰذا نام کے اشتراک میں شبہ و دھوکہ نہ ہوگا۔ کنیت کے اشتراک میں ضرور دھوکا ہوگا (مرقات) لہٰذا حدیث واضح ہے پس حضور انور کو یا ابا القاسم کہہ کر پکار سکتے ہیں کہ یہ حضور کا لقب ہے جیسے رسول اللہ نبی اللہ مگر یا محمد کہہ کر نہیں پکار سکتے کہ محمد حضور کا نام شریف ہے۔ دیکھو مرقات حضور انور کے بڑے صاحبزادے کا نام قاسم تھا اس نام سے آپ کی کنیت ابو القاسم ہوئی۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمُّوْا بِاسْمِیْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِیْ فَاِنِّیْ اِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۵۴۳) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو کیونکہ میں قاسم بنایا گیا ہوں کہ تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں ۱؎۔ (مسلم بخاری)

(۴۵۴۳) ۱؎ یعنی اللہ کی ہر نعمت تقسیم میرے ہاتھ سے ہوتی ہے دنیاوی نعمت ہو یا اخروی اس لئے حضرات صحابہ نے بارش، جنت، آنکھیں دولت اولاد حضور سے مانگی ہیں جب جنت ہی حضور سے مانگ لی تو دیگر چیزیں بدرجہ اولی حضور سے مانگی جا سکتی ہیں اس کے لئے ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ اور جاء الحق کا مطالعہ کرو دوسری روایت میں ہے اللہ المعطی وانا القاسم نہ اللہ کی عطا مقید ہے نہ حضور کی تقسیم رب فرماتا ہے **اغنہم اللہ ورسولہ من فضلہ**۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت حضور کی حیات شریف میں تھی بعد وفات ہر طرح اجازت ہے خواہ حضور انور کا نام رکھے یا آپ کی کنیت یا دونوں جمع کر دے کہ نام رکھے محمد کنیت

marfat.com

رکھے ابو القاسم اس کے متعلق اور بہت سے قول ہیں یہ ہی قول قوی ہے۔ جو ہم نے عرض کیا کہ یہ حکم حیات شریف میں تھا (مرقات واشعہ) حضرت علی نے حضور کے بعد اپنے بیٹے کا نام محمد کنیت ابو القاسم رکھی جنہیں محمد ابن حنفیہ کہا جاتا ہے اور انہوں نے حضور سے پہلے پوچھا تھا کہ کیا میں آپ کے بعد اپنے کسی بیٹے کا نام محمد کنیت ابو القاسم رکھ سکتا ہوں فرمایا تھا' ہاں۔ خیال رہے کہ اگر قاسم قوی ہو تو تقسیم بھی قوی ہوتی ہے' ڈول' چرسہ' رہٹ' ٹیوب ویل' دریا بادل سب ہی پانی تقسیم کرتے ہیں مگر ان کی تقسیموں میں جو فرق ہے وہ معلوم ہے سارے نبی اللہ کی نعمتیں تقسیم کرتے تھے حضور بھی تقسیم کرتے ہیں حضور کی تقسیم بہت قوی ہے تمام امتوں میں وضو تھا مگر اعضاء کا چمکنا حضور کی امت کے وضو سے ہے پانچ نمازوں کا ثواب پچاس ہے کیوں اس لئے کہ یہ حضور کی تقسیم سے ملی ہیں اب پڑھو **اللہ المعطی وانا القاسم**

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَائِكُمْ اِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ - (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۵۴۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے ناموں میں رب تعالیٰ کو بہت پسند نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہے ۱؎ (مسلم)

(۴۵۴۴) ۱؎ یہ نام اس لئے پیارے ہیں کہ ان میں اپنی عبدیت کو رب کی طرف نسبت کیا گیا ہے تو اس میں دونوں چیزوں کا اظہار ہے اپنی عبدیت اللہ کی ربوبیت یعنی انبیاء کرام کے ناموں کے بعد یہ نام رب کو بہت پسند ہیں سب سے بہتر یہ ہے کہ کسی نبی کے نام پر نام رکھے اس کے بعد یہ بہتر ہے کہ یہ نام رکھے یہاں عبد اللہ اور عبد الرحمٰن بطور تمثیل فرمائے گئے اسماء **الٰہیہ** میں سے کسی کی طرف عبدیت کی طرف نسبت کرے بہتر ہے۔ خیال رہے کہ **ملئکہ** کے نام پر نام رکھنا ممنوع ہے لہٰذا کسی چیز کا جبریل یا میکائیل نام نہ رکھو جیسا کہ حدیث میں ہے (مرقات) چنانچہ بخاری نے اپنی تاریخ میں ایک حدیث نقل کی کہ نبیوں کے نام پر نام رکھو فرشتوں کے نام پر نام نہ رکھو۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَمِّيَنَّ غُلَامَكَ يَسَارًا وَلَا رَبَاحًا وَلَا نَجِيْحًا وَلَا اَفْلَحَ فَاِنَّكَ تَقُوْلُ اَثَمَّ هُوَ فَلَا يَكُوْنُ فَيَقُوْلُ لَا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ لَا تُسَمِّ غُلَامَكَ رَبَاحًا وَلَا يَسَارًا وَلَا اَفْلَحَ وَلَا نَافِعًا۔

(۴۵۴۵) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے غلام کا نام نہ یسار رکھو ۱؎ نہ رباح نہ نجیح اور نہ افلح ۲؎ کیونکہ تم کہو گے کہ کیا یہاں وہ ہے ہو گا نہیں تو کہے گا نہیں ۳؎ (مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اپنے غلام کا نام نہ رباح رکھو نہ یسار نہ افلح نہ نافع ۴؎

(۴۵۴۵) ۱؎ غلام سے مراد مطلقاً لڑکا ہے خواہ بیٹا ہو یا غلام یا کوئی اور وہ جس کا نام رکھنا ہمارے قبضہ میں ہو۔ نہی تنزیہہ کی ہے یعنی یہ نام بہتر نہیں ۲؎ یسار کے معنی ہیں فراخی' عسر کا مقابل۔ رباح کے معنی ہیں' نفع' خسارہ کا مقابل نجیح کے معنی ہیں کامیاب' ظفریاب۔ افلح کے معنی ہیں نجات والا یہ ممانعت صرف ان ناموں میں محدود نہیں بلکہ ان جیسے اور نام جن کے معنی میں خوبی و عمدگی ہو جیسے ظفر' برکت وغیرہ (اشعہ) یہ نام نہ رکھنا بہتر ہے۔ اس کی وجہ خود بیان فرما رہے ہیں ۳؎ تو اس صورت میں تمہارے گھر سے نفع' فتح' نجات کی نفی ہو جاوے گی نام رکھے تھے نیک فالی کے لئے مگر جب ان کی نفی کی گئی تو بد فالی ہو گی۔ ۴؎ اس روایت میں نافع

marfat.com

نہ تھا۔ یہاں نافع بھی ہے خیال رہے کہ سب سے اعلیٰ و افضل نام محمد اور احمد ہے کہ رب کے محبوب کے نام ہیں پھر ابراہیم' اسماعیل وغیرہ کہ حضرات انبیاء کے نام ہیں۔ پھر عبداللہ عبدالرحمٰن عبدالستار وغیرہ کہ ان میں اپنی عبدیت اور اللہ کی ربوبیت کا اعلان ہے۔ بے معنی یا برے معنی والے نام ممنوع ہیں۔ جیسے 'بدھو' تلو' یا جیسے نسیم' ریاض' جاوید' اختر وغیرہ۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَرَادَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّنْھٰی عَنْ اَنْ یُّسَمّٰی بِیَعْلٰی وَبِبَرَکَۃَ وَبِاَفْلَحَ وَبِیَسَارٍ وَبِنَافِعٍ وَبِنَحْوِ ذٰلِکَ ثُمَّ رَاَیْتُہٗ سَکَتَ بَعْدُ عَنْھَا ثُمَّ قُبِضَ وَلَمْ یَنْہَ عَنْ ذٰلِکَ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۵۴۶) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ **یعلی** برکت افلح' یسار' نافع اور ان کی مثل نام رکھنے سے منع فرمادیں میں نے پھر آپ کو دیکھا کہ بعد میں اس سے خاموش رہے پھر وفات پاگئے ا۔ اور اس سے منع نہ فرمایا (مسلم)

(۴۵۴۶) ا۔ یعنی مجھے علامات سے معلوم ہوتا تھا کہ حضور انور ان ناموں سے ممانعت فرمادیں گے مگر کی نہیں یا تو حضرت جابر کو ممانعت کی خبر نہ ہوئی۔ پچھلی روایت میں ممانعت گزر چکی اور نفی کی روایت پر ثبوت کی روایت مقدم ہوتی ہے یا یہاں مراد حرمت کی نفی ہے یعنی یہ نام رکھنا حرام نہ فرمایا اور پچھلی روایات میں تنزیہی کراہت کی نفی تھی لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ یہاں مرقات میں ناموں کی بہت تفصیل ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ خوب' ولید' رباح' حکم' کلب' **کلیب** وغیرہ ناموں سے منع فرمایا وہ ہی کراہت تنزیہی۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْنَعُ الْاَسْمَآءِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عِنْدَ اللّٰہِ رَجُلٌ یُّسَمّٰی مَلِکَ الْاَمْلَاکِ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ) وَفِیْ رِوَایَۃٍ مُسْلِمٍ قَالَ اَغْیَظُ رَجُلٍ عَلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَخْبَثُہٗ رَجُلٌ کَانَ یُسَمّٰی مَلِکَ الْاَمْلَاکِ لَا مَلِکَ اِلَّا اللّٰہُ۔

(۴۵۴۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین نام کا وہ شخص ہے جس کا نام ملک الاملاک رکھا جاوے ا۔ (بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا اللہ کا سخت غضب ناک قیامت کے دن اور خبیث ترین وہ شخص ہے جس کا نام ملک الاملاک رکھا جاوے خدا کے سوا کوئی بادشاہ نہیں۔ ۲۔

(۴۵۴۷) ا۔ اس لئے کہ ان ناموں میں فخر و تکبر کا اظہار ہے نہ ذلت کے نام رکھو نہ فخر و تکبر کے خیال رہے کہ ناموں کا اور حکم ہے القاب و خطابات کا دوسرا حکم کسی کو ملک العلماء کا خطاب دینا ممنوع نہیں نام رکھنا ممنوع ہے ملک الاملاک کا ترجمہ ہے بادشاہوں کا بادشاہ یعنی شہنشاہ اور ظاہر کہ اس نام میں تکبر ہے اس عبارت میں رجل سے پہلے نام محذوف ہے اور یہ اخنی الاسماء کی خبر ہے (اشعہ) ۲۔ یعنی حقیقی اور دائمی بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے بندوں کی بادشاہت و ملکیت عارضی ہے ایسے نام رکھنے والا گویا رب تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے خیال رہے کہ املاک جمع ہے ملک کی لام کے کسرہ سے اور ممالک جمع ہے ملک کی لام کے ضمہ سے ملوک جمع ہے ملک بمعنی بادشاہ کی مالک الملوک' مالک الاملاک' اور مالک ممالک تمام نام ممنوع ہیں خیال رہے کہ یہ ناراضی جب ہے جبکہ وہ شخص اس نام سے راضی ہو اگر راضی نہیں تو وبال اس کے ماں باپ پر ہے جنہوں نے اس کا یہ نام رکھا اسے چاہیے کہ اپنا نام تبدیل کرے۔

marfat.com

وَعَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِىْ سَلَمَةَ قَالَتْ سُمِّيْتُ بَرَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمُ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ سَمُّوْهَا زَيْنَبَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۵۴۸) روایت ہے حضرت زینب بنت ابی سلمہ سے ا۔ فرماتی ہیں کہ میرا نام برہ رکھا گیا ۲۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خود اپنی صفائیاں نہ دو تم میں سے بھلائی والے کو اللہ جانتا ہے ۳۔ اس کا نام زینب رکھو ۴۔

(۴۵۴۸) ا۔ یہ زینب حضور انور کی سوتیلی بیٹی ہیں جو اپنی والدہ جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور اقدس کے گھر میں آئیں اور حضور انور کی پرورش میں رہیں اور زینب بنت خدیجۃ الکبریٰ حضور کی سگی بیٹی ہیں جو ابو العاص کے نکاح میں رہیں ۲۔ یعنی میری والدہ ام سلمہ نے یا میرے والد ابو سلمہ نے میرا نام برہ رکھا برہ کے معنی ہیں نہایت نیک صالحہ بچی ۳۔ اس فرمان عالی میں اشارہ ان آیات کریمہ کی طرف ہے۔ **لا تزکوا انفسکم' بل اللہ یزکی من یشاء** ۴۔ زینب کے بہت معنی ہیں زنب بمعنی موٹاپا تندرستی زینب موٹی و تندرست عورت یا زنب وہ درخت جو خوبصورت خوشبودار ہو یا لفظ بنا ہے زین اور اب سے یعنی اچھے باپ کی بیٹی یہ تیسرے معنی نہایت موزوں ہیں (مرقات) واقعی ان سے بڑھ کر اچھے باپ والی بیٹی کون ہوگی۔ رضی اللہ عنہا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ جُوَيْرِيَةُ اسْمُهَا بَرَّةُ فَحَوَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَهَا جُوَيْرِيَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ اَنْ يُّقَالَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ بَرَّةَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۵۴۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جویریہ کا نام برہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام جویریہ سے تبدیل کر دیا ا۔ اور یہ ناپسند کرتے تھے کہ کہا جاوے برہ کے پاس سے گئے ۲۔ (مسلم)

(۴۵۴۹) ا۔ جویریہ تصغیر ہے جاریۃ کی جاریہ کے معنی ہیں لڑکی۔ جویریہ چھوٹی لڑکی آپ جویریہ بنت الحارث ہیں غزوہ **مریسیع** جسے غزوہ بنی مصطلق بھی کہتے ہیں جو ۵ھ میں ہوا اس میں قید ہو کر آئیں ثابت ابن قیس کے حصہ میں آئیں انہیں نے آپ کو مکاتبہ کر دیا حضور انور نے آپ کا مال کتابت ادا کر دیا اور آپ سے نکاح کر لیا آپ کی وفات ربیع الاول ۵۶ھ چھپن میں ہوئی۔ ۶۵ پینسٹھ سال عمر پائی۔ رضی اللہ عنہا (اکمال) ۲۔ یعنی حضور انور نے برہ نام اس لئے بدل دیا کہ اگر آپ اپنی ان بیوی صاحبہ کے پاس سے تشریف لائیں تو یہ نہ کہا جاوے کہ آپ برہ یعنی یا نیکی کے پاس سے آئے کہ اس کا مطلب یہ بن جاتا ہے کہ نیکی سے نکل کر آئے تو نعوذ باللہ برائی میں آئے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ بِنْتًا كَانَتْ لِعُمَرَ يُقَالُ لَهَا عَاصِيَةُ فَسَمَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيْلَةَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۵۵۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ حضرت عمر کی بیٹی کا نام عاصیہ تھا ا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام جمیلہ رکھا ۲۔ (مسلم)

(۴۵۵۰) ا۔ عاصیہ 'عاصی' بمعنی گنہگار کا مونث نہیں وہ تو عصیان سے بنتا ہے۔ بلکہ عاص یا عیص کا مونث عرب میں عیص گنجان درخت کو کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بھائی کا نام عیص ابن اسحاق تھا۔ ایک صحابی کا نام ابو العاص ہے ان ناموں کا ماخذ یہ ہی عیص ہے۔ (مرقات) ۲۔ چونکہ عاصیہ کے ایک معنی گنہگار عورت بھی ہے اس لئے حضور انور نے یہ نام بدل دیا اہل جاہلیت اس نام کے معنی کرتے تھے برائیوں سے انکار کرنے والی بی بی خیال رہے کہ برہ اور جمیلہ میں فرق یہ ہے کہ برہ بذات خود

marfat.com

نیک اور جمیلہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نیک بی بی جس سے نیک اعمال ہی سرزد ہوں۔ جمیلہ بنا ہے جمال ۔ بمعنی حسن سے عاصیہ کا مقابل مطیعہ ہے۔ مگر جو جمیل ہو وہ مطیع بھی ہے۔ (مرقات)

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اُتِيَ بِالْمُنْذِرِ بْنِ اَبِيْ اُسَيْدٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وُلِدَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ فَقَالَ مَا اسْمُهٗ قَالَ فُلَانٌ قَالَ لَا لٰكِنِ اسْمُهٗ الْمُنْذِرُ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۵۵۱) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں کہ منذر ابن ابی اسید کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لایا گیا۔ جبکہ وہ پیدا ہوئے تو اسے حضور نے اپنی ران پر رکھا فرمایا اس کا نام کیا ہے عرض کیا فلاں فرمایا نہیں لیکن اس کا نام منذر ہے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۵۵۱) ۱۔ سہل ابن سعد ساعدی مشہور صحابی ہیں مدینہ کے آخری صحابی آپ ہی ہیں کہ آپ کی وفات سے مدینہ صحابہ سے خالی ہوا منذر تابعی ہیں ثقہ ہیں ابو اسید کا نام مالک ابن اسعد ہے (اشعہ) ۲۔ پتہ نہ چلا کہ ان کا پہلا نام کیا تھا۔ حضور انور نے منذر نام رکھا منذر کے معنی عالم فقیہ بھی ہو سکتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے **لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم** تو اس نام میں اچھی فال بھی ہے کہ یہ بڑے ہو کر عالم فقیہ بنیں (مرقات)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ عَبْدِيْ وَاَمَتِيْ كُلُّكُمْ عَبِيْدُ اللّٰهِ وَكُلُّ نِسَآئِكُمْ اِمَآءُ اللّٰهِ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ غُلَامِيْ وَجَارِيَتِيْ وَفَتَايَ وَفَتَاتِيْ وَلَا يَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّيْ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ سَيِّدِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِيَقُلْ سَيِّدِيْ وَمَوْلَايَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَقُلِ الْعَبْدُ لِلسَّيِّدِ مَوْلَايَ فَاِنَّ مَوْلَاكُمُ اللّٰهُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۵۵۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی نہ کہے کہ میرا عبد میری **امۃ** تم سب اللہ کے عبد ہو اور تمہاری تمام عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہیں ۱۔ لیکن کہے کہ میرا غلام اور میری لونڈی اور میرا فتا اور میری فتات ۲۔ اور غلام نہ کہے کہ میرا رب لیکن کہے میرا سید اور ایک روایت میں ہے کہ کہے میرا سید میرا مولا ۳۔ اور ایک روایت میں ہے کہ غلام اپنے آقا کو مولا نہ کہے کیونکہ تمہارا مولیٰ اللہ ہے ۴۔ (مسلم)

(۴۵۵۲) ۱۔ عبد ۔ بمعنی عابد بھی ہے اور ۔ بمعنی خادم بھی ۔ بمعنی عابد ہو تو صرف رب تعالیٰ کی طرف نسبت ہو گا جیسے عبد اللہ یا عباد اللہ۔ ۔ بمعنی خادم بندوں کی طرف مضاف ہو جاتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **من عبادکم وامائکم** چونکہ اس میں عابد کے معنی کا بھی احتمال ہے لہٰذا **عبدی** کہنا مناسب نہیں یوں ہی **امہ** کے معنی ہیں مملوکہ حقیقی مالک رب تعالیٰ ہی ہے اور حقیقی مملوک ہم سب اس کے ہیں لہٰذا بہتر یہ ہی ہے کہ **امۃ** کو اپنی طرف نسبت نہ کرو۔ ۲۔ خیال رہے کہ یہ حکم استحبابی ہے نہ کہ لازمی حکم لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ **من عبادکم وامائکم** اہل عرب دن رات کہتے ہیں **عبدی** فقہاء ہمیشہ فرماتے ہیں **عبدی حر** لہٰذا نہ اہل عرب گنہگار ہیں نہ فقہاء۔ ۲۔ رب ۔ بمعنی مربی بندہ کو کہنا جائز ہے یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے نوکر سے کہا تھا **ارجع الی ربک** قرآن کریم میں ہے **رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا** ۴۔ یہاں بھی یہ ہی ہے کہ مولیٰ کہنا بالکل جائز ہے حضور انور نے خود فرمایا **مولی القوم منھم** مگر چونکہ مولیٰ کے چند معنی ہیں ایک معنی وہ ہیں جو صرف رب تعالیٰ

marfat.com

کی صفت ہے اس لئے اگر یہ لفظ بندے کے لئے نہ بولے تو بہتر ہے اور ہو سکتا ہے۔ کہ یہ حدیثیں منسوخ ہوں ان کی ناسخ وہ احادیث و آیات ہوں جن میں بندوں کے لئے مولیٰ، عبد، سید وغیرہ کہا گیا ہے۔ لہٰذا عبدالنبی۔ عبدالرسول وغیرہ نام جائز ہیں صاحب درمختار کے شیخ کا نام عبدالنبی تھا دیکھو درمختار کا مقدمہ اس کی مکمل بحث ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوا الْكَرْمَ فَاِنَّ الْكَرْمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ لَا تَقُوْلُوا الْكَرْمَ وَلٰكِنْ قُوْلُوا الْعِنَبَ وَالْحَبْلَةَ)

(۴۵۵۳) روایت ہے انہیں سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کرم نہ کہو کیونکہ کرم مومن کا دل ہے ا۔ (مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں وائل ابن حجر سے ہے فرمایا نہ کہو کرم لیکن کہو عنب اور حبلہ ۲۔

(۴۵۵۳) ا۔ اہل عرب انگور کو اس لئے کرم کہتے تھے کہ اس سے شراب بنتی ہے شراب پی کر انسان نشہ میں بہت سخی بن جاتا ہے کہ اپنا مال جائز ناجائز جگہ خوب اڑاتا ہے وہ سمجھتے تھے کہ انگور شراب کی اصل ہے اور شراب کرم و سخاوت کی اصل لہٰذا انگور گویا سراپا کرم و سخاوت ہے جب شراب حرام کی گئی تو انگور کو کرم کہنے سے بھی منع کر دیا گیا اور فرمایا گیا کہ کرم تو مومن کا قلب یا خود مومن تم ایسا اچھا نام ایسی خبیث چیز کو کیوں دیتے ہو عربی میں اچھی زمین، انگور حج جہاد سب کو کرم کہتے ہیں۔ یہ حدیث اس کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ رب فرماتا ہے **ان اکرمکم عند اللہ اتقکم** (مرقات) بہرحال یہ ممانعت یا محض تنزیہی ہے یا منسوخ ہے اس حدیث کی اور بہت تو جیہیں ہیں جو اشعہ نے بیان کیں۔ ۲۔ یہاں عنب سے مراد درخت انگور ہے نہ کہ انگور کا پھل، حبلہ درخت انگور کی جڑ کو کہتے ہیں۔ اور عنب انگور کے پھل کو بھی کہتے ہیں اور درخت انگور کو بھی۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ الْكَرْمَ وَلَا تَقُوْلُوْا يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۵۵۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انگور کا نام کرم نہ رکھو اور نہ کہو ہائے محرومی زمانہ کی ا۔ کیونکہ اللہ ہی زمانہ ہے ۲۔ (بخاری)

(۴۵۵۴) ا۔ اہل عرب ہر مصیبت کو زمانہ کی طرف سے سمجھتے تھے اس لئے مصیبت پڑنے پر زمانہ کی شکایات کرتے بلکہ زمانہ کو گالیاں دیتے تھے ان کے محاورہ کے الفاظ میں اسے یہ لفظ بھی یا **خیبتہ الدھر** ہائے زمانہ کی محرومی اور زمانہ کا نقصان و خسارہ ہم کو اس سے منع فرمایا گیا۔ ۲۔ اس جملہ کی شرح کتاب الایمان میں گزر گئی اس جملہ کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ کو پھیرنے والا ہے زمانہ کو برا کہنا درپردہ رب تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا ہے ہمارے ہاں بھی یہ بیماری ہے عوام کا ذکر کیا بعض پڑھے لکھے لوگ زمانہ کو برا کہتے ہیں چنانچہ مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے اپنے بزرگ رشید احمد صاحب گنگوہی کا مرثیہ لکھا۔ تو اس میں زمانہ کو بڑی جلی کٹی سنائیں وہ مرثیہ گنگوہی دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ کیسے ہیں اپنے بزرگوں کو نبیوں سے بڑھا دیتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسُبُّ اَحَدُكُمُ الدَّهْرَ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۵۵۵) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی زمانہ کو گالی نہ دے کیونکہ اللہ ہی زمانہ ہے ا۔ (مسلم)

(۴۵۵۵) ا۔ اسلام میں زمانہ کو مؤثر نہیں مانا گیا موثر اور متصرف اللہ تعالیٰ ہے بعض لوگ سردی گرمی کو رات و دن کو گالیاں

marfat.com

دیدیتے ہیں وہ بھی گنہگار ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِيْ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِيْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يُؤْذِيْنِي ابْنُ اٰدَمَ فِيْ بَابِ الْاِيْمَانِ۔

(۴۵۵۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہو گیا لیکن کہے کہ میرا نفس پریشان ہو گیا ۱۔ (مسلم بخاری) اور ابو ہریرہ کی حدیث کہ مجھے ابن آدم نے ستایا باب الایمان میں ذکر کی گئی ۲۔

(۴۵۵۶) ۱۔ عربی میں خبث اور لقس ہم معنی ہیں۔ معنی پریشانی برائی۔ مگر خبث فساد عقیدہ پر بھی بولا جاتا ہے کفر بیدینی خباثت ہے۔ لہٰذا اپنے لئے یہ لفظ مشترک استعمال نہ کرو کہ اس میں ایک معنی سے اپنے کفر یا بے دینی کا اقرار ہے بلکہ بجائے خبثت کے لقست کہو گویا جس کے لفظ کے دو معنی ہوں اچھے و برے ایسے لفظ کو اپنے لئے نہ بولو وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ جو صبح کو پڑا سوتا رہتا ہے۔ وہ خبیث النفس کسلان اٹھتا ہے وہاں اپنے کو یا کسی خاص شخص کو خبیث نہیں کہا گیا۔ بلکہ ایک قاعدہ کلیہ بیان ہوا کسی معین مسلمان پر لعنت کرنا حرام ہے مگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹے پر لعنت ۲۔ یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی ہم نے مناسبت کے لحاظ سے کتاب الایمان میں بیان کر دی ہے وہاں دیکھو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ لَمَّا وَفَدَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهٖ سَمِعَهُمْ يُكَنُّوْنَهٗ بِاَبِي الْحَكَمِ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَكَمُ وَاِلَيْهِ الْحُكْمُ فَلِمَ تُكَنّٰى اَبَا الْحَكَمِ قَالَ اِنَّ قَوْمِيْ اِذَا اخْتَلَفُوْا فِيْ شَيْءٍ اَتَوْنِيْ فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ فَرَضِيَ كِلَا الْفَرِيْقَيْنِ بِحُكْمِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحْسَنَ هٰذَا فَمَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ قَالَ لِيْ شُرَيْحٌ وَمُسْلِمٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ قَالَ فَمَنْ اَكْبَرُهُمْ قَالَ قُلْتُ شُرَيْحٌ قَالَ فَاَنْتَ اَبُوْ شُرَيْحٍ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ

(۴۵۵۷) روایت ہے شریح ابن ہانی سے ا۔ وہ اپنے والد سے راوی کہ جب وہ اپنی قوم کے ساتھ وفد بن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۲۔ تو حضور نے لوگوں کو سنا کہ وہ انہیں ابو الحکم کنیت کرتے ہیں ۳۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا پھر فرمایا کہ اللہ ہی حکم ہے اور اس کی طرف فیصلے ہیں تمہاری کنیت ابو الحکم کیوں ہے ۴۔ انہوں نے عرض کیا کہ میری قوم جب کسی بات میں جھگڑتی ہے تو میرے پاس آجاتی ہے میں ان کے درمیان فیصلہ کر دیتا ہوں تو دونوں فریق میرے فیصلہ سے راضی ہو جاتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا ہی اچھا ہے ۵۔ تو کیا تمہارے کوئی لڑکا ہے بولے میرے شریح اور مسلم اور عبد اللہ ہیں۔ فرمایا ان میں بڑا کون ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کہ شریح فرمایا تو تم ابو شریح ہو ۶۔ (ابو داؤد،

marfat.com

نسائی)

(۴۵۵۷) ۱۔ شریح ابن ہانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں پیدا ہوئے حتی کہ حضور انور نے ہانی کی کنیت انہی کی وجہ سے ابو شریح رکھی۔ مگر حضور اقدس کی زیارت نہ کر سکے اس لئے آپ تابعی ہیں بڑے عابد زاہد تھے تھے حضرت علی مرتضیٰ کے خاص خدام سے تھے آپ کے والد ہانی ابن یزید صحابی ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۲۔ جو لوگ اپنی ساری قوم کے نمائندے بن کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوتے سب کی طرف سے اسلام قبول کرتے تھے انہیں وفد کہتے تھے حضور انور ان کی بڑی خاطر فرماتے تھے ۳۔ خیال رہے کہ کنیت میں ابو آتا ہے اس کے معنی ہر جگہ والد نہیں ہوتے ہیں بلکہ اکثر جگہ اسکے معنی ہوتے ہیں' والا۔ جیسے ابو جہل' جہالت والا' ابو ہریرہ بلیوں والے ایسے ہی ابو الحکم فیصلہ کرنے والا۔ ابو بکر کے معنی ہیں اولیت والے ۴۔ یعنی کنیت اچھی نہیں کہ اس کے ایک معنی بہت ہی برے ہیں دو معنی والا نام نہ رکھو جس کے ایک معنی معیوب ہوں مودودی صاحب کا نام ہے ابو الاعلیٰ۔ حالانکہ اعلیٰ رب تعالیٰ کا نام اور اس کی صفت ہے اس حدیث کی رو سے یہ نام ناجائز ہے۔ ۵۔ یعنی تمہارا یہ کام تو بہت ہی اچھا قوم کے جھگڑے چکا دینا ان کی عداوتیں ختم کر دینا بہت ہی اچھا کام ہے مگر اس کے باوجود اپنی کنیت ابو الحکم رکھنا اچھا نہیں، کہ حکم اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے چنانچہ اگلا سوال حضور نے فرمایا اور ہو سکتا ہے کہ مانافیہ ہو اور معنی یہ ہوں کہ یہ کنیت اچھی نہیں کہ حکم رب تعالیٰ کا نام ہے اور وہ باپ بیٹا ہونے سے پاک ہے اگرچہ تمہاری نیت بری نہیں مگر اس لفظ میں برے معنی کا احتمال تو ہے۔ ۶۔ اس سے معلوم ہوا کہ کنیت بڑے بیٹے کے نام سے کی جاوے اگر بڑا بیٹا نہ ہو تو بڑی بیٹی کے نام سے یہ حکم ان کا ہے (مرقات) جیسے ابو سلمہ اور ام سلمی' حضرت ابو شریح حضور کے کرم سے جلیل القدر صحابی اور صحابہ کے زمانہ میں ہی مفتی ہوئے۔ حضرت علی نے انہیں قاضی القضاۃ بنایا حتی کہ آپ نے حضرت علی کے حق میں امام حسن کی گواہی قبول نہ کی حالانکہ حضرت علی بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں درست مانتے تھے یہ واقعہ ایک زرہ کے مقدمہ میں پیش آیا جب حضرت علی مدعی اور یہودی مدعی علیہ تھا (مرقات)

وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ لَقِيْتُ عُمَرَ فَقَالَ مَنْ اَنْتَ قُلْتُ مَسْرُوْقُ بْنُ الْاَجْدَعِ قَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْاَجْدَعُ شَيْطَانٌ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۵۵۸) روایت ہے مسروق سے ۱۔ فرماتے ہیں حضرت عمر سے ملا تو فرمایا تم کون ہو میں بولا مسروق ابن اجدع جناب عمر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اجدع شیطان ہے ۲۔ (ابو داؤد' ابن ماجہ)

(۴۵۵۸) ۱۔ آپ کوفی ہمدانی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اسلام لائے اکابر صحابہ سے ملاقات کی ایک بار چرائے گئے تھے پھر والدین کی تلاش پر ملے اس لئے آپ کا نام مسروق ہوا یعنی چورائے ہوئے یا اغوا کئے ہوئے ایک بار آپ بہت غریب ہو گئے تو خالد ابن عبد اللہ حاکم بصرہ نے آپ کو تیس ہزار درہم دینے کی کوشش کی مگر آپ نے رد فرما دیئے۔ توکل کا یہ عالم تھا۔ (مرقات) ۲۔ یعنی شیطان کی ایک قسم کا نام اجدع ہے یعنی ہر چیز سے کٹا ہوا اب ناک کان کٹے کو اجدع کہا جاتا ہے مقصد یہ ہے کہ اگر تمہارے والد زندہ ہیں تو ان سے کہہ کر نام بدلو اور تاکہ تم کو ابن الاجدع نہ کہا جاوے اور اپنی اولاد میں کسی کا نام اجدع نہ رکھو تاکہ تم کو ابو الاجدع نہ کہا جاوے۔

marfat.com

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِاَسْمَآئِکُمْ وَاَسْمَآءِ اٰبَائِکُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَآءَکُمْ۔
(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۵۵۹) روایت ہے حضرت ابو الدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم قیامت کے دن اپنے اور اپنے باپوں کے ناموں سے بلائے جاؤ گے تو اپنے نام اچھے رکھو۔ (احمد، ابوداؤد)

(۴۵۵۹) ۱۔ بعض روایات میں ہے کہ انسانوں کو ان کی ماں کے نام سے پکارا جائے گا غالباً اس میں حکمت یہ ہوگی کہ حرامی لوگ رسوا نہ ہوں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اظہار شرافت کے لئے یا حضرت حسن و حسین کی عظمت کے اظہار کے لئے کہ حضرت فاطمہ زہرا کی طرف نسبت سے ان کو حضور اقدس سے نسبت کا شرف حاصل ہو جاوے (اشعہ) مگر ان روایات میں تعارض نہیں قیامت کے اول وقت ماؤں کے نام سے پکارا جاوے گا بعد میں باپوں کے نام سے یا سب کے سامنے ماں کے نام سے پکارا جاوے گا انتہائی میں باپ کی نسبت سے یا یہاں اباء سے مراد امہات ہے۔ بہت دفعہ ماں باپ کو ایک دوسرے کے نام سے یاد کر دیتے ہیں (اشعہ)

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَنْ یَّجْمَعَ اَحَدٌ بَیْنَ اسْمِہٖ وَکُنْیَتِہٖ وَیُسَمِّیْ مُحَمَّدًا اَبَا الْقَاسِمِ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۵۶۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی حضور کا نام اور آپ کی کنیت جمع کرے اور محمد ابو القاسم نام رکھے ۱۔ (ترمذی)

(۴۵۶۰) ۱۔ یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے۔ جس میں حضور انور نے اپنی کنیت رکھنے سے منع فرمایا اس حدیث نے شرح کر دی کہ حضور انور کا نام اور کنیت دونوں جمع کرنا منع ہے وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات شریف میں بعد وفات یہ اجتماع بھی جائز ہے۔ چنانچہ حضرت علی نے اپنے ایک بیٹے کا نام محمد اور اس کی کنیت ابو القاسم رکھی جنہیں محمد ابن حنفیہ کہا جاتا ہے ان کی ماں کا نام خولہ بنت جعفر تھا۔ قبیلہ بنی حنفیہ سے تھی جنگ یمامہ میں گرفتار ہو کر آئیں حضرت صدیق اکبر نے حضرت علی کو ہبہ کر دیں آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمَّیْتُمْ بِاسْمِیْ فَلَا تَکْتَنُوْا بِکُنْیَتِیْ۔
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ دَاوٗدَ قَالَ مَنْ تَسَمّٰی بِاسْمِیْ فَلَا یَکْتَنِ بِکُنْیَتِیْ وَمَنْ تَکَنّٰی بِکُنْیَتِیْ فَلَا یَتَسَمَّ بِاسْمِیْ۔

(۴۵۶۱) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میرا نام رکھو تو میری کنیت نہ رکھو ۱۔ (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ فرمایا جو میرا نام رکھے تو میری کنیت نہ رکھے ۲۔ جو میری کنیت رکھے وہ میرا نام نہ رکھے۔

(۴۵۶۱) ۱۔ اس حدیث کی شرح وہ ہی ہے جو ابھی کی گئی کہ حضور انور کے زمانہ حیات شریف میں آپ کے نام اور کنیت کو جمع کرنا ممنوع تھا اس میں اسی کا ذکر ہے ۲۔ اس طرح کہ اپنا نام محمد ابو القاسم نہ کرے کہ محمد نام ہو اور ابو القاسم کنیت ابھی عرض کیا گیا۔ کہ یہ ممانعت زمانہ حیات شریف میں تھی۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ امْرَاَۃً قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ وَلَدْتُ غُلَامًا فَسَمَّیْتُہٗ مُحَمَّدًا وَکَنَّیْتُہٗ

(۴۵۶۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ایک لڑکا جنا ہے تو میں نے اس کا نام

marfat.com

اَبَا الْقَاسِمِ فَذُكِرَ لِيْ اَنَّكَ تَكْرَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا الَّذِيْ اَحَلَّ اسْمِيْ وَحَرَّمَ كُنْيَتِيْ اَوْ مَا الَّذِيْ حَرَّمَ كُنْيَتِيْ وَاَحَلَّ اسْمِيْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ مُحْيِ السُّنَّةِ غَرِيْبٌ)

محمد رکھا ہے اور کنیت ابو القاسم رکھی ہے ا۔ تو مجھ سے ذکر کیا گیا کہ آپ اسے ناپسند کرتے ہیں تو فرمایا وہ کیا ہے جس نے میرا نام حلال کیا اور میری کنیت حرام کی یا کس نے میری کنیت حرام کی اور میرا نام حلال کیا ۲۔ (ابوداؤد، محی السنہ نے کہا کہ یہ غریب ہے۔

(۴۵۶۲) ا۔ معلوم ہوا کہ بالکل لڑکپن میں بچہ کی کنیت ابو سے جائز ہے یہاں ابو کے معنی ہوتے ہیں والا نہ کہ والد یعنی باپ ۲۔ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اگر صحیح ہو بھی تب بھی اس کے معنی یہ ہیں کہ میرا نام اور میری کنیت جمع فرمانا حرام نہیں ہم نے جو ممانعت فرمائی ہے وہ کراہت تنزیہی کے لئے ہے لہٰذا یہ حدیث گزشتہ ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں اس اجتماع کی ممانعت ہے (اشعہ، مرقات) یا یہ مطلب ہے کہ اس اجتماع کی ممانعت دائمی نہیں ہماری حیات شریف میں ہے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ وُلِدَ لِيْ بَعْدَكَ وَلَدٌ اُسَمِّيْهِ بِاسْمِكَ وَاُكَنِّيْهِ بِكُنْيَتِكَ قَالَ نَعَمْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۵۶۳) روایت ہے محمد ابن حنفیہ سے ا۔ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمایئے تو اگر آپ کے بعد میرے بیٹا پیدا ہو تو کیا میں اس کا نام آپ کے نام پر اور اس کی کنیت آپ کی کنیت پر رکھ دوں فرمایا ہاں ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۵۶۳) ا۔ آپ محمد ابن علی ابن ابی طالب ہیں کنیت ابو القاسم ہے آپ کی والدہ خولہ بنت جعفر حنفیہ ہیں یعنی بنی حنفیہ قبیلہ کی ہیں خلافت صدیقی میں گرفتار ہو کر جنگ یمامہ سے آئیں ۸۱ھ اکیاسی ہجری میں آپ کی وفات ہوئی چھپن سال عمر پائی مدینہ منورہ میں دفن ہوئے خود تابعی ہیں اور آپ کے بیٹے ابراہیم تبع تابعی انہی نے آپ سے کچھ احادیث روایت کیں ۲۔ یعنی حضرت علی مرتضیٰ نے حضور انور سے پوچھا کہ اگر آپ کی وفات کے بعد فاطمہ زہرا یا کسی اور بیوی سے میرے لڑکا پیدا ہو تو کیا اس کا نام محمد کنیت ابو القاسم رکھ دوں فرمایا رکھ دو اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضور کی وفات کے بعد دونوں کا اجتماع جائز ہے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حضرت علی کی خصوصیت ہے مگر یہ درست نہیں اگر خصوصیت ہوتی تو حضور کی حیات شریف میں بھی آپ اس پر عمل فرما لیتے حضرت حسن و حسین میں دونوں کا اجتماع فرما دیتے امام حسن کی کنیت ابو محمد ہے اور حضرت حسین کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَنَّانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَقْلَةٍ كُنْتُ اَجْتَنِيْهَا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَا نَعْرِفُهٗ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَفِي الْمَصَابِيْحِ صَحَّحَهٗ)

(۴۵۶۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کنیت اس سبزی سے رکھی جسے میں چنا کرتا تھا ا۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث وہ ہے جسے صرف اسی وجہ سے ہم پہچانتے ہیں اور مصابیح میں ہے صحیح کہا ۲۔

(۴۵۶۴) ا۔ اس گھاس کا نام حمزہ تھا جیسے فارسی میں ترہ تیزک کہتے ہیں اردو میں تری تیزی اس کے پتے میتھی کے ساگ کی طرح ہوتے ہیں مزہ ترش کچھ تیزی کے ساتھ میتھی کے ساگ میں اکثر یہ بھی آجاتی ہے بچے اسے بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ یعنی میں یہ گھاس (حمزہ) چن کر لاتا خود کھاتا اوروں کو کھلاتا تھا اس لئے حضور نے میری کنیت ابو حمزہ رکھی یعنی حمزہ والے ۲۔ یہ حدیث ایک اسناد میں غریب ہے دوسری اسناد میں صحیح ایک ہی حدیث صحیح بھی ہو سکتی ہے اور ضعیف بھی، حسن بھی، غریب بھی مختلف اسنادوں

marfat.com

۷- وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغَيِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِيْحَ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۵۶۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم برے ناموں کو بدل دیا کرتے تھے ۱۔ (ترمذی)

(۴۵۶۵) ۱۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کے جانوروں کے بلکہ شہروں بستیوں کے برے نام بدل کر اچھے نام رکھ دیتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص کا نام تھا اسود حضور انور نے اس کا نام ابیض رکھا مدینہ منورہ کا نام یثرب تھا حضور انور نے اسکا نام مدینہ طیبہ ' ابطح، بطحا وغیرہ رکھے کفار کے لئے برعکس عمل تھا۔ چنانچہ ابو الحکم کا نام حضور نے ابو جہل رکھا۔

وَعَنْ بَشِيْرِ بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَمِّهٖ اُسَامَةَ بْنِ اَخْدَرِيٍّ اَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهٗ اَصْرَمُ كَانَ فِي النَّفَرِ الَّذِيْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اسْمُكَ قَالَ اَصْرَمُ قَالَ بَلْ اَنْتَ زُرْعَةُ۔
(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ غَيَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْمَ الْعَاصِ وَعَزِيْزٍ وَعَتَلَةَ وَشَيْطَانٍ وَالْحَكَمِ وَغُرَابٍ وَحُبَابٍ وَشِهَابٍ وَقَالَ تَرَكْتُ اَسَانِيْدَهَا لِلْاِخْتِصَارِ)

(۴۵۶۶) روایت ہے بشیر ابن میمون سے وہ اپنے چچا اسامہ بن اخدری سے ۱۔ راوی کہ ایک شخص کو اصرم کہا جاتا تھا ۲۔ وہ اس جماعت میں تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے وہ بولے اصرم فرمایا بلکہ تم زرعہ ہو ۳۔ (ابوداؤد) اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاص ' عزیز ' عتلہ ' شیطان ' حکم ' غراب ' حباب ' شہاب ' نام تبدیل فرمائے ۴۔ اور کہا کہ میں نے ان کی اسنادیں مختصر کرنے کے لئے چھوڑ دیں ۵۔

(۴۵۶۶) ۱۔ بشیر ابن میمون **تابعی** ہیں۔ ثقہ ہیں ان کے چچا اسامہ صحابی ہیں ان سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے تمیمی ہیں بصری ہیں (اشعہ ' مرقات) ۲۔ اصرام بنا ہے صرم سے ۔ بمعنی ٹوٹ جانا کٹ جانا اصرم کے معنی ہوئے ٹوٹا ہوا۔ کٹا ہوا ۳۔ کیونکہ زرعہ بنا ہے زرع سے ۔ بمعنی کھیتی ظاہر ہے کہ کھیتی سے دانہ بڑھتا ہے اس لئے کھیتی مبارک ہے اور یہ نام مبارک ہے اصرم کے معنی فاسد ہیں۔ اس لئے اپنا نام بدل دو۔ ۴۔ کیونکہ عاص مخفف ہے عاصی کا جس کے معنی ہیں گنہگار ' طاعت الٰہی سے علیحدہ یہ مومن کی شان نہیں مومن اطاعت شعار ہوتا ہے عتلہ بنا ہے عتل سے ۔ بمعنی سختی ' شدت رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **عتل بعد ذلک زنیم** اب ایک مضبوط اوزار کو عتلہ کہتے ہیں جس سے دیوار وغیرہ کھودی جاوے مسلمان سخت نہیں ہوتا نیز عزیز اسماء الٰہیہ میں سے ہے عزت سے بنا ہے مسلمان میں فروتنی عجز و نیاز چاہیے۔ شیطان لقب ہے ابلیس کا بنا ہے شیط سے ۔ بمعنی جلنا۔ ہلاک ہونا یا شطن سے ۔ بمعنی بھلائی سے دوری حکم صفت مشبہ حکومت یا حکم کا ۔ بمعنی دائمی حکومت والا یہ رب تعالیٰ کی صفت ہے۔ غراب بنا ہے غرب سے ۔ بمعنی دوری یہ نام ہے کوے کا کہ وہ بہت دور نکل جاتا ہے حباب شیطان کا نام بھی ہے اور ایک قسم کے سانپ کو بھی کہتے ہیں لہٰذا یہ نام بھی منحوس ہے اور شہاب آگ کے شعلہ کو بھی کہتے ہیں اور ٹوٹے ہوئے تارے کو بھی جس سے شیاطین کو بھی مارا جاتا ہے مگر یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر شہاب کو دین کی طرف مضاف کر دیا جاوے اور نام ہو شہاب الدین تو کراہۃ قطعاً نہیں بلا کراہۃ جائز ہے کہ اب یہ فاسد معنی نکل گئے چمک دار لہٰذا کراہۃ نہ رہی۔ ۵۔ یعنی ابوداؤد کہتے ہیں کہ ان تمام ناموں کی تبدیلی کی احادیث مع اسنادوں کے میرے پاس موجود ہیں مگر چونکہ وہ حدیثیں احکام شرعیہ سے متعلق نہیں ہیں اس لئے

marfat.com

میں نے اصل حدیث تو بیان کردی اسنادیں چھوڑدیں کیونکہ ان پر جرح قدح کی ضرورت نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ اَوْ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لِاَبِیْ مَسْعُوْدٍ مَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ زَعَمُوْا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِئْسَ مَطِیَّةُ الرَّجُلِ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ اِنَّ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ حُذَیْفَةُ

(۴۵۶۷) روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے کہ انہوں نے ابو عبداللہ سے کہا یا ابو عبداللہ نے ابو مسعود سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زعموا کے متعلق کیا فرماتے سنا ۲۔ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ انسان کی بری سواری ہے ۳۔ (ابوداؤد) اور فرمایا کہ ابو عبداللہ حذیفہ ہیں۔

(۴۵۶۷) ۱۔ یہ شک اس حدیث کے راویوں میں سے کسی راوی کو ہے کہ ان دونوں بزرگوں میں سے کسی نے کسی سے پوچھا ابو مسعود انصاری کے حالات تو بارہا بیان ہو چکے ہیں اور ابو عبداللہ کنیت ہے حضرت حذیفہ ابن یمان کی محدثین جب ابو عبداللہ بولتے ہیں تو آپ مراد ہوتے ہیں (مرقات واشعہ) ۲۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر بات کے متعلق کہتے ہیں کہ لوگ یہ کہتے ہیں بات بات میں یہ لفظ بولنے کے عادی ہوتے ہیں فرمایئے تو خصلت اچھی ہے یا بری اگر بری ہے تو کس درجہ کی اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ فرماتے سنا ہے یا نہیں ۳۔ مطیہ وہ اونٹنی جس پر سوار ہو کر کسی منزل پر پہنچا جاوے اس لفظ زعموا کو حضور انور نے سواری قرار دیا اور سواری بھی بری جو منزل مقصود پر نہ پہنچائے اس لئے کہ اس لفظ کا منشا یہ ہوتا ہے کہ خبر دینے والا خود تو اس پر یقین رکھتا نہیں اور خبر دینے والے کا پتہ بھی صحیح نہیں بتاتا کہ فلاں نے کہا بلکہ یوں بولتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں مقصد یہ ہے کہ اگر یہ خبر جھوٹی ہو تو میں اس کا ذمہ دار نہیں نہ مجھے اس کے ذمہ دار کی خبر ہے غیر ذمہ داری کی باتیں کرنا برا ہے جو بات کہو ذمہ داری سے کہو احتیاط سے بولو زبان پر قفل لگاؤ منہ کو لگام دو اس ایک کلمہ میں بہت نصیحتیں ہیں۔

وَعَنْ حُذَیْفَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَشَآءَ فُلَانٌ وَلٰکِنْ قُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَآءَ فُلَانٌ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَفِیْ رِوَایَةٍ مُنْقَطِعًا قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَشَآءَ مُحَمَّدٌ وَقُوْلُوْا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ

(۴۵۶۸) روایت ہے حضرت حذیفہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا یہ نہ کہو کہ اللہ نے چاہا اور فلاں نے چاہا لیکن کہو کہ اللہ نے چاہا پھر فلاں نے چاہا ۱۔ (احمد، ابوداؤد) اور ایک منقطع روایت میں ہے فرمایا نہ کہو کہ چاہا اللہ نے اور چاہا محمد نے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کہو کہ صرف ماشاء اللہ ۲۔ (شرح السنہ)

(۴۵۶۸) ۱۔ یعنی جب کسی وعدہ یا آئندہ خبر کو تم اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف کرو اور ساتھ ہی کسی اور کے ارادہ کا بھی ذکر کرو تو رب و ربوب خالق و مخلوق کے نام واو سے نہ ملا کہ اس میں مساوت یا بے ادبی کا احتمال ہے بلکہ ثم کہو تاکہ ثم کی تراخی سے ربوبیت و عبدیت کا فرق معلوم ہو جاوے رب کا ذکر پہلے بندے کا بعد میں اور بیچ میں ثم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ دائمی قدیم ہے اور ذاتی ہے بندہ کی مشیت حادث ہے اور رب کی مشیت کے تابع رب تعالیٰ فرماتا ہے **وما تشاءون الا ان یشاء اللّٰہ رب العالمین** غرضیکہ یہ فرمان بہت اعلیٰ ہے۔ ۲۔ یہ فرمان عالی انتہائی انکسار و تواضع سے ہے کہ ہماری مشیت کا ذکر اللہ کی مشیت کے ساتھ ثم سے بھی نہ کرو۔ صرف ماشاء اللہ کہو۔ خیال رہے کہ قرآن کریم میں بہت جگہ حضور کا نام شریف رب کے نام سے ملایا گیا

marfat.com

ہے۔ دیکھو۔ **اغنهم الله ورسوله من يطع الله و رسوله والله ورسوله احق ان يرضوه** لہٰذا یہ حدیث یا ضعیف ہے یا ان آیات سے منسوخ ہے یا استحباب کے بیان کے لئے ہے یا اظہار تواضع و انکسار کے لئے ہے۔ بہرحال اس ملانے میں شرعاً گناہ نہیں۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ فَاِنَّهٗ اِنْ يَّكُ سَيِّدًا فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۵۶۹) روایت ہے انہیں سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا منافق کو سردار نہ کہو۔ کہ اگر وہ سید ہوا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۵۶۹) ۱۔ اس حکم میں کافر، فاسق، منافق سب ہی داخل ہیں بلاضرورت خوشامد کے لئے ان لوگوں کو ایسے الفاظ کہنے سخت جرم ہیں رب تعالیٰ نے عزیز مصر کو حضرت یوسف علیہ السلام کا سید نہ کہا بلکہ زلیخا کا سید، یعنی خاوند کہا۔ **الفيا سيدها لدى الباب** ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ بے دین کو نہ تو صرف سید کہو نہ سید القوم کہو بے دین تو ذلیل ہے سید عزت والا ہوتا ہے یوں ہی اسے سردار، سرور، حضور وغیرہ کہنا حرام ہے کہ عظیمی الفاظ کفار کے لئے استعمال کرنا رب تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہیں ضرورت دینی یا ضرورت دنیاوی کی وجہ سے یہ کہنا معاف ہے یوں ہی بیدینوں کو مولانا تعظیماً" کہنا جائز نہیں کہ مولیٰ تو سید سے بھی زیادہ تعظیم کا لفظ ہے اللہ تعالیٰ کے لئے مولانا فرمایا گیا سیدنا نہیں کہا گیا انت مولنا ہاں اگر مولیٰ بمعنی غلام مراد لے کر اسے مولانا کہا جاوے تو جائز رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فاخوانكم فى الدين و مواليكم** بہرحال تو یہ جائز ہے تعظیم ناجائز اس کی پوری تحقیق یہاں ہی مرقات میں دیکھو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰى سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَحَدَّثَنِيْ اَنَّ جَدَّهٗ حَزْنًا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا اِسْمُكَ قَالَ اِسْمِيْ حَزْنٌ قَالَ بَلْ اَنْتَ سَهْلٌ قَالَ مَا اَنَا بِمُغَيِّرٍ اِسْمًا سَمَّانِيْهِ اَبِيْ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَمَا زَالَتْ فِيْنَا الْحُزُوْنَةُ بَعْدُ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۵۷۰) روایت ہے عبدالحمید ابن جبیر ابن شیبہ سے فرماتے ہیں کہ میں سعید ابن جبیر کے پاس بیٹھا تھا۔ تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ ان کے دادا حزن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا تمہارا نام کیا ہے عرض کیا میرا نام حزن ہے فرمایا بلکہ تم سہل ہو ۲۔ عرض کیا میں وہ نام نہ بدلوں گا جو میرے باپ نے رکھا ہے ۳۔ ابن مسیب نے کہا کہ پھر ہم میں ہمیشہ رنج و غم رہا ۴۔ (بخاری)

(۴۵۷۰) ۱۔ عبدالحمید بھی تابعی ہیں اور سعید ابن مسیب بھی۔ ابن مسیب بڑے مشہور عالم فقیہ تابعی ہیں حضرت عمر کی خلافت میں آپ پیدا ہوئے بہت صحابہ سے ملاقات کی مکحول کہتے ہیں کہ میں نے روئے زمین میں سعید ابن مسیب سے بڑا عالم نہ دیکھا چالیس حج کئے ۹۳ھ میں وفات پائی ۲۔ حزن ح کے فتحہ سے سخت زمین اور سخت دل انسان حزن ح کے پیش سے رنج و غم سہل سین کے فتحہ ہ کے سکون سے نرم زمین اور نرم دل انسان۔ آسانی و نرمی کو بھی سہل کہتے ہیں چونکہ حزن کے معنی اچھے نہیں اس

marfat.com

لئے آپ نے تبدیلی نام کا مشورہ دیا۔ ۳۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ سہل یعنی نرم زمین ہمیشہ پاؤں کے نیچے روندی جاتی ہے اس پر غلاظت ڈالی جاتی ہے اس لئے ایسا نام رکھنا میری ذلت ہے نیز اپنے باپ کی یادگار کا مٹانا ہے اس لئے میں وہ نام رکھوں گا اسے بدلوں گا نہیں۔ خیال رہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ تھا امر نہ تھا۔ اس لئے حضور نے کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ حضور کا مشورہ قبول مستحب ہے واجب نہیں لہٰذا اس عرض پر اعتراض نہیں۔ خیال رہے کہ حزن ابن وہب ابن عمرو ابن عایذ مخزومی قرشی ہیں اشراف قریش سے ہیں بعد اسلام مہاجر ہوئے بیعت الرضوان میں شریک ہوئے شاید یہ واقعہ ان کی ہجرت کی ابتداء میں تھا جبکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب سے واقف نہ تھے نہ آپ کے مشوروں کی قدر و منزلت جانتے تھے۔ (اشعہ) ۴۔ یعنی حضرت حزن نے جو حضور انور کا مشورہ قبول نہ کیا اس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارے خاندان بلکہ ہماری پشتوں میں رنج و غم رہا۔ حزن کے بیٹے مسیب ہیں۔ اور مسیب کے بیٹے سعید ابن مسیب ہیں سعید کہتے ہیں کہ دادا کا اثر ہم پوتوں تک باقی رہا اس سے معلوم ہوا کہ برے ناموں کا برا اثر ہوتا ہے اور کبھی ایک شخص کی غلطی سے پورے خاندان پر برا اثر ہوتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ وَهْبِ الْجُشَمِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاَسْمَآءِ الْاَنْبِيَآءِ وَاَحَبُّ الْاَسْمَآءِ اِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَاَصْدَقُهَا حَارِثٌ وَهَمَّامٌ وَاَقْبَحُهَا حَرْبٌ وَ مُرَّةٌ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۵۷۱) روایت ہے حضرت ابو وہب جشمی سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نبیوں کے نام پر نام رکھو ۱۔ اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں ۲۔ اور بہت سچے نام حارث، ہمام ہیں ۳۔ اور بہت برے نام حرب اور مرہ ہیں ۴۔ (ابوداؤد)

(۴۵۷۱) ۱۔ حضرات انبیاء کرام کے نام پر نام رکھو فرشتوں کے نام پر نام نہ رکھو کسی کا نام جبریل یا عزرائیل نہ رکھو یوں ہی جاہلیت کے نام ممنوع ہیں جیسے کلب، حمار، عبدالشمس وغیرہ کہ یہ نام ممنوع ہیں ان کا اثر بھی برا ہوتا ہے (مرقات) ۲۔ یوں ہی عبدالکریم۔ عبدالرحیم وغیرہ خیال رہے کہ ان ناموں کی محبوبیت انبیاء کرام کے ناموں کے مقابلہ میں نہیں بلکہ بے معنی ناموں کے مقابل ہے ۳۔ کیونکہ حارث کے معنی ہیں کماؤ۔ حرث کہتے ہیں کمائی کو۔ ہمام کے معنی ہیں قصد و ارادہ کرنے والا **ھم** کہتے ہیں ارادہ کو۔ کوئی شخص کمائی یا ارادہ سے خالی نہیں ہوتا لہٰذا یہ نام بہت سچے ہیں نام مطابق کام کے ہیں ۴۔ کیونکہ حرب کے معنی ہیں جنگ و خونریزی مرہ کے معنی ہیں جھگڑالو یا کڑوی طبیعت کا آدمی۔ مرہ شیطان کا نام بھی ہے۔

بَابُ الْبَيَانِ وَالشِّعْرِ

وعظ و شعر کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

بیان سے مراد ہے فصیح و بلیغ کلام جو دل کی بات ظاہر کرے یہ بنا ہے بین سے۔ بمعنی جدائی و فاصلہ یا۔ بمعنی ظہور۔ شعر کے معنی ہیں دانائی و عقل مندی اس سے ہے شعور اصطلاح میں قافیہ، وزن والے کلام کو شعر کہتے ہیں کہ یہ شاعر کی دانائی بتاتا ہے نیز جھوٹے اور دلچسپ کلام کو بھی شعر کہا جاتا ہے۔ جیسے ناول رب فرماتا ہے **وما علمنه الشعر** وہاں یہ ہی ناول گوئی

marfat.com

مراد ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَدِمَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَعَجِبَ النَّاسُ لِبَيَانِهِمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۵۷۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں دو شخص مشرق سے آئے ا۔ انہوں نے وعظ کیا ان کی تقریر پر لوگوں نے تعجب کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض بیان جادو ہیں ا۔ (بخاری)

(۴۵۷۲) ا۔ ان دونوں کا نام زبرقان ابن بدر اور عمرو ابن اہشم تھا یہ دونوں مدینہ منورہ کے مشرقی علاقہ سے آئے تھے زبرقان نے اپنے فضائل میں بہت فصیح و بلیغ بیان دیا۔ پھر عمرو ابن اہشم نے زبرقان کی برائی و ہجو میں بہت فصیح کلام کیا جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے فصحاء اور خطباء کا طریقہ تھا ۲۔ یعنی بعض کلام لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کرنے میں لوگوں کو حیران کر دینے میں جادو کا سا اثر رکھتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ بعض کلام جادو کی طرح حرام و باطل ہیں گناہ ہیں کہ ان میں جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنا کر دکھایا جاتا ہے غرضیکہ یہ فرمان یا بیان کی تعریف کے لئے ہے یا اس کی برائی کے لئے۔

وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۵۷۳) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بعض شعر حکمت ہیں ا۔ (بخاری)

(۴۵۷۳) ا۔ یہاں غالباً شعر سے مراد کلام منظوم ہے یعنی ہر شعر برا نہیں بعض شعر میں علم و حکمت حمد و نعت و منقبت بھی ہوتی ہے اب تو بعض علوم اشعار میں بھر دیئے گئے ہیں۔ صرف و نحو فقہ حدیث کی اصطلاحیں اشعار میں لکھ دی گئی ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۵۷۴) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہلاک ہو گئے گہری باتیں کرنے والے یہ تین بار کہا ا۔ (مسلم)

(۴۵۷۴) ا۔ متطع بنا ہے نطع سے۔ بمعنی حلق یا منہ کا کنارا اس کے لفظی معنی ہیں حلق سے نیچے سے بات نکالنے والے اور مراد ہے نہایت فصیح و بلیغ اور مبالغہ آمیز مگر بے فائدہ بلکہ نقصان دہ کلام کرنے والے جیسا کہ خوشامدی (جھولی چک) لوگ امیروں کی تعریف میں عموماً کرتے ہیں کلام وہ ہے کہ سادہ ہو تھوڑا ہو مگر دل کی گہرائیوں سے نکلے اس کا دوسرے پر اثر ہوتا ہے قرآن و حدیث کی فصاحت بناوٹی نہیں نہ بیکار ہے بلکہ اس سے بے شمار فائدے ہیں کلام کی شیرینی اللہ کی رحمت ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۵۷۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی سچی بات جو شاعر کہے وہ لبید کی بات ہے ا۔ کہ یقیناً اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۵۷۵) ا۔ یہاں کلمہ سے مراد شعر ہے لبید ابن ربیعہ عامری عرب کے مشہور شاعر ہیں یہ اپنی قوم بنی جعفر ابن کلاب کے وفد

marfat.com

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضور کے بعد کوفہ میں رہے ۴۱ھ اکتالیس ہجری میں وفات پائی ایک سو چالیس یا ایک سو پچھتر سال عمر ہوئی کوفہ میں ہی مزار ہے اسلام لاکر کوئی شعر نہ کہا فرماتے تھے کہ اب مجھے قرآن کریم کی فصاحت کافی ہے یہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کے اشعار بارگاہ رسالت میں شرف قبول پاگئے تو خود بھی مقبول ہو گئے رضی اللہ عنہ (مرقات) ۲۔ یہاں باطل ۔ بمعنی فانی ہے اور آیت کریمہ **ربنا ما خلقت هذا باطلا** میں باطل ۔ بمعنی بیکار ہے لہٰذا یہ کلام قرآن کریم کے خلاف نہیں لبید کے اشعار یہ ہیں۔

☆ الا کل شئی ما خلا اللّٰہ باطل ☆ وکل نعیم لا محالته زائل ☆
☆ نعیمک فی الدنیا غرور وحسرة ☆ وعیشک فی الدنیا محل و باطل ☆
☆ سوی الجنة الفرد وس ان نعیمها ☆ یبقٰی وان الموت لا بد نازل ☆

چونکہ لبید نے یہ کلام زمانہ جاہلیت میں کہا تھا پھر قرآن کریم کی آیت کے مطابق ہوا **کل من علیها فان** یا فرمان **کل شئی هالک الا وجهه** اس وجہ سے بارگاہ نبوت میں بہت قبول ہوا۔

وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ الشَّرِيْدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ اُمَيَّةَ ابْنِ اَبِي الصَّلْتِ شَيْءٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هِيْهِ فَاَنْشَدْتُهُ بَيْتًا فَقَالَ هِيْهِ حَتّٰى اَنْشَدْتُهُ مِائَةَ بَيْتٍ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۵۷۶) روایت ہے عمرو ابن شرید سے وہ اپنے والد سے راوی ا۔ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دن ردیف بنا ۲۔ تو فرمایا کیا تمہیں امیہ ابن ابی الصلت کے کچھ شعر یاد ہیں ۲۔ میں نے عرض کیا ہاں فرمایا لاؤ میں نے ایک شعر پڑھا فرمایا اور لاؤ ۴۔ حتی کہ میں نے آپ کو سو شعر سنائے ۵۔ (مسلم) ۶۔

(۴۵۷۶) ا۔ عمرو ابن شرید کی کنیت ابو الولید ہے **تابعی** ہیں ثقفی ہیں طائف کے رہنے والے ان کے والد شرید صحابی ہیں ۲۔ اس طرح کہ ایک گھوڑے اونٹ پر آگے حضور انور سوار تھے حضور کے پیچھے میں تھا۔ حضور کی پشت انور سے میرا سینہ مس کرتا تھا بطور شکریہ اس نعمت کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ اپنا قرب بیان کریں اور یہ بات میں نے حضور سے بہت قریب سے سنی ہے مجھے اس میں تردد و شک نہیں ۳۔ امیہ ابن الصلت قبیلہ بنی ثقیف کا ایک شاعر تھا جس نے اسلام کا شروع زمانہ اور حضور کی ابتدائی تبلیغ پائی مگر نہ ایمان لایا نہ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اپنے دین تارک الدنیا اور توحیدی تھا اس کے اشعار توحید والے حضور انور نے سنے فرمایا کہ یہ ایمان کے قریب تھا بعض روایات میں ہے کہ اس کے دل میں کفر تھا مگر زبان پر ایمان تھا (مرقات) ۴۔ ہیہ اصل میں ایہ تھا الف ھ سے بدل دیا گیا اس کے معنی ہیں لاؤ یا اور لاؤ۔ پہلا ہیہ ۔ بمعنی لاؤ ہے بعد کا ہیہ ۔ بمعنی اور بھی لاؤ سناؤ ۵۔ یہ اشعار حمد الٰہی دنیا کی بے وفائی۔ آخرت کے ثواب و عذاب کے تھے حضور انور نے پسند فرمائے اور بہت سے اشعار نے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اچھے مضمون کے شعر اچھے ہیں جن احادیث میں اشعار کی برائی آئی ہے وہاں برے مضمون کے اشعار مراد ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعر جانتے تھے اس کی بھلائی برائی سے واقف تھے۔ آیت کریمہ **وما علمنه الشعر** میں یا تو شعر سے مراد ہے جھوٹا کلام یعنی ناول یا علمنا سے مراد ہے ملکہ شعر گوئی یا لہجہ سے شعر پڑھنا کہ حضور انور اس سے پاک تھے۔ تیسرے یہ کہ دوسروں سے شعر پڑھوا کر سننا سنت سے ثابت ہے چوتھے یہ کفار و فساق شاعروں کے اچھے شعر سننا جائز ہیں

marfat.com

جب کہ مضمون شعر اچھا ہو۔ ۶۔ یہاں اشعہ میں ہے کہ امیہ ابن صلت اہل کتاب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات سنتا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ کاش مجھے ان کی زیارت' خدمت نصیب ہو جب حضور انور قریش میں نمودار ہوئے تو جل گیا۔ بولا اگر وہ نبی ثقیف سے ہوتے تو میں ایمان لے آتا اسی حسد میں حضور کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ خط میں سب سے پہلے باسمک اللھم لکھنے والا یہ ہی شخص تھا۔ اس سے سیکھ کر قریش یہ لکھنے لگے تھے۔

وَعَنْ جُنْدُبٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ بَعْضِ الْمَشَاھِدِ وَقَدْ دَمِیَتْ اِصْبَعُہٗ فَقَالَ ھَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا لَقِیْتِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۵۷۷) روایت ہے حضرت جندب سے ۱۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی جہاد میں تھے اور آپ کی انگلی شریف خونا خون ہو گئی ۲۔ تو فرمایا کہ نہیں ہے تو مگر وہ انگلی جو خونیں ہو گئی اور اللہ کی راہ میں تو نے یہ مشقت پائی ۳۔ (مسلم بخاری)

(۴۵۷۷) ۱۔ آپ جندب ابن عبداللہ ابن ابو سفیان بجلی صحابی ہیں زمانہ ابن زبیر میں وفات پائی۔ ۲۔ غالباً غزوہ احد تھا اس غزوہ میں آپ کسی نماز کے لئے تشریف لے گئے تب انگلی میں چوٹ لگ گئی لہٰذا یہ حدیث نماز کے جانے کی حدیث کے خلاف نہیں ۳۔ اے انگلی تو صبر کر صرف تیرا خون ہی نکلا ہے جو معمولی تکلیف ہے جو کچھ تجھے تکلیف پہنچی وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ مالقیت کا مامولہ ہے۔ یہ شعر یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ہے جو بلا قصد شعر گوئی آپ کے منہ سے صادر ہو گیا جیسے قرآن مجید کی بعض آیات شعر بن جاتی ہیں جیسے **انا اعطیناک الکوثر** یا جیسے **لن تنالوا البر حتی تنفقوا** یا یہ شعر عبداللہ ابن رواحہ کا ہے آپ نے وہ پڑھا۔ لہٰذا حضور انور کا شعر پڑھنا ثابت ہوا مگر لہجہ سے یا گاکر نہیں بقیہ اشعار یہ ہیں۔ شعر:۔

☆ وما بنفس الی لا تقتلی تموت ☆ ھذہ حیاض الموت قد صبیت ☆
☆ وما تمیت فقد لقبت ☆ ان تفعل فعلھما ھدیت ☆

وَعَنِ الْبَرَآءِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ قُرَیْظَۃَ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ اُھْجُ الْمُشْرِکِیْنَ فَاِنَّ جِبْرَئِیْلَ مَعَکَ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِحَسَّانَ اَجِبْ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۵۷۸) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریظہ کے دن جناب حسان ابن ثابت سے فرمایا ۱۔ کہ مشرکین کی ہجو کرو کہ جبریل تمہارے ساتھ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسان سے فرماتے تھے کہ میری طرف سے جواب دو الٰہی روح القدس سے..... ان کی مدد فرما ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۵۷۸) ۱۔ آپ حسان ابن ثابت ابن منذر ابن حرام انصاری مدنی ہیں ان چاروں کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی۔ حضرت حسان نے ساٹھ سال کفر میں گزارے ساٹھ سال اسلام میں خاص شاعر اسلام ہیں خلافت حیدری میں وفات پائی ۲۔ یعنی غزوہ خندق کے بعد جب حضور انور نے بنی قریظہ یہود مدینہ کا محاصرہ فرمایا تب تو حضرت حسان سے یہ کہا کہ کفار کی ہجو کرو۔ جبریل تمہارے ساتھ معاون ہیں ویسے عام موقعوں پر یہ فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی میرے حسان کی جبریل سے مدد کر معلوم ہوا کہ مقبولوں کی تعریف کرنا نیکی ہے اور مردودوں کی ہجو کرنا نیکی ہے۔

marfat.com

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اهْجُوْا قُرَيْشًا فَاِنَّهٗ اَشَدُّ عَلَيْهِمْ مِنْ رَشْقٍ النَّبْلِ - (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۵۷۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش کی ہجو کرو کہ یہ ان پر تیر کے مارنے سے زیادہ سخت ہے ۱؎ (مسلم)

(۴۵۷۹) ۱؎ یہاں قریش سے مراد ان کے کفار حربی ہیں جو نہ ذمی تھے نہ مستامن جن پر جہاد جائز تھا اس سے معلوم ہوا کہ ہجو زبانی جہاد ہے جس سے دشمن کے دل زخمی ہوتے ہیں ان کی ہمت ٹوٹتی ہے جس پر تلوار کا جہاد جائز ہے اس کی ہجو بھی جائز ہے لہٰذا آدمی اور مستامن اور جن کفار سے ہماری صلح ہو چکی ہو ان کی ہجو نہ کی جاوے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم** یہ ہجو شدت و غلظت میں داخل ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ مسلمان جواباً "ہجو کریں ابتداء" نہ کریں (مرقات)

وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِحَسَّانَ اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفٰى وَاشْتَفٰى۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۵۸۰) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسان سے فرماتے سنا کہ روح القدس تمہاری تائید کرتے رہتے ہیں جب تک کہ تم اللہ رسول کی طرف سے دفاع کرتے ہو ۱؎ اور فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ حسان نے ان کفار کی ہجو کو تو شفا دی اور شفا پائی ۲؎ (مسلم)

(۴۵۸۰) ۱؎ اس طرح کہ کفار اسلام، مسلمانوں بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بکواس کرتے تھے تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ جواباً" کفار ان کے دین ان کے بتوں کی ہجو اشعار میں کرتے تھے حضور اس کے متعلق حضرت حسان کو بشارت دے رہے ہیں کہ جب تم ہجو کے اشعار لکھنے لگتے ہو تو جناب جبریل تمہارے دل میں اچھے مضمون ڈالتے ہیں تمہاری زبان پر اچھے الفاظ جمع فرماتے ہیں اور تم کو دعائیں دیتے تمہارا احترام کرتے ہیں یہ ہے حضرت جبریل کی مدد معلوم ہوا کہ دشمنان دین کی ہجو اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے بعض وقت قصیدے جہاد میں بڑی مدد دیتے ہیں ستمبر ۱۹۶۵ کے جہاد پاکستان میں اسے خوب اچھی طرح آزمایا ہے ریڈیو پاکستان نے اس قسم کے قصیدوں کے ذریعہ غازیوں بلکہ سارے پاکستانیوں کو گرما دیا۔ جس کا نتیجہ بہت ہی اچھا رہا ۲؎ یعنی پہلے کفار قریش نے مسلمانوں کی ہجو کی جس سے مسلمانوں کے دل زخمی ہو گئے حضرت حسان نے ان سے بدلہ لیتے ہوئے کفار کی ہجو کی مسلمانوں کے زخموں پر گویا مرہم رکھ دیا ان کے اشعار مرہم زخم دل ہیں۔

وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْقُلُ التُّرَابَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى اغْبَرَّ بَطْنُهٗ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا اِنَّ الْاُلٰى قَدْ بَغَوْا

(۴۵۸۱) روایت ہے حضرت براء سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے دن مٹی ہٹا رہے تھے حتیٰ کہ آپ کا پیٹ غبار آلودہ ہو گیا ۱؎ فرماتے تھے رب کی قسم اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے ۲؎ نہ صدقہ کرتے نہ نماز پڑھتے ۳؎ تو ہم پر سکون اتار اور اگر ہم دشمن سے مڈھ بھیڑ کریں تو ہم کو ثابت قدم رکھ ۴؎

marfat.com

عَلَيْنَا إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ أَبَيْنَا أَبَيْنَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

یقیناً ان کفار نے ہم پر زیادتی کی ۵۔ جب انہوں نے فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم نے انکار کر دیا ۶۔ اس پر اپنی آواز بلند فرماتے تھے 'ابینا' (مسلم بخاری)

(۴۵۸۱) ۱۔ جب کفار عرب نے مل کر مدینہ طیبہ پر یلغار کرنی چاہی تو حضور انور نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور خود بھی اس کام میں شرکت فرمائی اور سرکار عالی مٹی ڈھوتے جاتے تھے۔ اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔ ۲۔ یعنی ہماری ہدایت ایمان اور ہدایت اعمال محض تیرے فضل و کرم سے ہے **لو لا اللہ** کے معنی ہیں **لو لا فضل اللہ** اگر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا۔ اس میں اشارہ ہے اس آیت کریمہ کی طرف **وما کنا لنھتدی لو لا ان ھدٰنا اللہ** ۳۔ چونکہ نماز و صدقہ دیگر نیکیوں سے افضل ہیں اس لئے ان کا ذکر خصوصیت سے فرمایا **اھتدینا** میں یہ دونوں آگئے تھے ۴۔ اس دعا میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے **وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکفرین**۔ یعنی اے مولیٰ اگر کفار سے ہماری جنگ ہو جاوے تو ہم کو جہاد میں ثابت قدم رکھ کہ ہمارے پاؤں ان کے مقابلہ میں اکھڑ نہ جائیں ۵۔ الاولیٰ مخفف ہے او لئک کا یا اولاء کا اسم اشارہ ہے اس سے اشارہ ہے کفار عرب کی طرف اور ان کے ظلم کی جانب خصوصاً ان کفار کی طرف جو اس وقت ساری قوتیں جمع کر کے مدینہ منورہ پر ٹوٹ پڑنا چاہتے تھے۔ ۶۔ یہاں فتنہ سے مراد اسلام سے پھیر دینا کفر قتل و غارت میں مشغول کر دینا یعنی ان کفار نے چاہا کہ ہم اسلام کے بعد پھر کفر، قتل، ڈکیتی، وغیرہ کریں اس فرمان میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔ **بوا لو تکفرون** غالب یہ ہے کہ اشعار خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جو بے ساختہ منہ مبارک سے نکل رہے ہیں۔ بغیر قصد و ارادہ کے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ جَعَلَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ الْخَنْدَقَ وَيَنْقُلُونَ التُّرَابَ وَهُمْ يَقُولُونَ نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدًا يَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُجِيبُهُمْ اللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ فَاغْفِرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۵۸۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ مہاجرین و انصار خندق کھودنے لگے اور مٹی ہٹانے لگے اور وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد مصطفےٰ سے جہاد پر بیعت کر لی جب تک کہ ہم باقی رہیں ہمیشہ کیلئے ۱۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جواب دیتے ہوئے فرماتے تھے الٰہی نہیں ہے عیش مگر آخرت کا ۲۔ تو انصار و مہاجرین کو بخش دے ۳۔ (مسلم بخاری)

(۴۵۸۲) ۱۔ سبحان اللہ کیا نظارہ ہوگا کہ مومنین اپنے ایمان کے ساتھ خندق کھود رہے ہیں اور یہ گیت گاتے جا رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جواب میں یہ دعائیں ارشاد فرما رہے ہیں ۲۔ اس فرمان عالی میں حضرات صحابہ کو تسکین دینا ہے کہ یہاں کی مشقت پر نہ گھبراؤ اگلی زندگی میں دائمی عیش پاؤ گے ۳۔ یعنی ان تمام کو ابھی ابھی بخش دے ان کے سارے گناہوں کی اگلے ہوں یا پچھلے اسی گھڑی بخشش فرما دے (مرقات) یہ ہے کرم کریمانہ ظاہر یہ ہے کہ انصار و مہاجرین سے مراد سارے انصار و مہاجرین ہیں اس کام میں شریک ہوئے ہوں یا کسی اور کام میں مصروف ہوں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا

(۴۵۸۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی شخص کا پیٹ پیپ سے

marfat.com

بَرِیْہِ خَیْرٌ مِنْ اَنْ یَمْتَلِیَٔ شِعْرًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

بھرا ہو جو اسے گندہ کردے ا۔ اس سے اچھا ہے کہ شعر سے بھرا ہو ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۵۸۳) ا۔ بعض روایات میں بجائے قیحا کے بخشا ہے یری ی کے فتحہ رے کے کسرہ دوسری ی کے سکون سے یہ بنا ہے دری سے دری پیٹ کا وہ زخم جو پیٹ کو بگاڑے لاعلاج بنادے اس سے مراد ہے بگاڑ دے اسے خراب کردے ۲۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد برے اشعار ہیں بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد کوئی خاص شخص ہے ورنہ اچھے اشعار عام مسلمانوں کے لئے برے نہیں مگر قوی یہ ہے کہ اس سے ہر اچھے برے شعر مراد ہیں مطلب یہ ہے کہ اشعار میں بہت مشغولیت کہ ہر وقت ایں ایں کرتا رہے نہ نماز کا خیال ہو نہ کسی اور عبادت کا بہر حال برا ہے خواہ اچھے اشعار ہوں ایسی مشغولیت ہو یا برے اشعار ہیں (مرقات) دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ ہر وقت ہی روں روں کرتے رہتے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے گاتے رہتے ہیں یہ برا ہے حدیث اپنے عموم پر ہے کسی قید یا تاویل کی ضرورت نہیں۔ بلاوجہ احادیث و قرآن میں تاویلیں یا قیدیں لگانا سخت جرم ہے، جیسے مرزائی کرتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّہٗ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ اَنْزَلَ فِی الشِّعْرِ مَا اَنْزَلَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یُجَاھِدُ بِسَیْفِہٖ وَلِسَانِہٖ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَکَاَنَّمَا تَرْمُوْنَھُمْ بِہِ نَضْحَ النَّبْلِ۔ (رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ وَفِی الْاِسْتِیْعَابِ لِابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ اَنَّہٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَاذَا تَرٰی فِی الشِّعْرِ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یُجَاھِدُ بِسَیْفِہٖ وَلِسَانِہٖ۔

(۴۵۸۴) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے ا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے شعر کے بارے میں جو آیات نازل کیں وہ کیں ۲۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن اپنی تلوار اپنی زبان سے جہاد کرتا ہے ۳۔ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اسی شعر سے ان کفار کو تیر کے مارنے کی طرح مارتے ہو ۴۔ (شرح سنہ) اور استیعاب عبدالبر میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور شعر کے متعلق کیا فرماتے ہیں تو فرمایا کہ مومن اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے

۵۔

(۴۵۸۴) ا۔ آپ مشہور صحابی ہیں جن کے متعلق سورہ توبہ کی آیات توبہ نازل ہوئیں۔ شعراء اسلام میں بڑے پایہ کے شاعر ہیں حضور انور کے تین شاعر تھے۔ حسان ابن ثابت۔ عبداللہ ابن رواحہ۔ کعب ابن مالک۔ حضرت حسان کفار پر لعن طعن کے اشعار لکھتے تھے۔ عبداللہ ابن رواحہ ان کے کفر و شرک کی برائیاں بیان کرتے تھے اور حضرت کعب ابن مالک کفار کو جنگ سے ڈراتے تھے (اشعہ، مرقات) حضرت کعب انصاری خزرجی ہیں ۵۰ میں وفات پائی آپ کی عمر پچھتر سال ہوئی ۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے شعر و شعراء کی بہت برائیاں قرآن کریم میں بیان فرمائی ہیں اور میں حضور کا شاعر ہوں تو کیا میں اور میرے اشعار بھی اس کی زد میں آ جاتے ہیں اور کیا میں آئندہ شعر گوئی سے توبہ کرلوں اس سوال میں آیت کریمہ **الشعرا یتبعھم الغاؤن** کی طرف اشارہ ہے۔

marfat.com

۳۔ یعنی تمہارے اشعار اس آیت کی زد میں نہیں آتے وہاں برے شعر کہنے والے شعراء مراد ہیں تم تو مجاہد ہو تمہاری شعر گوئی جہاد ہے اور تمہارے اشعار کفار کو مارتے تیر و تلوار' اس لئے رب تعالیٰ نے وہاں اس آیت کے متصل ہی فرمایا **الا الذین امنوا** زمانہ جاہلیت میں فحش گوئی شراب و حسین عورتوں کی تعریف میں شعر گوئی کا عام رواج تھا۔ اسے قرآن کریم نے برا کہا۔ ۴۔ سبحان اللہ کیا پیارا جواب ہے یعنی مجاہد مسلمان تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور اشعار سے بھی تلوار کفار ناہنجار کے اجسام نابکار کو زخمی کرتی ہے اور تمہارے اشعار ان کے دلوں کو چھلنی کرتے ہیں تم ان اشعار میں ثواب پاتے ہو اب بھی جہاد کے موقعہ پر قصیدے مجاہدوں کو گرما دیتے ہیں۔ ۵۔ یہ حدیث صحیح ہے مسلم بخاری کی شرط پر ہے (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْحَیَآءُ وَالْعِیُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْبَذَاءُ وَالْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ۔

(۴۵۸۵) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرمایا کہ حیاء اور خاموشی ایمان کی دو شاخیں ہیں ۱۔ اور فحش گوئی زیادہ بولنا نفاق کی دو شاخیں ہیں ۲۔ (ترمذی)

(۴۵۸۵) ۱۔ عی کے معنی میں حیران اور کلام سے عاجزی یہاں مراد ہے کم گوئی یعنی زیادہ خاموشی اور کم گوئی مومن کی نشانی ہے کم گو آدمی اپنے باطن کی اصلاح زیادہ کرتا ہے۔ ۲۔ یعنی ہر بات بے دھڑک منہ سے نکال دینا منافق کی پہچان ہے زیادہ بولنے والا گناہ بھی زیادہ کرتا ہے یعنی اسی فی صد گناہ زبان سے ہوتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَبَّکُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبَکُمْ مِنِّیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَحَاسِنَکُمْ اَخْلَاقًا وَاِنَّ اَبْغَضَکُمْ اِلَیَّ وَاَبْعَدَکُمْ مِنِّیْ مَسَاوِیْکُمْ اَخْلَاقًا الثَّرْثَارُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ الْمُتَفَیْهِقُوْنَ۔

(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَرَوَی التِّرْمِذِیُّ نَحْوَهٗ عَنْ جَابِرٍ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ فَمَا الْمُتَفَیْهِقُوْنَ قَالَ الْمُتَکَبِّرُوْنَ۔

(۴۵۸۶) روایت ہے ابو علبہ خشنی سے ۱۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے مجھے سب سے پیارا اور قیامت کے دن مجھ سے بہت قریب تم میں سے اچھے اخلاق والا ہے ۲۔ اور تم میں سے مجھ کو بہت ناپسند اور مجھ سے بہت دور برے اخلاق والے ہیں ۳۔ جو زیادہ بولنے والے منہ پھٹ فراخ گو متکبر ۴۔ (بیہقی' شعب الایمان) اور ترمذی نے اس کی مثل حضرت جابر سے روایت کی اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم **ثرثارون** اور **متشدقون** کو تو جانتے ہیں مگر **متنفیھقون** کیا چیز ہے فرمایا تکبر والے ۵۔

(۴۵۸۶) ۱۔ آپ کا نام جرہم ابن ناشب ہے قبیلہ خشن سے ہیں اس قبیلہ کے مورث کا نام خشن ابن نمر تھا۔ جرہم اپنی کنیت میں زیادہ مشہور ہے یعنی ابو علبہ۔ آپ بیعت الرضوان میں شریک تھے حضور انور نے آپ کو خیبر کی غنیمت سے حصہ دیا۔ آپ کی تبلیغ پر آپ کی قوم ایمان لائی ۷۵ھ میں وفات پائی بعض نے فرمایا کہ امیر معاویہ کے زمانہ میں فوت ہوئے (اشعہ) ۲۔ کیونکہ خوش خلق آدمی اکثر نیک اعمال زیادہ کرتا ہے۔ گناہ اس سے کم سرزد ہوتے ہیں۔ اخلاق سے مراد اخلاق محمدی ہیں کفار پر سخت مومنوں پر بہت ہی نرم۔ دیانتداری۔ وعدہ پورا کرنا معاملات کا درست ہونا سب ہی خوش خلقی میں داخل ہیں۔ خیال رہے کہ خوش خلقی' خوشامد میں فرق ہے یوں بد خلقی اور استغناء میں فرق ہے ۳۔ کیونکہ بد خلق اکثر بد عمل ہوتے ہیں بد خلقی خود بھی بد عملی ہے اور بہت

marfat.com

سے بد عملیوں کا ذریعہ۔ جھوٹ' خیانت وعدہ خلافی بدمعاملگی سب ہی بداخلاقی کی شاخیں ہیں۔ ۴۔ ثرثارون بنا ہے ثرثرۃ سے بمعنی کثرت کلام یا ایک بات کو بار بار کہنا متشدقون بنا ہے 'شدق سے بمعنی منہ کا جبڑا۔ متشدق وہ ہے جو منہ بھر کر باتیں کرے یا جس کے جبڑے باتوں کے لئے کھلے رہیں اور مسفیھقون بنا ہے سے بمعنی وسعت و فراخی یعنی بہت ہی کلام کرنے والا جسے اردو میں کہتے ہیں بکی فارسی میں کہتے ہیں۔ بسیار گو ایک شاعر کہتا ہے۔

☆ گفتہ گفتہ من شدم بسیار گو ☆ از شمایک مونہ شد اسرار جو ☆

۵۔ یعنی **متفیھقون** سے ہماری مراد وہ لوگ ہیں جو تکبرا" بہت بولیں اپنی مجلس میں کسی کو بولنے نہ دیں جو آئے ان کی سنے اپنی کچھ نہ کہہ سکے۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَخْرُجَ قَوْمٌ یَاْکُلُوْنَ بِاَلْسِنَتِہِمْ کَمَا تَاْکُلُ الْبَقَرَۃُ بِاَلْسِنَتِہَا۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ)

(۴۵۸۷) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت نہ قائم ہوگی حتی کہ ایسی قوم نکلے گی جو اپنی زبانوں سے اسے کھائیں گے ۱۔ جیسے گائیں اپنی زبانوں سے کھاتی ہیں ۲۔ (احمد)

(۴۵۸۷) ۱۔ یعنی ان کا ذریعہ معاش یہ ہی ہوگا کہ کسی کی خوشامدانہ جھوٹی تعریف میں قصیدہ کہہ دیا اور انعام حاصل کرلیا کسی کے دشمن کی برائی میں نظم کہہ ڈالی اور کچھ وصول کرلیا لوگوں کو فصیح و بلیغ جھوٹے کلام سنائے چندہ کرلیا یعنی صرف زبان سے کمائی کریں گے۔ جیسا کہ جاہلیت کے شعراء کا دستور تھا وہ ہی پھر ہو جاوے گا۔ نعت خوان نعت گو علماء واعظین اس میں داخل نہیں۔ بشرطیکہ باعمل ہوں حلال و حرام آمدنی میں فرق کریں اسی لئے آگے بیان ہو رہا ہے ۲۔ گائے میدان میں کھاتے وقت ہری سوکھی گھاس نہیں دیکھتی جو سامنے آجائے اسے کھالیتی ہے حتی کہ کبھی دودھک بوٹی بھی کھا جاتی ہے جس سے بیمار بلکہ ہلاک ہو جاتی ہے یہ ہی اس شخص کا حال ہے جو حلال و حرام نہ دیکھے جو ملے کھائے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْبَلِیْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِیْ یَتَخَلَّلُ بِلِسَانِہٖ کَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَاقِرَۃُ بِلِسَانِہَا۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۵۸۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے لوگوں میں اس بلیغ آدمی کو ناپسند کرتا ہے ۱۔ جو اپنی زبان کو پھیرتا ہے جیسے گائے اپنی زبان کو پھیرا دیتی ہے ۲۔ (ترمذی' ابوداؤد) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(۴۵۸۸) ۱۔ بلیغ یا تو بلاغت سے ہے یا مبالغہ سے اگر بلاغت سے ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ جو کوئی صرف کلام کی خوبیوں میں کوشش کرے سچ جھوٹ کی پرواہ نہ کرے۔ اگر مبالغہ سے ہے تو مطلب ظاہر ہے کہ وہ شخص لوگوں کی تعریف یا ہجو میں مبالغہ کرے جھوٹی سچی بات کی پرواہ نہ کرے۔ ۲۔ **یتخلل** بنا ہے خلل سے بمعنی درمیان یا بیچ اس سے ہے خلال وہ تنکا جو دانتوں کے بیچ میں جائے۔ **یتخلل** کے معنی ہوئے اپنی زبان کو منہ کے بیچ میں گھمائے یعنی بہت بولے بے احتیاطی سے بولے اس کے ذریعہ روزی کمائے بے احتیاطی سے کھائے جیسے گائے باہر زبان نکال کر گھما کر چارا پکڑتی منہ میں لے جاتی ہے۔ اچھی بری چیزوں میں فرق نہیں

marfat.com

کرتی (مرقات' اشعہ) بقر' بقرہ' باقر۔ باقرہ سب کے معنی ہیں۔ بیل' گائے' بقر کے معنی ہیں چیرنا۔ چونکہ گائے بیل کے ذریعہ زمین ہل چلا کر چیری جاتی ہے اس لئے اسے باقرہ کہتے ہیں یعنی زمین کو چیرنے والے۔ بڑے عالم کو باقر العلوم کہتے ہیں گویا اس نے علم کو چیر کر اس پر قبضہ کر لیا ہے اس لئے ایک امام کا نام باقر ہے اس میں وہ واعظین بھی داخل ہیں جو محض پیشہ ور واعظ ہیں صرف روزی کمانے کے لئے تقریریں کرتے ہیں سوالوگوں کو خوش کرنے کے اور کوئی غرض نہیں رکھتے۔ یہاں مرقات نے بروایت حاکم حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً حدیث نقل فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے عالم آخرت کے جاہل کو ناپسند فرماتا ہے۔ وعظ تبلیغ دین کے لئے چاہیے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ بِقَوْمٍ تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنَ النَّارِ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيْلُ مَنْ هٰؤُلَآءِ قَالَ هٰؤُلَآءِ خُطَبَاءُ اُمَّتِكَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۴۵۸۹) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس رات ہم کو سیر کرائی گئی (معراج) ہم ایسی قوم پر گزرے جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے ا۔ تو ہم نے کہا کہ جبریل یہ کون لوگ ہیں فرمایا یہ آپ کی امت کے واعظین ہیں ۲۔ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں ۳۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۴۵۸۹) ا۔ یعنی لوہے کی قینچی آگ سے گرم کی ہوئی۔ آگ بھی دوزخ کی تو ان کا تپنا' گرم ہونا بھی نہایت ہی سخت ہو گا۔ ۲۔ مرقات نے فرمایا کہ خطباء میں بے عمل عالم' واعظ' شاعر سب ہی داخل ہیں خیال رہے کہ بے عمل عالم سے بد عمل عالم زیادہ برا بھی ہے خطرناک بھی۔ ۲۔ فی زمانہ واعظین عمل کا وعظ ہی نہیں کرتے شعر خوانی خوش الحانی قصے کہانی میں وقت پورا کرتے ہیں عام جلسے گویا حلال سنیما ہیں کہ سننے والے بھی تماشائی ذہنی عیاش ہوتے ہیں ہم نے وہ زمانہ دیکھا ہے جب مسلمان علماء کے وعظ سن کر بعد میں یاد کرتے تھے کہ مولوی صاحب نے آج فلاں فلاں مسئلہ بیان کیا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْكَلَامِ لِيَسْبِيَ بِهٖ قُلُوْبَ الرِّجَالِ اَوِ النَّاسِ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۵۹۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات کا ہیر پھیر سیکھے ا۔ تاکہ اس سے مردوں یا لوگوں کے دل پھانس لے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے نہ فرائض قبول فرمائے گا نہ نوافل ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۵۹۰) ا۔ صرف کے چند معنی ہیں ایک مضمون کو مختلف عبارتوں سے بیان کرنا۔ اچھی عبارت بولنا۔ جھوٹی بات سچی کر کے دکھانا یعنی جو عالم لچھے دار گفتگو زنانے کی تقریریں کرنا اس لئے سیکھے کہ لوگ اس کے جال میں پھنس جائیں لوگ اس کے معتقد ہو جاویں ۲۔ صرف و عدل کے بہت معنی ہیں صرف فرض۔ عدل۔ نفل۔ صرف توبہ' عدل فدیہ۔ صرف عبادات عدل درستی معاملات یعنی ایسے ریاکار کے اعمال بارگاہ الٰہی میں قابل قبول نہیں وجہ ظاہر ہے کہ اس نے علم دین دنیا کے لئے حاصل کیا اللہ کی اعلیٰ نعمت کی بے قدری کی۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّهٗ قَالَ يَوْمًا وَقَامَ

(۴۵۹۱) روایت ہے حضرت عمرو بن عاص سے کہ انہوں نے

marfat.com

رَجُلٌ فَاَکْثَرَ الْقَوْلَ فَقَالَ عَمْرٌو لَوْ قَصَدَ فِیْ قَوْلِہٖ لَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَقَدْ رَاَیْتُ اَوْ اُمِرْتُ اَنْ اَتَجَوَّزَ فِی الْقَوْلِ فَاِنَّ الْجَوَازَ ھُوَ خَیْرٌ۔

(رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

ایک دن فرمایا حالانکہ ایک آدمی کھڑا ہوا تو بہت باتیں کیں ۱؎ تب حضرت عمرو نے فرمایا کہ اگر یہ اپنے کلام میں اختصار کرتا تو اچھا ہوتا ۲؎ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ میں مناسب سمجھتا ہوں یا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ کلام میں اختصار کیا کروں ۳؎ کیونکہ مختصر کرنا میں بہتر ہے ۴؎ (ابوداؤد)

(۴۵۹۱) ۱؎ یعنی بہت لمبی تقریر کی نہایت فصیح و بلیغ تاکہ لوگ اس کے کمال کے قائل ہو جاویں لوگ اس کی دراز تقریر سے گھبرا گئے اکتا گئے ۲؎ کہ زیادہ باتیں لوگ بھول جاتے ہیں دلوں پر اثر نہیں ہوتا بہتر یہ ہے کہ کلام تھوڑا ہو مگر دلنشین اور موثر ہو۔ ۳؎ ہر کلام میں خصوصاً وعظ و نصیحت میں اختصار مفید ہے اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ خیر الکلام ماقل ودل۔ لوگوں کو یاد خوب رہتا ہے ۴؎ اس حدیث کی اسناد میں محمد ابن اسماعیل ابن عباس راوی ہے اسے محدثین نے ضعیف فرمایا ہے۔

وَعَنْ صَخْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ سِحْرًا وَ اِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَھْلًا وَاِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُکْمًا وَ اِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِیَالًا۔ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۵۹۱) روایت ہے حضرت صخر بن عبداللہ ابن بریدہ سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی ۱؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بعض بیان جادو ہیں اور بعض علم جہالت ہے ۲؎ اور بعض شعر حکمت ہیں ۳؎ اور بعض کلام وبال ہیں ۴؎ (ابوداؤد)

(۴۵۹۱) ۱؎ بریدہ اسلمی مشہور صحابی ہیں ان کے فرزند عبداللہ ابن بریدہ **تابعی** ہیں ان کا لقب مروزی ہے انہوں نے اپنے دادا حضرت بریدہ سے ملاقات کی ہے حضرت بریدہ غزوہ بدر سے پہلے ایمان لائے مگر اس غزوہ میں شریک نہ ہوئے بیعۃ رضوان میں حاضر تھے مدینہ کے رہنے والے تھے پھر بصرہ پھر خراسان میں رہے یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں مقام مرو میں وفات پائی ۶۳ باسٹھ میں اور مرو میں ہی دفن ہوئے آپ سے بہت لوگوں نے احادیث روایت کیں۔ ۲؎ غیر ضروری چیزیں سیکھنا ضروری چیزیں نہ سیکھنا جہالت ہے بعض لوگ بجائے علم دین کے فلسفہ منطق ریاضی میں عمر صرف کر دیتے ہیں یہ جہالت ہے یوں ہی جو علم رب تک نہ پہنچائے وہ جہالت ہے یوں ہی علم بے عمل جہالت ہے یا علم کا دعویٰ ہو مگر علم نہ ہو یہ جہالت **مرکبہ** ہے۔ جس علم کے ساتھ عقل یا معرفت نہ ہو وہ جہالت ہے۔ ۳؎ بعض علماء نے بہت سے علوم اشعار میں بیان کر دیئے ہیں ایک بزرگ نے سارے قرآن مجید کی تفسیر پنجابی اشعار میں لکھی، تفسیر سورہ یوسف نظم میں تو بہت لوگوں نے لکھیں یہ اشعار حکمت ہیں ان... سے علم کی اشاعت بہت ہوتی ہے۔ ۴؎ یا کہنے والے پر وبال کہ اپنے کلام سے پکڑا جاوے یا سننے والے پر وبال کہ وہ اکتا جاوے مگر یہ ختم ہی نہ کرے یا وہ سمجھے نہیں اور یہ کہے جاوے۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِی الْمَسْجِدِ یَقُوْمُ عَلَیْہِ قَائِمًا یُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی

(۴۵۹۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب حسان کے لئے مسجد میں منبر رکھتے تھے جس پر وہ سیدھے کھڑے ہوں ۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فخر

marfat.com

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ یُنَافِحُ وَ یَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا نَافَحَ اَوْ فَاخَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

کرتے تھے یا دفع فرماتے تھے ۲۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ اللہ بذریعہ جبریل حضرت حسان کی مدد فرماتا ہے جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فخر کرتے ہیں یا دفع کرتے رہتے ہیں ۳۔ (بخاری)

(۴۵۹۲) ۱۔ حضور کی نعت شریف پڑھنے کے لئے یا مشرکین عرب کی ہجو کرنے کے لئے سبحان اللہ کیا تقدیر ہے حضرت حسان کی کہ حضور انور کی مجلس مبارک میں مسجد نبوی شریف میں آپ کو منبر عطا ہو رہا ہے نعت خوانی نعت گوئی اللہ کی رحمت ہے۔ بشرطیکہ مقبول ہو ۲۔ یعنی حضور کی تشریف آوری اور خود اپنے کو حضور کی اتباع نصیب ہونے پر فخر کرتے تھے۔ شعر:۔

☆ انسانیت کو فخر ہے تیری ذات سے ☆ بے نور تھا خرد کا ستارہ ترے بغیر ☆

یا مشرکین سے حضور کا بدلہ لیتے تھے کہ ان کی ہجو کرتے تھے حضور انور کے فضائل بیان فرماتے تھے۔ آپ خود سنتے اور لوگوں کو سننے کا حکم دیتے تھے حضرت حسان کو دعائیں دیتے تھے۔ ۳۔ یعنی میں دیکھتا ہوں کہ جب تک جناب حسان ہماری نعت خوانی کفار کی ہجو کرتے ہیں ان کے سر پر حضرت جبریل علیہ السلام کا ہاتھ ہوتا ہے اس ہاتھ کے اثر سے ان کے دل میں اچھے مضامین پیدا ہوتے ہیں اچھے الفاظ سمجھ میں آتے ہیں اچھی طرح اخلاص کے ساتھ ادا ہوتے ہیں یہ سب کچھ حضرت جبریل کی مدد کا نتیجہ ہے خیال رہے کہ دوست چند نوعیتوں کے ہوتے ہیں اپنا دوست وہ دوست' اپنے دوست کا دوست وہ دوست' دشمن کا دشمن' وہ دوست یوں ہی دشمن چند قسم کے ہیں اپنا دشمن۔ اپنے دشمن کا دوست۔ اپنے دوست کا دشمن۔ حضرت حسان حضور کے دوست حضور کے دوستوں کے دوست اور حضور کے دشمنوں کے دشمن تھے۔ لہٰذا آپ تینوں قسم کے دوست تھے اس لئے آپ کا یہ درجہ ہوا چونکہ حضرت جبریل انبیاء کرام پر وحی لاتے رہے اور وحی روح ہے لہٰذا آپ کا نام روح ہوا قدس رب تعالیٰ کا نام شریف ہے تو معنی ہوئے کہ رب تعالیٰ کی روح یعنی اسکی پسندیدہ روح۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَادٍ یُقَالُ لَہٗ اَنْجَشَۃُ وَکَانَ حَسَنَ الصَّوْتِ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُوَیْدَکَ یَا اَنْجَشَۃُ لَا تَکْسِرِ الْقَوَارِیْرَ قَالَ قَتَادَۃُ یَعْنِیْ ضَعَفَۃَ النِّسَاءِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۵۹۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدی خواں تھا۱۔ جسے انجشہ کہا جاتا تھا اور وہ تھا خوش آواز ۲۔ تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انجشہ چھوڑ دو کچی شیشیاں نہ توڑو۔ قتادہ فرماتے ہیں یعنی کمزور دل عورتیں ۳۔ (مسلم بخاری)

(۴۵۹۳) ۱۔ حدی یا حداوہ گانا ہے جس سے اونٹ کو مستی دلا کر چلایا جاوے اونٹ گانے..... کا عاشق ہے جیسے سانپ خوش آواز کا جب اونٹ تھک جاتا ہے تو خوش آوازی سے اسے گانا سنایا جاتا ہے جس سے مست ہو کر خوب تیز دوڑتا ہے اس گانے کو حدی اور گانے والے کو حاد کہتے ہیں حضرت انجشہ بڑے خوش آواز تھے اس لئے حدی خواں آپ ہوتے تھے حدی کی ابتداء کیسے ہوئی اس کے متعلق یہاں مرقات نے عجیب واقعات بیان کئے ایک بدوی نے اپنے غلام کو مارا اس کا ہاتھ کاٹ کھایا غلام خوش آواز تھا وہ گھبراہٹ میں بولا دی۔ دی۔ دی بجائے یدی۔ یدی۔ کے دی دی کہا اونٹ کو اس پر وجد آگیا تب سے حدی کا دستور قائم ہوا بعض

marfat.com

فرمایا۔

marfat.com

بَابُ حِفْظِ اللِّسَانِ وَالْغِيْبَةِ وَالشَّتْمِ

زبان کی حفاظت اور غیبت اور گالی کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں **الغیبة والشتم** ہے تو معنی ظاہر ہیں یعنی اپنی زبان کو غیبت اور گالی سے محفوظ رکھنا عام نسخوں میں واسے ہے تب معنی یہ ہوں گے کہ اپنی زبان کو ہر بری چیز خصوصاً غیبت و گالی سے محفوظ رکھنا۔ خیال رہے کہ کسی مسلمان کے غیر مشہور عیب اس کے پس پشت بلا ضرورۃ" بیان کرنا غیبت ہے خواہ وہ شخص زندہ ہو یا مردہ موجود ہو یا غائب۔ غیبت حرام ہے اور ہر فحش کلام شتم ہے۔ سب عام ہے شتم خاص۔ غیبت کی یہ تعریف اور تعریف کی یہ قیود خیال میں رکھنی چاہیں۔ لغوی غیبت کبھی حرام ہے کبھی کفر کبھی جائز کبھی واجب فرض مسلمان کی غیبت بلاوجہ حرام ہے انبیاء و اولیاء کی غیبت جو جنت کے بشارت یافتہ ہیں کفر ہے جیسے روافض کا تبرا اور راویان حدیث کی غیبت واجب ہے تاکہ احادیث صحیح وغیرہ صحیح مخلوط نہ ہو جاویں کسی کے شر سے مسلمان کو بچانے کے لئے غیبت کرنا واجب ہے۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۵۹۸) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی مجھے اپنے دو جبڑوں اور دو پاؤں کے درمیان کی چیزوں کی ضمانت دے۔ میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں ا۔ (بخاری)

(۴۵۹۸) ا۔ دو جبڑوں کے درمیان کی چیز زبان و تالو وغیرہ ہے اور دو پاؤں کے بیچ کی چیز شرمگاہ ہے یعنی اپنی زبان کو جھوٹ غیبت ناجائز باتیں کرنے سے بچائے اپنے منہ کو حرام غذا سے محفوظ رکھے اپنی شرمگاہ کو زنا کے قریب نہ جانے دے ظاہر بات ہے کہ ایسا مسلمان مومن متقی ہو گا۔ خیال رہے کہ قریباً اسی فی صدی گناہ زبان سے ہوتے ہیں جو اپنی زبان کی پابندی کرے وہ تو چوری ڈکیتی قتل بھی نہیں کرتا انسان جرم جب ہی کرتا ہے جبکہ جھوٹ بولنے پر آمادہ ہو جاوے کہ اگر پکڑا گیا تو میں انکار کر دوں گا۔ جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ خیال رہے کہ حضور کی یہ ضمانت تاقیامت انسانوں کے لئے ہے۔ اور حضور کی ضمانت خدا کی ضمانت ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا يُلْقِيْ لَهَا بَالًا يَهْوِيْ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ۔

(۴۵۹۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ رضاء الٰہی کا کوئی کلمہ بول دیتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے درجے بڑھا دیتا ہے ا۔ اور بندہ اللہ کی ناراضی کی کوئی بات کر دیتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا اس کی وجہ سے دوزخ میں گر جاتا

marfat.com

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُمَا يَهْوِيْ بِهَا فِي النَّارِ اَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ)

ہے ۲۔ (بخاری) اور مسلم، بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اس سے آگ میں گر جاتا ہے مشرق و مغرب کے فاصلے کے برابر ۳۔

(۴۵۹۹) ۱۔ یعنی بعض باتیں انسان کے نزدیک معمولی ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم الشان کہ بولنے والے کو عظیم الشان بنادیتی ہیں ۲۔ یعنی بعض باتیں انسان کی نگاہ میں نہایت معمولی ہوتی ہیں۔ رب تعالیٰ کے نزدیک بدترین جرم کہ انسان کو دوزخی بنا دیتی ہیں لہٰذا زبان کی بہت ہی حفاظت چاہیے ۳۔ دوزخ میں جس قدر نیچائی زیادہ اسی قدر عذاب سخت جنت میں جس قدر اونچائی زیادہ اسی قدر ثواب اعلیٰ دوزخ کا طبقہ ہاویہ سب سے نیچا ہے مطلب یہ ہے کہ بد عملی کی وجہ سے انسان دوزخ کے اونچے طبقے میں جاوے گا جہاں عذاب ہلکا ہے مگر بری کلام کی وجہ سے نیچے طبقہ میں جاوے گا جہاں عذاب سخت تر ہے رب تعالیٰ نے انسان کو ارکان (اعضا) جنان (دل) لسان (زبان) عطا فرمائے ہیں ارکان و جنان کے گناہوں سے لسان یعنی زبان کا جرم بدترین ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۶۰۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے ۱۔ (مسلم بخاری)

(۴۶۰۰) ۱۔ کفر یا معنی کفران نعمت یعنی ناشکری ہے یا ایمان کا مقابل یعنی بلا قصور مسلمان کو برا کہنا اور بلا قصور اس سے لڑنا بھڑنا ناشکری ہے یا کفار کا سا کام ہے یا اسے مسلمان ہونے کی وجہ سے مارنا پیٹنا یا ناجائز جنگ کو حلال سمجھ کر کرنا کفر و بے ایمانی ہے (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِاَخِيْهِ كَافِرٌ فَقَدْ بَآءَ بِهَا اَحَدُهُمَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۶۰۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہے تو اس کفر کو لے کر ان دونوں میں سے ایک لوٹے گا۔ (مسلم بخاری)

(۴۶۰۱) ۱۔ یعنی جو مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہے اگر وہ مسلمان واقعی کوئی کفریہ کام یا کفریہ کلام کر چکا ہے تب تو یہ کفر اس پر پڑے گا لیکن اگر اس میں کوئی کفر نہ ہو تو یہ کہنے والا کافر ہو جاوے گا جب کہ کسی قطعی ایمان والے کو کافر کہے۔ جیسے صحابہ کرام کو خصوصاً مبشرین یا الجنۃ کو کافر کہنے والا یقیناً کافر ہے کہ قرآن حدیث تو انہیں مومن کہہ رہے ہیں اور یہ انہیں کافر کہتا ہے۔ تو قرآن و حدیث کا منکر ہے یا کسی عقیدہ اسلامیہ کی بنا پر کافر کہتا ہے تو بھی یہ کہنے والا کافر ہے اس سے وہ شخص مراد نہیں جو کسی کو گالی کے طور پر کافر کہے یا کافر کے معنی ناشکرا یا چھپانے والا کرے لہٰذا حدیث واضح ہے حضرت خسرو فرماتے ہیں۔

☆ کافر عشقم مسلمانی مرا درکار نیست ☆ ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست ☆

یہاں کافر عشق سے مراد ہے عشق کا چھپانے والا اسے دل میں رکھنے والا رب تعالیٰ فرماتا ہے **ومن یکفر بالطاغوت ویومن باللّٰہ** جو کوئی بتوں کا انکار کرے اللہ پر ایمان لائے یہاں کفر بمعنی انکار ہے لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت مشکل ہے۔ فقیر نے جو توجیہ کی ہے انشاء اللہ اس سے اشکال نہ رہا۔

marfat.com

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَلَا یَرْمِیْہِ بِالْکُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَیْہِ اِنْ لَمْ یَکُنْ صَاحِبُہٗ کَذٰلِکَ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۴۶۰۲) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص کسی شخص کو فسق کی اور کفر کی تہمت نہیں لگاتا مگر وہ اسی پر لوٹتا ہے اگر اس کا صاحب ایسا نہ ہو ا۔ (بخاری)

(۴۶۰۲) ا۔ مقصد یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کافر یا فاسق نہ کہو کیونکہ اگر وہ واقعی کافی یا فاسق ہو اتب تو یہ لفظ اس پر صادق آوے گا ورنہ کہنے والے پر کہ یہ کہنے والا یا کافر و فاسق ہو جاوے گا یا کافر و فاسق کہنے کا وبال اس پر پڑے گا۔

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْکُفْرِ اَوْ قَالَ عَدُوَّ اللّٰہِ وَلَیْسَ کَذٰلِکَ اِلَّا حَارَ عَلَیْہِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۶۰۳) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کسی شخص کے کافر ہونے کا دعویٰ کرے یا کہے اللہ کا دشمن اور وہ ایسا ہو نہیں مگر وہ اس پر لوٹتا ہے ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۶۰۳) ا۔ کا مطلب ابھی عرض کیا گیا کہ مسلمان کو کسی عقیدہ اسلامیہ کی وجہ سے کافر کہنے والا یا ایسے مسلمان کو جس کا اسلام یقینی قطعی ہو کہنے والا خود کافر ہے بطور گالی کافر کہنے کا سخت گنہگار ہے جیسے کسی کو حرامی کہا تو اسے قذف لگ سکتی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَی الْبَادِیْ مَا لَمْ یَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۶۰۴) روایت ہے حضرت انس اور ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گالی گلوچ کرنے والے جو کچھ کہیں اس کا وبال ابتداء کرنے والے پر جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے ا۔

(۴۶۰۴) ا۔ یعنی دونوں کی برائیوں کا وبال ابتداء کرنے والے پر ہو گا جبکہ دوسرا زیادتی نہ کر جاوے صرف اگلے کو جواب دے۔ خیال رہے کہ گالی کے بدلے گالی نہ دینا چاہیے کہ گالی فحش ہے جس سے زبان اپنی ہی خراب ہوتی ہے سب کے معنی ہیں برا کہنا نہ کہ گالی دینا گالی دینے والے سے بدلہ اور طرح لو اسے گالی نہ دو اگر کتا کاٹ لے۔ تو تم اسے کاٹو مت بلکہ لکڑی سے مارو لہٰذا حدیث واضح اس میں گالیاں بکنے کی اجازت نہ دی گئی۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَنْبَغِیْ لِصِدِّیْقٍ اَنْ یَّکُوْنَ لَعَّانًا۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۶۰۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدیق کے لئے یہ لائق نہیں ا۔ کہ لعن و طعن کرنے والا ہو ۲۔ (مسلم)

(۴۶۰۵) ا۔ صدیق کے لغوی معنی ہیں بہت سچا یہ صدیق کا مبالغہ ہے صادق وہ جو جھوٹ نہ بولے صدیق وہ جو جھوٹ نہ بول سکے صادق وہ جو ایک آدھ بار سچ بولے صدیق وہ جو ہمیشہ سچ بولا کرے صادق وہ جو کلام کا سچا ہو صدیق وہ جو کام، کلام ہر وصف کا سچا ہو صادق وہ جو وہ کہے جو واقعہ ہو۔ صدیق وہ کہ جو کہہ دے واقعہ ویسا ہی ہو جاوے صوفیاء کے نزدیک صدیق ایک درجہ والا جس کا مقام نبی کے بعد بغیر واسطہ بغیر فاصلہ کے ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **من النبیین والصدیقین** اسلام میں پہلے صدیق حضرت ابو بکر

marfat.com

صدیق اکبر ہیں۔ ۲۔ یعنی جسے اللہ تعالیٰ صدیق بنائے وہ لوگوں پر لعنت کرنے کا عادی نہیں ہوتا کیونکہ صدیقیت کو نبوت سے بہت ہی قرب ہے کہ نبی کے بعد صدیق کا درجہ ہے حضرات انبیاء رحمت والے ہوتے ہیں نہ کہ لعنت بھیجنے والے اور نہ عذاب کی دعائیں کرنے والے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جن کے مذہب میں تبرا و لعنت بہترین عبادت ہے۔ **نعوذ باللہ۔ الحمد للہ** کہ اہل سنت نے لعنت کو نہ عبادت سمجھی نہ عادت ڈالی حتیٰ کہ جو لوگ لعنت کے مستحق بھی ہیں ان پر بھی لعنت کرنا اپنا شیوہ نہیں بناتے ہمارے ہاں ابلیس یا ابوجہل یا فرعون پر لعنت کرتے رہنا عبادت نہیں بلکہ عبث کام ہے خیال رہے کہ لعنت دو قسم کی ہے ایک تو اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ سے دوری یہ صرف کفار کے لئے دوسری رحمت خاصہ یعنی بلندی درجات سے محرومی یہ گنہگار مسلمان کو بھی ہو سکتی ہے جن کفار کا کفر پر مرنا دلیل شرعی سے ثابت ہو ان پر نام لے کر لعنت کرنا درست ہے۔ دوسروں کو وصف سے لعنت کر سکتے ہیں نام لے کر نہیں کر سکتے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹوں پر یا ظالموں پر خدا کی لعنت یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں پر جو جھوٹا ہے لعنت یہ بھی خیال رہے کہ اللہ کی لعنت کے معنی ہیں رحمت سے دور کرنا بندوں کی لعنت کے معنی ہیں اس دوری کی بددعا کرنا (اشعہ)

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللَّعَّانِیْنَ لَا یَکُوْنُوْنَ شُھَدَآءَ وَلَا شُفَعَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۶۰۶) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بہت لعن طعن کرنے والے قیامت کے دن نہ گواہ ہوں گے نہ شفیع ا۔ (مسلم)

(۴۶۰۶) ا۔ یعنی امت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روزہ قیامت گزشتہ انبیاء کرام کی گواہ بھی ہوگی کہ انہوں نے اپنی امتوں کو تبلیغ فرمادی اور گنہگاروں کی شفیع بھی مگر جو مسلمان لعن و طعن کا عادی ہوگا وہ ان دونوں نعمتوں سے محروم رہے گا لہٰذا دنیا میں لعن طعن کے عادی نہ بنو۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ ھَلَکَ النَّاسُ فَھُوَ اَھْلَکُھُمْ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۶۰۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی شخص کہے کہ لوگ ہلاک ہوگئے تو اس نے انہیں ہلاک کر دیا ۲۔ (مسلم)

(۴۶۰۷) ا۔ **اھلکھم** کی دو قرأتیں ہیں کاف کے ضمہ سے یعنی صیغہ اسم تفضیل ہو اور کاف کے فتحہ سے ماضی۔ یعنی جو مسلمانوں کے متعلق یہ کہتا رہے کہ سارے مسلمان ہلاک ہوگئے رحمت خدا سے دور ہوگئے بے دین ہوگئے، تو ان سب میں زیادہ ہلاک ہونے والا یہ ہوگا کہ وہ مسلمانوں کو رحمت الٰہی سے دور سمجھ رہا ہے یا جو لوگوں کو رحمت الٰہی سے مایوس کرے کہ لوگ برباد ہو گئے کافر ہو گئے فاسق ہو گئے تو ان لوگوں کو رب تعالیٰ نے ہلاک نہ کیا بلکہ اس نے ہلاک کیا اگر لوگ مایوس ہو کر گنہگار بن جاویں تو مجرم یہ ہوگا مسلمان کہتے ہیں گنہگار ہوں مگر انشاء اللہ رحمت الٰہی ان کی دستگیری کرے گی انہیں سے کام نے گی کوئی انہیں ابھارنے والا ہو۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا۔ شعر:۔

☆ نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے ☆ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی ☆

رحمت للعالمین کی امت غافل ہو جاتی ہے اسے جگاتے رہو کام لیتے رہو یہ جاگ اٹھے تو بہت کام کرتی ہے کیوں نہ ہو کہ حضور کی

marfat.com

ان پر رحمت ہے شعر:۔

☆ عرب کے واسطے رحمت عجم کے واسطے رحمت ☆ وہ آئے لیکن آئے رحمۃ للعالمین ہو کر ☆

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَاْتِيْ هٰؤُلَآءِ بِوَجْهٍ وَّ هٰؤُلَآءِ بِوَجْهٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۶۰۸) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم قیامت کے دن بدترین لوگوں میں دو منہ والے کو پاؤ گے جو ان کے پاس اور منہ سے جاوے اور ان کے پاس اور منہ سے ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۶۰۸) ا۔ یعنی بدترین بندہ منافق یا چغل خور ہے جو لوگوں میں لڑائی کرنے کے لئے ایک جماعت کے پاس اس کا خیر خواہ بن کر جاوے اور دوسری جماعت سے انہیں بھڑکاوے دوسری جماعت کے پاس ان کا خیر خواہ بن جاوے انہیں بھڑکاوے لڑائی کراوے خدا کی پناہ یہ عیب فی زمانہ عورتوں میں بہت زیادہ ہے اس سے توبہ چاہیے اس کا انجام دو طرفہ شرمندگی ہے۔ شیخ سعدی نے ان کا انجام یوں فرمایا۔ شعر:۔

☆ کنند ایں و آں خوش ذگر بارہ دل ☆ وے اندر میاں کو ربحت و خجل۔ ☆

وہ دونوں مل جاویں گے یہ دو طرفہ روسیاہ ہو گا۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ نَمَّامٌ)

(۴۶۰۹) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جنت میں چغل خور نہ جاوے گا ا۔ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں چغلخور ہے۔

(۴۶۰۹) ا۔ قتات وہ شخص ہے جو دو مخالفوں کی باتیں چھپ کر سنے اور پھر انہیں زیادہ لڑانے کے لئے ایک کی بات دوسرے تک پہنچائے اگر یہ شخص ایمان پر مرا تو جنت میں اولاً نہ جائے گا بعد میں جائے تو جائے کفر پر مرا تو کبھی وہاں نہ جاوے گا خیال رہے کہ جو دو طرفہ جھوٹی باتیں لگا کر صلح کرادے وہ نمام نہیں مصلح ہے نمام وہ ہے جو لڑائی و فساد کے لئے یہ حرکات کرے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا وَاِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَاِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِيْ اِلَى الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ اِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ اِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْكَذِبَ فُجُوْرٌ

(۴۶۱۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سچ کو لازم کرلو کیونکہ سچ نیکی کی طرف ہدایت دیتا ہے ا۔ اور نیکی جنت کی طرف ہادی ہے اور انسان سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کی تلاش کرتا رہتا ہے۔ حتی کہ اللہ کے نزدیک سچا لکھ دیا جاتا ہے۔ ۲۔ اور جھوٹ سے بچو کہ جھوٹ بدکاری کی طرف رہبری کرتا ہے اور یہ بدکاری آگ کی طرف ہادی ہے ۳۔ اور انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کی تلاش کرتا رہتا ہے حتی کہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے ۴۔ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ۔ فرمایا سچائی بھلائی ہے اور بھلائی جنت

marfat.com

وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَهْدِیْ اِلَی النَّارِ)

کی طرف رہبری کرتی ہے اور جھوٹ بدکاری ہے اور بدکاری آگ کی طرف رہبری کرتی ہے ۵۔

(۴۶۱۰) ۱۔ یعنی جو شخص سچ بولنے کا عادی ہو جاوے اللہ تعالیٰ اسے نیک کار بنادے گا اس کی عادت اچھے کام کرنے کی ہو جاوے گی اس کی برکت سے وہ مرتے وقت تک نیک رہے گا۔ برائیوں سے بچے گا۔ ۲۔ اور جو اللہ کے نزدیک صدیق ہو جاوے اس کا خاتمہ اچھا ہوتا ہے اور وہ ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے ہر قسم کا ثواب پاتا ہے اور دنیا بھی اسے سچا کہنے اچھا سمجھنے لگتی ہے اس کی عزت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے۔ ۲۔ یعنی جھوٹا آدمی آگے چل کر پکا فاسق و فاجر بن جاتا ہے جھوٹ ہزارہا گناہوں تک پہنچا دیتا ہے تجربہ بھی اسی پر شاہد ہے سب سے پہلے جھوٹ شیطان نے بولا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، پہلا تقیہ پہلا جھوٹ شیطان کا کام تھا ۴۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر یہ شخص ہر قسم کے گناہوں میں پھنس جاتا ہے اور قدرتی طور پر لوگوں کو اس کا اعتبار نہیں رہتا لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں ۵۔ یہ حدیث بہت طریقوں سے مروی ہے جنہیں مسلم بخاری، جامع صغیر وغیرہ نے روایت فرمایا وہ تمام الفاظ یہاں مرقات نے جمع فرمائے

وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُوْلُ خَيْرًا وَيَنْمِيْ خَيْرًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۶۱۱) روایت ہے حضرت ام کلثوم سے فرماتی ہیں۔ ۱۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جھوٹا وہ نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرادے اور کہے خیریات اور پہنچائے خیریات ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۶۱۱) ۱۔ یہ ام کلثوم بنت رسول اللہ نہیں بلکہ ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابو معیط ہیں مکہ معظمہ میں اسلام لائیں اور وہاں سے پیدل مدینہ منورہ پہنچیں حضرت زید ابن حارثہ کے نکاح میں آئیں جب غزوہ موتہ میں جناب زید شہید ہو گئے تو ان سے زبیر ابن عوام نے نکاح کر لیا انہوں نے طلاق دے دی تو ان سے عبدالرحمٰن ابن عوف نے نکاح کر لیا ان سے دو بیٹے ہوئے ابراہیم اور حمید پھر عبدالرحمٰن کی وفات کے بعد عمرو ابن عاص کے نکاح میں آئیں اس نکاح سے ایک ماہ بعد وفات پا گئی۔ حضرت عثمان غنی کی اخیافی بہن ہیں آپ سے آپ کے صاحبزادہ حمید نے احادیث روایت کیں (مرقات) ۲۔ یعنی جو مسلمان دو لڑے ہوئے مسلمانوں کے درمیان جھوٹی خبریں پہنچا کر ان میں صلح کرادے تو وہ گنہگار نہیں اور یہ جھوٹ گناہ نہیں مثلاً زید و عمرو لڑے ہوئے ہیں یہ زید سے کہے کہ عمرو نے آپ کو سلام کہا ہے اور وہ آپ کی بہت تعریف کرتے ہیں عمرو کے متعلق بھی یہی کہے حتیٰ کہ ان کی صلح ہو جاوے تو یہ شخص ثواب پائے گا۔ خیال رہے کہ چند صورتوں میں جھوٹ جائز ہے ان میں سے ایک تو یہ دوسرے کسی کا جان و مال محفوظ کرنے دشمن سے بچانے کے لئے جھوٹ بولنا۔ بلکہ بعض جگہ جھوٹ عبادت ہے جیسے کسی متقی پرہیزگار کا اپنے کو گنہگار کہنا عبادت ہے اور بعض سچ کفر ہو جاتا ہے۔ شیطان نے کہا تھا رب بما اغویتنی سچ کہا تھا ہدایت و گمراہی اللہ ہی کی طرف سے ہے مگر شیطان ہو گیا کافر۔

وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ

(۴۶۱۲) روایت ہے حضرت مقداد ابن اسود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم منہ پر تعریف

marfat.com

فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) کرنے والوں کو دیکھو۔ تو ان کے منہ میں مٹی ڈال دو ۲۔ (مسلم)

(۴۶۱۲) ا۔ یہاں مداحین سے مراد وہ جھولی چک ہیں جو خوشامد کے لئے لوگوں کے منہ پر تعریفیں کرتے ہیں بلکہ اس سے اپنے پیٹ پالتے ہیں جھوٹی تعریفیں کر کے سامنے والے کو خوش کرتے ہیں جو کبھی نیک شخص کی سچی تعریف کرے جس سے اس کو اور زیادہ نیکی کی رغبت ہو وہ اس میں داخل نہیں اس لئے مداحین صیغہ مبالغہ ارشاد ہوا۔ یعنی تعریفیں کرنے کا عادی اس کا پیشہ ور ۲۔ بعض شارحین نے حدیث کو بالکل ظاہری معنی پر رکھا کہ واقعی ان پر مٹی ڈال دو۔ تاکہ آئندہ وہ اس کام کی جرات نہ کریں۔ دو چار جگہ منہ پر خاک پڑ جانے سے اس عمل سے توجہ کر لیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس پر خاک ڈالو ادھر توجہ نہ کرو یہ نہ سمجھو کہ واقعی تم بڑے اچھے آدمی ہو یا یہ مطلب ہے کہ اسے کچھ دے دو تھوڑا مال بھی گویا خاک ہے تاکہ وہ تمہاری ہجو نہ کرے کہ ایسے لوگ کچھ نہ ملنے پر گالیاں دیتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ انہیں بہت تھوڑا مال دو جو خاک برابر ہو۔ زیادہ مال نہ دو اور بھی بہت معنی کئے گئے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ قَالَ اَثْنٰى رَجُلٌ عَلٰى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِيْكَ ثَلٰثًا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰهُ حَسِيْبُهٗ اِنْ كَانَ يَرٰى اَنَّهٗ كَذٰلِكَ وَلَا يُزَكِّیْ عَلَى اللّٰهِ اَحَدًا ۱۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۶۱۳) روایت ہے حضرت ابو بکر سے فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کی تعریف کی ا۔ تو فرمایا تیری خرابی تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی تین بار فرمایا ۲۔ تم میں سے جو کسی کی ضرور تعریف ہی کرے تو کہے کہ میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ اس پر مطلع ہے بشرطیکہ وہ اسے ایسا ہی جانتا ہو ۳۔ اللہ پر کسی کی صفائی بیان نہ کرے ۴۔ (مسلم بخاری)

(۴۶۱۳) ا۔ یعنی بہت زیادہ تعریف کی بہت مبالغہ سے غالباً وہ شخص وہاں موجود ہو گا۔ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے دیکھو مرقات ۲۔ یعنی وہ شخص ایسی طبیعت کا ہے کہ تیری تعریف سن کر مغرور و متکبر ہو جاوے گا۔ ایسے شخص کی منہ پر تعریف اسے نقصان دیتی ہے۔ خیال رہے کہ بعض لوگ اپنی تعریف سن کر اور زیادہ نیکیاں کرنے لگتے ہیں اور بعض لوگ غرور میں آجاتے ہیں پہلے قسم کے لوگوں منہ پر تعریف کرنا مفید ہے۔ دوسرے لوگوں کے لئے نقصان دہ یہاں دوسری صورت کا ذکر ہے ۳۔ یعنی کسی کی تعریف کرنے کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ یقین کے ساتھ تعریف نہ کرے کہ وہ ایسا ہی ہے بلکہ اپنے خیال کا اظہار کرے دوسرے یہ کہ جو سمجھتا ہو وہ ہی کہے اگر واقعی اسے اچھا سمجھتا ہے تو اچھا کہے دل میں برا جاننا منہ سے اچھا کہنا جھوٹ بھی ہے اور خوشامد بھی ۴۔ یعنی واقعہ کی گواہی نہ دے کہ واللہ وہ بہت ہی اچھا ہے۔ مگر یہ تمام شرائط اس کے متعلق ہیں جس کی برائی بھلائی نص سے ثابت نہ ہو۔ حضرات انبیاء خصوصاً حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آل و اصحاب کی تعریفیں کامل یقین سے کرے اور خوب کرے مثلاً میں کہہ سکتا ہوں کہ قسم رب تعالیٰ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اللہ کے پیارے بندے ہیں۔ یوں ہی وہ حضرات جنہیں مخلوق ولی اللہ کہتی ہے۔ انہیں ہم یقین سے ولی کہہ سکتے ہیں کہ مخلوق کی زبان خالق کا قلم ہے۔ لہٰذا یہ حدیث نہ تو آیت قرآنیہ کے خلاف ہے نہ دوسری احادیث کے۔ حضور فرماتے ہیں **انتم شهداء الله فی الارض**

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۴۶۱۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ

marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِيْبَةُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيْلَ اَفَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ فِيْ اَخِيْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ كَانَ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِيْ رِوَايَةٍ اِذَا قُلْتَ لِاَخِيْكَ مَا فِيْهِ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِذَا قُلْتَ مَا لَيْسَ فِيْهِ فَقَدْ بَهَتَّهٗ۔

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ سب نے عرض کیا اللہ رسول ہی خوب جانیں۔ فرمایا تمہارا اپنے بھائی کا ناپسندیدہ ذکر کرنا ۲۔ عرض کیا گیا فرمایئے تو اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جو میں کہتا ہوں ۳۔ فرمایا اگر اس میں وہ ہو جو تو کہتا ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں وہ نہ ہو جو تو کہتا ہے تو تو نے اسے بہتان لگایا ۴۔ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے ۵۔ کہ جب تو اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرے جو اس میں ہے تو تو نے اسکی غیبت کی اور اگر تو وہ کہے جو اس نے نہ کیا ہو تو تو نے اسے بہتان لگایا ۶۔

(۴۶۱۴) ۱۔ یعنی قرآن مجید میں ہے **لا یغتب بعضکم بعضا** یعنی بعض مسلمان بعض کی غیبت نہ کریں کیا جانتے ہو غیبت کیا ہے اور اس کی تفسیر کیا ہے ۲۔ یعنی کسی کے خفیہ عیب اس کے پس پشت بیان کرنا عیب خواہ جسمانی ہوں یا نفسانی دنیاوی یا دینی یا اس کی اولاد کے یا بیوی کے یا گھر کے خواہ زبان سے بیان کرو یا قلم سے یا اشارہ سے غرض کسی طرح سے لوگوں کو سمجھا دو حتی کہ کسی لنگڑے یا **بکلے** کی پس پشت نقل کرنا لنگڑا کر چلنا یا **بکلا** کر بولنا سب کچھ غیبت ہے یہ فرمان بہت وسیع ہے (مرقات) ۳۔ سائل غیبت اور بہتان میں فرق نہ کر سکے وہ سمجھے کہ کسی کو جھوٹا بہتان لگانا غیبت ہے اس لئے انہوں نے یہ سوال کیا وہ مایکرہ کے لفظ سے دھوکہ کھا گئے ۴۔ سبحان اللہ کیا نفیس جواب ہے کہ غیبت سچے عیب بیان کرنے کو کہتے ہیں اور بہتان جھوٹے عیب بیان کرنے کو غیبت ہوتا ہے سچ مگر ہے حرام۔ اکثر گالیاں سچی ہوتی ہیں مگر ہیں بے حیائی و حرام ہر سچ حلال نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ غیبت ایک گناہ ہے بہتان دو گناہ ۵۔ یہ روایت مسلم میں نہیں۔ بلکہ امام بغوی نے شرح سنہ میں نقل فرمائی مگر مؤلف کے **فی روایۃ** کہنے سے دھوکہ پڑتا ہے کہ یہ بھی مسلم ہی کی روایت ہے (مرقات) ۶۔ غیبت و بہتان کا یہ فرق ضرور خیال رہے بہتان بہر حال برا ہے غیبت کبھی بری کبھی بری نہیں جیسا کہ ہم شروع باب میں عرض کر چکے کہ غیبت کے حرام ہونے کی چند شرطیں ہیں کسی خاص کی ہوں وہ خاص شخص مسلمان ہو وہ عیب بھی اس کا خفیہ ہو اور بیان بھی کرے بلا ضرورت۔ رہا بہتان وہ بہر حال حرام ہے خواہ کسی کو لگائے کسی طرح لگائے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَجُلًا اِسْتَاْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِئْذَنُوْا لَهٗ فَبِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطَ اِلَيْهِ فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ لَهٗ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ تَطَلَّقْتَ فِيْ وَجْهِهٖ وَانْبَسَطْتَ اِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰى عَاهَدْتِّنِيْ فَحَّاشًا اِنَّ شَرَّ

(۴۶۱۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت مانگی۔ فرمایا کہ اجازت دے دو یہ اس قبیلہ کا برا آدمی ہے ۲۔ پھر جب وہ بیٹھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے خندہ پیشانی کی اور کشادہ روئی فرمائی ۲۔ پھر جب وہ شخص چلا گیا تو جناب عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اس کے متعلق ایسا ایسا فرمایا پھر اس کے اوپر خنداں پیشانی اور کشادہ روئی فرمائی ۳۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

marfat.com

النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِتِّقَاءَ فُحْشِهٖ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کہ تم نے مجھے فحش گو کب پایا ۴۔ اللہ کے نزدیک بدترین درجہ والا قیامت کے دن وہ ہے جسے لوگ چھوڑ دیں اس کی شر سے ڈر کر اور ایک روایت میں ہے اس کے فحش سے خوف کر کے ۵۔ (مسلم بخاری)

(۴۶۱۵) ۱۔ حضور انور نے یہ بات اس وقت فرمائی جبکہ وہ ابھی حضور کے پاس پہنچا نہ تھا دروازہ پر ہی تھا۔ یعنی اسکے پشت بیان فرمایا جو لغتہ "غیبت ہے اس لئے صاحب مشکوۃ یہ حدیث یہاں اس باب میں لائے اس شخص کا نام عیینہ ابن حصن تھا۔ مولفتہ القلوب سے تھا اپنی قوم کا سردار بہت سخت طبیعت تھا حضور کے پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہو گیا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر دوبارہ مسلمان ہوا مگر اس کا خاتمہ اسلام پر ہوا اسکا بھتیجا حرب ابن قیس پختہ مسلمان صاحب علم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خاص مقرب تھا اس کا واقعہ وہ ہے جو بخاری شریف کتاب التفسیر میں ہے۔ کہ یہ شخص اپنے اس بھتیجے کی معرفت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ سے کہا کہ آپ انصاف نہیں کرتے۔ ہم کو ہمارا حق نہیں دیتے آپ ناراض ہوئے سزا دینی چاہی۔ حرب ابن قیس نے عرض کیا **خذ العفو واعرض عن الجاهلين**۔ حضور یہ جاہل ہے آپ اس سے درگزر کریں۔ (مرقات، اشعہ) ۲۔ یعنی حضور مطابق عادت کریمہ کے بہت اخلاق سے پیش آئے کرم کریمانہ سے کلام فرمایا۔ ۳۔ یہ کلام یا تو حضرت عروہ کا ہے اس لئے قلت نہ کہا بلکہ فقالت عائشہ فرمایا۔ یا حضرت عائشہ کا ہی ہے مگر خود اپنے عمل کی حکایت اپنے نام سے کی۔ مقصد یہ ہے کہ حضور کا یہ عمل شریف غیبت میں تو داخل نہیں ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں اسے برا فرمایا۔ اور سامنے اخلاق سے گفتگو فرمائی ۴۔ یعنی ہم دوست دشمن نیک و بد سب سے اخلاق ہی برتتے ہیں کسی سے کج خلقی سے پیش نہیں آتے تم کو ہمارا تجربہ ہے ۵۔ یعنی بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ ان سے نالاں ہوتے ہیں۔ مگر اس سے ڈر کر اس کا احترام کرتے ہیں یہ انہیں میں سے ہے اگر میں اس کے سامنے وہ ہی کہتا جو اس کے پس پشت کہا تھا تو یہ میرے پاس آنا چھوڑ دیتا اور اس کی اصلاح نہ ہو سکتی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کا مشہور عیب پس پشت بیان کرنا غیبت نہیں نیز لوگوں کو اس کی شر سے بچانے کے لئے اس کی شر پر مطلع کر دینا غیبت نہیں نیز کسی کی اصلاح کے لئے اس کو برا نہ کہنا اس سے اخلاق سے پیش آنا سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کی اصلاح کے طریقے جداگانہ ہیں حضور حکیم مطلق ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اُمَّتِيْ مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرُوْنَ وَاِنَّ مِنَ الْمُجَانَةِ اَنْ يَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللّٰهُ فَيَقُوْلُ يَا فُلَانُ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهٗ وَ يُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللّٰهِ عَنْهُ۔

(۴۶۱۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ساری امت کو عافیت دی جاوے گی ۱۔ سوا اعلانیہ گناہ کرنے والوں کے ۲۔ اور علانیہ سے یہ بھی ہے ۳۔ کہ کوئی شخص رات میں کوئی کام کرے پھر صبح پائے کہ اللہ نے اس کا پردہ رکھ لیا مگر وہ کہے اے فلاں میں نے آج رات ایسا ایسا کیا ۴۔ حالانکہ رات میں اس کے رب نے اسے چھپا لیا وہ صبح کو اللہ کا پردہ خود ہی کھولنے لگا ۵۔ (مسلم بخاری) اور حضرت ابو ہریرہ کی

marfat.com

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ فِيْ بَابِ الضِّيَافَةِ)

حدیث (جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو) ۶۔ دعوت کے باب میں ذکر کر دی گئی۔

(۴۶۱۶) ۱۔ معافی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ عفو سے یعنی رب تعالیٰ کی طرف سے معافی دی جاوے گی دوسرے یہ کہ عافیت سے ہو یعنی اسے عافیت دی ہوئی ہے اس کی غیبت حرام ہے۔ ۲۔ یعنی علانیہ گناہ کرنے والوں کی نہ آخرت میں پردہ پوشی کی جاوے گی نہ دنیا میں ان کی غیبت حرام ہو گی ان کی غیبت جائز ہے کہ وہ خود ہی اپنے پردہ دار نہیں۔ ۳۔ مجانہ کے معنی اعلان بھی ہیں اور بے پرواہ بھی یہاں دونوں معنی درست ہیں۔ ۴۔ یعنی اپنے چھپے گناہ خود ہی لوگوں پر ظاہر کرے اللہ تعالیٰ کی ستاری سے فائدہ اٹھا کر خفیہ توبہ نہ کرے۔ ۵۔ اس بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ چھپے گناہ کی چھپ کر توبہ کرے اعلان نہ کرے توبہ کے اعلان میں گناہ کا بھی اعلان ہو گا۔ یہ حکم حقوق عباد اور بعض شرعی سزاؤں کے علاوہ دیگر جرموں کے لئے ہے۔ اگر کسی کا حق ہم نے مار لیا اسے خبر نہ ہوئی تو ضرور اسے خبر دے اور حق ادا کرے۔ اگر خفیہ زنا کرایا ہے تو قاضی کے پاس اقرار کر کے سزا لے جیسے حضرت ماعز نے کیا تھا لہٰذا حدیث واضح ہے۔ ۶۔ یعنی وہ حدیث کہ جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ یا اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے مصابیح میں اس جگہ تھی ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے دعوت کے باب میں ذکر فرما دی۔ صاحب مشکوۃ نے ردوبدل بہت جگہ کیا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بُنِيَ لَهٗ فِيْ رَبَضِ الْجَنَّةِ وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِيَ لَهٗ فِيْ وَسَطِ الْجَنَّةِ وَمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهٗ بُنِيَ لَهٗ فِيْ اَعْلَاهَا۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَكَذَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ فِي الْمَصَابِيْحِ قَالَ غَرِيْبٌ)

(۴۶۱۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جھوٹ چھوڑ دے جو کہ باطل چیز ہے ۱۔ تو اس کے لئے جنت کے کنارہ میں گھر بنایا جائے گا ۲۔ اور جو لڑائی جھگڑے چھوڑ دے حالانکہ حق پر ہو اس کے لئے بیچ جنت میں گھر بنایا جاوے گا ۳۔ اور جس کے اخلاق اچھے ہوں تو اس کے لئے جنت کے اوپری حصہ میں گھر بنایا جاوے گا ۴۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے یونہی شرح سنہ میں ہے مصابیح میں فرمایا غریب ہے

۵۔

(۴۶۱۷) ۱۔ وھو باطل یا تو جملہ معترضہ ہے جو جھوٹ سے نفرت دلانے کے لئے ارشاد ہوا یعنی جھوٹ ہے ہی باطل چیز اسے چھوڑنا ہی چاہیے یا یہ جملہ حالیہ ہے تو معنی یہ ہوں گے جو جھوٹ باطل ہے وہ چھوڑ دے اور جو جھوٹ مفید ہے اس کے چھوڑنے کی ضرورت نہیں جیسے دو لڑے مسلمانوں میں صلح کرانے کے لئے جھوٹ بولنا یا نیک بندے کا اپنے کو گنہگار کہنا توبہ کرنا وغیرہ جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے (از مرقات و اشعہ) ۲۔ یعنی جنت کا ادنیٰ درجہ کیونکہ کنارہ ادنیٰ ہوتا ہے درمیان اعلیٰ مگر کنارہ سے مراد جنت کا اندرونی کنارہ ہے نہ کہ بیرونی جنت ۳۔ یعنی جو کوئی لڑائی جھگڑا سے بچنے کے لئے اپنا حق بھی ظاہر نہ کرے یعنی حق پر ہو مگر اس پر لڑے نہیں اس کا گھر جنت یعنی جنت کے اعلیٰ درجہ میں ہو گا۔ یہاں حق سے مراد دنیاوی حقوق ہیں نہ کہ دینی حقوق اگر کسی مسلمان

marfat.com

نے کسی کی زمین یا قرض مار لیا یہ لڑائی سے بچنے کے لئے پیچھے نہ پڑا۔ صبر کر کے بیٹھ گیا بڑے درجے والا ہے مگر جو دین حق کو برباد کرنا چاہے اس کا مقابلہ بقدر طاقت زبان قلم تلوار سے ضرور کرے ۴۔ سبحان اللہ خوش خلقی کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے کہ اس سے جنت الفردوس نصیب ہوتی ہے مگر حسن خلق کے لئے کوشش بھی کرے رب سے دعا بھی۔ ۵۔ لغوی حسن غریب کے خلاف نہیں لہٰذا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی۔ (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَكْثَرُ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ اَتَدْرُوْنَ مَا اَكْثَرُ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ الْاَجْوَفَانِ الْفَمُ وَالْفَرْجُ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۶۱۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا تم جانتے ہو کہ کونسی چیز زیادہ لوگوں کو جنت میں داخل کرتی ہے اللہ سے ڈر اور اچھی عادت ا۔ کیا جانتے ہو کہ لوگوں کو آگ میں کون چیز زیادہ لے جاتی ہے دو خالی چیزیں منہ اور شرمگاہ ۳۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۴۶۱۸) ا۔ تقویٰ کا ادنی درجہ کفر و بد عقیدگی سے بچنا ہے اور درمیانی درجہ گناہوں سے بچنا اعلیٰ درجہ میں غافل کرنے والی چیز سے بچنا ہے یوں ہی خوش خلقی کا ادنی درجہ یہ ہے کہ کسی کو جانی' مالی عزت کی ایذا نہ دے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے کرے یہ بہت اعلیٰ چیز ہے جسے خدا تعالیٰ نصیب کرے ۲۔ یعنی انسان منہ سے کفر بولتا ہے غیبتیں۔ چغلیں کرتا ہے نوے فی صدی گناہ منہ سے ہی ہوتے ہیں۔ شرمگاہ سے گناہ کرتا ہے جو بدترین گناہ ہے عقل کو مغلوب کرنے والی دین برباد کرنے والی چیز شہوت ہے جس کی جگہ شرمگاہ ہے۔

وَعَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنَ الْخَیْرِ مَا یَعْلَمُ مَبْلَغَهَا یَكْتُبُ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا رِضْوَانَهٗ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَاهُ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنَ الشَّرِّ مَا یَعْلَمُ مَبْلَغَهَا یَكْتُبُ اللّٰهُ بِهَا عَلَیْهِ سَخَطَهٗ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَاهُ۔
(رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوٰى مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهٗ۔)

(۴۶۱۹) روایت ہے حضرت بلال ابن حارث سے ا۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص اچھی بات بول دیتا ہے اس کی انتہا نہیں جانتا ۲۔ اس کی وجہ سے اس کے لئے اللہ کی رضا اس دن تک کے لئے لکھی جاتی ہے ۳۔ جب وہ اس سے ملے گا اور ایک آدمی بری بات بول دیتا ہے جس کی انتہا نہیں جانتا اللہ اس کی وجہ سے اپنی ناراضی اس دن تک لکھ دیتا ہے جب وہ اس سے ملے گا ۴۔ (شرح سنہ) اور مالک ترمذی ابن ماجہ نے اس کی مثل روایت کی۔

(۴۶۱۹) ا۔ یہ وہ بلال نہیں جو حضور انور کے موذن تھے وہ تو بلال ابن ابی رباح حبشی ہیں یہ بلال ابن حارث مزنی ہیں ان کی کنیت ابو عبد الرحمٰن ہے ۵ پانچ ہجری میں وفد مزینہ میں حضور کی خدمت میں آئے۔ حضور انور نے آپ کو فرع کے علاقہ کا حاکم مقرر فرمایا فرع مدینہ منورہ سے پانچ دن کے راستہ پر ہے فتح مکہ کے دن مزینہ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا اسی سال آپ کی عمر ہوئی ۶۰ ساٹھ ہجری میں وفات پائی ۲۔ یعنی اسے خبر نہیں ہوتی کہ یہ بات جو میں بول رہا ہوں اللہ کے نزدیک کیسی عظیم الشان ہے یوں ہی بول دیتا ہے ۳۔ یہاں الی انتہاء کا نہیں اور حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ قیامت تک تو رب اس سے راضی رہے گا بعد میں ناراض ہو جاوے

marfat.com

گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس رضا کا ظہور دنیا میں ہی نہیں بلکہ روز قیامت تک رہے گا جیسے رب نے شیطان سے فرمایا ان علیک لعنتی الی یوم الدین غرضیکہ رحمت کے آثار کا ظہور ابد الاباد تک ہے اور عطارب غفور بعد قیامت ہوگی (اشعہ) غرضیکہ اس فرمان سے مراد ابد الاباد ہے جیسے کہا جاتا ہے میں تجھ سے قیامت تک نہ بولوں گا یا تجھ سے قیامت تک خوش رہوں گا۔ یعنی کبھی نہ بولوں گا یا ہمیشہ خوش رہوں گا۔ ۴۔ یعنی کوئی بات ایسی بری بول دیتا ہے جس سے رب تعالیٰ ہمیشہ کے لئے ناراض ہو جاتا ہے لہٰذا انسان کو چاہیے کہ بہت سوچ سمجھ کر بات کیا کرے حضرت علقمہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بہت سی باتوں سے بلال ابن حارث کی حدیث روک دیتی ہے (مرقات) یعنی میں کچھ بولنا چاہتا ہوں کہ یہ حدیث سامنے آجاتی ہے اور میں خاموش ہو جاتا ہوں۔

وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِّمَنْ يُّحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَّهٗ وَيْلٌ لَّهٗ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۴۶۲۰) روایت ہے بہز بن حکیم سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی ۱۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' خرابی ہے اس کے لئے جو بات کرے تو جھوٹ بولے تاکہ اس سے قوم کو ہنسائے ۲۔ اس کے لئے خرابی ہے اس کے لئے خرابی ہے ۳۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد' دارمی)

(۴۶۲۰) ۱۔ بہز ابن حکیم ابن معاویہ ابن حیدہ قشیری بصری تابعی ہیں ثقہ ہیں ان کے والد حکیم ابن معاویہ کی صحابیت میں اختلاف ہے معاویہ ابن حیدہ صحابی ہیں مگر صاحب مشکوۃ نے اپنی کتاب الاکمال میں ان کا ذکر نہ فرمایا (مرقات) ۲۔ لوگوں کو ہنسانے کے لئے تو جھوٹ بولنا' ہمیشہ ہی جرم بلکہ ڈبل جرم مگر لوگوں کو منانے کے لئے سچی بات کہنا اگر کبھی کبھی ہو تو جرم نہیں خوش طبعی اچھی چیز ہے مگر اس کا عادی بن جانا گناہ ہے کسی پریشان یا مغموم کو ہنسا دینے کے لئے اچھی و سچی دل لگی کی بات کہہ دینا ثواب ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسا دینے کے لئے اپنا گھریلو واقعہ بیان فرمایا جب کہ حضور نے اپنی ازواج پاک سے ایلاء کیا تھا یہ سنت فاروقی ہے بہرحال ایسے جائز کاموں میں بھی اعتدال چاہیے ان کا عادی بن جانا اچھا نہیں امام غزالی فرماتے ہیں کہ خوش طبعی کرنا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سی خوش طبعی کرے جو بالکل حق ہوتی تھی (مرقات) ۳۔ ویل کے معنی ہیں خرابی' افسوس' دوزخ کے ایک طبقہ کا نام بھی ویل ہے۔ یہاں بمعنی خرابی تین بار ویل فرمانے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ایسے شخص کے لئے دنیا میں بھی خرابی ہے برزخ میں بھی آخرت میں بھی۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَقُوْلُ الْكَلِمَةَ لَا يَقُوْلُهَا اِلَّا لِيُضْحِكَ بِهِ النَّاسَ يَهْوِيْ بِهَا اَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَاِنَّهٗ لَيَزِلُّ عَنْ لِّسَانِهٖ اَشَدَّ مِمَّا يَزِلُّ عَنْ قَدَمِهٖ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۶۲۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ کوئی بات کرتا ہے نہیں کہتا مگر اس لئے کہ اس سے لوگوں کو ہنسائے اس کی وجہ سے وہ آسمان و زمین کے فاصلہ سے زیادہ نیچا گر جاتا ہے ۲۔ وہ اپنی زبان سے پھسلتا ہے اس سے سخت پھسلتی جو اپنے قدم سے پھسلتا ہے ۲۔ (بیہقی شعب الایمان)

(۴۶۲۱) ۱۔ اس فرمان عالی سے آج کل کے ڈوم مراثی مسخرے بھانڈ بھنڈیلے عبرت پکڑیں جو لوگوں کو ہنسا کر گزارہ کرتے ہیں

marfat.com

جن کی کمائی صرف لوگوں کی ہنسائی ہے نیز اس سے وہ واعظین بھی عبرت پکڑیں جو منبر رسول پر وعظ کرتے ہیں صرف ہنسانے کے لئے ان کے وعظ کی کامیابی لوگوں کے **قہقہہ** سے ہوتی ہے پناہ بخدا ان کے وعظ میں پتہ نہیں چلتا کہ دین کا وعظ ہو رہا ہے یا سینما کا کوئی دل لگی شو ۲۔ یعنی پاؤں کی پھسلن سے زبان کی لغزش زیادہ خطرناک ہے کہ پاؤں کی لغزش سے بدن چوٹ کھاتا ہے مگر زبان کی لغزش سے دل، جان، ایمان زخمی ہوتا ہے۔ زبان کی لغزش سے ہی قتل و خون ہوتے ہیں زبان ہی کی لغزش سے انسان کافر و بے دین ہو جاتا ہے ابلیس اپنی زبان کی لغزش کی سزا اب تک پا رہا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَمَتَ نَجَا۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ

(۴۶۲۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خاموش رہا نجات پا گیا۔ (احمد، ترمذی، دارمی، بیہقی شعب الایمان)

(۴۶۲۲) ۱۔ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جو میری بات سے خاموش رہا وہ دنیا و دین کی آفات سے نجات پا گیا۔ دوسرے یہ کہ جس نے خاموشی اختیار کی وہ دونوں جہان کی بلاؤں سے محفوظ رہا۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ کلام چار قسم کے ہیں۔ خالص مضر، خالص مفید، مضر بھی مفید بھی نہ مضر نہ مفید۔ خالص مضر سے ہمیشہ پرہیز ضروری ہے خالص مفید کلام ضرور کرے جو کلام مضر بھی ہو مفید بھی اس کے بولنے میں احتیاط کرے بہتر ہے کہ نہ بولے اور چوتھی قسم کے کلام میں وقت ضائع کرنا ہے ان کلاموں میں امتیاز کرنا مشکل ہے لہٰذا خاموشی بہتر ہے (اشعہ)

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ فَقَالَ اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۴۶۲۳) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے ا۔ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا تو میں نے عرض کیا کہ نجات کا ذریعہ کیا ہے ۲۔ فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو ۳۔ اور تم کو تمہارا گھر کافی رہے ۴۔ اور اپنی خطاؤں پر رو ۵۔ (احمد، ترمذی)

(۴۶۲۳) ۱۔ آپ قبیلہ **جہینہ** سے ہیں امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے پھر معزول کر دیئے گئے۔ مصر میں ہی آپ کی وفات ہوئی۔ ۵۸ھ میں (اکمال) ۲۔ یعنی ہم دین و دنیا کی مصیبتوں سے کیسے بچیں دنیا میں آفتیں تو گرد و غبار کی طرح پھیلتی ہیں ان سے بچاؤ کی تدبیر کیا ہے ۳۔ املک الف کے کسرہ سے باب ضرب کا امر ہے ملک۔ بمعنی قبضہ قابو ہے یعنی اپنی زبان کو قبضہ میں رکھو اس کی حفاظت کرو۔ بری بات بولنے سے روکو ۴۔ یعنی بلا ضرورت گھر سے باہر نہ جاؤ لوگوں کے پاس بلا وجہ نہ جاؤ گھر سے نہ گھبراؤ اپنے گھر کی خلوت کو غنیمت جانو کہ اس میں صدہا آفتوں سے امان ہے بزرگ فرماتے ہیں کہ سکوت، لزوم بیوت اور قناعت بالقوت الی ان یموت امان کی چابی ہے یعنی خاموشی، گھر میں رہنا رب کی عطا پر قناعت موت تک اس پر قائم رہنا۔ ۵۔ یعنی اپنے گزشتہ گناہوں پر نادم ہو کر رونا اختیار کرو دوسروں کی عیب جوئی کی بجائے اپنی عیب جوئی کرو۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَفَعَهٗ قَالَ اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ اٰدَمَ فَاِنَّ الْاَعْضَآءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ فَتَقُوْلُ اتَّقِ اللّٰهَ فِيْنَا فَاِنَّمَا نَحْنُ بِكَ فَاِنِ

(۴۶۲۴) روایت ہے حضرت ابو سعید سے اسے مرفوع فرمایا۔ کہ فرمایا جب انسان سویرا پاتا ہے تو سارے اعضاء زبان کی خوشامد کرتے ہیں ۲۔ کہتے ہیں ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر کہ ہم تیرے

marfat.com

اُسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

ساتھ ہیں تو اگر سیدھی رہے گی ہم سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگی تو ہم ٹیڑھے ہوں گے ۳۔ (ترمذی)

(۴۶۲۴) چونکہ راوی کو یہ یاد نہ رہا کہ حضرت ابو سعید خدری نے کن الفاظ سے حدیث کو مرفوع کیا سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا یا خالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے رفعہ کہہ دیا (مرقات) ۲۔ تکفر بنا ہے کفر سے بمعنی ذلت و عاجزی و خواری۔ کہا جاتا ہے **کفرا لیھودی** یعنی یہودی ذلیل ہو گیا اپنے صاحب کے آگے جھک گیا ۳۔ یعنی نفع نقصان راحت و آرام تکالیف و آلام میں ہم تیرے ساتھ وابستہ ہیں اگر تو خراب ہوگی ہماری شامت آجاوے گی تو درست ہوگی ہماری عزت ہوگی خیال رہے کہ زبان دل کی ترجمان ہے اس کی اچھائی برائی دل کی اچھائی برائی کا پتہ دیتی ہے عرب کہتے ہیں **لسان الانسان الہ البیان للکفر والایمان** لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ دل کے درست ہو جانے سے تمام جسم درست ہو جاتا ہے کہ دل و زبان کا حال یکساں ہے بارہا منافقین کی زبان ان کے دل کا نشان دے دیتی تھی۔ دل دیگ ہے زبان اس کا

وَعَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ۔ رَوَاہُ مَالِکٌ وَاَحْمَدُ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنْھُمَا)

(۴۶۲۵) روایت ہے حضرت علی ابن حسین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک چھوڑ دینا ہے اس کا جو اسے نفع نہ دے ۱۔ (مالک، احمد) اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے اور ترمذی و بیہقی نے شعب الایمان میں ان دونوں سے روایت کی۔

(۴۶۲۵) ۱۔ علی ابن حسین ابن علی یعنی امام زین العابدین آپ کے فضائل و مناقب بارہا ہم اسی کتاب میں عرض کر چکے ہیں ۲۔ یعنی کامل مسلمان وہ ہے جو ایسے کلام ایسے کام ایسی حرکات و سکنات سے بچے جو اس کے لئے دین یا دنیا میں مفید نہ ہوں۔ وہ کام یا کلام کرے جو اسے یا دنیا میں مفید ہو یا آخرت میں سبحان اللہ ان دو کلموں میں دونوں جہان کی بھلائی وابستہ ہے ایک بزرگ کسی محل پر گزرے مالک سے پوچھا کہ تو نے یہ مکان کب بنایا ہے فوراً بولے کہ میں نے یہ کلام بے فائدہ کیا اس کے کفارہ میں ایک سال روزے رکھے۔ اپنے نفس کا حساب کرو تاکہ قیامت کا حساب آسان ہو (مرقات)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ تُوُفِّیَ رَجُلٌ مِنَ الصَّحَابَۃِ فَقَالَ رَجُلٌ اَبْشِرْ بِالْجَنَّۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَ لَا تَدْرِیْ فَلَعَلَّہٗ تَکَلَّمَ فِیْمَا لَا یَعْنِیْہِ اَوْ بَخِلَ بِمَا لَا یَنْقُصُہٗ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

(۴۶۲۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے وفات پائی تو کسی نے کہا کہ مبارک ہے جنت کی ۱۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ شاید غیر مفید خبر میں گفتگو کی یا نہ گھٹنے والی چیز میں بخل کیا ہو ۲۔ (ترمذی)

(۴۶۲۶) ۱۔ یعنی میری طرف سے جنت کی مبارک باد قبول کر کہ تو مومن، متقی، صحابی ہو کر دنیا سے گیا اس سے بڑھ کر کیا درجہ ہو سکتا ہے۔ یہ خطاب اس میت سے ہے ۲۔ مطلب یہ ہے کہ فوری جنتی ہونے کا فیصلہ کسی کے لئے نہیں کیا جا سکتا ممکن ہے کہ اس شخص نے بیکار بات کر لی ہو یا مال یا علم میں بخل کیا ہو اس کے حساب میں گرفتار ہو جنت کا داخلہ اس کے حساب سے فراغت کے

marfat.com

بعد میسر ہو۔

وَعَنْ سُفْيَانَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ قَالَ فَاَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهٖ وَقَالَ هٰذَا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ)

(۴۶۲۷) روایت ہے حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی سے ا۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جن چیزوں کا آپ مجھ پر خوف کرتے ہیں ان میں زیادہ خطرناک کیا چیز ہے ۲۔ فرمایا کہ آپ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا یہ ۳۔ ترمذی اور اسے صحیح کہا۔

(۴۶۲۷) ا۔ آپ کا نام سفیان ابن عبداللہ ابن ربیعہ ہے کنیت ابو عمرو قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں طائف کے رہنے والے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں طائف کے حاکم رہے ۲۔ یعنی میرے اعضاء سارے ہی خطرناک ہیں مگر ان سب میں زیادہ خطرناک کونسا عضو ہے جو مجھے بہت زیادہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ۳۔ حضور انور نے خود سائل کی زبان نہ پکڑی اس لئے کہ اس میں تکلف ہوتا اور یہ احتمال ہوتا کہ شاید صرف ان کی زبان ہی خطرناک ہوگی دوسروں کی نہیں اپنی زبان شریف پکڑنے میں یہ دونوں باتیں نہیں نیز اشارہ کیا نام نہ لے دیا کہ اشارہ فرمانے میں زیادہ اہتمام ہے۔ چونکہ کفر و شرک اور اکثر بڑے گناہ زبان سے ہوتے ہیں نیز بہت زیادہ گناہ اور ہر وقت گناہ زبان سے ہوتے ہیں اس لئے اسی کو زیادہ خطرناک قرار دیا دیگر اعضاء کے گناہوں میں بھی زبان کا دخل ہوتا ہے۔ چوری، زنا، شراب خوری، قتل وغیرہ تمام جرموں میں پہلے زبان کام کرتی ہے پھر باقی اعضاء۔ کہ ان کاموں کے مشورے زبان سے ہی ہوتے ہیں اور باقی اعضاء کی نیکیوں میں بھی زبان کا حصہ ضرور ہوتا ہے دوسرے اعضاء کی نیکیاں خاص وقتوں میں ہوتی ہیں مگر زبان کی نیکیاں ہر وقت ہوتی رہتی ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيْلًا مِنْ نَتْنِ مَا جَآءَ بِهٖ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۶۲۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس سے ایک میل دور ہو جاتا ہے ا۔ اس بدبو کی وجہ سے جو آتی ہے ۲۔ (ترمذی)

(۴۶۲۸) ا۔ فرشتے سے مراد یا تو نیکیاں لکھنے والا فرشتہ ہے یا حفاظت کرنے والا فرشتہ یا کوئی خاص رحمت کا فرشتہ گناہ لکھنے والا فرشتہ دور نہیں ہوتا فرشتوں کے مزاج مختلف ہیں میل سے مراد یا تو یہ ہی شرعی میل ہے یعنی فرسخ کا تہائی حصہ یا مراد ہے تاحد نظر زمین ۲۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھی بری باتوں نیک و بد اعمال میں خوشبو اور بدبو ہے بلکہ ان میں اچھی بری لذتیں بھی ہیں مگر یہ صاف دماغ والوں کو صاف طبیعت والوں کو ہی محسوس ہوتی ہیں اللہ رسول کے نام میں وہ لذت ہے جو کسی چیز ہی میں نہیں مولانا محمد بشیر صاحب فرماتے ہیں۔

شہد سے میٹھا محمد نام

میم سے ہیں محبوب وہ رب کے ح سے حاکم عجم و عرب کے۔ دوسری میم سے مالک سب کے دال سے داتا دونوں جہاں کے

☆ فیض ہے ان کا عام ☆ شہد سے میٹھا محمد نام ☆

میم سے توحید پلائے اور ح حق سے جا کے ملائے۔ ☆ دوسری میم مراد لائے۔

marfat.com

☆ دال دے دل آرام ☆ شہد سے میٹھا محمد نام ☆

وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَسَدِ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَبُرَتْ خِيَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَاَنْتَ بِهٖ كَاذِبٌ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۶۲۹) روایت ہے حضرت سفیان ابن اسد حضرمی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بڑی خیانت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کرے جس میں وہ تجھے سچا سمجھتا ہو اور تو اس میں جھوٹا ہے ا۔ (ابوداؤد)

(۴۶۲۹) ا۔ یعنی جھوٹ بہرحال برا ہے مگر اس شخص سے جھوٹ بولنا جو تمہیں سچا سمجھتا ہو تم پر اعتماد کرتا ہو یہ بہت ہی برا ہے کہ اس میں جھوٹ بھی ہے اور دھوکا فریب بھی یوں ہی اللہ رسول سے جھوٹ بولنا بڑا ہی جرم ہے کہ یہ جھوٹ بھی ہے بے حیائی بے غیرتی، بے شرمی بھی اللہ تعالیٰ اپنا خوف اپنے حبیب کی شرم نصیب کرے کہ یہ دو چیزیں ہی گناہوں سے بچاتی ہیں۔

وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ ذَا وَجْهَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِسَانٌ مِنْ نَارٍ ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۴۶۳۰) روایت ہے حضرت عمار سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دنیا میں دو منہ والا ہوگا قیامت کے دن اس کی زبان آگ کی ہوگی (دارمی)۔

(۴۶۳۰) ا۔ دو منہ والا وہ شخص ہے جو سامنے تعریف کرے پیچھے برائی یا سامنے دوستی ظاہر کرے پیچھے دشمنی یا دو لڑے ہوئے آدمیوں کے پاس جاوے اس سے ملے تو اس کی سی کہے دوسرے سے ملے تو اس کی سی کہے ہر ایک کا ظاہری دوست بنے ۲۔ حدیث شریف بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں جو رب دنیا میں مٹی کی زبان دے سکتا ہے وہ قیامت کے بعد آگ کی بھی زبان دے سکتا ہے اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں اس زبان میں جو سوزش اور جلن ہوگی وہ ظاہر ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِيِّ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۶۳۱) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن نہ تو طعنہ باز ہوتا ہے اور نہ لعنت باز نہ فحش گو نہ بے حیا ا۔ (ترمذی، بیہقی، شعب الایمان) اور بیہقی کی دوسری روایت میں ہے کہ نہ فحش گو بے حیا اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۴۶۳۱) ا۔ یعنی یہ عیوب سچے مسلمان میں نہیں ہوتے اپنے عیب نہ دیکھنا دوسرے مسلمانوں کے عیب ڈھونڈھنا ہر ایک کو لعن طعن کرنا اسلامی شان کے خلاف ہے یہ حدیث بہت جامع ہے بعض لوگ جانوروں کو ہوا کو گالیاں دیتے ہیں بعض کے ہاں حضرات صحابہ کو گالیاں دینا عبادت ہے نعوذ باللہ بعض لوگ گالی پہلے دیتے ہیں بات پیچھے کرتے ہیں۔ سب لوگ اس سے عبرت پکڑیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَّكُوْنَ لَعَّانًا ۔

(۴۶۳۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان لعنت کرنے والا نہیں ہوتا اور ایک روایت میں ہے کہ مومن کو لائق نہیں کہ بہت لعن

marfat.com

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) طعن کرنے والا ہوا۔ (ترمذی)

(۴۶۳۲) ا۔ یعنی کامل مسلمان لعن طعن کرنے کا عادی نہیں ہوتا کہ بات بات پر لعنت کرتا رہے اتفاقیہ کبھی منہ سے نکل جانا اس کے خلاف نہیں (مرقات)

وَعَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا بِغَضَبِ اللّٰهِ وَلَا بِجَهَنَّمَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَلَا بِالنَّارِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۶۳۳) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ نہ تو اللہ کی لعنت سے لعنت کرو ا۔ اور نہ اللہ کے غضب سے نہ دوزخ سے اور ایک روایت میں ہے کہ نہ آگ سے ۲۔ (ترمذی، ابوداؤد)

(۴۶۳۳) ا۔ یعنی یہ نہ کہو کہ تجھ پر خدا کی لعنت اللہ کی پھٹکار نہ یہ کہو کہ تجھ پر اللہ کا غضب اللہ کا قہر وغیرہ لعنت و غضب کی بددعا نہ کرو نہ یہ کہو کہ تو جہنم میں جائے یا تیرا ٹھکانہ دوزخ ہو یا تجھے خدا دوزخ میں یا آگ میں ڈالے۔ ۲۔ خیال رہے کہ یہ لعنت و پھٹکار اور یہ بددعائیں کسی معین مسلمان کو منع ہیں غیر معین کو اس کے وصف سے لعنت کرنا بالکل جائز ہے جیسے لعنۃ اللہ علی الکاذبین رہے مشرکین و کفار اگر ان کا کفر پر مرنا یقین سے معلوم ہو تو انہیں نام لیکر لعنت کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ بہرحال لعنت بددعائیں کوئی خاص عبادت نہیں کہ اس کی عادت نہ ڈالے۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلَى السَّمَآءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ دُوْنَهَا ثُمَّ تَهْبِطُ اِلَى الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا ثُمَّ تَاْخُذُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَى الَّذِيْ لُعِنَ فَاِنْ كَانَ لِذٰلِكَ اَهْلًا وَاِلَّا رَجَعَتْ اِلٰى قَائِلِهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۶۳۴) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی بندہ جب کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے ا۔ تو اس کے سامنے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ زمین کی طرف لوٹتی ہے اور اس کے سامنے زمین کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں ۲۔ پھر وہ داہنے بائیں پھرتی ہے ۳۔ پھر جب جگہ نہیں پاتی تو اس کی طرف لوٹتی ہے جس پر لعنت کی گئی تو اگر وہ اس کا اہل ہو تو فبہا ورنہ کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے ۴۔ (ابوداؤد)

(۴۶۳۴) ا۔ جیسے غبار دھواں وغیرہ بذات خود اوپر چڑھتے ہیں ایسے ہی لعنت و پھٹکار بھی اوپر چڑھتی ہے مگر اسے آسمان میں داخلہ کی اجازت نہیں ہوتی کہ وہاں اس کا مستحق کوئی نہیں ۲۔ لہٰذا وہ لعنت زمین میں نہیں دھنس سکتی کہ وہاں بھی اس کا مستحق کوئی نہیں خیال رہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت نہ تو آسمان میں رہتے ہیں نہ زمین کے اندر بلکہ اوپر ہی اوپر مارے مارے پھرتے ہیں لہٰذا اس فرمان پر کوئی غبار نہیں ۳۔ یعنی لعنت اس حیران پریشان چیز کی طرح دوڑتی گھومتی ہے جسے اپنا ٹھکانہ معلوم نہ ہو اور تلاش ٹھکانہ کے لئے حیران پریشان گھومے یا بطور تمثیل ارشاد ہوا ہے یا واقعہ ایسے ہی ہوتا ہے کیونکہ ہمارے تمام قول و فعل ایک شکل و حال رکھتے ہیں ۴۔ بہرحال لعنت یا تو ملعون پر پڑتی ہے اگر وہ اس کا اہل ہو ورنہ خود لاعن پر لہٰذا لعنت کرنا چاہیے ہی نہیں سوچو کہ

marfat.com

ان کا حال کیا ہو گا جو دن رات حضرات صحابہ پر تبرا اور لعن طعن کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ جانوروں کو دھوپ کو ہوا کو لعنت کر دیتے ہیں بیماریوں کو کوستے پیٹتے ہیں اس سب کا وبال خود ان پر ہی پڑتا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا نَازَعَتْهُ الرِّيْحُ رِدَاءَهٗ فَلَعَنَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنْهَا فَاِنَّهَا مَاْمُوْرَةٌ وَاِنَّهٗ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهٗ بِاَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۶۳۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ایک شخص کی چادر ہوا نے اس پر سے اڑا دی اس نے ہوا پر لعنت کی ا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو کہ یہ تو زیر فرمان ہے ۲۔ اور یقیناً جو کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو اس کی اہل نہ ہو تو لعنت اس پر ہی لوٹتی ہے ۳۔ (ترمذی' ابوداؤد)

(۴۶۳۵) ا۔ جیسے آج بعض لوگ بیماریوں وغیرہ پر لعنت کر دیتے ہیں یہ سخت برا ہے ۲۔ ہوا کا نرم و سخت چلنا تیری چادر کا اڑا دینا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے ان میں اس کا کوئی قصور نہیں پھر اس پر لعنت کیسی۔ ۳۔ یعنی لعنت کرنے کا گناہ اس پر پڑے گا یا خود لعنت پھٹکار رحمت سے دوری خود اس کو ملے گی معلوم ہوا کہ لعنت اور رحمت اپنے مستحق کو جانتی پہچانتی ہیں ان کے ٹھکانوں کو بھی جانتی ہیں حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَلِّغْنِيْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۶۳۶) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے کوئی صحابی کسی کی طرف سے کوئی بات نہ پہنچائے ا۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس صاف سینہ آیا کروں (ابوداؤد)

(۴۶۳۶) ا۔ یعنی اگر کوئی مجھے میرے پیچھے برا کہے تو تم اس کی بات مجھ سے نہ کہو خیال رہے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام لیا مگر ہم کو قانون بتایا کہ کوئی کسی کی غیبت اس تک نہ پہنچائے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو دلوں کی گہرائیوں کی بات گھروں کے اندرونی حالات سے خبردار ہیں ان سے کوئی چیز مخفی نہیں نیز کوئی صحابی حضور انور کی شان میں گستاخی نہیں کرتے تھے نہ سامنے نہ پیچھے حضور کی گستاخی کفر ہے رہے منافقین حضور انور ان سے ناراض تھے خواہ کوئی ان کی بات پہنچاتا یا نہ پہنچاتا۔ بہرحال حدیث بالکل واضح ہے اس پر نہ وہابی اعتراض کر سکتے ہیں نہ شیعہ۔ ۲۔ کہ کسی کی عداوت کسی سے نفرت دل میں نہ ہوا کرے یہ بھی ہم لوگوں کے لئے بیان قانون ہے کہ اپنے سینے صاف رکھو تاکہ ان میں مدینہ کے انوار دیکھو ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ رحمت' نور کرامت کا گنجینہ ہے وہاں کدورت کی پہنچ نہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا تَعْنِيْ قَصِيْرَةً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۶۳۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کو صفیہ سے یہ ہے کہ وہ ایسی ایسی ہیں یعنی پستہ قد ۲۔ تو فرمایا تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اس کو دریا میں ملا دیا جائے تو اسے رنگین کر دے ۳۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد)۔

marfat.com

(۴۶۳۷) اس طرح کہ جناب عائشہ نے بالشت دکھا کر فرمایا کہ صفیہ اتنی بڑی ہیں یعنی میرے بالشت کی برابر یہ عرض و معروض حضرت صفیہ بنت حیی کے پس پشت ہوئی۔ اس لئے اسے غیبت کہا گیا معلوم ہوا کہ غیبت اشارہ سے بھی ہو جاتی ہے ۲۔ یعنی بظاہر یہ بات چھوٹی سی معلوم ہوتی ہے مگر اتنی بڑی ہے کہ اگر اس رنگت کو پڑیا کی شکل دے دی جاوے اور اسے سمندر میں گھول دیا جاوے تو سارے سمندر کو رنگین کر دے تو یہ تمہارے دل کو یقیناً گدلا کر دے گی تمہارے نیک اعمال کا رنگ بھی بگاڑ دے گی اس سے توبہ کرو اور آئندہ کبھی کسی کی غیبت نہ کرو اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضرات صحابہ کرام گناہوں سے معصوم نہیں۔ معصوم یا فرشتے ہیں یا حضرات انبیاء کرام یہ حضرات عادل ہیں کہ گناہ پر جمتے نہیں توبہ کر لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ غیبت حق العبد جب ہے جبکہ اس کی خبر اس کو پہنچ جاوے جس کی غیبت کی گئی ورنہ حق اللہ ہے کہ توبہ سے معاف ہو جاتی ہے دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ کو جناب صفیہ سے معافی مانگنے کا حکم نہ دیا۔ کیونکہ حضرت صفیہ کو اس کی خبر نہ ہوئی لہٰذا یہ حق اللہ رہی۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهٗ وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهٗ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۶۳۸) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہوتی بے حیائی کسی چیز میں مگر اسے عیب ناک کر دیتی ہے۔ اور نہیں ہوتی شرم کسی چیز میں مگر اسے زینت دے دیتی ہے (ترمذی)

(۴۶۳۸) ا۔ یعنی اگر بے حیائی اور حیاو شرم انسان کے علاوہ اور مخلوق میں بھی ہوں تو اسے بھی بے حیائی خراب کر دے اور حیا اچھا کر دے تو انسان کا کیا پوچھنا حیا ایمان کی زینت انسانیت کا زیور ہے بے حیائی انسانیت کے دامن پر بدنما دھبہ ہے۔

وَعَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَيَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهٗ يَعْنِيْ مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَلَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ لِاَنَّ خَالِدًا لَمْ يُدْرِكْ

(۴۶۳۹) روایت ہے حضرت خالد ابن معدان سے ا۔ وہ حضرت معاذ سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے بھائی کو کسی گناہ کی عار دلائے ۲۔ تو وہ نہ مرے گا حتی کہ خود بھی کرے گا ۳۔ یعنی وہ گناہ جس سے وہ توبہ کر چکا ہے ۴۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد متصل نہیں کیونکہ خالد نے معاذ ابن جبل کو نہیں پایا ۵۔

(۴۶۳۹) ا۔ آپ جلیل القدر عظیم الشان تابعی ہیں آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے ملک شام میں مقام حمص کے رہنے والے ہیں قبیلہ کلاع سے ہیں ستر صحابہ سے ملاقات کی ۱۰۴ھ ایک سو چار ہجری میں مقام طرطوس میں آپ کی وفات ہوئی وہاں ہی قبر شریف ہے۔ ۲۔ گناہ سے وہ گناہ مراد ہے جس سے وہ توبہ کر چکا ہے یا وہ پرانا گناہ جسے لوگ بھول چکے یا خفیہ گناہ جس پر لوگ مطلع نہ ہوں اور عار دلانا توبہ کرانے کے لئے نہ ہو محض غصہ اور جوش غضب سے ہو یہ قیود خیال میں رہیں ۴۔ یہ تفسیر حضرت امام احمد ابن حنبل کی ہے کہ یہاں گناہ سے مراد وہ گناہ ہے جس سے گنہگار توبہ کر چکا ہے۔ ایسے گناہ کا ذکر بھی نہیں چاہیے۔ جس گناہ میں بندہ گرفتار ہے اس سے عار دلانا تاکہ توبہ کرے یہ تو تبلیغ ہے اس پر ثواب ہے۔ ۵۔ یعنی خالد ابن معدان نے معاذ ابن جبل کا زمانہ نہ پایا

marfat.com

کیونکہ حضرت معاذ کی وفات ۱۸ اٹھارہ میں ہوئی اور خالد کی پیدائش ۱۸ھ کے بعد ہوئی خیال رہے کہ اتصال کے لئے راوی کا اپنے شیخ سے ملاقات کرنا ضروری نہیں صرف ہم زمانہ ہونا کافی ہے تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے ہاں امام بخاری کے ہاں ملاقات ضروری ہے (مرقات)

وَعَنْ وَاثِلَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

(۴۶۴۰) روایت ہے حضرت واثلہ سے ا۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائی پر لعن طعن ظاہر نہ کرو ۲۔ ورنہ اللہ اس پر رحم کردے گا اور تجھے مبتلا کردے گا ۳۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے۔

(۴۶۴۰) ا۔ واثلہ ابن اسقع لیثی صحابی ہیں جب حضور انور غزوہ تبوک کے لئے جارہے تھے تو آپ ایمان لائے تین سال حضور کی خدمت میں رہے اصحاب صفہ سے تھے ایک سو برس عمر پائی بیت المقدس میں وفات ہوئی (مرقات) آپ مشہور صحابی ہیں ۳۔ یعنی کسی مسلمان کو دینی یا دنیاوی آفت میں مبتلا دیکھ کر اس پر خوشی میں طعن نہ کرو بعض دفعہ خوشی میں بھی کسی پر لاحول پڑھی جاتی ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر:۔

☆ مگو اندوہ خویش پیش کساں ☆ کہ لاحول گویند شادی کناں ☆

اگر ملامت کرنا اس کی فہمائش کے لئے ہو تب جائز ہے جبکہ اس طریقہ سے اس کی اصلاح ہو سکے غرضیکہ ملامت کی مختلف صورتیں ہیں ۲۔ یہ ہے مسلمان کی آفت پر خوشی منانے کا انجام کہ خوشی منانے والا خود گرفتار ہو جاتا ہے بارہا کا آزمودہ ہے۔ ہمیشہ خدا سے خوف کرنا چاہیے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُحِبُّ اَنِّيْ حَكَيْتُ اَحَدًا وَاَنَّ لِيْ كَذَا وَكَذَا۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ)

(۴۶۴۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ کسی کی نقل کروں اگرچہ مجھے اتنا اتنا ملے ا۔ (ترمذی) اور اس کو صحیح فرمایا۔

(۴۶۴۱) ا۔ یعنی اگر مجھے کوئی دنیا کی بڑی سے بڑی دولت نعمت دے اس کے عوض میں کہ میں کسی مسلمان کی کوئی حرکت بطور غیبت نقل کروں تو میں وہ دولت قبول نہ کروں گا اور اس کی نقل نہ اتاروں گا۔ یہاں حضور انور نے اپنا عمل شریف بیان فرما کر تاقیامت مسلمانوں کو تعلیم دی کہ تم کو کوئی کتنی ہی دولت دیکر کسی مسلمان کی قولی یا عملی غیبت کرائے اس کی نقل اتروائے تو ہرگز قبول نہ کرو۔ یہاں بھی حکایت سے مراد بطور غیبت ممنوع نقل کرنا ہے۔

وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ فَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ ثُمَّ عَقَلَهَا ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ اَتٰى رَاحِلَتَهٗ فَاَطْلَقَهَا ثُمَّ رَكِبَ ثُمَّ نَادٰى اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ وَمُحَمَّدًا وَلَا تُشْرِكْ فِيْ رَحْمَتِنَا اَحَدًا

(۴۶۴۲) روایت ہے حضرت جندب سے فرماتے ہیں کہ ایک بدوی آیا اس نے اپنا اونٹ بٹھادیا ا۔ پھر اسے باندھ دیا۔ پھر مسجد میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر جب سلام پھیرا تو اپنی سواری کے پاس گیا اسے کھولا اس پر سوار ہوا۔ پھر پکارا الٰہی مجھ پر اور محمد پر رحم فرما اور ہماری رحمت میں کسی اور کو

marfat.com

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَقُوْلُوْنَ هُوَ اَضَلُّ اَمْ بَعِيْرُهٗ اَلَمْ تَسْمَعُوْا اِلٰى مَا قَالَ قَالُوْا بَلٰى (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ) وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا فِيْ بَابِ الْاِعْتِصَامِ فِي الْفَصْلِ الْاَوَّلِ۔

شریک نہ کر ۲۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا کہتے ہو یہ زیادہ بیوقوف ہے یا اس کا اونٹ ۳۔ کہ کیا تم نے نہ سنا جو اس نے کہا لوگ بولے ہاں ۴۔ (ابوداؤد) اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کفی بالمرء کذبا ہم نے باب الاعتصام کی پہلی فصل میں ذکر کردی۔

(۴۶۴۲) ۱۔ اعرابی یعنی بدوی حضرات اپنے گاؤں میں عموماً رہتے تھے اتفاقاً" کبھی شہر میں کسی کام کے لئے آجاتے تھے وہ آداب سے کم واقف ہوتے تھے ۲۔ وہ اپنی غلطی سے اس دعا کو بہت اچھا سمجھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے یہ کہا اس لئے آواز سے کہا کہ حضور انور سن لیں اور خوش ہو جاویں یعنی مجھ پر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی خاص رحمت کر جو کسی پر نہ ہو ۳۔ یہاں ضلالت سے مراد گمراہی یا بدعقیدگی نہیں بلکہ بے وقوفی و جہالت ہے کیونکہ اس نے وسیع رحمت کو تنگ کرنے کی دعا کی یا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت خاصہ میں اپنے کو شریک کیا اس میں بے ادبی ہے اور بظاہر دعوئ مساوات ہے (لمعات) ۴۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا صرف اپنے واسطے نہیں کرنا چاہیے بلکہ عام صیغوں سے کی جاوے خصوصاً یہ کہنا کہ اور کسی پر رحم نہ کر یہ تو بہت ہی برا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کا ظاہر ظہور عیب اس کی پس پشت بیان کرنا غیبت نہیں کہ حضور انور نے اس کی جہالت صحابہ سے بیان فرمائی جبکہ وہ یہ سن نہ رہا تھا اس لئے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ تَعَالٰى وَاهْتَزَّ لَهُ الْعَرْشُ۔
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۶۴۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو رب تعالیٰ ناراض ہوتا ہے ۱۔ اور اس سے عرش ہل جاتا ہے ۲۔ (بیہقی شعب الایمان)

(۴۶۴۳) ۱۔ یعنی گنہگار بدکار لوگوں کی تعریف کرنا خوشامد کے لئے یا ان سے کچھ دنیاوی نفع حاصل کرنے کے ممنوع ہے رب تعالیٰ کی ناراضی کا باعث، ظالم کو عادل کہنا فقہاء کے نزدیک کفر ہے کہ اس میں نص قرآنی کا انکار ہے ۲۔ عرش الٰہی کا ہلنا رب تعالیٰ کے غضب کے اظہار کے لئے ہے کہ یہ اس کی تعریف کر رہا ہے جس سے رب تعالیٰ ناراض ہے اگر اسے حلال جان کر اچھا کہا ہے تو کافر ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَى الْخِلَالِ كُلِّهَا اِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكَذِبَ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ۔

(۴۶۴۴) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن تمام خصلتوں پر پیدا کیا جا سکتا ہے سواء خیانت اور جھوٹ کے ۱۔ (احمد، بیہقی، شعب الایمان، بروایت سعد ابن ابی وقاص)

marfat.com

(۴۶۴۴) ا۔ خلال سے مراد بری عادتیں ہیں اس فرمان عالی سے یا نفی مقصود ہے یا نہیں پہلی صورت میں معنی یہ ہیں کہ جھوٹ اور خیانت ایسی بری عادتیں ہیں کہ کسی مومن میں یہ دونوں چیزیں اصلی پیدائشی نہیں ہو سکتیں اگر کوئی مومن جھوٹا یا خائن ہو گا تو عارضی طور پر ہو گا کہ جھوٹوں خائنوں کی صحبت میں رہ کر یہ جھوٹا یا خائن بن جاوے گا اس کے علاوہ اور عیوب مومن میں پیدائشی ہو سکتے ہیں دوسری صورت میں یہ معنی ہیں کہ مومن کو چاہیے کہ جھوٹا و خائن عادۃً" نہ بنے ان عیبوں کی عادت نہ ڈالے یہ دونوں اس کی شان ایمان کے خلاف ہیں رب فرماتا ہے **انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنوں بایٰت اللّٰہ واولیک ھم الکاذبون**(مرقات'لمعات)

وَعَنْ صَفْوَانَ ابْنِ سُلَيْمٍ اَنَّهٗ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهٗ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ بَخِيْلًا قَالَ نَعَمْ فَقِيْلَ لَهٗ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا قَالَ لَا۔
(رَوَاهُ مَالِكٌ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مُرْسَلًا)

(۴۶۴۵) روایت ہے حضرت صفوان ابن سلیم سے ا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ مومن بزدل ہو سکتا ہے۔ فرمایا ہاں پھر عرض کیا گیا مومن کنجوس ہو سکتا ہے فرمایا ہاں ۲۔ پھر عرض کیا گیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے فرمایا نہیں ۳۔ (مالک' بیہقی' شعب الایمان ارسالا") ۴۔

(۴۶۴۵) ا۔ آپ تابعین میں سے ہیں نہایت متقی پرہیزگار تھے چالیس سال زمین سے پیٹھ نہ لگائی بیٹھے بیٹھے جان نکلی سجدہ کرتے کرتے پیشانی میں غار ہو گیا۔ ۱۰۲ ایک سو دو ہجری میں وفات ہوئی (اشعہ و مرقات) لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے کہ صحابی کا ذکر اس میں نہیں ہے ۲۔ یعنی مسلمان میں بزدلی یا کنجوسی فطری طور پر ہو سکتی ہے کہ یہ عیوب ایمان کے خلاف نہیں لہٰذا مومن میں ہو سکتی ہیں۔ ۳۔ کذاب فرما کر اس طرف اشارہ ہے کہ مومن گاہے بہ گاہے جھوٹ بول لے تو ہو سکتا ہے مگر بڑا جھوٹا ہمیشہ کا جھوٹا ہونا جھوٹ کا عادی ہونا مومن ہونے کی شان کے خلاف ہے یہاں بھی وہ ہی مراد جو ابھی پہلی حدیث میں عرض کیا گیا یا مومن سے مراد کامل الایمان۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہت مسلمان جھوٹے ہوتے ہیں ۴۔ ارسال کی وجہ ابھی عرض کی گئی کہ صفوان ابن سلیم **تابعی** ہیں صحابی نہیں اور **تابعی** کا کسی حدیث کو حضور سے روایت کرنا ارسال ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِيْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ فَيَاْتِي الْقَوْمَ فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيْثِ مِنَ الْكَذِبِ فَيَتَفَرَّقُوْنَ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا اَعْرِفُ وَجْهَهٗ وَلَا اَدْرِيْ مَا اسْمُهٗ يُحَدِّثُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۶۴۶) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ شیطان انسانی شکل میں بنتا ہے پھر کسی قوم کے پاس پہنچتا ہے انہیں کسی جھوٹ بات کی خبر دیتا ہے اب لوگ پھیل جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص کو سنا جس کی صورت پہچانتا ہوں یہ نہیں جانتا کہ اس کا نام کیا ہے۔ وہ یہ کہتا تھا ۲۔ (مسلم)

(۴۶۴۶) ا۔ کسی واقعہ کی خبر یا کسی مسلمان پر بہتان یا فساد و شرارت کی خبر جس کی اصل کچھ نہ ہو ا الکذب بہت عام ہے۔ ۲۔ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں یہ بارہا کا تجربہ ہے۔ ماہ رمضان کی ستائیسویں تاریخ جمعہ کے دن یعنی ۱۴ اگست ۴۷ء کو پاکستان بنا عید الفطر کے دن نماز عید کے وقت تمام شہروں بلکہ دیہاتوں میں خبر اڑ گئی کہ سکھ مسلح ہو کر اس بستی پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ قریب ہی آ چکے ہیں ہر گھر ہر محلہ ہر جگہ میں شور مچ گیا لوگ تیاریاں کر کے نکل آئے۔ حالانکہ بات غلط تھی ہر

marfat.com

جگہ لوگوں نے کہا کہ ابھی ایک آدمی کہہ گیا ہے خبر نہیں کون تھا۔ پھر وہ فساد شروع ہوا۔ وہ سب نے دیکھ لیا خدا کی پناہ اس کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ شیطان چھپ کر بھی دلوں میں وسوسہ ڈالتا رہتا ہے اور ظاہر ہو کر شکل انسانی میں نمودار ہو کر بھی لہٰذا ہر خبر بغیر تحقیق نہیں پھیلانا چاہیے اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی شیطان عالم آدمی کی شکل میں آکر جھوٹی حدیثیں بیان کر جاتا ہے لوگوں میں وہ جھوٹی حدیثیں پھیل جاتی ہیں اس لئے حدیث کو کتاب میں دیکھ کر اسناد وغیرہ معلوم کر کے بیان کرنا چاہیے اگرچہ یہ فرمان حضرت ابن مسعود کا ہے مگر مرفوع حدیث کے حکم میں ہے کہ ایسی بات صحابی اپنے خیال یا رائے سے بیان نہیں فرما سکتے حضور سے سن کر ہی کہہ رہے ہیں۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ قَالَ اَتَيْتُ اَبَا ذَرٍّ فَوَجَدْتُهٗ فِي الْمَسْجِدِ مُحْتَبِيًا بِكِسَآءٍ اَسْوَدَ وَحْدَهٗ فَقُلْتُ يَا اَبَا ذَرٍّ مَا هٰذِهِ الْوَحْدَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوَاحِدَةُ خَيْرٌ مِنْ جَلِيْسِ السَّوْءِ وَالْجَلِيْسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِنَ الْوَحْدَةِ وَاِمْلَاءُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِنَ السُّكُوْتِ وَالسُّكُوْتُ خَيْرٌ مِنْ اِمْلَاءِ الشَّرِّ۔

(۴۶۴۷) روایت ہے حضرت عمران ابن حطان سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوذر کے پاس گیا تو میں نے انہیں ایک کالے کمبل میں اکیلے ٹیک لگائے بیٹھے پایا ا۔ میں نے کہا اے ابوذر یہ گوشہ نشینی کیسی تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تنہائی بہتر ہے ہر ساتھی سے اور اچھا ساتھی بہتر ہے تنہائی سے ۲۔ اور اچھی بات بولنا خاموشی سے بہتر ہے اور خاموشی بہتر ہے بری بات بولنے سے ۳۔

(۴۶۴۷) ا۔ اس طرح کہ اکڑوں بیٹھے تھے اور اپنے اردگرد کمبل لپیٹا ہوا تھا ہاتھوں کے حلقہ میں پنڈلیاں لئے ہوئے تھے۔ یہ انتہائی تواضع کی بیٹھک ہے ۲۔ یعنی چونکہ مجھے اس وقت کوئی نیک صالح ساتھی نہ ملا اس لئے تنہائی کو غنیمت سمجھ کر اکیلا بیٹھ گیا غالباً کسی اجنبی جگہ میں ہوں گے مسجد سے مراد مسجد نبوی شریف نہیں کوئی اور مسجد مراد ہے۔ ورنہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ میں نیک ساتھیوں کی کیا کمی تھی خیر القرون تھا۔ ۳۔ یعنی تنہائی میں انسان خاموش بیٹھے گا۔ اور خاموشی اچھی ہے بری بات سے برے یار کے پاس بیٹھ کر بری باتیں کرنا پڑتی ہیں اس لئے تنہائی بہتر ہے۔

وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُقَامُ الرَّجُلِ بِالصَّمْتِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً۔

(۴۶۴۸) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا خاموشی سے ثابت رہنا ۲۔ ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے ۲۔

(۴۶۴۸) ا۔ یہاں یا تو ساعۃ "پوشیدہ ہے یا زمانا" بعض روایات میں ہے فی الصف فی سبیل اللہ یعنی ایک ساعۃ یا کچھ دیر جہاد کی صف میں خاموش رہنا۔ دنیاوی باتیں نہ کرنا ۲۔ یعنی اگر کوئی شخص ساٹھ سال عبادت کرے مگر زیادہ باتیں بھی کرے اچھی بری بات میں تمیز نہ کرے اس سے یہ بہتر ہے کہ تھوڑی دیر خاموش رہے کیونکہ خاموشی میں فکر بھی ہوئی اصلاح نفس بھی معارف و حقائق میں استغراق بھی ذکر خفی کے سمندر میں غوطہ لگانا بھی مراقبہ بھی یہ نعمتیں اگرچہ ایک ساعت کی ہوں ساٹھ سال کی خشک عبادت سے افضل ہیں اس لئے حضرات صوفیاء فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کی فکر ہزار سال کے خاص ذکر سے افضل ہے خیال رہے کہ ان جیسے مقامات پر ساٹھ سال یا ستر سال سے مراد دراز زمانہ ہوتا ہے نہ کہ صرف یہ مدت۔

marfat.com

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ بِطُوْلِهٖ اِلٰی اَنْ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصِنِیْ قَالَ اُوْصِیْكَ بِتَقْوَی اللّٰهِ فَاِنَّهٗ اَزْیَنُ لِاَمْرِكَ كُلِّهٖ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّهٗ ذِکْرٌ لَّكَ فِی السَّمَآءِ وَنُوْرٌ لَّكَ فِی الْاَرْضِ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْكَ بِطُوْلِ الصَّمْتِ فَاِنَّهٗ مَطْرَدَةٌ لِّلشَّیْطَانِ وَعَوْنٌ لَّكَ عَلٰی اَمْرِ دِیْنِكَ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ اِیَّاكَ وَکَثْرَةَ الضَّحِكِ فَاِنَّهٗ یُمِیْتُ الْقَلْبَ وَیَذْهَبُ بِنُوْرِ الْوَجْهِ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ لَا تَخَفْ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ قُلْتُ زِدْنِیْ قَالَ لِیَحْجُزْكَ عَنِ النَّاسِ مَا تَعْلَمُ مِنْ نَفْسِكَ۔

(۴۶۴۹) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا دراز حدیث بیان کی ا۔ یہاں تک کہ فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے وصیت کیجئے ۲۔ فرمایا میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ یہ تمہارے تمام کاموں کی زینت ہے ۳۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ زیادہ کیجئے فرمایا قرآن کی تلاوت اور اللہ کا ذکر اختیار کرو ۴۔ کہ یہ تمہارے چرچے کا باعث ہے آسمان میں اور تمہارے لئے نور ہے زمین میں ۵۔ میں نے عرض کیا کچھ زیادہ فرمایئے۔ فرمایا تم دراز خاموشی اختیار کرو ۶۔ کہ یہ شیطان کو بھگانے والا ہے۔ اور تمہارے دینی کام پر تمہارا مددگار ہے ۷۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے زیادہ دیجئے فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو کہ یہ دل کو مردہ کر دیتا ہے اور چہرے کا نور زائل کر دیتا ہے ۸۔ میں نے عرض کیا زیادہ کیجئے۔ فرمایا حق بات کہو اگرچہ کڑوی ہو ۹۔ میں نے عرض کیا اور زیادہ دیجئے فرمایا اللہ کی راہ میں ملامت والے کی ملامت سے نہ ڈرو ۱۰۔ میں نے عرض کیا زیادہ کیجئے۔ فرمایا کہ تم کو لوگوں سے وہ بات منع کرے جو تم اپنے میں جانتے ہو ۱۱۔

(۴۶۴۹) ا۔ یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض و معروض بہت دراز ہوئی جس کا ذکر دوسری جگہ ہے یہاں نہیں ۲۔ مجھے کوئی خاص تاکیدی حکم دیجئے اعلیٰ نصیحت فرمایئے۔ اہل عرب بہت تاکیدی حکم یا اہم نصیحت کو وصیت کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک وصیت ضرور پوری کی جاتی تھی۔ رب فرماتا ہے **یوصیکم اللّٰہ** ۳۔ یعنی دین و دنیا کی تمام اچھی چیزوں کی زینت خوف خدا ہے خوف خدا کے ساتھ عقائد عبادات معاملات جو بھی کئے جاویں کامل ہوں گے قرآن کریم میں ہے۔ **ولقد وصینا الذین اوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللّٰہ** تقویٰ دل کا غسل ہے۔ نیک عقائد دل کا لباس نیک اعمال دل کا زیور سب چیزیں تقویٰ کے بعد ہیں۔ ۴۔ کیونکہ تلاوت قرآن اور ذکر اللہ تقویٰ حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اس سے دل نرم پڑتا ہے نرمی دل اللہ کی بڑی نعمت ہے ہر چیز نرم ہو کر ہی کچھ بنتی ہے لوہا نرم ہو کر اوزار بنتا ہے زمین میں نرمی کے بعد دانہ و تخم بوئے جاتے ہیں آٹا پانی سے نرم ہو کر اعلیٰ درجہ کی غذائیں بنتا ہے دل نرم ہو کر ولی اللہ بن جاتا ہے۔ ۵۔ اس فرمان عالی میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے **فاذکرونی اذکرکم** تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اللہ کے ذاکر کا فرشتے چرچا کرتے ہیں اس سے چہرے پر نور دل میں سرور ہوتا ہے لوگوں میں عزت نصیب ہوتی ہے آزمائش کر لو۔ **شعر:**۔

marfat.com

☆ گر تو خواہی ز۔ستین با آبرو ☆ ذکر اوکن ذکر اوکن ذکراو ☆
☆ ہرگدارا ذکر او سلطان کند ☆ ذکر او مرزیور ایمان بود ☆
☆ ہر کہ دیوانہ بود در ذکر حق ☆ زیر پائش عرش و کرسی نہ فلک ☆

۶۔ یعنی دنیاوی کلام سے خاموشی اختیار کرو ذکر اللہ سے خاموشی مراد نہیں ۷۔ کیونکہ قریباً اسی فی صدی گناہ زبان سے ہوتے ہیں زبان بند رکھو گناہ کم کرو گے تم پر شیطان کا داؤ کم چلے گا خاموشی میں ذکر و فکر کا زیادہ موقعہ ملے گا۔ ۸۔ کیونکہ زیادہ ہنسی دل غافل کر دیتی ہے دل کی غفلت اس کی موت ہے قلب بیدار زبان ذاکر جسم صابر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ ۹۔ یعنی اگر حق بات لوگوں کو بری معلوم ہو تم پر اس کی وجہ سے کچھ تکلیف بھی آجائے مگر کہو ہمیشہ حق بات اس حق بات سے مراد لوگوں کو اچھی نصیحتیں کرنا ہے ۱۰۔ لوگوں کے ڈر سے اچھے کلام اچھے کام نہ چھوڑ دو دین پر سختی سے قائم رہو لوگ خواہ زندہ باد کہیں یا مردہ باد ۱۱۔ یعنی لوگوں کو ان عیوب پر ملامت نہ کرو جو تم میں خود موجود ہیں پہلے اپنی اصلاح کرو پھر دوسروں کی خیال رہے کہ اچھی باتیں بتانا اور چیز ہے اور عیب جوئی کچھ اور اپنے کو سب سے ناقص جانو۔ شعر:۔

☆ غافل ازایں خلق از خود اے پسر ☆ لاجرم گویند عیب یک دگر ☆

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَبَا ذَرٍّ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى خَصْلَتَيْنِ هُمَا اَخَفُّ عَلَى الظَّهْرِ وَاَثْقَلُ فِي الْمِيْزَانِ قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ طُوْلُ الصَّمْتِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا عَمِلَ الْخَلَائِقُ بِمِثْلِهِمَا۔

(۴۶۵۰) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر کیا میں تم کو ایسی دو خصلتوں پر رہبری نہ کروں جو پیٹھ پر ہلکی ہیں ۱۔ ترازو میں بھاری ہیں ۲۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا ہاں تو فرمایا دراز خاموشی اور اچھی عادت ۳۔ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ مخلوق نے ان دو جیسے کام نہ کئے ہوں گے ۴۔

(۴۶۵۰) ۱۔ یعنی ان پر عمل کرنا آسان ہے کچھ مشکل نہیں چونکہ عمل میں پیٹھ کر بھی دخل ہوتا ہے اس لئے عمل کے لئے پیٹھ کا لفظ استعمال فرمایا جاتا ہے نیز بوجھ پیٹھ پر ہی اٹھائے جاتے ہیں پیٹھ ہی ہلکا بھاری بوجھ محسوس کرتی ہے بہرحال کلام بڑا فصیح ہے یا مراد ہے زبان کی پیٹھ ۲۔ یعنی کل قیامت میں یہ خصلتیں جب گناہوں سے تولی جائیں گی تو یہ بھاری ہوں گی گناہ ہلکے ہو جائیں گے قیامت میں ہمارے کام و کلام کی شکل و صورتیں بھی ہوں گی ان میں وزن بھی ہوں گے وہاں نیکیوں کا وزن اخلاص سے ہوگا۔ ۳۔ خاموشی سے مراد دنیاوی باتوں سے خاموشی جس کے ساتھ فکر بھی ہے اللہ کے ذکر سے خاموشی اچھی نہیں۔ اچھے اخلاق سے مراد ہے خلق و خالق کے حقوق ادا کرنا نرم و گرم حالات میں شاکر و صابر رہنا چونکہ خاموشی اور صبر و شکر میں کوئی خاص محنت نہیں پڑتی بلکہ ان کے ترک میں محنت ہوتی ہے اس لئے انہیں ہلکا فرمایا گیا۔ ۴۔ کیونکہ ان کے فائدے دین و دنیا دونوں جگہ دیکھے جائیں گے واقعی ان دو کاموں سے بڑھ کر معاملات کا کوئی کام نہیں۔ یہاں معاملات کے مقابلہ میں عظمت بیان فرمائی گئی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَهُوَ يَلْعَنُ بَعْضَ رَقِيْقِهٖ فَالْتَفَتَ

(۴۶۵۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابوبکر پر گزرے حالانکہ آپ اپنے کسی غلام کو

marfat.com

اِلَیْہِ فَقَالَ لَعَّانِیْنَ وَصِدِّیْقِیْنَ کَلَّا وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ فَاَعْتَقَ اَبُوْبَکْرٍ یَوْمَئِذٍ بَعْضَ رِقِّیْفِہٖ ثُمَّ جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا اَعُوْدُ (رَوَی الْبَیْہَقِیُّ الْاَحَادِیْثَ الْخَمْسَۃَ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

برا بھلا کہہ رہے تھے ا۔ تو ان کی طرف توجہ فرما کر فرمایا کہ برا کہنے والے بھی اور صدیق بھی قسم رب کعبہ کی ہرگز نہیں ۲۔ تو اس دن جناب ابوبکر نے کچھ غلام آزاد کئے ۳۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا اب کبھی نہ کروں گا ۴۔ یہ پانچوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں۔

(۴۶۵۱) ا۔ یہاں لعنت سے لغوی لعنت مراد ہے برا بھلا کہنا یا بددعا کرنا شرعی لعنت جو کفار سے خاص ہے مراد نہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس لعنت سے توبہ کراتے۔ ۲۔ یعنی تم تو خالق و مخلوق کے نزدیک صدیق ہو پھر تم کسی کو برا بھلا کیسے کہتے ہو یہ دو صفتیں ایک شخص میں جمع نہیں ہوتیں صدیق کے لئے صبر ضروری ہے مطلب یہ ہے کہ تم میں یہ عیب نہیں ہونا چاہیے نہایت ہی نفیس نصیحت ہے۔ ۳۔ یہ غلام آزاد کرنا اس غلطی کے کفارہ کے لئے تھا جو بلاشعور آپ سے سرزد ہو گئی یہ ہے انتہائی تقویٰ بھلائیاں برائیوں کو مٹاتی ہیں ۴۔ چنانچہ اس کے بعد آپ نے کبھی کسی کو برا بھلا نہ کہا۔ اپنی فطرت کو نبوت کے سانچہ میں ڈھال لیا۔

وَعَنْ اَسْلَمَ قَالَ اِنَّ عُمَرَ دَخَلَ یَوْمًا عَلٰی اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ وَھُوَ یَجْبِذُ لِسَانَہٗ فَقَالَ عُمَرُ مَہْ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ فَقَالَ لَہٗ اَبُوْبَکْرٍ اِنَّ ھٰذَا اَوْرَدَنِیْ الْمَوَارِدَ۔ (رَوَاہُ مَالِکٌ)

(۴۶۵۲) روایت ہے حضرت اسلم سے ا۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب عمر حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آئے وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے ۲۔ تو حضرت عمر نے ان سے عرض کیا ٹھہریئے اللہ آپ کو بخشے تو ان سے جناب ابوبکر نے فرمایا کہ اس نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں لا ڈالا ۳۔ (مالک)

(۴۶۵۲) آپ **تابعی** ہیں آپ کی کنیت ابو خالد ہے حبشی تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے جنہیں حضرت فاروق نے مکہ معظمہ میں ۱۱ھ میں خریدا آپ کی عمر ایک سو چودہ سال ہوئی مروان کے زمانہ میں وفات پائی ۸۰ اسی ہجری میں ۲۔ اپنی زبان شریف کو کھینچ کر مروڑ رہے تھے یا اسے باہر نکال ڈالنے کی کوشش فرما رہے تھے گویا اپنی زبان کو سزا دے رہے تھے ۳۔ یہ انتہائی خوف خدا کی دلیل ہے حضرت صدیق کی زبان صدق کے سواء کیا بولے گی مگر پھر بھی اپنے کو قصوروار کہتے ہیں جیسے حضرات انبیاء کرام نے اپنے کو ظالم، خاسر وغیرہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے **رب انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا** شعر:۔

☆ زاہداں از گناہ توبہ کنند ☆ عارفاں از اطاعت استغفار ☆

وَعَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اضْمَنُوْا لِیْ سِتًّا مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَضْمَنْ لَکُمُ الْجَنَّۃَ اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُّمْ وَاَدُّوْا اِذَا اؤْتُمِنْتُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَکُمْ

(۴۶۵۳) روایت ہے حضرت عبادہ بن صامت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے نفس کی طرف سے میرے لئے چھ چیزوں کے ضامن بن جاؤ میں تمہارے لئے جنت کا ضامن ہوں ا۔ جب بات کرو تو سچ کہو جب وعدہ کرو تو پورا کرو ۲۔ جب امین

marfat.com

وَغُضُّوْا اَبْصَارَكُمْ وَكُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ ۔ بنائے جاؤ تو ادا کرو۔ ۳۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو ۴۔ اپنی نگاہیں نیچے رکھو ۵۔ اپنے ہاتھ روکو۔

(۴۶۵۳) ۱۔ یعنی تم چھ عادتیں ڈال لو ان کے خلاف نہ کرو تو میں تمہارے جنتی ہونے کا ضامن ہوتا ہوں تم ضرور جنتی ہو گے بلکہ وہاں کا اعلیٰ درجہ پاؤ گے ۲۔ وعدہ سے مراد جائز وعدہ ہے وعدہ کا پورا کرنا ضروری ہے مسلمان سے وعدہ کرو یا کافر سے عزیز سے وعدہ کرو یا غیر سے استاذ، شیخ، نبی، اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے تمام وعدے پورے کرو ہاں اگر کسی حرام کام کا وعدہ کیا ہے اسے ہرگز پورا نہ کرے حتیٰ کہ حرام کام کی نذر پوری کرنا حرام ہے۔ ۳۔ امانت مال کی ہو یا بات کی یا کسی اور چیز کی ضرور ادا کرے مسلمان کی امانت ہو یا کافر کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی رات حضرت علی سے فرمایا کہ ان خونخوار کفار کی امانتیں میرے پاس ہیں وہ تم ادا کر دینا امانت اور غنیمت میں بڑا فرق ہے ۴۔ نہ اس سے حرام کاری کرو نہ خاوند بیوی کے سوا کسی پر ظاہر ہونے دو فروج سے مراد مرد عورت کی ستر غلیظ ہے۔ ۵۔ چلو پھرو تو نیچی نگاہ سے بیٹھو تو نیچی نگاہ سے تاکہ غیر محرم کے دیکھنے سے بچو یہ حکم مرد و عورت دونوں کو ہے جہاں اوپر دیکھنا ضروری ہے یا جائز ہے وہاں ضرور دیکھو، عالم، ماں باپ کا چہرہ، چاند وغیرہ ضرور دیکھو۔ یہاں شرم حیاء کا ذکر ہے۔ ۶۔ کہ اپنے ہاتھ سے کسی پر ظلم نہ کرو اس سے ناجائز چیز نہ چھوؤ۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ وَاَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللّٰهُ وَشِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّآؤُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ الْبُرَآءَ الْعَنَتَ ۔ (رَوَاهُمَا اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۶۵۴) روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن غنم اور اسماء بنت یزید سے ۱۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں کہ جب دیکھے جائیں تو اللہ یاد آجائے ۲۔ اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغلی سے چلیں۔ دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنے والے ۳۔ پاک لوگوں میں عیب ڈھونڈنے والے ۴۔ (احمد، بیہقی شعب الایمان)

(۴۶۵۴) ۱۔ عبدالرحمٰن غنم ابن اشعری شامی ہیں۔ جلیل القدر تابعی ہیں آپ نے حضور انور کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کر سکے حضرت معاذ ابن جبل کے ساتھ رہے۔ اسماء بنت یزید ابن سکن صحابیہ ہیں اسی لئے شارحین فرماتے ہیں کہ بہتر یہ تھا کہ حضرت اسماء کا نام شریف پہلے ذکر کیا جاتا۔ ۲۔ یعنی ان کے چہروں پر انوار و آثار عبادت ایسے ہوں کہ انہیں دیکھتے ہی رب یاد آجاوے ان کے چہرے آئینہ خدا نما ہوں حضور فرماتے ہیں کہ علی کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے آپ کو جو دیکھتا تھا کہتا تھا لا الہ الا اللہ کیسا کریم بہادر حلیم جوان ہے (مرقات) بعض لوگوں کے پاس بیٹھنے سے قلب جاری ہو جاتا ہے حضور داتا صاحب کے مزار مقدس پر پہنچ کر دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔ مصری عورتوں نے جمال یوسفی دیکھتے ہی کہا تھا حاش اللہ یہ ہے اللہ کی یاد آجانا یہاں حضرت شیخ عبدالحق نے فرمایا۔ کہ میں ایک بار مکہ معظمہ کے بازار میں سر نیچا کئے جا رہا تھا۔ کہ اچانک ایک شخص پر نظر پڑی میرے منہ سے فوراً **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر** (اشعہ) ۳۔ معلوم ہوا کہ فساد و نفاق کے لئے چغلی کھانا ممنوع ہے۔ صلح کرانے کے لئے ایک دوسرے کو اچھی باتیں پہنچانا عبادت ہے۔ ۴۔ باغون جمع باغی کی جس کا مادہ بغی ہے۔ بمعنی چاہنا ڈھونڈھنا براء جمع ہے بری کی۔ بمعنی دور یعنی جو عیب سے دور ہوں ان میں عیب جوئی کرنے والے۔ اپنے عیب ڈھونڈھنا

marfat.com

عبادت ہے۔ دوسروں کے عیب ڈھونڈھنا برا ہے خیال رہے کہ اللہ کے مقبول بندوں میں عیب جوئی کفر ہے بعض بدنصیبوں کو نبیوں ولیوں میں عیب جوئی کی عادت ہوتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلَيْنِ صَلَّيَا صَلٰوةَ الظُّهْرِ اَوِ الْعَصْرِ وَكَانَا صَائِمَيْنِ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ اَعِيْدُوْا وُضُوْءَكُمَا وَصَلٰوتَكُمَا وَاَمْضِيَا فِيْ صَوْمِكُمَا وَاقْضِيَاهُ يَوْمًا اٰخَرَ قَالَا لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اغْتَبْتُمْ فُلَانًا۔

(۴۶۵۵) روایت ہے ابن عباس سے کہ دو شخصوں نے نماز ظہر یا عصر پڑھی۔ اور وہ دونوں تھے روزہ دار۱؎ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمائی تو فرمایا کہ اپنے وضو اپنی نمازیں لوٹاؤ۔ اور اپنے روزوں میں گزر جاؤ (پورے کرلو) اور دوسرے دن ان کی قضا کرو۲؎ وہ بولے یارسول اللہ کیوں فرمایا تم نے فلاں کی غیبت کی۔

(۴۶۵۵) ۱؎ یعنی یہ دونوں روزہ دار بھی تھے۔ مدینہ منورہ کی سرزمین میں بھی مسجد نبوی شریف میں بھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے انہوں نے نماز بھی پڑھی اتنی خوبیوں کے ساتھ انہوں نے کسی مسلمان کی غیبت بھی کرلی۔ ۲؎ قرآن کریم نے غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانا قرار دیا ہے 'ان یاکل لحم اخیہ میتا۔ اور ظاہر ہے گوشت کھانے خون پینے سے روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے نماز بھی خلاصہ یہ ہے کہ گناہ نیکیوں کا کمال دور کردیتے ہیں جیسے نیکیاں اصل گناہوں کا زوال کردیتی ہیں۔ نیز غیبت کی وجہ سے غیبت کرنے والے کی نیکیاں مغتاب کو دیدی جاتی ہیں اس کا روزہ نماز مغتاب کو دیدیا گیا یہ بغیر روزہ نماز رہ گیا۔ لہٰذا اسے دوبارہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ سیدنا عبداللہ فرماتے ہیں کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے نماز پڑھی ہوئی بیکار ہو جاتی ہے ان کی دلیل یہ ہی حدیث ہے (مرقات) باقی حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے روزہ نماز کا کمال ٹوٹ جاتا ہے۔ بہرحال یہ حکم عالی تنبیہہ فرمانے کے لئے ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَجَابِرٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ الْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَزْنِيْ فَيَتُوْبُ فَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَيَتُوْبُ فَيَغْفِرُ اللّٰهُ لَهٗ وَاِنَّ صَاحِبَ الْغِيْبَةِ لَا يُغْفَرُ لَهٗ حَتّٰى يَغْفِرَهَا لَهٗ صَاحِبُهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ اَنَسٍ قَالَ صَاحِبُ الزِّنَا يَتُوْبُ وَصَاحِبُ الْغِيْبَةِ لَيْسَ لَهٗ تَوْبَةٌ۔ (رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۶۵۶) روایت ہے ابوسعید و جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے ۱؎ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ غیبت زنا سے سخت کیسے ہے فرمایا کہ کوئی شخص زنا کرتا ہے تو توبہ کرلیتا ہے اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ اسے بخش دیتا ہے اور غیبت والے کی بخشش نہیں ہوتی حتی کہ اس کا صاحب وہ معاف کرے ۲؎ اور حضرت انس کی روایت ہے کہ فرمایا زنا والا توبہ کرسکتا ہے اور غیبت والے کی توبہ نہیں ۳؎ ان تینوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

(۴۶۵۶) ۱؎ یعنی غیبت ہے تو گناہ صغیرہ اور زنا ہے گناہ کبیرہ مگر شدت اور نتیجہ میں غیبت زنا سے بدتر ہے یہ نرمی کی وجہ آگے بیان ہو رہی ہے ۲؎ خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ زنا گناہ ہے اس کی شرعی سزا بھی بہت سخت ہے مگر ہے حق اللہ جو توبہ سے معاف ہو سکتا ہے غیبت حق العبد ہے کہ توبہ سے معاف نہیں ہو سکتا جب تک کہ صاحب حق معاف نہ کرے اگر وہ مرگیا تو اس کی معافی کی کوئی صورت ہی نہیں۔ حق اللہ کی پہچان یہ ہے کہ وہ بندے کے معاف کرنے سے معاف نہ ہو حق العبد کی پہچان یہ ہے کہ بندے کے

marfat.com

معاف کرنے سے معاف ہو جاوے زنا حق اللہ، قتل حق العبد۔ اس لئے قتل کا قصاص ولی مقتول کے معاف کرنے سے معاف ہو جاتا ہے زنا اگر زانی مزینہ کے سارے عزیز معاف کردیں اسکی سزا معاف نہیں ہوتی۔ ۳۔ اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ غیبت کا گناہ توبہ کر لینے سے معاف نہیں ہوتا۔ اس کی معافی کیلئے مغتاب کا معافی دینا ضروری ہے دوسرے یہ کہ لوگ زنا کو سخت گناہ سمجھتے ہیں اس لئے توبہ کر لیتے ہیں مگر غیبت کو معمولی چیز سمجھ کر اس سے توبہ نہیں کرتے حالانکہ یہ سخت گناہ ہے اس لئے زنا کبھی کوئی کرتا ہے مگر غیبت سب ہمیشہ کر لیتے ہیں الا ماشاء اللہ یہ وبا عام ہے اس کو لوگ برا بھی نہیں سمجھتے اس سے بچو (مرقات)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ كَفَّارَةِ الْغِيْبَةِ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَهٗ تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعْوَاتِ الْكَبِيْرِ وَقَالَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ ضُعْفٌ۔

(۴۶۵۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کے کفارہ میں سے یہ ہے کہ تو اس کے لئے دعاء مغفرت کرے جس کی تو نے غیبت کی ہے۔ کہے کہ الٰہی ہم کو اور اس کو بخش دے ا۔ (بیہقی دعوات کبیر) اور بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد میں ضعیف ہے۔

(۴۶۵۷) ا۔ اس فرمان عالی کے بہت معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ اگر غیبت کی خبر غیبت والے کو پہنچ گئی تب تو وہ حق العبد بن گئی اس سے جا کر معافی مانگے اور اگر اس کی خبر غیبت والے کو نہ پہنچی تو حق اللہ سے توبہ کرے مگر اس توبہ میں غیبت والے کو بھی شامل کرے دوسرے یہ کہ اگر غیبت والا زندہ ہے تو اس سے معافی مانگے اور اگر مر چکا ہے تو اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ تیسرے یہ کہ غیبت والے سے معافی مانگے اگر وہ معاف کردے تو خیر اگر معاف نہ کرے تو اس کے لئے دعاء مغفرت کرے مولانا علی قاری نے فرمایا کہ اگر غیبت کی خبر غیبت والے کو پہنچ جاوے تو حق العبد ہو جاتی ہے اگر خبر نہ پہنچے تو حق اللہ رہتی ہے مگر میرے مرشد برحق صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہ نے فرمایا۔ کہ غیبت بہرحال حق العبد ہے خواہ اسے خبر پہنچے یا نہ پہنچے جیسے کسی کا مال مار لینا بہرحال حق العبد ہے خواہ مال والے کو خبر پہنچے یا نہ پہنچے کیونکہ غیبت سے غیبت والے کی آبرو ریزی ہوتی ہے اور آبرو بھی مال کی طرح حق العبد ہے اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ مردے کی غیبت زندہ کی غیبت سے سخت تر ہے کہ مردے سے معافی نہیں مانگی جا سکتی۔ اس میں اختلاف ہے کہ غیبت والے سے معافی مانگے تو اجمالاً مانگے یا تفصیلاً یعنی یہ بتا کر معافی مانگے کہ میں نے تجھے یہ کہا تھا یا صرف یہ کہہ دے کہ میں نے تیری غیبت کی تھی مجھے معاف کردے۔

بَابُ الْوَعْدِ
وعدے کا باب

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

لغت میں اچھی چیز کی امید دلانے یا بری چیز سے ڈرانے ان دونوں کو وعدہ کہا جاتا ہے اصطلاح میں کسی چیز کی امید دلانے کو وعدہ کہتے ہیں بری چیز سے ڈرانے کو وعید۔ میں تم کو کچھ دوں گا وعدہ ہے تم کو سزا دوں گا وعید ہے۔ یہاں وعدہ اصطلاحی مراد ہے خلاف وعدہ کرنا جھوٹ ہے خلاف وعید کرنا معافی وعدہ خلافی بری چیز ہے معافی اچھی چیز ہے۔

marfat.com

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ اَبَا بَكْرٍ مَالٌ مِنْ قِبَلِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَنْ كَانَ لَهٗ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ اَوْ كَانَتْ لَهٗ قِبَلَهٗ عِدَةٌ فَلْيَاْتِنَا قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ وَعَدَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْطِيَنِيْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَبَسَطَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ جَابِرٌ فَحَثٰى لِيْ حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا فَاِذَا هِيَ خَمْسُمِائَةٍ وَقَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۶۵۸) روایت ہے جابر سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر کے پاس علاء بن حضرمی کے پاس سے مال آیا۱؎ تو جناب ابوبکر نے اعلان فرمایا کہ جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ قرض ہو یا اس سے حضور کا کوئی وعدہ ہو تو ہمارے پاس آئے ۲؎ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے اتنا اور اتنا اور اتنا دیں گے ۳؎ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے تھے ۴؎ حضرت جابر کہتے کہ جناب صدیق نے مجھے ایک لپ بھر دیا ۵؎ میں نے گنا تو وہ پانچ سو تھے فرمایا اس کے دوگنے اور لے لو ۶؎ (مسلم بخاری)

(۴۶۵۸) ۱؎ علاء ابن حضرمی صحابی ہیں حضرموت کے رہنے والے ان کا نام عبداللہ ہے حضور انور نے انہیں یمن کا حاکم مقرر فرمایا عہد صدیقی و فاروقی میں بھی اسی عہدے پر رہے حتی کہ ۱۴ چودہ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ یہاں یمن سے مال آنے کا ذکر ہے (مرقات) ۲؎ اور ہم سے حضور کا قرض وصول کرے حضور کا وعدہ پورا کرائے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ وعدہ مثل قرض کے ہے دوسرے یہ کہ مرحوم کی طرف سے اس کے قرض ادا کر دینا اس کے وعدے پورے کرنا سنت ہے خواہ کوئی میت کا عزیز کرے یا کوئی اور اس وجہ سے حضرت صدیق باغ فدک کی آمدنی حضور کے اہل پر خرچ کرتے تھے (مرقات) ۳؎ یعنی تم کو تین لپ بھر کر درہم دینار عطا فرمائیں گے یہ وعدہ عطیہ خسروانہ عنایت شاہانہ کے طور پر تھا۔ ۴؎ یعنی حضور انور نے اپنے لپ بھر کر عطا کا وعدہ فرمایا تھا نہ کہ میرے لپ بھر کر۔ ۵؎ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست کرم تھا کہ حضور انور نے اپنے لپ بھر دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت صدیق اکبر نے اپنا ہاتھ بھر کر ان کی جھولی میں ڈالا تھا۔ ۶؎ آپ نے خود تین لپ بھر کر نہ دیئے تاکہ اصل اور نائب کے لپ میں فرق رہے خیال رہے کہ آپ نے حضرت جابر سے اس وعدہ پر گواہی نہیں مانگی نہ قسم لی کیونکہ معاملات میں گواہی منکر کے مقابل ہوتی ہے یہاں کوئی منکر تھا نہیں اور حضرات صحابہ ثقہ عادل ہیں ان کے قول بغیر قسم قبول ہیں وہ حضرات حضور سے احادیث روایت کرتے ہیں تو ان پر نہ جرح ہوتی ہے نہ ان سے قسم لی جاوے اس حدیث سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کی تقسیم نہیں ورنہ حضرت جابر جناب فاطمہ زہرا یا حضرت عباس سے یہ وعدہ پورا کراتے دوسرے یہ کہ جو ذات کریم ایسی دیانتدار ہو وہ خلافت جیسی اہم چیز کبھی غصب نہیں کر سکتی حضرت صدیق اکبر خلیفہ برحق ہیں دیانتدار ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین اسلام کے پہلے تاجدار ہیں۔

marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبْیَضَ قَدْ شَابَ وَکَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ یُشْبِهُهٗ وَاَمَرَلَنَا بِثَلٰثَةَ عَشَرَ تَلُوْصًا نَذْهَبُ نَقْبِضُهَا فَاَتَانَا مَوْتُهٗ فَلَمْ یُعْطُوْنَا شَیْئًا فَلَمَّا قَامَ اَبُوْ بَکْرٍ قَالَ مَنْ کَانَتْ لَهٗ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ فَلْیَجِئْ فَقُمْتُ اِلَیْهِ فَاَخْبَرْتُهٗ فَاَمَرَلَنَا بِهَا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

دوسری فصل

(۴۶۵۹) روایت ہے حضرت ابو جحیفہ سے ۱؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید رنگت والا دیکھا کہ بڑھاپا آ گیا تھا ۲؎ اور حضرت حسن بن علی آپ کی ہم شکل تھے ۳؎ اور ہمارے لئے تیرہ اونٹنیوں کا حکم جاری فرمایا۔ ہم قبضہ کرنے گئے تو ہم کو آپ کی وفات کی خبر پہنچ گئی ۴؎ لوگوں نے ہم کو کچھ نہ دیا ۵؎ پھر جب حضرت ابوبکر قائم مقام ہوئے تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جس کا کوئی وعدہ ہو وہ آئے ۶؎ میں آپ کے طرف گیا میں نے آپ کو یہ خبر دی تو آپ نے ہمارے لئے ان کا حکم دیا ۷؎ (ترمذی)

(۴۶۵۹) ۱؎ آپ کا نام وہب ابن عبداللہ ہے کنیت ابو جحیفہ لڑکپن میں حضور سے ملاقات کی کوفہ میں قیام رہا حضرت علی نے آپ کو وزیر خزانہ بنایا آپ کے ساتھ تمام جنگوں میں شامل رہے کوفہ میں ۷۴ چوہتر میں وفات پائی وہاں ہی مزار ہے۔ ۲؎ سفید مائل بہ سرخی خالص چٹا نہیں سر مبارک اور ڈاڑھی شریف میں بیس بال شریف سفید ہوئے جیسا کہ دوسری احادیث سے ثابت ہے۔ ۳؎ سر سے ناف تک حضرت حسن حضور کے ہم شکل تھے ناف سے قدم تک حضرت حسین حضور کے ہم شکل تھے اور از سر تا پا جناب فاطمہ زہرا ہم شکل مصطفیٰ تھیں اس لئے حضرت معاویہ امام حسن کو اپنے تخت پر بٹھاتے تھے اور آپ کا نہایت درجہ احترام فرماتے تھے کہتے تھے کہ یہ ہم شکل رسول آل رسول ہیں صلے اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہم۔ ۴؎ یعنی ہماری قوم کے لئے حضور انور سے تیرہ اونٹنیاں لے لینے کا حکم جاری فرمایا مدینہ منورہ سے کچھ دور جہاں حضور انور کی وفات کی خبر شائع ہو گئی۔ ۵؎ یعنی جو اصطبل کے منتظم تھے انہوں نے ہم کو یہ اونٹنیاں نہ دیں کیونکہ حضور انور کی طرف سے ہبہ تو ہو گیا تھا مگر ابھی قبضہ نہیں ہوا تھا اور ہبہ بغیر قبضہ مکمل نہیں ہوتا اس لئے ان لوگوں کو اونٹنیاں دینے قبضہ کرانے کا حق نہ تھا۔ ۶؎ جب خلافت کا معاملہ مکمل ہو گیا اور حالات پر سکون ہو گئے تب آپ نے یہ اعلان فرمایا اس لئے 'فلما قام فرمایا (مرقات) ۷؎ یعنی ان اونٹنیوں پر قبضہ کر لینے کا حکم جاری فرمایا خیال رہے کہ بہت سے وعدے اکیلے میں کئے جاتے ہیں جن پر گواہ نہیں ہوتے اگر جناب صدیق گواہی کی قید لگاتے تو حضور انور کے بہت سے وعدے پورے نہ ہو سکتے اس لئے انہوں نے بغیر گواہ وعدے جاری فرمائے۔ نیز حضرات صحابہ تمام کے تمام عادل ہیں۔ وہاں جھوٹ کا احتمال نہیں دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی الْحَمْسَاءِ قَالَ بَایَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ یُّبْعَثَ وَبَقِیَتْ لَهٗ بَقِیَّةٌ فَوَعَدْتُّهٗ اَنْ اٰتِیَهٗ بِهَا فِیْ مَکَانِهٖ

(۴۶۶۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی الحمساء سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ظہور سے پہلے حضور سے خرید و فروخت کی ۲؎ اور آپ کا کچھ بقایا رہ گیا

marfat.com

فَنَسِيتُ فَذَكَرْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَإِذَا هُوَ فِي مَكَانِهِ فَقَالَ لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَيَّ أَنَا هٰهُنَا مُنْذُ ثَلَاثٍ أَنْتَظِرُكَ

(رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ)

میں نے وعدہ کیا کہ میں اسی جگہ وہ چیز لاتا ہوں پھر میں بھول گیا تین دن کے بعد مجھے یاد آیا تو حضور انور اس جگہ تھے ۳۔ فرمایا کہ تم نے مجھ پر مشقت ڈال دی میں تین دن سے یہاں ہی تمہارا انتظار دیکھ رہا ہوں۔ ۴۔ (ابوداؤد)

(۴۶۶۰) ۱۔ حق یہ ہے کہ آپ کا نام عبداللہ ابن ابی الحمساء ہے یعنی میم سین سے پہلے ہے مصابیح میں حسماء لکھا گیا ہے آپ عامری ہیں مکی ہیں مگر بصرے میں قیام رہا (اشعہ) ۲۔ یہ بیع معاوضہ تھی یعنی سامان کے عوض سامان کی اس لئے بالعیت باب مفاعلت سے فرمایا (مرقات) یہ واقعہ ظہور نبوت سے پہلے کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و دیانت کس شان کی تھی اور نبوت کے ظہور سے پہلے کیسے سچے تھے ۳۔ عبداللہ نے حضور سے عرض کیا تھا کہ آپ کا بقایا اسی جگہ لاتا ہوں حضور مجھے یہاں ہی ملیں حضور انور نے قبول فرمالیا تھا کہ تم کو یہاں ہی ملوں گا یہ ملنے کا وعدہ حضور کی طرف سے ہوا تھا لہٰذا حدیث واضح ہے اس پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور نے تو کوئی وعدہ نہیں کیا تھا ۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں ٹھہرنا۔ اپنا مال لینے کے لئے نہ تھا اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے تھا مال تو ان کے گھر جا کر بھی وصول کیا جا سکتا تھا سچ اور وعدہ پورا کرنا تمام نبیوں کی سنت ہے اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرماتا ہے **وابراهيم الذى وفى** اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے فرماتا ہے **انه وكان صادق الوعد**

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ أَخَاهُ وَمِنْ نِيَّتِهِ أَنْ يَفِيَ لَهُ فَلَمْ يَفِ وَلَمْ يَجِئْ لِلْمِيْعَادِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ - (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۴۶۶۱) روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی جب کوئی شخص اپنے بھائی سے وعدہ کرے اور اس کی نیت پورا کرنے کی ہو۔ پھر پورا نہ کر سکے وعدہ پر نہ آسکے تو اس پر گناہ نہیں ۱۔ (ابوداؤد، ترمذی)

(۴۶۶۱) ۱۔ جائز وعدہ پورا کرنا عام علماء کے نزدیک مستحب ہے وعدہ خلافی مکروہ بعض علماء کے نزدیک ایفاء وعدہ واجب ہے۔ وعدہ خلافی حرام ہے یہ حدیث ان ہی حضرات کی دلیل ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر وعدہ کرنے والا پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو مگر کسی عذر یا مجبوری کی وجہ سے پورا نہ کر سکے تو وہ گنہگار نہیں یوں ہی اگر کسی کی نیت وعدہ خلافی کی ہو مگر اتفاقاً" پورا کر دے تو گنہگار ہے اس بدنیتی کی وجہ سے ہر وعدہ میں نیت کو بڑا دخل ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَعَتْنِي أُمِّي يَوْمًا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِي بَيْتِنَا فَقَالَتْ هَا تَعَالَ أُعْطِيْكَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَرَدْتِّ أَنْ تُعْطِيَهُ قَالَتْ أَرَدْتُّ أَنْ أُعْطِيَهُ تَمْرًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِيْهِ شَيْئًا

(۴۶۶۲) روایت ہے حضرت عبداللہ بن عامر سے ۱۔ فرماتے ہیں مجھے میری ماں نے ایک دن بلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف فرما تھے وہ بولیں آ تجھے دوں گی ۲۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم انہیں کیا دینا چاہتی ہو ۳۔ بولیں میں نے اسے کھجوریں دینے کا ارادہ کیا تب ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہو اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو تم پر

marfat.com

كُتِبَتْ عَلَيْكِ كَذْبَةٌ - اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

جھوٹ لکھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد بیہقی شعب الایمان)

(۴۶۶۲) ۱۔ آپ عبداللہ ابن عامر ابن کریز ابن حبیب ابن عبد شمس ابن عبد مناف ہیں قرشی ہیں حضرت عثمان غنی کے ماموں ہیں تیرہ برس کی عمر شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے خلافت عثمانی میں بصرہ و خراسان کے حاکم رہے امیر معاویہ نے آپ کو اس عہدہ پر قائم رکھا۔ خراسان کے فاتح آپ ہی ہیں فارس، اصفہان، کرمان، حلوان وغیرہ آپ نے ہی فتح کئے۔ بصرہ کی نہر آپ نے ہی کھدوائی بڑے عالم سخی عابد تھے ۵۹ انسٹھ میں وفات پائی۔ (مرقات واشعہ) ۲۔ چھوٹے بچے ضد کر کے گھر سے بھاگ جاتے ہیں۔ جب ماں کچھ دینے کا بہانہ کر کے بلاتی ہے تب آتے ہیں یہ ہی واقعہ یہاں ہوا تھا ۳۔ یعنی تم نے جو کہا کہ تجھے کچھ دوں گی یہ جملہ خبریہ ہے جس میں سچ کا بھی احتمال ہے جھوٹ کا بھی بتاؤ تم اس بچہ کو کچھ دو گی یا نہیں اگر دینا نہیں ہے تو یہ کلام جھوٹا ہوا۔ ۴۔ یہ فرمان عالی بہت ہی سبق آموز ہے کہ ماں چھوٹے بچوں کو جھوٹے بہانہ سے نہ بلائے غلط خبر نہ دے کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَعَدَ رَجُلًا فَلَمْ يَاْتِ اَحَدُهُمَا اِلٰى وَقْتِ الصَّلٰوةِ وَذَهَبَ الَّذِيْ جَآءَ لِيُصَلِّيَ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ)

تیسری فصل

(۴۶۶۳) روایت ہے حضرت زید ابن ارقم سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی شخص سے وعدہ کرے پھر ان میں سے ایک نماز کے وقت تک نہ آئے ۱۔ اور جانے والا نماز کے لئے چلا جاوے تو اس پر گناہ نہیں ۲۔ رزین

(۴۶۶۳) ۱۔ یعنی دو مسلمانوں نے آپس میں وعدہ کیا کہ ہم فلاں وقت فلاں جگہ ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے وہاں آ جانا۔ ۲۔ یعنی ان دونوں سے ایک آدمی تو وقت پر پہنچ گیا دوسرا نہ پہنچا کہ وقت نماز آگیا یہ پہنچ جانے والا نماز کو چلا گیا۔ پھر اس کے پیچھے دوسرا آیا تو وہ نماز کو چلا جانے والا گنہگار نہیں ہوا وہ اپنے وعدہ پر پہنچ گیا تھا۔ خیال رہے کہ وہ جو حدیث شریف میں گزرا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وعدے کے موقعہ پر تین دن ایک ہی جگہ قیام فرمایا وہ واقعہ فرضیت نماز بلکہ ظہور نبوت سے پہلے کا ہے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وعدہ پورا کرنا مستحب ہے نماز فرض ہے۔ جماعت مستحب کے لئے فرض یا واجب نہیں چھوڑا جا سکتا۔

بَابُ الْمُزَاحِ

خوش طبعی کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

مزاح میم کے پیش سے بھی آتا ہے میم کے کسرہ سے بھی۔ میم کے پیش سے ہو تو خوش دلی کی بات مراد ہوتی ہے میم کے کسرہ سے دل خوش بات کرنا۔ ایسی بات جس سے اپنا اور سننے والے کا دل خوش ہو جاوے مزاح ہے اور جس سے دوسرے کو

marfat.com

تکلیف پہنچے جیسے کسی کا مذاق اڑانا **سخریہ** ہے مزاح اچھی چیز ہے **سخریہ** بری بات ہے جن احادیث میں ہے کہ حضور انور نے مزاح سے منع فرمایا وہاں سخریہ مراد ہے یا ہمیشہ دل لگی کرتے رہنا ہنسے ہنساتے رہنا کہ اس سے دل مردہ ہوتا ہے۔ غفلت طاری ہو جاتی ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کبھی خوش طبعی کرنا ثابت ہے جیسا کہ اس باب میں آوے گا اسی لئے علماء کرام فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی خوش طبعی کرنا سنت مستحبہ ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتّٰى يَقُوْلَ لِاَخٍ لِيْ صَغِيْرٍ يَا اَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ كَانَ لَهٗ نُغَيْرٌ يَلْعَبُ بِهٖ فَمَاتَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۶۶۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں گھلے ملے رہتے تھے ۱؎ حتی کہ میرے بھائی سے کہتے تھے ۲؎ کہ اے ابو عمیر چڑیا کیا ہوئی ۳؎ ان کی ایک چڑیا تھی جس سے وہ کھیلتے تھے وہ مرگئی ۴؎۔ (مسلم بخاری)

(۴۶۶۴) ۱؎ بعض روایات میں ہے یخالطنا یعنی ہم سے کلام فرماتے تھے ۲؎۔ ابو عمیر حضرت انس کے چھوٹے بھائی تھے اخیافی ان کے باپ کا نام زید ابن سہیل تھا کنیت ابو طلحہ۔ ابو عمیر کا نام کبشہ تھا۔ (مرقات) ۳؎۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ نغیر بلبل کا نام ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ کوئی اور چڑیا ہے جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے حضور کا یہ فرمان حضرت ابو عمیر کو تسکین دینے یا ان کا دل بہلانے کے لئے تھا۔ ۴؎۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ چڑیا پالنا اسے پنجرے میں رکھنا اس سے بچوں کا کھیلنا جائز ہے بشرطیکہ اس کے دانہ پانی آرام کا خیال رکھے دوسرے یہ کہ حرم مدینہ میں شکار کرنا درست ہے ورنہ چڑیا کا پنجرہ میں رکھنا بھی حرام ہوتا جیسا کہ حرم مکہ کا حال ہے کہ وہاں نہ تو شکار کرنا درست ہے نہ شکار کو پنجرے وغیرہ میں رکھنا درست تیسرے یہ کہ معلوم بات کا پوچھنا کسی اچھے مقصد کے لئے درست ہے حضور کو خبر تھی کہ چڑیا مرگئی پھر بھی پوچھ رہے کہ چڑیا کیا ہوئی چوتھے یہ کہ بچوں سے خوش طبعی کرنا ان کا دل بہلانے کے لئے جائز ہے پانچوں یہ کہ ہم وزن نام بولنا درست ہے جیسے حضور انور نے فرمایا۔ ابو عمیر، نغیر خیال رہے کہ کبوتر پالنا درست ہے کبوتر بازی حرام ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّيْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۶۶۵) روایت ہے ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں ۱؎ فرمایا ہم نہیں کہتے مگر سچی بات ۲؎۔ (ترمذی)

(۴۶۶۵) ۱؎ یعنی آقا حضور دونوں جہاں کے والی ہیں ہم لوگ نوکر چاکر حضور کے خدام ہیں۔ جیسوں سے حضور انور کا خوش طبعی فرمانا حیرت در حیرت ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرت خوش طبعی کو ناجائز سمجھتے تھے۔ تب یہ عرض کیا۔ ۲؎۔ یعنی وہ دل لگی و مذاق حرام ہے جس میں جھوٹ بولا جاوے یا کسی کو ذلیل کیا جاوے ہماری خوش طبعی میں یہ دونوں باتیں نہیں ہوتیں لہٰذا یہ جائز ہے خیال رہے کہ ہر وقت دل لگی و مذاق ہیبت دور کر دیتا ہے اس لئے کبھی کبھی شاذ و نادر ہی چاہیے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا اِسْتَحْمَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ

(۴۶۶۶) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک شخص نے رسول

marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ حَامِلُكَ عَلٰى وَلَدِ نَاقَةٍ فَقَالَ مَا اَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَلْ تَلِدُ الْاِبِلَ اِلَّا النُّوْقُ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری مانگی تو فرمایا کہ ہم تم کو اونٹنی کے بچہ پر سوار کریں گے ا۔ وہ بولا میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ کو اونٹنی ہی جنتی ہے ۲۔ (ترمذی' ابوداؤد)

(۴۶۶۶) ۱۔ اصطلاح میں اونٹنی کا بچہ چھوٹے اونٹ کو کہتے ہیں جو سواری کے لائق نہ ہو یہ ہوئی خوش طبعی وہ صاحب بھی یہ ہی سمجھے کہ حضور انور مجھے چھوٹا سا اونٹنی کا بچہ عطا فرمائیں گے اس پر انہوں نے وہ عرض و معروض کی جو آگے آرہی ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ يَا ذَا الْاُذُنَيْنِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاِمْرَاَةٍ عَجُوْزٍ اِنَّهَا لَا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَجُوْزٌ فَقَالَتْ وَمَا لَهُنَّ وَكَانَتْ تَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ فَقَالَ لَهَا اَمَا تَقْرَئِيْنَ الْقُرْاٰنَ اِنَّا اَنْشَاْنَاهُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا

(رَوَاهُ رَزِيْنٌ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ)

(۴۶۶۷) روایت ہے انہیں سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے دو کانوں والے ا۔ (ابوداؤد' ترمذی) روایت ہے انہیں سے ۲۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے ایک بوڑھی سے فرمایا ۳۔ کہ جنت میں بوڑھی نہ جائے گی۔ وہ بولی ان کا کیا بنے گا ۴۔ وہ قرآن پڑھتی تھیں ۵۔ فرمایا کیا تم قرآن میں نہیں پڑھتی کہ ہم انہیں پیدا کریں گے دوبار پیدائش تو انہیں کنواریاں بنادیں گے ۶۔ (رزین) اور شرح سنہ میں مصابیح کے لفظ سے ہے۔

(۴۶۶۷) ۱۔ یعنی اونٹ بڑا ہو کر بھی اونٹنی کا ہی بچہ رہتا ہے کسی اور جانور کا بچہ نہیں بن جاتا معلوم ہوا کہ خوش طبعی میں کسی لفظ کے بعید معنی مراد لینا جائز ہے۔ ۲۔ حضرت انس کے دونوں کان کسی قدر بڑے تھے اس لئے انہیں دو کان والے فرمایا جیسے خرباق ابن ساریہ کو ذوالیدین فرمایا کرتے تھے یا حضرت انس کی قوت سماعت بہت قوی تھی یا آپ بہت ذکی و ذہین تھے بہرحال اس فرمان عالی میں حضرت انس کی تعریف بھی ہے اور خوش طبعی بھی یہ ہے اس سید الصادقین کی خوش طبعی (مرقات) ۳۔ ان بی بی صاحبہ نے حضور انور سے جنت کی دعا کرائی تب یہ فرمایا یہ بی بی صاحبہ غالباً حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں حضور انور کی پھوپھی حضرت زبیر ابن عوام کی والدہ یہ واقعہ دو بار ہوا ہے ایک بار حضرت صفیہ سے یہ فرمایا تھا دوسری بار کسی اور بی بی صاحبہ سے رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہ معلوم یہ کس واقعہ کا ذکر ہے (مرقات) ۴۔ یعنی بوڑھی عورتیں مومنہ صالحہ ہوتی ہیں پھر بھی اگر وہ جنت میں نہ جائیں تو کہاں جائیں گی انہوں نے بہت مایوسی و تعجب سے یہ سوال کیا ۵۔ یعنی وہ بی بی صاحبہ قرآن مجید کی عالمہ نہایت ذکیہ صاحب فہم تھیں تب ہی انہوں نے حضور انور سے یہ سوال کیا تھا ۶۔ یعنی جب وہ بوڑھی عورتیں جنت میں جانے لگیں تو بوڑھی نہ رہیں گی بلکہ نوجوان بنا دی جاویں گی ہمیشہ کنواریاں رہیں گی لہٰذا ہم ذات کی نفی کرتے نہیں صفت بڑھاپے کی نفی فرماتے ہیں۔ جنتی عورتوں کی عمر تیس یا تینتیس سال ہوگی یہ ہی عمر ہمیشہ رہے گی بعض مفسرین نے **انشانھن** کی ضمیر حوروں کی طرف راجع کی ہے مگر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی ساری عورتیں خواہ حوریں ہوں یا دنیا کی بیویاں سب کی طرف لوٹ رہی ہے سب کی عمر یہ ہی ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ (۴۶۶۸) روایت ہے انہی سے کہ ایک شخص دیہاتیوں میں سے

marfat.com

اِسْمُهٗ زَاهِرُ بْنُ حَرَامٍ وَكَانَ يُهْدِيْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَادِيَةِ فَيُجَهِّزُهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوْهُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّهٗ وَكَانَ دَمِيْمًا فَاَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيْعُ مَتَاعَهٗ فَاحْتَضَنَهٗ مِنْ خَلْفِهٖ وَهُوَ لَا يُبْصِرُهٗ فَقَالَ اَرْسِلْنِيْ مَنْ هٰذَا فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ لَا يَأْلُوْ مَا اَلْزَقَ ظَهْرَهٗ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عَرَفَهٗ وَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَّشْتَرِي الْعَبْدَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا وَاللّٰهِ تَجِدُنِيْ كَاسِدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

ان کا نام زاہر بن حرام تھا۔ وہ گاؤں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ لاتے تھے ۲۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سامان دیتے تھے جب وہ جانا چاہتے ۳۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زاہر ہمارے دیہاتی بھائی ہیں اور ہم زاہر کے شہری ہیں ۴۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت کرتے تھے وہ خوبصورت نہ تھے ۵۔ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے زاہر اپنا سامان بیچ رہے تھے حضور نے ان کو پیچھے سے گود میں لے لیا ۶۔ وہ حضور کو نہ دیکھتے تھے بولے یہ کون ہیں۔ مجھے چھوڑ دو انہوں نے التفات کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا۔ ۷۔ تو انہوں نے کمی نہیں اپنی پیٹھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ سے رگڑنے لگے جب کہ حضور کو پہچان لیا ۸۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے اس غلام کو کون خریدتا ہے ۹۔ وہ بولے تب تو رب کی قسم آپ مجھے بے قیمت پائیں گے ۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن تم اللہ کے نزدیک بے قیمت نہیں ہو ۱۱۔

(۴۶۶۸) ۱۔ ان خوش نصیب صحابی کے حالات معلوم نہ ہو سکے حتیٰ کہ صاحب مشکوۃ نے اپنی کتاب اکمال میں بھی بیان نہیں کیے کیونکہ یہ صحابی کسی حدیث کے راوی نہیں۔ ۲۔ یعنی دیہاتی چیزیں پھل پھلاری۔ کھیت کی پیداوار وغیرہ حضور انور کے لئے تحفہ ہی لایا کرتے تھے۔ ۳۔ یعنی جب زاہر مدینہ منورہ سے واپس جانے لگتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہری چیزیں بطور ہدیہ و سوغات ان کو دیتے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے گھر لے جائیں۔ ۴۔ یعنی زاہر ہماری دیہاتی ضرورتیں پوری کرتے رہتے ہیں اور ہم زاہر کی شہری ضروریات پوری کرتے رہتے ہیں گویا زاہر ہمارا گاؤں ہیں اور ہم زاہر کا شہر یہ اخلاق کریمانہ ہیں کہ اپنے غلاموں نیاز مندوں کو ان القاب سے نوازتے ہیں۔ ۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت ہی محبت فرماتے تھے۔ اگرچہ وہ ویسے ہی تھے جیسے حبشی لوگ خصوصاً دیہاتی ہوتے ہیں۔ شکل و لباس دیہات کا سا۔ دمیم کے معنی ہوتے ہیں بدشکل (مرقات) مگر اس کی شکل پر ہزاروں خوبصورت قربان۔ جسے پیا چاہے وہ سہاگن۔ ۶۔ اس طرح کہ حضور انور ان کے پیچھے بیٹھے انہیں پیچھے سے اپنی گود میں لے لیا۔ ان کی بغلوں میں سے ہاتھ ڈال کر اپنا ہاتھ شریف زاہر کی آنکھوں پر رکھ لیا۔ یعنی پہچانو ہم کون ہیں۔ کاش میں اس وقت زاہر کے پاس ہوتا تو اس کے قدم سے اپنی آنکھیں ملتا رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ واقعہ بیچ بازار میں ہو رہا ہے۔ ۷۔ حضرت زاہر پہچان تو پہلے ہی گئے ہوں گے حضور کی خوشبو مہک کسی اور میں کہاں۔ مقصد یہ ہے کہ جب انہوں نے حضور کو آنکھوں دیکھ لیا بذریعہ کنکھیوں کے لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر میں ایسی خوشبو تھی کہ جس گلی سے گزرتے وہاں کے گھروں میں بیٹھے ہوئے لوگ پہچان جاتے تھے۔ کہ حضور گزرے۔ شعر:۔

marfat.com

☆ آمدی از پس بیازی چشم پوشیدی مرا ☆ اے نگاہ دست رنگین دست بکشا کیتی ☆

۸۔ حضرت زہرا نے یہ موقعہ غنیمت جانا کہ خود حضور انور نے مجھے اپنی گود میں لے لیا ہے اور اپنا سینہ میری پشت سے متصل کر دیا ہے ایسے موقعہ بار بار ہاتھ نہیں آتے اس لئے اپنی پشت کو حضور کے سینہ انور سے خوب مس کیا برکت حاصل کرنے کے لئے معلوم ہوا کہ اپنے خدام سے خوش طبعی کرنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور برکت کے لئے بزرگوں کا جسم ان کے کپڑے چھونے سنت صحابہ ہے ۹۔ یہ کلام بالکل حق ہے عبد سے مراد عبداللہ خریدنے سے مراد ہے اس کے عوض دوسرا لانا یعنی کون ہے جو اس جیسا اللہ کا بندہ مجھے دکھائے یا اشتراء میں تجرید ہے لہٰذا ۔ بمعنی یاخذ ہے یعنی اس اللہ کے بندے کو کون لیتا ہے مجھ سے (مرقات) ۱۰۔ یعنی مجھ میں نہ شکل نہ عقل نہ رنگ نہ ڈھنگ مجھے کون قبول کرے گا ایسوں کو کون لیتا ہے میں آپ کا کیسے ہو سکتا ہوں ۱۱۔ جو حضور کا ہو جاوے وہ بے قیمت کیسے ہو سکتا ہے۔ ان کی قیمت سارا جہان نہیں ہو سکتا۔ مدینہ منورہ میں ایک صاحب تھے بازار میں جو نئی چیز دیکھتے حضور انور کی خدمت میں ہدیہ لے آتے تھے جب چیز کا مالک قیمت مانگتا۔ تو اسے بھی حضور کے پاس لے آتے عرض کرتے حضور فلاں دن جو حضور کے پاس فلاں چیز میں نے حاضر کی تھی اس کی قیمت حضور اسے دے دیں یہ تقاضا کر رہا ہے حضور تبسم فرما کر فرماتے کہ تم نے تو وہ چیز ہم کو **ہدیۃ** دی تھی عرض کرتے حضور میرے پاس اس کی قیمت کہاں سے آئی۔ حضور قیمت ادا فرماتے مگر ان سے کچھ نہ کہتے (مرقات)

وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِنْ اَدَمٍ فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ عَلَيَّ وَقَالَ ادْخُلْ فَقُلْتُ اَكُلِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كُلُّكَ فَدَخَلْتُ قَالَ عُثْمَانُ ابْنُ اَبِي الْعَاتِكَةِ اِنَّمَا قَالَ ادْخُلْ كُلِّيْ مِنْ صِغَرِ الْقُبَّةِ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۶۶۹) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک اشجعی سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غزوہ تبوک میں حاضر ہوا۔ آپ چمڑے کے خیمے میں تھے۔ میں نے سلام کیا آپ نے مجھے جواب دیا اور فرمایا اندر آجاؤ میں نے کہا پورا یا رسول اللہ فرمایا تم پورے ہی آجاؤ ۲۔ میں حاضر ہو گیا۔ عثمان ابن عاتکہ فرماتے ہیں ۳۔ کہ انہوں نے خیمہ کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے عرض کیا کہ کیا پورا آجاؤ (ابوداؤد)

(۴۶۶۹) ۱۔ صحابی ہیں غزوہ خیبر میں حاضر ہوئے فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا آپ کے ہاتھ تھا شام میں رہے ۷۳ تہتر میں وفات پائی ۲۔ سبحان اللہ کیسا پیارا کلام ہے مقصد یہ ہے کہ خیمہ چھوٹا ہے اس میں گنجائش ہے نہیں میں کل پورا کا پورا آجاؤں یا میرا کچھ حصہ آئے ظاہر معنی مراد ہیں ۳۔ یہ عثمان **تابعی** ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کل آٹھ سات ماہ کے تھے۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اسْتَاْذَنَ اَبُوْبَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا فَلَمَّا دَخَلَ تَنَاوَلَهَا لِيَلْطِمَهَا وَقَالَ لَا اَرَاكِ تَرْفَعِيْنَ صَوْتَكِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۴۶۷۰) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے ۱۔ فرماتے ہیں اجازت مانگی حضرت ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تو حضرت عائشہ کی آواز سنی بلند ۲۔ تو جب آئے تو انہیں پکڑا تاکہ طمانچہ مار دیں اور فرمایا میں تم کو نہ دیکھوں کہ تم اپنی آواز نبی صلی اللہ علیہ

marfat.com

فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْجُزُهُ وَخَرَجَ أَبُوْ بَكْرٍ مُغْضَبًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَرَجَ أَبُوْ بَكْرٍ كَيْفَ رَأَيْتَنِيْ أَنْقَذْتُكَ مِنَ الرَّجُلِ قَالَ فَمَكَثَ أَبُوْ بَكْرٍ أَيَّامًا ثُمَّ اسْتَأْذَنَ فَوَجَدَهُمَا قَدِ اصْطَلَحَا فَقَالَ لَهُمَا أَدْخِلَانِيْ فِيْ سِلْمِكُمَا كَمَا أَدْخَلْتُمَانِيْ فِيْ حَرْبِكُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلْنَا۔

(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ)

وسلم پر اونچی کرتی ہو ۳۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو روکنے لگے ۴۔ اور حضرت ابوبکر ناراض ہو کر چلے گئے ۵۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہ ابوبکر صدیق چلے گئے۔ بولو تم نے مجھے کیسا دیکھا میں نے تم کو ان صاحب سے بچالیا۔ ۶۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر کچھ دن حضرت ابوبکر ٹھہرے پھر اجازت مانگی ۷۔ تو ان دونوں حضرات کو صلح محبت میں پایا ان سے عرض کیا کہ مجھے اپنی صلح صفائی میں داخل کرلو ۸۔ جیسے تم نے مجھے اپنی لڑائی میں داخل کیا تھا ۹۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے کرلیا ہم نے کرلیا ۱۰۔

(ابوداؤد)

(۴۶۷۰) ۱۔ آپ کے حالات زندگی بارہا بیان ہو چکے کہ آپ اسلام میں پہلے فرزند ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے۔ حضور انور کی وفات کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال سات ماہ کی تھی آپ کے والدین صحابی ہیں بقیہ حالات بیان کئے جا چکے ہیں۔ ۲۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بات کا جواب بلند آواز سے دے رہی تھیں یا بے پرواہی میں یا غصہ میں محبوب کا غصہ بھی پیارا ہوتا ہے اسی لئے اس پر قرآن کریم میں عتاب نہیں آیا ورنہ قرآن کریم فرماتا ہے **لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی** اس جملہ کی روایت تین طرح ہے **لاراک** میں تم کو دیکھ رہا ہوں۔ **لااراک** میں تم کو آئندہ نہ دیکھوں۔ **الا اراک** کیا میں تم کو نہیں دیکھتا۔ دوسری روایت قوی تر ہے کہ یہ کلمہ نہیں ہے اور مطلب یہ ہے کہ آپ نے گزشتہ پر سزا دینے کے لئے طمانچہ مارنا چاہا اور آئندہ کے لئے منع فرمایا یہ طمانچہ اس تادیب میں سے ہے جو والدین اپنی اولاد کو کیا کرتے ہیں مرقات نے فرمایا کہ یہ کلمہ دعا ہے یعنی خدا کرے میں تم کو حضور کے سامنے اونچی آواز کرتے نہ دیکھوں ۴۔ یا اس طرح کہ حضور انور نے حضرت صدیق کو پکڑ لیا کہ وہ نہ ماریں یا اس طرح کہ حضور انور دونوں کے درمیان آڑ ہو گئے کہ حضرت صدیق و صدیقہ کے درمیان کھڑے ہو گئے ۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ پر ناراض ہو کر گھر سے باہر چلے گئے۔ یہ ناراضگی بھی عبادت ہے ۶۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں من ایک نہ فرمایا الرجل فرمایا یعنی بہادر مرد جسے اللہ رسول کے لئے تم پر غصہ آیا یہ غصہ ان کی بہادری کی علامت ہے (مرقات) ۷۔ یعنی کچھ روز حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر نہ آئے یا اتفاقاً" یا حضرت صدیقہ پر ناراضگی کی وجہ سے پہلا احتمال قوی ہے پھر حاضر ہوئے شاید تین روز کے بعد حاضر ہوئے۔ ۸۔ صلح سے مراد پیار و محبت ہے اور حرب سے مراد وہ ناراضگی جو زوجین کی آپس میں ہو جاتی ہے یہ ناراضگی بھی زیادہ محبت کی بنا پر ہوتی ہے ۹۔ ادخال کی نسبت حضور کی طرف سبب کی بنا پر ہے۔ یعنی آپ دونوں کی شکر رنجی میرے اس معاملہ میں دخل دینے کا باعث بنی ۱۰۔ حضور انور نے فعلنا دو بار فرمایا ایک بار اپنی طرف سے دوسری بار جناب عائشہ صدیقہ کی طرف سے یعنی میں نے اور تمہاری لخت جگر نور نظر عائشہ صدیقہ نے بھی اپنی صلح میں داخل کرلیا اس طرح کہ تم ہمیشہ کے لئے ہمارے ہر کام میں دخیل ہو گئے ہمارے گھر کے تم کار مختار ہو گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کو باب المزاح میں صرف ایک جملہ کی وجہ سے لایا گیا کہ عائشہ دیکھا ہم نے تم کو کیسا بچایا۔

marfat.com

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهُ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۴۶۷۱) روایت ہے حضرت عباس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اپنے بھائی سے نہ جھگڑا کرو نہ اس کا مذاق اڑاؤ۔۱۔ نہ اس سے کوئی وعدہ کرو جو خلاف کرو ۲۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۴۶۷۱) ۱۔ آپس کا مذاق جس سے ہر ایک کا دل خوش ہو یہ چند شرطوں سے جائز ہے جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے مگر کسی کا مذاق اوڑانا جس سے سامنے والے کو تکلیف پہنچے بہر حال حرام ہے وہ ہی یہاں مراد ہے کیونکہ مسلمان کو ایذا دینا حرام ہے ۲۔ یہاں وعدے سے وہ وعدہ مراد ہے جو جائز ہو بعض فقہاء کے نزدیک ایسا وعدہ پورا کرنا واجب ہے۔ اکثر کے ہاں مستحب ہے اگر وعدہ کے وقت انشاء اللہ کہہ دیا جاوے تو سب کے نزدیک اس کا پورا کرنا مستحب ہے۔

بَابُ الْمُفَاخَرَةِ وَالْعَصَبِيَّةِ

فخر اور تعصب کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ایک دوسرے پر ذاتی بڑائی ظاہر کرنا کہ میں تجھ سے اونچا ہوں یہ ہے تفاخر یہ کفار کے مقابل یا ضرورت کے وقت مسلمان سے بھی کر سکتے ہیں جبکہ اس میں دینی مصلحت ہو نفسانی فخر حرام ہے کہ یہ تکبر ہے اور تکبر حرام تعصب بنا ہے عصب سے بمعنی قوت اصطلاح میں جماعت میں کنبہ و قوم کو عصب کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے ونحن عصبۃ تعصب کے معنی ہیں اپنے کنبہ اپنی قوم اپنے دھڑے کی حمایت کرنا اگر حق حمایت ہے تو جائز ہے ناحق ہو تو حرام ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النَّاسِ اَكْرَمُ قَالَ اَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَاَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنِيْ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۶۷۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں کون زیادہ عزت والا ہے ۱۔ فرمایا سب میں عزت والا اللہ کے نزدیک ان میں بڑا پرہیز گار ہے ۲۔ بولے اس کے متعلق ہم نہیں پوچھتے۔ فرمایا تو لوگوں میں بڑے اشرف یوسف ہیں اللہ کے نبی ابن نبی اللہ کے بیٹے۔ وہ خلیل اللہ کے بیٹے ۳۔ وہ بولے ہم اس کے متعلق آپ سے نہیں پوچھتے فرمایا تو کیا عرب کے قبیلوں کے متعلق تم مجھ سے پوچھتے ہو ۴۔ بولے ہاں فرمایا تم میں سے جو جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہترین ہیں۔ جب کہ عالم ہو جاویں ۵۔ (مسلم بخاری)

(۴۶۷۲) ۱۔ اللہ کے نزدیک یا دنیا و آخرت میں کون محترم ہے ۲۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ **ان اکرمکم عند اللہ**

marfat.com

اتقکم خیال رہے کہ انسان کیلئے تقویٰ ذاتی شرافت و عزت ہے اسے حسب کہتے ہیں اور عالی خاندان عارضی عزت ہے اسے نسب کہتے ہیں مبارک ہے وہ جو حسب و نسب دونوں میں اعلیٰ ہو۔ ۲۔ یعنی یوسف علیہ السلام حسب و نسب دونوں میں بہت اعلیٰ ہیں کہ خود بھی نبی ہیں یہ ان کی حسی عظمت ہے ان کے تین پشت میں نبوت ہے۔ کہ والد نبی دادا پردادا نبی یہ ان کی نسبی شرافت ہے یہ ان کی خصوصیت ہے جیسے حضرات صحابہ میں ابوبکر صدیق کہ حسی اشرف بھی ہیں کہ صدیق ہیں نسبی اشرف بھی کہ آپ کی چار پشتوں میں صحابیت ہے خود صحابی ماں باپ صحابی اولاد صحابی پوتے نواسے صحابی یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام میں نبوت، علم، عالی نسبی جود و سخا، عدل دین دنیا کی ریاست جمع ہیں۔ (مرقات) ۴۔ معادن جمع ہے معدن کی۔ بمعنی کان، قبیلہ کو معدن کہتے ہیں کہ وہ ایک جماعت کی کان ہوتا ہے یعنی کیا تم مجھ سے عرب کے قبائل کے متعلق پوچھتے ہو کہ کونسا قبیلہ اشرف ہے ۵۔ یعنی اسلام لانے سے اعلیٰ خاندانی آدمی کی شرافت گھٹ نہیں جاتی بلکہ بڑھ جاتی ہے اور اگر وہ عالم باعمل بھی ہو جاوے تو صرف خاندانی مسلمان سے افضل ہو گا خلاصہ یہ ہے کہ جو زمانہ کفر میں اپنی قوم میں اعلیٰ و افضل ہو وہ مسلمان ہو کر بھی اعلیٰ و افضل ہی رہے گا اسے نو مسلم یا دیندار سمجھ کر ذلیل نہ سمجھا جاوے گا اگر وہ عالم باعمل بھی ہو جاوے تو اس کی شرافت کو اور چار چاند لگ جاویں گے مثلاً آج کوئی بڑا عزت والا پادری یا پنڈت مسلمان ہو جاوے تو اسے نو مسلم یا دیندار کہہ کر حقیر نہ جانو اس کی عزت و احترام باقی رکھو اور اگر وہ عالم ہو جاوے تو اس کا بہت احترام کرو یہاں فقہ سے مراد علم باعمل ہے۔ پھر بھی مطلب وہ ہی ہوا کہ شرافت علم و تقویٰ پر ہے غرضیکہ حسب و نسب دونوں کی شرافت کا اجتماع رب کی رحمت ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ بْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۶۷۳) روایت ہے ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شریف بیٹے۔ شریف کے بیٹے شریف کے بیٹے شریف کے حضرت یوسف بیٹے یعقوب کے وہ بیٹے اسحاق کے وہ بیٹے ابراہیم کے ۱۔ (بخاری)

(۴۶۷۳) ۱۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام میں حسی شرافت تو یہ ہے کہ وہ خود کریم یعنی نبی اور تقویٰ و طہارت کے معلم ہیں نسبی شرافت یہ ہے کہ وہ تین پشت میں نبی زادے ہیں خیال رہے کہ پہلا الکریم الف سے پڑھا جاوے گا باقی دو بغیر الف یوں ہی نبیوں میں ابن بغیر الف پڑھے جاویں گے کہ جب ابن دو صفتوں کے درمیان آوے تو بغیر الف پڑھا جاتا ہے (اشعہ مرقات)

وَعَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ فِيْ يَوْمِ حُنَيْنٍ كَانَ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ اٰخِذًا بِعِنَانِ بَغْلَتِهٖ يَعْنِيْ بَغْلَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَشِيَهُ الْمُشْرِكُوْنَ نَزَلَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ قَالَ فَمَا رُئِيَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ اَشَدُّ مِنْهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۶۷۴) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے وہ حنین کے متعلق فرماتے ہیں ۱۔ کہ ابو سفیان ابن حارث آپ کے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے ۲۔ تو جب مشرکین نے آپ کو گھیر لیا تو آپ اترے کہنے لگے میں جھوٹا نبی نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں ۳۔ فرماتے ہیں اس دن حضور سے زیادہ کوئی بہادر نہیں دیکھا گیا ۴۔ (مسلم بخاری)

(۴۶۷۴) ۱۔ حنین مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک وسیع پتھریلا علاقہ ہے اس فقیر نے اس میدان کی زیارت کی ہے۔ فتح

marfat.com

مکہ کے بعد یہ غزوہ واقع ہوا قبیلہ ہوازن سے یہ جنگ ہوئی ۲۔ یہ ابو سفیان ابن حارث ابن عبد المطلب ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور حضور کے اخیافی بھائی کہ حلیمہ دائی بنت ذویب سعدیہ کا دودھ انہوں نے بھی پیا ہے بڑے شاعر تھے زمانہ کفر میں حضور انور کے خلاف انہوں نے بہت اشعار لکھے تھے۔ جن کے جواب حضرت حسان نے دیئے تھے پھر اللہ نے اسلام کی توفیق دی تو بعد اسلام کبھی حضور کے سامنے سر نہ اٹھایا شرم کی وجہ سے فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے۔ حضرت علی مرتضٰی نے ان سے کہا تھا کہ حضور کے سامنے جا کھڑے ہو۔ اور یہ آیت پڑھو **تاللہ لعد اثرک اللہ علینا وان کنا لخٰطئین** چنانچہ انہوں نے یہ ہی کہا حضور انور نے فرمایا **لا تثریب علیکم الیوم** ۲۰ھ میں وصال ہوا عقیل ابن ابی طالب کے گھر میں دفن ہوئے حضرت عمر فاروق نے نماز پڑھائی یہ ابو سفیان وہ نہیں جو امیر معاویہ کے والد ہیں وہ تو ابو سفیان ابن حرب ابن صخر اموی ہیں (مرقات) ۳۔ غزوہ حنین میں اولاً" مسلمانوں کو ہزیمت ہو گئی تھی قبیلہ ہوازن و غطفان نے حضور انور کے خچر کو گھیر کر حضور پر حملہ کرنا چاہا تب آپ خچر سے اترے اور تلوار سونت کر یہ فرمایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کے دادا حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ مومن بھی ہیں بہادر بھی آپ کی اولاد بہادری میں مشہور بھی ہے۔ حضور انور نے ان کے اولاد ہونے پر فخر فرمایا یہ فخر کفار کے مقابلہ میں اظہار شجاعت کے لئے تھا۔ لہٰذا بالکل درست تھا۔ مشرک باپ دادوں پر فخر نہیں اگر عبد المطلب کافر مشرک ہوتے تو حضور ان کی اولاد ہونے پر فخر نہ فرماتے از آدم علیہ السلام تا حضرت عبد اللہ حضور کے تمام آباؤ اجداد کفر اور زنا سے محفوظ رہے۔ ۴۔ یعنی حضور کی شجاعت کے جوہر آج دیکھے گئے کہ ایسے نازک موقعہ پر بجائے بھاگنے کے سواری سے اتر کر پیدل ہو لئے تلوار سونت کر ان ہزاروں کے مقابلہ میں اکیلے آ گئے۔ شعر:۔

☆ وہ موقعہ جب فضاء آسمان بھی تھرتھراتی تھی ☆ محمد تھے کہ ان کے پاؤں میں لغزش نہ آتی تھی ☆

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاکَ اِبْرَاھِیْمُ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۶۷۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا اے خلقت سے بہتر۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ابراہیم ہیں ا۔ (مسلم)

(۴۶۷۵) ا۔ یعنی لفظ خیر البریہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سجتا ہے کہ وہ اللہ کے خلیل بھی ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے والد بھی کعبہ بنانے والے بھی مکہ بسانے والے بھی میری اصل بھی حضور انور کا یہ فرمان عالی تواضعاً" ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے خیر البریہ ہیں حضرت خلیل اپنے زمانہ میں خیر البریہ تھے لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں انا سید ولد ادم۔ ادم و من سواہ تحت لوائی وغیرہ کہ ان احادیث میں واقع کا ذکر ہے اور یہاں تواضع و انکسار کا اظہار جیسے کوئی بڑا آدمی اپنے سے ماتحت کا احترام کرے اور کرائے۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَ

(۴۶۷۶) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جیسا عیسائیوں نے حضرت عیسٰی ابن مریم کو بڑھایا ا۔ میں اس کا بندہ ہی ہوں تو کہو اللہ

marfat.com

رَسُوْلُہٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) کے بندے اللہ کے رسول ہو۔ (مسلم بخاری)

(۴۶۷۶) ۱۔ لا طرو بنا ہے اطراء سے ۔ بمعنی مبالغہ کرنا۔ جھوٹی تعریف کرنا۔ حد سے بڑھانا۔ یعنی مجھے خدایا خدا کا بیٹا یا خدا تعالیٰ کا رشتہ دار عزیز نہ کہو کہ یہ چیزیں ہم جنسوں میں ہوتی ہیں رب تعالیٰ جنس سے پاک ہے یہاں خاص مبالغہ کی ممانعت ہے یعنی جس قسم کا مبالغہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا تم میرے بارے میں وہ نہ کرو ۲۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ تم مجھے عبداللہ و رسولہ کے سوا اور کچھ نہ کہو نہ شفیع المذنبین کہو نہ رحمۃ للعالمین کہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ میری وہ صفات بیان کرو جو عبدیت کے ماتحت ہوں الوہیت والی صفات مت بیان کرو لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں انا سید ولد ادم یا جیسے **انا خطیبھم اذا صمتوا** یہ حدیث قرآن کریم کی آیات نعت کے خلاف ہے رب فرماتا ہے **یایھا النبی انا ارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا** حق یہ ہے کہ سواء ابن اللہ وغیرہ کے جو تعریف کر سکتے ہو۔ کرو امام بوصیری فرماتے ہیں ۔

☆ **دع ما ادعته النصاری فی نبیھم** ☆ **واحکم بماشئت من شرف ومن عظم** ☆
☆ **فان فضل رسول اللہ لیس لہ** ☆ **حد فیعرب عنہ ناطق بفم** ☆

وَعَنْ عِیَاضِ بْنِ حِمَارٍ الْمُجَاشِعِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰی لَا یَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ وَلَا یَبْغِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۶۷۷) روایت ہے حضرت عیاض ابن حمار مجاشعی سے ا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے وحی فرمائی کہ انکسار کرو۔ حتی کہ انکساری کرو۔ حتی کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے ۲۔ (مسلم)

(۴۶۷۷) آپ صحابی ہیں بصری ہیں حضور انور کو بڑے پیارے تھے خواجہ حسن بصری وغیرہ نے آپ سے احادیث کی روایت کی۔ ۲۔ اس حدیث میں حتیٰ بمعنی کے ہے۔ یعنی عجز و انکسار اختیار کرو تاکہ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر تکبر نہ کرے نہ مال میں نہ نسب و خاندان میں نہ عزت یا جتھہ میں۔ اور کوئی مسلمان کسی بندے پر ظلم نہ کرے۔ نہ مومن پر نہ کافر پر۔ ظلم سب پر حرام ہے۔ مگر کبر و فخر مسلمان پر حرام ہے کفار پر فخر کرنا عبادت ہے کہ یہ نعمت ایمان کا شکر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیَنْتَھِیَنَّ اَقْوَامٌ یَفْتَخِرُوْنَ بِاٰبَائِھِمُ الَّذِیْنَ مَاتُوْا اِنَّمَا ھُمْ فَحْمٌ مِنْ جَھَنَّمَ اَوْ لَیَکُوْنُنَّ اَھْوَنَ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الْجُعَلِ الَّذِیْ یُدَھْدِہُ الْخِرَاءَ بِاَنْفِہٖ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَذْھَبَ عَنْکُمْ عُبِّیَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ وَفَخْرَھَا بِالْاٰبَاءِ اِنَّمَا ھُوَ مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ اَوْ فَاجِرٌ

(۴۶۷۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا قومیں اپنے مرے ہوئے باپ داداؤں پر فخر کرنے سے باز آجائیں۔ جو باپ دادے دوزخ کے کوئلے ہیں ا۔ ورنہ وہ اللہ پر اس گندگی کے کیڑے سے زیادہ ذلیل ہو جائیں گے۔ جو اپنی ناک میں گندگی لگاتا ہے ۲۔ یقیناً اللہ نے تم سے جاہلیت کا تکبر دور فرمایا۔ اور باپ داداؤں پر فخر دور فرمادیا ۳۔ انسان یا مومن متقی

marfat.com

شَقِیٌّ اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ بَنُوْا دَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

ہے یا کافر بدنصیب ہے ۴۔ سارے لوگ حضرت آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے ہیں ۵۔ (ترمذی' ابوداؤد)

(۴۶۷۸) ۱۔ یعنی اگر تمہارے باپ دادے کافر تھے تو وہ یقینی دوزخ کے کوئلے ہیں اگر مومن تھے تو ممکن ہے کہ ان کا خاتمہ خراب ہوا ہو اور وہ دوزخ کے کوئلے بن چکے ہوں ان کے خاندان پر فخر کرنا بڑی ہی حماقت ہے اگر فخر کرو تو حضور کے امتی ہونے پر کہ اللہ تعالیٰ نے ہم گنہگاروں کو ان کا دامن نصیب فرمایا۔

☆ بریں نازمہ کہ ہم امت تو ☆ گنہگارمہ ولیکن خوش صیم ☆

۲۔ **جعل** ج کے پیش ع کے فتحہ سے گندگی کا کیڑا جسے عرب خنفساء کہتے ہیں اردو والے کبریلہ۔ یدہدہ بنا ہے دہدہۃ سے بمعنی لوٹنا خراء پاخانہ یعنی جیسے کبریلہ کیڑا گندگی میں لوٹتا اسے اپنی منہ ناک پر ملتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ مگر دنیا اس سے گھن کرتی ہے یہ ہی تمہارا حال ہو جاوے گا کہ تم اکڑ میں رہو گے دنیا تمہیں ذلیل سمجھے گی ۳۔ یعنی زمانہ جاہلیت میں لوگ باپ دادوں پر فخر کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی توفیق دے کر تم سے یہ عیب دور فرمادیا ۴۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان دو ہی قسم کے ہیں یا مومن یا کافر درمیان میں درجہ کوئی نہیں جو نہ مومن ہو نہ کافر۔ سبحان اللہ کس پاکیزہ طریقہ سے سمجھایا کہ کسی کی پیدائش سونے چاندی سے نہیں ہے سب مٹی سے پیدا ہوئے ہیں پھر فخر کیسا۔ اور تکبر کس چیز پر ہاں اعمال اچھے کرو اچھے ہو جاؤ گے۔ ۵۔ مطرف **تابعی** بصری ہیں بڑے متقی پرہیزگار تھے ۸۷ ستاسی ہیں آپ کی وفات ہوئی آپ کے والد عبداللہ ابن شخیر صحابی ہیں۔

وَعَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ قَالَ انْطَلَقْتُ فِيْ وَفْدِ بَنِيْ عَامِرٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَنْتَ سَيِّدُنَا فَقَالَ السَّيِّدُ اللّٰهُ قُلْنَا وَاَفْضَلُنَا فَضْلًا وَاَعْظَمُنَا طَوْلًا فَقَالَ قُوْلُوْا قَوْلَكُمْ اَوْ بَعْضَ قَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۶۷۹) روایت ہے حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیر سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ میں بنی عامر کے وفد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۲۔ تو ہم نے کہا کہ آپ ہمارے سید ہیں۔ فرمایا سید تو اللہ ہے ۳۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ ہم سے ہیں بڑی بزرگی والے اور بڑے عطا والے ہیں ۴۔ تو فرمایا کہ اپنی یہ بات یا بعض بات کہو اور تم کو شیطان بے باک نہ کر دے ۵۔ (احمد' ابوداؤد)

(۴۶۷۹) ۱۔ وفد وہ جماعت کہلاتی تھی جو اپنی ساری قوم کی طرف سے نمائندہ بن کر حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوتی تھی اور ایمان قبول کرتی اسکا ایمان ساری قوم کا ایمان ہوتا حضرت مطرف قبیلہ بنی عامر کے وفد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ۲۔ سید بہت معنی میں آتا ہے۔ سردار' مالک' مولی' خاوند' قرآن کریم فرماتا ہے۔ والفیا سید ھالدی الباب وہاں سید بمعنی خاوند ہے ان لوگوں نے حضور انور کو سید بمعنی سردار کہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کو سید بمعنی مالک و خالق فرمایا یہ خصوصی ارشاد ہے لہٰذا ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے عموماً سید نہیں کہہ سکتے خیال رہے کہ ان حضرات نے حضور انور کو سید کہا لفظ سید ہر سردار' پیشوا کو کہا جاتا ہے انہیں چاہیے تھا کہ حضور کو رسول اللہ نبی اللہ کہتے یہ خطاب کسی سردار کے لئے نہیں ہوتا اس لئے انہیں نہایت اخلاق کے ساتھ اس سے روک دیا گیا یہ ممانعت اس عارضہ کی وجہ سے ہے لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں

marfat.com

آتا کہ حضور کو سید المرسلین وغیرہ نہ کہا جاوے نہ یہ حدیث اس حدیث کے خلاف ہے کہ **انا سید ولد ادم** (از اشعۃ اللمعات) لہٰذا خدا تعالیٰ کو سید کہنا ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سید المرسلین وغیرہ کہنا جائز ہے ۳۔ طول کے بہت معنی ہیں دوستوں پر عطا' دشمنوں پر غالب سنت و عبادت میں زیادتی یہاں ۔ بمعنی عطاو علبہ ہے (مرقات واشعہ) یعنی آپ تمام مخلوق میں زیادہ ۴۔ جواد اور سخی ہیں کفار پر غالب ۵۔ **لایستجر ینکم** میں بہت احتمال ہیں قوی یہ ہے کہ یہ بنا ہے جرات سے ۔ بمعنی دلیری اور بے باکی اسیجار کے معنی ہیں دلیر بیباک کر دینا یعنی شیطان تم کو میری تعریف میں دلیر نہ کردے کہ تم میری وہ تعریف کرو جو کفر یا شرک ہے جیسے تم مجھے خدا کا بیٹا یا خدا کہنے لگ جاؤ۔ میری تعریف عبدیت کے دائرے میں کرنا لہٰذا اس حدیث کے معنی یہ نہیں کہ میرے فضائل ہی بیان نہ کرو حضور کی نعت گوئی ثناخوانی حضرات صحابہ کرتے تھے حضور سنتے تھے خوش ہوتے تھے ان نعتیہ قصیدوں میں حضور کی ایسی تعریفیں ہوتی تھیں کہ سبحان اللہ اس جملہ کی یہ ہی شرح مرقات واشعہ نے کی ہے لہٰذا اس حدیث سے کوئی دھوکہ نہ کھائے دن رات حضور کی نعت پڑھے حمد باری سنت رسول اللہ سنت **الٰہیہ** ہے۔ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور کی بہت نعت فرمائی ہے اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔

☆ حی و باقی جس کی کرتا ہے ثنا ☆ مرتے دم تک اس کی مدحت کیجئے ☆
☆ جس کا حسن اللہ کو بھی بھاگیا ☆ اس پیارے سے محبت کیجئے ☆

وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَبُ الْمَالُ وَالْكَرَمُ التَّقْوٰى۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۶۸۰) روایت ہے حسن سے وہ حضرت سمرہ سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب مال ہے۔ اور کرم پرہیزگاری ہے ا۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۴۶۸۰) ا۔ یعنی دنیاوی عزت مال ہے کہ مالدار شریف مانا جاتا ہے لیکن آخرت کی عزت نیک اعمال سے ہے تم کو چاہیے کہ آخرت کی عزت اختیار کرو کہ فانی عزت بیکار ہے باقی عزت مفید ہے سبحان اللہ کیا پاکیزہ فرمان ہے۔ دین و دنیا ترازو کے دو پلڑوں کی طرح ہیں کہ ایک کا وزنی ہونا دوسرے کا ہلکا ہونا ہے۔

وَعَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَعَزّٰى بِعَزَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَعِضُّوْهُ بِهَنِ اَبِيْهِ وَلَا تَكْنُوْا۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۴۶۸۱) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو جاہلیت کی نسبتوں سے اپنے کو منسوب کرے تو اس کے منہ میں اس کے باپ کی شرمگاہ دیدو اور کنایہ نہ کرو ا۔ (شرح سنہ)

(۴۶۸۱) ا۔ یعنی جو مسلمان اپنے کافر باپ دادوں کی نسبت پر فخر کرے کہ فلاں کی اولاد سے ہوں۔ فلاں خاندان سے ہوں تو اس سے صاف صاف کہہ دو کہ اپنے باپ کا ذکر چوس یا یہ مطلب ہے کہ تم کفار کے عیوب بت پرستی کی برائیاں بیان کرو۔ کہ تمہارے باپ دادا کے عقیدے اعمال ایسے گندے تھے تم ان کی نسبت پر فخر کیوں کرتے ہوں۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ عُقْبَةَ عَنْ اَبِيْ عُقْبَةَ وَكَانَ مَوْلًى مِنْ اَهْلِ فَارِسَ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ

(۴۶۸۲) روایت ہے عبدالرحمٰن ابن عقبہ سے وہ حضرت ابی عقبہ سے راوی ا۔ اور وہ فارسی غلام سے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں

marfat.com

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُحُدًا فَضَرَبْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَقُلْتُ خُذْھَا مِنِّیْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْفَارِسِیُّ فَالْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ ھَلَّا قُلْتَ خُذْھَا مِنِّیْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْاَنْصَارِیُّ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد میں حاضر ہوا۔ تو میں نے مشرکین میں سے ایک شخص کو مارا تو میں نے کہا لے لے مجھ سے میں فارسی غلام ہوں ۲۔ تو میری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا فرمایا تم نے کیوں نہ کہا کہ مجھ سے یہ لے اور میں انصاری غلام ہوں ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۶۸۲) ۱۔ یہ عبدالرحمٰن **تابعی** ہیں ان کے والد ابو عقبہ صحابی ہیں یہ اہل فارس سے تھے **جبیر** ابن عتیق انصاری کے آزاد کردہ غلام تھے لہٰذا **نسبتاً** فارسی تھے مگر موالات کے لحاظ سے انصاری تھے ان کا نام رشد ہے کنیت ابو عقبہ ۲۔ یعنی میں نے اپنے فارسی النسل ہونے پر فخر کرتے ہوئے کافر پر حملہ کیا ۳۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فارسی ہونے کے فخر کرنے پر ناراضی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ اپنے کو مسلمانوں کی طرف نسبت کرو اس پر فخر کرو اور اس زمانہ میں اہل فارس کفار تھے اب وہاں اسلام عام شائع ہے۔ اور عام لوگ مسلمان ہیں چونکہ قوم کا مولا انہیں میں سے ہوتا ہے اس لئے انہیں غلام انصاری فرمایا گیا لہٰذا اس کا مطلب واضح ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَصَرَ قَوْمَہٗ عَلٰی غَیْرِ الْحَقِّ فَھُوَ کَالْبَعِیْرِ الَّذِیْ رَدٰی فَھُوَ یُنْزَعُ بِذَنَبِہٖ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ)

(۴۶۸۳) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جو اپنی قوم کی ناحق پر مدد کرے تو وہ اس اونٹ کی طرح ہے جو گڑھے میں گر گیا۔ تو اسے اس کی دم سے اوپر کھینچا جاوے ا۔

(۴۶۸۳) ا۔ یعنی جو اپنی ظالم قوم کی بیجا حمایت کر کے ان کی عزت و عظمت قائم کرنا چاہے وہ ایسا ہے جیسے کوئی کنویں میں گرے ہوئے اونٹ کو اس کی دم سے کھینچ کر نکالنے کی کوشش کرے اس فرمان عالی میں فاسق قوم کو گرے اونٹ سے تشبیہ دی گئی ان کے فسق و کفر کو کنویں سے جس میں وہ گرے ہیں اس شخص کا اس قوم کی حمایت کرنا گویا اسے دم پکڑ کر نکالنا ہے جیسے کنویں میں گرا اونٹ دم کے ذریعہ نہیں نکل سکتا ویسے ہی فاسق و بدکار ذلیل قوم ایسی تعریفوں سے عزت نہیں پاتی اگر تم انہیں عزت دینا چاہتے ہو تو ان کو گناہوں سے روکو راہ راست پر لگاؤ۔

وَعَنْ وَاثِلَۃَ ابْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْعَصَبِیَّۃُ قَالَ اَنْ تُعِیْنَ قَوْمَکَ عَلَی الظُّلْمِ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ)

(۴۶۸۴) روایت ہے حضرت واثلہ ابن اسقع سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعصب کیا چیز ہے۔ فرمایا یہ ہے کہ تم اپنی قوم کی ظلم پر مدد کرو ا۔ (ابوداؤد)

(۴۶۸۴) ا۔ اس حدیث کی شرح اگلی حدیث میں آرہی ہے یعنی اپنی قوم سے محبت کرنا ان کی مدد کرنا لوگوں کے طعنہ دفع کرنا تعصب نہیں بلکہ برائی پر ان کی مدد کرنا یہ ہے تعصب یہ ہی ممنوع ہے کیونکہ اس میں گناہ پر مدد ہے اور گناہ پر مدد کرنا بھی گناہ ہے۔

وَعَنْ سُرَاقَۃَ بْنِ مَالِکِ بْنِ جُعْشُمٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خَیْرُکُمْ

(۴۶۸۵) روایت ہے حضرت سراقہ ابن مالک ابن جعشم سے ا۔ فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تو

marfat.com

الْمُدَافِعُ عَنْ عَشِيْرَتِهٖ مَالَمْ يَأْثَمْ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

فرمایا کہ تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے کنبہ سے دفاع کرے جب تک کہ گناہ نہ کرے ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۶۸۵) ۱۔ یہ وہی سراقہ ہیں رضی اللہ عنہ جو ہجرت کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں گئے تھے انہیں کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا تھا یہ کنانی ہیں بڑے شاعر تھے دل سے تو وہاں ہی ایمان لے آئے تھے مگر اپنا ایمان فتح مکہ کے دن ظاہر کیا اس لئے آپ کو فتح کے دن کا مومن کہا جاتا ہے مقام قدید میں رہتے تھے۔ پھر مدنی بن گئے تھے ۲۴ چوبیس میں وفات پائی۔ ۲۔ یعنی اپنی قوم کو ظالموں سے بچانے والا ان سے لوگوں کے ناجائز طعنے دفع کرنے والا ان کی مدد کرنے والا نہ متعصب ہے نہ گنہگار بلکہ ثواب کا مستحق ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **وات ذالقربی حقه** ہاں گناہ پر ان کی مدد کرنے والا گنہگار بھی ہے متعصب بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے **ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِيَّةً وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۶۸۶) روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں جو تعصب کی طرف دعوت دے ۱۔ اور وہ ہم میں سے نہیں ہے جو تعصب میں لڑے ۲۔ اور وہ ہم میں سے نہیں ہے جو تعصب پر (قوم پرستی پر) مرے ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۶۸۶) ۱۔ اس طرح کہ اپنی ظالم قوم کی حمایت کے لئے لوگوں کو جمع کرے تاکہ وہ سب اس ظلم پر اسی قوم کی مدد کریں ایسا شخص ہماری جماعت ہماری سنت سے خارج ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ہمارے دین ہماری ملت سے خارج ہے کہ گناہ سے کوئی کافر نہیں ہوتا ۲۔ یعنی اپنی ظالم قوم کی حمایت میں ظلم پر مدد کرے اسے چاہیے تھا کہ اپنی قوم کو ظلم سے روکتا یہ الٹی ان کی حمایت کرتا ہے۔ ۳۔ یعنی اپنی ظالم قوم کی حمایت و محبت و ہمدردی کرتا کرتا مرے غرضیکہ ظلم پر مدد ظلم کی حمایت ظلم سے محبت سب ہی برابر ہے۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۶۸۷) روایت ہے ابودرداء سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کسی چیز سے تیری محبت اندھا بہرا کر دیتی ہے ۱۔ (ابوداؤد)

(۴۶۸۷) ۱۔ سبحان اللہ کیسا پیارا اور درست فرمان ہے مطلب یہ ہے کہ جب تجھے کسی سے محبت ہوگی۔ تو تجھے اس کے عیب نظر نہیں آئیں گے تو اس کے خلاف بات نہ سن سکے گا لہٰذا تو بروں سے محبت نہ کر تاکہ تو اندھا بہرا نہ بن جائے یا یہ مطلب ہے کہ محب کو پیارے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا پیارے کی باتوں کے سوا اور کسی کی بات پسند نہیں آتی لہٰذا اچھوں سے محبت کرو تاکہ تمہاری آنکھوں میں ان کا ہی جمال رہے ان ہی کی سنو۔ یہ ہی اصل ایمان ہے شعر:۔

☆ تجھی کو دیکھنا تیری ہی سننا تجھ میں گم ہونا ☆ حقیقت معرفت اہل طریقت اس کو کہتے ہیں ☆
ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا ☆ تصور میں تیرے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں ☆

marfat.com

عربی شاعر کہتا ہے۔

☆ وعین الرضا عن کل عیب کلیلته ولکن عین السخط تبدی مساویا

☆ ویفتح من سواک الفعل عندی ☆ فتفعله فیحسن منک ذ اک ☆

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ كَثِيْرٍ الشَّامِيِّ مِنْ اَهْلِ فِلَسْطِيْنَ عَنِ امْرَاَةٍ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهَا فَسِيْلَةُ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يُّحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَهٗ قَالَ لَا وَلٰكِنْ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ اَنْ يَّنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَهٗ عَلَى الظُّلْمِ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۶۸۸) روایت ہے حضرت عبادہ ابن کثیر شامی سے ۱؎ جو فلسطین والوں سے ہیں وہ ان کی ایک عورت سے راوی جسے فسیلہ کہا جاتا ہے ۲؎ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ بھی تعصب سے ہے کہ کوئی شخص اپنی قوم سے محبت رکھے ۳؎ فرمایا نہیں لیکن تعصب سے یہ ہے کہ کوئی شخص ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے ۴؎ (احمد، ابن ماجہ)

(۴۶۸۸) ۱؎ حاشیہ اشعۃ اللمعات میں ہے کہ ان کا نام عباد ابن کثیر شامی ہے عبادہ نام نہیں ہے واللہ اعلم۔ فلسطین مشہور ملک ہے جس میں بیت المقدس واقع ہے یہ علاقہ شام اور اردن سے ملا ہوا ہے اور فلسطین عراق کے ایک شہر کا نام بھی ہے ان راوی کے حالات معلوم نہ ہو سکے ۲؎ فسیلہ ف کے پیش اور سین کے فتح سے اس کے لغوی معنی ہیں کھجور کا چھوٹا درخت یہ بی بی تابعیہ ہیں ان کا نام جمیلہ بنت واثلہ ابن اسقع ہے حضرت واثلہ صحابی ہیں (تقریب، حاشیہ اشعہ) فسیلہ کے حالات معلوم نہ ہو سکے ۳؎ یعنی فسیلہ کے والد حضرت واثلہ ابن اسقع نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا اپنی قوم سے محبت کرنا گناہ ہے یہ بھی تعصب کی ایک قسم ہے۔ ۴؎ یعنی اپنی قوم کی ناحق بات کو حق کہنا اگر وہ دوسری قوم کے آدمی پر ظلم کرے تو اس ظالم کی حمایت کرنا صرف اس لئے کہ وہ اپنی قوم کا آدمی ہے یہ ہے تعصب یہ ہی حرام ہے یہ بیماری آج مسلمانوں میں بہت ہی ہے قومی تعصب، صوبائی تعصب بہت ہے اس لئے اس نے مسلمان قوم کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے سارے مسلمان ایک قوم ہیں خواہ کسی نسب کے ہوں، یا کسی ملک کے۔

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْسَابُكُمْ هٰذِهٖ لَيْسَتْ بِمَسَبَّةٍ عَلٰى اَحَدٍ كُلُّكُمْ بَنُوْا اٰدَمَ طَفَّ الصَّاعِ بِالصَّاعِ لَمْ تَمْلَئُوْهُ لَيْسَ لِاَحَدٍ عَلٰى اَحَدٍ فَضْلٌ اِلَّا بِدِيْنٍ وَتَقْوٰى كَفٰى بِالرَّجُلِ اَنْ يَّكُوْنَ بَذِيًّا

(۴۶۸۹) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے یہ نسب کسی پر گالی کا سبب نہیں ہیں ۱؎ تم سب آدم کی اولاد ہو۔ جیسے صاع کی چیز صاع سے ہے۔ جسے اس نے بھرا نہ ہو ۲؎ کسی کو کسی پر بزرگی نہیں مگر دین اور تقویٰ سے انسان کے لئے یہ شرم و عار کافی ہے کہ وہ

marfat.com

فَاحِشًا بَخِیْلًا۔ اَحْمَدُ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) بدزبان فحش کو کنجوس ہو ۳۔ (احمد، بیہقی، شعب الایمان)

(۴۶۸۹) ۱۔ یعنی کوئی شخص کسی کو نسب کی گالی نہ دے نسب گالی وعار نہیں جیسے کہا جاتا ہے او جولائے، اونائی وغیرہ یہ حرام ہے نسب کو گالی نہ بناؤ یہ مرض بھی مسلمانوں میں بہت ہے ۲۔ طف ط کے فتحہ سے ف کے شد سے ۔ بمعنی کم ہونا کم کرنا اسی سے ہے طفیف ۔ بمعنی کم تولنا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ویل للمطففین**۔ اصطلاح میں طف وہ چیز ہے جو صاع وغیرہ پیمانہ میں بھی جاوے مگر اسے پر نہ کرے کچھ خالی رہے مطلب یہ ہے کہ ہر انسان پورا کامل انسان نہیں اس میں کچھ کمی و نقصان ضرور ہے جیسے صاع پیمانہ کا طف کہ اس میں کمی ہوتی ہے ۳۔ یعنی یہ خصلتیں شرم وعار کی چیزیں ہیں نہ کہ محض نسب لہٰذا ان عیوب سے بچنے کی کوشش کرو نسب پر طعن کیسا۔

بَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ

نیکی اور صلہ رحمی کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

برب کے کسرہ ر کے شد ۔ بمعنی نیکی و بھلائی یہاں اس سے مراد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا ہے جس کا مقابل ہے عقوق (نافرمانی) **صلتہ صلہ** بنا ہے وصل سے ۔ بمعنی ملنا ملانا یہاں اس سے مراد رحمی قرابت داروں پر احسان اور ان سے سلوک کرنا کہ اس سے عزیزوں کے دل مل جاتے ہیں۔ بر کا اسم فاعل بار ہے جمع برہ صلہ کا اسم فاعل واصل ہے جمع وصلہ اور واصلین۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبُوْكَ وَفِیْ رِوَایَةٍ قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ فَاَدْنَاكَ

(۴۶۹۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے اچھے برتاوے کا زیادہ حقدار کون ہے ۱۔ فرمایا تمہاری ماں عرض کیا پھر کون فرمایا تمہاری ماں عرض کیا پھر کون فرمایا تمہاری ماں عرض کیا پھر کون فرمایا تمہارا باپ ۲۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہاری ماں۔ پھر تمہارا باپ پھر تمہارا قریبی پھر قریبی ۳۔

(۴۶۹۰) ۱۔ صحابتہ صاد کے کسرہ سے ۔ بمعنی مدد یا برتاوا، خدمت اسی سے ہے صحبت و ہمراہی جو الفت، خدمت و مدد کے ساتھ ہو۔ اس لئے جن کفار نے حضور انور کے ساتھ مجلس کی انہیں صحابی نہیں کہا جاتا کہ وہ ہمراہی الفت و خدمت کے ساتھ نہ تھی۔ یعنی میرے رشتہ دار قریبی دور کے بہت ہی ہیں اچھا برتاوا کس سے کروں اس کا کون مستحق ہے ۲۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے کیونکہ ماں بچہ پر تین احسان کرتی ہے باپ ایک احسان، پیٹ میں رکھنا، جننا، پرورش کرنا باپ صرف پرورش ہی کرتا ہے بیٹا ماں باپ دونوں کی خدمت کرے مگر مقابلہ کی صورت میں ادب و احترام باپ کا زیادہ کرے خدمت و انعام ماں کی زیادہ (اشعہ) ماں باپ کے ساتھ سلوک یہ ہے کہ ان سے نرم اور نیچی آواز سے کلام کرے۔ مالی و بدنی خدمت کرے

marfat.com

یعنی اپنے نوکروں سے ہی ان کا کام نہ کرائے بلکہ خود کرے۔ ان کا ہر جائز حکم مانے انہیں نام لے کر نہ پکارے اگر وہ غلطی پر ہوں تو نرمی سے ان کی اصلاح کرے۔ اگر قبول نہ کریں۔ تو ان پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے۔ ان کی سختی پر تحمل کرے یہ آداب قرآن مجید میں اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے عمل شریف میں مذکور ہیں اس کے متعلق ہماری تفسیر نعیمی کا مطالعہ فرماؤ۔ ۳۔ یعنی ماں باپ کے ساتھ ان کے عزیزوں کے حق بھی ادا کرے کہ چچا ماموں' دادا' نانا بہن بھائی وغیرہم کے حقوق ادا کرے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۶۹۱) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کی ناک رگڑ جاوے۔ ۱۔ اس کی ناک رگڑ جاوے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کس کی فرمایا اس کی جو اپنے ماں باپ کو پائے ۲۔ کہ ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے میں ہوں۔ پھر جنت میں نہ چلا جاوے۔ ۳۔ (مسلم)

(۴۶۹۱) ۱۔ یعنی وہ ذلیل ہو جاوے وہ ذلیل ہو جاوے وہ ذلیل ہو جاوے ناک رگڑنے سے مراد ذلت و خواری ہے ناک رگڑنے سے مراد ذلت و خواری ہوتی ہے ۲۔ احدہما اور کلاہما یہ دونوں عند الکبر کا فاعل ہیں لہٰذا مرفوع ہیں یعنی انہیں اس حال میں پائے کہ وہ دونوں یا ایک بڑھاپے کی قید اس لئے لگائی کہ اس وقت ہی خدمت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور بارگاہ الٰہی میں بوڑھے کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے وہ کریم سفید داڑھی بالوں والے بندے کے پھیلے ہوئے ہاتھ خالی نہیں پھیرتا اولاد کو چاہیے کہ ایسے وقت اور ایسے وقت کی خدمت کو غنیمت جانیں ۳۔ یا اس طرح کہ ان کی نافرمانی کرے یا اس طرح کہ ان کی خدمت میں کمی کرے یا اس طرح کہ انہیں سخت جواب دے۔ خیال رہے کہ بڑھاپے میں طبیعت چڑچڑی ہو جاتی ہے غصہ بڑھ جاتا ہے اس وقت ان کی سخت بات برداشت کرے ان کی سختی کی پرواہ نہ کرے سمجھے ان کی مت کٹ گئی ہے انشاء اللہ دونوں جہان میں آرام پائے گا قرآن کریم فرماتا ہے۔ **اما یبلغن عندک الکبر احد هما او کلا هما فلا تقل لهما اف ولا تنهر هما وقل لهما قولا کریما** بڑھاپے کا ذکر اس لئے بارہا ہوتا ہے کہ وہ وقت تو سنبھالنے کا ہے جس نے وہ وقت سنبھال لیا اس نے کمائی کر لی ایسے آڑے وقت میں ان پر دل کھول کر خرچ بھی کرے ان کی خدمت بھی کرے ان کے لئے دعا بھی کرے بچپن میں مجبور تھا تو ماں باپ نے اسے سنبھالا اور وہ مجبور ہیں تو یہ انہیں سنبھالے اللہ کی رحمت اسے سنبھالے گی (مرقات وغیرہ)

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ اُمِّيْ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِيْ عَهْدِ قُرَيْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ اَفَاَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِيْهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۶۹۲) روایت ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر سے فرماتی ہیں کہ میری ماں آئیں جب کہ وہ قریش میں مشرکہ تھیں ۱۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں میرے پاس آئی ہیں۔ وہ دین سے دور ہیں ۲۔ کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں فرمایا ہاں کرو ۳۔ (مسلم بخاری)

(۴۶۹۲) ۱۔ صلح حدیبیہ کے بعد کفار مکہ مدینہ منورہ آنے جانے لگے تھے اس دوران میں حضرت ابو بکر صدیق کی پہلی بیوی حضرت اسماء کی والدہ آئیں۔ ۲۔ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں راغمۃ ہے میم سے مگر اکثر نسخوں میں **راغبة** ب سے ہے **راغمه** میم سے بمعنی عاجز' ذلیل' خوار' مسکین و غریب یعنی وہ میرے پاس عاجز و محتاج ہو کر آئی ہے میرے مال کی حاجت مند ہے

marfat.com

راغبة ب سے ہو تو اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ۔ بمعنی رغبت خواہش ہو یعنی وہ میرے مال میری خدمت کی خواہش مند ہے دوسرے یہ کہ ۔ بمعنی بے رغبتی و روگردانی ہو یعنی وہ اسلام سے بے رغبت ہے اسے اسلام کی طرف رغبت و میلان نہیں اگر رغبت کے بعد فی ہو تو ۔ بمعنی میلان ہوتی ہے اگر عن ہو تو ۔ بمعنی بے رغبتی۔ ۳۔ معلوم ہوا کہ کافر و مشرک ماں باپ کی بھی خدمت اولاد پر لازم ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ مشرک باپ کو بت خانہ لے نہ جائے مگر جب وہاں پہنچ چکا ہو تو وہاں سے گھر لے آئے کہ لے جانے میں بت پرستی پر مدد ہے اور لے آنے میں خدمت ہے۔ دوسرے عزیز و قرابت دار بھی اگر مشرک و کافر ہو مگر محتاج ہوں تو ان کی مالی خدمت کرے (از اشعہ)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اٰلَ اَبِيْ فُلَانٍ لَيْسُوْا لِيْ بِاَوْلِيَاءَ اِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ اَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۶۹۳) روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ فلاں قبیلہ میرے دوست نہیں ۱؎ میرے دوست اللہ تعالیٰ اور نیک کار مسلمان ہیں ۲؎ لیکن ان کا رشتہ رحمی ہے۔ جس کی تری سے میں تر کروں گا ۳؎۔ (مسلم بخاری)

(۴۶۹۳) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ حضور انور نے ان کا نام لیا تھا مگر راوی نے نام نہ لیا کیونکہ وہ لوگ اس وقت برسر اقتدار تھے۔ ان سے خطرہ تھا۔ بہرحال اس سے مراد یا ابولہب کی اولاد ہے یا ابو سفیان کی اولاد یا حکم ابن عاص کی اولاد۔ مگر قوی یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے قریشی ہاشمی تمام قوموں کو شامل ہے (مرقات) جو بھی اسلام سے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے ہٹ جاوے وہ حضور کا دوست نہیں۔ ۲؎ خلاصہ یہ کہ متقی مسلمان خواہ کسی خاندان کا ہو مجھے پیارا ہے کافر و بے ایمان اگرچہ ہماری نسل سے ہو مردود ہے قرآن حکیم فرماتا ہے **ان اولیاؤہ الا المتقون** ۳؎ خیال رہے کہ صلہ رحمی کرنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کو بلل یعنی تری کہتے ہیں کیونکہ تری سے چیز جڑتی ہے خشکی سے ٹوٹ جاتی ہے یوں ہی سلوک کرنے سے دل جڑتے ہیں بدسلوکی سے دل ٹوٹ کر الگ الگ ہو جاتے ہیں۔

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَاْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعًا وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۶۹۴) روایت ہے مغیرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے حرام فرمایا ۱؎ ماؤں کی نافرمانی اور بچیوں کا زندہ دفن اور روک رکھنا لاؤ لاؤ کرنا اور ناپسند کیا زیادہ قیل و قال بہت سوال ۲؎ بربادی مال کو ۳؎۔ (مسلم بخاری)

(۴۶۹۴) ۱؎ چونکہ بمقابلہ باپ ماں کا حق زیادہ ہے نیز ماں کمزور دل ہے بہت جلد رنجیدہ ہو جاتی ہے یا اکثر اولاد وہاں سے ہی ضد کرتی ہے اس کا حکم نہیں مانتی اس لئے صرف ماں کا ذکر فرمایا ورنہ باپ کی نافرمانی بھی ممنوع ہے اہل عرب زندہ بچیوں کو دفن کر دیتے تھے۔ ہات' کے معنی یہ ہیں کہ ہمیشہ لیتے رہنا کبھی کسی کو دینا نہیں۔ چاہیے یہ کہ لینا سیکھے تو دینا بھی سیکھے بعض نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں واجب حقوق ادا نہ کرنا حرام کمائی سے پرہیز نہ کرنا۔ ۲؎ یعنی ہر حکم کی وجہ پوچھنا عمل نہ کرنا۔ یا زیادہ بولنا۔ لوگوں سے مانگتے رہنا۔ ۳؎ حرام رسموں میں مال خرچ کرنا۔ فضول خرچی سے مال اڑانا۔ مال کی بربادی ہے اچھا کھانا پینا جبکہ اس میں اسراف اور

marfat.com

تکبر نہ ہو بالکل جائز ہے یہ فرمان عالی جامع کلمات میں سے ہے اس سے معلوم ہوا کہ بلا تکلف ہم وزن الفاظ بولنا ممنوع نہیں (مرقات)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَيَسُبُّ اُمَّهٗ فَيَسُبُّ اُمَّهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۶۹۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گناہ کبیرہ سے ہے کسی شخص کا اپنے ماں باپ کو گالی دینا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے فرمایا ہاں ۲۔ یہ کسی کے باپ کو گالی دے تو وہ اس کے باپ کو گالی دے۔ اور یہ کسی کی ماں کی گالی دے تو وہ اس کی ماں کو گالی دے ۳۔ (مسلم بخاری)

(۴۶۹۵) ۱۔ یعنی اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو گالی دیتا ہے ۱۔ فرمایا ہاں یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ کوئی بیٹا اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ جان اللہ وہ زمانہ قدوسیوں کا تھا کہ یہ جرم ان کی عقل میں نہ آتا تھا اب تو کھلم کھلا نالائق لوگ اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتے ہیں ذرا شرم نہیں کرتے ۲۔ خیال رہے کہ سب ہر قسم کے برا کہنے کو کہتے ہیں گالی ہو یا اور کچھ مگر شتم گالی کو کہا جاتا ہے کبھی سب بمعنی شتم آتا ہے اور شتم بمعنی سب کسی سے کہا تیرا باپ احمق ہے یہ ہے سب کسی سے کہا تیرا باپ زانی ہے حرامی ہے یہ ہے شتم مطلب یہ ہے کہ کسی کے بزرگوں کو تم برا نہ کہو تاکہ وہ تمہارے بزرگوں کو برا نہ کہے یہ ہی حکم اولاد و عزیزوں کے متعلق ہے تم کسی کی بیٹی بہن بھانجی کو گالی نہ دو تاکہ وہ تمہاری بیٹی بہن بھانجی کو گالی نہ دے جیسے کہو گے ویسی سنو گے بہت اعلیٰ اخلاق کی تعلیم ہے کسی نے کیا خوب کہا۔ شعر:۔

☆ گر ما درخویش دوست داری ☆ دشنام مکن بہ مادر من ☆

ابن ابی الدنیا میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً ہے کہ کسی مسلمان کی آبرو ریزی کرنا اسے بہتان لگانا گناہ کبیرہ میں سے ہے (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ اَهْلَ وُدِّ اَبِيْهِ بَعْدَ اَنْ يُّوَلِّيَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۶۹۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین بھلائیوں میں سے کسی شخص کا اپنے باپ کے غائب ہونے کے بعد اس کے محبت والوں سے سلوک کرنا ہے ۱۔ (مسلم)

(۴۶۹۶) یولی عام ہے جس میں سفر موت دونوں داخل ہیں یعنی جب ماں باپ سفر میں گئے ہوں یا وفات پا چکے ہوں تو ان کے دوستوں کو اپنا باپ سمجھنا ان سے سلوک کرنا اس لئے کہ یہ ہمارے والدین کے دوست ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَاَ لَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ۔

(۴۶۹۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو چاہے کہ اس کے رزق میں وسعت دی جاوے اور اس کی موت میں دیر کی جاوے ۱۔ تو وہ صلہ رحمی

marfat.com

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کرے (مسلم بخاری)

(۴۶۹۷) ۱۔ نساء کہتے ہیں دیر لگانے کو اس لئے ادھار کو نسیہ کہا جاتا ہے کہ وہاں مال دیر سے ملتا ہے اثر کہتے ہیں نشان قدم کو مرنے سے نشان قدم جاتے رہتے ہیں کہ پھر انسان چلتا پھرتا نہیں۔ پھر زندگی کو اثر کہنے لگے کہ زندگی میں نشان قدم زمین میں پڑتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوِيِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ قَالَ اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰى يَا رَبِّ قَالَ فَذَاكِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۶۹۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے مخلوق پیدا فرمائی ۱۔ جب اس سے فارغ ہوا تو رحم اٹھ کھڑا ہوا پھر اس نے رحمان کا دامن کرم پکڑ لیا۔ ۲۔ رب نے فرمایا کیا ہے ۳۔ عرض کیا یہ جگہ ہے اس کی جو توڑے جانے سے تیری پناہ لے ۴۔ فرمایا کیا تو اس سے راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے میں اسے جوڑوں اور جو تجھے توڑے اسے توڑ دوں ۵۔ بولا ہاں اے رب فرمایا تو ایسا ہی ہے (مسلم بخاری)

(۴۶۹۸) ۱۔ موت میں دیر لگانے سے مراد ہے عمر دراز دینا یعنی جو رزق میں برکت عمر میں درازی چاہے وہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے خیال رہے کہ تقدیر تین قسم کی ہے۔ مبرم، معلق، مشابہ مبرم، تقدیر مبرم میں کمی و بیشی ناممکن ہے مگر باقی دو تقدیروں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے دعا نیک اعمال سے عمر بڑھ جانے اور بددعا، بد عمل سے عمر گھٹ جانے کا یہ ہی مقصد ہے کہ آخری دو قسم کی عمریں گھٹ بڑھ جاتی ہیں ہم یہ مسئلہ باب القدر میں بیان کر چکے ہیں۔ اور تفسیر نعیمی کے پہلے پارہ میں بھی عرض کر چکے۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کی دعا سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ سال کے سو برس ہو گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے وفات یافتہ لوگ جی جاتے تھے اور زندہ رہتے تھے۔ ۲۔ یہاں خلق سے مراد یا تو پیدائش کا فیصلہ فرمانا ہے یا اندازہ لگانا لہٰذا حدیث واضح ہے۔ ۳۔ حقوی کہتے ہیں کمر کو جہاں کمربند یا تہبند باندھا جاتا ہے عرب والے جب کسی کی پناہ لیتے یا اس سے کچھ ضروری عرض معروض کرنا چاہتے تھے تو اس کی کمر سے لپٹ جاتے تھے۔ یہاں وہ ہی استعارہ استعمال فرمایا گیا ہے۔ رحم سے مراد رحمی رشتہ داری ہے اس عالم میں ہر چیز کی شکل ہے لہٰذا یہ رشتہ داری ایک خاص شکل میں تھی اور اس نے صاف صاف یہ عرض کیا قیامت میں ہمارے اعمال، قرآن، رمضان کی خاص شکلیں ہوں گی وہ کلام کریں گے۔ لہٰذا حدیث واضح ہے بعض شارحین نے کہا کہ یہ حدیث متشابہات سے ہے کہ اسے بغیر سمجھے ہی مان لو ۴۔ مہ مخفف ہے ماذا کا۔ یا اسم فعل ہے یا اصل میں لفظ ماتھا۔ ہ وقف کی ہے مطلب یہ ہی ہے کہ تو کیا کہتا ہے ۵۔ رحم توڑے جانے سے مراد ہے حقوق قرابت ادا نہ کرنا یعنی اس بات سے تیری پناہ لیتا ہوں کہ کوئی میرے حق ادا نہ کرے یعنی جو شخص اپنے اہل قرابت کے حق بالکل ادا نہ کرے اور دوسری عبادتیں کرے گا۔ وہ مجھ تک نہ پہنچ سکے گا اور جو حقوق ادا کرے گا اگرچہ گنہگار ہو گا وہ میری رحمت میں داخل ہو گا۔ بلکہ اسے دنیا ہی میں اور خیر کاموں کی توفیق بھی مل جاوے گی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رشتہ داری کے حقوق ادا کرنا واجب ہے قطع رحمی گناہ کبیرہ ہے صلہ رحمی کے بہت درجے ہیں جتنا رشتہ قوی اتنے ہی حقوق زیادہ یہ ضرور خیال رہے۔

marfat.com

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۶۹۹) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رحم بنا ہوا ہے رحمٰن سے اے رب نے فرمایا ہے کہ جو تجھے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا ۲؎ اور جو تجھے توڑے گا میں اسے توڑوں گا ۳؎۔ (بخاری)

(۴۶۹۹) ا؎ یعنی رحمان رحم سے بنا ہے لہٰذا رحم کا رحمن سے بہت گہرا تعلق ہے شجنہ درخت کی رگیں جو ایک دوسرے میں گھستی ہوئی ہوں مطلب یہ ہے کہ رحمٰن اور رحم کا آپس میں گہرا تعلق ہے (مرقات) جو رحم کے حقوق سے الگ ہو اوہ خدا تعالیٰ سے الگ ہوا ۲؎ یعنی جو رشتہ داروں سے الگ رہے گا مجھ سے الگ رہے گا ۳؎ رحم توڑنے سے مراد ہے رشتہ داری کے حقوق ادا نہ کرنا رب تعالیٰ کے اس کو توڑنے سے مراد ہے اپنی رحمت سے دور کر دینا یعنی جو رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرے گا وہ اللہ کی رحمت سے دور رہے گا۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۷۰۰) روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رشتے توڑنے والا جنت میں نہ جائے گا ا؎ (بخاری مسلم)

(۴۷۰۰) ا؎ عرش سے مراد یا تو عرش اعظم ہی ہے یا بلند مقام پہلا احتمال قوی ہے یعنی رشتہ داروں کا حق قرابت کا تعلق دور رہے گا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۷۰۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رحم عرش سے لٹکا ہوا ہے ا؎ کہہ رہا ہے کہ جو مجھے جوڑے اللہ اسے جوڑے اور جو مجھے توڑے اللہ اسے توڑ دے گا ۲؎ (مسلم بخاری)

(۴۷۰۱) ا؎ اس عبارت کے معنی پہلے بیان ہو چکے کہ جو رشتہ داروں کا حق ادا کرے گا اللہ سے قرب پائے گا اور جو ادا نہ کرے گا یا ان پر ظلم کرے گا وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو جاوے گا اس میں گفتگو ہے کہ رشتہ داروں کی حد کہاں تک ہے جس کے حقوق ادا کرنا ضروری ہیں بعض علماء نے فرمایا کہ جن سے نکاح حرام ہے وہ ذی رحم ہیں لہٰذا چچا زاد خالہ زاد ذی رحم نہیں بعض نے فرمایا کہ جن دو کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے وہ ذی رحم ہیں بعض کے نزدیک جن کو میراث پہنچ سکے وہ ذی رحم ہے لہٰذا والدین، اولاد، بھائی بہن، چچا ماموں، ان کی اولاد سب ذی رحم ہیں یہ ہی قول قوی ہے (مرقات) رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **واولو الارحام بعضھم اولٰی ببعض** یہ گفتگو ذی رحم کے متعلق ہے ان کے علاوہ دوسرے قرابت دار جیسے ساس، سالا، رضاعی ماں رضاعی بھائی یعنی ان کے ساتھ بھی سلوک کرے رب تعالیٰ فرماتا ہے **وات ذاالقربیٰ حقہ** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حلیمہ اور جناب ثویبہ کے عزیزوں سے سلوک کئے ۲؎ قاطع سے مراد یا تو ڈاکو ہے یعنی قاطع طریق (راہ مار) یا قاطع رحم یعنی حقوق ادا نہ کرنے والا دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں اس لئے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔ یعنی یہ لوگ اولاً جنت میں نہ جائیں گے پہلے سزا پائیں گے پھر جائیں

marfat.com

گے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۷۰۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں جو یہ بدلہ چکائے لیکن جوڑنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑ دے ا۔ (بخاری)

(۴۷۰۲) ا۔ یعنی جو شخص اپنے عزیزوں سے سلوک کرے مگر بدلہ میں کہ وہ کچھ کریں تو اس کی عوض یہ بھی کرے وہ ناقص ہے کامل رشتے جوڑنے والا وہ ہے جو اپنے عزیزوں کی برائی کا بدلہ بھلائی سے کرے کہ وہ اس پر زیادتی کریں تو یہ سلوک کرے اس کی تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل شریف ہے۔ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ظلم سہہ کر ان کی پرورش فرمائی رب تعالیٰ فرماتا ہے ادفع بالتی ھی احسن غرضیکہ یہ حدیث کمال اخلاق کی تعلیم دے رہی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنِيْ وَاُحْسِنُ اِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ اِلَيَّ وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُوْنَ عَلَيَّ فَقَالَ لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۷۰۳) روایت ہے ابو ہریرہ سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے قرابت دار ہیں ا۔ میں ان سے جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے توڑتے ہیں ان سے بھلائی کرتا ہوں وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں میں ان سے بردباری سے برتتا ہوں ۲۔ وہ مجھ پر جہالت کرتے ہیں تو فرمایا کہ اگر ویسا ہی ہے جیسا کہہ رہا ہے تو تو ان کے منہ میں بھوبل ڈال رہا ہے ۳۔ اور تیرے ساتھ اللہ کی طرف سے ان پر مددگار رہے گا جب تک تو اس حال پر رہے ۴۔ (مسلم)

(۴۷۰۳) ا۔ یہاں قرابت سے مراد ذی قرابت یعنی رشتہ دار ہیں یہ صاحب ان کی شکایت بارگاہ رسالت میں کر رہے ہیں ۲۔ غرضیکہ ہر طرح ان کی برائیوں کا بدلہ بھلائی سے دیتا ہوں یہ دوسروں کی غیبت یا اپنی شیخی مارنا نہیں بلکہ مسئلہ دریافت کرنا ہے ۳۔ سف کے معنی ہیں ان کے منہ میں بھرتا ہے مل میم کے فتح لام کے شد سے۔ بمعنی گرم راکھ جسے اردو میں بھوبل کہتے ہیں اس جملہ کے بہت معنی ہیں ایک یہ کہ اس حالت میں ان لوگوں کو تیرا مال حرام ہے اور پھر وہ کھا رہے ہیں تو گویا اپنے منہ میں بھوبل بھر رہے ہیں دوسرے یہ کہ ان کو ان حالات میں ایسی شرمندگی چاہیے کہ ان کے منہ جھلس جاویں جیسے بھوبل پڑ جانے سے منہ جھلس جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ ان کی برائیوں کی عوض تیرا ان سے سلوک کرنا گویا ان کے منہ بھوبل سے بھرنا ہے تو انہیں ذلیل کر رہا ہے تیری عزت بڑھ رہی ہے ان کی شرمندگی و ذلت، خیرات سے مال بڑھتا ہے عفو و کرم سے عزت بڑھتی ہے۔ ۴۔ یعنی جب تک تیرا یہ حلم اور برائی کی عوض بھلائی ہے تب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھے مدد پہنچتی رہے گی یا تجھ پر رب کی طرف سے فرشتہ مقرر رہے گا جو تجھے ان کی شر سے بچائے گا اور تیرے عزت و مال میں برکت دے گا۔

marfat.com

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرُدُّ الْقَدَرَ اِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا یَزِیْدُ فِی الْعُمُرِ اِلَّا الْبِرُّ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ یُصِیْبُہٗ۔

(رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

(۴۷۰۴) روایت ہے حضرت ثوبان سے ا۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تقدیر کو نہیں رد کرتی مگر دعا ۲۔ اور عمر میں نہیں زیادتی کرتا مگر اچھا سلوک ۳۔ اور یقیناً انسان رزق سے محروم ہو جاتا ہے اس گناہ سے جو اسے پہنچے ۴۔ (ابن ماجہ)

(۴۷۰۴) ا۔ آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے کہ آپ ثوبان ابن بجد ہیں کنیت ابو عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں سفر و حضر میں حضور کے ساتھ رہے حضور کی وفات کے بعد شام چلے گئے پہلے رملہ میں پھر حمص میں قیام رہا وہاں ہی ۵۴ھ میں وفات پائی۔ ۲۔ تقدیر سے مراد تقدیر معلق ہے۔ اور دعا سے مراد دعائے مقبول ہے خواہ اپنی دعا ہو یا کسی بزرگ کی۔ تقدیر مبرم کسی طرح بھی نہیں بدل سکتی (مرقات واشعہ) تقدیر معلق کہتے ہیں اسے ہی جو شرائط و قیود پر موقوف رکھی گئی کہ فرشتوں سے فرمایا گیا ہو کہ فلاں شخص اگر یہ کرے گا تو اس کا یہ ہو گا علم الٰہی میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ۲۔ یعنی اپنے ماں باپ اور قرابت دار عزیزوں سے اچھا سلوک کرنا عمر بڑھا دیتا ہے اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو ابھی تقدیر بدلنے کے متعلق عرض کیا گیا کہ انسان کی عمر دو قسم کی ہے عمر مبرم یعنی علم الٰہی اور اسکا قطعی فیصلہ اس میں زیادتی کی ناممکن ہے دوسری عمر معلق جہاں فرشتوں اولیاء اللہ کو اطلاع یوں دی گئی ہو کہ اگر یہ فلاں نیکی کرے تو اس کی عمر اتنی ہو گی اگر گناہ کرے تو اس سے کم جب یہ بندہ نیکی کر لیتا ہے تو اسے وہ ہی زیادہ عمر مل جاتی ہے جو نیکی پر معلق تھی ۴۔ اس فرمان کے چند معنی ہیں ایک یہ کہ گناہوں سے رزق آخرت یعنی ثواب اعمال گھٹ جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ مومن کا گناہوں کی وجہ سے رزق روحانی یعنی اخلاص، اطمینان قلب، دل کا چین و سکون رغبت الی اللہ گھٹ جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ مومن اپنے گناہوں کی وجہ سے تنگی رزق، یا بلاؤں میں گرفتار ہو جاتا ہے تاکہ ان کی وجہ سے گناہوں سے توبہ کر کے پاک و صاف ہو کر دنیا سے جائے لہٰذا اس فرمان پر یہ اعتراض نہیں کہ اکثر متقی پرہیزگار لوگ مفلوک الحال ہوتے ہیں اور فاسق و بدکار بڑے مالدار (مرقات، اشعہ)

وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلْتُ الْجَنَّۃَ فَسَمِعْتُ فِیْہَا قِرَاءَۃً فَقُلْتُ مَنْ ھٰذَا قَالُوْا حَارِثَۃُ بْنُ النُّعْمَانِ کَذٰلِکُمُ الْبِرُّ کَذٰلِکُمُ الْبِرُّ وَکَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِاُمِّہٖ

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَفِیْ رِوَایَتِہٖ قَالَ نِمْتُ فَرَاَیْتُنِیْ فِی الْجَنَّۃِ بَدَلَ دَخَلْتُ الْجَنَّۃَ)

(۴۷۰۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں جنت میں گیا تو میں نے اس میں تلاوت سنی ا۔ میں نے کہا یہ کون ہے بولے یہ حارثہ ابن نعمان ہیں ۲۔ بھلائی ایسی ہوتی ہے۔ بھلائی ایسی ہوتی ہے ۳۔ اور وہ اپنی ماں کے ساتھ سب سے زیادہ نیکو کار تھے ۴۔ شرح سنہ، بیہقی شعب الایمان۔ اور ان کی روایت میں ہے فرمایا میں سویا تو میں نے اپنے کو جنت میں دیکھا ۵۔ بجائے **دخلت الجنۃ** کے۔

(۴۷۰۵) ا۔ یعنی ایک بار خواب میں ہم نے جنت دیکھی تو کسی کو خوش الحانی سے قرآن مجید تلاوت کرتے پایا قراءۃ کی تنوین

marfat.com

مضاف الیہ کے عوض ہے یعنی قراءۃ القرآن ۲۔ آپ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں غزوہ بدر واحد میں شریک ہوئے ایک بار حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور کے پاس کوئی شخص بیٹھا تھا آپ نے سلام کیا اس شخص نے بھی جواب دیا جب دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا وہ صاحب جنہوں نے تم کو سلام کا جواب دیا حضرت جبریل تھے غالباً حارثہ اس وقت وفات پا چکے تھے ہو سکتا ہے کہ اس وقت زندہ ہوں۔ پہلا احتمال قوی ہے۔ ۳۔ یہ جملہ یا تو حضور انور کا فرمان ہے جو صحابہ سے فرمایا یا فرشتوں کی عرض و معروض ہے جو انہوں نے حضور سے کی تو ذلکم کی جمع تعظیم کے لئے ہے ۴۔ یہ قول راوی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اپنی والدہ کی بہت ہی خدمت کرتے تھے اس کی وجہ سے انہیں یہ عظمت ملی۔ اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ یہ واقعہ خواب کی معراج کا ہے نہ کہ بیداری کی معراج کا جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

(۴۷۰۶) روایت ہے عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب کی رضا باپ کی رضامندی میں ہے اور رب کی ناراضی باپ کی ناراضی میں ہے ا۔ (ترمذی)

(۴۷۰۶) ا۔ غالباً اس وقت باپ کی خدمت ہی کا ذکر ہو گا اس لئے صرف باپ کا ذکر فرمایا ورنہ ماں کا بھی یہ ہی حکم ہے بلکہ بطریق اولی اس کی مستحق ہے ممکن ہے کہ والد سے مراد جنس ہو یعنی ولادت والا خواہ مرد ہو یا عورت یعنی ماں ہو یا باپ طبرانی نے حضرت ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا فی رضا الوالدین اور فی سخطہما۔ وہ حدیث اس کی شرح ہے کہ والد سے مراد والدین ہیں۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ حضور کا یہ فرمان خود عبداللہ ابن عمرو سے تھا کہ وہ خود عابد زاہد تہجد گزار شب بیدار تھے مگر ان کے والد عمرو ابن عاص نے حضور سے شکایت کی کہ میں اپنے بیٹے سے ناراض ہوں تب آپ نے یہ ان سے فرمایا۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ اَنَّ رَجُلًا اَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ لِيْ امْرَاَةً وَاِنَّ اُمِّيْ تَاْمُرُنِيْ بِطَلَاقِهَا فَقَالَ لَهٗ اَبُو الدَّرْدَآءِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَاَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ اَوِ احْفَظْهُ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(۴۷۰۷) روایت ہے حضرت ابی الدرداء سے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا بولا میری بیوی ہے اور میری ماں اسے طلاق دینے کا مجھے حکم دیتی ہے ا۔ تو ان سے ابو الدرداء نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ کہ والدین جنت کے دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہیں۔ تو اگر تم چاہو تو دروازہ سنبھال لو یا اسے ڈھا دو ۲۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(۴۷۰۷) ا۔ یعنی فرمایئے میں کیا کروں اسے طلاق دوں یا نہ دوں کہ طلاق تمام مباح چیزوں میں بہت ہی ناپسندیدہ چیز ہے ۲۔ مقصد یہ ہے کہ یا تو اپنی بیوی سے اپنی ماں کو راضی کر دو۔ ساس بہو کی صلح کرا دو یا طلاق دیدو۔ صراحۃً "طلاق کا حکم نہ دیا کہ ایسی صورت میں طلاق دینا واجب نہیں بہتر ہے اور اگر ماں باپ بیوی پر ظلم کرنے کا حکم دیں کہ اسے خرچہ نہ دے اسے میکے میں چھوڑ دے تو ہرگز نہ کرے کہ ظلم حرام ہے ماں باپ کی اطاعت حکم شرع کے خلاف میں نہیں۔

وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَبَرُّ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ

(۴۷۰۸) روایت ہے بہز ابن حکیم سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی ا۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

marfat.com

ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اُمَّكَ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ اَبَاكَ ثُمَّ الْاَقْرَبَ فَالْاَقْرَبَ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

میں کس سے سلوک کروں فرمایا اپنی ماں سے میں نے عرض کیا پھر کس سے فرمایا پھر اپنی ماں سے میں نے عرض کیا پھر کس سے فرمایا اپنی ماں سے میں نے عرض کیا پھر کس سے فرمایا اپنے باپ سے ۲۔ پھر درجہ بدرجہ قرابت داروں سے ۳۔ (ترمذی' ابوداؤد)

(۴۷۰۸) ۱۔ آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے کہ آپ بہز ابن حکیم ابن معاویہ ابن حیدہ قشیری ہیں بصری ہیں یہاں جدہ میں ہ ضمیر بہز کی طرف لوٹتی ہے لہٰذا معاویہ ابن حیدہ سے یہ روایت ہے ۲۔ اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ حق الخدمت ماں کا تین گنا ہے باپ کا ایک گنا کہ ماں نے بچہ کو اولاً پیٹ میں رکھا۔ پھر جنا' پھر دودھ پلایا۔ اس کے بعد کی پرورش میں ماں باپ دونوں شریک رہے خیال رہے کہ حق خدمت ماں کا زیادہ ہے۔ ۳۔ ظاہر یہ ہے کہ قرابت داروں سے مراد نسبی قرابت دار ہیں ان میں جتنا قرب زیادہ اتنا حق زیادہ۔ چنانچہ پہلے بھائی بہن پھر ماموں چچا وغیرہ۔ اور ہو سکتا ہے کہ قرابت دار عام مراد ہوں جن میں ساس' سالا رضائی ماں وغیرہ سب شامل ہوں۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَا اللّٰهُ وَاَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنِ اسْمِيْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهٗ۔
(رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۷۰۹) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں ۱۔ اور میں رحمان ہوں میں نے رحم کو پیدا فرمایا ۲۔ اور اس کے لئے اپنے نام سے نام مشتق کیا ۳۔ تو جو اسے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا۔ اور جو اسے توڑے گا میں اسے توڑوں گا ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۷۰۹) ۱۔ یعنی معبود حقیقی ہوں سب سے غنی ہوں سب کا داتا ہوں ۲۔ رحم مراد یا تو رحمی رشتے اور قرابت داریاں ہیں یا خاص رحم ہے یعنی بچہ دانی جو عورت کے پیٹ میں ہے کہ یہ تمام نسبی رشتوں کا ذریعہ ہے ۳۔ یعنی اپنے نام سے اس کا نام بنایا یہاں اشتقاق صرفی مراد نہیں کہ اس قاعدہ سے تو لفظ رحمٰن بنا ہے رحم سے ۴۔ یعنی جو رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے گا میں اسے اپنے سے ملا لوں گا اور اپنی رحمت تک پہنچا دوں گا اور جو ان کے حقوق ادا نہ کرے گا یا ان پر ظلم کرے گا میں اسے اپنی رحمت سے دور کروں گا جو مجھ سے ملنا چاہے۔ وہ اپنے عزیزوں کے حق ادا کرے

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلٰى قَوْمٍ فِيْهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ۔
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۷۱۰) روایت ہے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اس قوم پر رحمت نہیں اترتی جن میں قرابت توڑنے والا ہو ۱۔ (بیہقی شعب الایمان)

(۴۷۱۰) ۱۔ یعنی جس قوم میں ایک شخص اپنے عزیزوں کی حق تلفی کرتا ہوں اور دوسرے لوگ اس کے اسی گناہ پر مدد کرتے ہوں یا باوجود قدرت کے اسے اس ظلم سے نہ روکتے ہوں تو وہ سب لوگ رحمت سے محروم ہیں گناہ کرنا بھی گناہ ہے۔ باوجود قدرت

marfat.com

کے گناہ سے نہ روکنا بھی گناہ ہے یا یہ مطلب ہے کہ اس ایک کی شامت سے یہ سب لوگ رب کی رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا مطلب واضح ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ ذَنْبٍ اَحْرٰی اَنْ یُّعَجِّلَ اللّٰہُ لِصَاحِبِہِ الْعُقُوْبَۃَ فِی الدُّنْیَا مَعَ مَا یَدَّخِرُ لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْبَغْیِ وَتَقْطِیْعَۃِ الرَّحِمِ۔

(۴۷۱۱) روایت ہے حضرت ابوبکر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی گناہ اس لائق نہیں کہ اس کے مرتکب پر سزا اللہ دنیا میں بھی بھیجے مع آخرت میں ذخیرہ کرنے کے بمقابلہ بغاوت اور رشتہ توڑنے کے ا (ترمذی، ابوداؤد)

(۴۷۱۱) ا یعنی تمام گناہوں کی سزا آخرت میں ملے گی کیونکہ دنیا دار العمل ہے آخرت دار الجزاء مگر دو گناہ ایسے ہیں جن کی سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے اور آخرت میں بھی ملے گی۔ ایک بغی دوسرا رشتہ داروں کا حق ادا نہ کرنا۔ ان کی حق تلفی، بغی کے معنی ظلم بھی ہیں۔ بادشاہ اسلام پر بغاوت کرنا بھی۔ تکبر و غرور کرنا بھی۔ یہاں تینوں معنی کا احتمال ہے (مرقات) دیکھا گیا ہے کہ ماں باپ کو ستانے والا دنیا میں بھی چین سے نہیں رہتا دربدر پھٹکارا پھرتا ہے ماں باپ کا خدمتگار دنیا میں عیش، چین عزت پاتا ہے یہ میرا خود اپنا تجربہ ہے۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ عزیزوں کی حق تلفی خیانت اور جھوٹ اس لائق ہیں کہ ان کی سزا دونوں جہان میں ملے رشتہ داروں کی خدمت میں وہ نیکی ہے جس کی جزا دونوں جہان میں ملتی ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگ فاسق فاجر ہوتے ہیں مگر رشتہ داروں سے سلوک کی وجہ سے ان کے مال و اولاد میں برکت ہوتی ہے۔ (مرقات) یہ بھی تجربہ ہے بعض فساق ماں باپ کی خدمت کی برکت سے بہت پھلتے پھولتے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنَّانٌ وَلَا عَاقٌّ وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ۔ (رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

(۴۷۱۲) روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں نہ جائے گا احسان جتانے والا اور نہ نافرمان اور ہمیشہ کا شراب خوار ا (نسائی، دارمی)

(۴۷۱۲) ا منان بنا ہے من سے من کے چند معنی ہیں کسی پر منت رکھنا یعنی کچھ دے کر اسے طعنے دینا ایذا رسانی کرنا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذی** کانٹا ختم کرنا رب تعالیٰ فرماتا ہے **ان لک لاجرا غیر ممنون** خواہ قطع رحمی ہو یا قطع طریق یعنی ڈکیتی یہاں سارے معنی بن سکتے ہیں (لمعات، مرقات) عاق ماں باپ کا نافرمان۔ مدمن خمر وہ جو شراب خوری کا عادی ہو اس سے توبہ نہ کرے یعنی یہ لوگ اولا" جنت میں جانے کے مستحق نہ ہوں گے۔ خیال رہے کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے شراب خواری خود ہی سخت جرم ہے پھر اس پر ہمیشگی ڈبل جرم۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِکُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِہٖ اَرْحَامَکُمْ فَاِنَّ صِلَۃَ الرَّحِمِ مَحَبَّۃٌ فِی الْاَھْلِ مَثْرَاۃٌ فِی الْمَالِ مَنْسَأَۃٌ فِی الْاَثَرِ۔

(۴۷۱۳) روایت ہے ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اپنے نسب یاد رکھو۔ جس سے اپنے رشتے جوڑو ا۔ کیونکہ رشتے جوڑنا گھر والوں میں محبت ہے۔ مال میں برکت ہے ۲۔ عمر میں درازی ہے ۳۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث

marfat.com

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ) غریب ہے۔

(۴۷۱۳) ا۔ یعنی اپنے ددھیال ننھیال کے رشتہ یاد رکھو اور یہ بھی دھیان میں رکھو کہ کسی سے ہمارا کیا رشتہ ہے تاکہ بقدر رشتہ ان کے حق ادا کرتے رہو اگر تم کو رشتہ داروں کی خبر ہی نہ ہوگی تو ان سے سلوک کیسے کروگے ۲۔ مثراۃ بنا ہے ثرٰی سے ۔ بمعنی کثرت اسی سے ہے ثروت مثرات کے معنی ہیں زیادتی مال اور برکت کا ذریعہ ہے ۳۔ منساۃ بنا ہے نساء سے ۔ بمعنی تاخیر یا دیر اس لئے ادھار کو نسیہ کہتے ہیں کہ اس کی وصولی میں دیر ہوتی ہے اجل ۔ بمعنی موت یعنی اس کی برکت سے موت دیر سے آتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عمر بڑھتی ہے اس کا بہت لوگوں سے تجربہ کیا ہے بالکل درست پایا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِیْمًا فَهَلْ لِیْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ لَا قَالَ وَهَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبِرَّهَا۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۷۱۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو عرض کیا یا رسول اللہ میں نے بہت بڑا گناہ کرلیا ہے تو کیا میری توبہ ہو سکتی ہے ا۔ فرمایا کیا تیری ماں ہے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا تیری کوئی خالہ ہے عرض کیا کہ ہاں فرمایا اس سے اچھا سلوک کرو ۲۔ (ترمذی)

(۴۷۱۴) ا۔ یعنی میں نے قولی یا عملی بدترین گناہ کرلیا ہے ایسے بدترین گناہ کی بھی توبہ ہو سکتی ہے یا نہیں خیال رہے کہ یہاں سوال گناہ کے متعلق ہے کسی بندے کے حق کے متعلق نہیں کہ حق العبد بغیر ادا کئے یا بغیر اس صاحب حق کے معاف کئے معاف نہیں ہوتا۔ ۲۔ یہ ہے حضور کی شان پردہ پوشی کہ اس سے پوچھا نہیں کہ تو نے گناہ کیا کیا ہے تاکہ وہ لوگوں کے سامنے بیان کر کے رسوا نہ ہو حضور کو معلوم تھا کہ اس نے گناہ کیا ہے جو صلہ رحمی کے وجہ سے معاف ہو سکتا ہے کسی کا حق نہیں مارا ہے جس کی معافی صلہ رحمی وغیرہ نیک عمل سے نہ ہو سکے اس فرمان عالی سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ صلہ رحمی سے گناہ معاف ہوتے ہیں کہ صلہ رحمی بھی نیکی ہے اور نیکیوں سے گناہوں کی معافی ہوتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **ان الحسنٰت یذھبن السیئات** دوسرے یہ کہ چھپے گناہ کی توبہ بھی چھپ کر ہی کرے۔ ہاں علانیہ گناہ کی توبہ علانیہ کرے **التوبة علی قدر الحوبة** تو گناہ کے حد کی ہو۔ اس سے نبی کریم کے علم غیب کا بھی ثبوت ہوا

وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَهٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلِمَةَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ بَقِیَ مِنْ بِرِّ اَبَوَیَّ شَیْءٌ اَبَرُّهُمَا بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ الصَّلٰوةُ عَلَیْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِیْ لَا تُوْصَلُ اِلَّا بِهِمَا وَاِكْرَامُ صَدِیْقِهِمَا (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۷۱۵) روایت ہے حضرت ابو اسید ساعدی سے فرماتے ہیں جب کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ بنی سلمہ کا ایک آدمی آیا عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے والدین کی بھلائیوں میں سے کوئی بھلائی باقی ہے۔ جو میں ان کی موت کے بعد ان سے کروں ا۔ فرمایا ہاں ان کے لئے دعا رحمت ان کی بخشش کی دعا ان کے بعد ان کے وعدے پورے کرنا اور ان رشتوں کو جوڑنا جو ان ہی کی وجہ سے ہی جوڑے جائیں ۲۔ اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا ۳۔ (ابوداؤد و ابن ماجہ)

marfat.com

(۴۷۱۵) ۱۔ آپ صحابی ہیں انصاری ہیں تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے آپ سے بہت محدثین نے روایات کیں آخر میں نابینا ہو گئے تھے ۷۸ اٹھتر سال عمر پائی۔ ۶۰ھ ساٹھ میں وفات ہوئی۔ آپ سارے بدری صحابی میں آخری صحابی تھے کہ آپ کی وفات سے بدری صحابہ کا سلسلہ ختم ہوا بڑی عظمتوں برکتوں والے تھے رضی اللہ عنہ۔ یعنی میرے ماں باپ کا انتقال ہو چکا ہے اب میں ان سے کوئی سلوک کیسے کروں دل چاہتا ہے کہ سلوک کا سلسلہ قائم رہے یعنی اب تم ان کے ساتھ چار قسم کے سلوک کر سکتے ہو ایک تو ان کے لئے دعاء خیر اور ان کے گناہوں کی معافی کی رب سے درخواست دعا میں نماز جنازہ بھی داخل ہے (مرقات) ہر نماز کے آخر میں رب اغفرلی ولوالدی پڑھنا بھی ان کے نام پر صدقات و خیرات کرنا بھی ان کی طرف سے حج بدل کرنا یا کرانا بھی۔ ان کا تیجہ دسواں چالیسواں برسی وغیرہ کرنا بھی غرضیکہ یہ ایک لفظ بہت جامع ہے یعنی ان کی وصیت پوری کرنا اس کے علاوہ انہوں نے اپنی زندگی میں کسی سے جو وعدہ کیا ہو اور بغیر پورا کئے مرے گئے ہوں وہ پورا کرنا اس میں ادائے قرض بھی داخل ہے۔ بعض لوگ اپنے والدین کی اچھی رسمیں باقی رکھتے ہیں یہ بھی اسی میں داخل ہے۔ اگر ماں باپ کسی تاریخ میں خیرات کرتے تھے یا میلاد شریف، گیارہویں کرتے تھے۔ تو وہ ہمیشہ نبھاتے ہیں۔ جس مسجد میں نماز پڑھتے تھے اس مسجد کی آبادی کی کوشش کرتے ہیں۔ جس خانقاہ سے انہیں عقیدت تھی۔ اس خانقاہ سے وابستہ رہتے ہیں یہ صورتیں اسی حدیث میں داخل ہیں۔ ۲۔ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جن عزیزوں سے رشتہ صرف ماں یا باپ کی وجہ سے ہو دوسری وجہ سے نہ ہو ان سے سلوک کرنا کہ یہ میرے والدین کی خوشنودی کا ذریعہ ہے اس میں بھائی بہن چچا ماموں پھوپھی خالہ سب ہی داخل ہیں دوسرے یہ کہ خالص رضاء والدین کے لئے ان سے سلوک کرنا اپنی ناموری یا شہرت وغیرہ کو دخل نہ دے اس سے معلوم ہوا کہ بندوں کی رضا کے لئے کام کرنا بھی بعض صورتوں میں ثواب کا باعث ہے لہٰذا حضور کی رضا کے لئے نیک اعمال کرنا بالکل جائز ہے شرک یا گناہ نہیں نبی کریم کا حق ماں باپ سے زیادہ ہے مرقات و اشعہ نے اسی دوسرے احتمال کو اختیار کیا۔ غرضیکہ ان عزیزوں کی والدین کی رضا کے لئے خدمت کرے اور والدین کی رضا اللہ رسول کی رضا کے لئے چاہیے۔ ۳۔ احترام میں تعظیم و اکرام بھی داخل ہے اور ان کی خدمت ان پر مال خرچ کرنا بھی شامل ہے بیٹا باپ کے دوستوں ماں کی سہیلیوں سے سلوک کرے۔

وَعَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَۃِ اِذْ اَقْبَلَتْ اِمْرَاَۃٌ حَتّٰی دَنَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَسَطَ لَھَا رِدَآءَہٗ فَجَلَسَتْ عَلَیْہِ فَقُلْتُ مَنْ ھِیَ فَقَالُوْا اُمُّہُ الَّتِیْ اَرْضَعَتْہُ

(رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۷۱۶) روایت ہے حضرت ابو طفیل سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام جعرانہ میں گوشت تقسیم فرماتے دیکھا ۲۔ کہ ایک بی بی صاحبہ آئیں حتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہو گئیں تو حضور نے ان کے لئے اپنی چادر بچھا دی وہ اس پر بیٹھ گئیں ۳۔ میں نے کہا یہ کون ہیں لوگوں نے کہا یہ حضور کی وہ ماں ہیں جنہوں نے حضور کو دودھ پلایا ہے ۴۔ (ابو داؤد)

(۴۷۱۶) ۱۔ آپ کا نام عامر ابن واثلہ ہے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خاص ہمراہیوں میں سے ہیں آخری صحابی جن کی وفات ہوئی آپ ہی ہیں آپ کی وفات سے دور صحابہ ختم ہوا ۲۔ جعرانہ مکہ معظمہ سے ایک منزل فاصلہ پر ہے طائف کے راستہ میں میدان حنین سے متصل ہے غزوہ حنین کے بعد حضور انور نے یہاں سولہ دن قیام فرمایا یہاں ہی حنین کی غنیمتیں تقسیم فرمائیں ۳۔

marfat.com

اللہ اکبر بادشاہوں کے ایلچی آئیں تو جوتوں پر بیٹھیں جبریل امین آئیں تو التحیات کی طرح حضور کے سامنے دوزانو بیٹھیں مگر یہ خوش نصیب بی بی حاضر ہوں تو ان کے لئے چادر بچھائی جاوے جس پر وہ بیٹھیں یہ ہے دودھ کی ماں کی عزت و احترام ۴۔ یہ والدہ حضرت حلیمہ بنت ابی ذویب ہیں جو قبیلہ ہوازن کی ایک بی بی ہیں حضور کی شیر خوارگی کی مدت آپ نے پوری کرائی غزوہ حنین کے موقعہ پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ ان کے لئے کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر مبارک بچھادی۔ حق یہ ہے کہ ثویبہ اور حلیمہ اسی طرح حلیمہ کے خاوند مسلمان ہو گئے۔ بی بی خدیجہ سے جب حضور انور نے نکاح کر لیا تو ثویبہ حضور کے پاس آیا کرتی تھیں۔ حضور ان کا بہت احترام فرماتے تھے اور مدینہ منورہ سے ثویبہ کے لئے کپڑے وغیرہ ہدایا بھیجا کرتے تھے۔ بی بی ثویبہ کی وفات فتح خیبر کے بعد ہے دیکھو (مرقات' اشعہ)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا ثَلٰثَةُ نَفَرٍ يَتَمَاشَوْنَ اَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَمَالُوْا اِلٰى غَارٍ فِي الْجَبَلِ فَانْحَطَّتْ عَلٰى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَاَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اُنْظُرُوْا اَعْمَالًا عَمِلْتُمُوْهَا لِلّٰهِ صَالِحَةً فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهُ يُفَرِّجُهَا فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَ لِيْ وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَلِيْ صِبْيَةٌ صِغَارٌ كُنْتُ اَرْعٰى عَلَيْهِمْ فَاِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ بَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ اَسْقِيْهِمَا قَبْلَ وَلَدِيْ وَاِنَّهُ قَدْ نَاٰى بِيَ الشَّجَرُ فَمَا اَتَيْتُ حَتّٰى اَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ اَحْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُءُوْسِهِمَا اَكْرَهُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا وَاَكْرَهُ اَنْ اَبْدَاَ بِالصِّبْيَةِ قَبْلَهُمَا وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ دَاْبِيْ وَدَاْبَهُمْ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرٰى مِنْهَا السَّمَآءَ فَفَرَّجَ اللّٰهُ لَهُمْ حَتّٰى يَرَوْنَ السَّمَآءَ وَقَالَ الثَّانِيْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ كَانَتْ لِيْ

(۴۷۱۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب کہ تین آدمی چل رہے تھے کہ انہیں بارش نے آلیا تو وہ پہاڑ میں ایک غار کی طرف چلے گئے تو ان کے غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان آگری تو ان کو ڈھک لیا تب ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ ان نیک اعمال کو سوچو جو تم نے اللہ کے لئے کئے ہوں اس کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرو۔ کہ اللہ اسے کھول دے تو ان میں سے ایک بولا الٰہی میرے ماں باپ بہت بوڑھے تھے اور میرے بچے چھوٹے تھے ۲۔ میں ان کے لئے جانور چراتا تھا جب میں شام کو ان کے پاس آتا دوہتا تو اپنے ماں باپ سے ابتدا کرتا کہ انہیں اپنے بچوں سے پہلے پلاتا ۳۔ مجھے ایک درخت دور لے گیا ۴۔ تو میں نہ لوٹا حتیٰ کہ شام ہو گئی۔ پھر میں نے ان دونوں کو پایا کہ سو گئے تھے ۵۔ میں نے دودھ دوہا جیسے دوہا کرتا تھا۔ پھر میں دودھ لایا۔ تو ان کے سر کے پاس کھڑا ہو گیا۔ میں ان کو جگانا پسند نہ کرتا تھا اور یہ بھی نہ چاہتا تھا کہ ان سے پہلے بچوں سے ابتدا کروں ۶۔ اور بچے میرے قدموں کے پاس بھوک سے رو رہے تھے میری ان کی حالت یہ ہی رہی حتیٰ کہ صبح طلوع ہو گئی ۷۔ تو اگر تو جانتا ہو کہ میں نے یہ تیری رضا کی تلاش کے لئے کیا ہے ۸۔ تو اتنی

marfat.com

بِنْتُ عَمٍّ اُحِبُّهَا كَاَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ فَطَلَبْتُ اِلَيْهَا نَفْسَهَا فَاَبَتْ حَتّٰى اٰتِيَهَا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ فَسَعَيْتُ حَتّٰى جَمَعْتُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَلَقِيْتُهَا بِهَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ فَقُمْتُ عَنْهَا اَللّٰهُمَّ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فَانْفَرَجَ لَهُمْ فُرْجَةً وَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ كُنْتُ اسْتَاْجَرْتُ اَجِيْرًا بِفَرَقِ اُرُزٍّ فَلَمَّا قَضٰى عَمَلَهُ قَالَ اَعْطِنِيْ حَقِّيْ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَقَّهُ فَتَرَكَهُ وَرَغِبَ عَنْهُ فَلَمْ اَزَلْ اَزْرَعُهُ حَتّٰى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيَهَا فَجَاءَنِيْ فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَظْلِمْنِيْ وَاَعْطِنِيْ حَقِّيْ فَقُلْتُ اذْهَبْ اِلٰى ذٰلِكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيْهَا فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَهْزَأْ بِيْ فَقُلْتُ اِنِّيْ لَا اَهْزَأُ بِكَ فَخُذْ ذٰلِكَ الْبَقَرَ وَرَاعِيَهَا فَاَخَذَهُ فَانْطَلَقَ بِهَا فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ مَا بَقِيَ فَفَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کشادگی کردے جس سے ہم آسمان دیکھ لیں ۹۔ چنانچہ اللہ نے ان کے لئے اتنا کھول دیا کہ وہ آسمان دیکھنے لگے ۱۰۔ دوسرا بولا الٰہی میری چچا زاد تھی۔ جس سے میں بہت ہی محبت کرتا تھا۔ ۱۱۔ جیسی مرد عورتوں سے کرتے ہیں میں نے اس کی طرف اس کے نفس کے مطالبہ کے لئے بھیجا۔ ۱۲۔ اس نے انکار کیا حتی کہ میں اس کو سو دینار دوں ۱۳۔ چنانچہ میں نے محنت کی حتی کہ سو دینار جمع کر لئے پھر میں اس کے پاس وہ لایا جب میں اس کے دونوں پاؤں کے بیچ میں بیٹھا ۱۴۔ تو وہ بولی اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈر۔ مہر نہ کھول ۱۵۔ میں اس کے سامنے اٹھ کھڑا ہو گیا ۱۶۔ الٰہی تو اگر تو جانتا ہو کہ میں نے یہ تیری رضا کی تلاش کر کے لئے کیا تو اس میں اور زیادہ کشادگی کر دے تو اللہ نے اور کشادگی فرما دی ۱۷۔ تیسرا بولا الٰہی میں نے مزدور رکھا تھا چاول کے ایک پیمانہ کے عوض ۱۸۔ تو جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا تو کہا مجھے میرا حق دے دو میں نے اس پر اس کا حق پیش کیا وہ اسے چھوڑ گیا ۱۹۔ اس سے بے رغبتی کی میں اس چاول کو بوتا رہا حتی کہ میں نے اس سے بیل اور چرواہے جمع کر لئے ۲۰۔ پھر وہ میرے پاس آیا بولا اللہ سے ڈر اور مجھ پر ظلم نہ کر مجھے میرا حق دے دے۔ میں نے کہا ان بیلوں اور چرواہوں کی طرف جا۔ وہ بولا اللہ سے ڈر مجھ سے دل لگی نہ کر ۲۱۔ میں نے کہا کہ میں تجھ سے دل لگی نہیں کرتا تو یہ بیل اور چرواہے لے لے اس نے قبضہ کر لیا اور لے گیا ۲۲۔ تو اگر تو جانتا ہو کہ میں نے یہ تیری رضا کی تلاش کے لئے کیا تو باقی ماندہ بھی کھول دے۔ رب نے پھر ان سے کھول دیا ۲۳۔

(مسلم بخاری)

(۴۷۱۷) ۱۔ معلوم ہوا کہ اپنے نیک اعمال کے توسل سے دعا کرنا چاہیے کہ یہ بھی ذریعہ قبولیت ہے اور جس کے پاس اپنی نیکیاں نہ ہوں جیسے ہم گنہگار تو وہ مقبول بندوں کی نیکیوں کی توسل سے دعا کریں جیسے ہم کہیں کہ خدایا حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبول سجدوں کا توسل حضرت حسین کی پیاری شہادت کا صدقہ حضور غوث پاک کی اطاعتوں کے طفیل ہم کو اچھا خاتمہ اور تقویٰ توفیق دے ان کے نیک اعمال یقیناً مقبول ہیں۔ ۲۔ یعنی ماں باپ بوڑھے تھے بچے چھوٹے دونوں کمزور تھے میری خدمت کے

marfat.com

حاجت مند ان سب کا میں ہی کفیل تھا۳۔ معلوم ہوا کہ بوڑھے ماں باپ کو اپنی چھوٹی اولاد پر ترجیح دینا بھی نیکی ہے کہ پہلے ان کی خدمت کرے بعد میں بچوں کو سنبھالے ۴۔ یعنی اپنی بکریاں چرانے کے لئے مجھے دور جانا پڑا قریب میں مجھے کوئی درخت نہ ملا جس کے پتے جھاڑ کر بکریاں چراؤں اس لئے گھر دیر میں لوٹا۔ ۵۔ یعنی میں جنگل سے رات گئے واپس ہوا پھر دودھ دوہتے ہوئے دیر ہوئی۔ دودھ گرم کرنے میں اور وقت لگا۔ حتیٰ کہ جب میں والدین کے پاس لایا۔ تو وہ سو چکے تھے یا یہ مطلب ہے کہ میرے آتے وقت ہی وہ سو چکے تھے اگر جاگتے ہوتے تو انہیں جلدی وہ کر پلا دیتا حلاب کے معنی ہیں دودھ یا دودھ کا برتن جس میں دودھ دوہا جاتا ہے ۶۔ خیال رہے کہ یہ بچوں پر ظلم نہیں بلکہ ماں باپ کا احترام ہے بوڑھے ماں باپ بھی بچوں کی طرح ہی ہو جاتے ہیں جو انہیں تکلیف دے تو اس کی اولاد اس کے بڑھاپے میں اس کو ایذا دے گی یہ خدمت یا ایذا رسانی نقد سودا ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے (مرقات) ۷۔ صبح کو وہ اٹھے تو میں نے پہلے انہیں دودھ پلایا پھر بچوں کو دیا ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص رات بھر کھڑا رہا بچے کچھ دیر چیخ چلا کر سو گئے ہو سکتا ہے کہ بچے بار بار سوتے جاگتے رہے ہوں والدین سوتے رہے ہوں یہ کھڑا رہا ہو۔ ۸۔ اس عرض و معروض میں رب کے علم میں تردد نہیں بلکہ اپنے اخلاص میں شک اور تردد ہے یعنی اگر میرے دل میں اخلاص ہو گا۔ تب تو جانتا ہی ہو گا ۹۔ کیونکہ اس بند غار میں ہمارا دل گھٹ رہا ہے اس بیکسی بے دردی میں تو ہی ہمارا والی وارث ہے۔ ۱۰۔ اس طرح کہ پتھر میں قوی جنبش پیدا ہوئی اور وہ خود بخود سرک گیا یا کسی فرشتے نے کام کیا بہرحال رب تعالیٰ نے ان کی دستگیری کی۔ ۱۱۔ یعنی یہ محبت چچازاد بہن ہونے کی نہ تھی بلکہ میں اس کا عاشق ہو گیا تھا عشق بھی شہوت کا تھا نہ وہ عشق مجازی جو عشق حقیقی کا ذریعہ ہے۔ مصرع:۔ این فساد خوردن گندم بود۔ ۱۲۔ یہاں طلب ہی ارسال کے معنی ہیں اسی لئے بعد میں ایسا ارشاد ہوا یعنی میں نے اسے کہلا بھیجا کہ تو اپنی ذات میرے حوالے کر دے زنا کے لئے (مرقات) ۱۳۔ یعنی اس نے زنا کرانے کی اجرت سو اشرفیاں مانگیں اسی اجرت کو خرچی کہتے ہیں۔ ۱۴۔ اس طرح کہ میں نے اسے سو اشرفیاں کما کر دے دیں اس نے اپنا نفس مجھے حوالہ کر دیا اور ہم دونوں تنہائی میں جمع ہو گئے اور زنا کیلئے بالکل تیار ہو گئے ۱۵۔ یعنی میں کنواری بھی ہوں پارسا بھی ابھی تک نہ خاوند کے پاس گئی نہ کسی اجنبی کے پاس۔ مہر سے مراد پردہ بکارت ہے جو پہلی صحبت پر ٹوٹتا ہے یعنی مجھ سے زنا نہ کر رب یہاں بھی دیکھ رہا ہے ۱۶۔ گناہ نہ کرنا بھی کمال ہے مگر نازک حالات میں گناہ سے ہٹ جانا بڑا کمال رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ولمن خاف مقام ربه جنتٰن** اور فرماتا ہے **امامن خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجة هى الماوى** میں نے اپنی دی ہوئی نقدی بھی واپس نہ لی بطور صدقہ اس کو دیدی یہ اشرفیاں عورت کے لئے ابھی حرام تھیں اب حلال ہو گئیں یہ ہے انقلاب حقیقت ۱۷۔ چنانچہ اب اتنی کشادگی ہو گئی کہ دھوپ بھی غار میں آنے لگی مگر ابھی اتنی کشادگی نہیں ہوئی کہ یہ لوگ نکل سکتے اس لئے تیسرا بولا ۱۸۔ فرق اس پیمانہ کا نام ہے جس میں سولہ رطل یعنی قریباً آٹھ سیر دانہ سماتا ہے یعنی میں نے اسے آٹھ سیر دھان (منجی) کے عوض مزدور رکھا ۱۹۔ یعنی مزدور نے اپنی مزدوری مانگی میں نے پیش کر دی۔ مگر کسی وجہ سے اس نے اس مزدوری دھان پر قبضہ نہ کیا اور غائب ہو گیا۔ ۲۰۔ اس طرح کہ وہ کئی سال تک نہ آیا۔ میں اس زمانہ میں اس کے دھان بوتا کاٹتا رہا ہر سال وہ پڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ چند سالوں میں اس کا مال بہت بڑھ گیا۔ بیل اور غلام بھی اس آمدن سے خرید لے گئے اس سے معلوم ہوا کہ کسی کے مال کو فضول آدمی اگر تجارت میں لگا کر بڑھا دے تو جائز ہے اس میں گناہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ایک دینار بکری خریدنے کیلئے دیا انہوں نے ایک بکری خرید کر دو دینار میں فروخت کر دی پھر ایک دینار میں دوسری بکری خریدی۔ پھر دینار اور بکری حضور کی بارگاہ میں لائے سرکار نے اس عمل پر

marfat.com

ناراضی نہ فرمائی بلکہ ان کے لئے دعاء برکت کی (مرقات) اس سے بہت مسائل **فقیہہ** مستنبط ہو سکتے ہیں۔ نمبر ا مسجد، یتیم او رغائب آدمی کا متولی ان کے مال کو تجارت میں لگا سکتا ہے۔ نمبر ۲ اس صورت میں سارا نفع مالک ہی کا ہو گا کام کرنے والے کو اس سے کچھ نہ ملے گا نمبر ۳ اس صورت یہ متولی اجرت نہ پائے گا۔ کیونکہ مالک نے اسے اس کام کا حکم نہ دیا تھا نمبر ۴ ماں باپ کی خدمت۔ پاک دامنی اور خدمت خلق اعلیٰ درجہ کی نیکیاں ہیں نمبر ۵ فی زمانہ حکومتیں اپنے ملازمین کی تنخواہ سے کچھ فنڈ کاٹتی ہیں ملازمت سے الگ ہونے پر یہ جمع شدہ رقم مع زیادتی دیتی ہیں۔ یہ سود نہیں ملازم کے لئے حلال ہے کیونکہ ملازم قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے اس فنڈ کی رقم کا مالک قابض نہ بنا لہٰذا وہ رقم دین نہیں یہ نفع سود نہیں۔ حکومت اس فنڈ سے تجارت کرتی ہے اس تجارتی نفع سے اس ملازم کو دیتی ہے اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے ۲۱۔ وہ سمجھا کہ میری مزدوری چند سیر دھان تھے یہ اتنی زیادہ دولت پیش کر رہا ہے مجھ سے دل لگی کر رہا ہے۔ ۲۲۔ بعض روایات میں ہے کہ اسے دس ہزار درہم دیئے یا تو یہ مال اس قیمت کا تھا۔ یا یہ نقدی بھی اس تمام مال کے ساتھ تھی نیک نیتی کی برکت سے یہ کثرت ہوئی ۲۳۔ اس حدیث سے جہاں اور مسائل معلوم ہوئے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ کرامات اولیاء حق ہے اور حضرات اولیاء مقبول الدعاء ہوتے ہیں یہ تینوں اس زمانہ کے اولیاء تھے (مرقات) حدیث شریف میں ہے کہ مظلوم کی بددعا سے بچو اگرچہ کافر ہی ہو کہ مظلوم کی بددعا رائیگاں نہیں جاتی اس کی نفیس تحقیق یہاں مرقات میں دیکھو۔

وَعَنْ مُعٰوِيَةَ بْنِ جَاهِمَةَ اَنَّ جَاهِمَةَ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَدْتُّ اَنْ اَغْزُوَ وَقَدْ جِئْتُ اَسْتَشِيْرُكَ فَقَالَ هَلْ لَّكَ مِنْ اُمٍّ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَالْزَمْهَا فَاِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا۔
رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۷۱۸) روایت ہے حضرت معاویہ بن جاہمہ سے کہ جاہمہ ا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور آپ سے مشورہ لینے حاضر ہوا ہوں ۲۔ تو فرمایا کیا تیری ماں ہے عرض کیا ہاں فرمایا اسے مضبوط پکڑو ۳۔ کیونکہ جنت اس کے پاس ہے ۴۔ (احمد، نسائی، بیہقی شعب الایمان)

(۴۷۱۸) ا۔ یہ معاویہ بھی صحابی ہیں ان کے والد جاہمہ ابن عباس ابن مرداس سلمی بھی صحابی یہ اہل حجاز سے ہیں ۲۔ غالباً اس وقت کفار کا دباؤ زیادہ نہ تھا۔ بعض تھوڑے مسلمان بھی ان کے مقابلہ کے لئے کافی تھے۔ غرضیکہ اس وقت غزوہ فرض عین نہ تھا فرض کفایہ تھا ۳۔ یعنی اپنی ماں کے پاس رہو اس کی خدمت کرو تمہارے لئے اس وقت جہاد سے بہتر ماں کی خدمت ہے کہ ماں کو تمہاری خدمت کی ضرورت ہے۔ ۴۔ پاؤں کا ذکر فرما کر اشارۃً بتایا کہ ماں کی خدمت اور اس کے سامنے عاجزی دونوں ہی ضروری ہیں خدمت کے ساتھ اکڑ نہ کرے اس کے پاؤں سے لگا رہے تب جنت پائے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ تَحْتِيْ امْرَاَةٌ اُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِيْ طَلِّقْهَا فَاَبَيْتُ فَاَتٰى عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۴۷۱۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میرے پاس بیوی تھی۔ جس سے میں محبت کرتا تھا اور حضرت عمر اسے ناپسند کرتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو۔ میں نے انکار کیا تو حضرت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

marfat.com

وَسَلَّمَ طَلِّقْهَا۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

خدمت میں حاضر ہوئے اس واقعہ کا حضور سے ذکر کیا تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے طلاق دے دو ۲۔ (ترمذی' ابوداؤد)

(۴۷۱۹) ا۔ شاید اس بی بی میں کوئی دینی خرابی ہوگی۔ محض دنیاوی وجہ پر طلاق کا حکم نہ دیا ہوگا ۲۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ امر وجوب کا ہے اور حضرت عبداللہ ابن عمر پر اس حکم کی بنا پر طلاق دینا واجب ہو گیا۔ مرقات نے فرمایا کہ امر استحباب کے لئے ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ طلاق دیدو تاکہ تمہارے والد تم پر ناراض نہ ہوں۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۴۷۲۰) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ماں باپ کا اپنی اولاد پر کیا حق ہے فرمایا۔ وہ دونوں تیری جنت اور آگ ہیں (ابن ماجہ)

(۴۷۲۰) ا۔ یعنی تیرے ماں باپ تیرے لئے جنت دوزخ میں داخلہ کا سبب ہیں کہ انہیں خوش رکھ کر تو جنتی بنے گا انہیں ناراض کر کے دوزخی یہ فرمان عالی وعدہ وعید دونوں کا مجموعہ ہے اگرچہ یہاں خطاب بظاہر خاص ہے مگر حکم تاقیامت عام ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوْتُ وَالِدَاهُ اَوْ اَحَدُهُمَا وَاِنَّهٗ لَهُمَا لَعَاقٌّ فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْ لَهُمَا وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتّٰى يَكْتُبَهُ اللّٰهُ بَارًّا۔

(۴۷۲۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی بندہ جس کے ماں باپ یا ان میں سے ایک فوت ہو جاوے اور وہ ان کا نافرمان ہو ا۔ پھر وہ ان کے لئے دعا کرتا رہے بخشش مانگتا رہے حتی کہ اللہ اسے نیک کار لکھ دیتا ہے۔ ۲۔

(۴۷۲۱) ا۔ ماں باپ کی نافرمانی میں حق اللہ کی تلفی بھی ہے اور حق العباد کی بربادی بھی لہٰذا یہ اسلامی گناہ بھی ہے اور ماں باپ کا حق مارنا بھی اور گناہ بھی ہے کبیرہ۔ ۲۔ یعنی یہ نافرمان والدین کی وفات کے بعد اولاً نافرمانی سے توبہ کرنے پھر مرتے دم تک ان کے لئے گناہوں کی بخشش کی دعا اور ایصال ثواب کرتا رہے تو رب تعالیٰ برزخ میں اس کے ماں باپ کو اس سے راضی کر دے گا اور اس کا گناہ کبیرہ تھا بغیر توبہ معاف نہیں ہوتا (مرقات) آپ ماں کے بعد ان کا تیجہ' چالیسواں' برسی وغیرہ اور وقتاً فوقتاً ان کے نام پر خیرات جو کیا کرتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث بلکہ ہر نمازی نماز ختم ہوتے وقت ماں باپ کو دعائیں دیکر سلام پھیرتا ہے رب اغفرلی ولوالدی

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مُطِيْعًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا وَمَنْ اَصْبَحَ عَاصِيًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ

(۴۷۲۲) روایت ہے ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کے لئے اپنے ماں باپ کے بارے میں مطیع ہو ا۔ تو اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں ۲۔ اگر ان میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ اور جو اپنے والدین کے متعلق اللہ کا نافرمان ہو اس کے لئے آگ کے دو دروازے کھل

marfat.com

النَّارِ اِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدٌ قَالَ رَجُلٌ وَاِنْ ظَلَمَاهُ قَالَ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ۔

جاتے ہیں ۳۔ اگر ایک ہو تو ایک دروازہ۔ ایک شخص نے عرض کیا اگرچہ وہ ظلم کریں فرمایا اگر اس پر ظلم کریں اگرچہ ظلم کریں اگرچہ ظلم کریں ۴۔

(۴۷۲۲) ۱۔ یہاں **للہ** فرما کر دو مسئلے بتائے ایک یہ کہ ماں باپ کی اطاعت اپنی ناموری یا رزق میں برکت کے لئے نہ کرے بلکہ محض اس لئے کرے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ رب تعالیٰ اس سے راضی رہے دوسرے یہ کہ ان کی فرمانبرداری ناجائز باتوں میں نہ کرے اگر وہ نماز روزے سے روکیں تو نہ مانے۔ ۲۔ کہ اگر اس حال میں مرجاوے تو مرتے ہی ان میں داخل ہو جاوے دو دروازے کھولنا اس کی عزت افزائی کے لئے ہے ورنہ جنت میں داخلہ کے لئے ایک دروازہ کھلنا ہی کافی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق کے لئے جنت کے ہر دروازہ پر پکار پڑے گی کہ ابوبکر ادھر سے آیئے خلاصہ یہ ہے کہ ماں کی خدمت کا دروازہ علیحدہ ہے باپ کی خدمت کا دروازہ علیحدہ ممکن ہے کہ ان دونوں دروازوں میں فرق ہو ماں کی خدمت کا دروازہ عظیم الشان ہو کہ ماں کی خدمت اعلیٰ ہے واللہ اعلم۔ ۳۔ اس کا مطلب ابھی عرض کیا گیا کہ ماں باپ کی نافرمانی دوزخ کے دروازہ کھلنے کا ذریعہ ہے کہ نافرمان مرا اور دوزخ میں گیا اگرچہ بعد قیامت اس کی دوسری نیکیاں دوزخ سے اسے نکال دیں مگر فی الحال تو دوزخ میں جائیگا۔ ماں باپ کی بددعا بڑے سے بڑے متقی کو آفت میں ڈال دیتی ہے تم کو معلوم ہے کہ جریج اسرائیلی نے نماز کی وجہ سے ماں کی پکار کا جواب نہ دیا تو مصیبت میں پھنس گیا کہ اسے زنا کی تہمت لگی لوگوں نے مارا اگرچہ پھر اپنی نیکیوں کی وجہ سے نجات پا گیا کہ شیر خوار بچے نے اس کی پاکدامنی کی گواہی دی۔ جس سے اس کی گئی ہوئی عزت واپس آئی مگر ماں کی ناخوشی نے اپنا رنگ دکھا دیا ماں باپ کی نافرمانی ان کی بددعا سے رب کی پناہ ۴۔ ظلم سے مراد دنیاوی ناانصافی ہے دینی گناہ مراد نہیں مثلاً ایک باپ اپنے بیٹوں میں سے ایک سے محبت کم کرتا ہے دوسری اولاد کو اس پر ترجیح دیتا ہے یا اسے کسی حق سے محروم کر دیتا ہے مگر یہ مظلوم لڑکا ان کی خدمت ضرور کرے اس کی عوض اللہ تعالیٰ اسے مالا مال کر دے گا آزما کر دیکھ لو ماں باپ کی خدمت کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ۔

(۴۷۲۳) روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی اپنے ماں باپ سے بھلائی کرنے والا لڑکا جو اپنے والدین کو ایک نظر رحمت سے دیکھے ۱۔ مگر اللہ اس کے لئے ہر نظر کی عوض مقبول حج لکھتا ہے۔ عرض کیا کہ اگرچہ ہر دن ۳ بار دیکھے ۳۔ فرمایا ہاں اللہ بہت بڑا اور بہت پاک ہے۔ ۴۔

(۴۷۲۳) ۱۔ خلاصہ یہ ہے کہ اطاعت شعار لڑکے کو ان کی فرمانبرداری کا ثواب تو ملے گا ہی پیار و محبت سے انہیں دیکھنے کا ثواب بھی ملے گا غور کرو کہ جب ماں باپ کے دیکھنے کا اتنا ثواب ہے تو جو مومن ان آنکھوں سے حضور کا چہرہ انور محبت سے دیکھے اس کا ثواب کتنا ملے گا فقیر تو کہتا ہے کہ ان کے نام کو محبت سے دیکھنا چومنا بھی ثواب ہے۔ **شعر:۔**

☆ خوشا وہ وقت کہ طیبہ مقام تھا انکا ☆ خوشا وہ وقت کہ دیدار عام تھا انکا ☆

۳۔ سائل نے سمجھا ہو گا کہ دن بھر کی نگاہیں ایک بار میں شمار ہوں گی اس لئے یہ سوال کر کے مسئلہ حل کر لیا ۴۔ یعنی اے پوچھنے

marfat.com

والے اللہ کریم کی دین پر تعجب نہ کر اگر تو دن بھر میں ہزار بار ماں باپ کو پیار سے دیکھ لے تو تجھے ہزار حج مقبول کا ثواب ملے گا۔ خیال رہے کہ یہ تو اپنے ماں باپ کی محبت کا ثواب ہے جنہوں نے ہم کو جنا جس ماں نے حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو بخشا اس ماں یعنی آمنہ خاتون حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما سے محبت کا ثواب کتنا ہو گا یہ وہ ماں ہے جس کے قدم پاک پر سارے جہان کی مائیں قربان و نثار ہوں ہماری جیسی سینکڑوں جانیں ان کے نام پر نچھاور ہوں۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ الذُّنُوْبِ یَغْفِرُ اللّٰہُ مِنْھَا مَا شَآءَ اِلَّا الْعُقُوْقَ الْوَالِدَیْنِ فَاِنَّہٗ یُعَجِّلُ لِصَاحِبِہٖ فِی الْحَیٰوۃِ قَبْلَ الْمَمَاتِ۔

(۴۷۲۴) روایت ہے ابی بکرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام گناہوں میں سے اللہ جو چاہے بخش دے گا۔ سوا ماں باپ کی نافرمانی کے کہ اس شخص کے لئے موت سے پہلے زندگی میں ہی سزا دیتا ہے ۲۔

(۴۷۲۴) ۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر قسم کے گناہ صغیرہ و کبیرہ اگر چاہے گا تو معاف فرمادے گا اس قاعدے سے شرک و کفر اور حقوق العباد خارج ہیں کہ شرک و کفر تو زندگی میں ایمان لائے بغیر معاف نہیں ہوتے اور حقوق العباد ادا کئے بغیر معاف نہیں ہوتے نیز تمام گناہوں کی سزا آخرت میں ملے گی جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے جو کہ آگے آرہا ہے۔ ۲۔ لصاحبہ میں ہ ضمیر عقوق کی طرف ہے اور الممات میں الف لام مضاف الیہ کی عوض ہے اس سے مراد یا تو خود یہ نافرمان بیٹا ہے یا ماں باپ خیال رہے کہ یہ فرمان عالی سخت ناراضی کے اظہار کے لئے ہے لازمی قانون کے لئے نہیں لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ **ان اللہ لا یغفران یشرک بہ ویغفر مابون ذلک لمن یشاء** (مرقات) یا اس فرمان کا مقصد یہ ہے کہ جس گناہ پر دنیا میں بھی عذاب آجاتا ہے وہ ماں باپ کو ستانا ہے۔ شرک و کفر پر دنیا میں عذاب آنا لازم نہیں۔ ماں باپ کو ستانے والا دنیا میں چین نہیں پاتا۔

وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَقُّ کَبِیْرِ الْاِخْوَۃِ عَلٰی صَغِیْرِھِمْ حَقُّ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِہٖ۔ رَوَی الْبَیْھَقِیُّ الْاَحَادِیْثَ الْخَمْسَۃَ فِیْ شُعَبِ

(۴۷۲۵) روایت ہے حضرت سعید ابن العاص سے ۱۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چھوٹے بھائی پر بڑے بھائی کا حق ایسا ہے جیسے باپ کا حق اولاد پر ۲۔ ان پانچ حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا۔

(۴۷۲۵) آپ حضرت عمرو ابن عاص کے بھائی ہیں۔ ہجرت کے سال پیدا ہوئے قریش کے سرداروں میں سے تھے حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں قرآن مجید جمع کرنے والوں میں آپ بھی تھے حضرت عثمان نے آپ کو کوفہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ طبرستان کے فاتح آپ ہی ہیں ۵۹ انسٹھ میں وفات ہوئی ایک سعید ابن عاص ابن امیہ بھی ہیں وہ یہاں مراد نہیں۔ ۲۔ یعنی بڑے بھائی کا حق اس قسم کا ہے جس قسم کا حق باپ کا اپنی اولاد پر ہے یہاں تشبیہ نوعیت میں ہے مقدار حق مراد نہیں۔

marfat.com

بَابُ الشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ عَلَى الْخَلْقِ

مخلوق پر شفقت و رحمت کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

شفقت بنا ہے شفق سے بمعنی ڈرو خوف پھر اصطلاح میں شفقت اس مہربانی کو کہتے ہیں جو ڈر کے ساتھ ہو یعنی کسی پر مہربانی کرنا اس ڈر سے کہ ان پر مہربانی نہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ناراضی کا باعث ہے رحمت کسی پر بلا استحقاق مہربانی کرنا رحمت دو قسم کی ہوتی ہے رحمت عامہ اور رحمت خاصہ یہاں دونوں رحمتیں مراد ہیں۔

وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۷۲۶) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ (مسلم بخاری)

(۴۷۲۶) یہ فرمان عالی یا بطور بددعا ہے یا بطور خبر یعنی خدا اس پر رحم نہ کرے یا رحم نہ کرے گا لوگوں پر رحمت اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُقَبِّلُوْنَ الصِّبْيَانَ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ اَمْلِكُ لَكَ اَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۷۲۷) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں ایک بدوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا کیا آپ لوگ بچوں کو چومتے ہیں ہم تو نہیں چومتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تیرے لئے اس کا مالک ہوں کہ اللہ نے تیرے دل سے رحم نکال لیا۔ (مسلم بخاری)

(۴۷۲۷) ا۔ یعنی تم لوگوں کو اپنے بچوں کو نہ چومنا اس لئے ہے کہ رب تعالیٰ نے تمہارے دلوں سے رحم و کرم نکال دیا ہے جن کے دلوں سے اللہ رحم نکال دے اس کے دل میں ہم رحمت و کرم کس طرح ڈالیں۔ ہم تو اللہ کی رحمتوں کے دروازہ ہیں۔

وَعَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْنِي امْرَاَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْاَلُنِي فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاْكُلْ مِنْهَا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ

(۴۷۲۸) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی۔ جس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں مجھ سے کچھ مانگتی تھی ا۔ تو اس نے میرے پاس ایک چھوہارے کے سوا کچھ نہ پایا میں نے اسے وہ ہی دے دیا ۲۔ اس نے وہ اپنی لڑکیوں میں بانٹ دیا اس میں سے خود نہ کھایا ۳۔ پھر اٹھی اور چلی گئی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے حضور کو یہ خبر دی تو فرمایا جو

marfat.com

اِلَیْہِنَّ کُنَّ لَہٗ سِتْرًا مِنَ النَّارِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

کوئی بیٹیوں میں مبتلا کر دیا جاوے ۴۔ پھر ان سے اچھا سلوک کرے تو وہ اس کے لئے آگ سے آڑ ہو جائیں گی ۵۔ (مسلم بخاری)

(۴۷۲۸) ۱۔ مرات کی دوسری جلد باب السوال میں گزر گیا کہ بعض مجبوریوں میں مانگنا جائز ہے یہ بی بی صاحبہ انہیں مجبوریوں میں پھنسی ہوگی اس لئے اسے سوال درست تھا۔ ۲۔ یعنی میرے پاس سواء ایک کھجور کے اور کچھ نہ تھا میں نے وہ اسے دیدی معلوم ہوا کہ جہاں تک ہو سکے فقیر کو کچھ دے دے تھوڑے بہت کا خیال نہ کرے فقیر بھی تھوڑے کی شکایت نہ کرے تھوڑی چیز قبول ہو جاوے تو بہت ہے اگر بہت سی چیز قبول نہ ہو تو وہ کچھ بھی نہیں۔ ۳۔ یعنی وہ خود بھی بھوکی تھی اس کی دونوں بچیاں بھی بھوکی تھیں مگر اس نے بچیوں کو کھلا دیا خود کچھ نہ کھایا یہ ناممکن ہے کہ خود سیر ہو اور بچیاں بھوکی ہوں۔ ۴۔ معلوم ہوا کہ بیٹیاں ملنا بھی رب کی طرف سے آزمائش ہے اکثر لوگ اس سے گھبرا جاتے ہیں اس پر صبر کرنا چاہیے کہ بے صبری سے اجر بھی جاتا رہتا ہے ۵۔ یعنی یہ بیٹیاں اس کے لئے دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہوں گی کہ وہ دوزخ میں جائے گا ہی نہیں یا اگر گیا تو وہاں دوزخ کی آگ اس تک نہ پہنچ سکے گی۔ یہ بیٹیاں پردہ بن کر اسے محفوظ رکھیں گی مگر شرط یہ ہی ہے کہ ان پر گھبرائے نہیں ان سے اچھا سلوک کرے اس اجر کی وجہ یہ ہے کہ لڑکوں سے لوگوں کو بہت امیدیں وابستہ ہیں کہ جوان ہو کر ہماری خدمت کریں گے لڑکیوں پر خرچ ہی کرنا ہوتا ہے وہ بھی بغیر کسی امید کے مگر دیکھا گیا ہے کہ آج کل بمقابلہ لڑکوں کے لڑکیاں ماں باپ کی خدمت بھی زیادہ کرتی ہیں اور ان کے مرے بعد ختم فاتحہ زیادہ لڑکیاں ہی کرتی ہیں کوئی خوش نصیب ہی لڑکوں سے آرام پاتے ہیں اکثر لڑکے بدنام اور بربادی کرتے ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَنَا وَھُوَ ھٰکَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَہٗ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۷۲۹) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دو لڑکیوں کو پالے حتی کہ وہ جوان ہو جاویں تو میں اور وہ قیامت کے دن ایسے آئیں گے اور اپنی انگلیوں کو ملایا ۱۔ (مسلم)

(۴۷۲۹) ۱۔ یعنی خوش دلی سے دو لڑکیوں کو پال دینا خواہ اپنی بیٹیاں ہوں یا بہنیں ہو یا یتیمہ بچیاں قیامت میں مجھ سے قرب کا ذریعہ ہے اور جسے اس دن حضور کا قرب نصیب ہو جاوے اسے سب کچھ مل جاوے شعر:۔

☆ گر محمد کا ساتھ ہو جائے ☆ پھر تو سمجھو نجات ہو جائے ☆

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلسَّاعِیْ عَلَی الْاَرْمِلَۃِ وَالْمِسْکِیْنِ کَالسَّاعِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَحْسِبُہٗ قَالَ کَالْقَآئِمِ لَا یَفْتُرُ وَکَالصَّائِمِ لَا یُفْطِرُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۷۳۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شوہر والی اور مسکینوں پر خرچ کرنے والا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کی طرح ہے ۱۔ مجھے خیال ہے کہ فرمایا اس کی طرح جو تھکے نہیں اور اس روزے دار کی طرح جو افطار نہ کرے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۷۳۰) ۱۔ ارامل جمع ہے ارمل کی جس کا مادہ رمل (ریگستان) چونکہ ریگستان باغات و سبزہ سے خالی ہوتا ہے اس لئے بے شوہر عورت کو ارملہ اور بے بی بی والے مرد کو ارمل کہتے ہیں خواہ کنواری ہوں یا بیوہ یا خاوند نے طلاق دیدی ہو یا خاوند نے اسے معلقہ کر

marfat.com

رکھا ہو اگر یہ فقیر ہے تو اس پر خرچ بھی کرے اور اس کا کام کاج بھی اگر غنی ہے تو کام کاج کرے اس کا سودا سلف وغیرہ لادیا کرے لفظ سائی ان دونوں کو شامل ہے (مرقات و اشعہ) ایسے شخص کا ثواب تو مجاہد و غازی فی سبیل اللہ کی طرح یا اس کے برابر ہے یہ خدمت بھی ایک قسم کا جہاد ہے۔ ۲۔ یعنی جس قسم کا یا جتنا ثواب اس انتھک عابد کو ملتا ہے جو صائم الدہر قائم اللیل ہو اس قسم کا یا اتنا ثواب اس خدمت کرنے والے کو ملتا ہے احسب فرمانے والے حضرت ابو ہریرہ ہیں قال کا فاعل حضور (مرقات)

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهٗ وَلِغَيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَ اَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَ فَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۷۳۱) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اور یتیم کا پالنے والا۔ خواہ اپنا ہو یا غیر کا ۲۔ جنت میں اسی طرح ہوں گے اور کلمہ کی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا ان کے درمیان کچھ کشادگی فرمائی ۳۔ (بخاری)

(۴۷۳۱) ۱۔ یتیم وہ نابالغ انسان ہے جس کا والد فوت ہو چکا ہو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی لفظ یتیم ان دونوں کو شامل ہے (مرقات) جانوروں میں یتیم وہ چھوٹا بچہ جس کی ماں مرگئی ہو اور موتی وہ یتیم کہلاتا ہے جو اپنی سیپ میں اکیلا ہو یہاں انسان یتیم مراد ہے لڑکا یا لڑکی ۲۔ یعنی وہ یتیم خواہ اپنا پوتا نواسا بھتیجا' بھانجا ہو یا کوئی غیر کا بچہ جس سے یہ رشتہ داریاں نہ ہوں۔ ۳۔ یعنی جیسے ان دونوں انگلیوں میں کوئی فاصلہ نہیں ایسے ہی قیامت میں مجھ میں اور اس میں کوئی فاصلہ اور دوری نہ ہوگی اس کو مجھ سے بہت ہی قرب نصیب ہوگا۔

وَعَنِ النُّعْمٰنِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۷۳۲) روایت ہے حضرت نعمان بن بشیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم مسلمانوں کو آپس کی رحمت کی محبت آپس کی مہربانی میں ایک جسم کی طرح دیکھو گے ۱۔ کہ جب ایک عضو بیمار ہو جائے تو سارے جسم کے اعضا بے خوابی اور بخار کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۷۳۲) ۱۔ یعنی کامل مسلمان ایمان اسلامی رشتہ کی وجہ سے ایسے ہیں جیسے ایک جسم کے اعضاء جن کے نام بھی مختلف ہیں۔ کام اور شکل و صورت بھی جداگانہ مگر چونکہ ان سب کی روح ایک ہے اس لئے ایک عضو کی تکلیف تمام اعضاء کو بے قرار کردیتی ہے یوں ہی مختلف ممالک کے مسلمانوں کے نام 'کام' زبان' غذا دنیاوی رہن سہن مختلف ہیں مگر ان سب کا نبی حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہیں لہٰذا ایک کی تکلیف سارے مسلمانوں کو بے قرار کردیتی ہے۔ مگر یہ کیفیت زندہ مسلمانوں کی ہے جو مردہ یا بے حس ہو گئے وہ مردہ جسم یا سوکھے ہوئے اعضاء کی طرح ہیں کہ ایک کو چوٹ لگاؤ دوسرے کو خبر نہ ہو ۲۔ یعنی ایک عضو کو بیماری ہو تو سارے اعضاء بے قرار ہو کر اس کی تکلیف دفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب تک اسے آرام نہ ہو جاوے یہ چین سے نہیں رہتے یوں ہی ایک مسلمان کی تکلیف کو ساری قوم مل کر دفع کرتی ہے اس کے بغیر چین سے نہیں بیٹھتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوب سے وابستگی نصیب کرے اور ہماری قوم کا یہ ہی حال ہو جاوے اب تو یہ حال ہے کہ مصرع سوئی ہوئی قومیں جھاگ اٹھیں

marfat.com

بیدار مسلمان سوتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهُ اشْتَكٰى كُلُّهُ وَاِنِ اشْتَكٰى رَاْسُهُ اشْتَكٰى كُلُّهُ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۷۳۳) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان ایک شخص کی طرح ہیں اگر اس کی آنکھ دکھے تو سارا جسم بیمار ہو جاوے اور اگر اس کا سر درد کرے تو سارا جسم بیمار ہو جاوے ا۔ (مسلم)

(۴۷۳۳) ا۔ یعنی قوم مسلم گویا ایک جسم ہے افراد مسلم گویا اس جسم کے اعضاء ایمان مسلم گویا اس جسم کی جان ہے۔ حرارت و غیرت ایمانی کو گویا ایمان سے تعلق ہے اس تعلق کا نتیجہ ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کی تکلیف سارے افراد کی تکلیف ہے خیال رہے کہ غدار مسلمانوں کو قوم سے نکالنا ایسا ہے جیسے گلے سڑے عضو کو جسم سے کاٹ دینا تاکہ اس کا فساد دوسرے اعضاء میں نہ پہنچے۔

وَعَنْ اَبِىْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۷۳۴) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، کہ فرمایا مسلمان، مسلمان کے لئے دیوار کی طرح ہے کہ اس کا بعض سے بعض مضبوط ہوتا ہے ا۔ اور اپنی انگلیوں کو گتھادیا ۲۔

(۴۷۳۴) ا۔ یعنی مومنوں کے دنیاوی اور دینی کام ایک دوسرے سے مل جل کر مکمل ہوتے جیسے مکان کی دیوار میں ایک دوسرے سے مل کر مکان مکمل کرتی ہیں۔ ۲۔ اس طرح کہ ایک ہاتھ شریف کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں داخل کردیں یعنی گتھادیں یہ سمجھانے کے لئے کہ جیسے یہ انگلیاں ایک دوسرے میں داخل ہو گئیں ایسے ہی مسلمان ایک دوسرے میں گتھے ہوئے ہیں کہ یہ کبھی بے تعلق نہیں ہو سکتے گتھانے والے یا حضرت ابو موسیٰ اشعری ہیں یا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ مثال یہ بتانے کے لئے ہے کہ مسلمانوں کے بعض کے بعض پر حقوق ہیں۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا اَتَاهُ السَّآئِلُ اَوْ صَاحِبُ الْحَاجَةِ قَالَ اشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا وَيَقْضِى اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ رَسُوْلِهٖ مَا شَآءَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۷۳۵) روایت ہے انہیں سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ جب حضور کے پاس سوالی یا حاجت مند آتا تو فرماتے اے صحابہ سفارش کرو ثواب دیئے جاؤ گے ا۔ اور اللہ اپنے رسول کی زبان پر جو چاہے فیصلہ فرمائے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۷۳۵) ا۔ یعنی اس سائل یا حاجت مند کی حاجت روائی کے لئے ہم سے سفارش کرو تم کو سفارش کرنے کا ثواب ملے گا معلوم ہوا کہ حاکم سے حق اور اہل حق کی سفارش کرنا ثواب ہے کہ نیکی کرنا نیکی کرانا نیکی کا مشورہ دینا سب ہی ثواب ہے باطل کی سفارش گناہ ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ شرعی حدود میں سفارش حرام ہے اور تعزیرات میں سفارش جائز (اشعہ) ۲۔ یعنی اگر ہم تمہاری سفارش کے مطابق فیصلہ کریں تو تمہاری سفارش کی وجہ سے نہ کریں گے بلکہ بہ حکم الٰہی اور اگر سفارش قبول نہ کریں اس کے خلاف فیصلہ کریں تو بھی تمہاری سفارش کی مخالفت سے نہیں بلکہ یہ دونوں عمل بہ حکم الٰہی ہوں گے کیونکہ ہماری زبان پر رب تعالیٰ کلام فرماتا ہے ہمارے کام رب کے کام ہیں ہاں تم کو بہرحال ثواب مل جاوے گا خواہ سفارش قبول ہو یا نہ ہو لہٰذا تم سفارش قبول نہ

marfat.com

ہونے پر ملول نہ ہو اور آئندہ سفارش چھوڑ نہ دو۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ اَنْصُرُهٗ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُهٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِكَ نَصْرُكَ اِيَّاهُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۷۳۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی مظلومیت میں تو مدد کروں گا۔ ظالم ہونے پر اس کی مدد کیسے کروں فرمایا اسے ظلم سے روک دو یہ ہے تمہاری اسے امداد۔ ۲۔ (مسلم، بخاری)

(۴۷۳۶) ا۔ یعنی اپنے بھائی مسلمان کی بہرحال مدد کرو خواہ تمہاری مدد اس کو خوش کرے یا مغموم کرے ۲۔ یعنی ظالم کو ظلم سے روک دینا ہی اس کی بڑی مدد ہے کہ اسے مظلوم کی بددعاؤں سے اللہ کے عذاب سے بچالیتا ہے ایک شاعر کہتا ہے۔ یعنی قدرت پاکر کسی پر ظلم نہ کرو کہ ظلم کا انجام ندامت ہے تم تو رات کو سو جاؤ گے مگر مظلوم نہ سوئے گا۔ تم پر رات میں بددعا کرے گا اللہ کی آنکھ سوتی نہیں وہ اس وقت اس کو دیکھتی ہے (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۷۳۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے ا۔ نہ تو اس پر ظلم کرے نہ اسے رسوا کرے ۲۔ اور جو اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہے گا اللہ اس کی حاجت میں رہے گا۔ اور جو مسلمان سے کوئی تکلیف دور کرے گا۔ اللہ اس سے قیامت کے دن کی تکلیف دور کرے گا ۳۔ اور جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا قیامت کے دن اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا ۴۔ (مسلم بخاری)

(۴۷۳۷) ا۔ یعنی مسلمان مسلمان کا دینی و اسلامی بھائی ہے یا مسلمان مسلمان کے لئے سگے بھائی کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی اہم کہ نسبی بھائی کو ماں باپ نے بھائی بنایا اور مسلمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی بنایا۔ حضور سے رشتہ غلامی قوی ہے ماں باپ سے رشتہ نسبی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضور مسلمانوں کے بھائی نہیں حضور تو مثل والد کے ہیں اس لئے حضور کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں بھاوج نہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن و مسلم ہم معنی ہیں کہ قرآن کریم نے مومنوں کو بھائی قرار دیا۔ **انما المؤمنون اخوۃ** اور حضور نے یہاں مسلمون کو (از مرقات) خیال رہے کہ یہاں بھائی ہونا رحمت و شفقت کے لحاظ سے ہے نہ کہ احکام کے اعتبار سے ۲۔ **یسلم** بنا ہے اسلام سے جس کا مادہ سلم۔ بمعنی سلامتی ہے ہمزہ سلب کا تو معنی ہوئے سلامت نہ رکھنا یعنی اسے ہلاک کر دینا یا مدد کی ضرورت پر اسے بے یار و مددگار چھوڑ دینا ۳۔ سبحان اللہ کیسا پیارا وعدہ ہے مسلمان بھائی کی تم مدد کرو اللہ تمہاری مدد کرے گا مسلمان کی حاجت روائی تم کرو اللہ تمہاری حاجت روائی کرے گا معلوم ہوا کہ بندہ بندہ کی حاجت روائی کر سکتا ہے یہ شرک نہیں بندہ بندہ کا حاجت روا مشکل کشا ہے ۴۔ یعنی اگر کوئی حیادار آدمی ناشائستہ حرکت خفیہ کر بیٹھے پھر پچھتائے تو تم اسے خفیہ سمجھا دو کہ اس کی اصلاح ہو جاوے اسے بدنام نہ کرو اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ کی قیامت میں تمہارے گناہوں کا

marfat.com

حساب خفیہ ہی لے لے گا۔ تمہیں رسوا نہ کرے گا۔ ہاں جو کسی کی ایذاء کی خفیہ تدبیریں کر رہا ہو یا خفیہ حرکتوں کا عادی ہو چکا ہو اس کا اظہار ضرور کر دو تاکہ وہ شخص ایذا سے بچ جاوے یا یہ توبہ کرے یہ قیدیں ضرور خیال میں رہیں غرضیکہ صرف بدنامی سے کسی کو بچانا اچھا ہے مگر اس کے خفیہ ظلم سے دوسرے کو بچانا یا اس کی اصلاح کرنا بھی اچھا ہے یہ فرق خیال میں رہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو مسلمان کی ایک عیب پوشی کرے رب تعالیٰ اس کی سات سو عیب پوشیاں کرے گا۔ لہٰذا کرتہ کی تنوین تعظیمی ہے اور سترہ اللہ میں ستر مطلق بمعنی کمال ہے رب تعالیٰ کی عطائیں ہمارے خیالات سے ورا ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ وَلَا یَحْقِرُهٗ اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِهٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ۔

(۴۷۳۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے حقیر جانے ۱؎ تقویٰ یہاں ہے اور اپنے سینہ کی طرف اشارہ فرماتے تھے تین بار ۲؎ انسان کے لئے یہ شر کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ مسلمان پر مسلمان کی ہر چیز حرام ہے۔ اس کا مال اس کی آبرو ۳؎۔ (مسلم)

(۴۷۳۸) ۱؎ یعنی مسلمان کو نہ تو دل میں حقیر جانو نہ اسے حقارت کے الفاظ سے پکارو یا برے لقب سے یاد کرو نہ اس کا مذاق بناؤ آج ہم میں یہ عیب بہت ہے۔ پیشوں، نسبوں، یا غربت و افلاس کی وجہ سے مسلمان بھائی کو حقیر جانتے ہیں حتیٰ کہ صوبجاتی تعصب ہم میں بہت ہو گیا کہ وہ پنجابی ہے۔ وہ بنگالی، وہ سندھی، وہ سرحدی اسلام نے یہ سارے فرق مٹا دیئے۔ شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رس چوس لیتی ہے تو ان کا نام شہد ہو جاتا ہے۔ مختلف لکڑیوں کو آگ جلاوے تو اس کا نام راکھ ہو جاتا ہے۔ آم، جامن، ببول کا فرق مٹ جاتا ہے یوں ہی جب حضور کا دامن پکڑ لیا تو سب مسلمان ایک ہو گئے حبشی ہو یا رومی مولانا جامی فرماتے ہیں۔ شعر:۔

☆ بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی ☆ کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست ☆

۲؎ یعنی اسلام میں عزت تقویٰ و پرہیزگاری سے ہے اور تقویٰ کا اصلی ٹھکانہ دل ہے تمہیں کیا خبر کہ جس مسکین مسلمان کو تم حقیر سمجھتے ہو اس کا دل تقویٰ کی شمع سے روشن ہو اور وہ اللہ کا پیارا ہو تم سے اچھا ہو۔ شعر:۔

☆ خاکساران جہاں را بحقارت منگر ☆ تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد ☆

صوفیاء کرام اس جملہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ حضور نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تقویٰ و پرہیزگاری یہاں ہے یعنی تقویٰ کی کان پرہیزگاری کا مرکز میرا سینہ ہے میرے سینہ سے تمام اولیاء و علماء کے دلوں کی طرف تقویٰ کے دریا بہتے ہیں ان سینوں سے عوام کے سینوں کی طرف تقویٰ کی نہریں نکلیں (مرقات) حضور کا سینہ کشف غیوب کا آئینہ ہے کونین میں حضور کی عطائیں بہتی ہیں (مرقات) ۳؎ یعنی کوئی مسلمان کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی اجازت نہ لے کسی کی آبروریزی نہ کرے کسی مسلمان کو ناحق اور ظلماً قتل نہ کرے کہ یہ سب سخت جرم ہیں۔

وَعَنْ عِیَاضِ بْنِ حِمَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ ثَلٰثَةٌ

(۴۷۳۹) روایت ہے حضرت عیاض ابن حمار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی لوگ تین ہیں ۱؎ وہ حاکم

marfat.com

ذُوْسُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُتَصَدِّقٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِيْمٌ رَقِيْقُ الْقَلْبِ لِكُلِّ ذِيْ قُرْبٰى وَمُسْلِمٍ وَعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْعِيَالٍ وَاَهْلُ النَّارِ خَمْسَةٌ الضَّعِيْفُ الَّذِيْ لَازَبْرَ لَهُ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْكُمْ تَبَعٌ لَّا يَبْتَغُوْنَ اَهْلًا وَّلَا مَالًا وَالْخَآئِنُ الَّذِيْ لَا يَخْفٰى لَهٗ طَمَعٌ وَاِنْ دَقَّ اِلَّا خَانَهٗ وَرَجُلٌ لَا يُصْبِحُ وَلَا يُمْسِيْ اِلَّا وَهُوَ يُخَادِعُكَ عَنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ وَذَكَرَ الْبُخْلَ اَوِ الْكَذِبَ وَالشِّنْظِيْرُ الْفَحَّاشُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

جو عدل والا صدقہ والا توفیق والا ۲۔ اور وہ شخص جو رحم دل اور نرم دل ہو ہر قرابت والے پر ۳۔ اور وہ مسلمان جو پاک دامن سوال کرنے سے بچنے والا عیال دار ہو ۴۔ آگ والے پانچ ہیں وہ کمزور جس کی خود اپنی کوئی رائے نہ ہو ۵۔ جو کہ تم میں رہیں تمہارے تابع ہو کہ نہ گھربار چاہتے ہیں۔ نہ مال ۶۔ اور وہ خیانت والا جس کی ہوس ڈھکی چھپی نہیں رہتی۔ اگرچہ معمولی چیز ہو۔ مگر خیانت کر لیتا ہو ۷۔ اور وہ شخص جو نہیں صبح کرتا نہیں شام کرتا مگر وہ تم کو دھوکہ دیتا رہتا ہے تمہارے گھربار اور تمہارے مال میں ۸۔ اور حضور نے کنجوسی اور جھوٹ کا بھی ذکر فرمایا ۹۔ اور بدخلق اور فحش گو ۱۰۔ (مسلم)

(۴۷۳۹) ۱۔ یعنی میری امت میں تین قسم کے لوگ یقیناً جنتی ہیں ۲۔ یعنی جسے اللہ حکومت بھی دے تو وہ لوگوں کے ساتھ بھلائی اور سلوک کرے اسے خیر کرنے خیر کرانے کی توفیق ملے کہ حاکم درست ہو جانے سے رعایا خود درست ہو جاتی ہے ۳۔ یعنی عوام مسلمانوں پر عموماً اور اپنے عزیز قرابت داروں پر خصوصاً مہربان ہو ۴۔ یعنی وہ مسلمان جو باوجود عیالدار ہونے کے کسی سے بھیک نہ مانگے گناہ کے قریب نہ جاوے۔ ۵۔ یعنی اس میں اتنی عقل نہ ہو جو اسے برائیوں سے بچائے کبھی آخرت کے نفع نقصان کو سوچتا ہی نہ ہو جانوروں کی طرح صرف کھانے عیش کرنے کی فکر میں لگا رہے ۶۔ یعنی حلال بیوی رکھتے نہیں حلال روزی کماتے نہیں محنت سے جی چراتے ہیں غیر عورتوں پر نظر حرام رکھتے ہیں۔ غیروں کا مال ناجائز طور پر کھانے کے درپے رہتے ہیں یہ لوگ نرے دوزخی ہیں۔ ۷۔ یعنی اسے خیانت کرنے کی عادت ہو گئی معمولی چیز حقیر سی امانت میں خیانت کرنے سے باز نہیں رہتا یعنی وہ گنہگار بھی ہو ذلیل طبیعت والا بھی یہ بھی دوزخی ہے یہ عادات خالص دوزخیوں کے ہیں ۸۔ صبح شام سے مراد ہمیشہ ہے یعنی وہ دھوکہ دینے کا عادی ہو چکا ہو۔ تم سے جب بھی کلام یا کوئی معاملہ کرے دھوکہ ہی دے یہ بھی دوزخی ہے۔ ۹۔ چونکہ راوی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ الفاظ طیبہ یاد نہ رہے جو حضور نے بخل اور جھوٹ کے متعلق فرمائے اس لئے راوی نے اس طرح بیان کیا۔ اگر اسے الفاظ طیبہ یاد ہوتے تو باقاعدہ بطریق روایت ارشاد کرتے۔ ۱۰۔ **شنظیر فحاش بخل وکذب** کا معطوف ہے تو ہی حالت میں ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے **شنظیر** اور فحاش کا بھی ذکر فرمایا کہ وہ بھی دوزخی ہیں **شنظیر** بروزن خنزیر بمعنی بدخلق سخت طبیعت اور ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں مبتداء ہوں اور ان کی خبر من اہل النار پوشیدہ ہو تو یہ دونوں مرفوع ہوں گے مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں والفحاش ہے یعنی فحاش معطوف ہے **الشنظیر** پر تب تو معنی بالکل ظاہر ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔

(۴۷۴۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا حتی کہ اپنے بھائی کے لئے وہ ہی

marfat.com

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے ۱۲ (مسلم بخاری)

(۴۷۴۰) ۱۔ یہ فرمان عالی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کلمات سے ہے ان چند لفظوں میں دونوں جہان کی خوبیاں جمع ہیں یعنی کوئی شخص مومن کامل اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے بھائی مسلمان کے لئے دینی و دنیاوی وہ چیز نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے اسی کا ترجمہ ہے کہ آنچہ بر خود نہ پسندی بہ دیگراں ملپسند' خیال رہے کہ یہاں خیر مراد ہے ہر مسلمان کے لئے دنیا و آخرت کی خیر چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو اس خیر کا ظہور مختلف طریقوں سے ہوتا ہے کسی کے لئے دولت مندی خیر ہے کسی کے لئے فقیری خیر کسی کے لئے خلوت خیر ہے کسی کے لئے جلوت خیر لہٰذا اگر خلوت نشین مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے جلوت چاہے جسے جلوت بہتر ہو تو اس فرمان کے خلاف نہیں تمام مسلمانوں میں پاور ایک ہی ہے مگر پاور کے اثرات مختلف ہیں جیسے پاور ہیٹر میں پہنچے تو گرمی دیتا ہے فرن میں پہنچے تو ٹھنڈک (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِیْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۷۴۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی قسم نہیں مومن ہوتا اللہ کی قسم مومن نہیں ہوتا اللہ کی قسم مومن نہیں ہوتا ۱۔ عرض کیا گیا کون یا رسول اللہ فرمایا وہ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۷۴۱) ۱۔ تین بار فرمانا تاکید کے لئے ہے **لا یؤمن** میں کمال ایمان کی نفی ہے یعنی مومن کامل نہیں ہو سکتا نہیں ہو سکتا ۲۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی وضاحت پہلے ہی نہ فرمادی بلکہ سائل کے پوچھنے پر بتایا تاکہ سننے والوں کے دل میں یہ بات بیٹھ جاوے جو بات انتظار اور پوچھ گچھ کے بعد معلوم ہو وہ بہت دلنشین ہوتی ہے اگرچہ ہر مسلمان کو اپنی شر سے بچانا ضروری ہے مگر پڑوسی کو بچانا نہایت ہی ضروری کہ اس سے ہر وقت کام رہتا ہے وہ ہمارے اچھے اخلاق کا زیادہ مستحق ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **والجار ذی القربیٰ والجار الجنب**

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۷۴۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا ۱۔ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو ۲۔

(۴۷۴۲) ۱۔ یعنی صالحین اور نجات پانے والوں کے ساتھ وہ جنت میں نہ جاوے گا اگرچہ سزا پا کر بہت عرصہ کے بعد وہاں پہنچ جاوے لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ **من قال لا الہ الا اللہ یدخل الجنۃ** ۲۔ افسوس کہ یہ سبق آج بہت سے مسلمان بھول گئے اب تو ان کے تیر کا پہلا شکار ان کا پڑوسی ہی ہوتا ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا زَالَ جِبْرَئِيْلُ يُوْصِيْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ۔

(۴۷۴۳) روایت ہے حضرت عائشہ اور ابن عمر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ مجھے جناب جبریل پڑوسی کے متعلق مجھے حکم الٰہی پہنچاتے رہے ۱۔ حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو

marfat.com

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وارث بنادیں گے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۷۴۳) ا۔ یہاں وصیت سے مراد اصطلاحی وصیت نہیں بلکہ تاکیدی حکم مراد ہے اور حکم کس کا احکم الحاکمین کا نہ کہ حضرت جبریل کا حضرت جبریل حضور کے حاکم نہیں حضور کے خادم ہیں رب کی طرف سے فرمان رساں فیضان رساں ہیں یو میسنی سے مراد ہیں حضور کی امت کے لئے حضور کو حکم پہنچاتے ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ حکم پہنچادو ۲۔ یعنی مجھے یہ خیال ہوا کہ اللہ تعالی مسلمانوں کو پڑوسی کی مالی میراث میں شریک کردیں گے کہ قرابت کی طرح یہ وصیت بھی میراث پانے کا ذریعہ ہو جاوے گی حضور کی میراث مراد نہیں کہ حضرات انبیاء کرام کی مالی میراث کسی کو نہیں ملتی۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كُنْتُمْ ثَلٰثَةً فَلَا يَتَنَاجٰى اثْنَانِ دُوْنَ الْاٰخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجْلِ اَنْ يُحْزِنَهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۷۴۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم تین ہو ا۔ تو تیسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کرو حتی کہ تم لوگوں سے خلط ملط ہو جاؤ اس لئے کہ یہ بات اسے غمگین کرے گی ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۷۴۴) ا۔ خواہ کسی مجلس میں تین مسلمان ہوں یا کسی راستہ پر جاتے ہوئے تین شخص ہمراہ ہوں یہاں ہمراہی اور مصاحبت مراد ہے لہٰذا حدیث صاف ہے۔ ۲۔ یعنی اگر تین ساتھیوں میں سے دو خفیہ سرگوشی کریں گے تو تیسرے کو اندیشہ ہو گا کہ کوئی بات میرے خلاف طے کی جاوے گی میرے خلاف مشورہ کر رہے ہیں جب تین سے زیادہ آدمی ہوں تو باقی کسی کو یہ خطرہ نہ ہو گا کہ میرے خلاف سازش ہو رہی ہے۔ خیال رہے کہ یہ ممانعت وہاں ہے جہاں تیسرے کو اپنے متعلق یہ شبہ ہو سکتا ہو اگر یہ شبہ نہ ہو سکے تو بلا کراہت یہ عمل جائز ہے لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ فاطمہ زہرا حاضر ہوئیں۔ حضور نے انہیں مرحبا کہا اور ان سے کچھ سرگوشی فرمائی۔

وَعَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ ثَلٰثًا قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۷۴۵) روایت ہے حضرت تمیم داری سے ا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے ۲۔ تین بار فرمایا۔ ہم نے عرض کیا کہ کس کی فرمایا اللہ کی ۳۔ اس کی کتاب کی ۴۔ اور اس کے رسول کی ۵۔ اور مسلمانوں کے اماموں کی ۶۔ اور عوام کی ۷۔ (مسلم)

(۴۷۴۵) ا۔ آپ کا نام تمیم ابن اوس ابن دار ہے آپ عیسائی تھے ۹ ہجری میں ایمان لائے آپ سے کل اٹھارہ احادیث مروی ہیں جن میں سے صرف یہ ایک حدیث صحیحین میں ہے آپ شب کو نوافل میں ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرتے تھے اور کبھی ایک آیت صبح تک بار بار پڑھتے اور روتے رہتے تھے اولاً مدینہ منورہ میں رہے حضرت عثمان کی شہادت کے بعد شام چلے گئے وہاں ہی وفات پائی مسجد نبوی میں سب سے پہلے چراغ آپ نے ہی روشن کئے (مرقات) چراغاں کیا ۲۔ نصیحت بنا ہے صح سے ۔ بمعنی خالص ہونا عرب کہتے ہیں نصیحت العسل عن الشمع میں نے شہد کو موم سے خالص کر لیا اصطلاح میں کسی کی خالص خیر خواہی کرنا جس میں بدخواہی کا شائبہ نہ ہو یا خلوص دل سے کسی کا بھلا چاہنا نصیحت ہے یہ بھی جامع کلمات میں سے ہے کہ اس ایک لفظ میں لاکھوں

marfat.com

چیزیں شامل ہیں۔ حتیٰ کہ اعتقاد کو کفر سے خالص کرنا عبادات کو ریا سے پاک و صاف کرنا معاملات کو خرابیوں سے بچانا سب ہی نصیحت میں داخل ہیں۔ ۳۔ اللہ کے لئے نصیحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق خالص اسلامی عقیدہ رکھنا خلوص دل سے اس کی عبادت کرنا اس کے محبوبوں سے محبت دشمنوں سے عداوت رکھنا اس کے متعلق اپنے عقیدے خالص رکھنا اس کی شرح بہت وسیع ہے (مرقات) ۴۔ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کی نصیحت یہ ہے کہ اس کے کتاب اللہ ہونے پر ایمان رکھنا اس کی تلاوت کرنا اس میں بقدر طاقت غور کرنا اس پر صحیح عمل کرنا اس پر سے مخالفین کے اعتراضات دفع کرنا غلط تاویلیوں تحریفوں کی تردید کرنا۔ ۵۔ اللہ کے رسول یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت یہ ہے کہ انہیں تمام نبیوں کا سردار ماننا ان کے تمام صفات کا اعتراف کرنا جان و مال و اولاد سے زیادہ انہیں پیارا رکھنا ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا ان کا ذکر بلند کرنا۔ ۶۔ اماموں سے مراد یا تو اسلامی بادشاہ اسلامی حکام ہیں یا علماء دین مجتہدین کاملین اولیاء واصلین ہیں۔ ان کی نصیحت یہ ہے کہ ان کے ہر جائز حکم کی بقدر طاقت تعمیل کرنا لوگوں کو ان کی اطاعت جائزہ کی طرف رغبت دینا آئمہ مجتہدین کی تقلید کرنا ان کے ساتھ اچھا گمان رکھنا (مرقات) علماء کا ادب کرنا ۷۔ عام مسلمانوں کی نصیحت یہ ہے کہ بقدر طاقت ان کی خدمت کرنا ان سے دینی و دنیا مصیبتیں دور کرنا ان سے محبت کرنا ان میں علم دین پھیلانا۔ اعمال نیک کی رغبت دینا جو چیز اپنے لئے پسند نہ کرے ان کے لئے پسند نہ کرنا یہ حدیث بہت ہی جامع ہے۔

وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۷۴۶) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۷۴۶) ا۔ حضور صلی اللہ علیہ سلم اپنے صحابہ سے ایمان تقویٰ پر بھی بیعت لیتے تھے اور نیک اعمال پر بھی یعنی میری معرفت رب تعالیٰ سے یہ وعدہ کرو کہ ہم نیک اعمال کریں گے گناہوں سے بچیں گے بیعت کی بہت قسمیں ہیں یہاں بیعت اعمال مراد ہے۔ بیعت کی اقسام ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن کے ضمیمہ میں ملاحظہ کرو۔ ایک بار حضرت جریر نے ایک شخص سے گھوڑا تین سو درہم میں خرید سودا طے ہو جانے پر فرمایا کہ تیرا گھوڑا زیادہ قیمت کا ہے اچھا چار سو دوں گا۔ پھر کہا نہیں پانچ سو دوں گا حتیٰ کہ آٹھ سو درہم تک بڑھا کر خرید لیا۔ بائع حیران ہو کر بولا حضرت یہ کیا فرمایا میں نے حضور سے بیعت کی ہے ہر مسلمان کی خیر خواہی پر یہ اس پر عمل ہے (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ اِلَّا مِنْ شَقِيٍّ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۴۷۴۷) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے سچے اور سچے کئے ہوئے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ رحمت نہیں نکالی گئی مگر بد بخت سے ا۔ (احمد، ترمذی)

marfat.com

(۴۷۴۷) ۱؎ یہاں بھی رحمت میں بڑی گنجائش ہے اپنے پر رحم کرنا کہ گناہوں سے بچنا مسلمانوں پر رحم کرنا بلکہ کفار پر رحم کرنا کہ انہیں دعوت اسلام دینا بلکہ جانوروں پر رحم کرنا کہ ان کے دانہ پانی کا خیال رکھنا۔ مقصد یہ ہے کہ بد بخت کی علامت یہ ہے کہ اس کا دل سخت ہوتا ہے اسے کسی پر رحم نہیں آتا لہٰذا نیک بخت کی علامت یہ ہے کہ وہ نرم دل ہوتا ہے سب پر رحم کرتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَآءِ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

(۴۷۴۸) روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے ۱؎ تم ان پر رحم کرو جو زمین میں ہیں تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے ۲؎۔ (ابوداؤد، ترمذی)

(۴۷۴۸) ۱؎ کیونکہ رحم و کرم والے بندے اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کے مظہر ہیں اللہ کے اخلاق سے موصوف ہیں رحمت سے مراد عام رحمت ہے۔ ۲؎ یعنی تم اللہ کی زمینی مخلوق پر رحم کرو انسانوں پر جانوروں پر تم پر وہ رحم کرے گا جس کی رحمت خاصہ جس کی سلطنت آسمانوں میں بھی ہے یعنی رب تعالیٰ یا اس سے مراد فرشتے ہیں یعنی فرشتے تمہاری حفاظت کریں گے تمہارے لئے دعاء مغفرت کریں گے۔ (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَيَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۴۷۴۹) روایت ہے ابن عباس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں ۱؎ جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے ۲؎ اور اچھی باتوں کا حکم نہ کرے اور بری باتوں سے منع نہ کرے ۳؎ ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۴۷۴۹) ۱؎ یعنی ہماری جماعت سے یا ہمارے طریقہ والوں سے یا ہمارے پیاروں سے نہیں یا ہم اس سے بیزار ہیں وہ ہمارے مقبول لوگوں میں سے نہیں یہ مطلب نہیں کہ وہ ہماری امت یا ہماری ملت سے نہیں کیونکہ گناہ سے انسان کافر نہیں ہوتا ہاں جو حضرات انبیاء کرام کی توہین کرے وہ اسلام سے خارج ہے۔ ۲؎ یعنی اپنے سے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اپنے سے بڑوں کا ادب نہ کرے چھوٹائی بڑائی خواہ عمر کی ہو خواہ علم کی خواہ درجہ کی یہ فرمان بہت عام ہے۔ خیال رہے صغیرنا اور کبیرنا فرما کر یہ بتایا کہ چھوٹے بڑے مسلمانوں کا ادب ان پر رحم چاہیے یہ قید بھی زیادتی اہتمام کے لئے ہے ورنہ کافر ماں باپ کا بھی مادری ادب کافر چھوٹے بھائی پر بھی قرابت داری کا رحم چاہیے جیسا کہ فقہاء کے فرامین اور دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے یوں ہی ان کے حقوق قرابت ادا کرے (اشعہ) ۳؎ ہر شخص اپنی طاقت اور اپنے علم کے مطابق دینی احکام لوگوں میں جاری کرے یہ صرف علماء کا ہی فرض نہیں سب پر لازم ہے حاکم ہاتھ سے برائیاں روکے عالم عام زبانی تبلیغ سے یہ فرض انجام دے فی زمانہ اس سے بہت غفلت ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا مِّنْ اَجْلِ سِنِّهٖ اِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ سِنِّهٖ مَنْ يُّكْرِمُهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۷۵۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی جوان کسی بوڑھے کا اس کی عمر کی وجہ سے احترام نہیں کرتا۔ مگر اللہ اس کے بڑھاپے پر اسے مقرر

marfat.com

کرے گا جو اس کا احترام کرے ا۔ (ترمذی)

(۴۷۵۰) ا۔ یعنی جو شخص بوڑھے مسلمان کا صرف اس لئے احترام کرے کہ اس کی عمر زیادہ ہے۔ اس کی عبادات مجھ سے زیادہ ہیں یہ مجھ سے پرانے اسلام والا ہے تو انشاء اللہ دنیا میں وہ دیکھ لے گا کہ اس کے بڑھاپے کے وقت لوگ اس کا احترام کریں گے اس وعدے میں فرمایا گیا کہ ایسا آدمی دراز عمر بھی پائے گا دنیا میں مال، عیش، عزت بھی اسے ملے گی آخرت کا اجر اس کے علاوہ ہے خود اس حدیث کے راوی حضرت انس نے حضور کی دس سال خدمت کی دیکھ لو کہ ان کی عمر ایک سو تین سال ہوئی ان کی زندگی میں ان کی اولاد کی تعداد ایک سو ہوئی یعنی اولاد اور اولاد کی اولاد ایک مخلوق نے ان سے احادیث روایت کیں۔ جہاں پہنچ جاتے تھے لوگ ان کی زیارت کے لئے جمع ہو جاتے تھے (مرقات) یہ ہے اس حدیث کا ظہور اور اس وعدہ نبوی کی جیتی جاگتی تصویر و تفسیر۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ اِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْہِ وَلَا الْجَافِیْ عَنْہُ وَاِکْرَامَ السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۴۷۵۱) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی تعظیم سے ہے بوڑھے مسلمان اور حامل قرآن کا احترام ا۔ جو حامل قرآن نہ تو اس میں زیادتی کرے نہ اس سے دور رہے ۲۔ اور عادل بادشاہ کا احترام کرنا ہے ۳۔ (ابوداؤد، بیہقی، شعب الایمان)

(۴۷۵۱) ا۔ سفید ڈاڑھی والے مسلمان کا احترام خود رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو وہ کریم اس سے شرم فرماتا ہے کہ ان ہاتھوں کو خالی پھیرے تو بندہ اس کا احترام کیوں نہ کرے حامل قرآن میں حافظ عالم دین قاری، مفسر، ہمیشہ تلاوت کرنے والا سب ہی داخل ہیں سب کا احترام چاہیے (مرقات) ۲۔ یعنی وہ حامل قرآن وہ عالم وہ حافظ قابل تعظیم ہیں جو بدمذہب بیدین نہ ہو جو قرآن کو لوگوں کے گمراہ کرنے کا ذریعہ بنائیں اس کی غلط تاویلیں کریں اس میں خیانتیں کریں اس کے ذریعہ مسلمانوں میں فتنہ فساد پھیلائیں ان پر تو خدا تعالیٰ کی بھی پھٹکار ہے بندوں کی بھی (مرقات) شعر:۔

☆ حافظا میخور و رندی کن و خوش باش وے ☆ دام تزویر مکن چوں دگراں قرآن را ☆

☆ احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر ☆ تاویل سے کر سکتے ہیں قرآن پاژند ☆

۳۔ منصف حاکم عدل والا بادشاہ اللہ کی رحمت ہے جس کے سایہ میں اللہ کی مخلوق آرام پاتی ہے وہ رعایا کے لئے مثل مہربان والد کے ہے اس لئے اس کا احترام ضروری ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْہِ یَتِیْمٌ یُحْسَنُ اِلَیْہِ وَشَرُّ بَیْتٍ فِی الْمُسْلِمِیْنَ بَیْتٌ فِیْہِ یَتِیْمٌ یُسَآءُ اِلَیْہِ۔ رَوَاہُ

(۴۷۵۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں بہترین گھر وہ گھر ہے۔ جس میں یتیم ہو جس سے اچھا سلوک کیا جاتا ہو ا۔ اور مسلمانوں میں بدترین گھر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو جس سے برا سلوک کیا جاتا ہو ۲۔ (ابن ماجہ)

(۴۷۵۲) ا۔ یتیم سے سلوک کی بہت صورتیں ہیں اس کی پرورش، اس کے کھانے پینے کا انتظام اس کی تعلیم و تربیت اسے دین

marfat.com

دار نمازی بنانا سب ہی اس میں داخل ہے غرضیکہ جو سلوک اپنے بچے سے کیا جاتا ہے وہ یتیم سے کیا جاوے یہ کلمہ بہت ہی جامع ہے۔ ۲۔ برے سلوک میں مذکورہ چیزوں کی مقابل تمام چیزیں داخل ہیں یتیم بچہ کو تعلیم تربیت کے لئے طمانچہ وغیرہ مارنا ظلم نہیں بلکہ اس کی اصلاح ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَسَحَ رَاْسَ یَتِیْمٍ لَمْ یَمْسَحْهُ اِلَّا لِلّٰهِ کَانَ لَهٗ بِکُلِّ شَعْرَةٍ یَمُرُّ عَلَیْهَا یَدُهٗ حَسَنَاتٌ وَمَنْ اَحْسَنَ اِلٰی یَتِیْمَةٍ اَوْ یَتِیْمٍ عِنْدَهٗ کُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِی الْجَنَّةِ کَهَاتَیْنِ وَقَرَنَ بَیْنَ اِصْبَعَیْهِ۔ (رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

(۴۷۵۳) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے ۱۔ نہیں پھیرتا مگر اللہ کے لئے تو اس کے لئے ہر بال کے عوض جس پر اس کا ہاتھ پھرے نیکیاں ہوں گی ۲۔ اور جو اپنے پاس رہنے والے یتیم یا یتیمہ سے بھلائی کرے جنت میں میں اور وہ ان کی طرح ہوں گے۔ اور اپنی دو انگلیاں ملائیں ۳۔ (احمد، ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(۴۷۵۳) ۱۔ ہاتھ پھیرنا محبت کے ساتھ ہو۔ یا اس سے مراد ہے مطلقاً معمولی سی مہربانی حقیری محبت مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں یتیم کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنا بھی عبادت ہے۔ ۲۔ حدیث بالکل ظاہر معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں واقعی جو شخص اپنے عزیز یا اجنبی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے محبت و شفقت کا یہ محبت صرف اللہ رسول کی رضا کے لئے ہو تو ہر بال کے عوض اسے نیکی ملے گی یہ ثواب تو خالی ہاتھ پھیرنے کا ہے جو اس پر مال خرچ کرے اس کی خدمت کرے اسے تعلیم و تربیت دے سوچ لو کہ اس کا ثواب کتنا ہو گا۔ ۳۔ یعنی وہ جنت میں میرا ساتھی یا پڑوسی ہو گا جیسے بادشاہ کے خدام بادشاہ کی کوٹھی میں ہی رہتے ہیں مگر خادم ہو کر ایسے ہی وہ بھی میرے ساتھ رہے گا مگر میرا امتی غلام ہو کر یہاں بھی احسن مطلق ہے یتیم بچہ سے کسی قسم کا سلوک ہو ثواب کا باعث ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود یتیم تھے اس لئے یتیم کی خدمت بڑی ہی اعلیٰ ہے مصرع یتیم ہو کے یتیموں کو پالنے والے۔ دو انگلیوں سے مراد کلمہ کی اور بیچ کی انگلی مراد ہے جن میں فاصلہ بالکل نہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰوٰی یَتِیْمًا اِلٰی طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ الْبَتَّةَ اِلَّا اَنْ یَّعْمَلَ ذَنْبًا لَا یُغْفَرُ وَمَنْ عَالَ ثَلٰثَ بَنَاتٍ اَوْ مِثْلَهُنَّ مِنَ الْاَخَوَاتِ فَاَدَّبَهُنَّ وَرَحِمَهُنَّ حَتّٰی یُغْنِیَهُنَّ اللّٰهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاِثْنَتَیْنِ قَالَ وَاِثْنَتَیْنِ حَتّٰی لَوْ قَالُوْا وَاحِدَةً لَقَالَ وَاحِدَةً وَمَنْ اَذْهَبَ اللّٰهُ بِکَرِیْمَتَیْهِ وَجَبَتْ

(۴۷۵۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شامل کرے ۱۔ تو اللہ اس کے لئے جنت یقینی طور پر لازم فرما دیتا ہے مگر یہ کہ کوئی ایسا گناہ کرے جو ناقابل بخشش ہو ۲۔ اور جو تین بیٹیاں یا ان کی مثل بہنوں کی پرورش کرے کہ انہیں ادب سکھائے ان پر مہربانی کرے حتیٰ کہ اللہ انہیں بے نیاز کر دے تو اللہ اس کے لئے جنت واجب کر دیتا ہے ۳۔ تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اور دو کو فرمایا یا دو کو حتیٰ کہ اگر لوگ کہتے یا ایک کو تو حضور فرما دیتے ایک کو ۴۔ اور اللہ جس کی پیاری دو چیزیں دور کر دے اس کے لئے

marfat.com

لَهُ الْجَنَّةُ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا كَرِيْمَتَاهُ قَالَ عَيْنَاهُ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

جنت واجب ہو گئی عرض کیا یا رسول اللہ دو پیاری چیزیں کیا ہیں۔ فرمایا اس کی دونوں آنکھیں۔ ۵۔ (شرح السنہ)

(۴۷۵۴) ۱۔ کھانے پانی میں شامل کرنا عام ہے خواہ اسے اپنے ساتھ کھلائے پلائے یا اسے اپنے گھر میں رکھ کر اس کی پرورش کرے یا یتیم خانہ بنا کر ان پر خرچ کرے۔ اب تو یتیم خانہ والے یتیموں سے بھیک منگواتے ہیں مسلمانوں میں بھکاریوں کی تعداد بڑھاتے ہیں ۲۔ یعنی شرک و کفر کہ یہ گناہ قابل بخشش نہیں رب فرماتا ہے **ان اللّٰہ لا یغفران یشرک بہ** شرک یہ اسی طرح حقوق العباد بھی کسی نیک عمل سے معاف نہیں ہوتے وہ تو ادا کرنا ہی پڑیں گے یا حق والے سے معاف کرانا ہوں گے (مرقات) ۴۔ عموماً بیٹوں سے دنیاوی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں کہ یہ جوان ہو کر ہماری خدمت کریں گے ہمیں کما کر کھلائیں گے لڑکیوں سے یہ امید نہیں ہوتی اس لئے لڑکیوں کا پالنا ان پر صبر کرنا ثواب ہے۔ لڑکیاں خواہ بیٹیاں ہوں خواہ بہنیں انہیں سکھانے سے مراد ہے علم دین سکھانا' سینا' پرونا اور جن ہنروں کی انہیں ضرورت ہے وہ سکھانا جس سے وہ کسی کی محتاج نہ رہیں۔ ۵۔ اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ کی رحمتیں اور اس کی بخششیں حضور کے قبضہ میں دی گئی ہیں جس نعمت کو چاہیں عام فرمادیں (مرقات) دیکھو جو وعدہ تین لڑکیوں کے پالنے پر کیا گیا تھا ایک امتی کے سوال پر وہ ہی وعدہ دو بیٹیوں کے پالنے پر ہو گیا یہ ہے حضور کا مختار من اللہ ہونا حضور کے مختار کل ہونے کے دلائل ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں ملاحظہ کرو۔ آنکھوں سے مراد آنکھوں کی روشنی ہے اگرچہ تمام اعضاء اللہ کی نعمت ہیں اور ہم کو پیاری مگر آنکھیں وہ نعمت ہیں جن کی مدد سے سارے اعضاء کام کرتے ہیں آنکھوں کے بغیر انسان محض دیوار بن کر رہ جاتا ہے اس پر صبر کرنا بہت ہی ثواب ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضور کے صدقہ سے ہماری آنکھیں بھی رکھے اور ثواب بھی عطا فرمائے وہ تو بڑا کریم ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يُؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَيْرٌ لَهٗ مِنْ اَنْ يَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَنَاصِحٌ الرَّاوِيْ لَيْسَ عِنْدَ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ بِالْقَوِيِّ

(۴۷۵۵) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص اپنے بچے کو ادب کی تعلیم دے اس کیلئے اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع خیرات کرے ۱۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ اور ناصح راوی محدثین کے نزدیک قوی نہیں ۲۔

(۴۷۵۵) ۱۔ یعنی اپنی اولاد کو ایک اچھی بات سکھانا خیرات کرنے سے افضل ہے کہ ایک صاع (ٹوپہ) ایک دن میں کھا کر ختم کر دیا جاوے گا مگر ایک نیک بات کا فائدہ بچہ کو عمر بھر پہنچے گا۔ اپنی لڑکیوں کو مال جہیز دینے سے بہتر یہ ہے کہ اعمال جہیز دیا جاوے انہیں ایسی تعلیم و تربیت دو کہ وہ اپنی سسرال اپنی اولاد کو سنبھال لیں ہم نے ایسی لڑکیاں دیکھی ہیں جنہوں نے سسرال پہنچ کر سسرال کی کایا پلٹ دی۔ سب کو ٹھیک کر دیا۔ ۲۔ یعنی یہ حدیث صرف ایک ہی اسناد سے مروی ہے اور اس اسناد میں ایک راوی ناصح بھی ہے جو حافظہ کا کمزور تھا اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے۔ مگر چونکہ یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے لہٰذا قابل قبول ہے کہ فضائل میں حدیث ضعیف قبول ہوتی ہے اس حدیث کی تائید احادیث صحیحہ اور آیات قرآنیہ سے ہے طبرانی نے باسناد حسن مرفوعاً" روایت کی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ ایک کو ہدایت دیدے تو تمہارے لئے سارے دنیا سے افضل ہے اسی طرح آیات قرآنیہ میں اسکی تائید ہے

marfat.com

(مرقات) وَعَنْ اَیُّوْبَ بْنِ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَہٗ مِنْ نُحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا عِنْدِیْ حَدِیْثٌ مُرْسَلٌ

(۴۷۵۶) روایت ہے حضرت ایوب ابن موسیٰ سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی ا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی باپ نے اپنے بچے کو ایسا عطیہ نہیں دیا۔ جو اچھے ادب سے بہتر ہو ۲۔ (ترمذی، بیہقی، شعب الایمان) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث مرسل ہے۔ ۳۔

(۴۷۵۶) ا۔ ایوب ابن موسیٰ ابن اشدق عمرو ابن سعید ابن عاص ابن امیہ **تابعی** ہیں فقہاء میں سے ہیں عطاء اور مکحول سے روایت کرتے ہیں یہاں دادا سے مراد عمرو ابن سعید یا سعید ابن عاص ہیں سعید ابن عاص ہجرت کے سال پیدا ہوئے عثمان غنی کے زمانہ میں قرآن جمع کرنے والوں میں آپ بھی تھے عہد عثمانی میں کوفہ کے گورنر رہے طبرستان کے فاتح آپ ہی ہیں ۵۹ انسٹھ میں وفات ہوئی (مرقات واشعہ) ۲۔ اچھے ادب سے مراد بچے کو دیندار متقی پرہیزگار بنانا ہے اولاد کے لئے اس سے اچھا عطیہ کیا ہو سکتا ہے کہ یہ چیز دین و دنیا میں کام آتی ہے، ولد میں لڑکیاں لڑکے دونوں ہی داخل ہیں ماں باپ کو چاہیے کہ اولاد کو صرف مالدار بنا کر دنیا سے نہ جائیں انہیں دیندار بنا کر جائیں جو خود انہیں بھی قبر میں کام آوے کہ زندہ اولاد کی نیکوں کا ثواب مردہ کو قبر میں ملتا ہے۔ ۳۔ عن جدہ، میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے ایوب کے دادا مراد ہوں یعنی عمرو ابن سعید تب تو یہ حدیث مرسل ہے کہ عمرو بھی صحابی نہیں **تابعی** ہیں دوسرے یہ کہ ایوب کے والد کے دادا سعید ابن عاص مراد ہیں تو حدیث متصل ہے کہ سعید ابن عاص صحابی ہیں امام ترمذی نے جدہ سے مراد ایوب کے دادا عمرو ابن سعید لئے اس لئے مرسل کہا۔

وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ اِلْاَشْجَعِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا وَامْرَاَۃٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّیْنِ كَھَاتَیْنِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَوْمَاَ یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ اِلَی الْوُسْطٰی وَالسَّبَّابَۃِ اِمْرَاَۃٌ اٰمَتْ مِنْ زَوْجِھَا ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَھَا عَلٰی یَتَامَاھَا حَتّٰی بَانُوْا اَوْ مَاتُوْا۔ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۷۵۷) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک اشجعی سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اور سیاہ رخسار والی عورت ا۔ ان دو کی طرح ہوں گے۔ قیامت کے دن اور یزید ابن زریع نے بیچ کی انگلی طرف اشارہ فرمایا ۲۔ وہ عورت جو اپنے خاوند سے الگ ہو گئی عزت والی جمال والی جس نے اپنے کو اپنے یتیموں پر روک رکھا حتیٰ کہ وہ جدا ہو گئے یا مر گئے ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۷۵۷) ا۔ یعنی وہ بچوں والی عورت جسے اپنے بچوں کو پرورش میں اپنے تن بدن کا ہوش نہ ہو کپڑے میلے چہرہ کالا دھوئیں وغیرہ سے رہتا ہو خواہ بیوہ ہو یا خاوند والی مگر اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں بیوہ مراد ہے۔ ۲۔ یعنی وہ مجھ سے جنت میں بالکل قریب ہو گی کیونکہ وہ یتیموں کی پالنے والی ہے اور یتیموں کا پالنے والا حضور سے قریب ہو گا۔ ۳۔ یعنی اس نے خیال کیا کہ اگر میں نے دوسرا نکاح کر لیا تو میرے یتیم بچوں کو تکلیف ہو گی اس لئے نکاح نہ کیا حتیٰ کہ وہ بچے بالغ ہوشیار ہو کر اس سے بے نیاز ہو گئے یا مر گئے پھر نکاح کیا مرقات نے فرمایا کہ اس بشارت میں طلاق والی عورت بھی داخل ہے فقیر کہتا ہے۔ جس کا خاوند گم ہو گیا یا

marfat.com

دیوانہ ہو گیا۔ غرضیکہ کسی طرح خاوند کی سرپرستی سے محروم ہو گئی ان سب عورتوں کا یہ ہی درجہ ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهٗ عَلَيْهَا يَعْنِي الذُّكُوْرَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۷۵۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کی بیٹی ہو پھر نہ تو اسے برائی دی نہ زندہ دفن کیا اور نہ اس پر اپنے مذکر کو ترجیح دی ا۔ تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۷۵۸) ا۔ جیسا کہ عرب میں رواج تھا کہ اپنی بیٹی کو یا تو زندہ دفن کر دیتے تھے یا اسے زندہ رکھتے تو نہایت ذلیل کر کے اپنے بیٹوں کو بہت پیار کرتے بیٹیوں کو ذلیل خوار کرتے تھے اب بھی بعض جاہل مسلمان یہ ہی حرکت کرتے ہیں۔ ۲۔ یعنی ایسا آدمی اولین زمرہ میں جنت میں جاوے گا۔

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتِيْبَ عِنْدَهٗ اَخُوْهُ الْمُسْلِمُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ فَنَصَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَاِنْ لَّمْ يَنْصُرْهُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى نَصْرِهٖ اَدْرَكَهُ اللّٰهُ بِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۴۷۵۹) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی جاوے ا۔ اور وہ اس کی مدد پر قادر ہو پھر وہ اس کی مدد کرے ۲۔ تو اللہ اس کی دنیا و آخرت میں مدد کرے گا ۳۔ لیکن اگر مدد پر قادر ہوتے اس کی مدد نہ کرے تو اللہ اس جرم پر اسے دنیا و آخرت میں پکڑے گا ۴۔ شرح سنہ

(۴۷۵۹) ا۔ یعنی اس کے سامنے کسی مسلمان کی غیبت کی جاوے خواہ وہ اس کا عزیز ہو یا اجنبی ۲۔ یا اس طرح کہ غیبت کرنے والوں کو غیبت سے روک دے یا اس طرح کہ ان کی غیبت کا جواب دیدے یا اس طرح کہ اس غائب شخص کے اوصاف بیان کر دے اسے بدنامی سے بچا کر نیک نام کر دے آج کل لوگ غیبت سنتے رہتے ہیں پھر اس غائب شخص کو آکر بتاتے ہیں کہ تجھے فلاں شخص نے یہ کہا تھا یہ ممنوع ہے کہ اس صورت میں اس کے دل کو تکلیف اس نے پہنچائی غیبت کرنے والوں نے تیر چلایا اس نے وہ تیر اس تک پہنچایا اس کے جسم میں چبھویا۔ ۳۔ کیونکہ اس نے اللہ کے بندے کی پس پشت مدد کی محض اللہ کے لئے اور رب تعالیٰ اپنے بندے کا بدلہ خود دیتا ہے دنیاوی آفات اخروی مصیبتوں سے بچانا اللہ کی بڑی ہی مہربانی ہے۔ ۴۔ یعنی جو کوئی مسلمان بھائی کی عزت و آبرو نہ بچائے بلکہ ذلیل کرنے والوں کے ساتھ شریک ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کا بدلہ خود لے گا کہ اسے دنیا و آخرت میں ذلیل کرے گا جب اس پر کوئی آفت بنے گی تو اسے دفع نہ کرے گا۔

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَبَّ عَنْ لَحْمِ اَخِيْهِ بِالْمَغِيْبَةِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّعْتِقَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (اَلْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۷۶۰) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے ا۔ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے بھائی کے گوشت سے اس کی پیٹھ پیچھے دفع کرے ۲۔ تو اللہ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اسے آگ سے آزاد کر دے (بیہقی شعب الایمان)

(۴۷۶۰) ا۔ اسماء بنت یزید ابن سکن مشہور صحابیہ ہیں انصاریہ ہیں بڑی عاقلہ بڑی عابدہ تھیں آپ سے بہت احادیث مروی

marfat.com

ہیں۔ ۲۔ بھائی کے گوشت سے مراد ہے مسلمان بھائی کی غیبت، دفع کرنے سے مراد ہے غیبت نہ ہونے دینا یا اس کا جواب دے دینا ۳۔ جب ایک گنہگار مسلمان کی پس پشت حمایت کرنے کا یہ ثواب ہے تو جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ سلم کے بدگویوں دشمنوں کو جوابات دے ان کی عزت پر حملہ کرنے والوں کے وار اپنے پر لے ان کے صفات عالیہ کے گیت گائے سوچ لو کہ اس کا درجہ کیا ہو گا اللہ تعالیٰ نصیب کرے حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ شعر:۔

☆ فان ابی و والدتی و عرضی ☆ لعرض محمد منکم وقاء ☆

میرے ماں باپ میری عزت و آبرو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو و عزت کے لئے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہیں۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَرُدُّ عَنْ عِرْضِ اَخِیْہِ اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یَّرُدَّ عَنْہُ نَارَ جَھَنَّمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

(۴۷۶۱) روایت ہے ابوالدرداء سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے کہ نہیں ہے کوئی مسلمان جو اپنے بھائی کی آبرو سے دفعیہ کرے مگر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے کہ اس سے قیامت کے دن دوزخ کی آگ دفع فرمادے ا۔ پھر حضور نے یہ آیت تلاوت کی کہ ہم پر حق ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا ۲۔ (شرح سنہ)

(۴۷۶۱) ۱۔ یہ فرمان عالی بہت ہی عام ہے جو کوئی کسی مسلمان کی آبرو کسی طرح بچائے خواہ اس کے سامنے یا اس کے پس پشت اللہ اسے دوزخ کی آگ سے بچائے گا مسلمان کی عزت اللہ کو بڑی پیاری ہے۔ ۲۔ یہ آیت کریمہ یا تو خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کی اپنے فرمان مبارک کی تائید میں یا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے تلاوت کی اسی حدیث کی تائید میں۔ دوستو! آج حضرات صحابہ پر بہت طعن ہو رہے ہیں اٹھو ان کی عظمتوں کے ڈنکے بجاؤ دیکھو پھر رب تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانوں سے کیسے انعام ملتے ہیں۔ ان حضرات کی حمایت میں کتابیں چھاپنا تقریریں کرنا ان کے فضائل کی آیات و احادیث شائع کرنا سب ہی قرب الٰہی کا ذریعہ ہے فقیر نے ایک رسالہ لکھا ہے حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر جس میں حضرات صحابہ خصوصاً جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل کی احادیث و آیات جمع کر کے ان کے فضائل بیان کئے اور ان حضرات سے مخالفین کے اعتراضات دفع کئے خدا کرے یہ حقیری خدمت اس فرمان عالی کی برکت سے قبول ہو جاوے اور رب تعالیٰ میری سیاہ کاریاں معاف فرمادے

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنِ امْرِیٍٔ مُسْلِمٍ یَخْذُلُ امْرَءً مُسْلِمًا فِیْ مَوْضِعٍ تُنْتَھَکُ فِیْہِ حُرْمَتُہٗ وَیُنْتَقَصُ فِیْہِ مِنْ عِرْضِہٖ اِلَّا خَذَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ مَوْطِنٍ یُحِبُّ فِیْہِ نُصْرَتَہٗ وَمَا مِنِ امْرِیٍٔ مُسْلِمٍ یَنْصُرُ مُسْلِمًا فِیْ مَوْضِعٍ یُنْتَقَصُ

(۴۷۶۲) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی مسلمان آدمی جو کسی مسلمان آدمی کو ایسی جگہ رسوا کرے جہاں اس کی بے عزتی کی جارہی ہے ا۔ اور اس کی آبرو ریزی کی جارہی ہے مگر اللہ تعالیٰ اسے ایسی جگہ میں ذلیل کرے گا جہاں وہ اپنی مدد چاہتا ہو گا ۲۔ اور نہیں ہے مسلمان آدمی جو کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرے جہاں اس کی عزت گھٹائی جارہی ہو

marfat.com

مِنْ عِرْضِهٖ وَيُنْتَهَكُ فِيْهِ مِنْ حُرْمَتِهٖ اِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ فِيْ مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيْهِ نُصْرَتَهٗ۔

اور جس میں اس کی آبروریزی کی جارہی ہو مگر اللہ اس کی ایسی جگہ مدد کرے گا۔ جس میں اس کی مدد اسے محبوب ہو ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۷۶۲) ۱۔ اس طرح کہ جب کچھ لوگ کسی مسلمان کی آبروریزی کر رہے ہوں تو یہ بھی ان کے ساتھ شریک ہو کر ان کی مدد کرے ان کی ہاں میں ہاں ملائے ۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس جرم کی سزا میں اسے ایسی جگہ ذلیل کرے گا جہاں اسے عزت کی خواہش ہو گی۔ خیال رہے کہ یہ احکام مسلمان کے لئے ہیں۔ کفار، مرتدین، بے دین لوگوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عزت نہیں ان کی بے دینی ظاہر کرنا عبادت ہے ۳۔ غرضیکہ کما تدین تدان جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ کردنی خویش آمدنی پیش۔ مسلمان بھائی کی عزت کرو اپنی عزت کرالو اسے ذلیل کروا اپنے کو ذلیل کرالو۔ جگہ عام ہے دنیا میں ہو یا آخرت میں یعنی دنیا و آخرت جہاں بھی اسے مدد کی ضرورت ہو گی رب تعالیٰ اس کی مدد فرمائے گا صرف ایک بار نہیں بلکہ ہمیشہ۔

وَعَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰى عَوْرَةً فَسَتَرَهَا كَانَ كَمَنْ اَحْيَى مَوْءُوْدَةً۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ)

(۴۷۶۳) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی کا خفیہ عیب دیکھے پھر اسے چھپالے ۱۔ تو اس شخص کی طرح ہو گا جو زندہ درگور بچی کو زندہ کرے ۲۔ (احمد، ترمذی) ترمذی نے اسے صحیح فرمایا۔

(۴۷۶۳) ۱۔ وہ عیب جو کسی مسلمان کے حق سے متعلق نہ ہو اور یہ شخص اسے لوگوں سے چھپانا چاہتا ہو بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد مسلمان مرد یا عورت کا ستر ہے۔ یعنی کسی کو ننگا دیکھے تو اسے کپڑا پہنا دے ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی مراد ہوں ۲۔ اس طرح کہ خود اس سے کہہ دے کہ دیکھ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا ورنہ پھر تیری خیر نہ ہو گی اور لوگوں سے چھپالے تاکہ تبلیغ بھی ہو جائے اور مسلمان کی پردہ پوشی بھی لیکن اگر یہ شخص کسی قتل یا نقصان کی خفیہ سازش کر رہا ہے تو ضرور اس کی اطلاع اس کو کر دے تاکہ وہ نقصان سے بچ جاوے یا اگر یہ شخص عادی مجرم بن چکا ہے تو اس کا اعلان کر دے لہٰذا اس فرمان عالی کا یہ مقصد نہیں کہ خفیہ چور قاتل کے جرم چھپاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہایت ہی جامع ہوتا ہے۔ ۳۔ یعنی اس پردہ پوشی کا ثواب ایسا ہے جیسے کسی زندہ دفن شدہ بچی کو قبر سے نکال کر اس کی جان بچالینا کیونکہ مسلمان کی آبرو اسکی جان کی طرح قابل احترام ہے۔ بہرحال مسلمان کی جاتی ہوئی عزت بچانا بڑا ہی ثواب ہے مگر وہ قیود خیال میں رہیں جو ہم نے عرض کیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ مِرْاٰةُ اَخِيْهِ فَاِنْ رَاٰى بِهٖ اَذًى فَلْيُمِطْ عَنْهُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ وَلِاَبِيْ دَاوٗدَ الْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهٗ وَيَحُوْطُهٗ مِنْ وَرَآئِهٖ)

(۴۷۶۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے ۱۔ کہ اگر اس میں برائی دیکھے تو اس سے دفع کر دے ۲۔ (ترمذی) اور اسے ضعیف کہا اور اس کی ایک روایت میں ہے کہ مومن مومن کا آئینہ ہے۔ مومن مومن کا بھائی ہے کہ اس سے اس کی ہلاکت دفع کرتا ہے اور اس کے پیچھے اس کی حفاظت کرتا ہے ۳۔

marfat.com

(۴۷۶۴) ۱۔ جیسے آئینہ چہرے کے سارے عیب و خوبیاں ظاہر کردیتا ہے ایسے ہی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے عیب پر اسے مطلع کرتا رہے تاکہ وہ اپنی اصلاح کرے غرضیکہ رسوائی کرنا ممنوع ہے اصلاح کرنا ثواب پچھلی حدیث میں رسوائی کی ممانعت تھی اسی حدیث میں اصلاح کا حکم ہے ۲۔ اسے خبردیکر یا اس کے لئے دعا خیر کرکے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اللہ اس پر رحم کرے جو مجھے میرے عیوب پر مطلع کرے عیوب فرما کر بتایا کہ ہمارا نفس عیبوں کا سرچشمہ ہے یا یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان مومنوں کے پاس بیٹھا کریں جن کے ذریعہ انہیں اپنے عیوب پر اطلاع ہو آئینہ اس لئے دیکھتے ہیں کہ اپنے چہرے کے چھوٹے بڑے 'داغ دھبہ نظر آجاویں۔ طبیب کے پاس اسی لئے جاتے ہیں کہ وہاں علاج ہو جاوے ایسے مومنوں کی صحبت اکسیر ہے اس لئے صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہمیشہ اپنے مریدوں اپنے شاگردوں کے پاس نہ بیٹھو جو ہر وقت تمہاری تعریفیں ہی کرتے ہیں بلکہ کبھی کبھی اپنے مرشدوں اپنے استادوں اپنے بزرگوں کے پاس بھی بیٹھو۔ جہاں تمہیں اپنی کمتری نظر آوے۔ ہاتھی پہاڑ کو دیکھ کر اپنی حقیقت کو پہچانتا ہے۔ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں میں غور کیا کرو تاکہ اپنی گنہگاری اپنی کمتری محسوس ہوتی رہے۔ محققین صوفیاء اس حدیث کے یہ معنی کرتے ہیں کہ مومن جب کسی مسلمان میں عیب دیکھے۔ تو سمجھے کہ یہ عیب مجھ میں ہے جو اس کے اندر مجھے نظر آرہا ہے جیسے آئینہ میں اپنے جو داغ دھبے نظر آتے ہیں وہ اپنے چہرے کے ہوتے ہیں نہ کہ آئینہ کے یہ معنی نہایت عارفانہ ہیں (اشعۃ اللمعات) اس لئے اگر خواب میں حضور انور کی زیارت ہو مگر شکل مبارک یا لباس خوشنما نہ ہو تو سمجھ لو کہ ہمارا اپنے دل کا حال خراب ہے اصلاح کرو اس صورت میں فلیمط عنہ' کے معنی یہ ہوئے کہ مومن کے ذریعہ اپنے عیب معلوم کر کے اپنے عیوب دفع کرو۔ ۳۔ یعنی مومن کی شان یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی پس پشت خیر خواہی کرے حتی کہ اگر کوئی اس کی غیبت کرے تو یا اسے غیبت سے روک دے یا اس کا جواب دے کر مومن کی عزت بچالے یا اسے سمجھا بجھا کر اس کی اصلاح کرے یا اس کے لئے اصلاح کی دعا کرے (مرقات)

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَمٰى مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ بَعَثَ اللّٰهُ مَلَكًا يَحْمِىْ لَحْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ وَمَنْ رَمٰى مُسْلِمًا بِشَيْءٍ يُرِيْدُ شَيْنَهٗ حَبَسَهُ اللّٰهُ عَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۷۶۵) روایت ہے حضرت معاذ ابن انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی مسلمان کو کسی منافق سے محفوظ رکھے ۱۔ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت کی دوزخ کی آگ سے حفاظت کرے گا ۲۔ اور جو کسی مسلمان کو کسی چیز کی تہمت لگائے اس کی بے عزتی کا ارادہ کرتا ہو ۳۔ تو اللہ اسے دوزخ کے پل پر روکے گا حتی کہ وہ اپنی اس بات سے باہر آجاوے ۴۔ (ابوداؤد)

(۴۷۶۵) ۱۔ یہاں منافق سے مراد غیبت کرنے والے کو اپنے عیب نہیں سوجھتے دوسرے کے نظر آتے ہیں۔ یہ ہی منافق کا حال ہے۔ یعنی غیبت کرنے والے سے اس مسلمان کی عزت بچائے۔ ۲۔ اس طرح کہ وہ فرشتہ پل صراط پر اسے اپنے پروں میں ڈھانپ کر گزارے گا تاکہ اسے آگ کی تپش نہ پہنچنے پائے۔ ۳۔ بے عزتی کے ارادہ کی قید اس لئے لگائی تاکہ معلوم ہو کہ کسی کی اصلاح کے لئے یا اس سے اپنا حق حاصل کرنے کے لئے اس کی غیبت درست ہے کہ وہ غیبت نہیں۔ ۴۔ یعنی جتنی دیر تک اس نے غیبت

marfat.com

میں اپنا وقت صرف کیا اتنی دیر تک پلصراط پر روکا جاوے گا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جب تک اس سے معافی نہ مانگے تب تک وہ غیبت ہی میں مشغول ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهٖ وَ خَيْرُ الْجِيْرَانِ عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُهُمْ لِجَارِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

(۴۷۶۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے نزدیک ساتھی وہ ہیں جو اپنے ہمراہیوں کے لئے بہتر ہوں اور اللہ کے نزدیک بہترین ساتھی پڑوسی وہ ہیں جو اپنے پڑوسی کے لئے اچھے ہوں ۲۔ (ترمذی، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۴۷۶۶) ۱۔ یہاں ساتھی سے مراد عام ساتھی ہیں مدرسہ کے ساتھی سفر کے ساتھی گھر کے ساتھی غرضیکہ مسلمان کو چاہیے کہ ہر ساتھی کے ساتھ اچھا سلوک کرے ان کی خیر خواہی کرے ان سے اچھا برتاؤ کرنا انہیں بری باتوں سے روکنا اچھی راہ دکھانا سب ہی اس میں داخل ہے ۲۔ عبادات کی درستی سے بھی زیادہ اہم ہے معاملات کی درستی۔ پڑوسی سے ہر وقت معاملہ رہتا ہے اس لئے اس سے اچھا برتاؤ کرنا بہت ضروری ہے اس کے بچوں کو اپنی اولاد سمجھے اس کی عزت و ذلت کو اپنی عزت و ذلت سمجھے پڑوسی اگر کافر بھی ہو تب بھی پڑوسی کے حقوق ادا کرے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کا یہودی پڑوسی سفر میں گیا اس کے بال بچے گھر رہ گئے رات کو یہودی کا بچہ روتا تھا آپ نے پوچھا کہ بچہ کیوں روتا ہے یہودن بولی گھر میں چراغ نہیں ہے بچہ اندھیرے میں گھبراتا ہے اس دن سے آپ روزانہ چراغ میں خوب تیل بھر کر روشن کر کے یہودی کے گھر بھیج دیا کرتے تھے۔ جب یہودی لوٹا اس کی بیوی نے یہ واقع سنایا یہودی بولا کہ جس گھر میں بایزید کا چراغ آگیا وہاں اندھیرا کیوں رہے وہ سب مسلمان ہو گئے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ لِيْ اَعْلَمُ اِذَا اَحْسَنْتُ اَوْ اِذَا اَسَأْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتَ جِيْرَانَكَ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَاِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُوْلُوْنَ قَدْ اَسَأْتَ فَقَدْ اَسَأْتَ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۴۷۶۷) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ میں کیسے جانوں جب کہ میں بھلائی کروں یا جب کہ میں برائی کروں ۱۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تم نے بھلائی کی تو واقعی تم نے بھلائی اور جب تم انہیں کہتے سنو کہ تم نے برائی کی تو واقعی تم نے برائی کی ۲۔ (ابن ماجہ)

(۴۷۶۷) ۱۔ یعنی مجھے تو اپنے سارے کام ہی اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر واقعہ میں اچھے کام اور برے کام کی علامت کیا ہے یہاں کام سے مراد معاملات ہیں۔ عقائد، عبادات میں کسی سے اچھا برا کہنے کا اعتبار نہیں۔ ۲۔ یعنی معاملات میں اچھائی برائی کی علامت یہ ہے کہ تمہارے سارے پڑوسی قدرتی طور پر تم کو اچھا کہیں یا برا کہیں قدرتی بات ہے کہ بعض بندوں کے لئے خود بخود منہ سے اچھائی نکلتی ہے حضور فرماتے ہیں **انتم شهداء الله فی الارض** مسلمانوں کی زبان رب کا قلم ہے پڑوسی چونکہ ڈھکے حالات سے خبردار ہوتے ہیں اس لئے یہاں پڑوسیوں کی قید لگائی گئی۔ ورنہ اپنے متعلق خود فیصلہ نہ کرو کہ ہم اچھے ہیں یا برے۔ مخلوق کی زبان سے وہی نکلتا ہے جو رب نکلواتا ہے۔ آج بعض قبر والوں کو لوگ ولی اللہ کہہ رہے ہیں ان کے مزارات پر میلے لگے ہوتے ہیں

marfat.com

حالانکہ کسی نے ان کو دیکھا بھی نہیں یہ ہے خلق کی زبان

وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ (۴۷۶۸)

(۴۷۶۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو ان کے درجوں میں اتارو۔ (ابوداؤد)

(۴۷۶۸) ۱۔ یعنی تمہارے پاس جس حیثیت کا آدمی آوے اس کی تواضع خاطر اعزاز و اکرام اس کی حیثیت کے لائق کرو حضرت عائشہ صدیقہ کھانا کھا رہی تھیں ایک اجنبی سائل دروازے سے گزرا۔ آپ نے اسے روٹی کا ٹکڑا بھیج دیا ایک اجنبی گھوڑا سوار گزرا تو آپ نے اس سے کہلا کر بھیجا کہ اگر آپ کو کھانے کی خواہش ہو تو کھانا حاضر ہے کسی نے ام المومنین سے اسی فرق کی وجہ سے پوچھی تو آپ نے یہ ہی حدیث پڑھی معاملات عقائد بلکہ عبادات میں فرق مراتب کرنا ضروری ہے۔

مصرع

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

یہ واقعہ اشعۃ اللمعات نے بحوالہ احیاء العلوم نقل فرمایا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ قُرَادٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ یَوْمًا فَجَعَلَ اَصْحَابُهٗ یَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِهٖ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا یَحْمِلُكُمْ عَلٰی هٰذَا قَالُوْا حُبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یُّحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَوْ یُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلْیَصْدُقْ حَدِیْثَهٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْیُؤَدِّ اَمَانَتَهٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْیُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهٗ۔

(۴۷۶۹) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن وضو کیا تو حضور کے صحابہ آپ کے بقیہ وضو کو اپنے پر ملنے لگے ۱۔ تو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو اس پر کیا چیز ابھارتی ہے ۲۔ وہ بولے اللہ اور رسول کی محبت ۳۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے یہ پسند ہو کہ اللہ رسول سے محبت کرے یا اس سے اللہ رسول محبت کریں ۴۔ تو وہ جب بات کرے تو سچی کرے۔ جب امین بنایا جاوے تو امانت ادا کرے اور اپنے پڑوسی کا پڑوس اچھا نبھائے ۵۔

(۴۷۶۹) ۱۔ تبرک کے لئے کیونکہ حضرات صحابہ کرام ہمیشہ حضور کے وضو کا پانی برکت کے لئے اپنے ہاتھوں اور منہ پر ملتے تھے کہ یہ غسالہ جسم اطہر سے مس ہوا ہے حضرت جبریل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کی خاک نے سونے کے بچھڑے میں زندگی پھونک دی تو جو پانی حضور کے عضو شریف سے مس ہو جائے اس کی تاثیر کا کیا پوچھنا ظاہر یہ ہے کہ اس پانی سے وہ پانی مراد ہے جو اعضاء شریف سے گرتا تھا' غسالہ شریف۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس سے وضو کا بقیہ پانی مراد ہو پہلا احتمال قوی ہے دیکھو اشعہ۔ ہمارے وضو و غسل کا غسالہ استعمال کے لائق نہیں۔ حضور کا غسالہ طیب طاہر بلکہ پاک کرنے والا ہے کہ ہمارا غسالہ ہمارے گناہ دھو کر نکلتا ہے حضور کا غسالہ نور لیکر گرتا ہے ۲۔ حضور انور کا یہ سوال اگلے مضمون کی تمہید ہے ورنہ حضور انور کو تو ہر ایک دل کا ہر حال معلوم ہے۔ شعر:۔

☆ اے فروغت صبح آثار و دھور ☆ چشم تو بینندہ ما فی الصدور ☆

marfat.com

۳۔ یعنی حضور ہمارے محبوب ہمارے دلوں کے چین ہیں جو پانی حضور کے عضو سے مس ہو وہ ہی ہم کو پیارا ہے اس لئے اسے چومتے ہیں۔ ۴۔ یعنی ہمارے غسالہ کو تبرکاً" استعمال کرنا ممنوع یا بیکار نہیں بیشک اس سے برکت حاصل ہوتی ہے مگر اللہ رسول کی محبت کے لئے صرف یہ عمل کافی نہیں کہ یہ کام نفس پر گراں و بھاری نہیں یہ کام تو منافقین بھی کر لیتے ہیں اللہ رسول کی محبت کے لئے ان کی اطاعت و فرمانبرداری بھی ضروری ہے کہ وہ ہی نفس پر گراں ہے ۵۔ چونکہ یہ تین کام درستی معاملات کی جڑ ہیں اس لئے ان کا ذکر فرمایا۔ جو مسلمان معاملات درست کر لے گا اسے عبادات درست کرنا آسان ہو گا اور معاملات میں زبان سچی ہر قسم کی امانت کی ادائیگی اپنے پڑوسیوں سے اچھا سلوک بڑی ہی اہم چیزیں ہیں کسی کو صرف اس کی عبادات اور کثرت نوافل سے نہ آزماؤ بلکہ معاملات سے آزماؤ۔ معاملات درست ہیں تو واقعی کامل ہے آج بہت سے مسلمان ان ہی تین باتوں میں فیل ہو جاتے ہیں نمازی، حاجی بہت ہیں مگر سچے امتی تھوڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے ہی صادق الوعد، امین کے لقب سے پکارے جاتے تھے کفار عرب ان القاب سے حضور کو یاد کرتے تھے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِيْ يَشْبَعُ وَجَارُهٗ جَائِعٌ اِلٰى جَنْبِهٖ۔ (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۷۷۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے کہ مومن نہیں جو خود سیر ہو جاوے اور اس کے برابر میں اس کا پڑوسی بھوکا ہو ا۔ (بیہقی، شعب الایمان)

(۴۷۷۰) ا۔ اگر اسے اپنے پڑوسی کی بھوک و محتاجی کی خبر ہو تب تو یہ بہت بے مروت ہے اور اگر خبر نہیں تو بہت لاپرواہ ہے مومن کو چاہیے کہ اپنے عزیزوں قرابت داروں پڑوسیوں محلہ والوں کے حالات کی خبر رکھے اگر کسی کی حاجت مندی کا پتہ چلے تو ان کی حاجت روائی کو غنیمت جان کر کرے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَيْرَ اَنَّهَا تُؤْذِيْ جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِيَ فِي النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ قِلَّةَ صِيَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلَاتِهَا وَاِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاَقِطِ وَلَا تُؤْذِيْ بِلِسَانِهَا جِيْرَانَهَا قَالَ هِيَ فِي الْجَنَّةِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۷۷۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ فلاں بی بی اس کی نماز روزے صدقات کی فراوانی کا چرچا ہے۔ بجز اسکے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ستاتی ہے ا۔ فرمایا کہ وہ آگ میں ہے ۲۔ عرض کیا یا رسول اللہ تو وہ فلاں عورت اس کی نماز روزے صدقات کی کمی کا ذکر ہوتا ہے ۳۔ وہ تو پنیر کے کچھ ٹکڑے ہی خیرات کرتی ہے۔ ۴۔ اور وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی فرمایا وہ جنتی ہے ۵۔ (احمد، بیہقی، شعب الایمان)

(۴۷۷۱) ا۔ شاید کہنے والے نے اس بی بی کا نام لیا ہو گا مگر راوی کو یاد نہ رہا۔ یا عمداً" نام نہ لیا تاکہ اس مومنہ کی رسوائی ہو نہ زبان کا ذکر اس لئے کیا اکثر لوگ دوسروں کو زبانی تکلیف دیتے ہیں لڑنا بھڑنا غیبت چغلی کرنا وغیرہ زبان کا زخم سنان یعنی بھالے کے زخم سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے کہ یہ مرہم سے بھر جاتا ہے مگر وہ نہیں بھرتا۔ حضرت علی فرماتے ہیں۔

marfat.com

☆ جراحات السنان لہا التیام ☆ ولا یلتام ما جرح اللسان ☆

کسی اردو شاعر نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

چھری کا تیر کا تلوار کا تو گھاؤ بھرا ☆ لگا جو زخم زبان کا رہا ہمیشہ ہرا ☆

۲۔ یعنی یہ کام دوزخیوں کے ہیں اگر یہ عبادت گزار بی بی اپنی تیز زبان سے توبہ نہ کرے گی تو اولاً دوزخ میں جاوے گی نوافل سے لوگوں کے حق معاف نہیں ہوتے۔ پھر سزا بھگت کر جنت میں جاوے گی۔ لہٰذا یہ حدیث اس قانون کے خلاف نہیں کہ صحابہ تمام ہی عادل ہیں کوئی فاسق نہیں۔ بعض حضرات صحابہ سے گناہ ہوئے مگر وہ قائم نہ رہے توبہ کر کے دنیا سے گئے۔ ۳۔ یعنی وہ نفلی نماز نفلی صدقے کم کرتی ہے فرضی نماز میں کمی مراد نہیں کہ یہ تو فسق ہے۔ صحابہ کرام فسق سے محفوظ ہیں۔ ۴۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بی بی صاحبہ مسکین غریب ہیں معمولی چیز یعنی کچھ پنیر ہی خیرات کر سکتی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ نفلی عبادات کی کمی مراد ہے کہ پنیر کے ٹکڑے قطرے، زکوٰۃ وغیرہ میں خیرات نہیں کئے جاتے صرف نفلی صدقات میں دیئے جاتے ہیں ۵۔ اس فرمان عالی سے ہم لوگوں کے کان کھل جانے چاہئیں ہم میں سے بہت لوگ اصول چھوڑ کر فضوع میں کوشش کرتے ہیں فرائض کی پرواہ نہیں نوافل پر زور۔ معاملات خراب وظیفوں چلوں کا اہتمام دوا کے ساتھ پرہیز ضروری ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلٰى نَاسٍ جُلُوْسٍ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِكُمْ مِنْ شَرِّكُمْ قَالَ فَسَكَتُوْا فَقَالَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنَا بِخَيْرِنَا مِنْ شَرِّنَا فَقَالَ خَيْرُكُمْ مَنْ يُرْجٰى خَيْرُهٗ وَيُؤْمَنُ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرُّكُمْ مَنْ لَّا يُرْجٰى خَيْرُهٗ وَلَا يُؤْمَنُ شَرُّهٗ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

(۴۷۷۲) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ بیٹھے ہوئے لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے فرمایا کہ کیا میں تمہیں اچھوں بروں کی خبر نہ دوں ۱۔ راوی نے کہا کہ حاضرین خاموشی رہے ۲۔ تو یہ تین بار فرمایا ۳۔ تو ایک شخص نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ہم کو ہمارے برے بھلوں کی خبر دیجئے ۴۔ تو فرمایا کہ تمہارا بھلا وہ شخص ہے جس کی خیر کی ۵۔ امید کی جاوے اور اس کے شر سے اطمینان کیا جاوے اور تمہارا برا وہ شخص ہے جس کی خیر کی امید نہ کی جاوے اور اس کے شر سے امن نہ ہو ۶۔ (ترمذی، بیہقی شعب الایمان) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے ۷۔

(۴۷۷۲) ۱۔ یعنی حضور انور ایک مجلس صحابہ میں گزرے تو وہاں کھڑے ہو گئے پھر ٹھہر گئے اور پہلے لوگوں سے یہ سوال فرمایا تاکہ ترغیب بعد تعلیم ہو اور دلوں میں جم جاوے ۲۔ یہ حضرات سمجھے کہ حضور انور ہمارے نام لیکر فرمائیں گے کہ فلاں اچھا ہے فلاں برا جس سے ہمارے پردہ فاش ہو جائیں گے اس لئے خاموش بہتر ہے۔ تاکہ ہمارے پردے رہیں ۳۔ حضور انور کا منشا یہ تھا یہ حضرات خود اشتیاق ظاہر کریں تو ہم بتائیں تاکہ یہ حضرات اشتیاق کا ثواب پائیں اور ہمارا کلام بغور سنیں اس لئے بار بار سوال فرمایا اور خود ہی بیان نہ فرما دیا حضور وہ نبی ہیں جو تقاضے کر کر کے فقیروں کو بھیک دیتے ہیں ۴۔ ان صاحب نے محسوس فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فرمان عالی کی رغبت ہے اور حضور فرمانا چاہتے ہیں اس رغبت میں رب تعالیٰ کی حکمت ہے لہٰذا عرض کیا کہ

marfat.com

حضور ضرور فرمائیں حضور کی اس خواہش میں ہمارا بھلا ہی ہو گا۔ ۵۔ یعنی قدرتی طور پر لوگوں کے دلوں میں اس کی طرف سے اطمینان ہو کہ یہ شخص کسی کو تکلیف نہیں دیتا ہو سکتا ہے تو خیر ہی کرتا ہے۔ ۶۔ یعنی قدرتی طور پر لوگ اس سے ڈرتے ہوں کہ یہ شخص خطرناک ہے اس سے بچو اس سے خیر نہ پہنچے گی شر ہی پہنچے گی۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کے دل ان کی زبان رب کا قلم ہیں لہٰذا جسے عام طور پر لوگ ولی کہیں وہ عند اللہ ولی ہی ہے ۷۔ اس حدیث کو مختلف عبارتوں سے ابو یعلی، احمد، ترمذی، ابن حبان، ابن عساکر وغیرہم نے مختلف صحابہ کرام سے روایت کیا (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَسَّمَ بَيْنَكُمْ اَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَّمَ بَيْنَكُمْ اَرْزَاقَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ وَلَا يُعْطِي الدِّيْنَ اِلَّا مَنْ اَحَبَّ فَمَنْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ الدِّيْنَ فَقَدْ اَحَبَّهٗ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُسْلِمُ عَبْدٌ حَتّٰى يُسْلِمَ قَلْبُهٗ وَلِسَانُهٗ وَلَا يُؤْمِنُ حَتّٰى يَاْمَنَ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔

(۴۷۷۳) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان تمہارے اخلاق تقسیم فرما دیئے ۱۔ جیسے کہ تمہارے درمیان تمہاری روزی بانٹ دی اور اللہ تعالیٰ دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی جسے ناپسند فرماتا ہے۔ ۲۔ مگر دین اس کو دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے ۳۔ تو جسے اللہ دین عطا فرما دے تو اس سے محبت کرتا ہے ۴۔ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ بندہ مسلمان نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کا دل و زبان سلامت رہے ۵۔ اور مومن نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کا پڑوسی اس کے شر سے امن میں ہو ۶۔

(۴۷۷۳) ۱۔ یعنی ظاہر روزیاں جسمانی غذائیں ہیں اور اخلاق و عادات روحانی غذائیں جیسے رب تعالیٰ نے جسمانی روزی میں فرق رکھا ہے کہ بعض کی روزی حلال بعض کی حرام بعض کی فراخ بعض کی تنگ یوں ہی بعض کے اخلاق اعلیٰ بعض کے خراب، اعمال، احوال کا بھی یہ ہی حال ہے۔ ۲۔ چنانچہ حضرت سلیمان و عثمان بڑے غنی ہیں یوں ہی فرعون، ہامان شداد بڑے مال دار ہیں۔ دنیا ہر جگہ پہنچ سکتی ہے یہ تو حضور کے نام کی نچھاور ہے۔ دولھا کی نچھاور دوست دشمن سب لوٹ لیتے ہیں۔ دنیا مل جانا محبوبیت کی علامت نہیں۔ ۳۔ کیونکہ بارات کا کھانا جوڑے انعام وغیرہ صرف دولھا کے دوستوں اور تعلق والوں ہی کو ملتے ہیں دین کائنات کے دولہا نبی کریم کے تعلق والے ہی پائیں گے۔ دین اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اس میں اختلاف ہے کہ غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر۔ ۴۔ یعنی کسی کو اچھے عقیدے اچھے اعمال کی توفیق ملنا اس کی علامت ہے کہ رب تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اپنی خاص نعمت خاص غلاموں کو دی جاتی ہے۔ ۵۔ یعنی مومن کامل وہ ہی ہو گا جس کا دل بد عقیدگیوں، حسد، کینہ سے پاک و صاف ہو سینہ کینہ سے پاک رکھو تاکہ اس میں انوار مدینہ جلوہ گر ہوں بہر حال عبادات سے زیادہ اہم معاملات ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے معاملات درست کرے ۶۔ چونکہ پڑوسی سے ہر وقت معاملہ رہتا ہے اس لئے زیادہ تعلق اسی سے ہوتا ہے جب پڑوسی ہی راضی ہو تو دوسرے لوگ بدرجہ اولیٰ راضی ہوں گے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۴۷۷۴) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی

marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ۔
(رَوَاهُمَا اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن الفت والا ہوتا ہے ۱؎ اور اس میں خیر نہیں جو نہ الفت کرے نہ اس سے الفت کی جاوے ۲؎ (احمد، بیہقی، شعب الایمان)

(۴۷۷۴) ۱؎ مالف مصدر نیمی ہے بمعنی اسم فاعل یعنی الفت والا کہ اسے اللہ تعالیٰ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کی امت سے الفت ہوتی ہے اور امت کو اس سے الفت ہوتی ہے اس کی طرف دل خود بخود کھنچتے ہیں ہو سکتا ہے کہ مالف اسم ظرف ہو یعنی مومن الفت کی جگہ ہوتا ہے اس میں لوگوں کی الفتیں جمع ہوتی ہیں ۲؎ یعنی مسلمانوں سے وہ متنفر ہو اور مسلمان اس سے متنفر ہوں ایسا شخص نور ایمانی سے محروم ہے۔ خیال رہے کہ مسلمانوں سے الفت رکھنا کچھ اور ہے لوگوں کی شر سے بچنے کے لئے علیحدہ رہنا کچھ اور ہے لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ اپنا گھر واپس پکڑو۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَضٰى لِاَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِيْ حَاجَةً يُرِيْدُ اَنْ يَّسُرَّهٗ بِهَا فَقَدْ سَرَّنِيْ وَمَنْ سَرَّنِيْ فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ وَمَنْ سَرَّ اللّٰهَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔

(۴۷۷۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو میرے کسی امتی کی حاجت پوری کرے اس سے اس کی خوشی چاہتا ہوا ۱؎ تو اس نے مجھے خوش کیا ۲؎ اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا ۳؎ اور جس نے اللہ کو خوش کیا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا ۵؎۔

(۴۷۷۵) ۱؎ یعنی اس حاجت روائی سے اس بندہ مومن کو خوش کرنا چاہتا ہوا محض ایمانی رشتہ کی بنا پر کسی اور وجہ سے نہیں۔ ۲؎ یعنی اس امتی بندے کی خوشی سے مجھے خوشی ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ تاقیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ہر شخص کے ہر ظاہر باطن جسمانی دلی حالات کی خبر ہے اگر حضور بے خبر ہوں اور مومن کی خوشی کا حضور کو علم نہ ہو تو آپ کو خوشی کیسے ہو۔ ۳؎ اس فرمان عالی سے دو مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ نیک عمل سے مومن کو راضی کرنے اور مومن کی رضا کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کی نیت کرنا شرک نہیں ریا نہیں بالکل جائز ہے۔ جب کہ اپنی نمود اور ناموری مقصود نہ ہو دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ کی رضا صرف حضور کی رضا میں ہے بڑی سے بڑی نیکی جس سے حضور راضی نہ ہوں اس سے خدا تعالیٰ ہرگز راضی نہ ہوگا لہٰذا ہر عبادت میں حضور کو راضی کرنے کی نیت کرنی چاہیے۔ کہ یہ ذریعہ ہے رب کی رضا کا۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ جنت خدا تعالیٰ کی خوش نودی سے ملے گی محض اپنے عمل سے نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَغَاثَ مَلْهُوْفًا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ ثَلٰثًا وَّسَبْعِيْنَ مَغْفِرَةً وَاحِدَةٌ فِيْهَا صَلَاحُ اَمْرِهٖ كُلِّهٖ وَثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ لَهٗ دَرَجَاتٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(۴۷۷۶) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی غمگین کی مدد کرے اس کے لئے اللہ تعالیٰ ستر بخشش لکھتا ہے ۱؎ جن میں سے ایک تو اس کے لئے تمام کاموں کی درستی ہے اور بہتر مغفرتیں اس کے قیامت کے دن درجے ہیں۔ ۲؎

(۴۷۷۶) ۱؎ ملھوف کے معنی ہیں غمگین، حیران پریشان، اس میں پانچ حروف ہیں پہلے دو حرف میم اور لام ہیں جن کے عدد ہیں

marfat.com

ستر اس کے بعد تین حرف ہیں ہ و ف۔ پہلے دو حرفوں کے عدد اور آخری تین حرفوں کی شمار کل ۷۳ ہوئی اس حساب سے اسے تہتر رحمتیں عطا ہوتی ہیں ۲۔ سبحان اللہ جب ایک مغفرت سے سارے گناہ معاف ہو گئے تو باقی بہتر مغفرتوں سے کیسی بنے گی رب تعالیٰ نصیب فرمادے۔

وَعَنْهُ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ۔ (رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۷۷۷) روایت ہے انہیں سے وہ جناب عبداللہ سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خلقت اللہ کی پروردہ ہے ۱۔ تو مخلوق میں اللہ کو بہت پیارا وہ ہے جو اللہ کے پروردوں سے اچھا سلوک کرے ۲۔ ان تینوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

(۴۷۷۷) ۱۔ عیال کے معنی پروردہ بہت مناسب ہیں بال بچوں کو عیال اس لئے کہتے ہیں کہ وہ صاحب خانہ کے پروردہ ہوتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے **ووجدک عائلا فاغنی** رب تعالیٰ نے تم کو بڑا ہی عیال والا پایا تو تم کو اتنا غنی کر دیا کہ تم سارے جہان کو پال لو عائلا کے یہ ہی معنی حضرت ابن عباس نے کئے۔ دیکھو بخاری شریف کتاب التفسیر یہ ہی آیت۔ اللہ تعالیٰ سب کا رازق ہے مخلوق اس کی مرزوق ہے لہٰذا اس کی عیال ہے یعنی پروردہ ۲۔ یعنی جیسے تم اس شخص سے بہت خوش ہوتے ہو جو تمہارے غلاموں اونڈیوں بال بچوں سے اچھا سلوک کرے کیونکہ وہ تمہارے پروردہ ہیں۔ ایسے ہی جو کوئی اللہ کی مخلوق سے بھلائی کرے اللہ اس سے خوش ہوتا ہے دیکھو جو کوئی تمہارے بچوں نوکروں غلاموں کو کچھ دے تو تم پر قرض ہو جاتا ہے تم انتظار کرتے ہو کہ مجھے موقعہ ملے تو اسکے نوکروں کو خوش کروں کسی بچے کی شادی میں تم نیوتا دو تو وہ تمہارا قرض ہوتا ہے رب کے بندوں کو دو تو وہ رب تعالیٰ پر قرض ہوتا ہے فرماتا ہے۔ **من ذالذی یقرض اللّٰہ قرضا حسنا۔**

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ خَصْمَيْنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ جَارَانِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۴۷۷۸) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلے دو جھگڑے والے قیامت کے دن دو پڑوسی ہوں گے ۱۔ (احمد)

(۴۷۷۸) ۱۔ یعنی قیامت کے دن سب سے پہلے پڑوسیوں کے جھگڑے چکائے جائیں گے پہلے ان کے فیصلے ہوں گے پھر دوسروں کے یہ اولیت اضافی ہے حقیقی نہیں۔ یعنی دوسرے جھگڑوں کے مقابلہ میں پڑوسیوں کے جھگڑے پہلے بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں گے۔ خیال رہے کہ عبادات میں پہلے حساب نماز کا ہو گا معاملات میں پہلے حساب خون ناحق کا ہو گا اداء حقوق میں پہلے حساب پڑوسیوں کا ہو گا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا شَكَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْوَةَ قَلْبِهٖ قَالَ اِمْسَحْ رَاْسَ الْيَتِيْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْكِيْنَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۴۷۷۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے سختی دل کی شکایت کی فرمایا یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو اور مسکین کو کھانا کھلاؤ ۱۔ (احمد)

(۴۷۷۹) ۱۔ سبحان اللہ عجیب علاج ہے یتیموں مسکینوں پر مہربانی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذریعہ ہے اور اللہ کی رحمت سے دل نرم

marfat.com

ہوتا ہے رب فرماتا ہے **او اطعٰم فی یوم ذی مسغبة یتیما ذامقربة او مسکینا ذامتربة** نرمی قلب اللہ کی بڑی رحمت ہے علاج بالضد ہوتا ہے تکبر کا علاج تواضع سے بخل کا علاج سخاوت سے ہوتا ہے ایسے ہی سختی دل کا علاج غریبوں یتیموں پر رحم سے ہے۔

وَعَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَفْضَلِ الصَّدَقَةِ اِبْنَتُكَ مَرْدُوْدَةٌ اِلَيْكَ لَيْسَ لَهَا كَاسِبٌ غَيْرُكَ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۴۷۸۰) روایت ہے حضرت سراقہ ابن مالک سے ا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو بہترین صدقہ پر رہبری نہ کروں ۲۔ تمہاری وہ بیٹی جو تم تک لوٹا دی جاوے تمہارے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو ۳۔ (ابن ماجہ)

(۴۷۸۰) ا۔ آپ سراقہ ابن مالک ابن جعشم ہیں قبیلہ بنی مدلج سے آپ کے حالات بیان کئے جا چکے ہیں ۲۔ یہاں صدقہ سے مراد شرعی صدقہ واجبہ نہیں وہ تو اپنی اولاد کو جائز نہیں بلکہ مراد نیکی اور کار ثواب ہے اس کا بہترین نیکی ہونا اس لئے ہے کہ اس میں حق قرابتہ کا ادا کرنا بھی ہے' اور بیکس کی پرورش بھی ایک عصمت والی بی بی کی حفاظت بھی۔ ۳۔ یعنی تمہاری وہ بیٹی جس کا خاوند فوت ہو گیا یا پاگل دیوانہ ہو گیا یا گم ہو گیا یا اس نے طلاق دے دی مگر لڑکی کسی مجبوری کی وجہ سے دوسرا نکاح نہیں کر سکتی یا اسے اچھا رشتہ ملتا نہیں اس لئے مجبور اوہ میکے میں آ گئی۔ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اس کی پرورش کرنا بہترین صدقہ ہے کہ وہ اب بے آس ہو کر تمہارے سہارے پر تمہارے پاس آئی بعض لوگ خود لڑکیوں کو اپنے گھر بٹھا لیتے ہیں اسے بلاوجہ بسنے نہیں دیتے وہ یہاں مراد نہیں ایسے لوگ تو بڑے مجرم ہیں اس لئے مردودة ارشاد ہوا۔

بَابُ الْحُبِّ فِي اللّٰهِ وَمِنَ اللّٰهِ

اللہ کی راہ میں محبت اور اللہ کی محبت کا بیان

پہلی فصل

فی اللہ کا' فی یا تو اپنے ہی معنی پر ہے تو سبیل پوشیدہ ہے یا بمعنی لام ہے۔ جیسے رب فرماتا ہے **والذین جٰھدوا و فینا** یعنی اللہ کی راہ میں محبت یعنی کسی بندے سے صرف اس لئے محبت کرے کہ رب تعالیٰ اس سے راضی ہو جاوے اس میں دنیاوی غرض ریا نہ ہو اس محبت میں ماں باپ اولاد اہل قرابت مسلمانوں سے محبت سب ہی داخل ہیں جبکہ رضا الٰہی کے لئے ہوں حضرات اولیاء' انبیاء سے محبت سبحان اللہ یہ تو حب فی اللہ کا درجہ ہے خدا نصیب کرے ۲۔ محبت من اللہ سے مراد وہ محبت ہے جو رب بندے سے محبت فرماوے اور اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے جیسا کہ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ ان کے آستانوں پر لوگوں کے میلے لگے رہتے ہیں لہٰذا ان دونوں عبارتوں میں تکرار نہیں دونوں مستقل مضمون ہیں۔

marfat.com

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ)

پہلی فصل

(۴۷۸۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روحیں مخلوط لشکر ہیں ا۔ تو ان میں سے جو جو جان پہچان رکھتی ہیں وہ الفت کرتی ہیں اور جو اجنبی رہ چکی ہیں وہ الگ رہتی ہیں (بخاری) اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا۔

(۴۷۸۱) ا۔ یعنی انسانی روحیں بدنوں میں آنے سے پہلے آپس میں مخلوط تھیں اس طرح کہ سعید روحیں ایک گروہ تھیں اور شقی روحیں دوسرا گروہ مگر سعید آپس میں مخلوط مخلوط تھیں اور شقی آپس میں مخلوط۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِيْلَ فَقَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ قَالَ فَيُحِبُّهٗ جِبْرَئِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِي السَّمَآءِ فَيَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْاَرْضِ وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرَئِيْلَ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْهُ قَالَ فَيُبْغِضُهٗ جِبْرَئِيْلُ ثُمَّ يُنَادِيْ فِيْ اَهْلِ السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ قَالَ فَيُبْغِضُوْنَهٗ ثُمَّ تُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَآءُ فِي الْاَرْضِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۷۸۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے ا۔ تو حضرت جبریل کو بلاتا ہے پھر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں ۲۔ تم اس سے محبت کرو چنانچہ جبریل اس سے محبت کرتے ہیں ۳۔ آسمان میں اعلان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے ۴۔ تم لوگ اس سے محبت کرو ۵۔ تو اس سے آسمان والے محبت کرتے ہیں ۶۔ پھر اس کے لئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے ۷۔ اور جب رب تعالیٰ کسی بندے سے ناراض ہوتا ہے تو فرماتا ہے کہ میں فلاں سے ناراض ہوں تو تم بھی اس سے ناراض ہو جاؤ فرمایا کہ جبرئیل اس سے ناراض ہو جاتے ہیں پھر آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے ناراض ہے تم لوگ بھی اس سے ناراض ہو جاؤ ۸۔ فرمایا پھر وہ لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں پھر زمین میں اس کے لئے نفرت رکھ دی جاتی ہے ۹۔ (مسلم)

(۴۷۸۲) ا۔ یعنی جب یہ روحیں بدنوں میں آئیں تو ہر روح کو اس روح سے الفت ہوگی جس کے ساتھ پہلے خلط ملط رہ چکی ہے اگرچہ دنیا میں مختلف زمانوں مختلف زمینوں میں رہیں ۲۔ یعنی جو روحیں وہاں عالم ارواح میں الگ الگ تھیں کہ یہ روح ایک زمرہ کی تھی وہ روح دوسرے زمرہ کی وہ بدن میں آنے کے بعد اگرچہ ایک جگہ رہیں مگر ان میں الفت نہ ہوگی نفرت ہوگی۔

marfat.com

☆ ناریاں مر ناریاں را طالب اند ☆ نوریاں مر نوریاں راجاذب اند ☆

کنعان حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا ہو کر الگ رہا۔ بلقیس یمن میں رہتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچ گئی ابو جہل مکہ میں رہتے ہوئے حضور سے دور رہا۔ اویس قرنی دور رہتے ہوئے حضور سے قریب ہو رہے۔ بعد دار اور مزار کچھ نہیں ۳۔ ظاہر یہ ہے کہ بندہ سے مراد مومن انسان ہے محبت سے مراد یا تو اس کی بھلائی کا ارادہ فرمانا ہے تو یہ محبت رب کی ذاتی صفت ہے یا اس بندہ پر کرم و احسان فرمانا ہے تو یہ صفت فعل ہے لہٰذا حدیث ظاہر ہے اس پر علم کلام کا کوئی اعتراض نہیں ۴۔ چونکہ حضرت جبریل تمام فرشتوں سے افضل ہیں نیز جبریل علیہ السلام ہی خالق و مخلوق کے درمیان سفیر ہیں اور حضرات انبیاء کرام پر وحی لانے والے اس لئے ان سے ہی یہ فرمایا جاتا ہے۔ بلانے سے مراد انہیں مطلع فرمانے کے لئے ندا فرمانا ہے۔ رب تعالیٰ کی محبت کا سبب یا اس بندے کے نیک اعمال ہوتے ہیں یا کسی محبوب بندے کا محبوب ہونا۔ ۵۔ یعنی اے آسمان کے فرشتو صرف اس لئے اس بندے سے محبت کرو کہ وہ اللہ کا پیارا ہے تاکہ تم اس سے محبت کر کے اللہ کے اور زیادہ محبوب بن جاؤ۔ یہ ہے محبت فی اللہ اور محبت من اللہ ۶۔ یعنی اس اعلان پر سارے آسمان والے اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ ۷۔ زمین سے مراد زمینی باشندے انسان ہیں یا جن و انس دونوں مگر وہ جن و انس جو اہل محبت سے ہوں جو بہ شکل انسان جانور ہیں وہ محبت نہ کریں تو نہ کریں چنانچہ حضرات انبیاء و اولیاء حضرات صحابہ و اہل بیت کے بہت لوگ دشمن ہیں یہ لوگ اہل محبت اور دل والے نہیں لباس آدمی میں شیر بھیڑیئے ہیں (مرقات) اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے دل اس بندے کی طرف کھنچنے لگتے ہیں وہ دلوں کا مقناطیس بن جاتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **ان الذین امنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن** و بایہ حدیث اس آیت کی شرح ہے ۸۔ یعنی اے آسمان والو فلاں بدنصیب انسان سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے اس پر غضب کرنا چاہتا ہے تم اس سے نفرت کرو اس کے لئے بددعائیں کرو ۹۔ یعنی ایسے شخص سے فرشتے نفرت کرتے ہیں اسے بددعائیں دیتے ہیں اور دل والے محبت والے انسانوں کے دلوں میں قدرتی طور پر اس سے نفرت ہو جاتی ہے اگر کچھ برے لوگ اسکی طرف مائل ہوں تو اس کا اعتبار نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّيْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۷۸۳) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ کہاں ہیں میری عظمت کے لئے آپس میں محبت کرنے والے ۱۔ آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جبکہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ۲۔ (مسلم)

(۴۷۸۳) ۱۔ یعنی وہ مسلمان ہماری بارگاہ میں حاضر ہوں جو کسی دنیاوی وجہ سے نہیں بلکہ صرف میری رضا میری خوشنودی کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے کہ میری عظمت ان کے دلوں میں تھی اس لئے مجھے راضی کرنا چاہتے تھے میرے بندوں کو راضی کر کے ۲۔ ظل کے معنی ہیں سایہ مگر کبھی اس سے مراد ہوتی ہے پناہ امان جیسے کہا جاتا ہے کہ عادل بادشاہ ظل اللہ ہے۔ یا بزرگوں کو لکھتے ہیں دام ظلہم اگر یہاں سایہ کے معنی میں ہے تو مراد ہے عرش اعظم کا سایہ کہ سایہ جسم کا ہوتا ہے رب تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور اگر مراد ہے پناہ تو ظاہر ہے۔

marfat.com

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا زَارَ اَخًا لَهٗ فِيْ قَرْيَةٍ اُخْرٰى فَاَرْصَدَ اللّٰهُ لَهٗ عَلٰى مَدْرَجَتِهٖ مَلَكًا قَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ قَالَ اُرِيْدُ اَخًا لِيْ فِيْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا قَالَ لَا غَيْرَ اَنِّيْ اَحْبَبْتُهٗ فِي اللّٰهِ قَالَ فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكَ بِاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّكَ كَمَا اَحْبَبْتَهٗ فِيْهِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۷۸۴) روایت ہے انہیں سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ ایک شخص نے اپنے بھائی سے دوسری بستی میں ملاقات کی ۱؎ اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ۲؎ وہ بولا کہاں جاتا ہے ۳؎ اس نے کہا کہ اس بستی میں اپنے ایک بھائی کا ارادہ کرتا ہوں وہ بولا تیرا اس پر احسان ہے جسے تو حاصل کرنا چاہتا ہے ۴؎ بولا نہیں بجز اس کے کہ میں اس سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں ۵؎ فرشتہ نے کہا کہ میں تیری طرف اللہ کا قاصد ہوں کہ اللہ تجھ سے محبت کرتا ہے جیسے تو نے اس سے محبت کی ۶؎۔ (مسلم)

(۴۷۸۴) ۱؎ یہاں ملاقات کرنے سے مراد ہے۔ ملاقات کے لئے جانا ملاقات کا ارادہ کرنا بھائی سے مراد ایمانی اسلامی بھائی ہے جس کو اللہ کے لئے بھائی بنایا ہو خواہ نسبی بھائی بھی ہو یا نہیں۔ ۲؎ عربی میں مدرج راستہ کو بھی کہتے ہیں سیڑھی کو بھی یعنی چلنے کی جگہ یا چڑھنے کی۔ یہاں بمعنی راستہ ہے ممکن ہے کہ اس کی بستی یہاں سے کچھ بلندی میں ہو فرشتہ یا حضرت جبریل علیہ السلام تھے یا کوئی اور دوسرا فرشتہ جو پہلے سے وہاں مقرر کر دیا گیا (از مرقات) ۳؎ یہ سوال بے علمی کی بناء پر نہیں بلکہ اس سے وہ جواب حاصل کرنے کے لئے ہے جو یہاں مذکور ہے اور اسے بشارت دینے کے لئے ہے تاکہ لوگ یہ دونوں باتیں سنیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے بیان فرمانا اسی مقصد کے لئے ہے۔ ۴؎ یعنی تو کبھی اس پر احسان کر چکا ہے جس کا عوض حاصل کرنے کے لئے جاتا ہے یا اس کا تجھ پر کچھ احسان ہے جس کا عوض دینے تو جا رہا ہے تربّ بنا ہے رب سے۔ بمعنی پرورش کرنا، مالک کرنا، حاصل کرنا اصلاح کرنا۔ (اشعۃ اللمعات) ۵؎ یعنی اس سے میری محبت اس لئے ہے کہ وہ اللہ کا نیک بندہ ہے اور نیک بندوں کی محبت سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے بخشے ہوؤں کی ملاقات کرو کہ تم بھی بخشے جاؤ۔

☆ اٹھ جاگ فرید استیاتوں خلقت ویکھن جا ☆ مت کوئی بخشیا مل پوے توں بھی بخشیا جا ☆

۶؎ یعنی تیرا یہ عمل بارگاہ الٰہی میں قبول ہو گیا اور تیرا مقصد حاصل ہو گیا اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ کے واسطے کسی سے محبت کرنا بہترین نیکی ہے دوسرے یہ کہ ایسی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے۔ تیسرے یہ کہ صالحین کی ملاقات ان کی زیارت کے لئے جانا بہت افضل ہے چوتھے یہ کہ عام انسانی فرشتہ کو شکل انسان میں دیکھ سکتے ہیں۔ پانچویں یہ کہ اللہ تعالیٰ کبھی حضرات اولیاء اللہ کے پاس فرشتہ کے ذریعہ پیغام بھیجتا ہے۔ یہ درجہ الہام سے اوپر ہے (مرقات) مگر یہ پیغام وحی نہیں کہ وحی حضرات انبیاء کے سواء کسی کو نہیں ہوتی۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

(۴۷۸۵) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرمایا کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم سے محبت کرے اور ان سے ملا نہ ہو۔ تو فرمایا کہ انسان

marfat.com

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۷۸۵) ا۔ نہ تو کبھی ان سے ملاقات کی ہو نہ ان کے لئے نیک اعمال کئے ہوں مگر ان سے دلی محبت رکھتا ہو جیسے آج ہم گندے کمینے بدکار سیاہ کار حضور سید الابرار صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب اخیار سے محبت کریں ۲۔ یعنی یہ شخص قیامت میں ان محبوب نیکوں کے ساتھ ہو گا رب تعالیٰ فرماتا ہے **فاولئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصلحین**۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بروں سے محبت کرنے کا انجام بھی یہ ہی ہے۔ خیال رہے کہ ہر نسبت جنسیت چاہتی ہے عشق و محبت نہ جنسیت دیکھے نہ برابری بندہ کو اللہ سے امتی کو رسول اللہ سے عشق ہو سکتا ہے' اللہ تعالیٰ نصیب کرے خوف خدا عشق جناب مصطفیٰ اللہ کی بڑی نعمت ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلاً قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَيْلَكَ وَمَا اَعْدَدْتَّ لَهَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُّ لَهَا اِلَّا اَنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَاَيْتُ الْمُسْلِمِيْنَ فَرِحُوْا بِشَيْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرَحَهُمْ بِهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۷۸۶) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کب ہے فرمایا افسوس تجھ پر تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے ا۔ وہ بولا میں نے اس کی تیاری کوئی نہیں کی بجز اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں ۲۔ فرمایا تو اس کے ساتھ ہو گا جس سے تجھے محبت ہو حضرت انس نے فرمایا کہ میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی چیز پر ایسا خوش ہوتے نہ دیکھا جیسا کہ وہ اس سے خوش ہوئے ۳۔ (مسلم بخاری)

(۴۷۸۶) ا۔ یہ افسوس غضب کے لئے نہیں کرم کے لئے ہے جیسے حضرت ابوذر غفاری سے فرمایا **علی رغم انف ابی ذر** اس کلمہ کا مزہ وہ جانے جسے دل سے لگی ہو یا مقصد یہ ہے کہ تو اعمال تو کرتا نہیں صرف قیامت کے متعلق پوچھتا ہے ۲۔ یہ صاحب بڑے متقی پرہیزگار عبادت گزار تھے مگر انہوں نے اپنے اعمال کو قیامت کی تیاری قرار نہ دیا کہ یہ سب نیکیاں تو اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ہے جو مجھے دنیا میں مل چکیں اور مل رہی ہیں آخرت کی تیاری صرف یہ ہے کہ مجھے اس برات کے دولہا سے محبت ہے دولہا سے تعلق اس سے محبت برات کے کھانے والے جوڑے انعام کا مستحق بنا دیتے ہیں مرقات نے فرمایا کہ اللہ رسول سے محبت سائرین اور طائرین کے مقامات میں سے اعلیٰ مقام ہے ساری عبادات محبت کی فروع ہیں۔ مگر محبت کے ساتھ اطاعت بلکہ متابعت ضروری ہے۔ برات کا کھانا صرف عمدہ لباس سے نہیں ملتا بلکہ دولہا کے تعلق سے ملتا ہے اگر رب تعالیٰ سے کچھ لینا ہے تو حضور سے تعلق پیدا کرو۔ ۳۔ یعنی حضرات صحابہ کرام کو سب سے بڑی خوشی تو اپنے اسلام لانے پر ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مومن صحابی بننے کی توفیق بخشی اس کے بعد آج یہ فرمان عالی سن کر بڑی خوش ہوئی اس خوشی کی وجہ یہ ہے کہ حضرات صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے فدا تھے ان میں سے بعض تو حضور کے بغیر چین نہ پاتے تھے۔ انہیں کھٹکا تھا کہ مدینہ منورہ میں تو ہم کو حضور کی ہمراہی نصیب ہے کہ یار نے مدینہ میں اپنا کاشانہ بنایا ہے' مگر جنت میں کیا بنے گا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اعلیٰ علیین سے بھی اعلیٰ ہو گا۔ ہم کسی اور درجہ میں ہوں گے۔ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ اٹھا دیا تمام کو تسلی دے دی فرما دیا کہ جس کو مجھ سے صحیح محبت ہو گی اسے مجھ سے فراق نہ ہو گا میرے ساتھ ہی رہے گا۔ خیال رہے کہ یہاں درجہ کی ہمراہی یا برابری مراد

marfat.com

نہیں بلکہ ایسی ہمراہی مراد ہے جیسے سلطان کے خاص خدام سلطان کے ساتھ اس کے بنگلہ میں رہتے ہیں سب سے بڑا خوش نصیب وہ ہے جسے کل حضور کا قرب نصیب ہو جاوے اس قرب کا ذریعہ حضور سے محبت ہے اور حضور کی محبت کا ذریعہ اتباع سنت کثرت سے درود شریف کی تلاوت حضور کے حالات طیبہ کا مطالعہ اور محبت والوں کی صحبت ہے یہ صحبت اکسیر اعظم ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ وَنَافِخِ الْکِیْرِ فَحَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یُّحْذِیَکَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْہُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا طَیِّبَۃً وَنَافِخُ الْکِیْرِ اِمَّا اَنْ یُّحْرِقَ ثِیَابَکَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا خَبِیْثَۃً۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۷۸۷) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اچھے برے ساتھی کی مثال مشک کے اٹھانے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے اے مشک بردار یا تمہیں کچھ دے دے گا یا تم اسے سے خرید لو گے اور یا تم اس سے اچھی خوشبو پالو گے ۲۔ اور بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلا دے گا اور یا تم اس سے بدبو پاؤ گے ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۷۸۷) اے سبحان اللہ کیسی پاکیزہ مثال ہے جس کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے کہ بروں کی صحبت فائدہ اور اچھوں کی صحبت نقصان کبھی نہیں دے سکتی بھٹی والے سے مشک نہیں ملے گا گرمی اور دھواں ہی ملے گا۔ مشک والے سے نہ گرمی ملے نہ دھواں مشک یا خوشبو ہی ملے گی ۲۔ یہ ادنی نفع کا ذکر ہے مشک خرید لینا یا اس کا مفت ہی دے دینا اعلیٰ نفع ہے جس سے ہمیشہ فائدہ پہنچتا رہے گا اور صرف خوشبو پالینا ادنی نفع ہے خیال رہے کہ ابو جہل وغیرہ دشمنان رسول حضور کے پاس حاضر ہوئے ہی نہیں وہاں حاضری محبت سے حاصل ہوتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ رَوَاہُ مَالِکٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِّلتِّرْمِذِیِّ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ جَلَالِیْ لَھُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُّوْرٍ یَغْبِطُھُمُ النَّبِیُّوْنَ وَالشُّھَدَاءُ۔

(۴۷۸۸) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری محبت میرے بارے میں محبت کرنے والوں اور میرے بارے میں بیٹھنے والوں ملاقات کرنے والوں اور میری راہ خرچ کرنے والوں کے لئے لازم ہو گئی اے۔ (ترمذی کی روایت میں ہے) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری راہ میں محبت کرنے والے ان کے لئے نور کے منبر ہیں ان پر نبی اور شہداء رشک کریں گے ۲۔

(۴۷۸۰) اے اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ حتی الامکان بری صحبت سے بچو کہ یہ دین و دنیا برباد کر دیتی ہے اور اچھی صحبت اختیار کرو کہ اس سے دین و دنیا سنبھل جاتے ہیں سانپ کی صحبت جان لیتی ہے برے یار کی صحبت ایمان برباد کر دیتی ہے۔

☆ مار بد تنہا ہمیں برجاں زند ☆ یار بدبر دین و بر ایمان زند ☆

صوفیاء کرام کے نزدیک ساری عبادات سے افضل صحبت نیک ہے آج مسلمان نمازی، غازی، حاجی، قاضی رہتے ہیں مگر صحابی نہیں

marfat.com

بنتے کہ صحابی صحبت نبی سے بنتے تھے وہ صحبت اب کہاں نصیب۔ حضور سب کچھ دے گئے مگر صحبت ساتھ ہی لے گئے صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص ان تین کاموں میں سے کوئی کام کرے اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت نہ کرے اللہ کی راہ میں اس کے بندے سے محبت کی جائے اور خدا تعالیٰ اس سے محبت نہ کرے خدا کو سجدہ کرنا ہو تو کعبہ کی طرف سجدہ کرو اگر رب تعالیٰ سے محبت کرنا ہو تو اس کے بندوں سے محبت کرو یہ بندے محبت الٰہی حاصل کرنے کے لئے گویا کعبہ ہیں۔ ۲۔ یا تو یہاں غبطہ سے مراد ہے خوش ہونا۔ تب تو حدیث واضح ہے کہ حضرات انبیاء کرام ان لوگوں کو اس مقام پر دیکھ کر بہت خوش ہوں گے اور ان لوگوں کی تعریف کریں گے (مرقات) اور اگر غبطہ بمعنی رشک ہی ہو تو مطلب یہ ہے کہ اگر حضرات انبیاء و شہداء کسی پر رشک کرتے تو ان پر کرتے تو یہ فرضی صورت کا ذکر ہے (اشعۃ اللمعات) یا یہ رشک اپنی امت کی بناء پر ہوگا کہ امت محمدیہ میں یہ لوگ ایسے درجے میں ہیں کہ ہماری امت میں نہیں یا یہ مقصد ہے کہ وہ حضرات اپنی امت کا حساب کرا رہے ہوں گے اور یہ لوگ آرام سے ان منبروں پر بے فکری سے آرام کر رہے ہوں گے تو حضرات انبیاء کرام ان لوگوں کی بے فکری پر رشک کریں گے کہ ہم مشغول ہیں یہ فارغ البال۔ بہرحال اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ یہ حضرات انبیاء کرام سے افضل ہوں گے (مرقات و اشعہ وغیرہ)

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَاُنَاسًا مَا هُمْ بِاَنْبِيَآءَ وَلَا شُهَدَآءَ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ وَالشُّهَدَآءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللّٰهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرَوْحِ اللّٰهِ عَلٰى غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ وَّاِنَّهُمْ لَعَلٰى نُوْرٍ لَا يَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ مَعَ زَوَائِدَ وَكَذَا فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔

(۴۷۸۹) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کے بعض بندے وہ ہیں اے۔ جو نہ تو نبی ہیں نہ شہید ان پر حضرات انبیاء شہداء قیامت کے دن رشک کریں گے ان کے قرب الٰہی کی وجہ سے ۲۔ لوگ بولے یا رسول اللہ ہمیں خبر دیں کہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا وہ قوم ہے جو اللہ کے قرآن کی وجہ سے ۳۔ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں بغیر آپس کی قرابت داری کے اور بغیر آپس کی مالی لین دین کے ۴۔ تو اللہ کی قسم ان کے چہرے نور ہوں گے اور وہ نور پر ہوں گے ۵۔ جب لوگ ڈریں گے یہ نہ ڈریں گے اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو یہ غمگین نہ ہوں گے ۶۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی خبردار رہو بے شک اللہ کے ولی نہ ان پر ڈر ہے نہ وہ غمگین ہوں ۷۔ (ابوداؤد) اور اسے شرح سنہ میں حضرت ابو مالک سے روایت کیا ۸۔ مصابیح کے الفاظ میں مع زیادہ کے یوں ہی شعب ایمان میں ہے۔

(۴۷۸۹) ۱۔ اناس جمع فرما کر یہ بتایا کہ یہ حضرات انسان ہیں اور وہ ایک دو نہیں بلکہ پوری جماعت ہے یہ اولیاء اللہ ہیں اور ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے ۲۔ اس فرمان عالی کا مطلب ابھی عرض کر دیا گیا کہ ان حضرات کے قرب الٰہی کی انبیاء کرام شہداء عظام تعریف کریں گے یا ان کی بے غمی بے فکری پر رشک کریں گے قیامت میں گنہگاروں کو اپنی حضرات انبیاء کرام کو اپنی امت کی فکر بھی ہو گی غم بھی مگر یہ حضرات اپنے اور دوسروں کے غم و فکر سے آزاد ہوں گے اس آزادی پر حضرات انبیاء رشک کریں گے لہٰذا اس

marfat.com

سے یہ لازم نہیں کہ یہ لوگ انبیاء کرام سے افضل ہوں رب تعالیٰ فرماتا ہے **الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** یہاں اولیاء اللہ فرمایا گیا انبیاء نہ ارشاد ہوا۔ ۳۔ قوی یہ ہے کہ روح اللہ ر کے ضمہ سے ہے۔ بمعنی زندگی بخش چیز اور اس سے مراد قرآن کریم ہے کہ یہ بھی مسلمانوں کو جاودانی زندگی بخشتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **اوحینا الیک روحا من امرنا** اس کی اور بھی شرحیں کی گئی ہیں یعنی قرآن مجید کی اتباع اس کے احکام کی پابندی کی وجہ سے محبت کرتے ہیں کہ یہ لوگ پکے مسلمان ہیں ۴۔ یعنی ان کی اس محبت کی وجہ آپس کی قرابتداری اور مالی لین دین نہیں ہوتی۔ صرف اس لئے محبت کرتے ہیں کہ وہ اللہ کا مقبول بندہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع فرمان ہے خواہ اپنا عزیز ہو یا اجنبی لہٰذا حدیث واضح ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ للہ فی اللہ محبت صرف اجنبی سے ہی چاہیے اپنے عزیز و قرابت داروں سے نہ چاہیے اگرچہ وہ کیسا ہی نیک و صالح ہو چونکہ دنیاوی محبتیں اکثر نسب اور مالی تعلق کی بنا پر ہوتی ہیں اس لئے ان ہی دو چیزوں کا ذکر فرمایا گیا طمع لالچ مال کی زیادتی ہوتی ہے ۵۔ یعنی ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے جیسے دنیا کی مجلسوں میں معزز آدمی کو عزت کی جگہ بٹھایا جاتا ہے ایسے انہیں رب تعالیٰ قیامت میں عزت کی جگہ عطا فرمائے گا تاکہ اہل محشر پر ان کی عظمت ظاہر ہو ۶۔ اس ارشاد عالی نے حضرات انبیاء کے رشک کی وجہ بیان فرمادی کہ یہ لوگ اس دن اپنی اور دوسروں کی فکروں سے آزاد ہوں گے اس بے فکری اور آزادی پر رشک کیا جاوے گا انہیں نہ اپنے بخشے جانے کی فکر کہ وہ بخش دیئے گئے نہ دوسروں کو بخشوانے کی فکر کہ وہ کسی کے ذمہ دار نہیں لہٰذا حدیث واضح ہو گئی۔ ۷۔ یا تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی اپنے فرمان عالی کی تائید کے لئے یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلاوت کی حدیث کی تقویت کے لئے خیال رہے کہ ضعیف سے ضعیف حدیث بھی اگر قرآنی آیت سے قوت پائے تو صحیح ہو جاتی ہے یعنی ان لوگوں کو نہ عذاب کا خوف ہوگا نہ ثواب جاتے رہنے کا غم ۸۔ آپ کا نام کعب ابن عاصم ہے کنیت ابو مالک ہے اشعری ہیں صحابی ہیں آپ سے بہت حضرات نے روایات نقل کیں عہد فاروقی میں وصال ہوا (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ ذَرٍّ يَا اَبَا ذَرٍّ اَیُّ عُرَى الْاِيْمَانِ اَوْثَقُ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ الْمُوَالَاةُ فِی اللّٰهِ وَالْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۷۹۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابوذر سے فرمایا اے ابوذر ایمان کی گرہوں میں سے کون سی گرہ ا۔ مضبوط ہے عرض کیا اللہ رسول ہی خوب جانیں فرمایا اللہ کی راہ میں دوستی اللہ کی راہ میں محبت اور اللہ کی راہ میں عداوت ۲۔ (بیہقی شعب الایمان)

(۴۷۹۰) ا۔ عری جمع ہے عروۃ کی عروہ رسی کا وہ کنارہ جو ڈول سے بندھا ہوتا ہے اور ڈول اس سے وابستہ ہوتا ہے پھر ہر اس چیز کو عروہ کہا جانے لگا جس سے کوئی چیز پکڑی جاوے جیسے کوزہ کا دستہ وغیرہ لہٰذا عروہ کے معنی گرہ بہت مناسب ہے یہاں اس سے مراد ایمان کے اور مومنوں کے اعمال ہیں یعنی ایمان کا کون سا رکن اور مومن کا کونسا عمل زیادہ لائق بھروسہ ہے۔ ۲۔ دو طرفہ دوستی موالات ہے اور یک طرفہ دوستی حب یوں ہی دو طرفہ عداوت معادات ہے یک طرفہ دشمنی بغض (مرقات) یعنی لڑائی اللہ کے لئے ملاپ اللہ کے لئے یعنی جو اللہ کا مقبول ہو وہ ہمارا پیارا ہو جاوے اگرچہ اجنبی ہو اور جو اللہ کا مردود ہو وہ ہمارا دشمن ہو اگرچہ قرابت دار ہو۔ حضرت سعدیؒ نے کیا خوب فرمایا۔

marfat.com

☆ ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد ☆ فداء یک تن بیگانہ کاشنا باشد ☆
☆ رام نام کٹے بھلے کہ ٹپ ٹپ ٹپکے چام ☆ واردی کنچن دیسہ کو کہ جس کا ناہیں رام ☆

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ ذَرٍّ يَا اَبَا ذَرٍّ اَيُّ عُرَى الْاِيْمَانِ اَوْثَقُ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ الْمُوَالَاةُ فِي اللّٰهِ وَالْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۷۹۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا اے ابوذر ایمان کی کون سی گرہ زیادہ مضبوط ہے ۱؎ عرض کیا اللہ رسول اللہ ہی خوب جانتے ہیں فرمایا اللہ کی راہ میں دوستی کرنا اور اللہ کی راہ میں محبت کرنا ۲؎ اور اللہ کی راہ میں بغض عداوت کرنا ۳؎ (بیہقی، شعب الایمان)

(۴۷۹۱) ۱؎ یعنی اعمال ایمانی میں کونسا عمل زیادہ قابل اعتماد ہے یہ سوال اس لئے کیا گیا کہ سننے والوں کے دل میں شوق پیدا ہو پھر انہیں بتایا جاوے تو انہیں اچھی طرح یاد رہے کہ شوق کے بعد جو بات معلوم ہوتی ہے وہ بہت دل نشین ہوتی ہے۔ ۲؎ موالات اور محبت کا فرق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ دو طرفہ محبت موالاۃ کہلاتی ہے اور یکطرفہ محبت حب۔ جن بزرگوں کو ہم نے دیکھا نہیں مگر ہم کو ان سے اللہ کے لئے محبت ہے انشاء اللہ یہ محبت بہت کام آوے گی (مرقات) ۳؎ اس فرمان عالی کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے **لا تجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللّٰہ ورسولہ ولوکانوا اباءھم** الخ یعنی سچے مومن اللہ کے دشمنوں سے محبت نہیں کرتے اگرچہ وہ ان کے باپ دادے یا اولاد ہوں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا عَادَ الْمُسْلِمُ اَخَاهُ اَوْ زَارَهٗ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّاْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۴۷۹۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی یا ملاقات کرتا ہے ۱؎ تو رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو اچھا تیرا چلنا اچھا اور تو نے جنت میں منزل یعنی گھر بنا لیا ۲؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۴۷۹۲) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ 'اوزارہ' بھی حضور کا فرمان عالی ہے یعنی اس سے بیماری میں ملاقات کرے یا تندرستی میں ملے دونوں کا درجہ یہی ہے عیادت اور زیارت میں یہ ہی فرق ہے اور ہو سکتا ہے کہ راوی کو شک ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاد فرمایا یا زار مگر پہلی بات قوی ہے ۲؎ جنت کی بعض زمین سفیدہ بھی ہے جس میں مومنوں کے اعمال کے بعد باغ یا مکانات تیار ہوتے ہیں اور بعض زمین میں تمام چیزیں پہلے ہی موجود ہیں جہاں کسی جنت میں گھر بنانے یا مکان بنانے کا ذکر ہوتا ہے وہاں اس زمین میں بنانا مراد ہوتا ہے۔

وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ الرَّجُلُ اَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ اَنَّهٗ يُحِبُّهٗ۔

(۴۷۹۳) روایت ہے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے خبر دیدے کہ وہ اسی سے محبت کرتا ہے ۱؎

marfat.com

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ (ابوداؤد، ترمذی)

(۴۷۹۳) ۱؎ یہ خبر دینا خوشامد کے لئے یا جھوٹ بولنے کے طریقہ سے نہ ہو بلکہ اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے ہو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انشاء اللہ اسے بھی اس سے محبت ہو جاوے گی اور پھر یہ دو طرفہ محبت بہت پختہ ہوگی یا وہ اس کے لئے دعا کرے گا یہ عمل بہت ہی مجرب ہے محبت کی خبر دینے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ جبکہ اخلاص سے ہو اور محض اللہ کے لئے ہو دنیاوی لالچ سے نہ ہو۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَہٗ نَاسٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ عِنْدَہٗ اِنِّیْ لَاُحِبُّ ھٰذَا لِلّٰہِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْلَمْتَہٗ قَالَ لَا قَالَ قُمْ اِلَیْہِ فَاَعْلِمْہُ فَقَامَ اِلَیْہِ فَاَعْلَمَہٗ فَقَالَ اَحَبَّکَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَہٗ قَالَ ثُمَّ رَجَعَ فَسَاَلَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ بِمَا قَالَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلَکَ مَا احْتَسَبْتَ۔

رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِلتِّرْمِذِیِّ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَلَہٗ مَا اکْتَسَبَ)

(۴۷۹۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرا حضور انور کے پاس کچھ لوگ تھے تو آپ کے پاس والوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میں اس سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں ۱؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے اسے بتادیا ہے عرض کیا نہیں فرمایا اس کے پاس جاؤ اسے بتادو ۲؎ چنانچہ وہ شخص اس کے پاس گیا اسے یہ خبر دی ۳؎ وہ بولا کہ تجھ سے وہ محبت کرے جس کی راہ میں تو نے مجھ سے محبت کی ہے ۵؎ راوی فرماتے ہیں کہ پھر واپس ہوا تو اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ۵؎ تو اس نے حضور کو خبر دی جو اس نے کہا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کے ساتھ ہوگا۔ جس سے محبت کرے ۶؎ اور تیرے لئے وہ ہے جو تم نے طلب اجر کیا ۷؎ (بیہقی، شعب الایمان) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرے اور اس کے لئے وہ ہے جو کمائے ۸؎

(۴۷۹۴) ۱؎ اپنے اعمال صالحہ کی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دینا سنت صحابہ ہے اس سے اعمال زیادہ قبول ہوتے ہیں ۲؎ کہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور محبت بھی خالصاً لوجہ اللہ ہے تاکہ اس کے دل پر تمہاری اسی محبت کا اثر ہو اور وہ بھی تم سے محبت کرنے لگے اور محبت موالاۃ بن جاوے ظاہر ہے کہ موالات محبت سے قوی تر ہے ۳؎ یعنی اس پہلے شخص نے اس دوسرے شخص کو خبر دی حضور کے حکم پر عمل کرتے ہوئے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم وجوبی نہیں استحبابی ہے کہ محبت کی خبر دینا واجب نہیں ہو سکتا ہے کہ اس کے لئے وجوبی ہو ۴؎ سبحان اللہ اس خبر دینے کا یہ نتیجہ ہوا یقین ہے کہ اس کے دل میں بھی اس سے محبت پیدا ہو گئی ہوگی غالباً اس پہلے شخص نے اس دوسرے شخص کا تقویٰ عبادات اسلام پر پختگی وغیرہ دیکھ کر اس سے محبت کی تھی لہٰذا یہ محبت فی اللہ تھی ۵؎ یہ پوچھا کہ تم نے ان صاحب سے کیا کہا اور انہوں نے تم کو کیا جواب دیا یہ پوچھنا ایسا ہی ہے جیسے رب تعالیٰ فرشتوں سے اپنے بندوں کے اعمال کے متعلق پوچھتا ہے حالانکہ علیم ہے خبیر ہے حضور انور کو سب کچھ خبر ہے مگر اس پوچھنے میں لاکھوں حکمتیں ہیں ۶؎ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسرے صاحب بڑے پایہ کے بزرگ تھے جن کی ہمراہی ان اول

marfat.com

صاحب کے لئے باعث برکت و رحمت تھی اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور بشارت یہ فرمایا ۷۔ ہمراہ سے مراد دین و دنیا حتی کہ جنت میں ہمراہی ہے ۸۔ یعنی تم نے اس شخص سے محض اللہ واسطے محبت کی ہے اس محبت میں کوئی دنیاوی لالچ نہیں اس لئے تمہاری یہ محبت بھی عبادت ہے احتساب بنا ہے حسب سے جیسے اعتداد عدد سے حسب کے لفظی معنی ہیں حساب لگانا یا گمان کرنا احتساب کے معنی ہیں اجر طلب کرنا اللہ کی رضا چاہنا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُصَاحِبْ اِلَّا مُؤْمِنًا وَّلَا یَاْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِیٌّ۔ اَلتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ

(۴۷۹۵) روایت ہے حضرت ابو سعید سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہ ساتھ رہو مگر مومن کے ۱۔ اور تمہارا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار ۲۔ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) ۳۔

(۴۷۹۵) ۱۔ یعنی اگرچہ محب کے اعمال محبوب جیسے نہ ہوں مگر محبت کی بنا پر اللہ تعالیٰ اسے محبوب سے جدا نہ کرے گا پھول کے ساتھ گھاس بندھ جاوے تو گلدستہ میں اس کی بھی عزت ہو جاتی ہے اگر کسی گنہگار کو حضور احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نصیب ہو جاوے تو انشاء اللہ حضور ہی کے ساتھ ہوا۔ ۲۔ یعنی کفار و منافقین کی ہمراہی اختیار نہ کرو مخلص مومنوں کی خصوصاً ان کی جو تم کو اپنی صحبت میں کامل مکمل کر دے تم کو اللہ رسول کے رنگ میں رنگ دے ان کی ہمراہی ان کے ساتھ رہنا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اختیار کرو۔ ۳۔ یہ فرمان بہت جامع ہے یعنی روزی حلال کماؤ تاکہ نیک لوگوں کے لائق بنو اور کوشش کرو کہ تمہاری روزی کفار و فساق منافقین نہ کھائیں اللہ کے مقبول بندے کھائیں جو کھا کر نماز پڑھیں عبادات کریں اور ان کے ثواب میں تمہارا بھی حصہ ہو تم کو دعائیں دیں تو تمہارا بھلا ہو جاوے اس کھانا دانہ کی وجہ سے انہیں تم سے محبت، الفت ہو جاوے یہ الفت خدا رسی کا ذریعہ بنے کھانے میں کپڑا اور دوسرے خرچ بھی داخل ہیں اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے **ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا** اب تو مسلمانوں کی کمائی میراثی، بھانڈ، قوال کھاتے ہیں یا پھر حاکم، حکیم، وکیلوں کے ہاتھ لگتی ہے اللہ تعالیٰ نیک توفیق دے اس حدیث کو ہمارے لئے مشعل راہ بنائے۔ ہماری کمائی میں علماء صالحین طلباء کا حصہ ہو حج و زیارت میں خرچ ہو ایسی جگہ خرچ ہو، جہاں خرچ سے اللہ رسول خوش ہو جاویں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُكُمْ مَنْ یُّخَالِلُ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَی الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ وَقَالَ النَّوَوِیُّ اِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ

(۴۷۹۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان اپنے دوست کے طریقہ پر ہوتا ہے ۱۔ تو ہر ایک سوچ لے کہ کس سے محبت کرتا ہے ۲۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، بیہقی، شعب الایمان) اور ترمذی نے فرمایا حدیث حسن غریب ہے نووی نے کہا کہ اس کی اسناد صحیح ہے ۳۔

(۴۷۹۶) ۱۔ دین سے مراد یا تو ملت و مذہب ہے یا سیرت و اخلاق دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں یعنی عموماً انسان اپنے دوست کی سیرت و اخلاق اختیار کر لیتا ہے کبھی اس کا مذہب بھی اختیار کر لیتا ہے لہٰذا اچھوں سے دوستی رکھو تاکہ تم بھی اچھے بن جاؤ صوفیاء فرماتے ہیں **لا تصاحب الا مطیعا ولا تخالل الا تقیا**۔ نہ ساتھ رہو مگر اللہ رسول کی فرمانبرداری کرنے والے کے نہ دوستی کرو مگر متقی سے ۲۔ یعنی کسی سے دوستانہ کرنے سے پہلے اسے جانچ لو کہ اللہ رسول کا مطیع ہے یا نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے **وکونوا**

marfat.com

مع الصدقین صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسانی طبیعت میں اخذ یعنی لے لینے کی خاصیت سے حریص کی صحبت سے حرص، زاہد کی صحبت سے زہد و تقویٰ ملے گا۔ خیال رہے کہ خلت دلی دوستی کو کہتے ہیں جس سے محبت دل میں داخل ہو جاوے یہ ذکر دوستی و محبت کا ہے کسی فاسق و فاجر کو اپنے پاس بٹھا کر متقی بنا دینا تبلیغ ہے حضور انور نے گنہگاروں کو اپنے پاس بلا کر متقیوں کا سردار بنا دیا ۳۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو اس حدیث کو موضوع کہتے ہیں جیسے حافظ سراج الدین قزوینی حافظ ابن حجر نے قزوینی کا بہت رد کیا اور حدیث کا صحیح ہونا ثابت کیا۔ (مرقات واشعہ)

وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ نَعَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اٰخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْئَلْهُ عَنِ اسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَمِمَّنْ هُوَ فَاِنَّهٗ اَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۷۹۷) روایت ہے حضرت یزید ابن نعامہ سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی شخص کسی سے بھائی چارہ کرے ۲؎ تو اس سے اس کا نام اس کے باپ کا نام پوچھ لے اور یہ کہ وہ کس قبیلہ سے ہے کہ یہ تحقیقات دوستی کو مضبوطی دینے والی ہے ۳؎۔ (ترمذی)

(۴۷۹۷) ۱؎ یہ جنگ حنین میں مشرکوں کے ساتھ تھے بعد میں اسلام لائے ان کی صحابیت میں اختلاف ہے جامع اصول میں انہیں صحابی کہا ابو حاتم نے کہا کہ بصری ہیں اور تابعی ہیں (اشعہ) ممکن ہے انہوں نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بحالت کفر سنی ہو۔ اور مسلمان ہو جانے کے بعد روایت کی ہو کہ ایسی روایت معتبر ہے (مرقات) اور اگر تابعی ہو تو تابعی کی مرسل حدیث صحیح ہے جبکہ وہ ثقہ ہوں۔ ۲؎ یعنی اسے دینی بھائی بنائے اس سے میل جول پیدا کرنا چاہیے۔ ۳؎ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ کسی عالی خاندان سمجھ کر اس سے محبت کی بعد میں اس کے خلاف ظاہر ہوا تو نفرت ہو گئی۔ اس لئے پہلے سے ہی سارے انتظامات کرے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ قَائِلٌ اَلصَّلٰوةُ وَالزَّكٰوةُ وَقَالَ قَائِلٌ اَلْجِهَادُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِي اللّٰهِ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَرَوَى اَبُوْدَاوٗدَ الْفَصْلَ الْاَخِيْرَ)

(۴۷۹۸) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ۱؎ فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے ۲؎ کسی کہنے والے نے کہا کہ نماز اور زکوٰۃ اور کسی کہنے والے نے کہا جہاد ۳؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا عمل اللہ کی راہ میں محبت اور اللہ کی راہ میں عداوت ہے ۴؎۔ (احمد اور ابوداؤد نے آخری حصہ روایت کیا ۵؎۔

(۴۷۹۸) ۱؎ اس طرح کہ ہم لوگ مسجد مبارک میں تھے۔ حضور انور حجرہ مقدسہ میں اچانک حجرہ اقدس سے مسجد میں ہمارے پاس تشریف لائے (مرقات) غالباً تشریف آوری نماز کے لئے نہ تھی۔ بلکہ ان حضرات کو شرف ملاقات بخشنے کے لئے اس لئے علینا فرمایا۔ ۲؎ احب فرمایا افضل نہ فرمایا اس لئے کہ محبوبیت کے لئے افضلیت لازم نہیں دیکھو حضرت علی مرتضیٰ حضور صلی

marfat.com

اللہ علیہ وسلم کو محبوب ترین ہیں مگر حضرات شیخین حضرت علی سے افضل ہیں (مرقات) اس بناپر حدیث شریف بالکل واضح ہے۔ ۳۔ ان حضرات نے افضلیت اور احبیت میں فرق نہ فرمایا چونکہ نماز یا زکوٰۃ یا جہاد افضل اعمال ہیں اس لئے ان لوگوں نے یہ جواب دیا یہاں واؤ بمعنی او ہے خیال رہے کہ عموماً نماز تمام اعمال سے افضل ہے۔ بعض ہنگامی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوتا ہے ۴۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز، زکوٰۃ، جہاد بھی الحب فی اللہ کی شاخیں ہیں کہ مسلمان ان اعمال سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہے اور تمام گناہوں سے نفرت البغض فی اللہ کی شاخیں ہیں کہ مومن تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ کے لئے نفرت کرتا ہے یوں ہی نمازیوں عابدوں سے محبت اللہ کے لئے ہے کفار اور فساق سے نفرت اللہ کے لئے۔ نیز کل قیامت میں جس عمل پر حضرات انبیاء و شہداء غبطہ کریں گے وہ یہ ہی اللہ کے لئے محبت اللہ کے لئے عداوت ہے لہٰذا اس عمل کا محبوب ترین ہونا بالکل درست دوسری عبادات اگرچہ افضل ہوں مگر یہ عمل ان عبادات کا ذریعہ ہے لہٰذا یہ رب تعالیٰ کو بڑا پیارا ہے ۵۔ یعنی انہوں نے حضور انور کا تشریف لانا یہ سوال فرمانا حضرات صحابہ کا مذکور جواب دینا اس کا ذکر نہ کیا احب الاعمال سے روایت فرمائی۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحَبَّ عَبْدٌ عَبْدًا لِلّٰهِ اِلَّا اَكْرَمَ رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۴۷۹۹) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی بندہ کسی بندے سے اللہ کے لئے نہیں محبت کرتا مگر وہ اپنے رب عزوجل کا احترام کرتا ہے ا۔ (احمد)

(۴۷۹۹) ا۔ سبحان اللہ بہت ایمان افروز فرمان ہے اللہ تعالیٰ کے مقبولوں سے محبت ان کی تعظیم رضا الٰہی کے لئے ہو تو وہ رب تعالیٰ کی تعظیم و احترام ہے براہ راست اللہ تعالیٰ سے محبت بہت مشکل ہے اس کریم سے محبت کرنا ہو تو اس کے مقبولوں سے محبت کرو جیسے براہ راست اللہ تعالیٰ کو سجدہ ناممکن ہے اللہ کو سجدہ کرنا ہو تو کعبہ معظمہ کی طرف کرو یہ حضرات محبت الٰہی کا کعبہ ہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔

☆ حی و باقی جس کی کرتا ہے ثنا ☆ مرتے دم تک اس کی مدحت کیجئے ☆
☆ جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا ☆ اس پیارے سے محبت کیجئے ☆

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ خِيَارُكُمُ الَّذِيْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۴۸۰۰) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کیا میں تمہیں بہترین مسلمان کی خبر نہ دوں ا۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا تم میں بہترین وہ ہیں کہ جو جب دیکھے جائیں تو خدا یاد آجائے ۲۔ (ابن ماجہ)

(۴۸۰۰) ا۔ سبحان اللہ یہ حضور کی سخا کے جلوے ہیں کبھی فقیر داتا سے سوال کرتے ہیں اور کبھی داتا خود فقیر سے اس کی حاجت پوچھ پوچھ کر حاجت روائی فرماتے ہیں اس فرمان عالی کی ضرورت تو لوگوں کو ہے مگر وہ ہماری ضرورتوں سے بھی خبردار ہیں۔ خیار جمع ہے خیر کی بمعنی افضل و بہترین اور رب تعالیٰ کو زیادہ پیارے ۲۔ اس فرمان عالی کی شرح باب حفظ اللسان کی تیسری فصل کے آخر

marfat.com

میں کردی گئی بعض لوگوں کے چہروں پر انوار ربانی تجلیات رحمانی ظاہر ہوتی ہیں ان کے اعمال و افعال سنت کے مطابق ہوتے ہیں انہیں دیکھ کر مومنوں کے ایمان تازہ ہو جاتے ہیں فقیر کے دادا پیر حضور اشرفی میاں جیلانی قدس سرہ بالکل ہم شکل حضور غوث الثقلین تھے جہاں بیٹھ جاتے تھے مسلم و غیر مسلم زائرین کا ہجوم لگ جاتا تھا بہت لوگ انہیں دیکھ کر ہی مسلمان ہو گئے یہ ہے اس حدیث کی جیتی جاگتی تفسیر بعض بزرگوں کے پاس بیٹھ کر قلب جاری ہو جاتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ عَبْدَیْنِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاحِدٌ فِی الْمَشْرِقِ وَاٰخَرُ فِی الْمَغْرِبِ لَجَمَعَ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَقُوْلُ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتَ تُحِبُّهٗ فِیَّ

(۴۸۰۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر دو شخص اللہ عزوجل کی راہ میں محبت کریں اور ان میں سے ایک مشرق میں ہو دوسرا مغرب میں تو اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن جمع فرمادے گا فرمائے گا۔ یہ وہ ہے جس سے تو میری راہ میں محبت کرتا تھا۔۱

(۴۸۰۱) ۱۔ ہم مہجورین مشرق میں ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مغرب میں اللہ تعالیٰ حضور کا عشق دے تو انشاء اللہ جنت بلکہ قیامت میں بھی حضور کا قرب نصیب ہو گا آخرت کا قرب و بعد دنیا کے قلبی قرب و بعد کا نتیجہ ہو گا دعا ہے کہ مولیٰ، شعر:۔

☆ زمانہ کی خوبی زمانہ کو دے ☆ مجھے تیرے پیارے کا در چاہیے ☆

بعض بدنصیب مدینہ میں رہ کر حضور سے دور ہیں بعض خوش نصیب مدینہ سے دور رہ کر بھی در حضور میں ہیں۔ ۲۔ یہ ان محب و محبوبین کو قیامت اور جنت میں جمع فرمادینا اتفاقاً" نہ ہو گا بلکہ یہ بتا کر جتا کر ہو گا کہ یہ قرب تیری اس محبت کا نتیجہ ہے معلوم ہوا کہ سارے اعمال سے زیادہ پیارا عمل محبوبوں سے محبت ہے کہ یہ ان کے قرب کا ذریعہ ہے خیال رہے کہ حضور سے محبت کی علامت یہ ہے کہ ان کے احکام ان کے اعمال ان کی سنتوں سے ان کے قرآن ان کے فرمان ان کے مدینہ کی خاک سے محبت ہو بے نماز بے روز بھنگی، چرسی دعویٰ عشق رسول کریں جھوٹے ہیں محبت کی علامت اطاعت ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ اَنَّهٗ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی مِلَاكِ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِیْ تُصِیْبُ بِهٖ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ عَلَیْكَ بِمَجَالِسِ اَهْلِ الذِّكْرِ وَاِذَا خَلَوْتَ فَحَرِّكْ لِسَانَكَ مَا اسْتَطَعْتَ بِذِكْرِ اللّٰهِ وَاَحْبِبْ فِی اللّٰهِ وَاَبْغِضْ فِی اللّٰهِ یَا اَبَا رَزِیْنٍ هَلْ شَعَرْتَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا خَرَجَ مِنْ بَیْتِهٖ زَائِرًا اَخَاهُ شَیَّعَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ كُلُّهُمْ یُصَلُّوْنَ عَلَیْهِ وَیَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّهٗ وَصَلَ فِیْكَ فَصِلْهُ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُعْمِلَ جَسَدَكَ فِیْ ذٰلِكَ فَافْعَلْ۔

(۴۸۰۲) روایت ہے حضرت ابو رزین سے ۱۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں اس چیز کی اصل پر رہبری نہ کروں ۲۔ جس سے تم دنیا و آخرت کی بھلائی پالو تم ذکر والوں کی مجلس اختیار کرو ۳۔ اور جب تم تنہائی میں ہو تو جہاں تک کر سکو اپنی زبان اللہ کے ذکر میں ہلاتے رہو ۴۔ اور اللہ کی راہ میں محبت کرو اور اللہ کی راہ میں عداوت کرو ۵۔ اے ابو رزین کیا تمہیں خبر ہے کہ کوئی شخص اپنے گھر سے اپنی بھائی کی ملاقات کے لئے نکلتا ہے تو اسے ستر ہزار فرشتے پہنچاتے ہیں ۶۔ وہ تمام اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ الٰہی اس نے تیری راہ میں جوڑا ہے تو اسے جوڑ دے ۷۔ تو اگر کر سکو کہ اپنے جسم کو اس میں

marfat.com

مشغول کرو تو ضرور کرو ۸۔

(۴۸۰۲) ۱۔ آپ کا نام لقیط ابن عامر ابن صبرہ ہے عقیلی ہیں طائف کے رہنے والے تھے مشہور صحابی ہیں آپ سے حضرت عبداللہ ابن عمرو غیرہ حضرات نے روایات لیں (مرقات اکمال) ۲۔ ملاک میم کے کسرہ سے وہ چیز جس پر کوئی چیز قائم ہو جیسے دل کہ اس پر جسم قائم ہے اس کا ترجمہ اصل بہت مناسب ہے ہذا الامر سے مراد دین ہے یا دین و دنیا کی تمام خوبیاں دوسرے معنی یہاں زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ **الذی تصیب بہ** الخ سے معلوم ہو رہا ہے یعنی اے صحابہ کیا ہم تم کو دین دنیا کی تمام خوبیوں کی اصل سب کی جڑ نہ بتادیں۔ ۳۔ اس سے مراد علماء دین اولیاء کاملین صالحین و اصلین کی مجلسیں ہیں کیونکہ یہ مجلسیں جنت کے باغات ہیں جیسا کہ دوسری حدیث شریف میں ہے یہ مجلسیں خواہ مدرسے ہوں یا درس قران و حدیث کی مجلسیں یا حضرات صوفیاء کرام کی ذکر کی محفلیں یہ فرمان بہت جامع ہے جس مجلس میں اللہ کا خوف حضور کا عشق اور اطاعت رسول کا شوق پیدا ہو وہ مجلس اکسیر ہے۔ ۴۔ سبحان اللہ انسان کی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں خلوت اس فرمان عالی میں دونوں کی اصلاح فرمادی گئی جلوت ہو تو اللہ والوں کی صحبت میں خلوت ہو تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں بعض مشائخ نے اس فرمان عالی سے دلیل پکڑی کہ ذکر خفی افضل ہے ذکر جلی سے بعض نے فرمایا کہ ذکر لسانی افضل ہے ذکر جنانی یا پاس انفاس سے کیوں کہ یہاں زبان ہلانے کا حکم دیا مگر انسان بھی مختلف ہیں حالات بھی مختلف بعض حالات میں ذکر جلی افضل بعض وقت ذکر خفی افضل کون کہہ سکتا ہے کہ اذان اور حج کا تلبیہ 'نماز جہری قرائت آہستہ کہی جائیں اور کون کہہ سکتا ہے کہ نماز تہجد اور نماز خفی میں قرائت جہر سے کی جاوے صوفیاء فرماتے ہیں کہ ذکر وہ بہتر ہے کہ ذاکر ذکر میں فنا ہو اور مذکور سے باقی ہو **واذکر ربک اذانسیت** سب کچھ بھول کر اپنے سے بھی غافل ہو کر رب کو یاد کرو ذکر جہری و خفی کی بحث ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو۔ یہاں مرقات کا مطالعہ کرو ۵۔ جو تمہیں اللہ کے ذکر پر مدد دے اس سے اللہ کے لئے محبت کرو اگرچہ وہ اجنبی ہو اور جو تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل کردے اس سے اللہ کے لئے نفرت کرو اگرچہ تمہارا عزیز ہو۔ ۶۔ یعنی اسے اس شخص کے گھر تک پہنچاتے ہیں یہ پہنچانا عزت افزائی کے لئے ہوتا ہے اور یہ پہنچانا دعاء خیر کے ساتھ ہوتا ہے کہ اسے دعائیں دیتے جاتے اور ساتھ چلتے جاتے ہیں سبحان اللہ ممکن ہے کہ اس میں صالحین کی قبور کی زیارت بھی داخل ہو کہ وہ بھی محض اللہ کے لئے کی جاتی ہے۔ ۷۔ یعنی اس شخص نے تیری راہ میں اس سے رشتہ محبت جوڑا ہے تو اس کا اپنے سے رشتہ بندگی رشتہ اطاعت جوڑ لے کہ اسے اپنا خاص بندہ بنالے ۸۔ یعنی یہ عمل تھوڑا ہے مگر اس کے فائدے بہت لہٰذا اسے ہمیشہ کیا کرو بعض حضرات جب کسی مقبول بندے سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں تو باوضو اور ذکر الٰہی کرتے جاتے ہیں یہاں مرقات نے بروایت ابو یعلی حضرت عائشہ صدیقہ سے مرفوعاً" روایت کی کہ ایسا خفی ذکر جلی ذکر سے ستر درجہ افضل ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَعَمُدًا مِنْ يَاقُوْتٍ عَلَيْهَا غُرَفٌ مِنْ زَبَرْجَدٍ لَهَا اَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ تُضِیْئُ كَمَا

(۴۸۰۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں یاقوت کے کچھ ستون ہیں جن پر زبرجد کے بالاخانہ ہیں ان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں ایسے چمکتے ہیں جیسے روشن تارہ چمکتا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ

marfat.com

يُضِيءُ الْكَوْكَبُ الدُّرِّيُّ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ يَسْكُنُهَا قَالَ الْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللّٰهِ وَالْمُتَجَالِسُوْنَ فِي اللّٰهِ وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِي اللّٰهِ۔
رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلَاثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

وسلم) ان میں کون رہے گا فرمایا اللہ کی راہ میں محبت کرنے والے ۲۔ اللہ کی راہ میں مل بیٹھنے والے اللہ کی راہ میں ملاقاتیں کرنے والے ۳۔ یہ تینوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں۔

(۴۸۰۳) ۱۔ سبحان اللہ ستون یا قوت کے اور بالا خانے زبرجد کے بہت ہی شاندار ہوئے غرف جمع ہے غرفہ کی ۔ بمعنی بالاخانہ کھڑکی کو غرفہ کہنا مجازاً" ہے کہ اکثر وہ بھی بالا خانہ میں ہوتی ہے ۲۔ یہ جگہ تو صرف محبت فی سبیل اللہ کی جزا ہے اس محبت فی سبیل اللہ سے جو اچھے نتیجے نکلتے ہیں ان کے ثواب علیحدہ ہیں ۳۔ یعنی ان تینوں کاموں میں سے ایک کام کرنے والے یا تینوں کام کرنے والے۔

بَابُ مَا يُنْهٰى عَنْهُ مِنَ التَّهَاجُرِ وَالتَّقَاطُعِ وَاتِّبَاعِ الْعَوْرَاتِ۔

اس کا بیان کہ مسلمانوں کو چھوڑے رکھنا ان کا بائیکاٹ کرنا چھپے عیوب کی تلاش ممنوع ہے

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

تہاجر بنا ہے ہجر سے ۔ بمعنی چھوڑ دینا تقاطع بنا ہے قطع سے ۔ بمعنی کاٹ دینا اگر تہاجر کاٹ دینے کے معنی میں ہے تو والتقاطع کا عطف تفسیری ہے اور اگر الگ معنی میں ہے تو تہاجر خاص ہے اور تقاطع عام یعنی مسلمان بھائی سے تعلق چھوڑ دینا اور رشتہ داروں سے رشتے کاٹ دینا۔ اتباع کے معنی ہیں پیچھے پڑ جانا یہاں مراد ہے تلاش میں لگے رہنا عورت وہ چیز جس کا اظہار ناپسند ہو۔ یہاں مراد ہے لوگوں کے چھپے عیوب یعنی مسلمانوں کے چھپے عیوب کی تلاش کرنا تاکہ انہیں ظاہر کر کے بدنام کیا جاوے یہ حرام ہے چونکہ اس عیب جوئی سے بھی لوگوں میں عداوتیں پیدا ہوتی ہیں رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اس لئے ان دونوں کو ایک باب میں بیان کیا۔

وَعَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِيْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۸۰۴) روایت ہے حضرت ابو ایوب انصاری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی شخص کو یہ حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین شب سے زیادہ چھوڑے رہے کہ جب دونوں ملیں تو یہ اس سے وہ اس سے منہ پھیر لے ۱۔ ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے ۲۔ (مسلم بخاری)

marfat.com

(۴۸۰۴) ۱؎ یہاں چھوڑنے سے مراد دنیاوی رنجشوں کی وجہ سے ترک تعلق کرنا ہے چونکہ تین دن کے عرصہ میں نفس کا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اس لئے تین دن کی قید لگائی گئی بدمذہب بے دین سے دائمی بائیکاٹ کرنا یا تعلیم و تربیت کے لئے ترک تعلق کرنا زیادہ کا بھی جائز ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب ابن مالک ہلال ابن امیہ' مرارہ ابن لوی نودی رضی اللہ عنہم اجمعین کا پچاس دن رکھا یہ بائیکاٹ ہجران نہ تھا بلکہ تعلیم تھی لہٰذا یہ حدیث حضرت کعب کی حدیث کے خلاف نہیں ۲؎ یعنی اگر دنیاوی معاملات میں دو مسلمان لڑ پڑیں پھر ملیں تو بہتر وہ ہو گا جو اس کی ابتدا کرے یہاں کشیدگی دور کر دینے کی ہدایت ہے کسی خطرناک آدمی سے محتاط رہنا اس کے خلاف نہیں تاجر اور چیز ہے احتیاط دوسری چیز ابتداء بالسلام کرنے والے کو اس لئے خیر فرمایا کہ وہ تواضع کرتا ہے اللہ کے لئے وہ ہی ہجران دور کرتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِیَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا وَفِیْ رِوَایَةٍ وَلَا تَنَافَسُوْا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۸۰۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے کو بدگمانی سے بچاؤ ۱؎ کہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے ۲؎ اور نہ تو عیب جوئی کرو نہ کسی کی باتیں خفیہ سنو ۳؎ اور نہ مجش کرو اور نہ ایک دوسرے سے حسد و بغض کرو ۴؎ نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ ۵؎ اور ایک روایت میں ہے اور نہ نفسانیت کرو ۶؎ (مسلم بخاری)

(۴۸۰۵) ۱؎ یہاں ظن سے مراد مجتہدین علماء کا قیاس نہیں بلکہ بلا دلیل بلا ثبوت مسلمان بھائی کے متعلق بدگمانی کر لینا ہے کہ خواہ مخواہ کسی کو اپنا دشمن سمجھ لینا اس کے ہر قول ہر کام کو اپنی دشمنی قرار دیدینا یہ برا ہے کہ یہ لڑائی فساد کی جڑ ہے بعض عورتوں کا بلاوجہ شبہ ہوتا ہے کہ فلاں نے مجھ پر جادو کرایا ہے اگر گھر میں کسی کو اتفاقاً بخار آگیا یا جانور نے دودھ کم دیا تو اپنے پڑوسیوں پر جادو تعویذ گنڈے کی بدگمانی کر کے دل میں گرہ رکھ لی یہ ممنوع ہے ۲؎ کیونکہ ایسی بدگمانیاں شیطان کی طرف سے ہوتی ہیں اور شیطان بڑا جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ بھی بڑے ہی ہوتے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے **ان بعض الظن اثم** وہ آیت کریمہ اس حدیث پاک کی تاکید کرتی ہے۔ ۳؎ تحسس ح سے کسی کی باتیں خفیہ طور پر سننا کہ اسے خبر نہ ہو تجسس جیم سے کسی کے خفیہ عیب کی تلاش میں رہنا حس اور جس میں اور بھی چند طرح فرق کیا گیا ہے غرضیکہ کسی کی ہر بات پر کان لگائے رہنا کسی کے ہر کام کی تلاش میں رہنا کہ کوئی برائی ملے تو میں اسے بدنام کر دوں دونوں حرام ہیں حدیث شریف میں ہے کہ مبارک ہو کہ جسے اپنے عیبوں کی تلاش دوسروں کی عیب جوئی سے باز رکھے (مرقات) یعنی وہ اپنے عیب ڈھونڈنے میں ان سے توبہ کرنے میں ایسا مشغول ہو کہ اسے دوسروں کے عیب ڈھونڈنے کا وقت ہی نہ ملے۔

☆ نہ تھی اپنے جو عیبوں کی ہم کو خبر ☆ رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر ☆
☆ پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر ☆ تو جہاں میں کوئی برا نہ رہا!! ☆

۴؎ تناجش بنا ہے نجش نجش سے نجش کے چند معنی ہیں دوسروں پر اپنی بڑائی چاہنا۔ دھوکا دینا نیلام میں قیمت بڑھا دینا خریدنے کی

marfat.com

نیت نہ ہو۔ یہ سب حرام ہے حسد کے معنی ہیں دوسرے کی نعمت کا زوال اپنے لئے اس کا حصول چاہنا کہ اس کے پاس نہ رہے میرے پاس آجائے یہ حرام ہے شیطان کو حسد نے ہی مارا البغض' دل میں کینہ رکھنا۔ ۵۔ یعنی بدگمانی' حسد' بغض وغیرہ وہ چیزیں ہیں جن سے محبت ٹوٹتی ہے اور اسلامی بھائی چارہ محبت چاہتا ہے لہٰذا یہ عیوب چھوڑو تاکہ بھائی بھائی بن جاؤ ۶۔ تنافس کے بہت معنی ہیں رغبت کرنا۔ لالچ کرنا' نفسانیت سے فساد پھیلانا یہاں ۔ معنی نفسانیت وفساد ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا رَجُلٌ كَانَتْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اُنْظُرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۸۰۶) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں ا۔ تو ہر اس بندے کی بخشش کردی جاتی ہے جو کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ جانے سواء اس شخص کے جس کے اور اس کے بھائی کے درمیان عداوت ہو ۲۔ تو کہا جاتا ہے کہ انہیں مہلت دو حتیٰ کہ آپس میں صلح کرلیں ۳۔ (مسلم) ۴۔

(۴۸۰۶) ا۔ چونکہ جنت کے طبقے بہت ہیں ہر طبقہ کا علیحدہ دروازہ ہے اس لئے ابواب جمع فرمایا گیا یا خود جنت ہی کے بہت دروازے ہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے جنت کے بعض دروازے وہ ہیں جو سال بھر تک ہر دو شنبہ وجمعہ کو کھلتے ہیں بعض دروازے وہ ہیں جو ماہ رمضان میں کھلتے ہیں لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ ہر رمضان میں دروازے کھلتے ہیں یہ دروازے کھلنا عام رحمت ومغفرت کے لئے ہے۔ ۲۔ لایشرک باللہ سے مراد ہے مومن ہونا ورنہ جو مشرک نہ ہو مگر ہو کافر وہ بھی نہ بخشا جاوے گا عداوت سے مراد دنیاوی دشمنی ہے ۳۔ ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں شخصوں کی مغفرت صلح پر موقوف ہے جبکہ ان میں سے کسی نے صلح کی کوشش نہ کی لیکن اگر ایک نے تو صلح کی کوشش کی مگر دوسرا راضی نہ ہوا ہو تو اس دوسرے کو نہ بخشا جاوے گا اس میں تمام وہ قیود یاد رکھو جو ابھی پہلے عرض کی جاچکی ہیں۔ ۴۔ یہ حدیث بخاری نے اپنی کتاب ادب المفرد میں اور ابوداؤد و ترمذی نے بھی ان ہی سے روایت فرمائی (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَضُ اَعْمَالُ النَّاسِ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ اِلَّا عَبْدًا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اُتْرُكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيْئَا۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۸۰۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں کے اعمال ہر ہفتہ میں دو بار پیش کئے جاتے ا۔ پیر کے دن اور جمعرات کے دن تو ہر بندہ مومن کی بخشش کردی جاتی ہے سواء اس بندے کے جس کے اور اس کے بھائی کے درمیان عداوت ہو کہا جاتا ہے کہ انہیں چھوڑو حتیٰ کہ رجوع کرلیں ۲۔ (مسلم)

(۴۸۰۷) ا۔ ناس سے مراد مسلمان ہیں اور جمعہ سے مراد ہفتہ ہے مرتین فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ ایک دن میں دوبار پیشی نہیں ہوتی بلکہ ہر دن میں ایک بار یہ پیشی بارگاہ الٰہی میں ہوتی ہے یا اس فرشتے کے سامنے جو لوگوں کے اعمال کا محافظ بنایا گیا ہے (پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے کہ بارگاہ الٰہی میں پیشی ہوتی ہے (مرقات) ۲۔ **یفیئا** بنا ہے فئی سے

marfat.com

بمعنی لوٹنا رجوع کرنا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ حتی **یفنی الی امر اللہ** یہ ضرب کا مضارع سیہ ہے۔ خیال رہے کہ لوگوں کے اعمال جمعہ کے دن حضرات انبیاء کرام بلکہ ماں باپ پر بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ حضرات ہماری نیکیاں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں گناہ دیکھ کر رنجیدہ اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ گناہ کر کے اپنے مرے ہوئے ماں باپ کو نہ ستاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ نہ دو اس کا یہ مطلب ہے (مرقات)

وَعَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ بْنِ اَبِیْ مُعَیْطٍ (۴۸۰۸) روایت ہے حضرت ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط سے ۱۔ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جھوٹا وہ نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرادے ۲۔ بات بھلی کہے اور بھلی بات پہنچائے ۳۔ (مسلم بخاری) مسلم نے یہ زیادتی کی کہ فرماتی ہیں میں نے انہیں یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں سنا کہ آپ لوگ جو جھوٹ بولتے ہیں ان میں سے کسی چیز کی اجازت دیتے ہوں سوا تین جھوٹ کے ۴۔ جنگ ۵۔ لوگوں کے درمیان صلح اور مرد کی اپنی بیوی سے بات اور بیوی کی اپنی خاوند سے بات ۶۔ حضرت جابر کی حدیث کہ شیطان مایوس ہو چکا۔ باب الوسوسہ میں ذکر کر دی گئی ۷۔

قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِیْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُوْلُ خَيْرًا وَيَنْمِیْ خَيْرًا (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ قَالَتْ وَلَمْ اَسْمَعْهُ تَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَخِّصُ فِیْ شَیْءٍ مِّمَّا يَقُوْلُ النَّاسُ كَذِبٌ اِلَّا فِیْ ثَلٰثٍ اَلْحَرْبُ وَالْاِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيْثُ الرَّجُلِ اِمْرَاَتَهٗ وَحَدِيْثُ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ اَنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ اَيِسَ فِیْ بَابِ الْوَسْوَسَةِ۔

(۴۸۰۸) ۱۔ ام کلثوم صحابیہ ہیں انہوں نے ہجرت سے پہلے کسی سے نکاح نہیں کیا بعد ہجرت عبدالرحمٰن ابن عوف سے اور ان کی وفات کے بعد حضرت عمر سے نکاح نہیں کیا ان کا باپ عقبہ ابن ابی معیط مشہور کافر ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت تر دشمن تھا (اشعہ) ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہیں جو حضرت عثمان کی زوجہ ہیں اور ام کلثوم بنت علی جو حضرت فاطمہ زہرا کے شکم سے ہیں اور یہ حضرت عمر کے نکاح میں تھیں۔ ۲۔ یعنی جن مسلمانوں میں آپس میں لڑائی ہو ان میں جھوٹ بول کر صلح کرادے کہ ہر ایک تک دوسرے کی دل خوش کن بات گھڑ کر سنادے کہ وہ تمہاری بڑی تعریف کرتا تھا تم سے مل جانے کا خواہش مند ہے وغیرہ وغیرہ۔ ۳۔ پہلی بات سے مراد دل خوش کن اور دل پسند بات ہے بھلی فرما کر اشارۃً بتایا کہ جھوٹ ہے مگر برا نہیں بلکہ اچھا ہے اس پر ثواب ہے خیال رہے کہ بعض سچ کفر ہو جاتے ہیں اور بعض جھوٹ ایمان و عرفان کا رکن بن جاتے ہیں بے گناہ کا اپنے آپ کو گنہگار کہنا ہے تو جھوٹ مگر رب کو مقبول ہے پسند ہے شیطان نے سچ ہی کہا تھا کہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین، مگر اس سچ پر ہی مردود ہوا بہر حال یہ حدیث بہت ہی جامع ہے جھوٹ سے مراد ہے خلاف واقعہ ۴۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین وقعہ پر خلاف واقعہ بات کہہ دینے کی اجازت دی کہ ان کا انجام بہت اچھا ہے ۵۔ یعنی جہاد میں اگر مسلمان کمزور ہوں کفار قوی پھر مسلمان کہیں کہ ہم بڑے طاقتور ہیں تم کو فنا کر دیں گے ہمارے پاس سامان جنگ بہت ہے جس سے کفار کا حوصلہ پست ہو بالکل جائز ہے کہ یہ اگرچہ ہے تو جھوٹ مگر ہے جنگی تدبیر ۶۔ اس طرح کہ زوجین میں سے کوئی دوسرے سے اپنی بہت محبت ظاہر کرے حالانکہ اسے اتنی محبت نہ ہو یا اپنی بیوی سے زیور کا وعدہ کرے مگر بنوا نہ سکے یہ سب اگرچہ ہے جھوٹ مگر ہے جائز کہ اس میں

marfat.com

معاشرہ کی اصلاح ہے۔ ۷۔ یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی ہم نے مناسبت کا خیال کرتے ہوئے اس جگہ بیان کردی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ یَزِیْدَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ الْکَذِبُ اِلَّا فِیْ ثَلٰثٍ کَذِبُ الرَّجُلِ امْرَاَتَہٗ لِیُرْضِیَھَا وَالْکَذِبُ فِی الْحَرْبِ وَالْکَذِبُ لِیُصْلِحَ بَیْنَ النَّاسِ۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

(۴۸۰۹) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین مقامات کے سواء کہیں جھوٹ جائز نہیں خاوند کا اپنی بیوی سے جھوٹ بولنا تاکہ اسے راضی کرے اور جھوٹ بولنا جنگ میں ۱۔ اور جھوٹ بولنا تاکہ لوگوں کے درمیان صلح کرائے (احمد، ترمذی)

(۴۸۰۹) ۱۔ یعنی کفار سے جنگ کرتے ہوئے مسلمان سے تو جنگ کرنا ہی حرام ہے چہ جائیکہ اس سے جھوٹ بولنا دوسری حدیث میں ہے الحرب خدعۃ، جنگ تدبیر اور چال کا نام ہے ۲۔ اس طرح کہ مسلمانوں میں مالی، جائیدادی وغیرہ جھگڑے دور کردے اگرچہ جھوٹ کے ذریعہ سے کرے یہ جھوٹ درحقیقت جھوٹ نہیں بلکہ اصلاح ہے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں صلح کرانا ایسا ضروری ہے کہ اس کے لئے جھوٹ کی اجازت دی گئی۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَکُوْنُ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلٰثَۃٍ فَاِذَا لَقِیَہٗ سَلَّمَ عَلَیْہِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ کُلُّ ذٰلِکَ لَا یَرُدُّ عَلَیْہِ فَقَدْ بَآءَ بِاِثْمِہٖ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۸۱۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ کسی مسلمان کو تین دن سے زیادہ چھوڑے ۱۔ تو جب اس سے ملے تو اسے تین بار سلام کرے ۲۔ ہر بار میں وہ دوسرا اسے جواب نہ دے تو وہ اس کا گناہ لے کر لوٹا ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۸۱۰) ۱۔ یعنی بہتر یہ ہے کہ تین دن کے لئے بھی نہ چھوڑے لیکن تین دن کے بعد چھوڑے رکھنا تو گناہ ہے اس کی وہ تمام قیدیں خیال میں رہیں جو پہلے بیان ہوئی ۲۔ اگر پہلی بار میں جواب نہ دے تو دوبارہ کرے اگر دو بار میں بھی جواب نہ دے تو تیسری بار کرے اگر تیسری بار میں بھی جواب نہ دے تو چوتھی بار نہ کرے کہ تین بار اس سلام کی حد ہے یہ سلام مصالحت ہے نہ کہ سلام ملاقات کیونکہ ملاقات کا سلام ایک بار ہوتا ہے سلام بہت قسم کا ہے اور اس کے الگ الگ احکام۔ ۳۔ باثمہ کی ضمیر میں دو احتمال ہیں یا تو یہ سلام کرنے والے کی طرف لوٹ رہی ہے یا اسے رد نہ کرنے والے کی طرف یعنی اگر تین سلاموں کا جواب نہ دیا تو تین دن تک غصہ رہنے کا گناہ جو دونوں کو ہونا تھا اب دوسرے کا گناہ بھی اس پر پڑے گا۔ یا اس چھوڑے رہنے کا گناہ اب صرف اس پر ہوگا وہ سلام کرنے والا گناہ سے بری ہوگیا یا جواب نہ دینے کا گناہ اس پر ہوگا کیونکہ سلام کرنا سنت ہے اور سلام کا جواب دینا فرض ہے۔ خیال رہے کہ ہر سلام کا جواب دینا فرض نہیں بلکہ مسلمان کے سلام تحیت کا جواب دینا فرض ہے۔ تحیت کے علاوہ دوسرے سلاموں کا جواب دینا فرض نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے **اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا اوردوھا** اس آیت میں سلم علیکم نہ فرمایا۔ بلکہ حیتم ارشاد ہوا اسی حکمت کی بنا پر۔

marfat.com

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۸۱۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلم کو یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے تو جو تین دن سے زیادہ چھوڑے اور پھر مرجاوے تو آگ میں داخل ہوگا ۲۔ (احمد، ابوداؤد)

(۴۸۱۱) ۱۔ زیادہ سے مراد یا تو ایک ساعت کی زیادتی ہے یا چوتھے دن کی زیادتی یعنی اگر چار دن چھوڑے رہا یا تین سے ایک ساعت زیادہ چھوڑا۔ (مرقات) ۲۔ یعنی ہجران کی سزا کا مستحق ہوگا۔ مسلمان بھائی سے عداوت دنیاوی آگ، حسد، بغض، کینہ یہ سب مختلف قسم کی آگ ہیں اور آخرت میں اس کی سزا وہ بھی آگ ہی ہے رب چاہے تو بخش دے چاہے تو سزا دے دے۔

وَعَنْ اَبِیْ خِرَاشٍ السُّلَمِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهٖ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۸۱۲) روایت ہے حضرت ابو خراش سلمی سے ۱۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اپنے بھائی کو ایک سال چھوڑے رہے وہ اس کے خون بہانے کی طرح ہے (ابوداؤد) ۲۔

(۴۸۱۲) ۱۔ انکا نام حدرد ابن حدرد سلمی ہے قبیلہ بنی سلیم سے ہیں آپ صحابی ہیں آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے کنیت ابو خراش ہے آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ صحابیت میں بڑی فضیلت ہے حالات معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ ۲۔ یعنی جیسے مسلمان کا ناحق قتل بڑا گناہ ہے ایسے ہی اسے ناحق سال بھر تک چھوڑے رہنا بڑا گناہ خون بہانے میں جسم کو تکلیف پہنچتی ہے اتنی درازمدت تک چھوڑنے رہنے سے اس کے دل کو ایذاء پہنچتی ہے سال کا ذکر اس لئے فرمایا کہ سال درازمدت ہے۔ جس میں اکثر مسافر اپنے گھر لوٹ آتے ہیں اس میں ہر موسم ہوتا ہے سردی گرمی بہار خزاں جن میں مختلف لوگوں کے مزاج پر اثر ہوتا ہے ایسا سخت دل ہے کہ کسی موسم میں اس کا دل نرم اور غصہ ٹھنڈا نہ ہوا جو دل سال بھر تک صاف نہ ہو آئندہ اس کے صاف ہونے کی امید نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلٰثٌ فَلْيَلْقَهٗ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ فَاِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِی الْاَجْرِ وَاِنْ لَّمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْاِثْمِ وَ خَرَجَ الْمُسْلِمُ مِنَ الْهِجْرَةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۸۱۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی مسلمان کو یہ حلال نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رہے ۱۔ تو اگر اس پر تین دن گزر جاویں تو یہ اس سے ملے اسے سلام کرے پھر اگر وہ اسے سلام کا جواب دے دے تو دونوں ثواب میں شریک ہوگئے ۲۔ اور اگر جواب نہ دے تو وہ گناہ کے ساتھ لوٹا سلام کرنیوالا چھوڑنے سے نکل گیا ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۸۱۳) ۱۔ اس کی شرح اور وجہ پہلے عرض کی جا چکی ۲۔ اصل ثواب میں برابر ہوگئے اگرچہ سلام کی ابتداء کرنے والا اور دوسرے سے ملنے کے لئے جانے والا بڑے ثواب کا مستحق ہے لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں صلح کی ابتداء کرنے والے کا درجہ بڑا فرمایا گیا ۳۔ یعنی تین دن تک جو جدائی رہی اس کے گنہگار دونوں تھے اب اس عمل سے یہ صلح میں پیش

marfat.com

قدمی کرنے والا تو گناہ سے نکل گیا مگر دوسرا منہ موڑنے والا گناہ میں گرفتار رہا بلکہ یہ دوسرا گناہ اس پر ہوا صلح سے منہ پھیرنا۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ وَالصَّلٰوةِ قَالَ قُلْنَا بَلٰى قَالَ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ۔ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ)

(۴۸۱۴) روایت ہے حضرت ابو الدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمہیں روزے صدقہ اور نماز سے بڑھ کر درجہ والی چیز نہ بتاؤں ۱؎ فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا آپس کے معاملہ کی درستی ۲؎ اور آپس کے معاملہ کا بگاڑ وہ ہی مونڈ دینے والی ہے ۳؎ (ابوداؤد اور ترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

(۴۸۱۴) ۱؎ یعنی وہ چیز درجہ میں یا ثواب میں ان مذکورہ عبادات سے بڑھ کر ہو۔ خیال رہے یہاں عطف اعلیٰ کا ادنیٰ پر ہے اس لئے نماز کا ذکر بعد میں فرمایا ورنہ نماز، روزہ صدقہ سے افضل ہے یا واؤ جمع کے لئے ہے یعنی وہ کام ان تینوں کے مجموعہ سے افضل ہے یہاں نفلی روزے نفلی صدقہ نفلی نماز مراد ہے نہ کہ فرضی (مرقات ۲۹۔ ذات کے معنی والی ذو کا مونث، بین کے معنی درمیان (یعنی آپس) ذات بین کے معنی ہوئے آپس والی چیز معاملات یا محبت والے تعلقات بعض شارحین نے فرمایا کہ ذات بین سے مراد ہے آپس کی دشمنی و عداوت اور ترک تعلقات اصلاح سے مراد ہے ان کو دور کر دینا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **واصلحوا ذات بینکم** وہ آیت اس حدیث کی تائید کرتی ہے ۳؎ یعنی مسلمانوں کے آپس کے تعلقات خراب کر دینا ان میں دشمنی ڈال دینا بھلائیوں ثوابوں کو فنا کر دینے والی چیز ہے اس کی نحوست سے انسان روزہ نماز کی لذت بلکہ خود روزے نماز وغیرہ دیگر عبادات سے محروم ہو جاتا ہے سبحان اللہ کیسی پیاری تشبیہ ہے۔ جیسے استرہ سر کے بالوں کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے ایسے ہی یہ حرکت نیکیوں کو جڑ سے اڑا دیتی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں شعر:۔

☆ تاتوانی پامن اندر فراق ☆ ابغض الاشیاء عندی الطلاق ☆

یہ حدیث مختلف الفاظ مختلف اسنادوں سے مروی ہے چنانچہ طبرانی اور بزاز نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں میں صلح کراؤ اس صلح کرانے میں جو کچھ تم بولو گے اس کے ہر حرف کے عوض غلام آزاد کرنے کا ثواب پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ تمہاری اصلاح فرمائے گا۔ تمہارے سارے گناہ بخش دے گا (مرقات)

وَعَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَبَّ اِلَيْكُمْ دَآءُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَآءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ۔ اَحْمَدُ وَ

(۴۸۱۵) روایت ہے حضرت زبیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں پچھلی امتوں کی بیماری سرایت کر گئی ۱؎ حسد اور بغض ۲؎ یہ مونڈ دینے والی ہے میں نہیں کہتا کہ بال مونڈتی ہے لیکن یہ تو دین کو مونڈ دیتی ہے ۳؎ (احمد، ترمذی)

(۴۸۱۵) **دب** بنا ہے **دب** سے، معنی آہستہ چلنا اس سے ہے دبیب اس سے ہے **دابۃ**، معنی جانور سرایت کر جانے کو دب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ محسوس نہیں ہوتی اور دل میں اتر جاتی ہے یہاں، معنی سرایت ہے ۲؎ حسد سے مراد ہے دلی خفیہ دشمنی بغض سے مراد ہے علانیہ دشمنی یا حسد کسی سے جلنا اس کی نعمت کا زوال چاہنا بغض دشمنی دل میں رکھنا ۳؎ اس طرح کہ دین و ایمان

marfat.com

کو جڑ سے ختم کردیتی ہے کبھی انسان بغض وحسد میں اسلام ہی چھوڑ دیتا ہے شیطان بھی انہیں دو بیماریوں کا مارا ہوا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۸۱۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا حسد سے بچو کہ حسد نیکیوں کو ایسی کھاجاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ (ابوداؤد)

(۴۸۱۶) ۱۔ یعنی حسد و بغض ذریعہ بن جاتا ہے نیکیوں کی بربادی کا یعنی حاسد ایسے کام کر بیٹھتا ہے۔ جس سے نیکیاں ضبط ہو جاویں حاسد و بغض والے کی نیکیاں محسود کو دے دی جائیں گی یہ خالی ہاتھ رہ جاوے گا۔ خیال رہے کہ کفر وارتداد کے سواء کوئی گناہ مومن کی نیکیاں برباد نہیں کرتا ہاں نیکیوں سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے **ان الحسنٰت یذھبن السیئات** (اشعہ) اس حدیث کی بناء پر معتزلہ نے کہا ہے کہ بعض گناہوں سے نیکیاں بھی مٹ جاتی ہیں مگر غلط کہا کیونکہ اس حدیث کا وہ مطلب ہے جو ہم نے عرض کیا اس حدیث کی اور بہت توجیہیں کی گئی ہیں۔ (دیکھو مرقات)

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَسُوْٓءَ ذَاتِ الْبَیْنِ فَاِنَّهَا الْحَالِقَةُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۸۱۷) روایت ہے ان ہی سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا آپس کے فساد سے بچو اس کیونکہ یہ مونڈ دینے والی چیز ہے ۲۔ (ترمذی)

(۴۸۱۷) ۱۔ ذات بین کے معنی آپس والی چیز سوء کے معنی برائی یعنی آپس والی چیز کی برائی سے بچو نہ تو تم خود آپس میں رنجش رکھو نہ دو شخصوں میں رنجش ڈالو غیبت وغیرہ کرکے کہ یہ بدترین جرم ہے بلکہ بہت سے جرموں کی جڑ ہے۔ ۲۔ اس کی شرح ابھی ہو چکی کہ یا تو اس مجرم کی نیکیاں برباد ہو جانے کا سبب ہے یا جس مظلوم کے ساتھ یہ برتاؤ کیا گیا اس کے گناہ معاف ہو جانے کا سبب اس کے نامہ اعمال کو گناہوں سے ایسا صاف کردیتی ہے جیسے استرہ سر کو۔

وَعَنْ اَبِیْ صِرْمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ضَآرَّ ضَآرَّ اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ شَآقَّ شَآقَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ)

(۴۸۱۸) روایت ہے حضرت ابو صرمہ سے ۱۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نقصان پہنچائے گا اسے اللہ نقصان دے گا ۲۔ اور جو کسی سے مخالفت کرے گا اللہ اس سے مخالفت کرے گا ۳۔ (ابن ماجہ، ترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

(۴۸۱۸) ۱۔ آپ کا نام مالک ابن قیس مازنی ہے بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک رہے آپ کی کنیت ابو صرمہ ہے آپ زمانہ جاہلیت میں بھی ملت ابراہیمی پر عبادت الٰہی کرتے تھے بہت بڑی عمر میں اسلام لائے آپ سے حضرت ابن عباس نے روایات لیں (مرقات واشعہ) ۲۔ یعنی جو کسی مسلمان کو ابتداء "نقصان پہنچائے جانی یا مالی ابتداء" کی قید اس لئے لگائی کہ نقصان کے عوض نقصان پہنچانا سزا کے طور پر جائز ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ جزاء **سیئة سیئة مثلها** ۳۔ یعنی جو کسی مسلمان سے دشمنی کرے گا رب تعالیٰ اسے مردود کردے گا۔ دشمنی سے وہ ہی مراد کہ بلاوجہ شرعی مسلمان سے عداوت رکھنا شاق بنا ہے شق سے بمعنی کروٹ یا چہرہ کی مخالفت کو **مشاقة** اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ہر شخص دوسرے سے منہ پھیر لیتا ہے اس سے آنکھیں نہیں ملاتا۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

(۴۸۱۹) روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق سے فرماتے ہیں فرمایا

marfat.com

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْ مَكَرَ بِهٖ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لعنتی ہے وہ جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے یا اسے فریب دے ۱۔ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۲۔

(۴۸۱۹) ۱۔ یہاں ضرر سے مراد ہے ظاہر ظہور نقصان پہنچانا اور مکر سے مراد ہے خفیہ سازش کر کے نقصان دینا جیسا کہ آج کل عام رواں ہے۔ ۲۔ اس حدیث کے غریب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک راوی ابو مسلمہ کندی ہے جو فرقد سنجی سے راوی ہے ابو سلمہ کی فرقد سے ملاقات ثابت نہیں ابو سلمہ کو یحییٰ ابن معین نے متقی اور ثقہ کہا دوسروں نے اسے ضعیف کہا۔ (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَنَادٰى بِصَوْتٍ رَفِيْعٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يُفْضِ الْاِيْمَانُ اِلٰى قَلْبِهٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تُعَيِّرُوْهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ يَتَّبِعْ عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهٖ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۸۲۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے پھر بلند آواز سے ندا کی فرمایا اے ان لوگوں کے ٹولو جو اپنی زبان سے ایمان لائے ہو اور ان کے دل تک ایمان نہ پہنچا ۱۔ مسلمانوں کو نہ تو ایذا دو نہ انہیں عار دلاؤ نہ ان کے خفیہ عیوب ڈھونڈھو ۲۔ کیونکہ جو اپنے مسلمانوں بھائی کے خفیہ عیوب کی تلاش کرے گا تو اللہ اس کے عیب ظاہر کر دے گا اگرچہ اس کے گھر میں ہوں ۳۔ اور اسے رسوا کر دے گا اگرچہ وہ اپنی منزل میں کرے (ترمذی)

(۴۸۲۰) ۱۔ یعنی اے منافقو یہاں منافق سے مراد منافق اعتقادی ہے ممکن ہے کہ منافق عملی یا دونوں مراد ہوں مرقات نے فرمایا کہ اس میں یہاں فاسق بھی داخل ہے کیونکہ آگے جس عمل کا ذکر ہے وہ فساق ہی کرتے تھے۔ ۲۔ یہ تینوں حرکتیں منافقین کرتے تھے۔ جس سے مسلمانوں کو تکلیف ہو وہ کام کرنا حتیٰ کہ راستہ میں کانٹا پتھر ڈال دینا کہ مسلمانوں کو لگے ان سے سخت کلامی کرنا' مسلمانوں کے وہ گناہ بیان کرنا جن سے وہ توبہ کر چکے ہوں بلکہ ان کی توبہ کا قرآن کریم میں اعلان ہو چکا ہو۔ مسلمانوں کے خفیہ عیوب کی تلاش میں رہنا بلکہ ان بے عیب صحابہ کرام کو عیب لگانا جن کی بے عیبی پر قرآن مجید گواہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کو ستانا منافقوں کا کام ہے اس سے موجودہ روافض عبرت حاصل کریں بلکہ تاقیامت مسلمانوں کے ساتھ یہ برتاؤ عملی منافقت ہے بہتر ہے کہ اپنے عیوب کی تحقیق کر کے ان سے توبہ کرے ۳۔ یہ قانون قدرت ہے کہ جو کسی کو بلاوجہ بدنام کرے گا قدرت اسے بدنام کر دے گی مگر یہ حکم اس کے لئے ہے جو مسلمانوں کو بدنام کرنے کا عادی ہو۔ کسی خفیہ سازشیں کرنے والے اور خفیہ بدمعاشی کے اڈے بتانے والے' خفیہ زنا' شراب خوری کے اکھاڑے بنانے والوں کی تحقیق کر کے ان کو گرفتار کرانا بہت بڑا ثواب ہے کہ یہ عیب جوئی نہیں' بلکہ لوگوں کو برائی سے روکنا ہے کسی شاعر نے عیب جوئی کے متعلق خوب کہا۔ شعر:۔

☆ لا تلتمس من مساوی الناس استروا ☆ فیهتک اللّٰه سترا عن مساویکا ☆
☆ واذکر محاسن ما فیهم اذا ذکروا ☆ ولا تعب احدا منهم بما فیکا ☆

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

(۴۸۲۱) روایت ہے حضرت سعید ابن زید سے ۱۔ وہ نبی صلی

marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَرْبَى الرِّبٰوا الْاِسْتِطَالَةُ فِيْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ - اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ

اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ بدترین سود مسلمان کی آبرو میں ناحق دست درازی ہے ۲۔ (ابوداؤد، بیہقی، شعب الایمان)

(۴۸۲۱) ۱۔ آپ عدوی ہیں عشرہ مبشرہ سے ہیں بڑے پرانے مسلمان ہیں حضرت عمر کی بہن فاطمہ بنت خطاب آپ کی زوجہ ہیں حضرت عمر آپ ہی سے قرآن مجید سن کر اسلام لائے آپ کا انتقال مقام عقیق میں ہوا اور مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع میں دفن کئے گئے۔ ۵۱ھ اکیاون میں وفات ہوئی ستر سال سے کچھ زیادہ عمر پائی آپ سواء غزوہ بدر کے تمام غزوات میں شریک ہوئے غزوہ بدر میں آپ حضرت طلحہ کے ساتھ قریشی قافلہ کی تلاش میں بھیجے گئے تھے آپ کو حضور نے بدر کی غنیمت سے حصہ دیا (اکمال مرقات) ۲۔ یعنی سود خواری بدترین گناہ ہے جیسے ماں کے ساتھ کعبہ معظمہ میں زنا کرنا (حدیث) سود خوار کو اللہ رسول سے جنگ کرنے کا الٹی میٹم دیا گیا ہے یہ تو مالی سود کا حال ہے مسلمان کی آبرو چونکہ مال سے زیادہ عزیز اور قیمتی ہے اس لئے مسلمان کی آبروریزی اسے ذلیل کرنا بدترین سود قرار دیا گیا۔ دیکھو مسلمان عفیفہ عورت کو تہمت لگانے پر اسی کوڑے اور ہمیشہ کے لئے مردود الشہادۃ ہونے کی سزا مقرر ہے کیوں اس لئے کہ اس نے مسلمان پاک دامن بے قصور کی عزت پر ہاتھ ڈالا۔ لہٰذا یہ فرمان بالکل درست ہے۔ ناحق کی قید اس لئے ہے کہ حق آبروریزی جائز بلکہ کبھی ضروری ہوتی ہے۔ جیسے غیبت اکثر حرام ہے مگر کبھی مباح بلکہ کبھی واجب ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا عُرِجَ بِيْ رَبِّيْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ اَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَيَقَعُوْنَ فِيْ اَعْرَاضِهِمْ - (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۸۲۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے میرے رب نے معراج دی ۱۔ تو میں اس قوم پر گزرا جن کے تانبے کے ناخن تھے کہ وہ اپنے چہرے اور سینے کھرچ رہے تھے ۲۔ تو میں نے پوچھا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں اور ان کی آبروؤں میں مشغول ہوتے ہیں ۳۔ (ابوداؤد)

(۴۸۲۲) ۱۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں معراج سے مراد جسمانی بیداری کی معراج مراد ہے جو نبوت کے گیارہویں سال، ستائیسویں رجب سوموار کی رات ہوئی۔ منامی یعنی خواب کی معراجیں حضور کو قریباً تیس ہوئی ہیں نماز کی فرضیت اس جسمانی معراج میں ہوئی۔ ۲۔ اس طرح کہ ان پر خارش کا عذاب مسلط کر دیا گیا تھا اور ناخن تانبے کے دھاردار اور نوکیلے تھے ان سے سینہ چہرہ کھجلاتے تھے اور زخمی ہوتے تھے خدا کی پناہ یہ عذاب سخت عذاب ہے یہ واقعہ بعد قیامت ہوگا۔ جو حضور انور نے آنکھوں سے دیکھا ۳۔ یعنی یہ لوگ مسلمانوں کی غیبت کرتے تھے ان کی آبروریزی کرتے تھے یہ کام عورتیں زیادہ کرتی ہیں انہیں اس سے عبرت لینی چاہیے۔

وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ اُكْلَةً فَاِنَّ اللّٰهَ يُطْعِمُهٗ مِثْلَهَا مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ كُسِيَ ثَوْبًا بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَكْسُوْهُ مِثْلَهٗ مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ

(۴۸۲۳) روایت ہے حضرت مستورد سے ۱۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جو کسی مسلمان آدمی مشغول ہو کر کچھ لقمے کھائے ۲۔ تو اللہ اسے اس کی مثل دوزخ میں کھلائے گا ۳۔ اور جو کسی مسلمان آدمی کی وجہ سے کپڑا پہنایا جاوے تو اللہ اسے اس کی

marfat.com

بِرَجُلٍ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُوْمُ لَهٗ قَامَ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

مثل دوزخ سے پہنائے گا ۴۔ اور جو کسی شخص کی وجہ سے سنانے اور دکھانے کی جگہ میں کھڑا ہو تو اللہ اسے قیامت کے دن سنانے اور دکھانے کی جگہ کھڑا کرے گا ۵۔ (ابوداؤد)

(۴۸۲۳) ۱۔ آپ کا نام مستورد ابن شداد ہے کوفی ہیں آخر میں مصر میں رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کمسن تھے صحابی ہیں آپ سے بہت صحابہ نے احادیث نقل کیں ۲۔ اس طرح کہ دو لڑے ہوئے مسلمانوں میں سے ایک کے پاس جاوے اور اسے خوش کرنے کے لئے دوسرے کی غیبت کرے۔ اسے برا کہے اسے نقصان پہنچانے کی تدبیریں بتائے تاکہ اس ذریعہ یہ شخص اسے کچھ دیدے یا کھلاوے ایسے خوشامدی لوگ آج کل بہت ہیں۔ ۳۔ یہ دوزخ کی آگ کے انگارے ان لقموں کی عوض میں جس قدر یہاں لقمے کھائے اتنے ہی وہاں انگارے کھائے گا ۴۔ اس کا مطلب گزشتہ مضمون سے واضح ہے کہ جو کسی کو خوش کرنے کے لئے مسلمان بھائی کی غیبت کرے یا اسے ستائے اس غیبت وغیرہ کی عوض کپڑوں کا جوڑا پائے تو اسے قیامت میں اس جوڑے کی عوض آگ کا جوڑا پہنایا جائے گا ۵۔ اس فرمان عالی کے بہت معنی ہیں ایک یہ کہ جو شخص کسی مشہور شریف آدمی کی پگڑی اچھالے اس کا مقابلہ کرے تاکہ اس مقابلہ سے میری شہرت ہو دوسرے یہ کہ جو کسی شخص کو دنیا میں جھوٹے طریقہ سے اچھالے تاکہ اس کے ذریعہ مجھے عزت و روزی ملے جیسے آج کل بعض جھوٹے پیروں کے مرید اس کی جھوٹی کرامتیں بیان کرتے پھرتے ہیں تاکہ ہم کو بھی اس کے ذریعہ عزت ملے کہ ہم اس کے بالکے ہیں۔ (اشعہ) تیسرے یہ کہ جو شخص دنیا میں نام و نمود چاہے نیکیاں کرے مگر ناموری کے لئے یا جو شخص کسی کے ذریعہ سے اپنے کو مشہور و نامور کرے۔ قیامت میں ایسے شخصوں کو عام رسوا کیا جاوے گا کہ فرشتہ اسے اونچی جگہ کھڑا کر کے اعلان کرے گا کہ لوگو یہ بڑا جھوٹا مکار فریبی تھا (مرقات و لمعات وغیرہ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۸۲۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اچھا گمان ۱۔ اچھی عبادت سے ہے ۲۔ (احمد، ابوداؤد)

(۴۸۲۴) ۱۔ لوگوں کے متعلق نیک گمان کرنا بدگمانی نہ کرنا۔ یا اللہ تعالیٰ کے متعلق اچھا گمان کرنا اس کی معافی کی امید رکھنا یہ دونوں احتمال درست ہیں ۲۔ اس فرمان عالی کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اللہ کے ساتھ اچھا گمان اس سے امید وابستہ کرنا بھی عبادت میں سے ایک اچھی عبادت ہے دوسرے یہ کہ اللہ سے امید اچھی عبادت سے حاصل ہوتی ہے جو عبادت کرے گا اسے یہ امید نصیب ہو گی۔ تیسرے یہ کہ عبادت کے ذریعہ اللہ سے اچھی امید رکھو۔ عبادت سے غافل رہ کر امیدیں باندھنا حماقت ہے جیسے کوئی جو بو کر گندم کاٹنے کی امید کرے چوتھے یہ کہ اللہ کے بندوں یعنی مسلمانوں سے اچھا گمان کرنا ان پر بدگمانی نہ کرنا یہ بھی اچھی عبادات میں سے ایک عبادت ہے اس فرمان کے اور بھی معنی ہو سکتے ہیں مثلاً یہ کہ مسلمانوں پر اچھا گمان اچھی عبادات سے حاصل ہوتا ہے جو عابد ہو گا وہ نیک گمان ہو گا جو خود برا ہو گا دوسروں کو بھی برا ہی سمجھے گا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَعْتَلَّ بَعِيْرٌ لِصَفِيَّةَ وَعِنْدَ زَيْنَبَ فَضْلُ ظَهْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

(۴۸۲۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت صفیہ ۱۔ کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ اور حضرت زینب ۲۔ کے پاس بچی

marfat.com

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِزَیْنَبَ اَعْطِیْھَا بَعِیْرًا فَقَالَتْ اَنَا اُعْطِیْ تِلْکَ الْیَھُوْدِیَّۃَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھَجَرَھَا ذَا الْحِجَّۃِ وَالْمُحَرَّمَ وَبَعْضَ صَفَرٍ۔

(رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ) وَذُکِرَ حَدِیْثُ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ مَنْ حَمٰی مُؤْمِنًا فِیْ بَابِ الشَّفَقَۃِ وَالرَّحْمَۃِ۔

ہوئی سواری تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب سے کہا کہ یہ اونٹ انہیں دیدو ۳۔ وہ بولیں میں اس یہودیہ کو دوں ۴۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے تو انہیں بقر عید، محرم اور صفر کا کچھ حصہ چھوڑے رکھا ۵۔ (ابوداؤد) اور حضرت معاذ ابن انس کی حدیث میں من حمی مومنا الخ شفقت و رحمت کے باب میں ذکر کردی گئی ۶۔

(۴۸۲۵) ۱۔ آپ کا نام صفیہ بنت حیی ابن اخطب ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ پہلے کنانہ بنت ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں ان کا خاوند محرم ۷ ہجری میں غزوہ خیبر میں مارا گیا آپ قید ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئیں آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر کے خود اپنے نکاح سے شرف بخشا لہٰذا آپ ام المومنین ہیں ۵۰ھ پچاس میں وفات پائی جنت میں بقیع میں دفن ہوئیں ۲۔ آپ زینب بنت جحش ہیں آپ کی والدہ امیہ بنت عبدالمطلب ہیں حضور انور کی پھوپھی آپ پہلے حضرت زید ابن حارثہ کے نکاح میں تھیں ان کے طلاق دیدینے کے بعد حضور کے نکاح میں آئیں حضور انور سے نکاح ۵ ہجری میں ہوا۔ ۳۔ غالبا یہ واقعہ کسی سفر کا ہے جبکہ حضرت صفیہ کو اونٹ کی ضرورت تھی سواری کے لئے اور حضرت زینب کے پاس ایک اونٹ زائد تھا ۴۔ عموماً سوکنوں کو آپس میں غیظ و غضب ہوتا ہے اس بنا پر یہ عرض کیا یہودیہ سے مراد قوم یہود ہے نہ کہ مذہب یہود کیونکہ صفیہ اب تو مسلمان ہو چکی تھیں۔ اور جناب زینب سرداران قریش کی بیٹی تھیں یعنی میں یہودی قوم والی بی بی کو نہ دوں گی۔ ۵۔ یعنی قریباً ڈھائی مہینہ ان سے کلام سلام سب بند فرمادیا۔ مگر یہ ترک کلام عداوت کے لئے نہیں۔ بلکہ تعلیم و تربیت کے لئے ہے۔ جن احادیث میں تین دن سے زیادہ ترک کلام کی ممانعت ہے وہاں دشمنی کا ترک کلام مراد ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کو بجائے مارنے پیٹنے کے ترک کلام سے تعلیم و تربیت دے رب تعالیٰ فرماتا ہے **واھجروھن فی المضاجع** ۶۔ یعنی یہ حدیث مصابیح میں یہاں ہی مذکور تھی۔ ہم نے مناسبت کا خیال رکھتے ہوئے۔ وہاں نقل کی یہ حدیث بہت دراز ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَجُلًا یَسْرِقُ فَقَالَ لَہٗ عِیْسٰی سَرَقْتَ قَالَ کَلَّا وَالَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَقَالَ عِیْسٰی اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَکَذَّبْتُ نَفْسِیْ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۸۲۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم نے ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا تو اس سے فرمایا تو نے چوری کی ۱۔ وہ بولا ہرگز نہیں اس کی قسم جس کے سواء کوئی معبود نہیں تو حضرت عیسیٰ نے فرمایا میں اللہ پر ایمان لایا اور میں نے اپنے کو جھٹلایا ۲۔ (مسلم)

marfat.com

(۴۸۲۶) ۱۔ یہ فرمان یا تو خبر کے لئے ہے یا پوچھنے کے لئے یعنی کیا تو نے چوری کی۔ ۲۔ یعنی اس قسم کی وجہ سے تجھے سچا سمجھتا ہوں کہ مومن بندہ اللہ کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا اس کے دل میں اللہ کے نام کی تعظیم ہوتی ہے اپنے متعلق غلط فہمی کا خیال کر لیتا ہوں کہ میری آنکھوں نے دیکھنے میں غلطی کی یہ ہے شان نبوت کہ وہ حتی الامکان دوسرے پر اعتماد فرماتے ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا وَكَادَ الْحَسَدُ اَنْ يَّغْلِبَ الْقَدَرَ۔

(۴۸۲۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیری قریب ہے کہ کفر ہو جاوے ۱۔ اور حسد قریب ہے کہ تقدیر پر غالب آجاوے ۲۔

(۴۸۲۷) ۱۔ فقیر آدمی کبھی اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر دیتا ہے کہ تو نے مجھ پر ظلم کیا کہ فقیر کر دیا۔ کبھی لوگوں سے اللہ کی شکایت کرتا ہے کبھی مال حاصل کرنے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے اسلام چھوڑ کر دوسرے مذہب میں داخل ہو جاتا ہے اپنے دین کو فروخت کر ڈالتا ہے۔ کبھی رضا بالقضاء سے منہ موڑ لیتا ہے یہ سب کفر یا سبب کفر ہیں۔ امیری کے فتنوں سے غریبی کے فتنے زیادہ ہیں۔ خیال رہے کہ فقر مع صبر اللہ کی رحمت ہے جس کے متعلق ارشاد ہوا الفقر فخری اور فقر مع کفر (ناشکری) اللہ کا عذاب ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ فقیر صابر کو غنی شاکر سے افضل مانا گیا ہے۔ ۲۔ یعنی قریب ہے کہ حسد تقدیر کو بدل دے کیونکہ حاسد خود محسود کی تقدیر بدلنا چاہتا ہے اس کی نعمت کا زوال چاہتا ہے اس کا کچھ نہیں بگڑتا حاسد کی نعمتیں زائل ہو جاتی ہیں۔ چونکہ کبھی حسد بھی کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اس لئے حسد کو فقیر کے ساتھ بیان فرمایا شیطان حسد کا کافر ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اعْتَذَرَ اِلٰى اَخِيْهِ فَلَمْ يَعْذِرْهُ اَوْ لَمْ يَقْبَلْ عُذْرَهٗ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ خَطِيْئَةِ صَاحِبِ مَكْسٍ۔ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ الْمَكَّاسُ الْعَشَّارُ)

(۴۸۲۸) روایت ہے حضرت جابر سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جو اپنے بھائی سے معذرت کرے ۱۔ وہ اس کی معذرت نہ مانے ۲۔ یا اس کا عذر قبول نہ کرے تو اس پر ٹیکس والے کا سا گناہ ہو گا ۳۔ ان دونوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا اور فرمایا مکاس ٹیکس لینے والا ہے۔ ۴۔

(۴۸۲۸) ۱۔ یعنی جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو ناراض کرے پھر عذر خواہی کے لئے اس کے پاس آئے اس معافی سے چاہے یا قصور کا بدلہ کرنا چاہے ۲۔ یعنی بغیر عذر اسے معافی نہ دے اس سے دل صاف نہ کرے۔ ۳۔ جیسے ٹیکس لگانے والے اور ٹیکس وصول کرنے والے اکثر ظالم ہوتے ہیں انہیں سخت سزا ملے گی ایسے ہی اس شخص کو سخت سزا ملے گی۔ ۴۔ ٹیکس مقرر کرنے والا کسی تاجر وغیرہ کا عذر نہیں قبول کرتا بہر حال اپنی مرضی کے مطابق لگا دیتا ہے یہ شخص بھی عذر قبول نہیں کرتا اس لئے یہ تشبیہ بالکل درست ہے۔ عشار وہ حکام ہیں جو زمین اور کسانوں کی پیداوار پر عشر (دسواں حصہ) لگائے یا وصول کرنے پر مقرر ہوں۔

marfat.com

بَابُ الْحَذَرِ وَالتَّانِّیْ فِی الْاُمُوْرِ۔

احتیاط کرنے اور کاموں میں اطمینان کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

حذرح اور ذال کے فتح سے ۔ معنی پرہیز کرنا احتیاط برتنا اور حذر ذال کے کسرہ سے ۔ معنی محتاط آدمی احتیاط کرنے والا شخص۔ حذر کے معنی ہیں نقصان دہ شخصوں سے پرہیز کرنا تانی کے معنی ہیں اطمینان سے کام کرنا اس کا مقابل ہے تعجیل یعنی جلد بازی خیال رہے کہ ہر کام میں تاخیر و احتیاط سے کام کرے مگر اخروی کاموں میں جلدی کرنا بہتر کہ موت کی خبر نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَیْنِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۸۲۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں کاٹا جاتا۔ (مسلم بخاری)

(۴۸۲۹) ۱۔ اس حدیث کا شان نزول یہ ہے کہ ایک کافر شاعر جس کا نام ابو عزہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی مخالفت میں سخت توہین آمیز اشعار کہا کرتا تھا۔ جنگ بدر میں گرفتار ہو گیا اس نے حضور انور سے گزشتہ کی معافی مانگی آئندہ اس حرکت سے باز رہنے کا عہد کیا حضور انور نے اسے چھوڑ دیا وہ چھوڑ کر پھر اس حرکت میں مشغول ہو گیا۔ پھر جنگ احد میں گرفتار ہوا پھر اس نے معذرت کی اور صحابہ کرام نے اس کی رہائی کی سفارش کی تب حضور انور نے یہ فرمایا کہ مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں کاٹا جاتا اور اسے رہائی نہ بخشی۔ یعنی جس سوراخ سے ایک بار بچھو نے کاٹ لیا ہو اس سوراخ میں دوبارہ انگلی مت ڈالو جس شخص سے ایک بار دھوکا کھالیا ہو دوبارہ اس کے دھوکے میں نہ آؤ اس شاعر کو قتل کر دیا گیا (مرقات واشعہ)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَیْسِ اِنَّ فِیْكَ لَخَصْلَتَیْنِ یُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۸۳۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالقیس کے سردار سے فرمایا ۱۔ کہ تجھ میں دو خصلتیں ہیں جن کو اللہ پسند فرماتا ہے بردباری اور وقار ۲۔ (مسلم)

(۴۸۳۰) ۱۔ عبدالقیس ایک قبیلہ کا نام ہے اشج ۔ معنی رئیس و سردار اس سردار کا نام منذر ابن عائذ تھا یہ لوگ اپنی قوم کے نمائندہ بن کر اسلام لانے آئے تھے دوسرے لوگ تو آئے ہی بھاگے ہوئے۔ حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر اس سردار نے اولا غسل کیا پھر عمدہ لباس تبدیل کیا پھر نہایت وقار و سکون سے مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوا دو نفل پڑھے پھر دعا مانگی پھر حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور انور کو اس کی یہ ادا بہت پسند آئی تب یہ فرمایا۔ (اشعہ) ۲۔ جب حضور انور نے اسے یہ بشارت دی تو وہ بولا کہ یا رسول اللہ میری صفتیں کسبی ہیں یا رب تعالیٰ کی عطا کی ہوئی فرمایا کہ رب تعالیٰ کی عطا تب اس نے سجدہ شکر کیا بولا کہ اگر میری کسبی ہوتیں تو قابل زوال ہوتیں رب کی عطا زائل نہیں ہوتی خدا کا شکر ہے جس نے مجھے وہ خصلتیں بخشیں ہیں جس

marfat.com

سے وہ اور اس کے رسول راضی ہیں (مرقات واشعہ)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاَنَاةُ مِنَ اللّٰهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّیْطَانِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَدِیْثِ فِیْ عَبْدِ الْمُهَیْمِنِ بْنِ عَبَّاسٍ الرَّاوِیْ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ۔

(۴۸۳۱) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد ساعدی سے ا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اطمینان اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے ۲۔ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے اور بعض محدثین نے عبدالمہیمن ابن عباس کے متعلق اس کے حافظہ کے بارے میں کچھ کلام کیا ہے ۳۔

(۴۸۳۱) ۱۔ حضرت سہل بھی صحابی ہیں آپ کے والد سعد بھی صحابی ہیں مدینہ منورہ میں سب سے آخری صحابی آپ ہی فوت ہوئے ۲۔ یعنی دنیاوی یا دینی کاموں کو اطمینان سے کرنا اللہ تعالیٰ کے الہام سے ہے۔ اور ان میں جلد بازی سے کام لینا شیطانی وسوسہ ہے اس ترجمہ اور شرح سے معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث اس آیت کریمہ کے خلاف نہیں۔ **سارعوا الی مغفرۃ من ربکم** اور نہ اس آیت کے خلاف ہے **یسارعون فی الخیرات** کہ وہاں سرعت یعنی دینی کام میں دیر نہ لگانے جلد ادا کر لینے کی تعریف ہے اور یہاں خود کام میں جلد بازی کرنا کہ کام بگڑ جائے اس سے ممانعت ہے بعض لوگ دو منٹ میں چار رکعتیں پڑھ لیتے ہیں۔ یہ ہے عجلت نفس عبادت میں جلدی بری ہے۔ ۳۔ یعنی مہیمن ابن عباس ہیں تو متقی پرہیزگار مومن کامل مگر ان کا حافظہ کمزور تھا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا حَلِیْمَ اِلَّا ذُوْ عَثْرَةٍ وَلَا حَكِیْمَ اِلَّا ذُوْ تَجْرِبَةٍ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ)

(۴۸۳۲) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے بردبار مگر لغزش والا ا۔ اور نہیں ہے حکمت والا مگر تجربہ کار ۲۔ (احمد، ترمذی) اور کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۴۸۳۲) ۱۔ یعنی عموماً انہیں انسان لغزشیں کر کے ٹھوکریں کھا کر بردبار و حلیم بنتا ہے کہ لوگ اس کی لغزشوں پر اسے اس کی غلطیوں پر مطلع کرتے ہیں اسے شرمندہ کرتے ہیں تب کہیں جا کر وہ حلیم بنتا ہے ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں جو دوسروں کی لغزش سے سبق لے لیں۔ ۲۔ یعنی عموماً لوگ تجربہ کر کے حکیم بنتے ہیں یہاں عام لوگوں کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے علیم و حکیم ہے یوں ہی حضرات انبیاء و اولیاء اول سے ہی علیم و حکیم ہوتے ہیں لہٰذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ فَقَالَ خُذِ الْاَمْرَ بِالتَّدْبِیْرِ فَاِنْ رَاَیْتَ فِیْ عَاقِبَتِهٖ خَیْرًا فَاَمْضِهٖ وَاِنْ خِفْتَ غَیًّا فَاَمْسِكْ۔ (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۴۸۳۳) روایت ہے حضرت انس سے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمایئے ا۔ تو فرمایا کام تدبیر سے اختیار کرو ۲۔ پھر اگر اس کے انجام میں بھلائی دیکھو تو کر گزرو اور اگر گمراہی کا خوف کرو تو باز رہو ۳۔ (شرح سنہ)

marfat.com

(۴۸۳۳) ۱۔ کہ جب میں کسی کام میں حیران ہو جاؤں تو کیا کروں جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے۔ حضرات صحابہ ہر دینی و دنیاوی کام میں حضور انور سے مشورہ لیا کرتے تھے ۲۔ تدبیر بنا ہے دبر سے ۔ بمعنی پیچھے یا انجام تدبیر کے معنی ہیں انجام سوچنا یعنی جو کام کرنا ہو پہلے اس کا انجام سوچو پھر کام شروع کرو۔ ۳۔ یعنی اگر تم کو کسی کام کے انجام میں دینی یا دنیاوی خرابی نظر آئے تو کام شروع ہی نہ کرو اور اگر شروع کر چکے ہو تو باز رہ جاؤ اسے پورا نہ کرو۔

وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ الْاَعْمَشُ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التُّؤَدَةُ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ خَيْرٌ اِلَّا فِيْ عَمَلِ الْاٰخِرَةِ۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۸۳۴) روایت ہے حضرت مصعب ابن سعد سے ۱۔ وہ اپنے والد سے راوی ۲۔ اعمش کہتے ہیں کہ میں نہیں سمجھتا مگر یہ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ۳۔ فرمایا اطمینان سے کرنا ہر چیز میں اچھا ہے سواء آخرت کے کام کے ۴۔ (ابوداؤد)

(۴۸۳۴) ۱۔ یہ مصعب خود **تابعی** ہیں مگر ان کے والد حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ صحابی اور عشرہ مبشرہ سے ہیں حضرت مصعب نے اپنے والد سعد سے اور حضرت علی ابن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین سے ملاقات کی ہے بڑے مقدس بزرگ ہیں ۱۰۳ھ ایک سو تین میں وفات پائی ۲۔ اعمش بھی مشہور جلیل القدر **تابعی** ہیں آپ کا نام سلیمان ابن مہران ہے۔ اسدی ہیں کاہلی ہیں۔ ۶۰ ساٹھ ہجری میں مقام ری میں پیدا ہوئے کوفہ لائے گئے ۱۴۸ ایک سو اڑتالیس میں وفات ہوئی ۳۔ یعنی غالب یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ ممکن ہے کہ حدیث موقوف ہو کہ حضرت سعد ابن وقاص کا اپنا قول ہو ۴۔ یعنی دنیاوی کام میں دیر لگانا اچھا ہے کہ ممکن ہے وہ کام خراب ہو اور دیر لگانے میں اس کی خرابی معلوم ہو جائے اور ہم اس سے باز رہیں مگر آخرت کا کام تو لامحالہ اچھا ہی ہے اسے موقعہ ملتے ہی کر لو کہ دیر لگانے میں شاید موقعہ جاتا رہے۔ بہت دیکھا گیا کہ بعض حاجیوں کو موقعہ ملا نہ کیا پھر نہ کر سکے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فاستبقوا الخیرات** بھلائیوں میں جلدی کرو شیطان کار خیر میں دیر لگوا کر آخر اس سے روک دیتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء** کار خیر میں خرچ کرنے پر فقیری کا اندیشہ دلاتا ہے اور حرام کاموں میں خرچ کرنے پر نام کی امید دلاتا ہے کہ تمہارا نام ہو گا

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ سَرْجَسَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلسَّمْتُ الْحَسَنُ وَالتُّؤَدَةُ وَالْاِقْتِصَادُ جُزْءٌ مِّنْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِيْنَ

(۴۸۳۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن سرجس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھے اخلاق اور اطمینان اور میانہ روی ۱۔ نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے ۲۔ (ترمذی)

(۴۸۳۵) ۱۔ سمت سین کے فتحہ میم کے سکون سے ۔ بمعنی دائمی عادت اقتصاد وہ کام جو افراط و تفریط کے درمیان ہو جیسے جود یعنی سخاوت درمیان ہے فضول خرچی اور بخل کے یا شجاعت درمیانی حالت ہے ظلم اور بزدلی کے میانہ روی بعض اچھی ہے بعض بری یہاں اچھی میانہ روی مراد ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **واقصد فی مشیک** اور فرماتا ہے **اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما** بعض عارفین فرماتے ہیں کہ علم اچھا ہے جبکہ درمیانی ہو کہ عمل سے نہ روکے عمل اچھا ہے جبکہ درمیانی ہو کہ علم سے نہ روکے (مرقات) ۲۔ یعنی حضرات انبیاء کرام بہت سی صفات سے موصوف ہوتے ہیں ان سے درمیانہ روی بھی ہے جسے یہ نصیب ہوئی اسے نبوت کی خصلت نصیب ہوئی چوبیسواں حصہ فرمانا یہ علوم نبوت سے ہے رب تعالیٰ جانے

marfat.com

اس سے کیا مراد ہے (مرقات) اس کے متعلق کچھ عرض کیا گیا ہے تعبیر خواب کے بیان میں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْھَدْیَ الصَّالِحَ وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ وَالْاِقْتِصَادَ جُزْءٌ مِنْ خَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ

(۴۸۳۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا طریقہ اور اچھی عادت ۱؎ اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں حصہ ہے ۲؎۔ (ابوداؤد)

(۴۸۳۶) ۱؎ یہاں ہدای سے مراد اندرونی حالات ہیں اور سمت سے مراد ظاہری حالات ہیں جیسے ایمان باطنی عقیدوں کا نام ہے اور اسلام ظاہری ارکان کا نام (مرقات) ۲؎ میانہ روی ہر چیز میں اچھی ہے کمانے میں خرچ کرنے میں کھانے پہننے میں حتی کہ نوافل عبادات میں اور زندگی کے ہر شعبہ میں۔ کہ نہ تو بہت کمی کرے نہ بہت زیادتی یہ عمل بھی حضرات انبیاء کرام خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اسے چھبیسواں حصہ فرمانا اسرار الٰہیہ میں سے ہے جو مطلب ہے وہ حق ہے۔ میانہ چال چلنے والا ہمیشہ کام کر سکتا ہے اور نیکی وہ ہی اچھی جو ہمیشہ کی جاوے گی اگرچہ بہت زیادہ نہ ہو

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِیْثَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَھِیَ اَمَانَۃٌ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ

(۴۸۳۷) روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جب آدمی کوئی بات کرے پھر ادھر ادھر دیکھے تو وہ بات امانت ہے ۱؎۔ (ترمذی، ابوداؤد)

(۴۸۳۷) ۱؎ یعنی اگر کوئی شخص تم سے اکیلے میں کوئی بات کہے اور بات کے دوران یا بات کے درمیان میں ادھر ادھر دیکھے کہ کوئی سن نہ لے تو وہ اگرچہ منہ سے نہ کہے کہ یہ کسی سے نہ کہنا مگر اس کی یہ حرکت بتاتی ہے کہ وہ راز کی ہے لہٰذا اسے امانت سمجھو اس کا راز ظاہر نہ کرو کسی سے یہ بات نہ کہو سبحان اللہ کیسی پاکیزہ تعلیم ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِی الْھَیْثَمِ بْنِ التَّیِّھَانِ ھَلْ لَّکَ خَادِمٌ قَالَ لَا فَقَالَ فَاِذَا اَتَانَا سَبْیٌ فَاْتِنَا فَاُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِرَاْسَیْنِ فَاَتَاہُ اَبُو الْھَیْثَمِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اخْتَرْ مِنْھُمَا فَقَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اخْتَرْ لِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ خُذْ ھٰذَا فَاِنِّیْ رَاَیْتُہٗ یُصَلِّیْ وَاسْتَوْصِ بِہٖ مَعْرُوْفًا۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

(۴۸۳۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو الہیثم ابن تیہان سے فرمایا ۱؎ کہ کیا تمہارے پاس خدمت گار ہے انہوں نے کہا نہیں تو فرمایا کہ جب ہمارے پاس قیدی آویں تو آنا ۲؎ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخص لائے گئے تو ان کی خدمت میں ابو الہیثم آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے ایک چن لو عرض کیا یا نبی اللہ ۳؎ آپ ہی چن دیں ۴؎ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس سے مشورہ لیا جاوے وہ امین ہے ۵؎ تم اسے لو کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے ۶؎ اور اس کے متعلق بھلائی کی وصیت قبول کرو ۷؎۔ (ترمذی)

(۴۸۳۸) ۱؎ یہ واقعہ مشکوۃ شریف باب ضیافت میں گزر چکا ہے۔ یہ ابو الہیثم وہ ہی خوش نصیب صحابی ہیں جن کے باغ میں ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہم بھوک کی حالت میں مہمان ہوئے تھے اور انہوں

marfat.com

نے حضور کی شان دار مہمانی کی وہاں ہی آپ کے حالات بیان ہو چکے ۲۔ وہاں ادھار نہیں ہوتا کوئی معمولی نذر عقیدت پیش کرے وہاں سے مالا مال کر دیا جاتا ہے کھانا کھا کر یہ ارشاد فرمایا۔ کہ ہم تم کو غلام عطا کریں گے ۳۔ یعنی آپ کا چناؤ میرے چناؤ سے بہتر ہو گا کہ حضور مجھ پر مجھ سے زیادہ مہربان ہیں۔ حضور مصطفیٰ مختار ہیں۔ حضور کے اختیار پر دار و مدار ہے (مرقات) جو حضور کے چناؤ میں آگیا وہ رب تعالیٰ کے چناؤ میں آگیا۔ ۴۔ قیامت تک کے لئے یہ قاعدہ مقرر فرما دیا کہ اگر تم سے کوئی شخص مشورہ کرے تو تم پر لازم ہے کہ خلاف مصلحت اسے مشورہ نہ دو اگر ایسا کیا تو تم خائن ہو گئے مشورہ لینے والا اگرچہ دشمن ہو مگر مشورہ اچھا دو ۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ نمازی مسلمان کو اپنے کام کاج کے لئے ملازم رکھو۔ بیوی' اولاد خدام دوست احباب رشتہ دار وہ ہی اچھے جو نمازی ہوں نمازی آدمی انشاء اللہ متقی پرہیزگار خیر خواہ ہوتا ہے جو خدا سے نہ ڈرے وہ بندے سے اور اس کا حق مارنے سے کیا ڈرے گا ۶۔ اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اس خادم کو ہمیشہ اچھی باتوں کی نصیحت وصیت کرتے رہنا اس کی اصلاح بھی تمہارے ذمہ ہے دوسرے یہ کہ تم اس کے متعلق میری وصیت قبول کرو کہ اس سے بھلائی کے ساتھ پیش آنا وہ حضرت یہ دوسرے معنی میں سمجھے اور انہوں نے گھر لے جا کر اسے آزاد کر دیا۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ اِلَّا ثَلٰثَةُ مَجَالِسَ سَفْكُ دَمٍ حَرَامٍ اَوْ فَرْجٌ حَرَامٌ اَوِ اقْتِطَاعُ مَالٍ بِغَيْرِ حَقٍّ۔
رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اِنَّ

(۴۸۳۹) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجلسیں امانت والی ہوتی ہیں ۱؎ سوا تین مجلسوں کے حرام خون بہانے کی یا حرام شرم گاہ کی یا ناحق مال مارنے کی مجلسیں ۲۔ ۲۔ (ابوداؤد) اور ابو سعید کی حدیث ان اعظم الامانۃ الخ مباشرۃ کے باب کی پہلی فصل میں ذکر کر دی گئی ۳۔

(۴۸۳۹) ۱؎ یعنی جب کوئی خاص مجلس یا میٹنگ کی جاوے وہاں جو کچھ طے ہوا سے مشتہر نہ کرو بلکہ صیغہ راز میں رکھو۔ کہ وہاں جو کچھ پاس ہوا وہ امانت ہے۔ ۲۔ یعنی اگر کسی مجلس خصوصی میں کسی گناہ کا کسی کی حق تلفی کا کسی پر ظلم کرنے کا مشورہ کیا گیا تو اسے نہ چھپائے بلکہ مظلوم کو فوراً خبر دے دے کہ تو بچے رہنا تیرے متعلق یہ مشورہ ہو رہا ہے اگر چھپائے گا۔ تو گنہگار ہو گا۔ ۳۔ یعنی وہ حدیث مصابیح میں اس جگہ تھی مگر ہم نے مناسبت کے لحاظ سے اس جگہ روایت کر دی وہاں مطالعہ کرو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ قَالَ لَهٗ قُمْ فَقَامَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَدْبِرْ فَاَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَقْبِلْ فَاَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اقْعُدْ فَقَعَدَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ وَلَا اَفْضَلُ مِنْكَ وَلَا اَحْسَنُ مِنْكَ بِكَ اٰخُذُ وَبِكَ اُعْطِيْ وَبِكَ اُعِزُّ وَبِكَ اُعَاتِبُ وَبِكَ الثَّوَابُ وَعَلَيْكَ الْعِقَابُ

(۴۸۴۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جب اللہ نے عقل کو پیدا فرمایا تو اس سے فرمایا کہ کھڑی ہو وہ کھڑی ہوئی ۲۔ پھر اس سے فرمایا پھر وہ پھری پھر فرمایا آگے آ آگئی پھر اس سے فرمایا بیٹھ جا وہ بیٹھ گئی ۲۔ پھر اس سے فرمایا کہ میں نے ایسی مخلوق کو نہیں پیدا کیا ۳۔ جو تجھ سے بہتر تجھ سے افضل تجھ سے اچھی ہو ۴۔ تیرے ذریعہ میں پکڑوں گا تیرے ذریعہ دوں گا ۵۔ تیرے ہی ذریعہ میں پہچانا جاؤں گا ۶۔ تیرے ذریعہ عتاب

marfat.com

وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ بَعْضُ الْعُلَمَآءِ۔

کروں گا تجھ سے ثواب ہے اور تجھ پر ہی عذاب ۷۔ اس حدیث میں بعض علماء نے گفتگو کی ہے ۸۔

(۴۸۴۰) ۱۔ ظاہر یہ ہے کہ اس وقت عقل مجسم تھی جس سے کھڑا ہونا بیٹھنا آگے پیچھے پھرنا ممکن تھا۔ جیسے بعد قیامت موت دنبہ کی شکل میں لٹا کر ذبح کر دی جاوے گی۔ ظاہر یہ ہے کہ کھڑے ہونے بیٹھنے آنے جانے سے ظاہری معنی ہی مراد ہیں۔ ہر طرح گھما کر نظر کرم فرمانا۔ عقل کی عزت افزائی کے لئے ہے کہ یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ ۲۔ مقصد یہ ہے کہ رب العالمین نے عقل کو ہر طرح دیکھا اس کا اگلا حصہ پچھلا حصہ اسے اٹھا کر بٹھا کر وغیرہ۔ ۳۔ یہاں مخلوق سے مراد صفات انسانی ہیں یعنی صفات انسانی میں سب سے بہتر و اعلیٰ و افضل صفت تو ہی ہے کہ تیرے ذریعہ سے انسان مجھے جانتا مانتا ہے میرے نبیوں کی اطاعت کرتا ہے ایمان و عرفان حاصل کرتا ہے لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ عقل افضل ہو حضرات انبیاء کرام یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاں عقل رسول دوسروں کی عقل سے افضل مگر خود رسول سے افضل نہیں کہ وہ حضرات افضل الخلق ہیں اور عقل بھی خلق ہے۔ ۴۔ خیر سے مراد بذات خود اچھی جس کی ضرورت ہر شخص کو ہے افضل سے مراد یہ ہے کہ وہ فضائل حاصل کرنے کا ذریعہ ہے احسن سے مراد یہ ہے کہ اس عقل کے ذریعہ معاملات وغیرہ اچھے کئے جاتے ہیں ۵۔ اس طرح کہ اگر کوئی بے عقل بے عقلی میں گناہ کرے تو اسے نہ پکڑوں گا جیسے دیوانہ یا ناسمجھ بچے عاقل ہو کر گناہ کرے گا تو اسے پکڑوں گا یوں ہی جو کوئی عقل و ہوش سے نیکی کرے گا اسے ثواب دوں گا جو بے عقلی سے نیکی کرے گا اسے ثواب نہ دوں گا دیکھو لو کفار کی نیکوں کا ثواب کچھ نہیں کہ وہ بے عقلی سے کرتے ہیں اگر عقل سے کرتے تو مومن ہو کر نیکی کرتے کٹے ہوئے درخت کو پانی دینے والا بیوقوف ہے پہلے جڑ قائم کرو پھر پانی دو۔ ۶۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں جانوروں بلکہ نباتات و جمادات میں بھی عقل ہے کیونکہ یہ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کو پہچانتی ہے اس کی تسبیح کرتی ہے **وان من شی الا یسبح بحمدہ** اور معرفت الٰہی تو عقل سے ہوتی ہے یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے منطقیوں کا کہنا ہے کہ عقل صرف انسان میں ہے غلط ہے عقل کا وہ درجہ جس سے ثواب و عذاب ہو وہ صرف بعض انسانوں میں ہے بے ہوش، دیوانے، ناسمجھ بچوں میں نہیں اگرچہ وہ مومن ہیں بلکہ بعض جانوروں کنکر پتھروں سے زیادہ نادان ہیں دیکھو جانوروں لکڑیوں چاند سورج تاروں نے حضور انور کو پہچانا مگر نہ پہچانا ابو جہل وغیرہ کفار نے اس لئے قرآن کریم نے فرمایا **اولئک کالانعام بل ھم اضل** ۷۔ یعنی عقل کی بنا پر احکام شرعیہ کی تکلیف ہے اور تیری ہی بنا پر آخرت میں لوگوں کو آخرت کا ثواب و عذاب ہے اس عقل سے مراد عقل انسانی ہے معرفت الٰہی کے لئے عقل کا اور درجہ درکار ہے ثواب و عذاب کے لئے دوسرا درجہ ۸۔ چنانچہ تقی الدین یعنی ابن تیمیہ وغیرہ نے اسے ضعیف بلکہ موضوع بتایا یوں ہی ابو جعفر عقیلی ابو حاتم لیثی، ابو الحسن دار قطنی ابن جوزی نے اسے صحیح نہیں مانا (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَكُوْنُ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ حَتّٰى ذَكَرَ

(۴۸۴۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص نماز روزے زکوٰۃ حج وغیرہ والوں میں سے ہوتا ہے حتیٰ کہ حضور نے نیکی کے سارے

marfat.com

سِهَامَ الْخَيْرِ كُلِّهَا وَمَا يُجْزٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا بِقَدْرِ عَقْلِهٖ۔

اقسام بیان فرمائے ا۔ مگر قیامت میں اپنی عقل کے مطابق ہی بدلہ دیا جاوے گا۔ ۲۔

(۴۸۴۱) ا۔ یعنی جہاد، تبلیغ، لیشی، تعمیر مساجد وغیرہ تمام نیکیوں کا نام لیا کہ بعض لوگ یہ سب کچھ کرتے ہیں مگر ثواب کم پاتے ہیں ۲۔ چنانچہ بے وقوفوں کو ان نیکیوں کا ثواب کم ملتا ہے عقل مندوں کو زیادہ جہاں مسجد کی ضرورت نہ ہو وہاں دس بیس مسجدیں بنوا دینے کا ثواب کم بلکہ بالکل ہی نہ ملے گا اور اگر وہاں پانی کی کمی ہو وہاں ایک کنواں کھدوا دینے کا ثواب ان مسجدوں سے زیادہ ہو گا۔ لطیفہ:۔ پٹنہ کے ایک بزرگ ہر پانچ قدم پر دو رکعتیں پڑھتے ہوئے حج کو پیدل جا رہے تھے دس سال میں وہ گجرات پہنچے ہم نے کہا کہ اگر وہ ہوائی جہاز سے مکہ مکرمہ پہنچ جاتے اور اتنے روز وہاں رہ کر نوافل پڑھتے تو فی رکعت ایک لاکھ کا ثواب پاتے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيْرِ وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ۔

(۴۸۴۲) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں ا۔ اور بچنے جیسا کوئی تقویٰ نہیں ۲۔ اور اچھے اخلاق جیسا کوئی نسب نہیں ۳۔

(۴۸۴۲) ا۔ عقل دو قسم کی ہے عقل مطبوع اور عقل مسموع تدبیر سے مراد عقل مسموع ہے کہ اس کے بغیر عقل مطبوع بیکار ہے ہاں عقل مسموع کبھی عقل مطبوع کے بغیر مفید ہو جاتی ہے۔ عقل مطبوع وہ ہے جو فطری طور پر یا تجربہ یا عقل کے ذریعہ حاصل ہو عقل مسموع وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے حاصل ہو عقل مطبوع دنیاوی انجام کو معلوم کرتی ہے۔ عقل مسموع اخروی انجام کا پتہ چلاتی ہے عقل مطبوع کے ساتھ جب عقل مسموع شامل ہو تو مفید ہے (مرقات) ۲۔ تقوے کے دو رکن ہیں اچھے کام کرنا۔ برے کاموں سے بچنا مگر اس کا رکن اعلیٰ برے کاموں سے بچنا ہے عبادات آسان ہیں مگر محرمات سے پرہیز برے معاملات سے بچنا بہت ہی مشکل ہے بعض کے نزدیک ورع اور تقویٰ ایک ہی چیز ہے بعض کے نزدیک محرمات سے بچنا تقویٰ ہے اور شبہ کی چیز سے بچنا ورع یا فرائض پر عمل تقویٰ ہے سنت و مستحب پر عمل ورع خیال رہے نیکیاں گویا روحانی دوائیں ہیں گناہوں سے بچنا گویا روحانی پرہیز۔ دوا بغیر پرہیزی مفید نہیں ہوتی (اشعہ) ۳۔ لغت میں حسب۔ بمعنی نسب ہے یا باپ کی طرف سے نسب ماں کی طرف سے حسب مگر یہاں اس سے مراد شرافت ہے یعنی شرافت صرف نسب سے نہیں بلکہ اچھے اخلاق اچھے اعمال سے ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے **ان اکرمکم عند اللہ اتقکم** اچھی عادت میں عبادات معاملات بلکہ ایمان و عرفان سب ہی داخل ہیں کتنی ہی تواضع کرے خوش اخلاق نہیں جس نے اللہ رسول سے بگاڑ لی جو انہیں راضی نہ کر سکا وہ خوش اخلاق کہاں سے آیا ہے یہ بات خوب یاد رکھو۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلِاقْتِصَادُ فِی النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ وَالتَّوَدُّدُ اِلَى النَّاسِ نِصْفُ الْعَقْلِ وَحُسْنُ السُّؤَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ۔

(۴۸۴۳) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرچ میں میانہ روی آدھی زندگی ہے ا۔ اور لوگوں سے محبت کرنا آدھی عقل ہے ۲۔ اور اچھا سوال آدھا علم ہے ۳۔ ان چاروں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان

marfat.com

(رَوَی الْبَیْهَقِیُّ الْاَحَادِیْثَ الْاَرْبَعَةَ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ) میں روایت کیا ہے۔

(۴۸۴۳) ۱۔ سبحان اللہ عجیب فرمان عالی ہے۔ خوش حالی کا دارومدار دو چیزوں پر ہے کمانا' خرچ کرنا مگر ان دونوں میں خرچ کرنا بہت ہی کمال ہے کمانا سب جانتے ہیں خرچ کرنا کوئی کوئی جانتا ہے جسے خرچ کرنے کا سلیقہ آگیا وہ انشاء اللہ ہمیشہ خوش رہے گا یہاں معیشہ مصدر ہے۔ بمعنی عیش کی زندگانی۔ ۲۔ یعنی عقل کے سارے کام ایک طرف ہیں اور لوگوں سے محبت کر کے انہیں اپنا بنالینا ایک طرف لوگوں کی محبت سے دینی دنیاوی ہزاروں کام نکلتے ہیں لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کرلو پھر انہیں نمازی حاجی غازی بنادو مگر خیال رہے کہ لوگوں کی محبت حاصل کرنے کے لئے اللہ رسول کو ناراض نہ کرلو بلکہ لوگوں سے محبت اللہ رسول کی رضا کے لئے ہونی چاہیے۔ ۳۔ یعنی علم و تعلیم میں دو چیزیں ہوتی ہیں شاگرد کا سوال استاد کا جواب ان دونوں سے مل کر علم کی تکمیل ہوتی ہے۔ اگر شاگرد سوال اچھے کرے گا جواب بھی اچھے پائے گا ایک استاد اپنے شاگردوں سے کہتے تھے کہ میں تم مل کر علم کا نصاب ہیں۔ حافظ قرآن تم ہو مفسر قرآن میں سائل تم ہو مجیب میں (مرقات) ذہین طالب علم اچھے سوال کر کے علم کی باریکیاں حاصل کر لیتا ہے ۴۔ آخری حدیث طبرانی نے مکارم اخلاق میں حضرت ابن عمر سے اور خطیب نے حضرت انس سے بھی مرفوعاً روایت کی۔ احمد نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی' ماعال من اقتصد جو خرچ میں میانہ روی کرے گا وہ غریب نہ ہوگا۔ (مرقات)

نرمی و شرم و غیرت اور اچھی عادت کا بیان

بَابُ الرِّفْقِ وَالْحَیَاءِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ۔

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

رفق کے معنی ہیں نرمی یہ بنا ہے رفاقت سے اس سے ہے رفیق اپنے رفقاء کی خاطر مدارات کرنا بھی رفق ہے۔ حیاء (شرم) اس دلی رکاوٹ کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ہیبت بھی ہو گزشتہ خطا پر ہیبت آئندہ کے لئے وحشت ہو اپنے اور غیر کے معاملہ میں انصاف کرنا اچھا خلق ہے حضور کا خلق قرآن مجید ہے حضور کا خلق وہ عادت کریمہ ہے جس سے خلق بھی خوش خالق بھی راضی۔

☆ لولو البر والاحسان والصبر والتقی ☆ حلالهم بهاجاء القرآن مفضلا ☆

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی رَفِیْقٌ یُّحِبُّ الرِّفْقَ وَیُعْطِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَالَا یُعْطِیْ عَلَی الْعُنْفِ وَمَالَا یُعْطِیْ عَلٰی مَا سِوَاهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ قَالَ لِعَائِشَةَ عَلَیْكِ بِالرِّفْقِ وَاِیَّاكِ وَالْعُنْفَ

(۴۸۴۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نرمی فرمانے والا ہے نرمی کو پسند کرتا ہے ۱۔ اور نرمی پر وہ عطا فرماتا ہے جو سختی پر عطا نہیں کرتا ۲۔ اور وہ جو اس کے ماسواء پر نہیں دیتا (مسلم) اور ان کی ایک روایت ہے کہ حضور نے حضرت عائشہ سے فرمایا تم نرمی اختیار کرو اور سختی اور

marfat.com

وَالْفُحْشَ اِنَّ الرِّفْقَ لَا یَکُوْنُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا زَانَہٗ وَلَا یُنْزَعُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا شَانَہٗ۔

بدگمانی سے بچو ۳۔ کسی چیز میں نرمی نہیں ہوتی مگر اسے اچھا کر دیتی ہے اور کسی چیز سے یہ نہیں نکالی جاتی مگر اسے عیب ناک کر دیتی ہے۔ ۴۔

(۴۸۴۴) ۱۔ اللہ تعالیٰ رفیق یعنی کریم و رحیم ہے کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا گناہ بخشتا ہے وہ چاہتا ہے کہ میرے بندے بھی اپنے ماتحتوں اپنے ساتھیوں پر رحیم و کریم ہوں۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کو عام محاورہ میں رفیق کہنا جائز نہیں یہ لفظ اسماء **الٰہیہ** سے نہیں ہے یہاں لغوی معنی سے استعمال ہوا۔ ۲۔ یعنی دنیا و آخرت کے نرمی سے وہ کام بن جاتے ہیں جو سختی سے نہیں بنتے اکثر سختی سے دوست دشمن بن جاتے ہیں بنتے ہوئے کام بگڑ جاتے ہیں۔ نرمی سے دشمن دوست ہو جاتے ہیں اور بگڑتے ہوئے کام بن جاتے ہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

☆ **یا طالب الرزق الھینی یقوۃ** ☆ **بیہات انت بباطل مشغوف** ☆
☆ **اکل العقاب بقوۃ جیف القلا** ☆ **یرعی الذباب الشھد وھو ضعیف** ☆

یعنی سختی سے روزی نہ کماؤ عقاب سختی کی وجہ مردار ہی کھاتا ہے شہد کی مکھی نرمی کی وجہ سے پھول چوستی ہے (مرقات) ۲۔ بدگوئی نتیجہ ہے سختی کا اولاد میں سختی آتی ہے پھر بدگوئی زبان درازی پھر ہاتھا پائی یعنی مار پیٹ پھر قتل و خون خدا محفوظ رکھے۔ شیطان پر سخت رہو بھائی مسلمان پر نرم ۳۔ یعنی اگر حقیر آدمی کے دل میں نرمی ہو تو وہ عزیز بن جاوے گا۔ عظیم الشان آدمی کے دل میں سختی ہو تو وہ حقیر ہو جاوے گا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر:۔

☆ در بہاراں لے شود سرسبز سنگ ☆ خاک شوتا گل بروید رنگ رنگ ☆

وَعَنْ جَرِیْرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ یُحْرَمُ الرِّفْقَ یُحْرَمُ الْخَیْرَ۔
(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۸۴۵) روایت ہے حضرت جریر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جو نرمی سے محروم رکھا گیا وہ بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔ (مسلم)

(۴۸۴۵) ۱۔ جس پر رب مہربان ہوتا ہے اسے نرم دل بنا دیتا ہے جس پر رب کا قہر ہوتا ہے اسے سخت دل کر دیتا ہے سخت دل میں کسی کا وعظ اثر نہیں کرتا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَھُوَ یَعِظُ اَخَاہُ فِی الْحَیَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعْہُ فَاِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْاِیْمَانِ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۴۸۴۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص پر گزرے جو اپنے بھائی کو شرم و حیاء کے متعلق نصیحت کر رہا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے چھوڑو ۲۔ کیونکہ حیاء ایمان سے ہے ۳۔ (مسلم و بخاری)

(۴۸۴۶) ۱۔ اس سے کہہ رہا تھا کہ تو بہت شرمیلا ہے اتنی شرم نہ کیا کر کیونکہ بہت شرمیلا آدمی دنیا کما نہیں سکتا یہاں وعظ سے مراد ڈرا کر نصیحت کرنا ہے (مرقات) ۲۔ یعنی اسے حیاء و غیرت سے نہ روکو اسے شرمیلا رہنے دو ۳۔ خیال رہے کہ جو حیا گناہوں

marfat.com

سے روک دے وہ تقویٰ کی اصل ہے اور جو غیرت و حیاء اللہ کے مقبول بندوں کی ہیبت دل میں پیدا کر دے وہ ایمان کا رکن اعلیٰ ہے اور جو حیاء نیک اعمال سے روک دے وہ بری ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو نماز پڑھنے سے شرم لگتی ہے یہ حیاء نہیں بے وقوفی ہے یہاں پہلے یا دوسرے درجہ کی حیاء مراد ہے اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنا خوف اپنے حبیب کی غیرت نصیب کرے اعلیٰ حضرت اقدس سرہ فرماتے ہیں۔

☆ دن لہو میں کھونا تجھے شب نیند بھر سونا تجھے ☆
☆ شرم بنی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں ☆

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَيَاءُ لَا يَاْتِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۸۴۷) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حیاء بھلائی ہی لاتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حیاء ساری خیر ہے ا۔ (مسلم بخاری)

(۴۸۴۷) ا۔ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ شرعی حیاء کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں میں غور کر کے شرمندہ و نادم ہو اس شرمندگی کی بنا پر آئندہ گناہوں سے بچنے نیکیاں کرنے کی کوشش کرے جو غیرت نیکیوں سے روک دے وہ عجز ہے حیاء نہیں۔ اس معنی سے یہ حدیث پاک بالکل واضح ہو گئی واقعی یہ حیا تو گویا ایمان ہی ہے۔ خیر ہی ہے (مرقات واشعہ)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۸۴۸) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پچھلی نبوت کا جو کلام لوگوں نے پایا ان میں سے یہ ہے کہ جب تو حیاء نہ کرے تو جو چاہے کر ا۔ (بخاری)

(۴۸۴۸) یہ کلام معنی چیز ہے یعنی گزشتہ انبیاء کرام نے اپنی امتوں سے جو حکیمانہ کلام فرمائے ان میں سے ایک یہ کلام شریف بھی ہے کہ جب تیرے دل میں اللہ رسول کی اپنے بزرگوں کی شرم و حیاء نہ ہو گی تو تو برے سے برا کام کر گزرے گا کیونکہ برائیوں سے روکنے والی چیز تو غیرت ہے جب وہ نہ رہی تو برائی سے کون روکے بہت لوگ اپنی بدنامی کے خوف سے برائیاں نہیں کرتے مگر جنہیں نیک نامی بدنامی کی پرواہ نہ ہو وہ ہر گناہ کر گزرتے ہیں ایک شاعر کہتا ہے۔

☆ اذا لم تخش عاقبة الليالى ☆ ولم تستحى فاصنع ماتشاء ☆
☆ فلا والله ما فى العيش خير ☆ وفى الدنيا اذا ذهب الليالى ☆

وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ فَقَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۸۴۹) روایت ہے حضرت نواس ابن سمعان ا سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق پوچھا ۲۔ تو فرمایا نیکی اچھی عادت ہے ۳۔ اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینہ میں چبھے اور تو یہ ناپسند کرے کہ اس پر لوگ خبردار ہوں ۴۔ (مسلم)

marfat.com

(۴۸۴۹) آپ صحابی ہیں قبیلہ بنی کلب سے ہیں بعض نے فرمایا کہ آپ انصاری ہیں آخر میں شام میں قیام فرمایا۔ مرقات نے فرمایا کہ آپ اصحاب صفہ سے ہیں اشعہ نے فرمایا کہ آپ کی والدہ کلابیہ سے حضور نے نکاح کیا اور طلاق دے دی اور کلابیہ عورت آپ کی والدہ ہی تھیں (اشعہ) ۲۔ یعنی نیکی اور گناہ کی پہچان کیا ہے مجھے کیسے پتہ لگے کہ یہ کام نیکی ہے اور یہ کام گناہ ہے مجھے ارشاد فرمائیں۔ ۳۔ اچھی عادت عام ہے مخلوق کے ساتھ برتاؤ اور خالق سے معاملات سب ہی کو شامل ہے نماز روزہ کی پابندی اچھی عادت ہے گناہوں سے بچنا اچھی عادت ہے وغیرہ۔ ۴۔ یہ فرمان کامل مسلمانوں کے لئے ہے جیسے ہم کو مکھی ہضم نہیں ہوتی فوراً قے ہو جاتی ہے یوں ہی صالحین کو گناہ ہضم نہیں ہوتا فوراً انہیں دلی قبض روحانی تکلیف محسوس ہوتی ہے عام لوگوں کا یہ حال نہیں بعض تو گناہ پر خوش ہو کر اعلان کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم مطلق ہیں ہر شخص کو اس کے مطابق دواء عطا فرماتے ہیں یوں ہی الناس سے مراد مقبول بندے ہیں امام نووی نے حضرت وابصہ ابن معبد اسدی سے روایت کی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نیکی اور گناہ کیا ہوتے ہیں فرمایا اپنے دل سے فتویٰ لیا کرو جسے تمہارا دل نیکی کہے وہ نیکی ہے جسے تمہارا دل گناہ کہے وہ گناہ ہے (اربعین للسودی و مرقات) یعنی تمہارا دل جس پر ہمارا ہاتھ ہے ہر دل کا یہ حال نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۸۵۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرا بڑا پیارا تم میں سے ۲۔ اچھی عادت والا ہے ۲۔ (بخاری)

(۴۸۵۰) ۱۔ یعنی سارے مسلمانوں میں مجھے بڑا پیارا مسلمان وہ معلوم ہوتا ہے۔ مجھے اس سے بڑی محبت ہے جس کے اخلاق پاکیزہ خصلت اچھی ہے۔ اگر حضور کا پیارا بننا ہے تو خوش خلقی اختیار کرو۔ ۲۔ اچھی عادت والا بندہ اللہ تعالیٰ کو پیارا ہے اس کے حبیب کو پیارا مخلوق کو پیارا دنیاوی معاملات میں نہایت نرمی دین میں نہایت پختگی و سختی یہ ہے خلق محمدی۔ اس کی یہاں تعلیم ہے افسوس کہ آج ہم رفع یدین، امین بالجہر، قرائت خلف الامام کے مسائل پر سر پھوڑے.... جاتے ہیں اگر یہ اعمال سنت ہیں تو کیا اخلاق محمدی سنت نہیں ان پر بھی ہم کو توجہ دینا چاہیے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۸۵۱) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے بہترین لوگ وہ ہیں جو تم میں اچھے اخلاق والے ہوں ۱۔ (مسلم بخاری)

(۴۸۵۱) ۱۔ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں احسانکم اخلاقا" ہے مگر صحیح تر یہ ہی ہے کہ احسنکم اخلاقا" ہے یعنی مسلمانوں میں اچھا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اخلاق کے معنی ابھی عرض کئے جا چکے ہیں اخلاق، مداہنت فی الدین، اپنے کو ذلیل کر لینا ان تینوں میں فرق ہے اسلامی اخلاق اچھے ہیں دین میں پلپلا پن اور اپنے کو ذلیل کر لینا برا ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۴۸۵۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا نبی صلی

marfat.com

وَسَلَّمَ مَنْ اُعْطِیَ حَظَّهٗ مِنَ الرِّفْقِ اُعْطِیَ حَظَّهٗ مِنْ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ حُرِمَ حَظَّهٗ مِنَ الرِّفْقِ حُرِمَ حَظَّهٗ مِنْ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔
(رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے نرمی میں سے اس کا حصہ دیا گیا اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی میں سے حصہ دیا گیا۔ اور جو نرمی کے حصہ سے محروم رہا وہ دنیا و آخرت کی بھلائی کے حصے سے محروم رہا۲۔ (شرح سنہ)

(۴۸۵۱) ۱۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے دنیاوی جسمانی روزیوں میں بندوں کے مختلف حصے رکھے ہیں اسی لئے کوئی امیر ہوتا ہے کوئی فقیر کوئی دبلا کوئی بیمار کوئی موٹا طاقتور اور تندرست اسی طرح اس کریم نے روحانی ایمانی روزیاں پیدا فرمائیں اور ان میں اپنے بندوں کے مختلف حصے رکھے یہاں ارشاد ہوا کہ جس کو لطف و کرم نرمی طبیعت سے زیادہ حصہ ملا اسے دوسری نعمتوں سے بھی کافی حصہ ملے گا۔ ۲۔ یہ بات تجربہ سے بھی معلوم ہو گئی ہے کہ بد خلق سخت طبیعت آدمی اپنے کنبہ محلے میں بھی ذلیل رہتا ہے اور مسجد کی حاضری سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ محلے والے اس کا مسجد میں آنا پسند نہیں کرتے کہ وہ امام اور نمازیوں سے لڑتا ہی رہتا ہے۔ مسجد بھی اس سے پناہ مانگتی ہے یہ ہے دنیا و آخرت کے حصوں سے محرومی سختی دل سے اللہ بچائے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَیَآءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَآءِ وَالْجَفَآءُ فِی النَّارِ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

(۴۸۵۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ شرم و حیاء ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں ہے ۱۔ اور فحش گوئی سخت دلی سے ہے اور سخت دلی آگ میں ہے ۲۔ (احمد، ترمذی)

(۴۸۵۲) ۱۔ یعنی شرم و حیاء ایمان کا رکن اعلیٰ ہے دنیا والوں سے حیا دنیاوی برائیوں سے روک دیتی ہے دین والوں سے حیا دینی برائیوں سے روک دیتی ہے اللہ رسول سے شرم و حیاء تمام بد عقیدگیوں بد عملیوں سے بچا لیتی ہے ایمان کی عمارت اسی شرم و حیاء پر قائم ہے درخت ایمان کی جڑ مومن کے دل میں رہتی ہے اس کی شاخیں جنت میں ہیں ۲۔ یعنی جو شخص زبان کا بے باک ہو کہ ہر بری بھلی بات بے دھڑک منہ سے نکال دے تو سمجھ لو کہ اس کا دل سخت ہے اور اس میں حیا نہیں۔ سختی وہ درخت ہے جس کی جڑ انسان کے دل میں ہے اور اس کی شاخ دوزخ میں۔ ایسے بے دھڑک انسان کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ رسول کی بارگاہ میں بھی بے ادب ہو کر کافر ہو جاتا ہے لہٰذا یہ فرمان عالی بالکل ہی صحیح حضور حکیم مطلق ہیں ہماری بیماریوں اذاریوں پر ہم سے زیادہ خبردار ہیں۔

وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ مُزَیْنَةَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا خَیْرُ مَا اُعْطِیَ الْاِنْسَانُ قَالَ اَلْخُلُقُ الْحَسَنُ
(رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ شَرِیْكٍ۔

(۴۸۵۳) روایت ہے مزینہ کے ایک شخص سے ۱۔ فرماتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ انسان کو بہترین چیز کون سی دی گئی ہے فرمایا اچھی عادت ۱۔ (بیہقی شعیب الایمان اور شرح السنہ میں حضرت اسامہ ابن شریک ہے۔

(۴۸۵۳) ۱۔ مزینہ ایک قبیلہ کا نام ہے یہ صحابی اس قبیلہ سے ہیں چونکہ صحابی تمام کے تمام عادل ہیں کوئی فاسق نہیں۔ لہٰذا اگر صحابی کا نام معلوم نہ ہو تو حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ حتیٰ کہ صحابی کا رسال بھی صحیح ہے یعنی اگر کوئی صحابی کہہ دیں کہ میں نے کسی اور صاحب سے سنا انہوں نے حضور سے سنا تب بھی حدیث قوی اور صحیح ہے۔ (مرقات) ۲۔ اچھی عادت سے مراد وہ ہے

marfat.com

جو ابھی عرض کیا گیا جس سے دنیا اور دین دونوں درست ہو جاویں۔

وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِيُّ قَالَ وَالْجَوَّاظُ الْغَلِيْظُ الْفَظُّ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ فِيْ سُنَنِهٖ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَصَاحِبُ جَامِعِ الْاُصُوْلِ فِيْهِ عَنْ حَارِثَةَ وَكَذَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْهُ وَلَفْظُهٗ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ الْجَعْظَرِيُّ يُقَالُ الْبَعْظَرِيُّ الْفَظُّ الْغَلِيْظُ وَفِيْ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ وَهْبٍ وَلَفْظُهٗ قَالَ وَالْجَوَّاظُ الَّذِيْ جَمَعَ وَمَنَعَ وَالْجَعْظَرِيُّ الْغَلِيْظُ الْفَظُّ)

(۴۸۵۴) روایت ہے حضرت حارثہ ابن وہب سے ا۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں نہ تو جواظ داخل ہو گا اور نہ **جعظری** فرمایا اور جواظ سخت دل سخت زبان ہے ا۔ (ابوداؤد) نے اپنی سنن میں اور بیہقی شعب الایمان میں اور جامع اصول والے نے اس میں حضرت حارثہ سے ایسے ہی شرح سنہ میں ہے انہیں حارثہ سے اور اس کے لفظ یہ ہیں کہ جنت میں جواظ **جعظری** داخل نہ ہو گا کہا جاتا ہے کہ **جعظری** سخت دل سخت زبان ہے ۳۔ اور مصابیح کے نسخوں میں حضرت عکرمہ ابن وہب سے ہے اس کے لفظ ہیں کہ فرمایا جواظ وہ ہے جو جمع کرے اور منع کرے ۴۔ اور **جعظری** سخت دل سخت زبان ہے۔

(۴۸۵۴) ا۔ آپ صحابی ہیں خزاعی ہیں حضرت عمر فاروق کے سوتیلے بیٹے اور حضرت عبداللہ ابن عمر کے اخیافی بھائی ہیں آخر میں کوفہ میں رہے ۲۔ غلیظ کے معنی ہیں سخت دل اور فظ کے معنی ہیں سخت زبان کہ ہر ایک سے سخت کلامی کرے ۳۔ مقصد یہ ہے کہ جواظ اور **جعظری** کے ایک معنی ہیں سخت زبان بعض نے فرمایا کہ **جعفری** بڑے پیٹ والا موٹے جسم والا جو بہت کھائے کسی کو اپنے کھانے میں سے نہ کھلائے زیادہ بولنے والا کہ ہر وقت بکے ہی جائے خطیب نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے مرفوعاً روایت کی کہ ہر شخص توبہ کر سکتا ہے سواء بد خلق کے کہ وہ ایک گناہ سے توبہ کرتا ہے تو اس سے بدتر گناہ میں گرفتار ہو جاتا ہے (مرقات) ۴۔ یعنی ناجائز مال جمع کرے اور جہاں خرچ کرنا چاہیے وہاں خرچ نہ کرے زکوٰۃ صدقہ فطر، قربانی، بچوں کو خرچہ نہ دے یا وہ جو ہر وقت مال جمع کرنے کی فکر میں لگا رہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فکر کبھی نہ کرے جائز مال جمع کرنا برا نہیں مگر ہر وقت جمع کی فکر میں لگا رہنا منع ہے خیال رکھو کہ جاری پانی پاک رہتا ہے یوں ہی جس کنویں سے پانی نکلتا رہے وہ صاف رہتا ہے اگر نکالنا چھوڑ دیا جاوے تو گندا ہو جاتا ہے اللہ کی راہ میں مال نکالتے رہو پاک صاف رہے گا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں شعر:۔

☆ زکوٰۃ مال بدر کن کہ دفتر زرا ☆ چو باغبان بدر و بیشتر دہد انگور ☆

زکوٰۃ نکالے جاؤ انگور کی بیل کاٹتے رہنے سے زیادہ انگور دیتی ہے۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَثْقَلَ شَيْءٍ يُوْضَعُ فِيْ مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ وَاِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ)

(۴۸۵۵) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ بڑی بھاری چیز جو قیامت کے دن مومن کی ترازو میں رکھی جاوے گی وہ اچھی عادت ہے ا۔ اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے فحش گو و بد خلق سے ۲۔ ترمذی اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے ابوداؤد نے پہلے حصہ کی روایت کی۔

marfat.com

(۴۸۵۵) ا۔ یا تو بعینہ اچھی عادت نیکیوں کے پلے میں رکھی جاوے گی کیونکہ قیامت میں ہر چیز کی شکل بھی ہوگی اس میں وزن وغیرہ بھی ہوگا اچھی عادت کا ثواب چونکہ اچھی عادت رب تعالیٰ کو بہت پسند ہے اس لئے اس میں وزن زیادہ ہے وہاں وزن رضاء الٰہی سے ہوگا اخلاص کی عبادات وزنی ہوں گی ریا کی عبادات ہلکی کہ ریا کی عبادت سے رب ناراض ہے اخلاص کی عبادت سے رب راضی کافر کی عبادات میں کوئی وزن نہ ہوگا رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا** گناہوں میں وزن رب تعالیٰ کی ناراضی سے ہوگا جس قدر رب تعالیٰ کی ناراضی زیادہ اس قدر گناہ میں وزن زیادہ اللہ محفوظ رکھے ۲۔ چونکہ رب تعالیٰ بد خلقی بد زبانی سے ناراض ہے لہٰذا وہ گناہوں کے پلے میں ہوں گے اور اس گناہ میں بہت بوجھ ہوگا۔ خیال رہے کہ حضور کے نیک اعمال میں اتنا وزن ہے کہ اسے کوئی ترازو تول سکتی ہی نہیں اسی لئے حضور کی نیکیاں تولی نہ جائیں گی جیسے ہماری ترازو سمندر کا پانی نہیں تول سکتی ایسے ہی قیامت کی ترازو حضور کی نیکیاں نہ تول سکے گی جب ان کے نام میں اتنا وزن ہے کہ ہم جیسے گنہگاروں کے کروڑوں من کے گناہ ایک کلمہ محمدی سے ہلکے ہو جاویں گے کہ ہمارے کام ہلکے ہیں حضور کا نام بھاری ہے تو ان کے اعمال کیسے ہوں گے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ شعر:۔

☆ دل عبث خوف سے پندسا اڑا جاتا ہے ☆ پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا ☆

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۴۸۵۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مومن ا۔ اچھی عادت سے رات میں کھڑے رہنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے کا درجہ پالیتا ہے ۲۔ (ابوداؤد)

(۴۸۵۶) ا۔ مومن سے مراد مومن کامل عالم و عامل ہے (مرقات) ۲۔ یعنی خوش خلق مسلمان کو خوش خلقی کی وجہ سے نفلی روزوں اور نفلی تہجد کا ثواب مل جاتا ہے کہ وہ علانیہ اور خفیہ اللہ کی مخلوق کو خوش رکھتا ہے۔ نفلی روزہ نماز کا فائدہ صرف اپنے کو ہوتا ہے مگر خوش خلقی کا فائدہ مخلوق اٹھاتی ہے لازم سے متعدی اچھی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

(۴۸۵۷) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ا۔ جہاں ہو اللہ سے ڈرو ۲۔ اور برائی کے پیچھے بھلائی کرو جو برائی مٹادے ۳۔ اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے برتاؤ کرو ۴۔ (احمد، ترمذی، دارمی)

(۴۸۵۷) ا۔ نووی نے اپنی کتاب اربعین میں فرمایا کہ حضرت ابوذر غفاری اور معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہما چہارم مسلمین ہیں (مرقات) حضرت ابوذر غفاری سے خصوصیت سے یہ ارشاد فرمایا گیا اگرچہ اور لوگ بھی سنتے تھے۔ ۲۔ اس طرح کہ سارے واجبات ادا کرو اور سارے حراموں سے بچو۔ تقویٰ دین کی جڑ اور یقین کی بنیاد ہے تقویٰ کے بہت درجہ ہیں جو ہم نے اپنی تفسیر نعیمی میں ہدی للمتقین کی تفسیر میں عرض کئے پہلا درجہ بد عقیدگی سے بچنا ہے۔ دوسرا درجہ بد عملی سے بچنا ہے۔ تیسرا درجہ مکروہ بلکہ مشتبہ چیزوں سے بچنا۔ چوتھا درجہ بیکار چیزوں سے بچنا پانچواں درجہ جو بارے حجاب ہو اس سے بچنا۔ غرضیکہ ہر طرح کی آڑ پھاڑ کر یار تک

marfat.com

پہنچنا ہے اللہ اس قال کو حال بنادے جہاں کہیں' ہونے سے مراد ہے علانیہ خفیہ ہر طرح ہر جگہ خدا سے ڈرنا۔ ۳۔ یعنی گناہوں کے بعد توبہ کرلو بد اعمالی کے بعد نیک اعمال کرلو جن سے یہ برائیاں مٹ جاویں گانا سن لیا ہے تو قرآن مجید سن لو بری جگہ بیٹھے ہو تو وعظ و نصیحت کی مجلس میں بیٹھو اگر حرام جگہ خرچ کردیا ہے تو صدقہ و خیرات کرو غرضیکہ ہر مرض کا علاج اس کی ضد سے کرو حب دنیا کو حب آخرت سے دھولو سیاہی دل کو آنکھوں کے آنسوؤں سے دور کرلو غرضیکہ سیاہی کو سفیدی سے دور کرو۔ دنیاوی خوشی کے بعد آخرت کا غم کرلو اللہ تعالیٰ ان نیکیوں کے ذریعہ ان برائیوں کو مٹادے گا۔ رب فرماتا ہے **ان الحسنٰت یذھبن السیئات** ۴۔ اس طرح کہ لوگوں کی تکالیف برداشت کرو ان پر اپنا مال خرچ کرو ان سے خندہ پیشانی سے ملو ان کی مصیبتوں میں کام آؤ۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ وَبِمَنْ تَحْرُمُ النَّارُ عَلَيْهِ عَلٰى كُلِّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ قَرِيْبٍ سَهْلٍ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ

(۴۸۵۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو آگ پر اور آگ اس پر حرام ہوتی ہے ۱۔ ہر نرم طبیعت نرم زبان لوگوں سے قریب درگزر کرنے والا ۲۔ (احمد' ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۴۸۵۸) ۱۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں کہ دوزخ کی آگ پر وہ حرام ہو جاوے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جاوے کہ نہ آگ اس تک پہنچے نہ آگ تک وہ پہنچے اور اگر وہ کسی وقت دوزخیوں کو نکالنے کے لئے دوزخ میں جاوے تو اس کو آگ کی گرمی نہ پہنچے۔ ۲۔ ھین اور لین ی کی شد سے بھی آتا ہے اور ی کے سکون سے بھی دونوں کے معنی ہیں نرم مگر جب یہ دونوں جمع ہو جاویں تو ایک سے مراد نرم طبیعت ہوتا ہے۔ دوسرے سے مراد نرم زبان۔ سہل کے معنی ہیں سمح یعنی لوگوں کی زیادتیوں سے درگزر کر جانے والا قریب کے معنی ہیں لوگوں سے نزدیک رہنے والا کہ جب اس کی ضرورت پڑے تو حاضر ہو جاوے اگر لوگ اس سے مستغنی ہوں تو یہ بھی بے نیاز رہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيْمٌ وَالْفَاجِرُ خِبٌّ لَئِيْمٌ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۸۵۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا مومن سیدھا کرم والا ہوتا ہے ۱۔ فاجر چالاک بدخلق ہوتا ہے ۲۔ (احمد' ترمذی' ابوداؤد)

(۴۸۵۹) ۱۔ غر' بنا ہے غرور سے۔ بمعنی دھوکا یہاں مراد ہے دیدہ دانستہ مسلمانوں سے دھوکا کھالینے والا لہٰذا یہ اس کی مہربانی ہے نہ کہ بیوقوفی ہم نے ایسے نیک لوگ دیکھے ہیں جو دیدہ دانستہ طور پر لوگوں سے دھوکا کھا کر ان کا بھلا کردیتے ہیں مشہور ہے کہ مولانا احمد جیون سے لوگوں نے دہلی پہنچ کر کہا کہ حضور آپ کے شہر جونپور کا دریا وہاں کے لوگوں کو ڈبو دے رہا ہے حضور پانچ سو روپیہ دیں تو دریا کو دے کر اسے اس حرکت سے باز رکھیں آپ نے دے دیئے کچھ عرصہ بعد وہ لوگ آکر بولے کہ حضور بڑی مشکل سے دریا کو پانچ سو روپیہ میں راضی کر کے شہر سے دفع کیا تو انہیں دعائیں اور انعام دیے۔ عالمگیر بادشاہ نے کہا حضور یہ کیا فرمایا مسلمان جھوٹ نہیں بولتے یہ لوگ مسلمان ہیں سچ کہتے ہوں گے حضرت آدم علیہ السلام نے شیطان سے دھوکہ کھایا یا شیطان چالاک نے دھوکہ دیا یہ ہے کریم اور لئیم میں فرق۔ ۲۔ خب۔ بمعنی چالاک دھوکا باز اس کا نتیجہ ہے لئیم ہونا جس مسلمان میں یہ عیوب ہوں وہ

marfat.com

ان سے توبہ کرے کہ یہ کفار کے عیب ہیں کسی کو چالاکی سے پھانس لینا کمال نہیں پھنسے کو نکال لینا کمال ہے۔

وَعَنْ مَكْحُوْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ لَيِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِيْدَ انْقَادَ وَاِنْ اُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ اِسْتَنَاخَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا)

(۴۸۶۰) روایت ہے حضرت مکحول سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ا۔ مومن لوگ نرم دل نرم طبیعت ہوتے ہیں جیسے نکیل والا اونٹ ۲۔ اگر چلایا جاوے تو اطاعت کرے اور اگر پتھر پر بٹھایا جاوے تو بیٹھ جاوے ۳۔ (ترمذی' مرسلاً)

(۴۸۶۰) ا۔ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ مکحول تابعی ہیں صحابی نہیں لہٰذا صحابی کا ذکر نہیں ہوا مگر چونکہ مکحول بڑے عالم ثقہ ہیں اس لئے ان کا ارسال قبول ہے جب امام بخاری کی تعلیق معتبر ہے تو حضرت مکحول کا ارسال کیوں نہ معتبر ہو۔ ۲۔ یعنی مومن زبان کا بھی نرم ہوتا ہے دل کا بھی نرم اور وہ اللہ رسول کے ہاتھ میں ایسا ہوتا ہے جیسے نکیل والا اونٹ اپنے مالک کے قبضہ میں۔ نف انف کے فتحہ نون کے کسرہ سے یہ بنا ہے انف ۔ بمعنی ناک سے انف وہ اونٹ جس کی ناک میں نکیل اور نکیل مالک کے ہاتھ میں ہو۔ ۳۔ یعنی مومن اللہ رسول کے احکام پر بلا جرح قدح سر جھکا دیتا ہے خواہ احکام نرم ہوں یا سخت وجہ نہیں پوچھتا کہ یہ حکم کیوں ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ الَّذِيْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ اَفْضَلُ مِنَ الَّذِيْ لَا يُخَالِطُهُمْ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُمْ ۔ (اَلتِّرْمِذِيُّ)

(۴۸۶۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا وہ مسلمان جو لوگوں میں ملا جلا رہے اور ان کی تکلیف پر صبر کرے اس سے افضل ہے جو نہ ان سے ملا جلا رہے اور نہ ان کی ایذاء پر صبر کرے ا۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۴۸۶۱) ا۔ یعنی مسلمان دو قسم کے ہیں ایک وہ جنہیں خلوت بہتر ہے بعض وہ جن کے لئے جلوت افضل ان دونوں میں جلوت والے افضل ہیں کیونکہ خلوت والے صرف اپنی اصلاح کرتے ہیں اور جلوت والے دوسروں کو بھی درست کرتے ہیں حضرت علی فرماتے ہیں کہ تم دنیا میں اپنے دوست زیادہ بناؤ کہ کل قیامت میں مومن دوست شفاعت کریں گے اور آپ نے اپنی تائید میں یہ آیت پڑھی **فمالنا من شٰفعین ولا صدیق حمیم** کہ کفار اپنے لئے شفیع اور دوست نہ ملنے پر افسوس کریں گے مگر خیال رہے کہ بعض لوگوں کے لئے نیز بعض حالات میں نیز بعض مقامات پر خلوت افضل ہوتی ہے اگر جلوت میں خود اپنے آپ گناہوں میں مشغول ہو جانے کا اندیشہ ہو تو خلوت بہتر حضرت وہب فرماتے ہیں کہ حکمت دس حصے ہیں نو خاموشی میں ایک خلوت میں (مرقات) بہتر یہ ہے کہ کبھی خلوت اختیار کرے کبھی جلوت **خیر الامور اوسطہا** عربی میں تنہائی کو عزلتہ کہتے ہیں عارفین فرماتے ہیں کہ عزلتہ میں اگر علم کا عین نہ ہو' تو ذلت ہے اور اگر زہد کی زنہ ہو تو نری علت ہے یعنی خلوت وہ اختیار کرے جس کے پاس علم بھی ہو زہد بھی۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يُنَفِّذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ فِيْ

(۴۸۶۲) روایت ہے حضرت سہل ابن معاذ سے ا۔ وہ اپنے باپ سے راوی' بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص غصے کو پی جائے ۲۔ حالانکہ اس کے جاری کرنے پر قادر ہو ۳۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن مخلوق کے سرداروں میں بلائے گا ۴۔

marfat.com

اَیِّ الْحُوْرِ شَآءَ۔

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ لِاَبِیْ دَاوٗدَ عَنْ سُوَیْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَبْنَاءِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ مَلَاَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ اَمْنًا وَّاِیْمَانًا وَذَکَرَ حَدِیْثَ سُوَیْدٍ مَنْ تَرَکَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ فِیْ کِتَابِ اللِّبَاسِ۔

یہاں تک کہ اس کو اختیار دے گا کہ جو حور چاہے' لے لے ۶۔ (ترمذی' ابوداؤد) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔ اور ابوداؤد کی روایت میں جو سوید بن وہب سے روایت ہے' وہ ایک صحابی زادے مرد سے راوی' وہ اپنے باپ سے فرمایا بھر دے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے ۶۔ اور ذکر کیا سوید کی حدیث کو **من ترک لبس ثوب جمال** کتاب اللباس میں ۷۔

(۴۸۶۲) ۱۔ آپ سہل ابن معاذ ابن انس ہیں جہنی ہیں اہل مصر سے ہیں۔ یہ معاذ ابن جبل نہیں بلکہ معاذ ابن انس ہیں ۲۔ یعنی کسی نے دوسرے کو برا بھلا کہا' اور دوسرا شخص اپنی ذات کی برائی سن کر خاموش رہے' درگزر کرے تو اس کو وہ ثواب ہے جو آگے مذکور ہے' اس میں صرف وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے ذاتی معاملات میں درگزر کریں۔ لیکن اللہ و رسول' شیخ و استاد وغیرہ کے گستاخ سے بدلہ لینا' اور غصہ کا اظہار کرنا' عین عبادت ہے' وہاں غصہ نہ کرنا بے غیرتی ہے۔ ۳۔ یعنی بدلہ لینے کی ہر طرح طاقت ہے' پھر صرف رب کی رضا کے لئے معاف کرتا ہے' خواہ یہ شخص حاکم ہو' یا طاقتور' اور اس شخص پر غالب ہو' یا امیر ہو' خود بدلہ لے سکتا ہو' یا دوسرے کے ذریعے سے لے سکتا ہو' مگر اتنی قدرت کے باوجود پھر تحمل کرے' یہ بہت مشکل کام ہے۔ ۴۔ کہ اس پر عمل کرنے سے انسان ولی اللہ بن جاتا ہے' اس نے دنیا میں اپنے کو عاجز کیا۔ رب تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سرداری عطا فرمائے گا کیسا عظیم کرم ہے ۶۔ حور کی نسبت اس لئے ہے کہ یہ اس کے اس دل کو خوش کرنے کے لئے ہے جو اس نے صرف اپنے رب کے لئے رنجیدہ کیا' اور دل تنگ کیا ذلت برداشت کی۔ کیونکہ مرد کا دل بال بچے میں زیادہ خوش رہتا ہے' اکیلا آدمی کتنا ہی دولت مند ہو' اداس رہتا ہے حقیقی خوشی اپنے ہی گھر نصیب ہوتی ہے' اس حقیقی خوشی کے لئے اپنا گھر بسانے کے لئے حور کا ذکر کیا۔ کہ باہر کے غم ہمیشہ گھر میں اچھی بیوی کے ذریعہ ختم ہوتے ہیں' تو گویا مومن کو رب تسلیاں فرماتا ہے' اور مومن کا گھر جنت ہے۔ اور دنیا باہر کی جگہ۔ ۶۔ یعنی سرداری کے علاوہ امن و ایمان کی لذتیں بھی عطا ہوں گی کہ اگرچہ ایمان ملنے کا وقت دنیا ہے' مگر لذت ایمانی قیامت میں ملے گی ۷۔ یعنی یہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی۔ مگر میں نے مناسبت کی وجہ سے اس کو کتاب اللباس میں لکھ دیا ہے' وہاں دیکھو۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ زَیْدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَیَاءُ۔

(رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنْ اَنَسٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ)

(۴۸۶۳) روایت ہے زید بن طلحہ سے فرمایا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک ہر دین کے اخلاق ہیں' اور اسلام کا اخلاق حیا ہے ۱۔ اسے مالک نے ارسالاً روایت کیا' اور ابن ماجہ و بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس و ابن عباس سے روایت فرمایا ۲۔

marfat.com

(۴۸۶۳) ۱۔ یعنی اگرچہ اسلام کی بہت سی عبادات ہیں مگر حیاداری سب سے بڑی عبادت ہے' کل دین سے مراد باطل ادیان ہیں۔ اور دین اسلام سے مراد رب تعالیٰ کا دین۔ کیونکہ سب انبیاء کرام نے حیاداری کا سبق دیا۔ بے غیرتی بے حیائی سے سب نے منع فرمایا۔ بے غیرت کا کوئی نیک عمل قبول نہیں اگرچہ ساجد و عابد ہو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی سب سے بڑی بے غیرتی ہے۔ ۲۔ لہٰذا یہ حدیث مرسل نہیں بلکہ مسند ہے' کیونکہ اس میں حضرت انس اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا نام آگیا' یہ حضرات صحابی ہیں' چونکہ ابن طلحہ تابعی ہیں' اور مالک نے انہی سے یہ روایت کی' صحابی کا ذکر نہیں کیا' لہٰذا ان کی روایت میں حدیث مرسل ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَیَاءَ وَالْاِیْمَانَ قُرِنَا جَمِیْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُھُمَا رُفِعَ الْاٰخَرُ وَفِیْ رِوَایَۃِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَاِذَا سُلِبَ اَحَدُھُمَا تَبِعَہُ الْاٰخَرُ۔
(رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۴۸۶۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرم غیرت اور ایمان سارے ساتھی' ہیں ۱۔ تو جب ان میں سے ایک اٹھالیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔ اور حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ جب ان میں سے ایک چھن جاتا ہے تو دوسرا اسکے ساتھ جاتا ہے ۲۔ (بیہقی شعب الایمان)

(۴۸۶۴) ۱۔ یہاں قرناء جمع دو کے لئے ارشاد ہوا۔ قرنا جمع ہے قرین کی بمعنی ساتھی' مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں قرنا سیہ مذکر ماضی مطلق سے ہے' یعنی حیا اور ایمان رہنے اور جانے میں ساتھ ہیں۔ جس دل میں ہوں گے' دونوں ہوں گے' نہ ہوں گے دونوں نہ ہوں گے مومن بے حیا نہیں ہو سکتا' کافر حیادار نہیں ہو سکتا۔ ۲۔ خیال رہے کہ یہاں ایمان سے مراد کامل ایمان ہے' اور حیاء سے مراد ایمانی شرم و غیرت ہے' یعنی اللہ اور رسول سے غیرت جو گناہوں سے روک دے۔

وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ کَانَ اٰخِرُ مَا وَصَّانِیْ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ وَضَعْتُ رِجْلِیْ فِی الْغَرْزِ اِنْ قَالَ یَا مُعَاذُ اَحْسِنْ خُلُقَکَ لِلنَّاسِ۔ (رَوَاہُ مَالِکٌ)

(۴۸۶۵) روایت ہے حضرت معاذ سے' فرماتے ہیں جو آخری وصیت مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جبکہ میں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا ۱۔ یہ تھی' کہ فرمایا' اے معاذ اپنے اخلاق لوگوں سے اچھے رکھو ۲۔ (مالک)

(۴۸۶۵) ۱۔ حضرت معاذ ابن جبل کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا' جب آپ وہاں جانے کے لئے سوار ہوئے' تو حضور انور نے یہ فرمایا ۲۔ یعنی تم وہاں حاکمانہ شان و شوکت سے لوگوں سے الگ تھلگ نہ رہنا' اور اپنے پاس آنے جانے والوں سے بد خلقی سے پیش نہ آنا۔ خیال رہے کہ خلق اور چیز ہے' ظالم کو سخت سزا دینا' ملک میں سختی سے انتظام کرنا کچھ اور ہے' لہٰذا یہ حکم عالی سیاست کے خلاف نہیں'

وَعَنْ مَالِکٍ بَلَغَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ۔
(رَوَاہُ فِی الْمُؤَطَّا وَرَوَاہُ اَحْمَدُ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ)

(۴۸۶۶) روایت ہے حضرت مالک سے انہیں خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس لئے بھیجا گیا کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کر دوں' ۱۔ مؤطا اور احمد نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی۔

marfat.com

(۴۸۶۶) ۱۔ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو اخلاق کی تعلیم دینے کے لئے تشریف لائے' اور ہم آخری نبی ہیں' جیسے ہماری ذات سے دین مکمل ہوا' اللہ تعالیٰ کی نعمت تمام ہوئی' نبوت ختم ہوئی۔ ایسے ہی ہم نے تعلیم اخلاق کو مکمل فرمادیا۔ اب تاقیامت علماء و اولیاء ہمارے نقش قدم پر چل کر ہمارے اخلاق لوگوں کو سکھائیں گے' اس صورت میں اتمام کا مقصد ناقص کو کامل کرنا نہیں' بلکہ اخلاق کے اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے' دوسرے یہ کہ اہل عرب نے عقاید ابراہیمی' اعمال ابراہیمی بدل دیئے تھے' مگر اخلاق ابراہیمی کے یہ لوگ حامل تھے۔ درازی زمانہ کی وجہ سے اہل عرب کے اخلاق ناقص ہو گئے تھے۔ میں انہیں اخلاق ابراہیمی کی تکمیل کے لئے آیا ہوں کہ لوگوں کو جناب خلیل اللہ صلوات اللہ علیہ کے اخلاق کی تعلیم پورے طور پر دوں' اور پیدا شدہ نقصان اور کمی کو دور کروں۔ پہلے معنی شیخ نے فرمائے' دوسرے معنی مولانا ملا علی قاری نے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے محل کی آخری اینٹ ہیں۔ حضور سے نبوت' اخلاق' ہدایات کی تکمیل ہوئی' حضور جمع الجمع ہیں۔ آپ سے مسیر (چلنا) آپ کی طرف مصیر ہے (لوٹنا) تمام انبیاء کرام کی صفات کے جامع ہیں۔ (مرقات)

وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَظَرَ فِي الْمِرْاٰةِ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ حَسَّنَ خَلْقِيْ وَخُلُقِيْ وَزَانَ مِنِّيْ مَا شَانَ غَيْرِيْ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ مُرْسَلًا)

(۴۸۶۷) روایت ہے حضرت جعفر ابن محمد سے' وہ اپنے والد سے راوی ۱۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ میں نظر فرماتے ۲۔ تو فرماتے شکر ہے اس اللہ کا' جس نے میری صورت اور سیرت اچھی بنائی ۳۔ اور میری وہ چیز اچھی کی' جو دوسروں کی بری کی ۴۔ بیہقی نے بطریق ارسال روایت کی۔

(۴۸۶۷) ۱۔ امام جعفر صادق ابن امام محمد باقر تابعی ہیں' آپ کی ملاقات حضرت جابر سے ہے اور آپ تک حضور انور کا سلام پہنچا ہے (مرقاۃ) آپ کا نسب نامہ والد کی طرف سے یہ ہے' امام جعفر ابن امام محمد باقر ابن امام زین العابدین ابن امام حسین ابن علی مرتضیٰ' اور ماں کی طرف سے آپ کا نسب نامہ یہ ہے' امام جعفر صادق ابن حضرت فروہ بنت قاسم ابن محمد ابن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ لہٰذا آپ سبا" حیدری ہیں' حسبا" صدیقی' تمام حسینی سید نسب میں حضرت علی کی اولاد ہے' اور حسب میں حضرت ابوبکر صدیق کی' دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ اور شجرہ انساب' ۲۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور کے زمانہ پاک میں آئینہ تھا' اور حضور نے آئینہ میں شکل مبارک دیکھی' ہاں اکثر پانی میں چہرہ پاک دیکھ کر کنگھی وغیرہ کی ہے' لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں ہے' کہ کبھی یہ عمل تھا کبھی وہ ۳۔ خلقی خ کے فتح سے صورت پاک اور خ کی پیش سے سیرت پاک۔ حضور انور صورت میں ایسے حسین کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں' اور سیرت میں ایسے بیمثال کہ رب تعالیٰ نے آپ کے خلق کی تعریف فرمائی' **انک لعلی خلق عظیم** ہم بھی یہ دعا پڑھا کریں۔ حضور کی نقل کرتے ہوئے۔ شعر:۔

☆ تیری خلق کو رب نے جمیل کیا ☆ تیرے خلق کو رب نے عظیم کہا ☆
☆ کوئی تجھ سا ہوا نہ ہو گا شاہا ☆ تیرے خالق حسن ادا کی قسم ☆

۴۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صورت و سیرت میں بیمثال ہیں' صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ صورت کی نورانیت دل کی نورانیت کا پتہ دیتی ہے' اس لئے حضور انور آئینہ میں اپنی شکل پاک دیکھ کر اپنی سیرت کا بھی ذکر فرماتے تھے' ورنہ

marfat.com

سیرت آئینہ میں نظر نہیں آتی (مرقاۃ) ہم لوگ بھی آئینہ دیکھ کر یہ دعا پڑھیں' یہ سمجھ کر کہ رب تعالیٰ نے ہم کو صحت و تندرستی بخشی ہے' بہت سے لوگ کانے' نکٹے' برص کے مارے اور ہونٹ کٹے ہوتے ہیں' جن سے انکی صورتیں بگڑ گئی ہوتی ہیں' شکر ہے کہ ہم ان سب سے محفوظ ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۴۸۶۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے' الٰہی! تو نے میری صورت بھی اچھی کی ہے تو میری سیرت بھی اچھی کر ۲۔ (احمد)

(۴۸۶۸) ا۔ حضور انور کی یہ دعا یا تو امت کی تعلیم کیلئے ہے' یا اچھے اخلاق اور زیادتی کی طلب کے لئے' یا اس پر دائم قائم رہنے کے لئے' ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری خدائی سے بڑھ کر خوش خلق ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ کے اس قول کے خلاف نہیں' کہ آپ کا خلق قرآن ہے' ہم نماز میں پڑھتے ہیں **اھدنا الصراط المستقیم** حالانکہ ہم ہدایت پر ہیں' مسلمان ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے' **وقل رب زدنی علما۔** صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ باطنی ترقی کی انتہا نہیں کیونکہ وہ تجلی الٰہی سے ہے' اور تجلی الٰہی کی انتہا نہیں' حتیٰ کہ اس کی انتہا جنت میں بھی نہ ہوگی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ** یہ زیادتی ہمیشہ ہوتی رہے گی۔ (مرقات)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ خِيَارُكُمْ اَطْوَلُكُمْ اَعْمَارًا وَاَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۴۸۶۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کیا میں تم کو تم میں سے بہترین کی خبر نہ دوں' صحابہ نے عرض کیا' ہاں! فرمایا تم میں بہتر وہ ہیں جنکی عمریں دراز اور اچھے اخلاق ہوں ا۔ (احمد)

(۴۸۶۹) ا۔ عمر کی درازی یا مقدار میں ہو یا کیفیت میں یا دونوں میں۔ اچھے اخلاق ہیں سارے دینی و دنیاوی نیک اعمال داخل ہیں' کیونکہ نیک اعمال کی اصل اچھی عادت ہے' یعنی بڑا خوش نصیب ہے جسے اللہ تعالیٰ لمبی عمر دے' اور لمبی عمر میں نیک اعمال کرنے کی توفیق بخشے کہ قیامت میں عطا بقدر اعمال ہوگی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ)

(۴۸۷۰) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمانوں میں کامل ایمان والا اچھے اخلاق والا ہے ا۔ (ابوداؤد' دارمی)

(۴۸۷۰) ا۔ کیونکہ اچھی عادت سے عبادات اور معاملات دونوں درست ہوتے ہیں۔ اگر کسی کے معاملات تو ٹھیک مگر عبادات درست نہ ہوں' یا اس کے الٹ ہو' تو وہ اچھے اخلاق والا نہیں' خوش خلقی بہت جامع صفت ہے کہ جس سے خالق اور مخلوق سب راضی رہیں وہ خوش خلقی ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًا شَتَمَ اَبَا بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ يَتَعَجَّبُ وَيَتَبَسَّمُ

(۴۸۷۱) روایت ہے ان ہی سے ایک شخص نے جناب ابو بکر کو برا کہا' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تعجب و تبسم فرما رہے تھے ا۔

marfat.com

فَلَمَّا اَكْثَرَ رَدَّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ فَلَحِقَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ وَّقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ يَشْتِمُنِيْ وَاَنْتَ جَالِسٌ فَلَمَّا رَدَدْتُّ عَلَيْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ غَضِبْتَ وَقُمْتَ قَالَ كَانَ مَعَكَ مَلَكٌ يَرُدُّ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَدَدْتَّ عَلَيْهِ وَقَعَ الشَّيْطَانُ ثُمَّ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ ثَلٰثٌ كُلُّهُنَّ حَقٌّ مَا مِنْ عَبْدٍ ظُلِمَ بِمَظْلِمَةٍ فَيُغْضِيْ عَنْهَا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا اَعَزَّ اللّٰهُ بِهَا نَصْرَهٗ وَمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ عَطِيَّةٍ يُرِيْدُ بِهَا صِلَةً اِلَّا زَادَ اللّٰهُ بِهَا كَثْرَةً وَمَا فَتَحَ رَجُلٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ يُرِيْدُ بِهَا كَثْرَةً اِلَّا زَادَ اللّٰهُ بِهَا قِلَّةً۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

تو جب اس نے بہت زیادتی کی' تو آپ نے اس کی بعض باتوں کا جواب دیا ۲۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے ۳۔ ابوبکر حضور کے پیچھے پہنچے' عرض کیا یا رسول اللہ! وہ مجھے برا کہتا رہا' آپ بیٹھے رہے' جب میں نے اس کی بات کا جواب دیا تو آپ ناراض ہو گئے' اور کھڑے ہو گئے ۴۔ فرمایا تمہارے ساتھ فرشتہ تھا جو اسے جواب دے رہا تھا ۵۔ پھر جب تم نے خود اسے جواب دیا تو شیطان پڑ گیا ۶۔ پھر فرمایا' اے ابوبکر تین چیزیں بالکل حق ہیں' نہیں ہے کوئی بندہ جس پر ظلم کیا جاوے تو اللہ کے لئے چشم پوشی کرے' مگر اس کے ذریعہ اللہ اپنی مدد بڑھا دے گا ۷۔ اور کوئی شخص دینے کا دروازہ نہیں کھولتا جس سے صلہ رحمی کا ارادہ کرے ۸۔ مگر اس سے اللہ تعالیٰ زیادتی مال اور بڑھا دیتا ہے ۹۔ اور کوئی شخص مانگنے کا دروازہ نہیں کھولتا جس سے زیادتی کا ارادہ کرے مگر اس سے اللہ تعالیٰ کمی بڑھا دیتا ہے ۱۰۔ (احمد)

(۴۸۷۱) ۱۔ حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ تبسم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تحمل و بردباری ملاحظہ فرما کر ان پر خوش ہونے کی وجہ سے تھا' معلوم ہوا کہ حضور انور اپنی امت کے نیک اعمال سے بہت خوش ہوتے ہیں' ہم کو چاہیے کہ ہمیشہ نیک اعمال کیا کریں کہ حضور کو اس سے خوشی ہوتی ہے' اللہ ہم کو توفیق دے کہ اپنے نبی کو خوش کر لیں۔ ان کی خوشی ہمارے نیک بننے سے ہو گی' ۲۔ حضرت ابوبکر صدیق کا جواب دینا بالکل جائز تھا' اور از روئے قرآن کریم بالکل حق تھا' قرآن کریم فرماتا ہے' **والذین اذا اصابہم البغی ھم ینتصرون** اور فرماتا ہے **لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الامن ظلم**۔ جناب صدیق اکبر اس وقت مظلوم تھے لہٰذا آپ پر کوئی اعتراض نہیں' نہ آپ سے کوئی ناجائز کام سرزد ہوا۔ ۳۔ اس ناراضی کی وجہ آگے آ رہی ہے کہ ذاتی موذی سے بدلہ لینا شان صدیقی کے لائق نہیں' نیز تم یہ بدلہ اپنے خادم فرشتے کے ذمہ رہنے دو' اس موذی کو تم خود کیوں منہ لگاتے ہو' مجرموں کو سزا بادشاہ اپنے ہاتھ سے نہیں دیتے' بلکہ اپنے خدام سے سزا دلواتے ہیں۔ ۴۔ یعنی یا رسول اللہ میں نے اس پر ظلم نہیں کیا' حضور پھر مجھ پر ناراض کیوں ہوئے' ظالم تو وہ ہے میں نے تو صرف بدلہ لیا ہے' خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ناراضی کسی بات کی بناء پر نہ تھی' بلکہ افضلیت کی تعلیم کے لئے تھی' جیسا کہ آئندہ جواب سے معلوم ہو رہا ہے' خیال یہ بھی رہے کہ یہاں شتم۔ بمعنی سب ہے یعنی برا کہنا۔ بمعنی گالی نہیں' اور یہ مطلب نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اسے جواب میں گالی دی' آپ کی زبان مبارک جھوٹ اور گالی سے ہمیشہ محفوظ رہی' ۵۔ اس طرح کہ جب وہ شخص تم سے کہتا تھا کہ ابوبکر آپ تو ایسے ہیں' تو فرشتہ کہتا تھا' ابوبکر تو اچھے ہیں تو ہی ایسا ہے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی نگاہیں غیبی فرشتوں کو دیکھتی ہیں' اور آپ کے کان شریف فرشتوں کی آواز سنتے ہیں۔ یہ فرشتہ یا تو کوئی خاص فرشتہ تھا جو اس کام کے لئے مامور

marfat.com

ہوا تھا' یا آپ کے ساتھ رہنے والا فرشتہ' پہلا احتمال قوی ہے' ۶۔ یعنی اب تک تمہارا صبر رب کے لئے تھا اب تمہارا جواب دنیا نفس کے لئے ہوا یہ اگرچہ جائز ہے مگر چونکہ اس میں اپنی ذات کو اور غصہ کو دخل ہے اس لئے فرشتہ خاموش ہو گیا' اور شیطان خوش ہونے لگا۔ ممکن ہے کہ اب تم اس کے جواب میں زیاتی کر دو۔ اب تک وہ ظالم تھا پھر ظلم تمہاری طرف سے ہو جاوے' (مرقات) معلوم ہوا کہ جائز کام بھی اگر نفس کے لئے ہو' تو شیطان کی خوشی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ۷۔ یعنی جو شخص اپنے حقوق مارنے والے سے چشم پوشی کرے' اس پر موقعہ پا کر بھی اس سے بدلہ نہ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد اور بھی زیادہ کر دے گا **بھا** کا مرجع **مظلمة** ہے' یہ بات تجربہ سے بھی ثابت ہے معافی سے عزت بڑھتی ہے' بشرطیکہ معافی کمزوری کی نہ ہو' اخلاق کی ہو۔ وہ معافی والی آیتیں منسوخ ہیں' جو کمزوری کی وجہ سے ہو۔ اخلاقی معافی کی آیتیں محکم ہیں۔ ۸۔ یعنی رشتہ داروں سے سلوک کرنا صرف اللہ و رسول کی رضا کے لئے ہو' اپنی ناموری کے لئے نہ ہو' تو ثواب ہے اس کا فائدہ ہے' ۹۔ صدقہ ثواب ہے اور اپنے عزیزوں و اہل قرابت پر صدقہ دوہرا ثواب ہے۔ صدقہ کا بھی اور حق قرابت ادا کرنے کا بھی۔ ۱۰۔ اس سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت کسی سے کچھ مانگ لینا جائز ہے' صرف ضرورت کے مطابق مانگے' اگر اور طرح سے ضرورت پوری ہو سکے' تو نہ مانگے' ۱۔ اپنے پاس مال ہے اور زیادتی مال کے لئے مانگنا یہ بہر حال حرام ہے۔ نصاب تین قسم کے ہیں زکوٰۃ واجب ہونے کا نصاب' خیرات و زکوٰۃ لینے کی ممانعت کا نصاب' اور سوال سے بچنے کا نصاب' آخری نصاب بقدر ضرورت مال اپنے پاس ہوتا ہے' ضرورت والا مانگے' بلا ضرورت نہ مانگے۔ پیشہ ور گداگر ہمیشہ فقیر ہی رہتے ہیں۔ حاجت مند اور گداگر میں فرق کرنا چاہیے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُرِيْدُ اللّٰهُ بِاَهْلِ بَيْتٍ رِفْقًا اِلَّا نَفَعَهُمْ وَلَا يَحْرِمُهُمْ اِيَّاهُ اِلَّا ضَرَّهُمْ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۸۷۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کسی گھر والوں پر مہربانی کا ارادہ نہیں کرتا مگر انہیں نفع دیتا ہے' اور اللہ انکو محروم کرنا نہیں چاہتا مگر انہیں نقصان دیتا ہے ۱۔ بیہقی' شعب الایمان

(۴۸۷۲) ۱۔ یعنی اللہ تعالیٰ جن لوگوں پر کرم فرماتا ہے ان کے دلوں میں نرمی ڈال دیتا ہے' وہ لوگون پر نرمی کرتے ہیں جس سے ان کی عزت اور بڑھ جاتی ہے۔ اور جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ قہر فرماتا ہے' انہیں نرمی دل سے محروم کر دیتا ہے۔ ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں لوگوں سے سختی سے پیش آتے ہیں' نرمی بہت اچھی چیز ہے' ہاں دین میں سختی اچھی ہے۔

بَابُ الْغَضَبِ وَالْكِبْرِ۔

غصہ اور غرور کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

غضب یعنی غصہ نفس کے اس جوش کا نام ہے جو دوسرے سے بدلہ لینے یا اسے دفع کرنے پر ابھارے' غصہ اچھا بھی ہے' اور برا بھی' اللہ کے لئے غصہ اچھا ہے' جیسے مجاہد غازی کو کفار پر' یا کسی واعظ عالم کو فساق و فجار پر' یا ماں باپ کو نافرمان اولاد پر آوے' اور برا بھی ہوتا ہے' جیسے وہ غصہ جو نفسانیت کے لئے کسی پر آوے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے جو غضب کا لفظ آتا ہے' وہاں

marfat.com

غضب کے معنی ہوتے ہیں ناراضی و قہر' کیونکہ وہ نفس و نفسانیت سے پاک ہے۔ کبر کا معنی ہے عجب' یعنی بڑائی۔ اپنی ذات و صفات کو اچھا جاننا۔ اس کے اظہار کا نام تکبر ہے۔ اس کا مقابل تواضع و انکسار ہے۔ تکبر اچھا بھی ہے اور برا بھی۔ مسلمان کا اپنے کو کفار سے اچھا جاننا' اور انہیں حقیر سمجھنا کہ ان کی ہیبت ہمارے دل میں نہ آئے۔ یہ اچھا تکبر ہے۔ مسلمان بھائی سے اپنے کو بڑا سمجھنا انہیں ذلیل و حقیر سمجھنا یہ برا ہے۔ نبی کے مقابلہ میں تکبر کفر ہے' جیسے شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں کفر کیا تو کافر ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی صفت سے متکبر وہاں اس کے معنی بہت بڑا' بہت ہی عالی و اونچا'

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ ذٰلِكَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۴۸۷۳) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمایئے۔ فرمایا غصہ نہ کیا کرو۔ اس نے یہ سوال بار بار دہرایا۔ حضور نے یہ ہی فرمایا' غصہ نہ کیا کرو۔ (بخاری)

(۴۸۷۳) ۱؎ شاید یہ سائل غصہ بہت کرتا ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم مطلق ہیں' ہر شخص کو وہ ہی دوا بتاتے ہیں جو اس کے لائق ہے۔ نفسانی غضب و غصہ شیطانی اثر ہے' اس میں انسان عقل کھو بیٹھتا ہے۔ غصہ کی حالت میں اس سے باطل کام و کلام سرزد ہونے لگتے ہیں۔ غصہ کا علاج **اعوذ باللّٰہ** پڑھنا ہے' یا وضو کر لینا' یا یہ خیال کر لینا کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر قادر ہے۔ رحمانی غضب عبادت ہے۔ **فرجع موسی الی قومه غضبان اسفا**۔ یا جیسے **غضب اللّٰہ علیه**

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۸۷۴) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص کشتی سے پہلوان نہیں ہوتا۔ ۱؎ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے ۲؎۔ (مسلم' بخاری)

(۴۸۷۴) ۱؎ کیونکہ یہ جسمانی پہلوانی فانی ہے' اس کا اعتبار نہیں دو دن کے بخار میں پہلوانی ختم ہو جاتی ہے۔ ۲؎ کیونکہ غصہ نفس کی طرف سے ہوتا ہے' اور نفس ہمارا بدترین دشمن ہے' اس کا مقابلہ کرنا' اسے پچھاڑ دینا بڑی بہادری کا کام ہے' نیز نفس قوت روحانی سے مغلوب ہوتا ہے' اور آدمی قوت جسمانی سے پچھاڑا جاتا ہے۔ قوت روحانی قوت جسمانی سے اعلیٰ و افضل ہے' لہٰذا اپنے نفس پر قابو پانے والا بڑا بہادر پہلوان ہے۔

وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِیْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ كُلُّ جَوَّاظٍ زَنِیْمٍ مُتَكَبِّرٍ۔

(۴۸۷۵) حضرت حارثہ ابن وہب سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تمہیں جنتی لوگ نہ بتاؤں' ہر کمزور جسے کمزور سمجھا جاوے ۱؎ اگر وہ اللہ پر قسم کھا جاوے' تو اللہ اس کی قسم پوری کر دے ۲؎۔ کیا میں تمہیں آگ والے نہ بتاؤں' ہر سخت دل بدکار متکبر ۳؎۔ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ہر سخت دل حرامی ۴؎ غرور والا'

marfat.com

(۴۸۷۵) ۱۔ یہاں ضعیف کے معنی یہ ہیں کہ اس میں تکبر، جبر، ظلم نہ ہو، یہ مطلب نہیں کہ اس میں طاقت و قوت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو قوی اور طاقتور مسلمان پسند ہیں، یعنی اس میں طاقت تو ہو، مگر وہ اپنی طاقت مسلمانوں پر استعمال نہ کرے۔ اور مضعف کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں کو اس پر امن ہو کہ یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا، اس کے شر سے مسلمان اپنے کو محفوظ سمجھیں، یہ مطلب نہیں کہ مسلمان اسے ذلیل و خوار سمجھیں، مسلمان بڑی عزت والا ہوتا ہے، اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے، **اذلة علی المومنین واعزة علی الکفرین** ۲۔ مثلاً اگر وہ کہہ دے کہ قسم خدا کی تیرے بیٹا ہو گا۔ یا قسم خدا کی آج بارش آوے گی، یا قسم خدا کی اس اسلامی لشکر کو فتح ہو گی، تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم ضرور پوری فرمادے، ضرور اس کے بیٹا ہو، ضرور آج بارش آوے۔ ضرور لشکر اسلام کو فتح ہو۔ خیال رہے کہ پہلے تو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے، پھر ایک وقت وہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی رضا چاہتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر کے متعلق فرمایا **ولسوف یرضی** اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا۔ **ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ**۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں سے اللہ کی نعمتیں مانگنا جائز ہے۔ کہ انکے منہ سے نکلی بات اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے۔ ۳۔ عتل کے بہت معنی ہیں، سخت دل، بد زبان، جھگڑالو۔ یوں ہی جواظ کے بہت معنی ہیں، موٹا، فربہ بدکار، فاسق، بخیل جو اپنا مال چھپائے، دوسروں کے مال پر نظر رکھے (مرقات) یہاں سارے معنی درست ہیں۔ ۴۔ زنیم بنا ہے زنم سے، یعنی کان کٹی بکری، جسکا کان کٹ کر لٹک رہا ہو۔ اصطلاح میں زنیم حرامی کو کہتے ہیں کہ یہ شخص بھی دوری قوم سے ملحق ہوتا ہے، جیسے ولید بن مغیرہ، یہاں زنیم بمعنی شریر و لئیم ہے، جس کے شر سے مسلمان پریشان ہوں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ حرامی بچے بڑے شریر و خبیث ہوتے ہیں (مرقاۃ) بعض لوگ کہتے ہیں کہ حرامی جنت میں نہیں جاوے گا اس کی کوئی اصل نہیں، ہاں جو حرامیوں کے سے کام کرے وہ جنت میں اولاے نہ جاوے گا (از مرقات) علماء فرماتے ہیں کہ حرامیوں کی نسل میں کوئی ولی نہیں ہوتا۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۸۷۶) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ شخص آگ میں داخل نہ ہو گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو، ۱۔ اور وہ شخص جنت میں داخل نہ ہو گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر غرور ہو ۲۔ (مسلم)

(۴۸۷۶) ۱۔ یعنی جس کے دل میں رائی برابر نور ایمانی ہو، وہ ہمیشہ رہنے کے لئے دوزخ میں نہیں جاوے گا، لہٰذا حدیث واضح ہے ایمان سے مراد نتیجہ ایمان ہے، اور آگ میں جانے سے مراد ہمیشگی کے لئے جانا ہے۔ ایمان میں زیادتی کی ناممکن ہے، نور ایمان میں ممکن ہے۔ ۲۔ اس فرمان عالی کے چند معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی برابر کفر ہو، وہ جنت میں ہرگز نہ جاوے گا۔ کبر سے مراد اللہ و رسول کے سامنے غرور کرنا یہ کفر ہے، دوسرے یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی کے برابر غرور ہو گا۔ وہ جنت میں اولاے نہ جائے گا۔ تیسرے یہ کہ جس کے دل میں رائی برابر غرور ہو گا۔ وہ غرور لے کر جنت میں نہ جائے گا۔ پہلے رب تعالیٰ اس کے دل سے تکبر دور کر دے گا۔ پھر اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقبلین۔**

marfat.com

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَنَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۸۷۷) روایت ہے انہیں سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' کہ جنت میں وہ نہ جاوے گا جس کے دل میں ذرہ برابر غرور ہو۔ تو ایک شخص نے عرض کیا کہ کوئی شخص چاہتا ہے۔ کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں' اس کا جوتا اچھا ہو ۲۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے' ۳۔ غرور حق کو جھٹلانا' لوگوں کو ذلیل سمجھنا ہے (مسلم) ۴۔

(۴۸۷۷) ۱۔ اس کا مطلب ابھی عرض کیا گیا۔ خیال رہے کہ آگ میں کبر و غرور ہے' خاک میں عجز و انکساری۔ دیکھ لو باغ' کھیت خاک میں لگتے ہیں' آگ میں نہیں لگتے' ایسے ہی ایمان و عرفان کا باغ خاک جیسے عاجز و منکسر دل میں لگتے ہیں' آگ جیسے متکبر دل میں نہیں لگتے۔ ۲۔ سائل سمجھا کہ شاید اچھا لباس پہننا بھی غرور میں داخل ہے۔ کہ اس میں اپنی مالداری یا بڑائی کا اظہار ہے اس لئے اس نے یہ سوال کیا نیز اکثر متکبرین اعلیٰ درجہ کا لباس پہنتے ہیں۔ تو یہ عمدگی لباس متکبرین کی علامت ہے۔ بہرحال سوال بالکل درست ہے۔ ۳۔ یعنی رب تعالیٰ ذات و صفات میں اچھا ہے۔ جمیل ہے۔ مخلوق اس کی صفات کی مظہر ہے تو مسلمان کو چاہیے کہ اپنی عادات' صورت' لباس' اعمال اچھا رکھے تاکہ رب تعالیٰ کی صفت جمیل کا مظہر بنے۔ نیز اس لباس میں رب تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہے جو محبوب ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **واما بنعمة ربک فحدث** اسے تکبر سے کوئی تعلق نہیں۔ ۴۔ یعنی متکبر وہ ہے جو کسی معمولی انسان کی حق بات کو اس لئے جھٹلائے کہ یہ اس آدمی کے منہ سے نکلی ہے۔ اور مساکین کو ذلیل سمجھے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَّا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَّلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ شَيْخٌ زَانٍ وَّمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۸۷۸) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' تین شخص ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ تو کلام کرے گا۔ اور نہ انہیں پاک کرے گا ۲۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نہ ان کی طرف نظر کرے گا ۳۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بڈھا زانی ۴۔ اور جھوٹا بادشاہ ۵۔ اور فقیر غرور والا ۶۔ (مسلم)

(۴۸۷۸) ۱۔ یعنی ان تین قسم کے لوگوں سے کرم و محبت کا کلام نہ کرے گا۔ غضب و قہر کا کلام کرے گا لہٰذا حدیث واضح ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے اول وقت جب عدل الٰہی کا ظہور ہو گا' تب ان سے کلام نہ کرے گا' یا مطلقاً" بلاواسطہ کلام نہ کرے گا' بواسطہ فرشتوں کے کرے گا (مرقات) ۲۔ یعنی ان کے گناہ معاف نہ کرے گا' یا ان کی صفائی لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا۔ تزکیہ کے یہ دونوں معنی ہی آتے ہیں ۳۔ یعنی نظر رحمت نہ کرے گا نظر قہر کرے گا' ۴۔ اس لئے کہ زنا اگرچہ بہرحال برا ہے سخت گناہ ہے' مگر بڈھا آدمی کرے تو بدترین گناہ ہے کہ اس کی شہوت قریباً ختم ہو چکی ہے وہ مغلوب و مجبور نہیں' جوان آدمی گویا معذور ہے (مرقات) ۵۔ کیونکہ بعض لوگ مجبوراً" جھوٹ بولتے ہیں' بعض لوگ حاکم کے ڈر' یا بادشاہ کے خوف سے جھوٹ بول دیتے ہیں' بعض لوگ تنگدستی سے تنگ آکر جھوٹ کے ذریعے روزی کماتے ہیں' بادشاہ کو ان میں سے کوئی مجبوری نہیں' وہ جھوٹ بولتا ہے

marfat.com

تو بلاوجہ ہی بولتا ہے ۶۔ حکومت والوں مال والوں کے پاس غرور تکبر کے اسباب موجود ہیں۔ اگر فقیر غرور کرے تو محض دلی خباثت کی وجہ سے ہی کرے گا اس لئے اس کا تکبر بدترین جرم ہے' بعض لوگ غریب ہوتے ہوئے معمولی نوکری' معمولی کام نہیں کرتے' زکوٰۃ و خیرات قبول نہیں کرتے' خود بھی بھوکے رہتے ہیں اور اپنے بال بچوں کو بھی بھوکا مارتے ہیں' وہ بھی اس وعید میں داخل ہیں۔ بعض لوگ بہت غریب ہوتے ہیں مگر اپنی لڑکیوں لڑکوں کے لئے بڑے مالدار رشتے تلاش کرتے ہیں' اس تلاش میں اولاد بوڑھی ہو جاتی ہے' مگر شادی نہیں کرتے' جس کے نتیجے بہت برے ظاہر ہوتے ہیں' یہ سب اس فرمان عالی میں داخل ہیں۔ درود ہو اس حکیم مطلق محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر' جو ہم پر ہمارے ماں باپ بلکہ خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرماوے' اس ایک کلمہ میں کیسی ہدایتیں ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظْمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ النَّارَ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۸۷۹) روایت ہے انہیں سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۱۔ بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے ۱۔ جو ان دونوں میں سے ایک مجھ سے چھیننا چاہے گا ۲۔ میں اسے آگ میں داخل کروں گا ۳۔ اور ایک روایت میں ہے میں اسے آگ میں پھینک دوں گا ۴۔ (مسلم)

(۴۸۷۹) ۱۔ کبر سے مراد ذاتی بڑائی ہے' اور عظمت سے مراد صفاتی بڑائی۔ چادر اور تہبند فرمانا ہم کو سمجھانے کے لئے ہے کہ جیسے ایک چادر ایک تہبند دو آدمی نہیں پہن سکتے۔ یوں ہی عظمت و کبریائی سوائے میرے دوسرے کے لئے نہیں ہو سکتی۔ ۲۔ اس طرح کہ اپنی ذات یا اپنی صفات کو بڑا سمجھے گا' میرا مقابلہ کرے گا' گویا میرا شریک بننا چاہے گا۔ خدا کی پناہ ۳۔ دنیا میں فراق و ہجران کی آگ میں' آخرت میں دوزخ کی آگ میں' متکبرین کی یہی سزا ہے۔ ۴۔ اسے دوزخ میں ایسے پھینک دوں گا' جیسے مرا کتا روڑی کوڑے پر ذلت و حقارت کے ساتھ پھینکا جاتا ہے' خیال رہے کہ کبریائی' عظمت سے اعلیٰ و افضل ہے' اس لئے کبریائی کی چادر اور عظمت کو تہبند فرمایا۔ چادر تہبند سے افضل ہوتی ہے۔ تکبر یہ ہے' کہ آدمی اپنے کو بڑا سمجھے' عظمت یہ ہے کہ لوگ اسے بڑا سمجھیں' لہٰذا عظمت میں غیروں کے خیال کو دخل ہوا لہٰذا تکبر و کبریائی اعلیٰ ہے عظمت سے کہ کبریائی ذاتی ہے' عظمت اضافی (مرقات) خیال رہے' کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی عزت و عظمت رب تعالیٰ کا عطیہ ہے' یہ رب تعالیٰ کی نعمت عاجلہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَذْهَبُ بِنَفْسِهٖ حَتّٰى يُكْتَبَ فِي الْجَبَّارِيْنَ فَيُصِيْبُهٗ مَا اَصَابَهُمْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۸۸۰) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی اپنے آپ کو اونچا لے جاتا رہتا ہے' حتیٰ کہ وہ جبارین میں لکھ دیا جاتا ہے ۱۔ تو اسے وہ ہی عذاب پہنچتا ہے جو جبارین کو پہنچتا ہے ۲۔ (ترمذی کی)

(۴۸۸۰) ۱۔ یعنی اس کا نام متکبرین و جبارین کے دفتر میں لکھ دیا جاتا ہے' معلوم ہوا کہ رب کے دفتر الگ الگ ہیں' نیکوں کے

marfat.com

صدہا دفتر' بدوں کے ہزارہا دفتر ۲؎ یعنی جو دنیاوی اور اخروی عذاب و ذلت و رسوائی' فرعون' ہامان' قارون کو پہنچی ہے' یا پہنچے گی' وہ اسے بھی ملے گی' انہیں قیامت والے اپنے پاؤں تلے روندیں گے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُوْنَ اَمْثَالَ الذَّرِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْ صُوَرِ الرِّجَالِ يَغْشٰهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ يُسَاقُوْنَ اِلٰى سِجْنٍ فِيْ جَهَنَّمَ يُسَمّٰى بُوْلَسَ تَعْلُوْهُمْ نَارُ الْاَنْيَارِ يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ اَهْلِ النَّارِ طِيْنَةِ الْخَبَالِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۸۸۱) روایت ہے عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ متکبر لوگ قیامت کے دن چیونٹیوں کی طرح جمع کئے جائیں گے مردوں کی صورت میں جنہیں ہر جگہ سے ذلت چھا جائے گی ۱؎ ہانکے جائیں گے دوزخ کے ایک قید خانہ کی طرف' جسے بولس کہا جاتا ہے ۲؎ ان پر آگوں کی آگ چھا جائے گی ۳؎ اور وہ دوزخیوں کی پیپ یعنی لینہ سے پلائے جائیں گے ۴؎ (ترمذی)

(۴۸۸۱) ۱؎ یعنی ان کی شکل و صورت بھی حقیر' ان کی حالت بھی زار و خوار۔ جیسے دنیا میں چونٹیوں کی کوئی قدر و منزلت نہیں' ایسے ہی آخرت میں ان کی کوئی منزلت نہ ہوگی۔ دنیا کی عزتیں وہاں ذلت بن جاویں گی۔ دنیاوی محبتیں وہاں عداوتوں میں تبدیل ہو جاویں گی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **الاخلاء یومئذ بعضہم لبعض عدو الا المتقین**۔ ۲؎ خیال رہے کہ تمام انسان قبروں سے بشکل انسانی اٹھیں گے' پھر محشر میں پہنچ کر بعض کی صورتیں مسخ ہو جائیں گی۔ یہاں بھی ان لوگوں کا چیونٹیوں کی شکل میں ہونا محشر میں پہنچ کر ہی ہوگا۔ (مرقات) دوزخ میں لوگوں کی صورتیں مختلف ہوں گی۔ چنانچہ بعض دوزخی کتوں کی شکل میں ہوں گے' بعض سوروں اور گدھوں کی شکل میں' نیز بعض جنتی دنیا میں کانے اور اندھے تھے' مگر وہاں سب آنکھوں والے حسین ہوں گے۔ بولس بنا ہے بلس سے یعنی یاس و ناامیدی' کیونکہ وہاں سے نکلنے کی امید نہ ہوگی' اس لئے اس مقام کا نام بولس ہے۔ ۳؎ یعنی جیسے پانی میں ڈوبنے والا ہر طرف سے پانی میں گھرا ہوتا ہے' ایسے ہی یہ لوگ آگ کے سمندر میں ڈوبے ہوں گے' ہر طرف سے آگ ہو گی' اور اس آگ میں تمام مختلف آگوں کی گرمی جمع کر دی گئی ہوگی' اسے آگوں کی آگ فرمایا گیا۔ ۴؎ اس طرح کہ ان غصہ ور متکبرین کو جہنم کے نچلے طبقہ اسفل السافلین میں رکھا جاوے گا' جہاں تمام دوزخیوں کا خون پیپ کچ لہو بہ کر آتا رہے گا۔ انہیں وہ پلایا جائے گا۔ اس گندگی کا نام طینۃ الخبال ہے' خبال' معنی فساد'' طینہ'' معنی بدبودار نچوڑ' یہ نہایت ہی گرم' بہت بدبودار' گاڑھا ہوگا' سخت بدمزہ جسے دیکھ کر قے آوے' دل گھبرائے' مگر پیاس و بھوک کے غلبہ سے کھانا پڑے گا' خدا کی پناہ۔

وَعَنْ عَطِيَّةَ بْنِ عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَاِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَاِنَّمَا تُطْفَاُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّاْ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۸۸۲) روایت ہے حضرت عطیہ ابن عروہ سعدی سے ۱؎ فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے ۲؎ اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے ۳؎ اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے' تو تم میں سے کسی کو جب غصہ آئے تو وہ وضو کرے' (ابوداؤد)

(۴۸۸۲) ۱؎ آپ صحابی ہیں' قبیلہ بنی سعد سے ہیں' مگر آپ کے حالات قطعاً" معلوم نہ ہو سکے ۲؎ یہاں غصہ سے مراد شیطانی'

marfat.com

نفسانی غصہ ہے' ایمانی رحمانی غصہ مراد نہیں' مسلمان غازی کو کافروں پر جو غصہ آوے وہ غصہ عبادت ہے' جس پر ثواب ہے' مگر اکثر شیطانی اور رحمانی غصہ میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ ہم غلطی سے شیطانی غصہ کو رحمانی سمجھ لیتے ہیں۔ ۳۔ شیطان کی پیدائش کے متعلق قرآن کریم میں خود اس مردود کا قول موجود ہے۔ **خلقتنی من نار وخلقته من طین**۔ اس آیت وحدیث سے معلوم ہوا کہ ابلیس جن ہے فرشتہ نہیں' کہ فرشتوں کی پیدائش نور سے ہے' ابلیس کی خلقت میں آگ کا غلبہ ہے جیسے انسان کی خلقت میں مٹی' خاک کا غلبہ ہے' اس لئے اسے ناری نہیں' خاکی کہا جاتا ہے

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ وَھُوَ قَائِمٌ فَلْیَجْلِسْ فَاِنْ ذَھَبَ عَنْہُ الْغَضَبُ وَاِلَّا فَلْیَضْطَجِعْ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

(۴۸۸۳) روایت ہے ابوذر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جب تم میں سے ا۔ کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے' پھر اگر غصہ دفع ہو جاوے تو فبہا' ورنہ لیٹ جاوے ۲۔ (احمد ترمذی)

(۴۸۸۳) ا۔ یعنی جیسے حسی آگ حسی پانی سے بجھائی جاتی ہے' ایسے ہی باطنی آگ باطنی پانی سے بجھائی جاوے۔ وضو دونوں سے مرکب ہے کہ اس میں حسی پانی کا استعمال ہے اور یہ جسم و دل اور روح کی پاکی کا ذریعہ ہے' اسی لئے غصہ کی آگ وضو سے بجھتی ہے یہ ماہ نبوی طب کا نسخہ مجرب ہے جس سے یونانی طبیب بے خبر ہیں' شعر:۔

☆ چند خوانی حکمت یونانیاں ☆ حکمت ایمانیاں زاہم بخواں ☆

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کے اور بھی علاج بیان فرمائے ہیں۔ مثلاً لاحول شریف پڑھنا' اعوذ باللہ پڑھنا۔ مثلاً قرآن کریم فرماتا ہے۔ **واما ینزغنک من الشیطٰن نزغ فاستعذ باللّٰہ**۔ یعنی جب تمہیں شیطان کا اثر پہنچے' تو اعوذ باللہ پڑھو' یہ غصہ بھی شیطانی اثر ہے' یہ بہر حال **لاحول** اور **اعوذ** قولی علاج ہے' اور وضو عملی علاج ہے۔ ٹھنڈا پانی پی لینا بھی غصہ کا علاج ہے (مرقات واشعۃ اللمعات) ۲۔ یہ غصہ کا دوسرا عملی علاج ہے' یعنی اپنا حال بدل دینا' کہ کھڑا ہو' تو بیٹھ جاوے' اگر اس سے بھی غصہ نہ جاوے تو لیٹ جائے' انشاء اللہ تعالیٰ غصہ جاتا رہے گا۔ لیٹ جانے میں اپنے کو مٹی میں ملا دینا ہے' مٹی میں تواضع ہے' انشاء اللہ تعالیٰ عجز و انکسار آجاوے گا۔ نیز کھڑا آدمی جلد کچھ حرکت کر گزرتا ہے بیٹھا ہوا' یا لیٹا ہوا اس قدر جلدی کوئی حرکت غیر نہیں کر سکتا۔

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ عُمَیْسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَخَیَّلَ وَاخْتَالَ وَنَسِیَ الْکَبِیْرَ الْمُتَعَالَ۔ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَجَبَّرَ وَاعْتَدٰی وَنَسِیَ الْجَبَّارَ الْاَعْلٰی۔ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ سَھٰی وَلَھٰی وَنَسِیَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلٰی بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ عَتَا وَطَغٰی، وَنَسِیَ الْمُبْدَأَ وَالْمُنْتَھٰی۔ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ یَخْتِلُ الدُّنْیَا بِالدِّیْنِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ یَخْتِلُ الدِّیْنَ بِالشُّبُھَاتِ

(۴۸۸۴) روایت ہے حضرت اسماء بنت عمیس سے فرماتی ہیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ برا بندہ وہ بندہ ہے جو غرور و اکڑ کرے ا۔ اونچی شان والے کو بھول جائے۔ ۲۔ برا بندہ وہ بندہ ہے جو ظلم اور زیادتی کرے ۳۔ اور قہار اعلیٰ کو بھول جائے ۴۔ برا بندہ وہ بندہ ہے جو بھول جاوے کھیل میں لگ جاوے اور قبرستان اور گل جانے کو بھول جائے ۵۔ برا بندہ وہ بندہ ہے' جو غرور کرے اور حد سے بڑھ جائے ۶۔ اور اپنی ابتداء و انتہاء کو بھول جاوے ۷۔ وہ بندہ برا بندہ ہے جو دنیا کو دین کیلئے دھوکہ دے۔ ۸۔

marfat.com

بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ طَمَعٌ يَقُوْدُهٗ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ هَوًى يُضِلُّهٗ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ رَغَبٌ يُذِلُّهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَ قَالَ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِيِّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ اَيْضًا هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

وہ بندہ برا بندہ ہے جو شبہات سے دین کو بگاڑ دے ۹۔ وہ بندہ برا بندہ ہے جسے ہوس کھینچے پھرے ۱۰۔ وہ بندہ برا بندہ ہے جسے نفسانی خواہش گمراہ کر دے ۱۱۔ وہ بندہ برا بندہ ہے جسے خواہشیں ذلیل کر دیں ۱۲۔ (ترمذی، بیہقی، شعب الایمان) اور بیہقی نے کہا کہ اس کی اسناد قوی نہیں ۱۳۔ ترمذی نے بھی کہا کہ یہ حدیث غریب ہے ۱۴۔

(۴۸۸۴) ۱۔ تخیل دل کا کام ہے، یعنی اپنے کو بڑا جاننا، اور اختیال جسم کا کام، یعنی چال ڈھال میں اپنی بڑائی ظاہر کرنا۔ اختیال کی بہت صورتیں ہیں، فقہاء کرام متکبروں کی رفتار، ان کی گفتار ان کی بیٹھک ان کے لباس سے منع فرماتے ہیں۔ ۲۔ ہمیشہ اپنے سے پستوں کو دیکھنے سے غرور پیدا ہوتا ہے۔ اپنے سے اوپروں کو دیکھنے سے عجز و انکسار پیدا ہوتا ہے۔ جب اپنی شان اچھی معلوم ہو، تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر نظر کرو گے، اپنے کو بہت نیچا پاؤ گے ۳۔ مظلومین پر زیادتی **تجبر** ہے، اور غرباء و مساکین پر زیادتی اعتداء ہے، یعنی اپنی حد سے آگے بڑھنا ۴۔ یعنی اسے یہ خیال نہ آوے کہ میرا رب مجھ سے زیادہ قوی اور قادر ہے، اگر میں اس کی پکڑ میں آگیا تو کیسے چھوٹوں گا۔ ۵۔ اپنی حقیقت کو بھول جانا سہو ہے اور غافل کرنے والی چیزوں میں مشغول ہو جانا لہو۔ ۶۔ جو شخص اپنے انجام کو یاد رکھے، تو انشاء اللہ کبھی غافل نہ ہو۔ انجام یاد دلانے والی چیز قبر ہے، یہ گرد و غبار جو نالیوں میں پڑ رہے ہیں، صدہا بادشاہ، وزراء، امراء ہیں، جو خاک بن کر اڑتے پھر رہے ہیں۔ ۷۔ یعنی نہ یہ خیال کرے کہ پہلے میں ایک قطرہ ناپاک تھا، پھر کمزور بچہ، اور آئندہ میں خاک میں مل کر خاک ہو جاؤں گا درمیان کی اس قوت و دولت پر غرور کرنا عقل کی بات نہیں۔ شعر:۔

☆ تم شوق سے کالج میں پڑھو، پارک میں پھولو ☆ جائز ہے جہازوں میں اڑو یا چرخ پہ جھولو ☆
☆ پر ایک سخن بندہ مسکین کا رکھو یاد ☆ اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو ☆

۸۔ اس طرح کہ نیکوں کی سی شکل بنائے، اچھے اعمال کر کے دکھائے، تاکہ لوگ اس کے پھندے میں آجاویں، اور وہ انکو اپنے جال میں لے لے، یہ ما آن کل بہت ہو رہا ہے۔ تحیل بنا ہے خیل سے، بمعنی دھوکہ دینا، کسی کو فریب میں لے لینا۔ دنیا سے مراد دنیا والے ہیں۔ ۹۔ اس طرح کہ وہ غلط تاویلوں سے حرام کھاتا ہو، اور اسے حلال ثابت کرنے کی کوشش کرے، بدمعاش ہو مگر صالح بن کر لوگوں کے سامنے آئے، اس طرح اپنا دین خراب کرے۔ ۱۰۔ یعنی دنیاوی لالچ خدا تعالیٰ سے ہٹا کر مخلوق کے دروازوں پر پھرائے، ہر جگہ ٹھوکریں کھلائے۔ کسی نے امام شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا، کہ کیمیا کیا ہے، فرمایا دو باتیں کیمیا ہیں، اللہ پر نظر، مخلوق سے ناامیدی۔ قناعت نہ ختم ہونے والی دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ قناعت نصیب کرے۔ (مرقات) ۱۱۔ خواہش نفسانی طمع کا نتیجہ ہے، طمع اور ہوئی لازم ملزوم ہیں، جب طمع ترقی کر جاتی ہے تو انسان بے دین بھی بن جاتا ہے۔ حب دنیا ہر برائی کی جڑ ہے، ۱۲۔ یعنی دولت عزت کی غلط خواہش اسے در در پھرائے، ٹھوکریں کھلائے۔ خیال رکھو کہ دولت، عزت، ایمان، عرفان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کرم میں ہے، ان کے ہو جاؤ جو مانگو سو پاؤ۔ شعر:۔

☆ آنکس کہ درخویش براند ☆ آن را کہ بخواند بہ درکس نہ دواند ☆

اگر ہم انکے ہو جاویں تو دنیا ہماری ہو جاوے، اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ شعر:۔

marfat.com

☆ انکے در کا جو ہوا خلق خدا اسکی ہوئی ☆ انکے در سے جو پھرا' اللہ اسے پھر گیا ☆

۱۳۔ کیونکہ اسکی اسناد میں ہاشم ابن سعید کوفی ہیں انہیں محدثین نے ضعیف مانا ہے۔ مگر یہ حدیث طبرانی' بیہقی' حاکم نے بہت اسنادوں سے روایت کی ہے' لہٰذا یہ حدیث حسن ہے کہ زیادہ زیادہ اسنادوں سے ضعیف حدیث بھی قوی ہو جاتی ہے۔ (مرقات)

۱۴۔ غرابت صحت کے خلاف نہیں' لہٰذا یہ حدیث غریب بھی ہے صحیح بھی' اگر ضعیف بھی ہو تب بھی فضائل اعمال میں قبول ہے (مرقاۃ)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجَرَّعَ عَبْدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ يَكْظِمُهَا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۴۸۸۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی بندے نے اللہ کے نزدیک کوئی گھونٹ اس غصہ کے گھونٹ سے بہتر نہ پیا' جسے بندہ اللہ کی رضا جوئی کیلئے پی لے ا۔ (احمد)

(۴۸۸۵) ا۔ یعنی جو شخص مجبوری کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے اپنا غصہ پی لے' اور قادر ہونے کے باوجود غصہ جاری نہ کرے' وہ اللہ کے نزدیک بڑے درجے والا ہے۔ غصہ پینا ہے تو کڑوا مگر اس کا پھل بہت میٹھا ہے غصہ کو گھونٹ فرمایا' کیونکہ جیسے کڑوی چیز بمشکل تمام گھونٹ گھونٹ کر کے پی جاتی ہے' ایسے ہی غصہ پینا مشکل ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ قَالَ الصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْاِسَآءَةِ فَاِذَا فَعَلُوْا عَصَمَهُمُ اللّٰهُ وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ قَرِيْبٌ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا)

(۴۸۸۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق کہ بھلائی کے ذریعہ دفع کرو' فرمایا وہ بھلائی کے غصہ کے وقت صبر ہے' اور برائی کے وقت معافی ہے ا۔ لوگ جب کریں گے تو اللہ تعالیٰ انکی حفاظت فرمائے گا' اور ان کا دشمن ان کے سامنے پست ہو جاوے گا گویا وہ قریبی دوست ہے۔ ۲۔ (بخاری علیحدہ)

(۴۸۸۶) ا۔ یعنی اس آیت کریمہ میں احسن سے مراد صبر کرنا ہے' چونکہ صبر کرنا بدلہ لینے سے اچھا ہے' اس لئے اسے احسن فرمایا گیا۔ نیز لوگوں کی برائی کو معاف کر دینا سزا دینے سے افضل ہے' اس لئے اسے بھی احسن کہا گیا' مگر یہ اچھائی اپنے ذاتی معاملات کے متعلق ہے' دینی' قومی' ملکی جرم کرنے والوں کو ہرگز معافی نہ دی جاوے' انہیں ضرور سزا دی جائے۔ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور نے چور کو معاف نہ فرمایا ۲۔ یعنی ایسے معافی سے اللہ تعالیٰ اسے اس کے احباب کو لوگوں کے شر سے بچائے گا' اور اسکی عزت بڑھائے گا۔ دیکھ لو' یوسف علیہ السلام نے اپنے مجرم بھائیوں کو' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مجرموں کو معافیاں دیں' تو اب تک اس کی دھوم مچی ہوئی ہے' اور وہ لوگ ان کے تابعدار بن گئے۔ اخلاقی معافی اعلیٰ چیز ہے' مجبوری کی معافی بری ہے۔

وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ ؕ (۴۸۸۷) روایت ہے حضرت بہز ابن حکیم سے ا۔ وہ اپنے والد

marfat.com

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْاِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ۔

سے وہ اپنے دادا سے راوی' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غصہ ایمان کو ایسا بگاڑ دیتا ہے ۲۔ جیسے ایلوا (تمہ) شہد کو ۳۔

(۴۸۸۷) ۱۔ آپ کا نام بہز ابن حکیم ابن معاویہ قشیری ہے' آپ **تابعی** ہیں' ثقہ ہیں ۲۔ غصہ اکثر کمال ایمان کو بگاڑ دیتا ہے' مگر کبھی اصل ایمان کا ہی خاتمہ کر دیتا ہے' لہٰذا یہ فرمان عالی نہایت درست ہے' اس میں دونوں احتمال ہیں' ۲۔ ایلوا ایک کڑوے درخت کا جما ہوا رس ہے' سخت کڑوا ہوتا ہے' اگر شہد میں مل جاوے تو تیز مٹھاس اور تیز کڑواہٹ مل کر ایسا بدترین مزہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا چکھنا مشکل ہو جاتا ہے نیز یہ دونوں مل کر سخت نقصان دہ ہو جاتے ہیں۔ اکیلا شہد بھی مفید ہے' اور اکیلا ایلوا بھی فائدہ مند۔ مگر مل کر کچھ مفید نہیں' بلکہ مضر ہے' جیسے شہد و گھی ملا کر کھانے سے برص کا مرض پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے' یوں ہی مچھلی اور دودھ' یعنی مومن کو ناجائز غصہ بڑھ جائے' تو اس کا ایمان برباد ہو جانے کا اندیشہ ہے یا کمال ایمان جاتا رہتا ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ فَهُوَ فِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَّفِيْ نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِّنْ كَلْبٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ۔

(۴۸۸۸) روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے' آپ نے منبر پر فرمایا ۱۔ اے لوگو انکساری اختیار کرو ۲۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے انکسار و عجز کرتا ہے' اللہ اسے اونچا کر دیتا ہے ۳۔ تو وہ اپنے دل کا چھوٹا ہوتا ہے اور لوگوں کی نگاہ میں بڑا ۴۔ اور جو غرور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نیچا کر دیتا ہے' تو وہ لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا ہوتا ہے اور اپنے دل میں بڑا ۵۔ حتیٰ کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سور سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے ۶۔

(۴۸۸۸) ۱۔ یعنی آپ نے کسی خاص شخص سے معمولی طریقہ سے نہ کہا' بلکہ بہت اہتمام کے ساتھ بر سر منبر اعلان فرمایا ۲۔ یعنی ہر مسلمان اپنے بھائی مسلمان کے ساتھ نرم رہے' رب تعالیٰ مومنوں کی صفت یوں فرماتا ہے **اذلة على المومنين اعزة على الكفرين**۔ ۳۔ یہ قاعدہ بہت ہی مجرب ہے جو کوئی اپنے کو رضاالٰہی کے لئے مسلمانوں کے لئے نرم کر دے' ان کے سامنے انکسار سے پیش آئے' تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت پیدا فرما دیتا ہے' اور اسے بڑی بلندی بخشتا ہے' ۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا تعلیم فرمائی ہے۔ **اللهم اجعلني في نفسي صغيرا وفي اعين الناس كبيرا**۔ الٰہی! مجھے میری اپنی نگاہ میں چھوٹا' لوگوں کی نگاہ میں بڑا بنا دے۔ حضرات اولیاء اللہ ہمیشہ اپنے کو عاجز و گنہگار سمجھتے اور لوگ ان کے آستانوں پر پیشانیاں رگڑتے ہیں۔ شعر:۔

☆ بہر درش گیتی جبیں فرسودہ است ☆ خویشن را عبدہ فرمودہ است ☆

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اپنے کو بندہ فرمایا' دنیا ان کے آستانے پر ماتھا ٹیکتی ہے' آج حضور کے آستانہ کا غبار بھی قیمتی ہے' ۵۔ جیسا آج بھی دیکھا جا رہا ہے کہ بعض لوگ شیخی کے مارے اکڑے جاتے ہیں' لوگ انہیں گالیاں دیتے ہیں' انہیں برائی سے یاد

marfat.com

کرتے ہیں۔ دیکھ لو' ابلیس اپنے آپ کو بہت ہی اونچا سمجھتا ہے' مگر دنیا اس پر لعنت و پھٹکار کر رہی ہے' یہ ہے اس فرمان عالی کا ظہور' ۶۔ لوگوں کی نگاہ میں اس کی یہ ذلت اس کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ذلیل ہے مومنوں کی نگاہ میں ذلت مردودیت کی دلیل ہے' خدا کی پناہ۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوْسَى بْنُ عِمْرَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَارَبِّ مَنْ اَعَزُّ عِبَادِكَ عِنْدَكَ قَالَ مَنْ اِذَا قَدَرَ غَفَرَ۔

(۴۸۸۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب تیرے نزدیک تیرے بندوں سے کو ن زیادہ عزت والا ہے فرمایا کہ جب قدرت پائے' بخش دے' ا۔

(۴۸۸۹) ا۔ جو قدرت پاکر بخش دے وہ سنت **الٰہیہ** پر عمل کرتا ہے' اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ مگر غفور رحیم ہے' ہمارے گناہ بخشتا رہتا ہے' اور بخشے گا۔ خیال رہے کہ گناہ قابل بخشش ہیں' نہ کہ غداری' کہ غداری قابل بخشش نہیں۔ اس لئے رب تعالیٰ انہیں نہ بخشے گا۔ جو کفر پر مرجائیں" یوں ہی ہم اپنے مجرم کو ضرور بخشیں' مگر دین' قوم' ملک کے دشمن کو ہرگز نہ بخشیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ خَزَنَ لِسَانَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلَى اللّٰهِ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهٗ۔

(۴۸۹۰) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنی زبان کی حفاظت کرے' اللہ تعالیٰ اس کے عیب چھپالے گا۔ اور جو اپنا غصہ روکے' اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن اپنا عذاب روک لے گا۲۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت کرے' اللہ تعالیٰ اس کے عذر قبول کرلے گا۳۔

(۴۸۹۰) ا۔ اس فرمان کے دو مطلب ہو سکتے ہیں' ایک یہ کہ جو اپنی زبان سے لوگوں کے عیوب بیان نہ کرے' اوروں کے عیوب چھپاوے تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب دنیا و آخرت میں چھپاوے گا۔ دوسرے یہ کہ اکثر خاموش رہے تو اس کے عیوب چھپے رہیں گے۔ عیب و ہنر زبان سے ہی ظاہر ہوتے ہیں۔ شعر:۔

☆ تا مرد سخن نہ گفتہ باشد ☆ عیب و ہنرش نہفتہ باشد! ☆

۲۔ یعنی اس پر غضب نہ فرمائے گا۔ جیسا عمل ویسا بدلہ۔ ۳۔ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں' ایک یہ کہ جو اللہ کے لئے دوسرے مجرموں کے عذر قبول کر کے انہیں معافی دے دے گا' رب تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا' اس کو معافی دے گا۔ دوسرے یہ کہ بڑے سے بڑا مجرم اگر توبہ کرے تو بخش دیا جاوے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مُنْجِیَاتٌ وَثَلٰثٌ مُهْلِكَاتٌ فَاَمَّا الْمُنْجِیَاتُ فَتَقْوَى اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِی الرِّضَا وَالسَّخَطِ وَالْقَصْدُ فِی الْغِنٰى وَالْفَقْرِ وَاَمَّا الْمُهْلِكَاتُ فَهَوًى مُتَّبَعٌ وَشُحٌّ

(۴۸۹۱) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں نجات دینے والی ہیں ا۔ اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی۔ لیکن نجات دینے والی تو وہ اللہ سے ڈرنا ہے خفیہ اور علانیہ ۲۔ اور سچی بات کہنا ہے خوشی اور ناخوشی میں' اور درمیانی چال ہے امیری اور فقیری ۳۔ میں لیکن ہلاک

marfat.com

مُطَاعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ وَهِیَ اَشَدُّهُنَّ (رَوَی الْبَیْهَقِیُّ الْاَحَادِیْثَ الْخَمْسَةَ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

کرنے والی چیزیں تو وہ نفسانی خواہش ہے جس کی پیروی کی جائے ۴۔ اور بخل ہے جس کی اطاعت ہو ۵۔ اور انسان کا اپنے کو اچھا جاننا ۶۔ یہ ان سب میں سخت تر ہے ۷۔ ان پانچوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

(۴۸۹۱) ۱۔ یعنی نجات' چھٹکارا اور قصد تین چیزیں ہیں ۲۔ یعنی لوگوں کے سامنے اور خلوت' ہر حالت میں نیک کام کرے۔ اور اللہ سے ڈرے' اللہ کا ڈر تمام نیکیوں کی جڑ ہے' اللہ نصیب کرے' ۳۔ یعنی ہر حالت میں سچ بولے' غصہ اور خوشی اسے حق گوئی سے باز نہ رکھے' اور اپنا خرچ درمیانہ رکھے' نہ بخل کرے نہ فضول خرچی' کمانا ایک کمال ہے' اور صحیح خرچ کرنا پچاس کمال' درمیانی چال ہمیشہ ہی مفید ہے۔ ۴۔ کہ جو دل چاہے وہ کرے' جائز اور ناجائز کا خیال نہ کرے' اسکی باگ ڈور نفس امارہ کے ہاتھ میں ہو' ظاہر ہے کہ ایسا شخص ہلاک ہی ہو گا۔ ۵۔ پرایا مال ناحق کھانا اپنے ذمہ جو حقوق ہوں' وہ ادا نہ کرنا' گناہ میں مشغول رہنا یہ سب بخل کی اطاعت ہی سے ہوتا ہے' بخل کا نتیجہ حرص ہے۔ (مرقات) ۶۔ یعنی کسی کی بات نہ ماننا' خواہ کتنی اچھی ہو۔ اپنی بات ہی منوانا۔ خواہ کتنی ہی بری ہو' اپنے کو کامل سمجھنا' دوسروں کو ناقص جاننا' یہ بھی تکبر کی ایک قسم ہے۔ ۷۔ کیونکہ ہر عیب سے پاک ہونا' ہر خوبی سے موصوف ہونا' اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جو اپنے کو ایسا سمجھے' وہ اپنے کو خدا کا ہمسر سمجھتا ہے۔ ہم سب عیب دار ہیں' بے عیب ذات اللہ تعالیٰ کی ہے' یا اس کی جسے بے عیب بنادے۔ جیسے فرشتے' یا حضرات انبیاء علیہم السلام' یا بعض اولیائے کرام۔

بَابُ الظُّلْمِ

ظلم کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ظلم کے لغوی معنی ہیں' اندھیرا' تاریکی' اس سے ہے ظلمت اور ظلمات۔ اصطلاح میں ظلم کے تین معنی ہیں۔ کسی کا حق مارنا' کسی کو غیر محل میں خرچ کرنا' کسی کو بغیر قصور کے سزا دینا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتے۔ یہاں ظلم سے مراد ہے بے قصور کو سزا دے دینا۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو دوزخ میں ڈال دے' تو وہ ظالم نہیں۔ یہاں ظلم کے پہلے دو معنی سے کوئی معنی مراد ہیں۔ عارفین فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ہم کو دل بخشا ہے اپنا ذکر اپنی فکر اپنی محبت کے لئے' جو کوئی اپنا دل اس کے علاوہ کسی کام میں صرف کرے' وہ اپنے پر ظلم کرتا ہے' ایک صوفی فرماتے ہیں شعر:۔

☆ علیک بها صرفاوان شئت ضربها ☆ فعدلک عن ظلم الحبیب هوالظلم ☆

ظلم کی بہت سی قسمیں ہیں' یہاں ہر قسم کا ظلم مراد ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

(۴۸۹۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیاں ہو گا۔

marfat.com

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (مسلم بخاری)

(۴۸۹۲) ۱۔ یعنی ظلم خواہ کسی قسم کا ہو' قیامت میں اندھیروں کا باعث بنے گا۔ لہٰذا انصاف وعدل قیامت میں انشاء اللہ تعالیٰ نور کا سبب بنے گا۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو کچھ بوؤ گے وہی کاٹو گے یہ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے' کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ کفر و شرک بھی ظلم ہے' گناہ و بدکاری بھی ظلم۔ کسی کو ستانا بھی ظلم۔ ان کے درجے مختلف ہیں۔ بدترین ظلم کفر و شرک ہے اس کے بعد دوسروں کا حق مارنا۔ اس کے علاوہ حقوق اللہ میں کوتاہی کرنا۔ جیسا ظلم ویسی قیامت میں تاریکی۔ ظلمات .بعضھا فوق بعض' اللہ تعالیٰ ظلم سے بچائے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِی الظَّالِمَ حَتّٰی اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَأَ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰی وَهِیَ ظَالِمَةٌ الْاٰيَةَ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۸۹۳) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ ظالم کو مہلت دیتا ہے' حتیٰ کہ جب اسے پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں ۱۔ پھر یہ آیت تلاوت کی' آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے' حالانکہ وہ بستیاں ظالم ہوں ۲۔ (مسلم بخاری)

(۴۸۹۳) ۱۔ یہاں ظالم میں تین احتمال ہیں' یا اس سے مراد لوگوں کے حقوق مارنے والا ہے' یا مراد مطلقاً گنہگار یا کافر۔ پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ وہ بندہ خوش نصیب ہے جو پہلے گناہ پر ہی پکڑ لیا جائے' وہ بہت ہی بدنصیب ہے جس کو گناہ پر نعمتیں ملتی رہیں۔ گناہوں پر جلدی پکڑ نہ ہونا رب تعالیٰ کا غضب ہے کہ انسان اس سے دھوکہ کھا جاتا ہے۔

☆ تو مشو مغرور بر حلم خدا ☆ دیر گیرد سخت گیرد مر ترا ☆

۲۔ اس آیت کریمہ میں بستیوں سے مراد ان کفار کی بستیاں ہیں' جن پر عذاب الٰہی آیا کہ وہاں کے باشندوں کو اولاً "بہت ڈھیل دی گئی۔ پھر ہلاک کر دیئے گئے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ اِلَّا اَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ اَنْ يُصِيْبَكُمْ مَا اَصَابَهُمْ ثُمَّ قَنَّعَ رَاْسَهٗ وَاَسْرَعَ السَّيْرَ حَتّٰی اَجَازَ الْوَادِیَ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۸۹۴) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام حجر میں گزرے ۱۔ تو فرمایا' ظالموں کے گھروں میں نہ داخل ہو' جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا مگر اس طرح جاؤ کہ تم اس خوف سے روتے ہو کہ تم کو بھی وہ عذاب پہنچے ۲۔ جو انہیں پہنچا۔ پھر اپنا سر جھکا لیا' اور رفتار تیز فرمالی' حتیٰ کہ اس علاقہ کو طے کر لیا ۳۔ (مسلم بخاری)

(۴۸۹۴) ۱۔ خبردہ جلہ ہے' جہاں صالح علیہ السلام کی قوم یعنی قوم ثمود آباد تھی' یہ جگہ تبوک جاتے ہوئے راستہ میں پڑی' اور یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے۔ وہاں عذاب الٰہی آیا تھا' اب اس کے کھنڈرات موجود تھے۔ ۲۔ معلوم ہوا کہ جہاں عذاب الٰہی آچکا ہو' وہاں جانا نہ چاہیے کہ وہاں اللہ کی لعنت برس رہی ہے' کہ تم بھی اس میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ اس سے پتہ چلا کہ جہاں اللہ کی رحمتیں آ چکی ہوں وہاں ضرور جانا چاہیے' کہ وہاں اب بھی نزول انوار ہے' تم بھی اس میں کچھ پالو گے۔ مثلاً صفا' مروہ پہاڑیاں' منیٰ' مزدلفہ'

marfat.com

عرفات یوں ہی حضرات اولیاء اللہ کے آستانے تاقیامت انوار الٰہی کے مقامات ہیں۔ ۳۔ قوم ثمود کے کنویں کا پانی پینے سے بھی حضور نے منع فرمادیا۔ بلکہ جن لوگوں نے اس پانی سے آٹا گوندھ لیا تھا' ان کا گوندھا ہوا آٹا بھی پھینکوادیا' اس سے پتہ لگا کہ کمین کا اثر مکان میں ہوتا ہے۔ یوں ہی بندوں کا اثر زمانہ میں ہو جاتا ہے' جس جگہ یا جس وقت اللہ کے مقبول بندے نے عبادت کی ہو' وہ جگہ' وہ وقت قبولیت کے ہو جاتے ہیں۔ سرکار دو عالم فرماتے ہیں کہ شہر میں بہترین جگہ مسجدیں ہیں' اور بدترین جگہ بازار ہیں۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا' کہ اچھے برے لوگوں کی صحبت میں تاثیر ہے۔ (مرقات) مصر میں فرعون پر عذاب نہ آیا' لہٰذا وہاں رہنا ممنوع نہیں۔ طوفان نوح کفار کے لئے عذاب تھا' مگر مومنوں کے لئے رحمت' لہٰذا اس کا حکم کچھ اور ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلِمَةٌ لِاَخِیْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ شَیْءٍ فَلْیَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْیَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا یَكُوْنَ دِیْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ تَكُنْ لَّهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَیِّاٰتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَیْهِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۴۸۹۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کا اپنے بھائی مسلمان پر کوئی ظلم ہو اس کی آبرو کا یا کسی اور چیز کا۔ وہ اس سے آج ہی معافی لے لے ۲۔ اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ دینار ہو نہ درہم ۳۔ اگر اس ظالم کے پاس نیک عمل ہوں گے تو بقدر ظلم اس سے چھین لئے جائیں گے ۴۔ اور اگر اس کے نیکیاں نہ ہوں گی ۵۔ تو اس مظلوم کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے' ۶۔ (بخاری)

(۴۸۹۵) ا۔ یعنی جس نے اپنے بھائی مسلمان کی ناحق بے آبروئی کی ہو' یا اس کا مال مارا ہو' یا ناحق دبایا ہو' یا کسی اور طرح کا اس پر ظلم کیا ہو۔ ۲۔ یعنی اپنی اور اس کی موت سے پہلے اس سے معافی لے لے' آج سے مراد دنیا کے دن ہیں' معافی مانگنے کی چند صورتیں ہیں' ا۔ قرض ہو تو ادا کردے' ۲۔ اسے مارا پیٹا ہو تو قصاص دے دے یا ان تمام سے معافی مانگ لے' اور وہ بخوشی معافی کر دے' ۳۔ اگر قرض خواہ مرگیا ہو' تو اس کے وارثوں کو قرض ادا کردے' ۴۔ اور اگر وارث معلوم نہ ہوں تو اس کے نام پر خیرات کر دے' ۵۔ مرحوم کے لئے ہمیشہ دعائے مغفرت کرتا رہے' اسے ثواب ایصال کرتا رہے۔ مگر اس آخری صورت میں معافی کی امید ہے یقین نہیں۔ بہتر یہی ہے' کہ خود اس سے معافی مانگے' بلکہ یہ کوشش کرے کہ کسی کا حق نہ مارے۔ ۳۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تو روپیہ پیسہ خرچ کر کے معافی ہو سکتی ہے مگر قیامت میں یہ صورت ناممکن ہے' وہاں نہ تو کسی کے پاس مال ہو گا' اور نہ مال کے ذریعہ معافیاں حاصل ہوں گی۔ ۴۔ اور مظلوم کے نامہ اعمال میں لکھ دیئے جائیں گے' جیسے ظالم کے صدقات' خیرات وغیرہ شامل ہیں' کہ تین پیسہ قرضے کے عوض مقروض کی سات سو نمازیں قرض خواہ کو دلوادی جائیں گی۔ نمازیں بھی وہ جو باجماعت ادا کی ہوں۔ اگر قرض خواہ کافر ہے' تو اس کا عذاب ہلکا کردیا جائے گا' یا اس کے گناہ اس ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے' ۵۔ یا اس طرح کہ ظالم کے پاس نیکیاں ہوں ہی نہیں' یا اس طرح کہ نیکیاں تو تھیں' مگر حقوق والے لے گئے' اس کے پاس سے ختم ہو گئیں۔ مگر حقوق باقی رہے۔ ۶۔ یا تو اس طرح کہ مظلوم کے گناہ جسمانی شکل میں ہوں' اور ظالم پر لاد دیئے جاویں' یا ان گناہوں کے عوض ظالم کو سزا دے دی جاوے اور مظلوم کو نجات۔ خیال رہے' کہ کوئی شخص قیامت میں کسی کا گناہ خود خوشی سے

marfat.com

نہ اٹھائے گا' لیکن اگر رب تعالیٰ کی طرف سے جبراً" ڈال دیا جائے تو انکار بھی نہ کر سکے گا۔ اس حدیث کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے' **ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم** حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے' کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت نہیں' اور اس آیت کے خلاف نہیں کہ **لا تزر وازرۃ وزر اخری** اور نہ اس کے خلاف ہے' **وما ھم بحاملین من کطیھم من شئی** نہ اس کے خلاف ہے' **لیس للانسان الا ما سعی** نہ اس کے خلاف ہے' **لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت** کہ ان آیات میں بخوشی دوسرے کے گناہ اٹھانے کی نفی ہے' ورنہ اس آیت و حدیث میں جبراً" ڈال دیئے جانے کا ثبوت ہے۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوْا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِيَامٍ وَزَكٰوةٍ وَّيَاْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۸۹۶) روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کیا تم جانتے ہو کہ مفلس و کنگال کون ہے اے صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم میں مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ سامان ۲۔ تو فرمایا' میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز' روزے زکوٰۃ لیکر آیا ۳۔ اور یوں آئے کہ اسے گالی دی' اسے تہمت لگائی' اس کا مال کھایا اس کا خون بہایا' اسے مارا ۴۔ تو اس کی نیکیوں میں سے کچھ اس مظلوم کو دیدی جاویں' اور کچھ اس مظلوم کو ۵۔ پھر اگر اسکے ذمہ حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جاویں۔ ۶۔ تو ان مظلوموں کی خطائیں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جاویں ۷۔ پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے ۸۔ (مسلم)

(۴۸۹۶) ۱۔ یہاں مفلس سے مراد کامل پورا پورا غریب ہے۔ یا وہ جو بظاہر غنی معلوم ہوتا ہو' مگر حقیقتاً مفلس ہو' ۲۔ یعنی ہم لوگ اپنے محاورہ و اصطلاح میں مفلس اسے کہتے ہیں' جس کے پاس مال نہ ہو' بہرحال حضور کا سوال حقیقت پر مبنی ہے' صحابہ کرام کا جواب عرف پر ہے' ۳۔ یعنی نیک اعمال سے بھرپور آئے' مالی' بدنی' ہر طرح کی نیکیاں اس کے پاس ہوں۔ خیال رہے کہ دنیا کی تونگری مال سے ہے' آخرت کی تونگری اعمال سے' مرقات نے فرمایا کہ یہاں اعمال سے مراد مقبول نیکیاں ہیں جو شرعاً" درست ہوں' اور عنداللہ قبول ہوں۔ ۴۔ خیال رہے کہ تقویٰ کے دو بازو ہیں ایک بلکہ پہلا بازو ہے' بری چیزوں خصوصاً لوگوں کی حق تلفی سے بچنا دوسرا بازو ہے نیک اعمال کرنا۔ یہ نفی تو اور اثبات کا مجموعہ تقویٰ ہے۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ گنہگار بھی حضور کا امتی ہے' کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امتی فرمایا۔ دوسرے یہ کہ گنہگاروں کی نیکیاں بھی قبول ہو سکتی ہیں' ہاں نیکیوں کا بقا اس سے ہے کہ اس نے کسی کے حق نہ مارے ہوں۔ ۵۔ اس طرح کہ اس ظالم کی کچھ نیکیاں قرض خواہ لے لیں' کچھ دوسرے مظلوم لوگ' یہ لائے سب کچھ مگر بچے کچھ نہیں ۶۔ تفسیر روح البیان نے ایک جگہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے نیکیوں میں اضافہ فرماتا ہے' کہ ایک کا ثواب دس سے لے کر سات سو تک' بعض کا اس سے بھی زیادہ۔ یہ چھین لیا جانا اس زیادتی میں ہو

marfat.com

گا۔ اصل ایک نیکی بھی نہ چھنے گی' یونہی روزہ قرض دار کو نہ دیا جاوے گا' کہ فرمایا جاوے گا **الصوم لی وانا اجزی به** روزہ میرا ہے' اور میں ہی اس کا عوض ہوں ۷۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقوق العباد میں شفاعت نہ ہوگی۔ جب تک کہ صاحب حق معاف نہ کردے۔ (مرقات) ۸۔ بقیہ قرضوں کے عوض اس سے معلوم ہوا کہ قرض بلکہ سارے حقوق العباد کی نہ معافی ہے' نہ شفاعت' بغیر صاحب حق کے معاف کئے معاف نہیں ہوتے' (مرقات) حدیث کا مقصد یہ ہے کہ روپیہ پیسہ کی مفلسی عارضی ہے جو موت آنے پر بلکہ کبھی زندگی میں ہی دولت مل جانے پر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ مفلسی وہ ہے جو مرے بعد بھی ختم نہیں ہوتی۔ ابھی عرض کیا گیا کہ اصل نیکی' اہل حقوق کو نہ دی جائے گی' بلکہ وہ زیادتیاں جو رب کے فضل سے ملی ہیں۔ روزہ کی اصل کسی کو نہ دی جاوے نہ زیادتی۔ اہل حقوق کے گناہ ظالم پر ڈالنا عین عدل ہے' دنیا میں مقروض کا مکان' سامان اہل حقوق کو دے دیئے جاتے ہیں' وہاں اگر ایسا ہو' تو مضائقہ نہیں' خیال رہے کہ یہاں سیات سے مراد برے عقائد نہیں بلکہ برے اعمال ہیں وہ بھی صغیرہ۔ لہٰذا اگر کسی مسلمان پر کافر کا قرض رہ گیا تو اس کا کفر یا زنا' چوری وغیرہ اس پر نہ ڈالی جاوے گی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰى اَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَذُكِرَ حَدِيْثُ جَابِرٍ اِتَّقُوا الظُّلْمَ فِيْ بَابِ الْاِنْفَاقِ۔

(۴۸۹۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ حقوق حق والوں کے سپرد کرو گے قیامت میں ۱۔ حتیٰ کہ منڈی بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جاوے گا ۲۔ (مسلم) حضرت جابر کی حدیث **اتقوا الظلم** باب الانفاق میں ذکر کی جا چکی ہے۔ ۳۔

(۴۸۹۷) ۱۔ یعنی اگر دنیا میں تم نے لوگوں کے حقوق ادا نہ کئے تو لا محالہ قیامت میں ادا کرو گے' دنیا میں مال سے وہاں اعمال سے۔ بہتر ہے کہ یہاں ہی ادا کر دو' ورنہ پچھتاؤ گے ۲۔ یعنی اگر دنیا میں سینگ والی بکری نے منڈی یعنی بے سینگ والی بکری کو سینگ گھونپا' تو قیامت میں اس کے سینگ منڈی بکری کو دے دیئے جائیں گے' اور وہ اس کے عوض میں سینگ گھونپے گی' یہ عوض تکلیف کا نہیں' کیونکہ جانور شرعی احکام کے **مکلف** نہیں' بلکہ عوض مقابلہ کا ہے' بہر حال حقوق العباد میں نبی کی شفاعت نہیں۔ حقوق العباد کی معافی رب کی طرف سے نہیں۔ حقوق العباد جانوروں کو بھی ادا کرنے ہوں گے۔ آج لوگوں نے یہ ہی آسان سمجھ رکھے ہیں' ۳۔ یعنی مصابیح میں وہ حدیث مکرر تھی' کتاب الزکوۃ باب الانفاق میں تھی' اور یہاں بھی ہم نے صرف وہاں ایک جگہ بیان کی یہاں بیان نہیں کی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

دوسری فصل

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكُوْنُوْا اِمَّعَةً تَقُوْلُوْنَ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَحْسَنَّا وَاِنْ ظَلَمُوْا ظَلَمْنَا وَلٰكِنْ وَطِّنُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنْ اَحْسَنَ النَّاسُ اَنْ تُحْسِنُوْا

(۴۸۹۸) روایت ہے حضرت حذیفہ سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ تابع مہمل نہ بنو ۱۔ کہ کہو اگر لوگ بھلائی کریں گے تو ہم بھی بھلائی کریں گے' اور اگر لوگ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے ۲۔ لیکن اپنے نفس کو

marfat.com

وَاِنْ اَسَآءُوْا فَلَا تَظْلِمُوْا۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

قرار دو کہ لوگ بھلائی کریں، تو تم بھی بھلائی کرو، اور اگر لوگ برائی کریں تو تم ظلم نہ کرو، (ترمذی)

(۴۸۹۸) ا۔ **امعہ** الف کے کسرہ میم کے شد سے ہے، امعہ وہ شخص ہے جس کی خود اپنی رائے کچھ نہ ہو، جو دوسروں کو کرتے دیکھے، خود بھی کرنے لگے، یعنی دوسروں کا مقلد۔ (ت) مبالغہ کی ہے، تانیث کی نہیں، اس لئے امعہ عورت پر نہیں بولا جاتا، مرد کو کہا جاتا ہے، (اشعۃ اللمعات) ۲۔ یہ فرمان عالی لفظ امعہ کی شرح ہے، خیال رہے کہ ظلم کی سزا ظالم کو دینا ظلم نہیں یہ تو اچھا ہے۔ ہاں ظلم کے عوض پر ظلم کرنا برا ہے۔ مثلاً چور کے گھر سے اس کا مال چرا لینا۔ جو زید کی بیوی سے زنا کرے تو زید اس زانی کی بیوی سے زنا کرے یہ حرام ہے۔ چور کے ہاتھ کاٹنا زانی کو سنگسار کرنا یہ ہے ظلم کی سزا یہ تو اچھی چیز ہے لہٰذا حدیث واضح ہے۔ ظالم کو سزا اور ظالم پر ظلم کرنے کا فرق ابھی عرض کیا گیا۔ یہاں اتنا اور سمجھ لو کہ ظالم کو قانون سے زیادہ سزا دینا بھی ظلم ہے۔ اور یہ بھی حرام ہے اگر چور کے بجائے ایک ہاتھ کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے جاویں یا اسے قتل کر دیا جاوے تو یہ ظلم ہے۔ ظالم پر بھی ظلم کرنا حرام ہے۔ اس کی بھی پکڑ ہے۔

وَعَنْ مُعٰوِیَةَ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى عَائِشَةَ اَنِ اكْتُبِیْ اِلَیَّ كِتَابًا تُوْصِیْنِیْ فِیْهِ وَلَا تُكْثِرِیْ فَكَتَبَتْ سَلَامٌ عَلَیْكَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۸۹۹) روایت ہے حضرت معاویہ سے ا۔ کہ انہوں نے حضرت عائشہ کو لکھا کہ آپ مجھے خط لکھیں جس میں مجھے وصیت کریں، اور زیادہ نہ کریں ۲ آپ نے انہیں لکھا کہ تم پر سلام ہو، بعد اس کے کہتی ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی لوگوں کی ناراضی سے کفایت کرے گا اللہ اسے لوگوں کی مصیبت سے بچائے گا ۳۔ اور جو کوئی خوشنودی اللہ کی ناراضی سے تلاش کرے گا ۴۔ تو اللہ اسے لوگوں کے حوالے کر دے گا۔ ۵۔ السلام علیک ۶۔ (ترمذی)

(۴۸۹۹) ا۔ معاویہ سے مراد حضرت امیر معاویہ بن سفیان ہیں، رضی اللہ عنہما۔ آپ خود اور آپ کے والد دونوں مشہور صحابی ہیں۔ شاید آپ نے یہ خط اپنی حکومت کے زمانہ میں اپنے دارالخلافہ دمشق سے ام المومنین کی خدمت میں لکھا، ۲۔ یعنی جامعہ نصیحت فرما دیں کیونکہ آپ اہل بیت نبوت سے ہیں، کلمات جامعہ آپ کے ہاں کی خصوصیت ہے مجھے بھی اس سے حصہ دیں ۳۔ یعنی جو مسلمان اللہ کی رضا کیلئے لوگوں کی ناراضگی کی پرواہ نہ کرے، تو اگرچہ لوگ اس سے ناراض ہو جاویں، مگر انشاء اللہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے شر سے بچائے گا۔ یہ عمل بہت ہی مجرب ہے۔ جس کا اب بھی تجربہ ہو رہا ہے۔ ۴۔ یعنی ایک کام سے لوگ تو خوش ہوتے ہوں، مگر وہ شرعاً حرام ہو، یہ شخص لوگوں کی خوشنودی کے لئے وہ کام کرے، اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی پرواہ نہ کرے، وہ انہیں لوگوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہو گا جن کی خوشنودی کے لئے اس نے یہ حرکت کی، ۵۔ پھر وہی لوگ اس خوشامدی آدمی کو ہلاک یا ذلیل و خوار کر دیں گے۔ جنہیں خوش کرنے کو اس نے اپنے رب کو ناراض کر لیا۔ لہٰذا سب کو راضی کرنے کے لئے رب کا ناراض نہ کرو۔ کسی کی خوشنودی کے لئے گناہ یا کفر یا شرک نہ کرو۔ ۶۔ اس سے معلوم ہوا کہ سنت یہ

marfat.com

ہے کہ خط کے اول و آخر میں سلام لکھا جاوے' درمیان میں مضمون کو جناب ام المومنین نے یہاں ایسا ہی کیا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ ذَاكَ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا قَوْلَ لُقْمَانَ لِابْنِهٖ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّوْنَ اِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تیسری فصل

(۴۹۰۰) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے' فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ ایمان لائے' اور اپنے ایمان کو ظلم سے نہ ملایا ۲؎ تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر گراں گزری ۲؎ انہوں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! ہم میں سے کون ہے کہ جس نے اپنے پر ظلم نہ کیا ہو ۳؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مراد نہیں' ظلم تو شرک ہے ۴؎ کیا تم نے لقمان کا فرمان اپنے فرزند سے نہ سنا کہ اے میرے بچے شریک نہ ٹھہرا' بے شک شرک بڑا ظلم ہے ۵؎ اور ایک روایت میں ہے کہ جو تم سمجھتے ہو' وہ مراد نہیں' یہ تو ایسا ہے جیسا لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا ۶؎۔

(مسلم بخاری)

(۴۹۰۰) ۱؎ مشرکین عرب اپنا خالق' رازق' رب تعالیٰ کو جانتے مانتے تھے' مگر پرستش بتوں کی بھی کرتے تھے' اور حج و عمرہ کے تلبیہ میں کہتے تھے۔ **لا شریک لک الا شریکا واحدا** یہ آیت کریمہ ان کی تردید کے لئے نازل ہوئی' یہاں ظلم سے مراد شرک ہے' ۲؎ اس لئے کہ وہ حضرات سمجھے کہ یہاں ظلم سے مراد گناہ ہے' اور آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ امن و ہدایت اسے ملے گی' جو ایمان لا کر کبھی گناہ نہ کرے' تو سمجھے کہ ایسا شخص دنیا میں کون ہو گا جو کبھی گناہ نہ کرے۔ قرآن مجید میں شرک و کفر کو ظلم کہا گیا ہے' گناہ کبیرہ کو بھی' گناہ صغیرہ کو بھی' اور بھول و خطا کو بھی' جیسے حضرت یونس علیہ السلام کا عرض کرنا **انی کنت من الظلمین** ۳؎ یعنی ہم مسلمانوں میں گناہ سے کوئی نہ بچا ہو گا۔ خیال رہے کہ حضرات صحابہ کرام معصوم نہیں' مگر عادل ہیں' کہ ان سے بعض حضرات گناہ نہیں کرتے' اور بعض سے گناہ ہو جاتا ہے' مگر اس پر قائم نہیں رہتے۔ ۴؎ مطلب یہ ہے کہ **بظلم** کی تنوین تعظیمی ہے' اور معنے یہ ہیں کہ بڑے گناہ یعنی شرک سے اپنا ایمان مخلوط نہ کریں' خیال رہے کہ یہاں شرک سے مراد کفر ہے' کفر عام ہے' اور شرک خاص' بلکہ قرآن و حدیث میں اکثر شرک سے مراد کفر ہوتا ہے۔ چونکہ عرب میں شرک ہی مروج تھا' اس لئے آیات و حدیث میں اکثر فرمایا جاتا ہے۔ ۵؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تفسیر خود قرآن مجید سے فرمادی۔ قرآن کریم ایک جگہ مشرکین عرب کا حال یوں بیان فرماتا ہے **وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون**۔ خیال رہے کہ ان جیسی آیات میں ایمان سے مراد لغوی ایمان ہے یعنی ماننا' شرعی ایمان مراد نہیں' لہٰذا حدیث شریف یا ان آیات پر اعتراض نہیں کہ شرک و ایمان تو ضدیں ہیں' پھر جمع کیسے ہو گئے۔ کفار عرب مشرک ہو کر مومن باللہ کیسے بن گئے' یہ حدیث بالکل صاف ہے' ۶؎ خیال رہے کہ اللہ کے مقبول بندوں کو شفیع' یا حاجت روا' یا مشکل کشا ماننا' بوقت ضرورت انہیں مدد کے لئے پکارنا شرک نہیں یہ چیزیں تو قرآنی آیات و احادیث صحیحہ' اور عمل صحابہ سے ثابت ہیں' بلکہ کسی بندے کو خدا کے برابر یا خدا کو بندہ کے برابر ماننا بھی

marfat.com

شرک ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے **ثم الذین کفروا بربھم یعدلون** اور فرماتا ہے **اذ نسویکم برب العلمین** اسکی نفیس تحقیق ہمارے رسالہ اسلام کی چار اصولی اصطلاحوں میں مطالعہ فرماؤ۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَبْدٌ اَذْهَبَ اٰخِرَتَهٗ بِدُنْيَا غَيْرِهٖ۔
(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۴۹۰۱) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' لوگوں میں بدترین درجہ والا قیامت کے دن وہ بندہ ہے جو دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت برباد کردے ا۔ (ابن ماجہ)

(۴۹۰۱) ا۔ یہ اس طرح کہ دوسرے کو ناجائز طریقہ سے دنیا کما کردے' دنیا اس کی بڑھائے' آخرت اپنی برباد کرے' جیسا کہ ظالم حکام رعایا پر ظلم کر کے ناجائز ذریعوں سے بادشاہ کے خزانے بھرتے ہیں۔ یا اس طرح کہ کسی دنیادار کی ناجائز تعظیم و توقیر کر کے خود گنہگار ہوا کرے' جیسا کہ خوشامدی لوگوں کا طریقہ ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّوَاوِيْنُ ثَلٰثَةٌ دِيْوَانٌ لَّا يَغْفِرُ اللّٰهُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَدِيْوَانٌ لَّا يَتْرُكُهُ اللّٰهُ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ حَتّٰى يَقْتَصَّ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِيْوَانٌ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ نَدَاكَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَاِنْ شَاءَ تَجَاوَزَ عَنْهُ۔

(۴۹۰۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دفتر تین قسم کے ہیں ا۔ ایک وہ دفتر جسے اللہ نہ بخشے گا' وہ اللہ کا شریک ٹھہرانا ہے ۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ نہ بخشے گا' کہ اس کا شریک ٹھہرایا جاوے ۳۔ اور ایک وہ دفتر ہے جسے اللہ چھوڑے گا نہیں ۴۔ وہ بندوں کے آپس کے ظلم ہیں' حتیٰ کہ بدلہ لے گا ان کے بعض کا بعض سے ۵۔ اور ایک دفتر وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرتا وہ بندوں کا اپنے اور اللہ کے درمیان حق تلفی ہے ۶۔ تو یہ اللہ کے سپرد ہے' اگر چاہے' اسے سزا دے' اور اگر چاہے تو اس سے درگزر فرماوے' ۷۔

(۴۹۰۲) ا۔ یعنی بندوں کے گناہوں کے دفتر' ان کے نامہ اعمال تین طرح کے ہیں' دیوان کا ترجمہ ہے رسالہ جس کے جمع کرنے سے کتاب بن جاوے' اسکی جمع ہے دواوین ۲۔ یہاں بھی شرک سے مراد کفر ہے' یعنی جو بندہ کفر کر کے بغیر توبہ مرجاوے' وہ بخشا نہ جاوے گا' آخرت کی بخشش مراد ہے' دنیا میں توبہ کرنے سے شرک و کفر وغیرہ سب معاف ہو جاتے ہیں۔ حضور انور نے تمام مشرکوں کو ہی کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا تھا۔ ۳۔ اس طرح کفر بھی نہ بخشا جاوے گا۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں شرک سے مراد کفر ہو۔ خیال رہے کہ کفار کے دوسرے گناہ معاف بھی ہو سکتے ہیں' اور ان کا عذاب ہلکا ہو سکتا ہے' جیسے حاتم طائی سخاوت کی وجہ سے' نوشیراں انصاف کی وجہ سے' اور ابو طالب حضور کی خدمت کی وجہ سے ہلکے عذاب میں ہیں' حتیٰ کہ ابولہب کو دوشنبہ کے دن عذاب ہلکا کیا جاتا ہے' اور اسے انگلی سے پانی ملتا ہے جیسا کہ احادیث میں ہے' مگر شرک و کفر کی بخشش یا کافر کا جنت میں داخلہ یہ ناممکن ہے' ۴۔ ان کا حساب مطالبہ' ضرور کرے گا نہ بخشنے اور نہ چھوڑنے میں فرق ہے' ۵۔ بندوں پر ظلم' خواہ جانی ہو' خواہ مالی' خواہ عزت و آبرو کا بہرحال حساب ضرور ہو گا اس کے قصاص جاری ہونا رب تعالیٰ کا عدل ہے' مظلوموں سے ظالم کو معافی دلوا دینا' اس کا فضل حقوق

marfat.com

العباد کے لئے نہ شفاعت ہے' نہ رب تعالیٰ کی معافی۔ ۶۔ یعنی عبادات میں کوتاہی کرنا' اس کا حساب ہو' یا نہ ہو' پکڑ ہو' یا نہ ہو' یہ رب تعالیٰ کے عدل و فضل پر موقوف ہے' وہ بے پرواہ بادشاہ ہے' ۷۔ خواہ بقدر گناہ سزا دے یا اس سے کم اور درگزر کی کئی صورتیں یا حساب لے کر معاف فرمادے' یا حساب بھی نہ لے' اگر دریائے رحمت جوش میں آجاوے' تو گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرمادے **فاولئک یبدل اللہ سیئاتہم حسنٰت** شعر:۔

☆ گنہگار پہ جب لطف آپ کا ہو گا ☆ کیا بغیر کیا ہے کیا ہو گا' ☆

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكَ وَدَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّمَا يَسْئَالُ اللّٰهَ حَقَّهٗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَمْنَعُ ذَا حَقٍّ حَقَّهٗ۔

(۴۹۰۳) روایت ہے' حضرت علی سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مظلوم کی بددعا سے بچو' ۱۔ وہ اللہ سے اپنا حق مانگتا ہے' اور اللہ کسی حق والے کا حق اس سے نہیں روکتا' ۲۔

(۴۹۰۳) ۱۔ مظلوم کافر ہو' یا مسلمان' فاسق ہو' یا پرہیزگار' بددعا خواہ زبان سے ہو' یا دل سے' خواہ آنکھوں کے آنسوؤں سے ہو' صبر کا گھونٹ پی جانے سے ان سب سے ہی بچو' ۲۔ یعنی مظلوم جو رب سے فریاد کرتا ہے تو اپنا حق مانگتا ہے' رب تعالیٰ کے ہاں ظلم نہیں' وہ عادل بادشاہ ہے' ہر حق والے کو اس کا حق دلواتا ہے' خواہ جلدی یا دیر سے' دوسرے کا حق سخت ہڈی ہے کہ اگر نگل لی جاوے' تو پیٹ پھاڑ ڈالتی ہے' شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔ شعر:۔

☆ مزد بردن استخوان درشت ☆ لے شکم بدرد چوں بگیرد اندر ناف ☆

بہت دفعہ ہماری دعائیں یا بزرگوں کی ہمارے لئے دعائیں اس لئے قبول نہیں ہوتیں کہ ہم نے لوگوں کے حق مارے یا دبائے ہوئے ہیں' ان کی یہ دعائیں پیچھے پڑی ہوتی ہیں۔

وَعَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَحْبِيْلٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ مَشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيَهٗ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ۔

(۴۹۰۴) روایت ہے اوس بن شرحبیل سے ۱۔ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کوئی ظالم کے ساتھ اسے قوت دینے کو چلے' ۲۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ ظالم ہے' تو وہ اسلام سے نکل گیا ۳۔

(۴۹۰۴) ۱۔ آپ صحابی ہیں' شام میں رہتے تھے' آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ خیال رہے کہ یہ اور صحابی ہیں' اور حضرت شرحبیل بن اوس دوسرے صحابی ہیں' جو حمص کے رہنے والے ہیں' یہ حدیث اوس بن شرحبیل سے مروی ہے' صحابی کے حالات معلوم نہ ہونا مضر نہیں' کہ سارے صحابہ عادل ہیں ۲۔ چلنے سے مراد مطلقاً اس کی ظلم پر مدد دینا ہے' خواہ اس کے ساتھ چل کر ہو یا گھر میں بیٹھے بیٹھے' پھر خواہ زبان سے ہو' یا قلم سے' ظلم کی مدد بہرحال حرام ہے' رب تعالیٰ فرماتا ہے' **ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**۔ فی زمانہ ظالموں سے زیادہ ظالموں کے حمایتی لوگ ہیں۔ خصوصاً ان ظالموں کے وکیل یا ان کی ظالمانہ حرکتوں کے مقدمات کی پیروی کرنے والے' انکی ضمانت دینے والے انہیں سزا سے چھڑانے کی کوشش کرنے والے سب ہی ظالم ہیں' ۳۔ یعنی یہ ظالموں کے حمایتی اسلام کے نور سے نکل گئے' یا اسلام کی حقیقت سے خارج ہو گئے کہ حقیقت اسلام یہ ہے کہ لوگ اس کے شر

marfat.com

سے سلامت رہیں' (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا یَقُوْلُ اِنَّ الظَّالِمَ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ فَقَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ بَلٰی وَاللّٰهِ حَتَّی الْحُبَارٰی لَتَمُوْتُ فِیْ وَکْرِهَا هُزْلًا بِظُلْمِ الظَّالِمِ۔

رَوَی الْبَیْهَقِیُّ الْاَحَادِیْثَ الْاَرْبَعَةَ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ

(۴۹۰۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ انہوں نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ ظالم صرف اپنے ذات ہی کو نقصان دیتا ہے ا۔ تو جناب ابو ہریرہ نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم ۲۔ حتیٰ کہ بٹیریں اپنے گھونسلے میں دبلی ہو کر مرجاتی ہیں ظالم کے ظلم کی وجہ سے ۳۔ ان چاروں حد۔سوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت فرمایا

(۴۹۰۵) ا۔وہ شخص بری نیت سے یہ کہہ رہا تھا۔ قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کر رہا تھا **ومن اساء فعلیھا** مگر اس کو نیت تھی کہ ظالموں کے حمایتوں کی صفائی بیان کرے کہ وہ گنہگار نہیں ہوئے حالانکہ ظلم کی حمایت بھی ظلم ہے حضرت ابو ہریرہ نے اس کی نیت فاسد کو سمجھ لیا۔ ۲۔یعنی ظلم اپنی لپیٹ میں بہت کو لے لیتا ہے ظالم کے حمایتی ساتھ میں رگڑ جاتے ہیں کہ وہ بھی ظالم ہی ہوتے ہیں۔ چور کی مدد کرنے والے مجرم ہیں۔ ۳۔یعنی جب ظلم بڑھ جاتے ہیں تو بارش بند ہو جاتی ہے۔ جس سے چڑیاں حتیٰ کہ بٹیریں بھی بھوکی پیاسی مرجاتی ہیں۔ بٹیر بہت دور جا کر دانہ پانی حاصل کر لیتی ہے۔ بعض ایسی جگہ بٹیروں کے آشیانوں میں سبزی ملی ہے جو سبز جنگل سے تیس چالیس میل دور ہوتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہ قول درست ہے کہ ظالم اپنے نفس پر ہی ظلم کرتا ہے۔ وہاں اخروی ظلم مراد ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ مظلوم پر ظلم نہیں کرتا اپنے پر کرتا ہے۔ شعر:۔

☆ پنداشت ستم گر کہ جفا برما کرد ☆ برگردن او بماند و برما بگزشت ☆

marfat.com

بَابُ الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ

باب نیک باتوں کا حکم دینا

پہلی فصل

امر، کسی کام کے کرنے کا حکم دینا ہے حکم دینے والے کو آمر کہا جاتا ہے اور جسے حکم دیا جائے وہ مامور ہوتا ہے جبکہ جس بات کا حکم دیا جائے اسے مامور بہ کہتے ہیں۔ حکم دینے والا عمر کے اعتبار سے یا رتبہ و مقام میں مامور سے بڑا ہوتا ہے یہاں امر سے حکم کے ساتھ دعوت دینا بھی مراد ہے اور لفظ امر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص امر بالمعروف کا فریضہ انجام دے وہ اعمال صالحہ، تقویٰ اور پرہیزگاری میں مامور سے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونا چاہیے تاہم اگر ایسا نہ بھی ہو تو اس فریضہ کی ادائیگی سے رکنا نہیں چاہیے۔

المعروف معرفت سے بنا ہے باب **فعل یفعل** سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ معرفت کا معنی پہچاننا اور معروف وہ شخص، جگہ یا کام جس کی پہچان حاصل ہو یہاں معروف سے وہ عقائد و اعمال مراد ہیں جو شریعت میں پہچانے جاتے ہیں اور شریعت نے ان کے کرنے کا حکم دیا ہے مثلاً ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، سچ، دیانت وغیرہ۔ معروف کے مقابلے میں منکر کا لفظ آتا ہے۔ اور اس سے مراد وہ امور ہیں جن کی شریعت میں پہچان نہیں یعنی شریعت نے ان کے کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ منع فرمایا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ قرآن پاک میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو خیر امت (بہترین امت) قرار دینے کے بعد فرمایا **تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر** تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو۔ چونکہ امر بالمعروف منصب رسالت ہے اس لئے جو لوگ اس فریضہ کو انجام دیتے ہیں وہ وارثان انبیاء ہونے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

امر بالمعروف ہر شخص پر اس کے منصب کے حوالے سے اور حسب استطاعت واجب ہے اس پر قرآن و سنت ناطق ہے اور اجماع امت بھی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے جیسے کہ **ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر** اور تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو بھلائی کی دعوت دیں نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔ **منکم امتہ** کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے لیکن بعض اوقات یہ فرض عین ہو جاتا ہے مثلاً کسی جگہ برائی ہو رہی ہو اور ایک آدمی کو اس کا علم ہو کسی دوسرے کو معلوم نہ ہو تو صرف اس پر فرض ہے دوسروں پر نہیں۔ نیکی کا حکم دینے والا اپنا فرض ادا کر دے تو بری الذمہ ہو جاتا ہے مخاطب قبول کرے یا نہ۔

اگرچہ امر بالمعروف کے لئے ضروری نہیں کہ آمر خود بھی وہ عمل کرے لیکن خود عمل پیرا ہونے کی صورت میں مخاطب پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے **لم تقولون مالا تفعلون** وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے۔

امر بالمعروف حکمرانوں، علماء، مشائخ بلکہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اسے صرف ایک طبقہ تک محدود کر دینا صحیح نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اگر ہر شخص اس کو اپنی ذمہ داری سمجھے تو معاشرہ نیکیوں کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

marfat.com

عن اَبِیْ سَعِیْدِہِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۴۹۰۶) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو تم میں سے برا کام دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے۔ اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اگر اس کی بھی نہیں رکھتا تو دل سے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔ (مسلم)

(۴۹۰۶) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی سعد بن مالک انصاری خدری ہے اور آپ اپنی کنیت ابو سعید خدری کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں آپ ان حفاظ حدیث میں سے ہیں جن کو بہت زیادہ احادیث یاد ہیں نیز آپ کا شمار بڑے بڑے فضلا' اور عقلاء میں ہوتا ہے آپ سے صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت نے احادیث روایت کی ہیں۔ چوراسی سال کی عمر میں ۷۴ھ میں آپ نے وصال فرمایا اور آپ کو جنت البقیع (مدینہ طیبہ) میں سپرد خاک کیا گیا لفظ خدری میں خاء پر ضمہ ہے اور دال ساکن ہے۔

رای یری مہموز العین باب فتح 'فتح' دیکھنا منکر' باب افعال سے اسم مفعول ہے وہ کام جو از روئے شریعت ناجائز ہو اسے ختم کرنا مراد ہے۔ استطاعت کسی کام کا آدمی کے بس میں ہونا' طاقت مراد ہے۔

برائی کو بدلنے کے لئے ہر طبقے کو اس کی طاقت کے مطابق ذمہ داری سونپی گئی کیونکہ اسلام میں کسی بھی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی ارباب اقتدار' اساتذہ' والدین وغیرہ جو اپنے ماتحتوں کو کنٹرول کر سکتے ہیں وہ قانون پر سختی سے عمل کرا کے اور مخالفت کی صورت میں سزا دے کر برائی کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔

مبلغین اسلام' علماء و مشائخ' ادیب و صحافی اور دیگر ذرائع ابلاغ مثلاً ریڈیو اور ٹی وی وغیرہ سے بھی لوگ اپنی تقریروں' تحریروں بلکہ شعراء اپنی نظموں کے ذریعے برائی کا قلع قمع کریں اور نیکی کو فروغ دیں بلسانہ کے تحت یہ تمام صورتیں آتی ہیں۔

اور عام مسلمان جسے اقتدار کی کوئی صورت بھی حاصل نہیں اور نہ ہی وہ تحریر و تقریر کے ذریعے برائی کا خاتمہ کر سکتا ہے وہ دل سے اس برائی کو برا سمجھے اگرچہ یہ ایمان کا کمزور ترین مرتبہ ہے کیونکہ کوشش کر کے زبان سے روکنا چاہیے لیکن دل سے جب برا سمجھے گا تو یقیناً خود برائی کے قریب نہیں جائے گا اور اس طرح معاشرے کے بے شمار افراد خود بخود راہ راست پر آجائیں گے۔

حدیث شریف سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو آدمی برائی کو دل سے بھی برا نہ جانے اسے اپنے آپ کو مومنین میں شمار کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ دل سے برا سمجھنے میں تو کسی کا ڈر نہیں پھر بھی برا نہیں سمجھتا تو معلوم ہوا وہ اس پر راضی ہے۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُدْہِنِ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰہِ وَالْوَاقِعِ فِیْہَا مَثَلُ قَوْمٍ اسْتَہَمُوْا سَفِیْنَۃً فَصَارَ بَعْضُہُمْ فِیْ اَسْفَلِہَا وَصَارَ بَعْضُہُمْ فِیْ اَعْلَاہَا فَکَانَ الَّذِیْ فِیْ اَسْفَلِہَا یَمُرُّ بِالْمَآءِ عَلَی الَّذِیْنَ فِیْ اَعْلَاہَا فَتَاَذَّوْا بِہٖ فَاَخَذَ فَاْسًا فَجَعَلَ یَنْقُرُ اَسْفَلَ السَّفِیْنَۃِ

(۴۹۰۷) روایت ہے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی حدود میں سستی کرنے والوں اور ان میں گرنے والوں کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جنہوں نے کشتی میں قرعہ ڈالا۔ پس کچھ لوگ اس کے نچلے حصے میں رہے اور کچھ اوپر والے میں۔ نیچے والے پانی لے کر اوپر والوں کے پاس سے گزرے۔ انہیں اس پر تکلیف دی جاتی تو انہوں نے

marfat.com

فَاَتَوْهُ فَقَالُوْا مَالَكَ قَالَ تَاَذَّيْتُمْ بِيْ وَلَا بُدَّ لِيْ مِنَ الْمَآءِ فَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَنْجَوْهُ وَنَجَّوْا اَنْفُسَهُمْ وَاِنْ تَرَكُوْهُ اَهْلَكُوْهُ وَاَهْلَكُوْا اَنْفُسَهُمْ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

کلہاڑی لی اور کشتی کا نچلا حصہ توڑنا شروع کر دیا۔ فریق ثانی نے آکر کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کہا کہ میری وجہ سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے اور مجھے پانی کی ضرورت ہے۔ اگر وہ اس کا ہاتھ پکڑ لیں تو اسے بچا لیں گے اور اپنی جانوں کو بھی اور اگر چھوڑ دیں تو اسے ہلاک کر دیں گے اور اپنی جانوں کو بھی ہلاک کر لیں گے۔ (بخاری)

(۴۹۰۷) ابو عبداللہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ انصاری ہیں آپ ہجرت کے بعد انصار میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال نو مہینے تھی آپ کے والدین بھی صحابی تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ کوفہ کے والی تھے ۶۵ھ میں آپ کو اہل حمص نے شہید کیا آپ سے ایک جماعت نے احادیث روایت کیں جن میں آپ کے صاحبزادے محمد اور حضرت امام شعبی (رضی اللہ عنہم) بھی شامل ہیں۔ **المدھن** اسم فاعل **مداہنت** سے بنا ہے جس کا معنی فریب کرنا، دھوکہ دینا ہے یہاں سستی کرنا مراد ہے۔ حدود، حد کی جمع وہ شرعی سزائیں جو مقرر ہیں۔ **استھموا** جمع مذکر فعل ماضی باب استفعال، قرعہ اندازی کی، **صار یصیر** ہو جانا، باب ضرب۔ ضرب اجوف پائی، تاذوا انہوں نے اذیت پائی۔ باب تفعل سے فعل ماضی جمع مذکر کا صیغہ ہے اور مہموز الفا ناقص یائی ہے۔ **ینقر** باب نصر۔ نصر سے مضارع واحد مذکر کا صیغہ ہے سوراخ کرنا توڑنا، **اخذوا علی یدیہ** کسی کا ہاتھ روکنا، **انجوا** باب افعال سے انہوں نے بچایا اور **نجوا** ثلاثی مزید باب تفعیل ہے۔ جو کہ متعدی **اھلک** باب افعال کسی کو ہلاک کرنا یا اس کو ہلاکت کا سبب بتانا اور **ہلک** نصر فتح سمع تینوں طرح آتا ہے اور اس کا معنی ہلاک ہوا دونوں ماضی کے صیغے ہیں اس حدیث شریف میں ایک مثال کے ذریعے برائی سے روکنے اور نیکی کا حکم دینے کی اہمیت کو واضح کیا گیا اور بتایا گیا کہ اگر یہ سمجھ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کر دیا جائے کہ برائی کرنے والا خود نقصان اٹھائے گا ہمارا کیا نقصان ہے تو یہ سوچ غلط ہے اس لئے کہ اس کے گناہ کے اثرات تمام معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں اور جس طرح کشتی توڑنے والا اکیلا ہی نہیں ڈوبتا بلکہ وہ سب لوگ ڈوبتے ہیں جو کشتی میں سوار ہیں اسی طرح برائی کرنے والے چند افراد کا یہ جرم تمام معاشرے میں ناسور بن کر پھیلتا ہے۔

وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُهُ فِي النَّارِ فَيَطْحَنُ فِيْهَا كَطَحْنِ الْحِمَارِ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ اَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ اَيْ فُلَانُ مَا شَاْنُكَ اَلَيْسَ كُنْتَ تَاْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰنَا عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ اٰمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِيْهِ وَاَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِيْهِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۹۰۸) روایت ہے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے روز ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ آگ میں اس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی۔ وہ پھرے گا جیسے گدھا چکی کے گرد پھرتا ہے۔ جہنمی اس کے پاس جمع ہو کر کہیں گے۔ اے فلاں، کیا بات ہے جبکہ آپ تو ہمیں نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے تھے؟ کہے گا کہ میں تمہیں نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا۔ تمہیں برائی سے روکتا تھا لیکن خود نہیں رکتا تھا۔ (متفق

marfat.com

علیہ)

(۴۹۰۸) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما رسول اکرم کے محبوب صحابی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں ان کی والدہ ام ایمن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت اسامہ بن زید کی عمر بیس سال تھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کا وصال ہوا یہ بھی کہا گیا کہ ۵۴ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں میرے نزدیک یہ زیادہ صحیح ہے آپ سے ایک جماعت نے روایت کی۔ تندلق' اندلاق سے بنا ہے اس کا معنی کسی چیز کا تیزی سے اپنی جگہ سے نکلنا اقتاب قتب کی جمع ہے ٹحن۔ یٹحن باب فتح سے پینا۔

اس حدیث شریف میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والا خود بھی باعمل ہو اور اگر وہ خود اچھے اعمال نہیں کرتا اور برائی سے اجتناب نہیں کرتا تو سزا کا مستحق ہو گا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ باعمل آدمی کی تبلیغ سے انکار کی گنجائش نہیں ہوتی اور یوں اس کا اپنا عمل دوسروں کے عمل کے لئے ترغیب و تحریص کا کام دیتا ہے۔ لیکن یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اگر کوتاہی یا لاپرواہی کی وجہ سے مبلغ اعمال صالحہ سے کنارہ کشی رکھتا ہے یا نفس و شیطان کے دھوکے میں آکر برائی کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے سے ہاتھ نہیں کھینچنا چاہیے بلکہ ساتھ ساتھ اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔

دوسری فصل

عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ اَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ عِنْدِهٖ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهٗ وَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

دوسری فصل

(۴۹۰۹) روایت ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ضرور نیک کاموں کا حکم کرنا اور برے کاموں سے منع کرتے رہنا ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیج دے گا۔ پھر تم اس سے دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی۔ (ترمذی)

(۴۹۰۹) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رازوں کے امین تھے۔ آپ سے حضرت عمر بن خطاب' حضرت علی المرتضیٰ' حضرت ابوالدرداء اور دیگر صحابہ کرام اور تابعین (رضی اللہ عنہم) نے احادیث روایت کی ہیں آپ نے ۴۶ھ میں مدائن میں انتقال فرمایا اور آپ کا مزار پرانوار بھی وہیں ہے لیوشکن اوشک سے واحد مذکر غائب لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ کا صیغہ ہے اور یہ افعال مقاربہ میں سے ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری سے پہلو تہی کتنا بڑا جرم ہے اس حدیث میں نہایت وضاحت کے ساتھ اس کا بیان کیا گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' یا تو تمہیں یہ فریضہ انجام دینا ہو گا یا اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس کے بعد اگر دعا بھی کرو گے تو قبول نہ ہو گی یہ نہایت سخت قسم کی وعید ہے یعنی جب تک تم اپنی کوتاہی کا ازالہ نہیں کرو گے اور اللہ

marfat.com

تعالیٰ سے معافی نہیں مانگو گے تمہاری کوئی دعا قبول نہ ہوگی اس حدیث میں امر بالمعروف کا ذکر بھی قسم اور تاکیدی صیغوں کے ساتھ ہوا اور عذاب کے ذکر کے لئے بھی تاکیدی صیغہ استعمال کیا گیا۔ جو اس کی اہمیت اور عدم بجا آوری کی صورت میں عذاب کے یقینی ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

وَعَنِ الْعُرْسِ بْنِ عُمَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا عُمِلَتِ الْخَطِيْئَةُ فِي الْاَرْضِ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا كَانَ كَمَنْ غَابَ عَنْهَا وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۹۱۰) روایت ہے حضرت عرس بن عمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب زمین میں گناہ کیا جائے تو جو وہاں موجود ہو اور وہ اسے ناپسند کرے تو ایسا ہے جیسے وہاں موجود نہیں اور جو موجود نہیں لیکن اس سے راضی ہے تو وہ ایسا ہے جیسے موجود ہو۔ (ابوداؤد)

(۴۹۱۰) عرس بن عمیرہ، عرس کی عین پر ضمہ اور راء ساکن ہے جب کہ عمیرہ کی عین مفتوح اور میم مکسور ہے یہ حضرت عدی بن عمیرہ کے بھائی ہیں صحابی ہیں ان سے ان کے بھتیجے عدی بن عمیرہ اور زید بن حارث رضی اللہ عنہم نے احادیث روایت کی ہیں۔

اس حدیث شریف میں برائی کو دل سے برا جاننے کی اہمیت کا ذکر ہوا کہ اگرچہ ایک شخص برائی کے ارتکاب کے وقت وہاں موجود نہ بھی ہو لیکن اس پر راضی ہو تو گویا وہ موجود تھا اور جو وہاں موجود ہو لیکن اس حرکت کو ناپسند کرے گویا وہ وہاں موجود ہی نہیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں گویا حقیقی موجودگی اور عدم موجودگی دل کی ہوتی ہے جسم کی نہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الْمُنْكَرَ فَلَمْ يُغَيِّرُوْهُ يُوْشِكُ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابِهٖ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِاَبِيْ دَاوٗدَ اَوِ الظَّالِمَ فَلَمْ يَاْخُذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَوْشَكَ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابِهٖ وَفِي الْاُخْرٰى لَهٗ مَا مِنْ قَوْمٍ يُظْلَمُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ ثُمَّ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّغَيِّرُوْا ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا يُوْشِكُ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ وَفِيْ اُخْرٰى لَهٗ مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ هُمْ اَكْثَرُ مِمَّنْ يَّعْمَلُهٗ۔

(۴۹۱۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو، اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو تم پر اپنی جانوں کا بچانا لازم ہے۔ گمراہ ہونے والا تمہیں کوئی نقصان نہیں دے گا۔ جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ جب کوئی برا کام دیکھیں اور اس سے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب بھیج دے روایت کیا اسے ابن ماجہ اور ترمذی نے اور اس کو صحیح کہا اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ اگر ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب بھیج دے اور اسی کی دوسری روایت میں ہے کہ جس قوم میں ظلم کئے جاتے ہوں اور لوگ انہیں روکنے پر قدرت رکھتے ہوں لیکن نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیج دے اور اسی کی ایک روایت میں ہے کہ جس قوم میں گناہ کئے جاتے ہوں اور کرنے والوں سے دوسرے لوگ زیادہ ہوں۔

marfat.com

(۴۹۱۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت غیر معروف نہیں آپ سب سے پہلے ایمان لائے سفر و حضر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے آپ کے فضائل و مناقب پر آیات و احادیث کثیرہ دلالت کرتی ہیں اور آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ اور مسلمانوں کے پہلے امیر تھے۔

قرآن پاک کی آیت "اے ایمان والو! اپنی فکر کرو اگر تم ہدایت پر رہو گے تو گمراہ ہونے والے تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے" کے حوالے سے بعض لوگ سمجھتے تھے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت نہیں بلکہ آدمی کو اپنی اصلاح کرنا چاہیے دوسروں کے گناہ یا کوتاہیاں اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس مغالطے کو دور کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے حوالے سے بتایا کہ جب لوگ برائی کو دیکھ کر اسے بدلنے کی کوشش نہ کریں تو وہ سب عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ دوسری روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس تبدیلی کا تعلق طاقت سے ہے یعنی برائی کو بدلنے والے لوگ اس بات کی طاقت رکھنے کے باوجود نہ بدلیں تو وہ بھی عذاب کے مستحق ہوں گے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت عام اور مطلق نہیں بلکہ مقید اور خاص ہے۔ یعنی جب لوگ تمہاری بات نہ سنیں تو آپ اپنی اصلاح میں مصروف ہو جاؤ اس صورت میں ان کے گناہ کا تم پر کوئی اثر نہ ہو گا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بات ہمارے دور سے متعلق نہیں اس وقت لوگ نیکی کی بات سنتے اور قبول کرتے ہیں یہ زمانہ بعد میں آئے گا۔

بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ "جب تم ہدایت پر ہو" کا مطلب یہ ہے کہ تم برائی سے روکو اور وہ نہ مانیں تو اب عذاب عام نہیں ہو گا بلکہ صرف برائی کے مرتکب لوگوں کو ہو گا۔

وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا يُوْشِكُ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتُوْا۔ (رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۹۱۲) حضرت جریر بن عبداللہ رضے اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ کسی قوم کا کوئی آدمی ان کے درمیان گناہ کرتا ہو اور وہ اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوں لیکن نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب بھیجے گا اس سے پہلے کہ وہ مریں۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۴۹۱۲) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمرو ہے اور آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے چالیس دن پہلے اسلام لائے اس کے بعد کوفہ شریف لے گئے اور ایک عرصہ دراز کے بعد قرقیسیا مقام پر منتقل ہوئے اور ۵۱ھ میں انتقال فرمایا آپ سے بے شمار لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔

اس حدیث کا مضمون گزشتہ حدیث کے مطابق ہے اور اس میں اس بات کا اضافہ ہے کہ جس قوم یا جماعت میں کچھ لوگ برائی کے مرتکب ہوں اور وہ قوم ان کو روکنے کی طاقت رکھنے کے باوجود نہ روکے تو وہ بھی عذاب خداوندی کے مستحق ہوں گے اور یہ عذاب وہ لوگ مرنے سے پہلے دنیا میں ہی دیکھ لیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ برائی کو بدلنے میں کوتاہی کرنا دوسرے جرائم کے مقابلے میں اس لحاظ سے منفرد ہے کہ دوسرے گناہوں کی سزا آخرت میں ملے گی جب کہ اس کوتاہی کی سزا دنیا میں بھی ملے گی اور

marfat.com

آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہو گا۔ (اشعۃ اللمعات)

اس حدیث کی روشنی میں حکمرانوں کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے کہ وہ اقتدار اور طاقت کے باوجود معاشرے سے برائیوں کا قلع قمع نہیں کرتے حالانکہ یہ ان کا فرض ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا یَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ قَالَ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ سَاَلْتُ عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلِ ائْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰی اِذَا رَاَیْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًی مُتَّبَعًا وَدُنْیَا مُؤْثَرَةً وَاِعْجَابَ كُلِّ ذِیْ رَاْیٍ بِرَاْیِهٖ وَرَاَیْتَ اَمْرًا لَا بُدَّ لَكَ مِنْهُ فَعَلَیْكَ نَفْسَكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَوَامِّ فَاِنَّ وَرَآءَكُمْ اَیَّامَ الصَّبْرِ فَمَنْ صَبَرَ فِیْهِنَّ قَبَضَ عَلَی الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِیْهِنَّ اَجْرُ خَمْسِیْنَ رَجُلًا یَعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِهٖ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَجْرُ خَمْسِیْنَ مِنْهُمْ قَالَ اَجْرُ خَمْسِیْنَ مِنْهُمْ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۹۱۳) حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد باری تعالیٰ تم پر اپنی جانوں کو بچانا لازم ہے۔ گمراہ ہونے والا تمہیں کوئی نقصان نہیں دے گا جب کہ تم ہدایت پر ہو کے متعلق فرمایا۔ خدا کی قسم میں نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو فرمایا تم نیکی کا حکم کرتے رہو اور برے کاموں سے روکتے رہو۔ یہاں تک کہ جب دیکھو کہ بخل کی تابعداری کی جارہی ہے خواہشات کی پیروی ہو رہی ہے دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے ہر ایک اپنی رائے پر نازاں ہو اور ایسا معاملہ دیکھو کہ چارہ کار کوئی نہ ہو تو تم پر خود کو بچانا لازم ہے اور عوام کو چھوڑ دو کیونکہ پیچھے صبر کے دن ہیں۔ جس نے ان دنوں میں صبر کیا تو گویا چنگاری پکڑی۔ ان دنوں میں عمل کرنے والے کو پچاس آدمیوں کے برابر ثواب ہے۔ جو اسی طرح عمل کرتے ہوں۔ عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ! ان کے پچاس جتنا؟ فرمایا کہ تمہارے پچاس آدمیوں جتنا ثواب۔ (ترمذی ابن ماجہ)

(۴۹۱۳) حضرت ابو ثعلبہ جرھم بن ناشب خشنی رضی اللہ عنہ اپنی کنیت ابو ثعلبہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں بیعت رضوان کے موقع پر آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آپ کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ لوگ بھی اسلام لے آئے۔ حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ شام تشریف لے گئے اور ۷۵ھ میں وہی آپ کا انتقال ہوا **ائتمروا** باب افتعال سے جمع مذکر حاضر امر کا صیغہ ہے۔ **تناھوا** باب تفاعل سے جمع مذکر حاضر امر کا صیغہ ہے۔ **مطاعا** باب افعال سے اسم مفعول کا صیغہ، **متبعا** باب افتعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے **مؤثرۃ** تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ۔ **اعجاب** کا مطلب اپنی رائے پر اترانا اور تکبر کرنا ہے۔

اس حدیث شریف میں ان مشکل حالات کا ذکر ہے جن میں آدمی کسی سے نیکی کی بات سننا پسند نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی کے روکنے سے برائی سے رکے گا کیونکہ لالچ، خواہشات نفسانیہ اور خود پسندی جیسی صفات ذمیمہ نے اسے اندھا اور بہرہ کر دیا ہو گا ان حالات میں اگر کوئی شخص سمجھتا ہے کہ میں ایسے لوگوں کی مجلس میں جانے کے بعد نہ چاہتے ہوئے بھی ان کے رنگ میں رنگا جاؤں گا تو اس وقت اپنے ایمان کو بچانے کی کوشش کرنی چاہیے چونکہ وہ لوگ کوئی بات سننے کو ہی تیار نہیں لہٰذا اب امر بالمعروف سے پہلو تہی قابل مواخذہ نہیں ہو گی۔ یہ وہ حالات ہوں گے کہ اس ماحول میں عمل کرنے والے کو پچاس عاملین کے برابر ثواب ملے

marfat.com

گا اور وہ بھی عام لوگ نہیں بلکہ صحابہ کرام میں سے پچاس مراد ہیں۔

اس حدیث سے بعض لوگوں نے استدلال کیا کہ امت کے آخری دور کے لوگوں کو صحابہ کرام پر جزوی فضیلت حاصل ہے لیکن جمور علماء نے اس کا سخت رد کیا اور فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو شرف صحابیت حاصل ہے اس کا مقابلہ کوئی فضیلت نہیں کر سکتی اور دوسرے لوگ اس اعزاز سے محروم ہیں' قوت القلوب میں لکھا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال پر انوار پر ایک نظر پڑنے سے جو پردے کھلتے ہیں اور ان کا کام بنتا ہے وہ دوسروں کی سالہا سال کی محنت سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ (اشعۃ اللمعات)

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطِیْبًا بَعْدَ الْعَصْرِ فَلَمْ یَدَعْ شَیْئًا یَکُوْنُ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اِلَّا ذَکَرَہٗ حَفِظَہٗ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ وَکَانَ فِیْمَا قَالَ اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَاِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْہَا فَنَاظِرٌ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ اَلَا فَاتَّقُوا الدُّنْیَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ وَقَالَ ذَکَرَ اَنَّ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءً یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِقَدْرِ غَدْرَتِہٖ فِی الدُّنْیَا وَمَا غَدْرَۃٌ اَکْبَرُ مِنْ غَدْرَۃِ اَمِیْرِ الْعَامَّۃِ یُغْدَرُ لِوَاءُہٗ عِنْدَ اِسْتِہٖ قَالَ لَا یَمْنَعَنَّ اَحَدًا ھَیْبَۃُ النَّاسِ اَنْ یَّقُوْلَ بِحَقٍّ اِذَا عَلِمَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِنْ رَاٰی مُنْکَرًا اَنْ یُّغَیِّرَہٗ فَبَکٰی اَبُوْ سَعِیْدٍ قَالَ قَدْ رَاَیْنَاہُ فَمَنَعَتْنَا ھَیْبَۃُ النَّاسِ اَنْ نَّتَکَلَّمَ فِیْہِ ثُمَّ قَالَ اَلَا اِنَّ بَنِیْ اٰدَمَ خُلِقُوْا عَلٰی طَبَقَاتٍ شَتّٰی یُوْلَدُ مُؤْمِنًا وَّیَحْیٰی مُؤْمِنًا وَّیَمُوْتُ مُؤْمِنًا وَمِنْھُمْ مَنْ یُّوْلَدُ کَافِرًا وَّیَحْیٰی کَافِرًا وَّیَمُوْتُ کَافِرًا وَمِنْھُمْ مَنْ یُّوْلَدُ کَافِرًا وَّیَحْیٰی کَافِرًا وَّیَمُوْتُ مُؤْمِنًا وَمِنْھُمْ مَنْ یَّکُوْنُ بَطِیْءَ الْغَضَبِ سَرِیْعَ الْفَیْءِ وَبَطِیْءَ الْفَیْءِ سَرِیْعَ الْغَضَبِ فَتِلْکَ بِتِلْکَ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّکُوْنُ سَرِیْعَ الْغَضَبِ سَرِیْعَ الْفَیْءِ وَبَطِیْءَ الْغَضَبِ بَطِیْءَ الْفَیْءِ وَیَاْخُذُ

(۴۹۱۴) روایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد ہمارے درمیان خطبہ دینے کھڑے ہوئے۔ پس آپ نے قیامت تک ہونے والی کوئی خبر نہ چھوڑی مگر اس کا ذکر کر دیا۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا اسی میں آپ نے فرمایا۔ بے شک دنیا میٹھی اور سرسبز ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی تم کو خلافت دینے والا ہے۔ پس دیکھتا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ خبردار' دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو اور ذکر فرمایا کہ قیامت کے روز ہر دغاباز کے لئے اس کی دنیاوی دغا بازی کے مطابق جھنڈا ہو گا اور حاکم کی عام دغابازی سے بڑھ کر کوئی دغابازی نہیں۔ اس کا جھنڈا اس کے پاخانے کی جگہ کے پاس گاڑا جائے گا۔ فرمایا کہ تم میں سے کسی کو لوگوں کا خوف حق بات کہنے سے نہ روکے جبکہ اسے معلوم ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر برا کام دیکھے تو اس سے روکے۔ پس حضرت ابو سعید رو پڑے اور فرمایا ہم اسے دیکھتے ہیں اور لوگوں کی ہیبت ہمیں اس کے متعلق بولنے سے روکتی ہے۔ پھر فرمایا کہ آدمی مختلف درجوں کے پیدا کئے گئے ہیں۔ بعض وہ ہیں جو مومن پیدا ہوتے ہیں مومن ہی زندہ رہتے ہیں اور مومن مرتے ہیں اور ان میں سے بعض کافر پیدا ہوتے' کافر زندہ رہتے اور کافر ہی مرتے ہیں اور ان میں سے بعض مومن پیدا ہوتے' مومن زندہ رہتے اور کافر مرتے ہیں اور ان میں سے بعض کافر پیدا ہوتے' کافر زندہ رہتے اور مومن مرتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے غصے کا ذکر فرمایا کہ ان میں سے بعض کو جلد غصہ آتا

marfat.com

بِالْاُخْرٰی وَخِیَارُکُمْ مَنْ تَکُوْنُ بَطِیْئَ الْغَضَبِ سَرِیْعَ الْفَیْءِ وَشِرَارُکُمْ مَنْ تَکُوْنُ سَرِیْعَ الْغَضَبِ بَطِیْئَ الْفَیْءِ قَالَ اُتْقُوا الْغَضَبَ فَاِنَّهٗ جَمْرَةٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَلَا تَرَوْنَ اِلٰی انْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ وَحُمْرَةِ عَیْنَیْهِ فَمَنْ اَحَسَّ بِشَیْءٍ مِنْ ذَالِکَ فَلْیَضْطَجِعْ وَلْیَتَلَبَّدْ بِالْاَرْضِ قَالَ وَذَکَرَ الدَّیْنَ فَقَالَ مِنْکُمْ مَنْ تَکُوْنُ حَسَنَ الْقَضَاءِ وَاِذَا کَانَ لَهٗ اَفْحَشَ فِی الطَّلَبِ فَاَحَدُهُمَا بِالْاُخْرٰی وَمِنْهُمْ مَنْ تَکُوْنُ سَیِّئَ الْقَضَاءِ وَاِنْ کَانَ لَهٗ اَجْمَلَ فِی الطَّلَبِ فَاَحَدُهُمَا بِالْاُخْرٰی وَخِیَارُکُمْ مَنْ اِذَا کَانَ عَلَیْهِ الدَّیْنُ اَحْسَنَ الْقَضَاءَ وَاِنْ کَانَ لَهٗ اَجْمَلَ فِی الطَّلَبِ وَشِرَارُکُمْ مَنْ اِذَا کَانَ عَلَیْهِ الدَّیْنُ اَسَاءَ الْقَضَاءَ وَاِنْ کَانَ لَهٗ اَفْحَشَ فِی الطَّلَبِ حَتّٰی اِذَا کَانَتِ الشَّمْسُ عَلٰی رُءُوْسِ النَّخْلِ وَاَطْرَافِ الْحِیْطَانِ فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا فِیْمَا مَضٰی مِنْهَا اِلَّا کَمَا بَقِیَ مِنْ یَوْمِکُمْ هٰذَا فِیْمَا مَضٰی مِنْهُ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اور جلد چلا جاتا ہے۔ پس ایک دوسرے کے ساتھ ہے۔ ان میں سے بعض کو دیر سے غصہ آتا اور دیر سے جاتا ہے پس ایک دوسرے کے ساتھ ہے تم میں سے بہتر وہ ہیں جن کو دیر سے غصہ آئے اور جلد چلا جائے اور تم میں سے برے وہ ہیں جن کو جلدی غصہ آئے اور دیر سے جائے۔ فرمایا کہ غصے سے بچو کیونکہ یہ آدمی کے دل پر چنگاری ہے۔ کیا تم اس کی رگوں کے پھولنے اور آنکھوں کے سرخ ہونے کو نہیں دیکھتے۔ جس کو غصہ محسوس ہو تو چاہیے کہ لیٹ جائے اور زمین سے چمٹ جائے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے قرض کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تم میں سے کوئی اچھی طرح ادا کرتا ہے لیکن جب اس کا کسی پر ہو تو لینے میں سختی کرتا ہے دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ ان میں سے کوئی ادا کرنے میں برا ہے لیکن اگر اس کا کسی پر ہو تو طلب میں اچھا ہے۔ یہ ایک عادت دوسری کے ساتھ ہے اور تم میں سے بہتر وہ ہے کہ جب اس پر کسی کا قرض ہو تو اچھی طرح ادا کرے اور اس کا کسی پر ہو تو اچھی طرح طلب کرے اور تم میں سے برا وہ ہے کہ جب اس پر کسی کا قرض ہو تو بری طرح ادا کرے اور اس کا کسی پر ہو تو سختی سے طلب کرے۔ خواہ سورج، درختوں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کناروں پر ہو۔ نیز فرمایا کہ دنیا کی زندگی میں سے گزرے ہوئے وقت کے مقابلے میں نہیں باقی رہا مگر اتنا حصہ جتنا آج گزرے ہوئے وقت سے باقی رہ گیا ہے۔ (ترمذی)

(۴۹۱۴) لم یدع ودع یدع سے نفی جحد بلم کا صیغہ ہے مثال واوی باب فتح یفتح ہے **مستخلف** باب استفعال سے اسم فاعل کا صیغہ ہے باب افعال کے معنی میں ہے غادر، غدر سے اسم فاعل ہے دھوکہ باز کو کہتے ہیں است سرین کو کہتے ہیں سریع الفی جس کا غصہ جلدی اتر جائے۔ بطئی الفی جس کا غصہ دیر سے اترے بطوء تاخیر کو کہتے ہیں اوداج ودج کی جمع ہے رگیں، انتفاخ پھولنا، حیطان حائط کی جمع دیواریں باغ کو بھی حائط کہتے ہیں اس طویل حدیث میں کئی مسائل بیان ہوئے ہیں جن کی تفصیل یوں ہے۔

(۱) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں قیامت تک پیش آنے مسائل سے متعلق مکمل احکام ذکر فرمائے

marfat.com

جو آپ کا معجزہ ہے ورنہ اتنے مختصر وقت میں اور پھر مستقبل کے واقعات کا بیان ممکن نہیں۔

(۲) دنیا میٹھی اور سرسبز ہے ہر شخص اسے حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ یہ ایک آزمائش ہوتی ہے کہ آیا دولت و اقتدار حاصل ہونے کے بعد انسان احکام خداوندی سے روگردانی کرتا ہے یا ان کی تعمیل۔ لہٰذا اس آزمائش میں ناکامی کے خوف سے کوشش کی جائے کہ دنیا اور عورتوں کے فتنوں سے دور رہیں۔

(۳) دنیا میں جو بھی شخص دھوکہ بازی اور خیانت کرے گا قیامت کے دن سب کے سامنے ذلیل و رسوا ہو گا حکمرانوں اور بڑے بڑے افسروں کو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہیے۔

(۴) کلمہ حق کہنے میں کسی کا خوف آڑے نہیں آنا چاہیے ورنہ معاشرتی نظام تباہ و برباد ہو جائے گا۔

(۵) خاتمے کے بارے میں فکرمند رضا چاہیے اور ہر وقت حسن خاتمہ کی دعا مانگتے رہنا چاہیے۔

(۶) دنیا میں وہی انسان سب سے اچھا ہے جس کو غصہ دیر سے آئے اور جلد چلا جائے۔ اور وہ شخص سب سے برا ہے جسے جلدی غصہ آئے اور دیر سے جائے۔

(۷) غصے سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ یہ ایک ایسی آگ ہے جو سب کچھ جلا کر راکھ کر دے گی۔

(۸) قرض کے سلسلے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو سب سے اچھا قرار دیا جو قرض دے تو اچھی طرح واپس مانگے اور قرض لے تو اچھے طریقے سے ادا کرے۔ جبکہ وہ شخص جو طلب میں بدکلامی کا مظاہرہ کرے اور کسی کا قرض دینا ہو تو اچھے طریقے سے ادا نہ کرے وہ سب سے برا آدمی ہے۔

(۹) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا جس طرح اب سورج کے غروب ہونے میں تھوڑا سا وقت باقی ہے اسی طرح قیامت بھی بالکل قریب ہے لہٰذا اس کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

وَعَنْ اَبِی الْبَخْتَرِیِّ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَنْ یُّھْلَکَ النَّاسُ حَتّٰی یُعْذِرُوْا مِنْ اَنْفُسِھِمْ (رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ)

(۴۹۱۵) ابو البختری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ہلاک نہیں کئے جائیں گے یہاں تک کہ اپنے آپ کو معذور بنائیں۔ (ابوداؤد)

(۴۹۱۵) حضرت ابو البختری (باء پر فتحہ اور خاء ساکن) تابعی ہیں اور کوفہ سے تعلق رکھتے ہیں آپ کا اسم گرامی سعید بن فیروز ہے آپ نے رویت ہلال کے سلسلے میں بھی حدیث روایت کی ہے۔ **یعذرو** اعذار سے مضارع معروف جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے گناہوں اور عیبوں کا زیادہ ہونا۔ اعذار کا معنی عذر کا سبب ہونا اور اس کا ازالہ بھی ہے یعنی جب کسی شخص کے گناہ اور عیب زیادہ ہو جائیں اور اب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا اور بندوں کی طرف سے نہی عن المنکر کا مستحق ہو جائے اور کوئی بہانہ نہ کر سکے۔ اعذار کا معنی صاحب عذر بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ گناہ کر کے اس کی مختلف فاسد تاویلیں کریں گے۔ عذر پیش نہ کریں گے۔

بعض روایات میں یعذرو (باء پر فتح کے ساتھ) بھی آتا ہے گویا وہ اپنے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اس بات سے معذور ہیں کہ ان کو جھڑکا جاتے اور منع کیا جائے۔

وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ عَدِیِّ نِ الْکِنْدِیِّ قَالَ

(۴۹۱۶) عدی بن عدی الکندی کا بیان ہے کہ ہمارے مولیٰ نے

marfat.com

حَدَّثَنَا مَوْلًى لَهُ اَنَّهُ سَمِعَ جَدِّیْ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیُعَذِّبُ الْعَامَّۃَ بِعَمَلِ الْخَاصَّۃِ حَتّٰی یَرَوُا الْمُنْکَرَ بَیْنَ ظَہْرَانَیْہِمْ وَہُمْ قَادِرُوْنَ اَنْ یُّنْکِرُوْہُ فَلَا یُنْکِرُوْا فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَذَّبَ اللّٰہُ الْعَامَّۃَ وَالْخَاصَّۃَ.

(رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ)

ہم سے حدیث بیان کی کہ اس نے میرے جد امجد سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو خاص لوگوں کے عمل کے باعث عذاب نہیں دیتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان برے کام ہوتے ہوئے دیکھیں اور اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوں لیکن نہ روکیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ عام اور خاص سب کو عذاب دے گا۔ (شرح السنہ)

(۴۹۱۶) عدی بن عدی الکندی (الکندی کاف کے کسرہ سے ہے) ایک یمنی قبیلہ کندہ کی طرف منسوب ہیں آپ تابعی فقیہ ہیں آپ کے والد عدی بن عمیرہ اور چچا عرس بن عمیرہ رضی اللہ عنہما دونوں صحابی ہیں آپ نے ان دونوں سے احادیث روایت کی ہیں اور آپ سے حضرت ایوب اور عطاء خراسانی وغیرہما نے احادیث روایت کی ہیں۔

العامۃ عام لوگ الخاصۃ قوم کے بعض افراد بین ظہرینھم ان کے سامنے۔ اس حدیث میں اس بات کی وضاحت ہے کہ جب کسی قوم میں سے کچھ افراد برائی کا ارتکاب کریں تو اس کا عذاب صرف انہی کو ہوگا قوم کے دوسرے افراد کو نہیں کیونکہ ارشاد خداوندی ہے **ولا تزروازرۃ وزر اخری** کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

البتہ جب ان کے سامنے برائی ہو رہی ہو اور وہ روکنے پر قادر ہونے کے باوجود ان کے نہ روکیں تو اب سب کو عذاب ہوگا اور یہ ارشاد خداوندی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ گناہ کرنے والوں کو ان کے عمل کی سزا ملے گی اور دوسرے اس لئے سزا کے مستحق ہوئے کہ انہوں نے برائی کو روکنے سے متعلق اپنی ذمہ داری کو پورا نہ کر کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ فِی الْمَعَاصِیْ نَہَتْہُمْ عُلَمَاؤُہُمْ فَلَمْ یَنْتَہُوْا فَجَالَسُوْہُمْ فِیْ مَجَالِسِہِمْ وَاٰکَلُوْہُمْ وَشَارَبُوْہُمْ فَضَرَبَ اللّٰہُ قُلُوْبَ بَعْضِہِمْ بِبَعْضٍ

فَلَعَنَہُمْ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَقَالَ لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ حَتّٰی تَاْطِرُوْہُمْ اَطْرًا.

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ) وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ کَلَّا وَاللّٰہِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْہَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ

(۴۹۱۷) روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے تو ان کے علماء نے انہیں روکا لیکن وہ باز نہ آئے۔ پس علماء ان کی مجلسوں میں شامل ہوتے رہے اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے رہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بعض کے دلوں کو دوسرے بعض کے دلوں سے ملا دیا۔ پس ان پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی زبانی لعنت فرمائی یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے گزرتے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، یہاں تک کہ تم انہیں ظلم سے پوری طرح روک لو۔ (ترمذی، ابوداؤد) اور ایک

marfat.com

عَلٰی یَدَیِ الظَّالِمِ وَلَتَاْطِرُنَّہٗ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا وَّلَتَقْصُرُنَّہٗ عَلَی الْحَقِّ قَصْرًا اَوْ لَیَضْرِبَنَّ اللّٰہُ بِقُلُوْبِ بَعْضِکُمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ لَیَلْعَنَنَّکُمْ کَمَا لَعَنَھُمْ۔)

روایت میں فرمایا۔ خدا کی قسم تم ضرور نیک کاموں کا حکم دو گے، برے کاموں سے منع کرو گے، ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے حق کی طرف کھینچ لو گے اور اسے مجبور کر دو گے کہ اپنے حق پر ہی رہے ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے بعض دلوں کو دوسرے بعض دلوں سے ملا دے گا پھر تم پر لعنت کرے گا جیسے دوسروں پر لعنت کی تھی۔

(۴۹۱۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ اسلام لانے والوں میں چھٹے نمبر پر ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے تھے آپ کے نعلین مبارک اور مسواک مبارک کے امین اور آپ کے رازدار تھے۔ آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی، غزوہ بدر میں بھی شریک ہوئے بے شمار احادیث کی روایت سے مشرف ہوئے ۳۲ھ میں آپ کا وصال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے آپ سے حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق حضرت علی المرتضیٰ اور دیگر صحابہ کرام اور تابعین (رضی اللہ عنہم) نے احادیث روایت کی ہیں۔

فجالسوھم ان کے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو گئے اکلوھم، جالسوھم، شاربوھم تمام صیغے باب مفاعلہ سے جمع مذکر غائب ماضی کے صیغے ہیں اور ھم ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے۔ باب مفاعلہ فعل میں شراکت کا تقاضا کرتا ہے گویا ان کا کھانے پینے اور مجلس میں اشتراک تھا۔ الطریا طریاب ضرب اور نصر دونوں سے آتا ہے، کسی چیز کو توڑ دینا ہے اور دوہرا کرنا اس حدیث شریف میں بنی اسرائیل کے علماء کا کردار ذکر کرنے کے بعد اس راستے پر چلنے سے روکا گیا بتایا گیا کہ بنی اسرائیل کے علماء نے اپنی قوم کو برائی سے منع کیا جب وہ باز نہ آئے تو بجائے اس کے کہ وہ ان کا بائیکاٹ کر کے ان کو برائی چھوڑنے پر مجبور کرتے خود ان کے ہم مجلس اور ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو گئے اور ان کے دل ایک جیسے ہو گئے جس کی بنیاد پر وہ لعنت کے مستحق ہوئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے ارباب اختیار اور علماء کو متنبہ کیا کہ تمہیں اس طریقہ کار سے بچنا ہو گا اور برائی کا ارتکاب کرنے والوں کا ہاتھ روکنا ہو گا منافقت و مداہنت سے کام لینے کی بجائے غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے متعلق اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا ہو گا ظالم کا ہاتھ روک کر اسے راہ حق پر لانا ہو گا ورنہ تم بھی بنی اسرائیل کی طرح لعنت کے مستحق ہو جاؤ گے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ رِجَالًا تُقْرَضُ مِنْ شِفَاھِھِمْ بِمَقَارِیْضَ مِنْ نَّارٍ قُلْتُ مَنْ ھٰؤُلَآءِ وَیَا جِبْرَئِیْلُ قَالَ ھٰؤُلَآءِ خُطَبَآءُ مِنْ اُمَّتِکَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَیَنْسَوْنَ اَنْفُسَھُمْ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ خُطَبَآءُ مِنْ اُمَّتِکَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ وَیَقْرَءُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ وَلَا یَعْمَلُوْنَ۔)

(۴۹۱۸) روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ معراج کی رات میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے میں نے کہا۔ اے جبرائیل، یہ کون ہیں؟ کہا کہ یہ آپ کی امت کے واعظ ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں لیکن اپنی جانوں کو بھلا دیتے ہیں۔ روایت کیا اسے شرح السنہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔ دوسری روایت میں کہا۔ آپ کی امت کے خطیب جو دوسروں سے کہتے ہیں لیکن خود نہیں کرتے اور اللہ کی کتاب کو

marfat.com

پڑھتے ہیں لیکن عمل نہیں کرتے۔

(۴۹۱۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے آپ کی کنیت ابو حمزہ خزرجی تھی۔ آپ کی والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ شریف لائے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی، خلافت فاروقی میں آپ بصرہ منتقل ہو گئے وہاں آپ لوگوں کو فقہ کی تعلیم دیتے رہے آپ نے ۹۱ھ میں ایک سو تین سال یا ننانوے سال کی عمر میں وفات پائی اور آپ بصرہ میں انتقال کرنے والے آخری صحابی تھے۔ مقاریض مقراض کی جمع (اسم آلہ) قینچیاں

شب معراج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف لوگ مختلف سزاؤں میں مبتلا دکھائے گئے تاکہ آپ اپنی امت کو آگاہ فرمائیں کہ فلاں فلاں جرم کی فلاں فلاں سزا میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ اور یوں لوگ اجتناب کی راہ اختیار کریں گے چونکہ واعظین اور خطباء اپنی زبانوں سے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہیں اس لئے خطباء کی زبانیں آگ کی قینچیوں سے کٹتی ہوئی دکھائی گئیں اور واضح کیا گیا کہ دوسرے کو تبلیغ کر کے خود عمل نہ کرنے والے سزا کے مستحق ہیں اور یہ زبانیں اس قابل ہیں کہ ان کو یہ سزا دی جائے۔

وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْزِلَتِ الْمَآئِدَةُ مِنَ السَّمَآءِ خُبْزًا وَلَحْمًا وَاُمِرُوْا اَنْ لَّا يَخُوْنُوْا وَلَا يَدَّخِرُوْا لِغَدٍ فَخَانُوْا وَادَّخَرُوْا وَرَفَعُوْا لِغَدٍ فَمُسِخُوْا قِرَدَةً وَخَنَازِيْرَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۹۱۹) روایت ہے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آسمان سے روٹی اور گوشت والا دسترخوان نازل ہوا اور حکم دیا گیا کہ خیانت نہ کرنا اور کل کے لئے جمع نہ کرنا پس انہوں نے خیانت کی اور اگلے روز کے لئے اٹھا کر رکھ لیتے۔ پس وہ بندروں اور خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دیئے گئے۔ (ترمذی)

(۴۹۱۹) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما، حضرت یاسر بن عامر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے دونوں باپ بیٹا ابتدائی دور میں اسلام لائے اور اسلام لانے کی پاداش میں بڑی سختیاں جھیلیں آپ کو کفار نے انگاروں پر لٹایا پانی میں غوطے دیئے اور طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا کیا لیکن آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی ۳۶ھ میں آپ نے اکانوے برس میں جنگ صفین میں شہادت پائی۔

المائدہ امام راغب فرماتے ہیں اس تھال کو کہا جاتا ہے جس میں کھانا کھاتے ہیں لیکن دسترخوان اور کھانے دونوں استعمال ہوتا ہے یہاں کھانا مراد ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم پر روٹی اور گوشت آسمان سے نازل ہوا لیکن ان کو ذخیرہ کرنے اور دوسرے دن کے لئے بچا کر رکھنے سے منع کیا گیا تھا اور جب انہوں نے اس حکم کی پابندی نہ کی تو ان کی شکلیں بگاڑ دی گئیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے اتنی بڑی سزا کے مستحق ہیں یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے کہ یہ امت دن رات حکم خداوندی سے منہ پھیرتی ہے لیکن شکل بگڑنے کے عذاب سے محفوظ ہے۔

marfat.com

اس حدیث کو اس باب میں لانے کا مطلب یہ ہے کہ امر بالمعروف کرنے والا اپنی ذمہ داری کو پورا کرتا ہے اور جن لوگوں کو برائی سے روکا گیا وہ عمل نہ کریں تو سزا کے مستحق ہوں گے جیسے ان لوگوں کو دوسرے دن کے لئے ذخیرہ کرنے سے منع کیا گیا لیکن جب انہوں نے اطاعت نہ کی تو ان کو سخت سزا دی گئی۔

تیسری فصل

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ تُصِيْبُ اُمَّتِيْ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ مِنْ سُلْطَانِهِمْ شَدَائِدُ لَا يَنْجُوْ مِنْهُ اِلَّا رَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَجَاهَدَ عَلَيْهِ بِلِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَقَلْبِهٖ فَذٰلِكَ الَّذِيْ سَبَقَتْ لَهُ السَّوَابِقُ وَرَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَصَدَّقَ بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ دِيْنَ اللّٰهِ فَسَكَتَ عَلَيْهِ فَاِنْ رَاٰى مَنْ يَعْمَلُ الْخَيْرَ اَحَبَّهٗ عَلَيْهِ وَاِنْ رَاٰى مَنْ يَعْمَلُ بِبَاطِلٍ اَبْغَضَهٗ عَلَيْهِ فَذٰلِكَ يَنْجُوْ عَلٰى اِبْطَانِهٖ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

(۴۹۲۰) روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آخری زمانے میں میری امت کو اپنے حکمرانوں سے سخت تکلیفیں پہنچیں گی۔ ان سے نجات نہیں پائے گا مگر وہ شخص جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس پر اپنی زبان، ہاتھ اور دل کے ساتھ جہاد کیا۔ یہ وہ شخص ہے جو پوری طرح سبقت لے گیا۔ دوسرا وہ آدمی جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس کی تصدیق کی۔ تیسرا وہ آدمی جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس پر خاموش رہا، اگر کسی کو نیکی کرتے دیکھا تو اس سے محبت کرنے لگا اور اگر کسی کو غلط کام کرتے دیکھا تو اس سے ناخوش رہا۔ یہ سب اپنی اندرونی حالت کے باعث نجات پا جائیں گے۔ (بیہقی)

(۴۹۲۰) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی اور خلفاء راشدین میں سے ہیں آپ کا اسلام قبول کرنا ایک تاریخی واقعہ ہے۔ آپ کو بارگاہ خداوندی سے مانگا گیا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ایمان کے لئے دعا کی اور جب آپ ایمان لائے تو مسلمان ببانگ دھل اسلام کا اعلان کرتے اور نماز پڑھتے۔ آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اور مسلمانوں کی ماں تھیں آپ کا نظام حکومت اور عدل ضرب المثل ہے آپ پر ۱۸ ذوالحجہ کی صبح نماز کے وقت ایک بدبخت نے قاتلانہ حملہ کیا اور اتوار کے دن آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا گیا یہ واقعہ ۲۳ ہجری کا ہے اور اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ شدائد، شدت کی جمع ہے سختیاں، مصائب، السوابق، سابقۃ کی جمع ہے سبقت کے معنی آگے بڑھنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے دور کی خبر دی کہ جب حکمران دنیوی لالچ اور خواہشات کا شکار ہو کر اپنی رعایا پر ظلم و زیادتی کریں گے تو اس وقت تین قسم کے لوگ ہوں ایک وہ جو سب سے آگے بڑھنے والے سبقت لے جانے والے جو اپنی زبان اور ہاتھ سے ان ظالموں کے خلاف جہاد کریں گے۔ دوسرے وہ جن کو دین کی پہچان حاصل ہو گی اور وہ اس کی تصدیق کریں گے۔ اور دین کا اظہار کریں گے لیکن ہاتھ سے نہیں روک سکیں گے۔ جب کہ تیسرے قسم کے لوگ دین کی پہچان رکھتے ہوں گے اور زبان سے خاموش رہیں گے اچھی بات دیکھ کر پسند کریں گے اور برائی اور باطل کے مرتکبین کو دیکھ کر ناپسند کریں گے تو یہ تین قسم کے لوگ نجات پانے والے ہوں گے جب کہ وہ لوگ جو اس برائی کو دور کرنا تو درکنار دل سے بھی برا نہیں

marfat.com

جانیں گے وہ گویا ان ظالموں کے ساتھ ظلم میں شریک ہوں گے اور یوں وہ عذاب کے مستحق ہوں گے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْحَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰى جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنِ اقْلِبْ مَدِيْنَةَ كَذَا وَكَذَا بِاَهْلِهَا فَقَالَ يَا رَبِّ اِنَّ فِيْهِمْ عَبْدَكَ فُلَانًا لَمْ يَعْصِكَ طَرْفَةَ عَيْنٍ قَالَ فَقَالَ اقْلِبْهَا عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ فَاِنَّ وَجْهَهٗ لَمْ يَتَمَعَّرْ فِيَّ سَاعَةً قَطُّ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

(۴۹۲۱) روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ فلاں بستی کو اس کے باشندوں پر الٹادو۔ عرض گزار ہوئے کہ اے رب اس میں تو تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے آنکھ جھپکنے کی دیر بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ فرمایا کہ اس پر اور دوسرے سب پر الٹادو کیونکہ میری خاطر اس کا چہرہ ایک ساعت کے لئے بھی متغیر نہیں ہوا تھا۔ (بیہقی)

(۴۹۲۱) حضرت ابو عبداللہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ انصاری سلمی تھے آپ معروف صحابہ کرام میں شامل ہیں اور آپ سے مروی روایات بہت زیادہ ہیں غزوہ بدر اور اس کے بعد اٹھارہ غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کی آپ نے چورانوے سال کی عمر میں ۷۴ھ میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔ ایک قول کے مطابق مدینہ طیبہ میں سب سے آخر میں فوت ہونے والے صحابی آپ ہی ہیں۔

قلب۔ قلب باب ضرب۔ ضرب سے ہے اس کا معنی ہے کسی چیز کو الٹ دینا اور پھیر دینا اس سے اقلب امر کا صیغہ ہے **تمعر یتمعر تمعرا** باب تفعل ہے غصے کی وجہ سے چہرے کا رنگ بدل جانا۔

اس حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے کہ جہاں اعمال صالحہ سے تعلق اور برائیوں سے اجتناب ضروری ہے وہاں دین و ملت کے خلاف سازشوں اور مسلمانوں پر ظلم و ستم نیز معاشرتی بگاڑ کی وجہ سے پریشان ہونا بھی ایمان کا تقاضا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر معاشرتی برائیوں کے ازالے کے لئے کوشاں نہیں رہتے اور عدم طاقت کی صورت میں اس پر پریشان بھی نہیں ہوتے ان کا تقویٰ کس کام کا۔ لہٰذا اپنی اصلاح اور عبادت خداوندی میں مشغولیت کے ساتھ ساتھ ملک و ملت اور مسلمانان عالم کی زبوں حالی کے خاتمے اور معاشرے کو غیر شریک حرکات و سکنات سے پاک کرنے کے لئے کوشاں رہنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَسْئَلُ الْعَبْدَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ مَا لَكَ اِذْ رَاَيْتَ الْمُنْكَرَ فَلَمْ تُنْكِرْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُلْقٰى حُجَّتُهٗ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ خِفْتُ النَّاسَ وَرَجَوْتُكَ۔ (رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)۔

(۴۹۲۲) روایت ہے حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندے سے پوچھتے ہوئے فرمائے گا۔ تجھے کیا ہو گیا تھا کہ تو برائی کو دیکھتا تھا لیکن اس سے منع نہیں کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے حجت سکھا دی جائے گی۔ لہٰذا عرض کرے گا۔ اے رب! لوگوں سے ڈرتے ہوئے اور تجھ سے امید رکھتے ہوئے۔ ان تینوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

marfat.com

(۴۹۲۲) **فیلقی تلقیة** باب تفعیل سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے کسی بات کا دل میں ڈالنا **تلقیة** کہلاتا ہے **رجوت** نصر سے واحد متکلم فعل ماضی کا صیغہ ہے میں نے امید کی۔

اس حدیث شریف میں ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کے نزول کا ذکر ہے جو برائی سے نفرت کرتے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں کہ اس کا قلع قمع کیا جائے لیکن بدمعاشوں کی بدمعاشی ان کے آڑے آتی ہے اور وہ برائی کو دل سے برا سمجھتے ہوئے عملاً اسے ختم نہیں کر سکتے قیامت کا دن اتنا ہولناک ہو گا کہ انسان کو جو بات یاد ہو گی وہ بھی بھول جائے گا لیکن برائی سے نفرت کرنے والے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی اس قدر رحمت ہو گی کہ وہ خود ان کو جواب سکھا دے گا لیکن یہ ان ہی لوگوں کا حصہ ہے جو برائی کے خلاف آواز کسی مجبوری کے تحت بلند نہیں کر سکتے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ اَنَّ الْمَعْرُوْفَ وَالْمُنْکَرَ خَلِیْقَتَانِ تُنْصَبَانِ لِلنَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَاَمَّا الْمَعْرُوْفُ فَیُبَشِّرُ اَصْحَابَہٗ وَیَعِدُھُمُ الْخَیْرَ وَاَمَّا الْمُنْکَرُ فَیَقُوْلُ اِلَیْکُمْ اِلَیْکُمْ وَمَا یُطِیْعُوْنَ لَہٗ اِلَّا لُزُوْمًا۔

(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۴۹۲۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، نیکی اور بدی دونوں قیامت کے روز لوگوں کے لئے کھڑی کی جائیں گی۔ نیکی اپنے کرنے والوں کو خوشخبری سنائے گی اور ان سے بھلائی کا وعدہ کرے گی جب کہ برائی کہے گی کہ دور ہو جاؤ اور ان میں طاقت نہیں ہو گی مگر اس کے سات چمٹنے کی۔ اسے احمد اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

(۴۹۲۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی عبداللہ بن قیس ہے آپ مکہ مکرمہ میں مشرف باسلام ہوئے وہاں سے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خیبر میں حاضر ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۲۰ھ میں آپ کو بصرہ کا حاکم مقرر کیا چنانچہ آپ نے اہواز کا علاقہ فتح کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کوفہ منتقل ہوئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہیں ۵۲ھ میں وصال فرمایا۔

خلیقتان مخلوقتان (دو پیدا کی ہوئی چیزیں) **لزوم** کسی چیز کا کسی سے چمٹ جانا لازم ہو جانا اس حدیث شریف میں ثواب و عقاب کی حقانیت کو واضح کیا گیا کہ نیکی اور برائی دنیا میں ہی ختم نہیں ہو جائے گی بلکہ قیامت کے دن ان کا بدلہ (اچھا یا برا) ملے گا نیکی جس طرح دنیا میں قلبی سرور کا باعث ہوتی ہے قیامت کے دن بھی خوشی کا باعث بنے گی اور برائی جس طرح دنیا میں دل کی پریشانی کا سبب ہوتی ہے قیامت کے دن بھی پریشانی کا موجب ہو گی۔ اور یہ بھی بتایا گیا کہ برائی کا مرتکب شخص اس قدر ناپسندیدہ ہو گا کہ خود برائی بھی اسے آپنے آپ سے دور کرے گی لیکن وہ دور نہیں ہو سکے گا۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا کہ انسانی اعمال بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں بندہ صرف کسب کرتا ہے۔

marfat.com


مکتبہ اسلامیہ
لاہور